

شہادتِ فاطمہؑ سیدہ الأبرا و مناقبِ اکبرؑی المحماریہؑ

مؤلف
حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسلام قادری ضوی

فوریہ رضویہ پبلی کیشنز





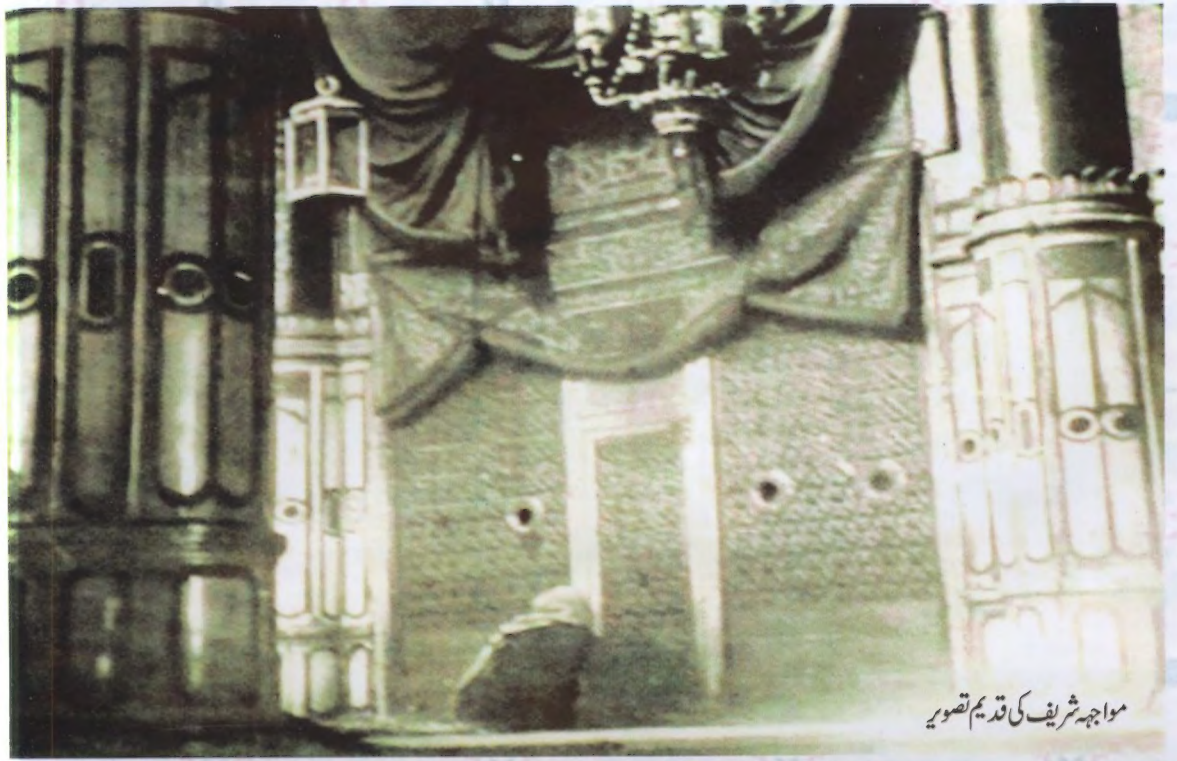
بیت اللہ شریف کی قدیم تصویر



منظر المدينة المنورة من
جهة الباب الشمالي

مدینہ منورہ شریف کی چند قدیم تصاویر





مواجهہ شریف کی قدیم تصویر



حضور ﷺ کے روضہ مبارک کا اندرونی منظر



حجرہ مبارک حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء (سلام اللہ علیہا) اور غلاف کے نیچے آپ کا صندوق مبارک محفوظ ہے۔



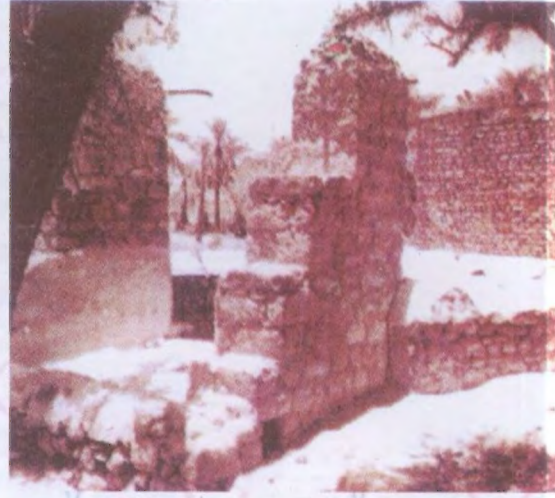
جائے ولادت حضور نبی کریم ﷺ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا گھر مبارک





وہ صندوق جس میں نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک محفوظ ہیں



برغرس کی ایک قدیم تصویر جس میں رسول مقبول ﷺ نے اپنا
لعب وہن شامل فرمایا تھا۔



لکڑی کا وہ پیالہ جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے پانی نوش فرمایا



وہ صراحی جس میں سے
حضور نبی کریم ﷺ نے پانی پیا۔

نعلین مبارک حضور نبی کریم ﷺ





چھتری اور عصاء مبارک حضور نبی کریم ﷺ



موئے مبارک حضور نبی کریم ﷺ

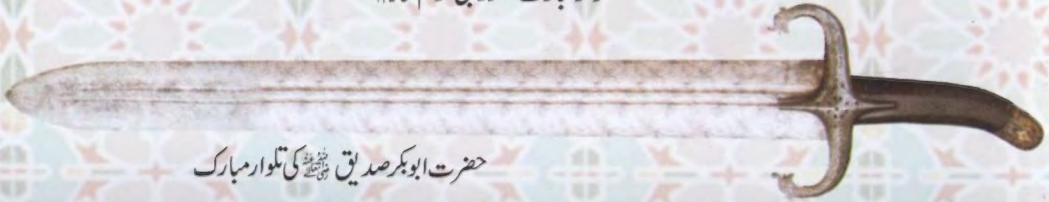


آمینا للہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی آل واصحاب سیدنا محمد
الذی یکسوہ اللہ یوم القیامۃ حلۃ خضرنا یقرئہ بہا العباد طرا

حضور نبی کریم ﷺ کی قمیص مبارک کی تصاویر



تلوار مبارک حضور نبی کریم ﷺ



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تلوار مبارک



تلوار مبارک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ



تلوار مبارک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ



جنت البقیع شریف کی انہدام سے قبل کی تصویر، تصویر میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما،
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے مزارات کی تصاویر نمایاں ہیں۔

حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا روضہ مبارک (قبل از انہدام)



حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا (سلام اللہ علیہا) کا روضہ مبارک



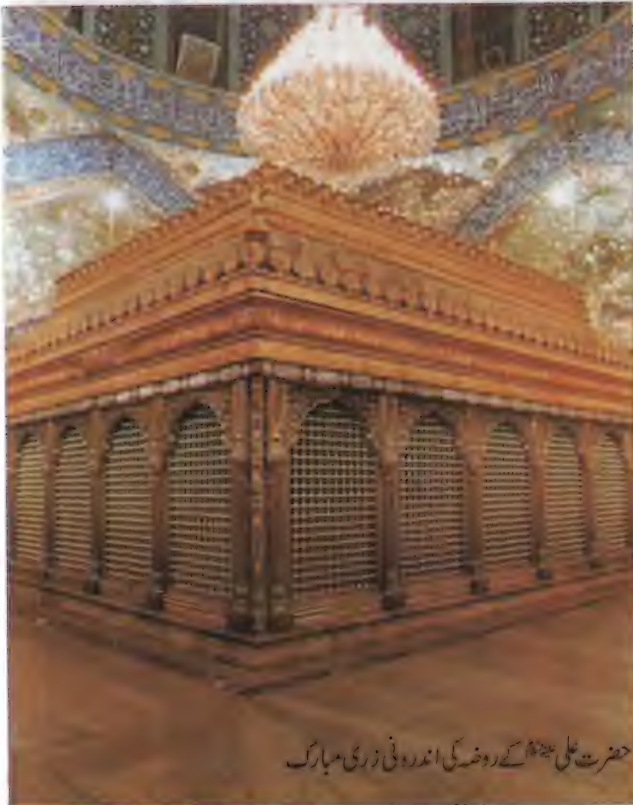
لباس عروسی حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا (سلام اللہ علیہا)

قمیص مبارک حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا (سلام اللہ علیہا)

حضرت سیدۃ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا گھر مبارک اور زیر استعمال اشیاء کی تصاویر



حضرت علیؑ کا روضہ مبارک (نجف اشرف)



حضرت علیؑ کے روضہ کی اندرونی زری مبارک



کوفہ میں حضرت علیؑ کا گھر مبارک کا اندرونی منظر



کوفہ میں حضرت علیؑ کے گھر مبارک کا بیرونی دروازہ

لا انا سليل آل و لزيد
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب
والله اعلم بالصواب



حضرت علیؓ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن پاک کا کس

مقام غدیری کی وہ پہاڑی جہاں حضور ﷺ نے اعلان غدیر فرمایا



حضرت علیؓ کی تلوار



بیت علیؓ کوفہ



مسجد کوفہ



حضرت امام حسن علیہ السلام کا مزار مبارک (جنت البقیع)



قمیض مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام



جہد مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام

روضہ مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام



حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضہ کی اندرونی زری مبارک



میدان کربلا



دشمن میں 14 شہدائے کربلا کے سرہائے مبارک کا قبضہ

روضہ مبارک سیدنا عباس علیہ السلام علمدار ابن علی المرتضیٰ در کربلا



گھر مبارک حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام مدینہ شریف

جامع مسجد اموی میں محراب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام



جامع مسجد اموی (شام)، درباریزید کا وہ مقام جہاں پر یہ حکومت کے نظام اور ظلم و ستم کے آرڈر دیتا تھا۔



روضہ مبارک سیدہ زینب ؑ بمقام زینبیہ دمشق



سیدہ زینب ؑ کے روضہ کی اندرونی زری مبارک



روضہ اقدس حضرت مسلم بن عقیل ؑ در کوفہ جامع مسجد



مزار مبارک ہانی بن عروہ بالتقابل مسجد کوفہ



روضہ مبارک پیران حضرت مسلم ؓ در وادی متیب قریہ اولاد مسلم



روضہ مبارک حضرت محمد ؐ



میدان بدر



میدان احد (چار دیواری کے اندر شہدائے احد کی قبور مبارکہ)



وہ مقام جہاں غزوہ احزاب واقع ہوا



أحد پہاڑ میں واقع غار جہاں غزوہ أحد میں
نبی کریم ﷺ نے آرام فرمایا

شہانِ حاکمیت و اقتدار کربلا دیکھو

بیشمار مدلل و مفصل ایسی تحقیقی جامع کتاب

شہادتِ علیؑ و اسرارِ سیدالابرار

مناقشہٴ آکرمی المختار

مؤلف
حضرت علامہ مولانا محمد عبدالسلام قادری ضوی



نُورِیہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ لاہور 37313885

E-mail: nooriarizvia@hotmail.com

جملہ حقوق بحق نوریہ رضویہ پہلی کیشنز محفوظ ہیں

| | | |
|--|-------|-------------|
| شہادت نواسہ سیدالابرار و مناقب آل نبی المختار | | نام کتاب |
| ابو محمد عبدالحامد حضرت مولانا محمد عبدالسلام قادری رضوی | | مؤلف |
| اکتوبر ۲۰۱۲ء | | تاریخ اشاعت |
| الحسین کمپوزنگ سنٹر لاہور | | کمپوزنگ |
| سید محمد شجاعت رسول قادری | | طابع |
| اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور | | مطبع |
| نوریہ رضویہ پہلی کیشنز لاہور | | ناشر |
| 1N0007 | | کمپیوٹر کوڈ |
| روپے | | قیمت |

نوریہ رضویہ پہلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ لاہور

فون: 042-37313885-37070663

مکتبہ نوریہ رضویہ

بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَبَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

مَوْلَانِي صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
مُحَمَّدُ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

اجمالی فہرست مضامین

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۴۱ | دیباچہ |
| ۴۳ | مقدمہ |
| ۴۴ | خطبہ |
| ۴۵ | باب ۱ حُبِ مصطفیٰ ﷺ |
| ۴۸ | باب ۲ ازواجِ مصطفیٰ ﷺ |
| ۴۹ | ارشاد خداوندی بیویاں اور اولاد |
| ۴۹ | امہات المؤمنین ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن |
| ۴۰ | ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا |
| ۵۲ | ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا |
| ۵۳ | ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا |
| ۵۷ | ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا |
| ۵۸ | ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا |
| ۵۸ | ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا |
| ۶۰ | ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا |
| ۶۳ | ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا |
| ۶۶ | ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا |
| ۶۷ | ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا |
| ۶۹ | ام المؤمنین حضرت سیدہ مسومہ رضی اللہ عنہا |
| ۷۰ | مصطفیٰ ﷺ کی باندیاں |
| ۷۱ | مطالقات النبی ﷺ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۷۴ | باب ۳ ابناء الکرام مصطفیٰ ﷺ |
| ۷۴ | حضرت سیدنا قاسم بن مصطفیٰ ﷺ |
| ۷۴ | حضرت سیدنا عبداللہ بن مصطفیٰ ﷺ |
| ۷۵ | حضرت سیدنا ابراہیم بن مصطفیٰ ﷺ |
| ۷۷ | وصال ابراہیم پر نبوت کی آنکھوں میں آنسو |
| ۷۸ | ابن رسول ﷺ کی نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین |
| ۷۸ | وصال ابن رسول ﷺ پر سورج گرہن اور جنت میں ایام رضاعت |
| ۷۹ | باب ۴ بنات الکرام مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۰ | حضرت سیدہ زینب بنت مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۱ | نواسی امامہ سے نبی علیہ السلام کا پیار |
| ۸۲ | اولاد امامہ رضی اللہ عنہا |
| ۸۲ | نواسی علی سے حضور علیہ السلام کا پیار |
| ۸۲ | سیدہ زینب کا وصال |
| ۸۳ | حضرت سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بنت مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۳ | سبط رسول ﷺ عبداللہ کا انتقال |
| ۸۳ | حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۶ | نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت از کتب شیعہ |
| ۸۶ | حضرت سیدہ فاطمہ بنت مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۶ | ولادت طیبہ |
| ۸۷ | سیدہ کے نام کی شان |
| ۸۷ | سیدہ کے القابات عظیمہ اور آپ کے خصائل |
| ۸۸ | سیدہ زہرا اور مصطفیٰ ﷺ |
| ۸۹ | سیدہ کا نکاح مبارک |
| ۸۹ | سیدہ کا جہیز مبارک |
| ۹۰ | سیدہ کی عبادت و ریاضت و تلاوت قرآن |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۹۱ | سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی رزق |
| ۹۲ | سیدہ فاطمہ کا غریبوں کی اعانت فرمانا |
| ۹۲ | سیدہ فاطمہ اور پردہ |
| ۹۳ | پردہ کی اہمیت |
| ۹۶ | سیدۃ نساء العالمین و سیدۃ نساء اہل الجنۃ |
| ۹۸ | مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ سے والہانہ محبت |
| ۹۸ | تعظیم سیدہ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۹۹ | سیدہ کی خوشی و ناراضگی، اللہ تعالیٰ کی خوشی و ناراضگی |
| ۹۹ | الف سیدہ منافع امت |
| | قیامت کے دن نداء ہوگی اہل محشر اپنی نگاہوں کو جھکا لو فاطمہ بنت رسول کا |
| ۱۰۰ | ستر ہزار حوروں کے ساتھ گزر رہا ہے |
| ۱۰۰ | وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا |
| ۱۰۱ | قہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حال |
| ۱۰۱ | سیدہ کے گریہ و غم میں جہان کی شرکت |
| ۱۰۲ | سیدہ کی گود میں آٹنی نے جان دے دی |
| ۱۰۲ | یوم محشر خون آلود قمیص اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا |
| ۱۰۳ | سیدہ کا وصال |
| ۱۰۳ | سیدہ کی جدائی اور سیدنا علی المرتضیٰ |
| ۱۰۴ | سیدہ کی اولاد طاہرہ |
| ۱۰۴ | سیدہ کی نماز جنازہ |
| ۱۰۵ | سیدہ کا مرقہ اقدس |
| ۱۰۷ | باب ۵ اہل بیت نبوت درآیہ مودت |
| ۱۰۸ | عظمت اہل بیت درآیہ مہابلہ |
| ۱۱۰ | انعامات الہیہ بر اہل بیت نبوت درآیات ابرار |
| ۱۱۱ | آیت فترضی |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۱۱۲ | آیت صدقہ خصوصی عمل |
| ۱۱۲ | آیہ سلام |
| ۱۱۳ | آیت حسنت |
| ۱۱۳ | آیت اولی الامر |
| ۱۱۳ | آیت اہل الذکر |
| ۱۱۳ | آیت جیل اللہ |
| ۱۱۳ | آیت ولیم |
| ۱۱۴ | آیت مؤمن |
| ۱۱۴ | آیت وود |
| ۱۱۴ | آیت بحرین و مرجان |
| ۱۱۵ | آیت ہاد |
| ۱۱۵ | آیت مرضات |
| ۱۱۶ | آیت صلوات |
| ۱۱۷ | محبت اہل بیت فرض اور ان پر درود نہ پڑھنے سے نماز نہیں |
| ۱۱۷ | رافضی اور ناصبی |
| ۱۱۷ | محبت اہل بیت عین ایمان |
| ۱۱۸ | قرآن اور اہل بیت نبوت سے وابستگی نور ہدایت |
| ۱۱۹ | قرآن اور عترت رسول حوض کوثر پر |
| ۱۱۹ | گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ قرآن اور عترت رسول ﷺ |
| ۱۱۹ | کائنات کی سلامتی آل نبوت |
| ۱۲۰ | فوائد کثیرہ در محبت آل طاہرہ |
| ۱۲۱ | اہل بیت نبوت سفینہ حضرت نوح علیہ السلام |
| ۱۲۱ | دینی دنیاوی و اخروی فوائد در حب آل رسول ﷺ |
| ۱۲۳ | اللہ جل جلالہ و رسول ﷺ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت |
| ۱۲۴ | اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۱۲۲ | اہل بیت مصطفیٰ ﷺ |
| ۱۲۳ | اہل بیت اور ازواج النبی ﷺ |
| ۱۲۵ | رجس کے معنی از روئے قرآن |
| ۱۲۶ | امتیازی شان اہل بیت سرکار ابد قرار |
| ۱۲۸ | لفظ اہل کی تحقیق از روئے قرآن (۸۰ آیات) |
| ۱۲۹ | تبعین پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۲۹ | مالک پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۲۹ | پروردہ مقتظم پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۰ | گھر میں مقیم پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۰ | ہم عقیدہ پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۱ | عالمین پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۱ | لائق پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۱ | تسلیم کرنے والوں پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۱ | بیوی پر لفظ اہل کا استعمال |
| ۱۳۱ | لفظ آل کی تحقیق (۹ آیات) |
| ۱۳۳ | فصل ۱۔ |
| ۱۳۳ | قرآن اور اصحاب رسول ﷺ |
| ۱۳۵ | باب ۶ خلیفہ اول ابو بکر صدیق |
| ۱۳۵ | حضرت سیدنا عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ |
| ۱۳۵ | ولادت باسعادت |
| ۱۳۵ | ابتدائی حالات |
| ۱۳۶ | واقعہ رویت شام اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شرف اسلام |
| ۱۳۷ | رفاقت نبوت اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ |
| ۱۳۷ | مالی قربانی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ |
| ۱۳۸ | ہجرت رسالت مآب ﷺ اور رفیق غار ثور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ |
| ۱۳۹ | سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت نبوت در غار ثور کا انتخاب |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| | حضور ﷺ کی خاطر اگر بیٹا بھی میری تلوار کی زد میں آجاتا تو اس کا سر بھی |
| ۱۴۰ | قلم کردیتا (از سیدنا ابو بکر صدیق)..... |
| ۱۴۱ | مصطفیٰ ﷺ اور شجاعت عظمیٰ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۲ | تواضع و حلم و رحم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۲ | قرآن وحدیث وتفسیر وانساب وتعبیر الروایا وحکمت وفصاحت وبلاغت کے علوم بحرنا کنار |
| ۱۴۲ | سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۳ | بارگاہ نبوت کی عطا: ابو بکر عتیق اور صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۴ | سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ عبد اللہ کے صدیق ہونے پر تصدیق..... |
| ۱۴۴ | نزول بعض آیات قرآنی بحق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۵ | چاندی کی انگوٹھی اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۴۶ | سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کی اجمالی خصوصیات..... |
| ۱۴۹ | صحابہ کرام کو آپ کی وصیت..... |
| ۱۴۹ | سیدنا ابو بکر صدیق کا علم مافی الارحام: جینی ام کلثوم کے پیدا ہونے کی خبر دینا..... |
| ۱۵۰ | سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارکہ..... |
| ۱۵۰ | آخری لمحات بوقت انتقال سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۵۱ | وصیت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرا جنازہ قبر رسول ﷺ کے دروازہ پر رکھنا اجازت ہو تو دفن کرنا..... |
| ۱۵۲ | سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ و اہل مدینہ کا حال..... |
| ۱۵۲ | حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۵۲ | نماز جنازہ و روضہ اطہر سے اجازت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ گنبد خضریٰ میں مکین..... |
| ۱۵۳ | سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ازواج و ایماء و بیئات کے اسماء اور تعداد..... |
| ۱۵۴ | حالات ازواج و اولاد امجاد سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۵۵ | باب ۷ خلیفہ ثانی حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ..... |
| ۱۵۵ | ولادت باسعادت..... |
| ۱۵۵ | زمانہ طفولیت وجوانی..... |
| | بارگاہ خداوندی میں دعائے مصطفیٰ کہ اے اللہ عمر بن خطاب کے ساتھ |
| ۱۵۶ | اسلام کو غلبہ و قوت عطا فرما..... |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۱۵۶ | مراد رسول کے مشرف باسلام ہونے پر مؤمنین کے نعرے و خوشیاں |
| ۱۵۸ | طواف کعبۃ اللہ اور لقب فاروق اعظم از مصطفیٰ ﷺ |
| ۱۵۹ | سیدنا عمر فاروق اعظم کے قبول اسلام پر نزول آیت قرآنی اور مہارکباد ملائکہ آسمانی |
| ۱۶۰ | فتوحات اسلام اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۰ | غزوات زمانہ نبوت |
| ۱۶۰ | سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت، اسلام کی سر بلندی، طواف کعبہ و نماز، |
| ۱۶۰ | مشرکین و کفار کی ہستی اور سیدنا عالم منیٰ علیہ السلام کا استقبال |
| ۱۶۳ | جنتی محل اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۳ | علوم نا بحر کنار اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۳ | حق کی زبان و دل اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۵ | سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس امت کے محدث |
| ۱۶۵ | میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا..... حدیث رسول |
| ۱۶۵ | سراج اہل جنت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۶ | خدائی مصافحہ و سلام اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۶ | خدائی شفقت و رحمت اور چہرہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۷ | روز قیامت شان و رفعت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۷ | حلیہ اقدس سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| | آسمانی ملائکہ اور وقار عمر فاروق رضی اللہ عنہ سایہ عمر فاروق سے شیاطین و جنات و |
| ۱۶۸ | نافرمان انسانوں کا فرار |
| ۱۶۸ | رضاء و غصہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۶۹ | قتل جہنم |
| ۱۷۰ | شراب کا دودھ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۰ | دفع کی آواز اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۰ | ازواج مطہرات اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۱ | منافق کا سر قلم اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۱۷۲ | دریائے نیل اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۲ | یاساریۃ الجبل اور سیدنا عمر فاروق |
| ۱۷۳ | کھجوروں کا طباق اور سیدنا عمر ابن خطاب |
| ۱۷۴ | بعض آیات کا نزول قرآن بحق سیدنا عمر فاروق |
| ۱۷۶ | فتوحات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۷ | فتح مدائن حضرت سراقہ کو سونے کے نگین از سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۸ | شہزادی ایران شہربانو بحق زوجیت حسین بہ عنایت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۸ | حضرات حسنین کی محبت والفت اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۷۹ | سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع و حلم و تواضع |
| ۱۸۰ | کرتہ مبارک اور پیوند |
| ۱۸۱ | شلو اور مبارک اور چمڑے کے پیوند |
| ۱۸۱ | رو رو کر رخسار پر نشان |
| ۱۸۱ | رتبہ امیر المؤمنین اور تو کہاں |
| ۱۸۱ | جو میرے عیب ظاہر کرے مجھے وہ پسند ہے |
| ۱۸۱ | کاش میں زمین کا ایک تکا ہوتا |
| ۱۸۱ | رات کی تاریکی میں گشت اور غریبوں کی امداد |
| ۱۸۱ | ازواج و اولاد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بمعہ اسماء و تعداد |
| ۱۸۲ | ازواج و اولاد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے احوال بمعہ خصوصیات |
| ۱۸۳ | حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دو بیویوں کو طلاق دینے کی وجوہات |
| ۱۸۳ | سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت |
| ۱۸۳ | حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ |
| ۱۸۳ | حضرت عبدالرحمن الاکبر |
| ۱۸۴ | حضرت زید الاکبر |
| ۱۸۴ | حضرت عاصم |
| ۱۸۴ | حضرت عیاض |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۱۸۴ | زید الاصفہر، عبید اللہ |
| ۱۸۴ | عبدالرحمن الاکبر |
| ۱۸۴ | ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا |
| ۱۸۴ | آخری خطبہ و خیر شہادت بزبان عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۱۸۵ | حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ |
| ۱۸۶ | آخری لمحات تجہیز و تکفین گنبد خضریٰ میں مکین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| | باب ۸ خلیفہ ثالث جامع آیات القرآن |
| ۱۸۸ | حضرت سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ |
| ۱۸۸ | ولادت شریفہ |
| ۱۸۸ | قبول اسلام |
| ۱۸۹ | ہجرت |
| ۱۸۹ | استقامت |
| ۱۸۹ | سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت |
| ۱۸۹ | چیش عشرہ کے موقع پر سیدنا عثمان غنی کی مالی قربانی |
| ۱۸۹ | بارگاہ رسالت مآب میں دیناروں کا ڈھیر اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ |
| ۱۹۰ | چاہ رومہ در مدینہ برضائے نبوت اور عثمان غنی کی خریداری |
| ۱۹۱ | مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک قدم مبارک پر غلاموں کو نثار کرنا |
| ۱۹۱ | مجسم و پیکر حیا و ایمان حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ |
| ۱۹۲ | بیعت رضوان، نبی غیب دان اور سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ |
| ۱۹۳ | سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ اقدس |
| ۱۹۴ | سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدہ خلافت کی اجمالی خصوصیات |
| ۱۹۵ | نبی خبر، فتنوں کی پیداوار اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حقانیت |
| ۱۹۸ | ارشاد مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۱۹۸ | سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت کا تمیز |
| | جو عصائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تیر کا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا |
| ۱۹۹ | چھین کر توڑنے والا تڑپ تڑپ کر مر گیا |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۲۰۰ | علم غیب نبوت ﷺ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ظلم و ستم سے شہید ہوں گے |
| ۲۰۰ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد |
| ۲۰۱ | سیدہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی آمد |
| ۲۰۱ | سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تقرر |
| ۲۰۱ | اتمام حجت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری وردناک خطبہ |
| ۲۰۲ | بحالت تلاوت قرآن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ |
| ۲۰۴ | قدرت خداوندی |
| ۲۰۴ | فراق شوہر پر سیدہ نائلہ کا حال |
| ۲۰۵ | سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین |
| ۲۰۶ | قتل عثمان میں شریک طرح طرح کے عداہوں میں مبتلا |
| ۲۰۶ | سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کل ازواج و ابناء و بنات بمعہ اسماء و تعداد |
| ۲۰۶ | سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد و امجاد کے حالات |
| | باب ۹ خلیفہ رابع و امام اول |
| ۲۰۸ | حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ابن عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ |
| ۲۰۸ | مصطفیٰ من اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۰۹ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت |
| ۲۱۰ | مصطفیٰ من اللہ علیہ وسلم اور نام علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب |
| ۲۱۱ | آغوش نبوت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت |
| ۲۱۱ | شرف اسلام |
| ۲۱۱ | شب ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانثاری |
| ۲۱۲ | اخوت دنیا و آخرت بانبوت من اللہ علیہ وسلم اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۳ | مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۳ | (واقفہ) وہ مومن نہیں جس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ نہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۴ | بارگاہ نبوت میں بھنا ہوا گوشت اور سیدنا علی المرتضیٰ |
| ۲۱۴ | عطائے علم فتح خیبر |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۲۱۳ | محبوب خدا و مصطفیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۵ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نگہبان اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۲۱۶ | محبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ محبت اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۲۱۶ | اطاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اطاعت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم |
| ۲۱۶ | مومن اور منافق کی علامت |
| ۲۱۷ | اجازت در مسجد بحالت جنابت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۷ | شامل در عبادت ذکر و زیارت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۱۷ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم پر گرمی و سردی بے اثر |
| ۲۱۷ | حسب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گناہوں کو کھاجاتی ہے |
| ۲۱۸ | واقعہ خیبر اور فاتح خیبر حیدر کرار سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۲۰ | سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز عصر، مقام صہبا پر ڈوبا ہوا سورج واپس |
| ۲۲۱ | تاجدار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم مدینۃ العلم اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم |
| ۲۲۲ | قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کی خبر باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ |
| ۲۲۲ | خزائن قرآن و تفسیر و حدیث اور حوض کوثر پر قرآن و علی رضی اللہ عنہ کی معیت |
| ۲۲۳ | واقعہ میراث اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن |
| ۲۲۳ | لڑکے کی ماں کی پہچان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن |
| ۲۲۴ | یہودی کی کھودی داڑھی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن |
| ۲۲۵ | علوم و فضاء و فقہ و حکمت اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۲۶ | عیسائی عالم پادری کے سوالات اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات |
| ۲۲۷ | یہودی عالم کے سات سوال اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات |
| ۲۲۸ | تقسیم حصہ اور علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۲۹ | ایک نوجوان، اس کی ماں اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۰ | زن حاملہ بالزنا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ |
| ۲۳۰ | ایک غورت سے دو آدمیوں کا فریب اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۱ | ایک بچہ اور دو عوید اردو عورتیں، فیصلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۲۳۱ | بحالت احرام شتر مرغ کے انڈوں کا استعمال اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ |
| ۲۳۱ | اسلامی سن ہجری اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۱ | عجب الخلق بچہ اور فیصلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۲ | ایک عورت کا مسئلہ میراث اور جواب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۲ | مسئلہ جائیداد اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۲ | علم نحو اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۳ | علم ریاضی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۳ | سترہ اونٹ کا مسئلہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۳ | خرید ہوا مکان واپس اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۴ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوش طبعی اور حاضر جوابی |
| ۲۳۴ | حاضر جوابی، خوش دلی کا ایک اور واقعہ |
| ۲۳۵ | میاں بیوی، ماں بیٹا: علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرام سے بچالیا |
| ۲۳۶ | کرامات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۳۷ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن و محمد کا مجموعی ذکر |
| ۲۳۷ | عبادت |
| ۲۳۷ | نماز |
| ۲۳۸ | روزہ |
| ۲۳۸ | خیرات |
| ۲۳۸ | حج |
| ۲۳۹ | اخلاق |
| ۲۳۹ | صبر و تحمل |
| ۲۳۹ | رحم و عفو |
| ۲۴۰ | حلم |
| ۲۴۰ | تواضع و انکساری |
| ۲۴۰ | سخاوت |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۲۴۰ | مہمان نوازی |
| ۲۴۱ | زہد |
| ۲۴۱ | امام المتقین |
| ۲۴۱ | شجاعت |
| ۲۴۱ | خصائل حمیدہ |
| ۲۴۲ | غذا |
| ۲۴۲ | لباس |
| ۲۴۲ | منصب خلافت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۴۳ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور جمل و صفین غزوات |
| ۲۴۴ | جنگ جمل |
| ۲۴۵ | کوفہ دار الخلافہ |
| ۲۴۵ | جنگ صفین |
| ۲۴۵ | خوارج سے جنگ |
| ۲۴۶ | اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صداقتِ اہل سنت |
| ۲۴۷ | علمِ غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خبرِ شہادت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۴۸ | خبر قاتل عبدالرحمن ابن ماجہ اور علم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۴۸ | خارجین اور خارجی |
| ۲۴۹ | قبل از وقتِ جامِ شہادت کی تیاری اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۴۹ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ |
| ۲۵۳ | ایک درویشِ حق |
| ۲۵۴ | قاتل آگ میں چلا دیا گیا |
| ۲۵۴ | مردِ کامل |
| ۲۵۴ | سرد آہ |
| ۲۵۴ | ذکر القابات سیدنا علی المرتضیٰ |
| ۲۵۵ | کوفہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکان اور درسِ قرآن |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۲۵۵ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت سے متعلق تدفین |
| ۲۵۵ | ذکر انکسری سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۵۵ | مقام شہادت در جامع کوفہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۵۷ | مزار اقدس سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ در نجف اشرف |
| ۲۵۸ | شجرہ طیبہ آل حیدر کرار، ازواج و ابناء و بنات کرام رضی اللہ عنہم |
| ۲۵۸ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج و ابناء و بنات کا بعد اسماء و تعداد بیان |
| ۲۶۰ | سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد و ازواج کے احوال |
| ۲۶۱ | اسمائے گرامی ابناء کرام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین |
| ۲۶۲ | سلسلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان |
| ۲۶۲ | حضرت محمد (ابن الحنفیہ) ابن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۳ | حضرت عباس بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۳ | عباس علیہ السلام دار اللہ |
| ۲۶۳ | عبداللہ حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۳ | حضرت عمر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۵ | سیدہ حضرت زینب دختر سیدنا علی المرتضیٰ کا سلسلہ اولاد |
| ۲۶۵ | حضرت ام بانی فاختہ بہن حقیقی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۶ | برادر علی المرتضیٰ حضرت عقیل ابن عمران (ابوطالب) رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۷ | شجرہ اولاد عمران رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۷ | برادر علی المرتضیٰ حضرت جعفر (طیار) ابن عمران (ابوطالب) رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۹ | شجرہ اولاد حضرت عمران جعفر ابن (ابی طالب) رضی اللہ عنہ |
| ۲۶۹ | حضرت جعفر ابن عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ |
| | باب ۱۰ خلیفہ خامس و امام ثانی سید الاسخیاہ |
| ۲۷۰ | حضرت سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۰ | ولادت باسعادت |
| ۲۷۰ | اسم مبارک کا انتخاب و خواص |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۲۷۱ | لعاب دہن وادائے عقیدہ از مصطفیٰ ﷺ |
| ۲۷۱ | زمانہ طفولیت |
| ۲۷۲ | شہادت رسول مقبول طاہر و باطن اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۲ | عطائے حلم |
| ۲۷۲ | آغوش نبوت ﷺ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۳ | رسالت مآب بحالت رکوع و سجود اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۳ | راکب دوش نبوت اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۴ | دو عظیم مسلمانوں کے گروہ میں صلح علم غیب مصطفیٰ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۴ | بحالت وضو خوف خداوندی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۴ | عبادت و تلاوت قرآن میں خشوع و خضوع اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۵ | تنگدستوں، مقررہ ضوں، حاجتمندوں کی مددگاری اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۶ | انتہائے ادب پچیس حج برہنہ پا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۶ | پیکرِ حلم اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۶ | سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا فیصلہ (ایک واقعہ) قاتل و مقتول |
| ۲۷۷ | منصب خلافت اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۸ | دعائے نبوت علم غیب و زیارت بحالت خواب اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۹ | سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معذرت |
| ۲۷۹ | حلیہ مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۷۹ | ازواج مقدسہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۸۰ | اولادِ امجاد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| | میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے شہزادوں میں سے شہید ہونے والوں کی |
| ۲۸۱ | تعداد اور ان کے اسمائے مبارکہ |
| ۲۸۱ | احوال و خصائل حضرت زید بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ |
| ۲۸۲ | فضائل جلیلہ حضرت حسن ثنی بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و ازواج و اولاد |
| ۲۸۳ | حالات صاحبزادگان حضرت حسن ثنی بن امام حسن |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۲۸۳ | حضرت عبداللہ الحض |
| ۲۸۴ | حضرت ابراہیم العر |
| ۲۸۴ | حضرت حسن المثلث |
| ۲۸۴ | حضرت داؤد |
| ۲۸۴ | حضرت جعفر |
| ۲۸۴ | حضرت ادریس |
| ۲۸۵ | آخری لحات شدید زہر سے سیدنا امام حسن <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت عظمیٰ |
| ۲۸۷ | تہمیز و تکفین و نماز جنازہ و تدفین سیدنا امام حسن <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۸۸ | زہر خورانی کی تحقیق اور سیدنا امام حسن کی زوجہ پر چھوٹے الزام کی تردید |
| ۲۸۹ | باب نمبر ۱۱ حسنین کریمین <small>رضی اللہ عنہما</small> کا مشترکہ بیان |
| ۲۸۹ | سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین کی خاطر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ و منبر اقدس چھوڑ دیا |
| ۲۹۰ | سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل مبارک میں بوقت شب |
| ۲۹۱ | سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین کے جسم اقدس کو مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گھنٹے اور بوسہ دیتے |
| ۲۹۱ | سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا میں دو پھول ہیں |
| ۲۹۱ | سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہما</small> جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں |
| ۲۹۲ | حسین کریمین کا تختیاں لکھنا اور خدائی فیصلہ |
| | باب ۱۲ سید الشہداء و امام ثالث |
| ۲۹۳ | حضرت سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ |
| ۲۹۳ | بشارت |
| ۲۹۴ | ولاوت باسعادت |
| ۲۹۴ | نام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> و ادائے عقیقہ از مصطفیٰ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> |
| ۲۹۴ | پرورش |
| ۲۹۴ | تعلیم و تربیت |
| ۲۹۵ | سیدنا امام حسین کے ساتھ مصطفیٰ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> کا والہانہ پیار |
| ۲۹۶ | نسبت خصوصی اور سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۲۹۶ | راکب دوش نبوت سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> |
| ۲۹۶ | آغوش نبوت اور سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> |
| ۲۹۶ | مصطفیٰ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> اور لعاب حسین <small>ؑ</small> |
| ۲۹۷ | جگر گوشہ رسالت سیدنا حسین <small>ؑ</small> |
| ۲۹۷ | سردار اہل جنت <small>ؑ</small> |
| ۲۹۷ | سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> کے کمالات یعنی ان کے ذاتی اخلاق و اطوار اور فضائل و مناقب |
| ۲۹۷ | اخلاق حسنة |
| ۲۹۸ | تواضع |
| ۲۹۸ | مقروضوں و بیسوں کی اعانت اور سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> |
| ۳۰۰ | پاکیزگی قلب |
| ۳۰۰ | شجاعت |
| ۳۰۱ | علم و فضل |
| ۳۰۱ | عبادت و ریاضت |
| ۳۰۲ | مجسمہ اوصاف جلیلہ سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> و نشانی خداوندی |
| ۳۰۲ | اخبار عن الغیب شہادت در کربلا سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> بارشاد نبوت <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> امام حسین <small>ؑ</small> کی ولادت |
| ۳۰۴ | سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> کی ازواج اور اولاد کا بیان |
| ۳۰۵ | حضرت شہر بانو <small>ؑ</small> |
| ۳۰۵ | حضرت لیلا <small>ؑ</small> |
| ۳۰۵ | حضرت رباب <small>ؑ</small> |
| ۳۰۶ | حضرت رباب کے دردناک اشعار بعد شہادت امام <small>ؑ</small> |
| ۳۰۷ | حضرت ام اسحاق <small>ؑ</small> |
| ۳۰۷ | حضرت قضاغیہ |
| ۳۰۷ | حضرت علی اوسط ابن الحسین المعروف امام زین العابدین <small>ؑ</small> |
| ۳۰۷ | حضرت علی اکبر ابن الحسین <small>ؑ</small> |
| ۳۰۷ | حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر <small>ؑ</small> |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۳۰۷ | حضرت جعفر ابن الحسین <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۳۰۷ | حضرت فاطمہ صغرا خاتون..... |
| ۳۰۸ | حضرت سکینہ بنت الحسین <small>رضی اللہ عنہا</small> |
| ۳۰۹ | باب ۱۳ یزید کی تخت نشینی..... |
| ۳۱۰ | ارشاد نبوت امارۃ الصبیان اور امت کی ہلاکت..... |
| ۳۱۲ | سنت رسول کو بدلنے والا پہلا شخص یزید ہوگا..... |
| | سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> کا اقدام جہاد نہ طلب خلافت نہ حصول جاہ و اقتدار..... |
| ۳۱۳ | باغیانہ الزام کی تردید۔ یزید کے حقیقی خدو خال..... |
| ۳۱۶ | یزید کے بعض کافرانہ عقائد و نظریات..... |
| ۳۱۷ | یزید کا حلت شراب کے متعلق نظریہ آیت قرآنی کا تسخر..... |
| ۳۱۷ | یزید اور محرمات شرعیہ، زنا، ترک نماز، شراب کا ارتکاب..... |
| ۳۱۸ | یزید گانے باجے، ناچ، راگ، کتوں، بندروں کا دلدادہ..... |
| ۳۱۹ | سیدنا امام عالی مقام کا جہاد عظیم..... |
| ۳۲۱ | صحابہ پر یزید کا فسق و فجور مسلم اور عدم شرکت امام پر موقف صحابہ نیز کربلائی اقدام پر اتفاق..... |
| ۳۲۳ | یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر ایک شخص کوٹیس کوڑے..... |
| ۳۲۵ | فاسق بادشاہ یا امیر حاکم کے خلاف خروج..... |
| | مصطفیٰ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> وقت آخر تک تین قبیلوں سے کیوں بیزار تھے؟..... |
| ۳۲۹ | قبیلہ بنی خفیفہ مسئلہ کذاب، قبیلہ ثقیف حجاج، قبیلہ بنی امیہ یزید اور ابن زیاد..... |
| ۳۳۰ | اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے پر لعنت خداوندی..... |
| ۳۳۱ | مقام زیت (حرہ) مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا..... |
| ۳۳۱ | یزید کا سہ سالہ دور حکومت..... |
| ۳۳۲ | واقعہ حرہ..... |
| | یزیدی لشکر کی مدینہ منورہ میں تباہی، مسجد نبوی کی توہین صحابہ کرام تابعین،..... |
| ۳۳۲ | حفاظ قرآن، عوام الناس کا قتل لوٹ مار کا بازار گرم..... |
| ۳۳۳ | یزیدی ظلم سے مسجد نبوی تین یوم بے اذان و بے نماز رہی..... |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۳۳۳ | یزید یوں نے کعبۃ اللہ کو آگ لگا دی |
| ۳۳۳ | یزید کے ظلم و ستم اور افعالِ قبیحہ اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کی زبانی |
| ۳۳۴ | یزید کی رضامندی اور واقعہ کربلا |
| ۳۳۴ | اہم نقطہ |
| ۳۳۶ | ابن زیاد اور حادثہ کربلا |
| ۳۳۸ | یزید کا قتل امام کے بعد خطرات رسوائی تا قیامت کی بنا پر اظہارِ ندامت اور ابن زیاد کو لعنت و ملامت |
| ۳۳۹ | حدیث قسطنطنیہ کا تحقیقی بیان |
| ۳۳۹ | اول |
| ۳۴۰ | ثانیا |
| ۳۴۰ | ثالثا |
| ۳۴۱ | رابعاً |
| ۳۴۲ | ایک مشہور شبہہ متعلق یزید |
| ۳۴۳ | یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے |
| ۳۴۸ | یزید عنانِ سلطنت پر اور بیعت لینے پر اصرار اور سیدنا امام حسین کا انکار |
| ۳۵۱ | باب ۱۴ حضرت امام عالی مقام کی مدینہ طیبہ سے رخصت کی حکمتیں |
| ۳۵۲ | ریاضِ جنت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری رات |
| ۳۵۲ | دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کی پچھلی گھڑی |
| ۳۵۳ | حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات |
| ۳۵۴ | ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات |
| ۳۵۵ | مزارِ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری حاضری |
| ۳۵۶ | قبرِ انور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا و قبورِ اصحابِ جنت البقیع پر آخری حاضری |
| ۳۵۶ | غلط افراء اور اس کی تردید |
| ۳۵۷ | واقعہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا بنتِ الحسین رضی اللہ عنہ تحقیق کی کسوٹی پر |
| ۳۵۹ | باب ۱۵ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ ہجرت |
| ۳۶۱ | سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں قیام |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۳۶۲ | سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> کو اہل کوفہ کے دعوتی خطوط |
| ۳۶۳ | اہل کوفہ و بصرہ کے دعوتی خطوط پر سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> کا جواب |
| ۳۶۵ | باب ۱۶ سیدنا امام مسلم بن عقیل کی بجانب کوفہ روانگی |
| ۳۶۶ | سیدنا امام مسلم بن عقیل کا خط از کوفہ بنا سیدنا امام حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۳۶۶ | کثرت حمایت امام مسلم بن عقیل اور والی کوفہ نعمان بن بشیر کی تقریر |
| ۳۶۷ | یزید کی طرف سے شکایتی خطوط پر نعمان بن بشیر کی معزولی و ربیعہ اللہ ابن زیاد کی تھوڑی |
| ۳۶۸ | عبید اللہ ابن زیاد بصرہ سے کوفہ دارالامارت تک |
| ۳۶۸ | ہانی بن عروہ کے ہاں قیام |
| ۳۶۹ | سیدنا امام مسلم بن عقیل کی تلاش اور عبید اللہ ابن زیاد کی جاسوسی |
| ۳۶۹ | حضرت ہانی بن عروہ کا مختصر تعارف |
| ۳۷۰ | مہمان جلیل سیدنا امام مسلم بن عقیل کو پناہ دینے پر حضرت ہانی بن عروہ کی گرفتاری اور ظلم عبید اللہ ابن زیاد |
| ۳۷۱ | عبید اللہ ابن زیاد کا محاصرہ |
| ۳۷۲ | جامع مسجد کوفہ میں بحالت ہار مغرب آخری افراد کا سیدنا امام مسلم بن عقیل <small>رضی اللہ عنہ</small> سے فرار |
| ۳۷۲ | سیدنا امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> کی بے کسی اور خاتون طوعہ مسلمہ |
| ۳۷۳ | سیدنا امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> کی آخری شب عبادت، شرف زیارت، بشارت شہادت |
| ۳۷۳ | صلح لشکر ابن زیاد اور طوعہ کے گھر کا گھیراؤ |
| ۳۷۵ | سیدنا امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> پر سنگباری اور شجاعت ہاشمی اور گرفتاری |
| ۳۷۷ | سیدنا امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> کے آخری مکالمات اور ابن زیاد |
| ۳۷۸ | سیدنا امام مسلم بن عقیل <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شہادت عظمیٰ |
| ۳۷۸ | سیدنا امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> کا مزار مسجد انبیاء در کوفہ مرکز برکات عامہ و خاصہ |
| ۳۷۹ | شان سیدنا امام مسلم بن عقیل <small>رضی اللہ عنہ</small> کی شدید گستاخی اور اس کی تردید |
| ۳۸۰ | حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت کا بیان |
| ۳۸۰ | حضرت ہانی کی قبر امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> کے ساتھ |
| ۳۸۱ | فرزندان امام مسلم <small>رضی اللہ عنہ</small> حضرت محمد اور حضرت ابراہیم کی کوفہ میں یکسی اور شہادت |
| ۳۸۴ | ظالم کا انجام |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۳۸۴ | فرزندان امام مسلم سیدنا محمد اور سیدنا ابراہیم کے مزارات مقدسہ |
| ۳۸۵ | ان شہداء کوفہ کا بیان جن کا واقعہ کربلا کے ساتھ بالواسطہ گہرا ربط ہے |
| ۳۸۷ | فصل ۲ جہاد و ہجرت قرآن کی روشنی میں |
| ۳۸۸ | باب ۱۷ سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> کی مکہ معظمہ سے رخصت کی حکمتیں |
| ۳۸۹ | حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| ۳۸۹ | حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| ۳۹۰ | حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| ۳۹۰ | سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> کا مکہ معظمہ میں آخری خطبہ |
| ۳۹۱ | سیدنا امام حسین <small>ؑ</small> کی مکہ معظمہ سے بجانب کوفہ روانگی |
| ۳۹۲ | نقشہ راہ سفر |
| | باب ۱۸ مکہ معظمہ سے کربلا تک منازل سفر اور درمیان میں |
| ۳۹۳ | رو نما ہونے والے واقعات کا بیان |
| ۳۹۳ | پہلی منزل بستان ابن عامر |
| ۳۹۴ | دوسری منزل صفاح |
| ۳۹۵ | تیسری منزل ذات عرق |
| ۳۹۵ | چوتھی منزل بطن رمہ |
| ۳۹۶ | پانچویں منزل العیون |
| ۳۹۶ | چھٹی منزل خرمیہ |
| ۳۹۷ | ساتویں منزل زرود |
| ۳۹۷ | آٹھویں منزل ثعلبیہ |
| ۳۹۸ | نویں منزل زبالہ |
| ۳۹۸ | دسویں منزل بطن عقبہ |
| ۳۹۸ | گیارہویں منزل شراف |
| ۳۹۸ | بارہویں منزل سرات |
| ۳۹۹ | مقام سرات اور حرا بن یزید ریاحی |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۴۰۱ | کوفہ کی بجائے راہ شام درحقیقت شام کربلا..... |
| ۴۰۱ | تیرہویں منزل قادسیہ اور چودہویں منزل مغیشہ..... |
| ۴۰۲ | پندرہویں منزل غریب الہجانات..... |
| ۴۰۲ | سولہویں منزل بیضہ..... |
| ۴۰۲ | سترہویں منزل زرحم..... |
| ۴۰۲ | اٹھارہویں منزل قصر بنی مقاتل..... |
| ۴۰۲ | ہولناک میدان میں حسینی قافلہ کا محاصرہ انیسویں منزل نینوا..... |
| ۴۰۳ | ورود کربلا و محرم الحرام بروز پنجشنبہ ۶۱ ہجری (بیسویں منزل کربلا)..... |
| ۴۰۳ | سیدنا امام حسین <small>علیہ السلام</small> کا پہلا خطبہ اور خاندان و رفقاء..... |
| ۴۰۴ | (فَضَّلْتُ وَجْهَهَا) کے معنی ماتم نہیں..... |
| ۴۰۷ | فصل ۳ صابرین کی فضیلت از روئے قرآن..... |
| ۴۰۸ | فصل ۴ قرآن اور کرب و بلاء..... |
| ۴۱۰ | باب ۱۹ دو محرم سے روز عاشورا تک کے حالات..... |
| ۴۱۰ | سیدنا امام عالی مقام کے نام عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ کا خط..... |
| ۴۱۱ | عبید اللہ ابن زیاد کا مختصر تعارف..... |
| ۴۱۱ | ۳ محرم اور کربلا میں عمرو بن سعد بمعہ چار ہزار لشکر یزید..... |
| ۴۱۱ | عمرو بن سعد کا مختصر تعارف..... |
| ۴۱۲ | بیعت یزید پر اصرار ورنہ موت کے لیے تیار..... |
| ۴۱۳ | خولی بن یزید اور شمر ذی الجوشن کی خباثت (یزیدی گروہ)..... |
| ۴۱۵ | سیدنا امام حسین اور یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد کی آخری گفتگو..... |
| ۴۱۶ | یزیدی لشکر جرار کی کل تعداد تیس ہزار..... |
| ۴۱۷ | سپاہ حسینی کی کل تعداد ایک سو پتالیس (اور اقوال افراط و تفریط)..... |
| ۴۱۷ | ساتویں محرم خاندان نبوت پر بندش آب..... |
| ۴۱۷ | حصول آب کے لیے برید بن حضیر ہمدانی کی کوشش کا رگر ثابت نہ ہو سکی..... |
| ۴۱۸ | نویں محرم اور ایک رات کی مہلت..... |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۴۱۸ | شب عاشورا کے دلہ روز واقعات |
| ۴۱۹ | کربلا والوں کی جان راہ حق پر قربان ہے |
| ۴۲۰ | جائزہ ان حق اور محلات جنت |
| ۴۲۰ | کربلا کی سیدزادیوں سے سید کا خطاب |
| ۴۲۱ | زمین جگمگا اٹھی جب دل سے کیں عبادتیں |
| ۴۲۱ | ماہ محرم الحرام اور فضائل یوم عاشورا |
| ۴۲۲ | ایک خاص نماز نفل |
| ۴۲۲ | مغرب عملیات و تعویذات |
| ۴۲۲ | گریہ اطفال کے لیے |
| ۴۲۲ | حاجت برآری کے لیے |
| ۴۲۵ | اولاد زینہ کے لیے |
| ۴۲۵ | مفسی دور کرنے کے لیے |
| ۴۲۵ | گشہ کے لیے |
| ۴۲۶ | تمام امراض فکر و غم سے نجات کے لیے |
| ۴۲۶ | ہر مصیبت کے لیے: ناو علی صغیر |
| ۴۲۷ | فصل ۵ فضیلت شہادت قرآن وحدیث کی روشنی میں |
| ۴۲۸ | باب ۲۰ روز عاشورا اور کربلا |
| ۴۲۸ | سپاہ حسینی اور لشکر اشقیاء |
| ۴۲۹ | جنگ میں تاخیر کی وجہ |
| ۴۲۹ | سیدنا امام حسین علیہ السلام کا کربلا میں جنگی صف بندی پر خطبہ |
| ۴۳۰ | سپاہ حسینی میں حرا بن یزید الریاحی |
| ۴۳۱ | ازالہ وہم |
| ۴۳۱ | قوم اشقیاء سے حرا بن یزید الریاحی کا خطاب |
| ۴۳۲ | لشکر اشقیاء سے آغاز جنگ اور تیروں کی بارش |
| ۴۳۳ | حملہ اولیٰ میں شہید ہونے والے انصار حسینی |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--------------------------------|
| ۴۳۳ | اسماء گرامی و اجمالی حالات |
| ۴۳۳ | حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۳۳ | حضرت حارث رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت مسلم رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت نعیم رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت عمار رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت سوار رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۴ | حضرت جلد رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت مسعود رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت زہیر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت حلاس رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت منیع رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۵ | حضرت سلیم رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت حباب رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت عمیر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت رمیث رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت عامر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۶ | حضرت منذر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت جویں رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت صبیحہ رضی اللہ عنہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۴۳۷ | حضرت جنادر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | آٹھ بزرگ |
| ۴۳۷ | حضرت زبیر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت حارث رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت عمار رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت امیہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۷ | حضرت ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت عامر رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت سالم رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت سیف رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت قاسط رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت کردوس رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت مقسط رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۸ | حضرت عمرو رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۹ | حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۹ | حضرت عمران رضی اللہ عنہ |
| ۴۳۹ | افادہ راجع بطریقہائے جنگ |
| ۴۳۹ | قیامت خیز منظر میں وقت نماز ظہر اور (۱) حضرت حبیب ابن مظاہر کی شہادت |
| ۴۴۰ | (۲) سیدنا امام غالی مقام اور سپاہ حسینی کا نماز خوف ادا کرنا، تیروں کی بارش اور حضرت سعید الحنفی کی شہادت |
| ۴۴۱ | حضرت عابس بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۴۱ | حضرت شوزب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۴۲ | حضرت سويد بن عمرو رضی اللہ عنہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۴۴۲ | حضرت عبداللہ ابن عمیر <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۳ | حضرت زہیر بن القین <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۴ | حضرت مسلم بن عوجہ السعدی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۵ | حضرت خظلہ ابن اسعد الشامی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۵ | حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الیزنی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۵ | حضرت برید ابن حبیر الہمدانی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۶ | حضرت عمرو بن قرظہ الخزرجی |
| ۴۴۷ | حضرت نافع بن ہلال المرادی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۷ | حضرت حرا بن یزید الریاحی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۴۹ | حضرت وہب بن عبداللہ الکلبی <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۵۲ | حضرت جون ابن حوی الحسبی <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۳ | حضرت ابوالشعشاء یزیدی الکندی <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۳ | حضرت شعیب بن عبداللہ <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۳ | حضرت زیاد الصائدی <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۳ | حضرت عائد ابن مجع <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۴ | حضرت سعید ابن خظلہ <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۴ | حضرت ابوشامہ الصیدادی <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۴ | حضرت یحییٰ ابن کثیر <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۵ | حضرت سالم ابن عمرو <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۵ | حضرت عمرو بن جندب <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۵۵ | حضرت حبشہ ابن قیس <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۵۵ | حضرت نعمان الراسی <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۵ | حضرت شعیب ابن جراد <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۴۵۶ | حضرت رافع بن عبداللہ <small>رضی اللہ تعالیٰ عنہ</small> |
| ۴۵۶ | حضرت عمرو الجندعی <small>رضی اللہ عنہ</small> |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۴۵۶ | حضرت حباب ابن عامر رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۶ | حضرت شعیب نہشلی رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۶ | حضرت سلمان ابن مغارب رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۶ | حضرت مرقع الاسدی رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۷ | حضرت سعد و حضرت ابوالخوف العجلانی رضی اللہ عنہما |
| ۴۵۷ | حضرت خرقانہ تغلی رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۷ | حضرت معلیٰ ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۵۷ | حضرت نصر بن ابی نیر رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۸ | حضرت جابر بن الحجاج رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۸ | حضرت ہفہناف الرواسی رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۸ | حضرت یزید الشرقی الہمدانی رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۹ | امام عالی مقام کے ایک ترکی غلام رضی اللہ عنہ |
| ۴۵۹ | حضرت انس الکاتبی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۰ | گیارہ سالہ بچہ اور شوق کمال |
| ۴۶۱ | حضرت قاسم الازدی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۱ | حضرت قعب الخیری رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۱ | حضرت مالک دودانی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۱ | حضرت مجمع الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۶۱ | حضرت بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۲ | حضرت منہج سہمی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۲ | حضرت یحییٰ بن ہانی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۲ | حضرت جنادہ ابن حارث الانصاری رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۲ | حضرت عمرو بن مطاع الجعفی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۳ | حضرت حجاج الجعفی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۳ | حضرت ابو عمرو الخطلی رضی اللہ عنہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۴۶۴ | حضرت عمر و ابن الخالد رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۴ | حضرت یزید ابن مغفل رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۴ | حضرت جندب ابن جحیر رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۴ | حضرت حجاج السعدی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۴ | حضرت عباد جہنی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۵ | حضرت عبدالرحمن خزرجی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۵ | حضرت سیف ابن الحارث رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۵ | حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمن فرزند ان عروہ غفاری رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۶ | حضرت انیس الاصبحی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۶ | حضرت ابراہیم بن حصین رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۶ | حضرت عمیر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۷ | حضرت عبدالرحمن التیمی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۷ | حضرت عبداللہ الخثعمی رضی اللہ عنہ |
| ۴۶۸ | سپاہ حسینی شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین |
| ۴۷۰ | شہدائے کربلا پر ایک خصوصی تبصرہ |
| ۴۷۱ | اصحاب حسین میں اصحاب رسول ﷺ |
| ۴۷۱ | اصحاب حسینی میں جماعت تابعین |
| ۴۷۲ | اصحاب حسین میں حفاظ و قراء قرآن |
| ۴۷۲ | اصحاب حسینی میں علماء و فضلاء کرام |
| ۴۷۳ | اصحاب حسینی میں مردان شجاعت |
| ۴۷۴ | باب ۲۱ واقعہ کربلا میں خاندان بنی ہاشم کی قربانیاں |
| ۴۷۴ | شہداء ہاشم در کربلا کی تعداد |
| ۴۷۴ | خاندان بنی ہاشم کے پہلے شہید کی تحقیق |
| ۴۷۵ | حضرت سیدنا شہر ادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ |
| ۴۷۵ | فصوصیات حسب و نسب |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۴۷۵ | فضائل و محامد حضرت شہزادہ علی اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۴۷۶ | شجاعت و جہاد و ایمان و ایقان شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ |
| ۴۷۸ | شہادت عظمیٰ اور جواں بیٹی کی لاش پر بے کس باپ کی آمد |
| ۴۸۱ | اولاد حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی قربانیاں |
| ۴۸۱ | حضرت عبداللہ بن سیدنا امام مسلم بن عقیل کی شہادت |
| ۴۸۲ | حضرت محمد بن حضرت امام مسلم بن عقیل کی شہادت |
| ۴۸۲ | حضرت جعفر ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت |
| ۴۸۳ | حضرت عبدالرحمن ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت |
| ۴۸۳ | حضرت محمد بن ابی سعید ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت |
| ۴۸۳ | اولاد جعفر طیار کی قربانیاں |
| ۴۸۳ | حضرت محمد ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت |
| ۴۸۴ | حضرت عون ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم |
| ۴۸۴ | اولاد سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی قربانیاں |
| ۴۸۵ | شہزادہ حضرت قاسم ابن امام حسن کی شہادت |
| ۴۸۶ | حضرت ابوبکر ابن امام حسن کی شہادت |
| ۴۸۶ | حضرت عبداللہ (الاصغر) ابن امام حسن کی شہادت |
| ۴۸۷ | اولاد سیدنا علی المرتضیٰ کی قربانیاں |
| ۴۸۷ | حضرت ابوبکر بن علی المرتضیٰ کی شہادت |
| ۴۸۷ | حضرت محمد ابن سیدنا علی المرتضیٰ کی شہادت |
| ۴۸۷ | حضرت عبداللہ ابن علی المرتضیٰ کی شہادت |
| ۴۸۸ | حضرت جعفر ابن علی المرتضیٰ کی شہادت |
| ۴۸۸ | صاحب اللواء ابو الفضل حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ کی شہادت |
| ۴۸۹ | القابات |
| ۴۸۹ | شکل و شمائل و فضائل |
| ۴۹۰ | ابو الفضل صاحب اللواء، سقائے اہل بیت حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ کی شہادت عظمیٰ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۴۹۴ | قیامت نماحادثہ شیرجہا نگیر عرصہ رزم گاہ کر بلا |
| ۴۹۵ | طفل شیر خوار شہزادہ علی اصغر ابن امام حسین کی شہادت |
| ۴۹۷ | وقت آخر امام عالی مقام اہل بیت کے جھرمٹ میں |
| ۴۹۷ | سیدنا امام زین العابدین |
| ۴۹۸ | حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا |
| ۴۹۸ | امام عالی مقام کا وقت آخر زیر لباس پہننا |
| ۴۹۹ | سیدنا امام حسین کی بے مثال شجاعت |
| ۵۰۰ | قبل از شہادت امام عالی مقام کی فرمودہ دعاء حل مشکلات |
| ۵۰۱ | سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ |
| ۵۰۳ | جس نے اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا |
| ۵۰۴ | فصل ۶ قرآن اور سلام |
| ۵۰۵ | سلام بحضور سید الشہداء امام عالی مقام |
| ۵۰۶ | باب ۲۲ بعد از شہادت امام |
| ۵۰۶ | واقفہ کر بلا پر صدمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| ۵۰۶ | شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد غضب خداوندی کے آثار |
| ۵۰۷ | ذکر واقعات شہادت اور آنکھوں سے آنسو رحمت خداوندی |
| ۵۰۸ | اہل مدینہ کو شہادت کی اطلاع اور غیب سے نداء |
| ۵۰۹ | بعد از شہادت امام عالی مقام |
| ۵۰۹ | سرکار امام عالی مقام کی لاش مقدس سے لباس کا اتارنا |
| ۵۰۹ | سرکار امام عالی مقام کی لاش مقدس کو پامال کیا جانا |
| ۵۱۰ | ازالہ |
| ۵۱۰ | سرکار امام عالی مقام کے زخموں کی تعداد |
| ۵۱۰ | اسپ امام عالی مقام کا حال بعد شہادت امام |
| ۵۱۱ | اسپ امام عالی مقام کے نام کی تحقیق |
| ۵۱۱ | تبصرہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۵۱۲ | دفن شہدائے کربلا کی تحقیق |
| ۵۱۲ | مزار پر انوار سیدنا امام حسین علیہ السلام اور شہداء کربلا |
| ۵۱۳ | سرکار امام علیہ السلام کے سراقدس کے مدفن کی تحقیق و تفصیل |
| ۵۱۴ | ان شہداء کربلا کے سرہائے مبارکہ کی تدفین کا بیان جو دمشق بھجوائے گئے |
| ۵۱۵ | باب ۲۳ اسیران اہل بیت کے کربلا سے کوفہ تک کے حالات |
| ۵۱۵ | لاش امام علیہ السلام دیکھ کر حال |
| ۵۱۶ | اسیران اہل بیت کا کوفہ میں داخلہ اور سرہائے شہداء نیزوں پر |
| ۵۱۶ | سر مبارک نیزہ کی نوک پر چہرہ مبارک کی چمک اور ہوا میں ریش اقدس کی حرکت |
| ۵۱۸ | سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بے تابی |
| ۵۱۸ | سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اہل کوفہ سے بمیشال خطبہ |
| ۵۲۰ | سرہائے شہداء اور دربارین زیاد اور گستاخی کا مظاہرہ |
| ۵۲۱ | اسیران آل نبوت اور عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کے دارالامات میں |
| ۵۲۲ | سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ کی عبید اللہ ابن زیاد سے گفتگو |
| ۵۲۳ | عبید اللہ ابن زیاد کی بے حیائی اور مکالمہ آخری سیدنا امام زین العابدین اور سیدہ زینب |
| ۵۲۳ | کوفہ میں اہل بیت کو کہاں اور کتنے دن اسیر رکھا گیا |
| ۵۲۵ | باب ۲۴ کوفہ سے شام اسیران اہل بیت کے حالات |
| ۵۲۵ | اہل بیت کی کوفہ سے روانگی |
| ۵۲۵ | کوفہ سے دمشق کی منازل اور اہل بیت کو کس راستہ سے لے جایا گیا |
| ۵۲۶ | غیبی لوہے کا قلم |
| ۵۲۶ | سر مبارک انوار تجلیات اور ایک راہب کا قبول اسلام |
| ۵۲۷ | دیناروں کی ٹھیکریاں اور آیات قرآنی بحق سزائے ظالماں |
| ۵۲۷ | واقعہ کربلا اور اصحاب کھف |
| ۵۲۸ | قافلہ اہل بیت دمشق کے قریب، یزید کے کفریہ اشعار، دارالامات کی زیبائش |
| ۵۲۸ | امام حسین کا سر مبارک پیش ہونے پر یزید کے کلمات کفریہ |
| ۵۲۹ | یزید کا سراقدس امام کی بے ادبی کرنا |

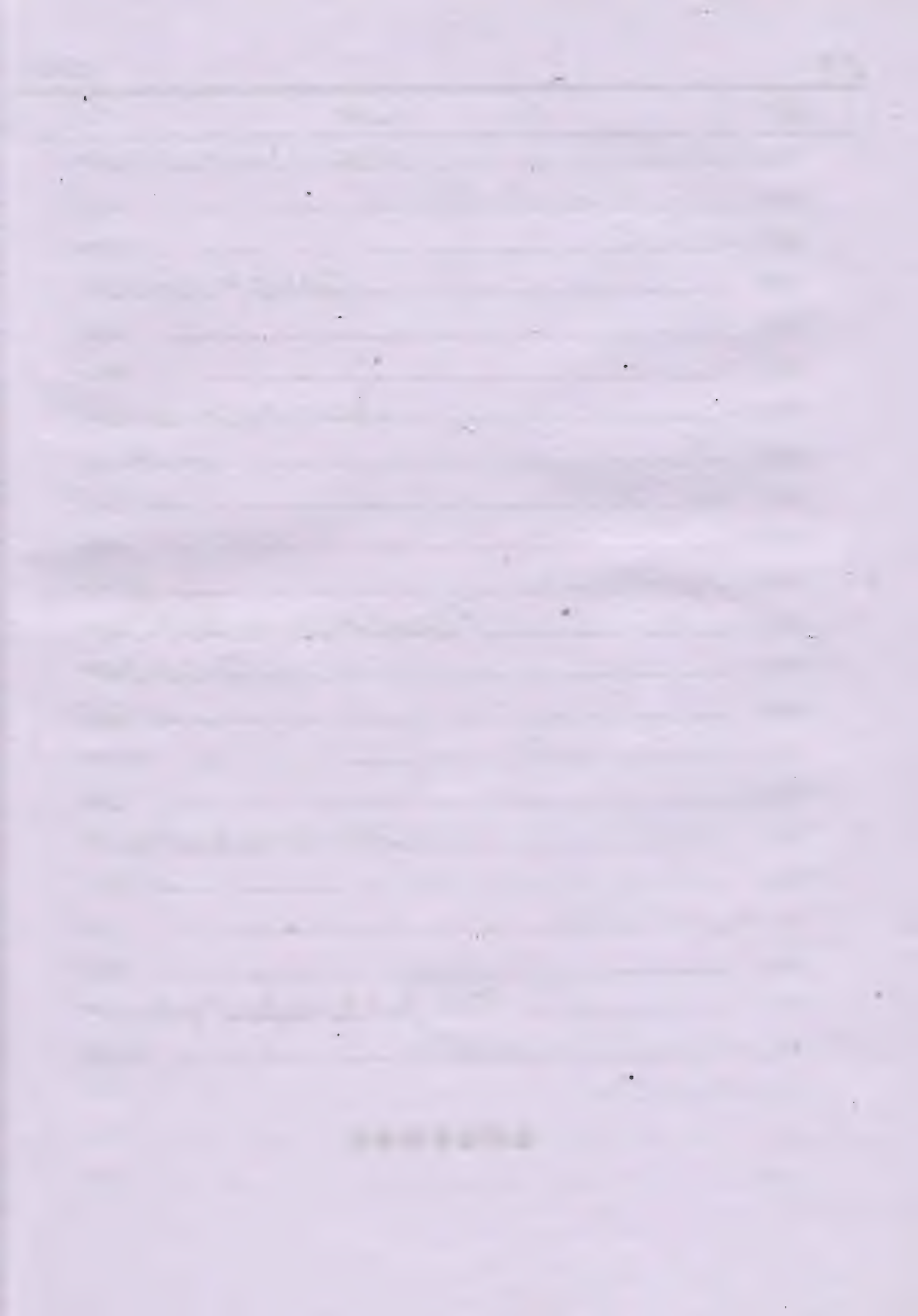
| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۵۳۰ | زحر بن قیس یزیدی کا واقعہ کربلا کو مخ کر کے بیان کرنا |
| ۵۳۰ | واقعہ کربلا کا حقیقی معیار |
| ۵۳۸ | سیدہ زینب کا وہ خطبہ دربار یزید میں جس نے درودیوار ہلا دیے |
| ۵۴۰ | اسیران آل رسول کے متعلق یزید کا حواریوں سے مشورہ اور امام زین العابدین |
| ۵۴۰ | حضرت نعمان بن بشیر کی رائے |
| ۵۴۱ | مقام قیام اسیران آل رسول |
| ۵۴۱ | دربار یزید میں ہر اقدس اور ایک رومی سفیر نصرانی کی حیرانگی |
| ۵۴۱ | ہر اقدس امام اور ارواح طیبہ کا نور و ظہور |
| ۵۴۲ | سیدہ سکینہ بنت الحسین کے متعلق ایک غلط واقعہ کی تردید |
| ۵۴۲ | دمشق میں اہل بیت کا مدت قیام |
| ۵۴۲ | اہل بیت کی رہائی کے علل و اسباب |
| ۵۴۵ | باب ۲۵ رہائی اہلبیت اور شام سے مدینہ منورہ تک کے حالات |
| ۵۴۵ | احکام رہائی اور یزید کا معذرت کرنا |
| ۵۴۵ | اہل بیت کی تعظیم کے ساتھ مدینہ روانگی |
| ۵۴۶ | اہل بیت مدینہ کی بجائے کربلا میں |
| ۵۴۶ | اہل بیت کی سرکار امام و شہیدان کربلا کی قبور پر حاضری |
| ۵۴۸ | آل رسول در مدینہ الرسول |
| ۵۴۹ | روضہ رسول اور آل رسول |
| ۵۵۰ | آل رسول جنت البقیع میں |
| ۵۵۱ | باب ۲۶ حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی المرتضیٰ |
| ۵۵۱ | ولادت |
| ۵۵۱ | تعلیم و تربیت |
| ۵۵۱ | نبوت کا پیار |
| ۵۵۲ | اخلاق فاضلہ |
| ۵۵۲ | شباہت شامل |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۵۵۲ | نکاح |
| ۵۵۲ | امور خانہ داری |
| ۵۵۳ | شرم و حیا |
| ۵۵۳ | عظمت شوہر |
| ۵۵۴ | زہد و تقویٰ |
| ۵۵۴ | ایمان و توکل |
| ۵۵۵ | وصال |
| ۵۵۵ | مرقد اقدس |
| ۵۵۷ | باب ۲۷ نافر جام قاتلان امام کا عبرت ناک انجام |
| ۵۵۷ | یزید کی ہلاکت، سنگباری اور آگ |
| ۵۵۷ | مختار بن ابوعبیدہ ثقفی |
| ۵۵۸ | مختار بن ابوعبیدہ کا دور حکومت |
| ۵۵۸ | مختار کی مدح و قدح پر اختلاف |
| ۵۵۸ | کر بلا کا انتقام |
| ۵۵۹ | قاتلان امام عالی مقام کے گھروں کا ڈھایا جانا اور قتل کرنا |
| ۵۵۹ | راہ فرار اختیار کرنے والوں کا تعاقب کر کے مارا جانا |
| ۵۶۰ | یزیدی فوج کے وہ افراد جن کو ٹکڑے کر کے آگ لگا دی |
| ۵۶۲ | مختار کے لشکر کی ابن زید کے لشکر سے موصل پر جنگ ابراہیم ابن الاثر کی فتح اور ابن زید کی ہلاکت |
| | عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے دو ساتھیوں کے مختار کی عدالت کو فہ دار الامارت |
| ۵۶۲ | میں شقی ازلی ظالم کے نجس سر |
| ۵۶۳ | قدرت خداوندی سے ظالم سروں پر اڑ دھا کا مسلط ہونا |
| ۵۶۳ | سانپ کا عبید اللہ ابن زیاد کے تھنوں سے گزر کر منہ سے نکلنا |
| ۵۶۴ | حضرت محمد ابن الحنفیہ اور حضرت امام زین العابدین کے پاس نجس سروں کی پیشی |
| ۵۶۴ | جو ظالم قتل ہونے سے بچ گئے وہ عجیب آفات و بلیات میں مبتلا ہو کر مر گئے ان سزاؤں کا بیان |
| ۵۶۷ | فصل ۷ لمحہ فکریہ |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|---|
| ۵۶۸ | شجرہ مبارکہ آئمہ اہل بیت..... |
| ۵۶۹ | باب ۲۸ آئمہ اہل بیت حضرت علی بن الحسین علیہ السلام المعروف بامام زین العابدین رضی اللہ عنہم..... |
| ۵۶۹ | زہد و تقویٰ..... |
| ۵۷۰ | علم و فضل..... |
| ۵۷۰ | اخلاق کریمانہ..... |
| ۵۷۰ | امام زین العابدین اور بنو امیہ کی قید..... |
| ۵۷۱ | حضرت خضر سے گفتگو..... |
| ۵۷۲ | حیوانات کی شہادت..... |
| ۵۷۳ | فیصلہ حجر الاسود..... |
| ۵۷۳ | عبدالملک اور امام زین العابدین..... |
| ۵۷۳ | امام زین العابدین اور خزیمہ..... |
| ۵۷۵ | شہادت..... |
| ۵۷۵ | اولاد و امجاد..... |
| ۵۷۵ | حضرت محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم..... |
| ۵۷۵ | خصائل جلیلہ..... |
| ۵۷۶ | علم و فضل..... |
| ۵۷۶ | تقویٰ..... |
| ۵۷۶ | کرامات حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ..... |
| ۵۸۲ | شہادت..... |
| ۵۸۲ | اولاد و امجاد..... |
| ۵۸۲ | حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم..... |
| ۵۸۳ | حضرت امام جعفر الصادق کی کرامات..... |
| ۵۸۸ | وصال..... |
| ۵۸۸ | اولاد و امجاد..... |

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|-----------|--|
| ۵۸۸ | حضرت امام موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| ۵۹۲ | شہادت |
| ۵۹۲ | اولاد و امجاد |
| ۵۹۳ | حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم |
| ۶۰۱ | شہادت |
| ۶۰۱ | اولاد و امجاد |
| ۶۰۱ | حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ |
| ۶۰۲ | آپ کے کلمات قدسیہ |
| ۶۰۳ | آپ کی کرامات |
| ۶۰۴ | شہادت |
| ۶۰۴ | اولاد و امجاد |
| ۶۰۴ | حضرت سیدنا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم |
| ۶۰۴ | حضرت علی بادی کے مناقب |
| ۶۰۵ | آپ کی کرامات |
| ۶۰۷ | اولاد و امجاد |
| ۶۰۷ | وصال |
| ۶۰۷ | حضرت سیدنا حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم |
| ۶۰۸ | آپ کی کرامات |
| ۶۰۹ | اولاد |
| ۶۰۹ | شہادت |
| ۶۱۰ | حضرت سیدنا محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم |
| ۶۱۲ | حکایت نمبر ۱ |





دیباچہ

تاریخ اسلام بلکہ پوری تاریخ عالم میں واقعہ کربلا سے زیادہ عظیم کوئی اور واقعہ رونما نہیں ہوا۔ عالم اسلام بلکہ پورے عالم انسانیت پر جو گہرے نقوش سانچہ کربلا نے چھوڑے ہیں اتنے کسی اور واقعہ نے نہیں چھوڑے۔ آج اسلام کے اندر زندگی کے جو آثار اور انسانیت کے اندر جو حیات کے جوہر نظر آ رہے ہیں یہ سب نواسہ سیدالابرار کے عظیم جہاد کا ہی ثمرہ و نتیجہ ہے۔

یہ حقیقت بھی محتاج دلیل نہیں ہے کہ جو واقعہ جس قدر عظیم ہوتا ہے اغراض فاسدہ رکھنے والوں کو اس میں اسی قدر رنگ بھرنے کے زیادہ مواقع میسر آتے ہیں اور وہ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے اس میں کچھ اس طرح خشکی اور تری کو ملا دیتے ہیں کہ حق کی تلاش کرنے والوں کو حق جاننا دشوار ہو جاتا ہے۔ بالخصوص جب واقعہ ایسا ہو جس سے کسی گروہ کی موت کا تعلق ہو۔ اس صورت میں وہ ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی غیر مستند روایت یا غیر معتبر واقعہ مل جائے تو اس کا سہارا لے کر پورے واقعہ کو لوگوں کی نظروں میں مشکوک بنادیں۔ جب عقائد یا تاریخی حقائق میں واقعیت و حقیقت کی جگہ تعصب سے کام لیا جائے تو اس کے یہی نتائج نکلتے ہیں۔

واقعہ کربلا کئی صدیوں سے عامۃ المسلمین کی نگاہوں سے مخفی رکھنے بلکہ قلوب و اذان سے محو کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا رہا اور لگایا جا رہا ہے۔ لیکن دشمنانِ حقیقت و حق ہمیشہ سے ناکام چلے آ رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ مولا تعالیٰ خلاقِ عالم اللہ رب العزت سبحانہ و تعالیٰ اس شمع کے پروانوں (یعنی علماء حق) کے ذریعے ان لوگوں کے عزائم کو خاک میں ملا دیتا ہے اور ملا رہا ہے اور ملاتا رہے گا۔ چنانچہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جس دور میں بھی دشمنانِ حق نے واقعہ کربلا کی اہمیت کو کم کرنے کی ناپاک کوشش کی اربابِ حق نے فوراً لگام دی اور حقائق کو اس طرح واضح اور روشن کر دیا کہ شکوک و شبہات کے دروازے بند ہو کر رہ گئے۔ سن اکٹھ ہجری سے لے کر اب تک واقعہ کربلا پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے تاریخ اسلام میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ علمائے حق نے ہمیشہ اس واقعہ ہائیکہ کو اپنی تالیفات میں پیش کیا اور عہدِ آئمہ عظام سلام اللہ علیہم سے لے کر سیدالمرحومین حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ تک اور علامہ موصوف سے لے کر حضرت مجددِ دین امام احمد رضا تک اور علامہ موصوف سے لے کر سیدالمفسرین و المحققین صدر الفضل علیہ الرحمہ تک سب اس واقعہ ہائیکہ کو اپنی تالیفات قیمہ میں پیش کرتے رہے۔

عربی فارسی کا دامن تو واقعہ کربلا پر لکھی گئی مستند کتب سے لبریز نظر آتا ہے۔ لیکن اردو زبان میں اس موضوع پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کے لکھے جانے کے باوجود اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو غیر معتبر و غیر مستند کتب کے مقابل معتبر و مستند کتب کی تعداد زیادہ نظر نہیں آتی ہے۔ گویا کہ آٹے میں نمک کے برابر ہے۔

پھر اس پر تجاوز یہ کہ بعض غیر ذمہ دار و اعظین، مقررین، ذاکرین نے لوگوں سے داد و تحسین و آفرین کے شوق اور اپنے ہم پیشہ لوگوں سے گوئے سبقت لے جانے کے ذوق کی وجہ سے حقائق کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا اور از خود واقعات اختراع کر کے انہیں کتابی شکلوں میں پیش کیا اور اصل حقائق کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور اصل حقائق رفتہ رفتہ آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جو آدمی غیر جانبدارانہ نظر سے اردو یا پنجابی میں لکھی ہوئی عام کتب کے ذریعے اصل حقیقت کا سراغ لگانا چاہے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بالآخر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ان مولویوں اور ذاکروں کی کچھ سمجھ نہیں آتی۔ پھر نہ جانے کہ وہ کیا کچھ اور کچھ سے کیا کہہ دیتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اردو زبان میں اس موضوع پر بعض کتب محققانہ انداز میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن پیشہ ور مقررین و واعظین کو وہ بایں وجہ مفید نظر نہیں آتیں کہ ان میں وہ رنگ موجود نہیں ہوتا جس کا وہ اپنے سامعین کو عادی بنا چکے ہوتے ہیں اور تحقیقی انداز ان کے طرز بیان کے خلاف ہوتا ہے۔

ان پیشہ ور مقررین کی اس روش کا یہ نتیجہ نکلا کہ اب تحریری مجموعوں میں بھی وہی رنگ نظر آنے لگا۔ حقائق سے ہٹ کر لفاظی، طبع سازی، غلط بیانی اور مبالغہ آرائی سے بھرپور کتب منظر عام پر آنے لگیں۔ ان حالات کے پیش نظر میں کافی عرصہ سے اس فکر میں تھا کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب اور مستند تحقیقی بیان قوم کے سامنے پیش کروں۔ جس میں واقعہ مکر بلا از ابتداء تا انتہا اپنے حقیقی خدوخال، اصلی آب و تاب اور حقیقی شان و شوکت کے ساتھ بیان کیا جائے اور اس سانحہ کبریٰ کے تمام علل و اسباب اور اس کے جملہ نتائج و آثار اور اس سے حاصل ہونے والے تمام دروس و اخلاق وغیرہ و متعلقہ مباحث کو بھی واضح کیا جاوے کہ وہ بھی اس انداز سے لوگوں کو منبر پر بیان کر کے کامیابی اور سامعین کو تسکین بخش سکیں لیکن ہمیشہ دیگر مصروفیات اس نیک کام میں حائل و حاجب رہیں۔ بالآخر اپنے اس کام کو جلدی شروع کر دینے پر زور دیا کہ زندگی اور موت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہر صورت یہ عظیم کام شروع کر دیں۔ الحمد للہ کہ آج ان کے اور تمام احباب اہل سنت و جماعت کے اصرار پر یہ کتاب شروع کر رہا ہوں۔ گو میں اس قابل تو نہیں کہ اس عظیم بار کو اٹھا سکوں۔

میں نے اس عظیم تحقیقی کتاب کے لکھنے سے قبل عرصہ بارہ سال سے اس کتاب کی جمع و تالیف میں بے شمار تحقیق و تدقیق سے کام لیا ہے بات بات پر سینکڑوں کتابوں کی ورق گردانی کی اور کس قدر تتبع و تلاش سے کام لیا ہے اور انتہا درجہ کی محنت و عرق ریزی کی ہے۔ پھر کس حد تک اصل نتیجہ پر پہنچا۔ اس پر وہ ذات کریم گواہ ہے۔ اس کتاب کا نام میں نے

"شہادتِ نواسۃ سیدالابرار فی مناقب آل نبی المصنوع"

رکھا ہے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر میرے لیے ذریعہ بخشش بنادے اور لوگوں کو ہر قسم کے تعصب و بغض سے بالاتر ہو کر حق و باطل کے اخروی فلاح کا موقع نصیب فرمائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ۔

عبدہ المذنب
محمد عبدالسلام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

اس کتاب میں جو آیات پیش ہوں گی ان کی تفسیر میں مفسرین کرام کے اقوال مع حوالہ جات درج کئے جائیں گے۔ کیونکہ اپنی طرف سے تفسیر کرنے والے کے لیے عذابِ جہنم کی خبر دی گئی ہے اور دوسری روایت میں یوں بھی آتا ہے کہ بغیر علم کے جو قرآن کے معنی بیان کرے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ وَ
 فِي رِوَايَةٍ مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَّبِعُوا
 مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (ترمذی، مشکوٰۃ، کتاب العلم ص: ۳۵)

ترجمہ: جو شخص قرآن پاک میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے
 اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ اور ایک روایت میں
 آتا ہے کہ جس نے قرآن کے معنی بغیر علم کے بیان کئے اسے
 چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا مطلب اپنی رائے سے بیان کرے وہ دوزخی ہے۔ اس لیے آیات قرآنی کا ترجمہ تفسیر اور مفہوم غلط بیان کرنا یا اپنی مرضی کا مطلب حاصل کرنا حرام ہے۔

ہاں جو معانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث سے ثابت ہوں یا مفسرین کرام نے جو معانی شرعی اصولوں کے مطابق بیان فرمائے ہوں وہ درست ہیں۔ اس میں اپنی عقل سے دخل اندازی کرنا جائز نہیں۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اس مسئلہ کو مرقات میں بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں معتبر احادیث پیش کی جائیں گی اور ان احادیث کی شرح محدثین وائمہ کرام کی زبانی بیان کی جائے گی اور جس پر اکثریت کا اتفاق ہوگا۔ ایک اور حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

يَلْعَنُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً وَحَدَّثُوا عَنْ نَبِيِّ إِسْرَاطِيلَ وَلَا حَرْجَ
 وَمَنْ كَذَّبَ عَلَىٰ مَتَعِدًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ
 ترجمہ: پہنچاؤ لوگوں کو میری طرف سے خواہ ایک ہی بات کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل کے جو قصے ہیں ان کو سننے کے بعد لوگوں کو سناؤ
 اور بیان کرو اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم ص: ۳۲)

اس حدیث مبارکہ سے بھی یہی معلوم ہوا کہ جو حدیث نبی کریم ﷺ کی نہ ہو اس کو آپ کی طرف منسوب کرنے والے کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اس کتاب میں جو حوالہ بھی پیش کیا جائے گا خود پڑھ کر اور پوری تحقیق کے بعد درج کیا جائے گا۔ نیز غلط واقعات کی تردید کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ تاریخی واقعات پر خصوصی نگاہ رکھی جائے گی تاکہ کوئی واقعہ ایسا نہ ہو جو شکوک و شبہات کا شکار ہو سکے۔ میں نے اس کتاب کی جو ترتیب سوچی ہے وہ اس طرح ہوگی کہ سب سے پہلے ہر مضمون پر باب اور عنوان ہوگا۔

خطبہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْكَبَرِيَاءِ وَالْفَضْلِ وَالْكَرَمِ وَالْعِظَاءِ وَالْبَعَثَةِ إِلَّا يَخْمَدُهُ شَيْءٌ كَرِيمٌ عَلَى النَّعْمَاءِ وَنَشْكُرُهُ حَامِدِينَ بِالثَّنَاءِ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ فِي مَلَكُوتِ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَآزَكِي الصَّلَوةِ وَأَطْيَبِ السَّلَامِ عَلَى سَيِّدِ الظَّاهِرِينَ إِمَامِ الْمُرْسَلِينَ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ الْمُتَوَجِّعِ بِبَيْتِجَانِ الْأَصْطِفَاءِ وَالْأَجْتِنَاءِ الْمُتَرَدِّجِ بِرِذَاءِ الشَّرَافَةِ وَالْأَرِضَاءِ صَاحِبِ الْمُلُوءِ يَوْمَ الْحِجَاةِ وَعَلَى آلِهِ بَرَزَةِ الْأَتْقِيَاءِ وَأَصْحَابِهِ الرُّحَمَاءِ عَلَى الضُّعْفَاءِ وَالْخُلَفَاءِ وَالشُّهَدَاءِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِهِ وَالْجَفَاءِ وَبَدَلُوا أَنْفُسَهُمْ بِاللَّهِ بِأَتَمِّ الْإِخْلَاصِ وَالرِّضَاءِ خُصُوصًا عَلَى إِمَامِ أَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي الْكَرْبِ وَالْبَلَاءِ سَيِّدِ الشُّهَدَاءِ ابْنِ الْبُثُولِ الزُّهْرَاءِ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ فِي الْكَرْبِ بَلَاءٌ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَخْلَصُوا لِلَّهِ وَحَارَبُوا فِي اللَّهِ وَتَقَوَّاهُ بِاللَّهِ وَتَوَكَّلُوا عَلَى اللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ وَتَمَسَّكُوا بِيَدَيْهِ اللَّهِ وَقَالُوا مِنَ اللَّهِ رَحْمَةً وَكَرَامَةً وَعِزَّةً وَشَرَفَةً فَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ أَحْيَاءٌ آمِنِينَ مِنَ الْهَلَاكِ وَالْفَقَاءِ يُؤْزِقُونَ فِرْحِينَ بِمَا أَنْتَهُمْ رَبُّهُمْ مِنَ الْفَضْلِ وَالْعِظَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أَمَّا بَعْدُ

خطبہ حمد و صلوة اور سلام کے بعد اس عظیم کام کا بیڑا اپنے خیف کاندھوں پر اٹھاتے ہوئے ایک عظیم تحقیقی کتاب بنام شہادت نواسہ سید الابرار فی مناقب آل نبی المختار پیش کر رہا ہوں۔ جس کے متعلق قبل ازیں دیباچہ میں تفصیل لکھ چکا ہوں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اصل واقعہ کربلا اور اس کے علل و اسباب اور اس سانحہ کبریٰ کے نتائج و آثار پیش کرنے سے پہلے حضور سرور کائنات فخر موجودات محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین حضور پر نور شافع یوم النشور سرکار سیدی محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کا بیان ہو اور اس کے بعد جن کو دولت ایمان کے ساتھ ساتھ آپ سے جسمانی و روحانی نسبت کی فضیلت حاصل ہے جن میں ازواج و آل و اصحاب شامل ہیں۔ ان سب کے حالات زندگی اور ان کے فضائل و کمالات اور بعض محامد و صفات کا بھی تذکرہ کر دیا جائے تاکہ یہ کتاب اپنے موضوع میں من جمیع البہات کامل بلکہ اکمل ہو جائے۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ السَّعْيُ مِثْنِي وَالْإِيْتِمَارُ مِنَ اللَّهِ

دعا ہے کہ پروردگار عالم بطفیل حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ناچیز کتاب کو شرف قبولیت بخش کر اسے میری دنیوی و اخروی نجات و فلاح کا سبب قرار دے۔ اور قوم و ملت کو اس سے استفادہ کی توفیق عنایت فرمائے۔ اس سے موجودہ جمود کی فضا ختم ہو اور قوم میں صحیح علمی ذوق پیدا ہوتا کہ وہ صحیح حقائق کا مطالعہ کر سکیں اور ہر قسم کے تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر حق و حقیقت کا اتباع کریں۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِمَحْفِظٍ

محمد عبدالسلام

غَفَرَ اللَّهُ عَنْ ذُنُوبِهِ وَ سَتَرُ عَيْبِهِ بِحُرْمَةِ حَبِيبِهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ عَلَيْهِ أَفْضَلُ وَالصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ وَإِلَى الطَّيِّبِينَ الظَّاهِرِينَ وَأَصْحَابِهِ الْأَكْرَامِ السَّادَاتِ

باب

حُبِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

ہر وہ شخص جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عقل و فہم کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ جس کے ساتھ عقیدت و نیاز مندی ایمان میں داخل ہو اس کو مانے بغیر آدمی مومن نہیں ہو سکتا اس کی محبت تمام جہان سے ضروری ہوگی۔ ماں، باپ، اولاد، عزیز و اقارب کے بھی انسان پر حقوق ہیں ان کا ادا کرنا لازم ہے لیکن ایک شخص اگر ان سب کو بھول جائے اور اس کے دل میں ان کی ذرہ برابر بھی محبت و الفت باقی نہ رہے اور ان سب سے محض بے تعلق ہو جائے تو اس کے ایمان میں خلل نہیں آئے گا۔ کیونکہ ایمان لانے میں ماں، باپ، عزیز و اقارب، اولاد وغیرہ کا ماننا لازم و ضروری نہیں لیکن حضور آقائے دو جہاں سرکارِ سیدنا محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا ماننا مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جب تک لالہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا معتقد نہ ہو ہرگز مومن نہیں ہو سکتا تو اگر اس کا رشتہ محبت مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے ٹوٹ گیا تو یقیناً ایمان سے خارج ہوا کہ تصدیقِ رسالت بے محبت باقی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے شریعتِ مطہرہ نے حضور مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت ہر شخص پر اس کے تمام خویش و اقارب اعزہ و احباب سے زیادہ لازم کی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے۔

۱۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (آل عمران ۳۱:۳)

(اے محبوب) آپ فرمادیں کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے۔

دوسری آیت شریفہ میں یوں فرمایا ہے:

۲۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَاءَكُمْ وَاٰخَوَانَكُمْ
اَوْلِيَاءَ اِنْ اسْتَعَبْتُمْ عَلٰى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ
مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (التوبة ۹:۳۲)

اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔

وَمَنْ يَكْذُرْ أَنْ يَكْفُرَ بَعْدَ أَنْ آتَقَذَهُ اللَّهُ مِنْهُ
كَمَا يَكْذُرُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ. (صحیح بخاری و مسلم کتاب الایمان)

صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبوب رکھتا ہو (۳) وہ آدمی جس کو اللہ تعالیٰ نے کفر سے نجات دی اور وہ اس کے بعد کفر میں لوٹ جانے کو ایسے ہی برا سمجھتا ہو جسے وہ اپنے آپ کو آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہو۔

ان احادیثِ طیبہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہر چیز سے مقدم اور ایمان کی دلیل ہے اب ظاہر ہے کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہوگی اس کے دل میں ہر اس چیز کی محبت ہوگی جس کا تعلق حضور ﷺ سے ہوگا اور ویسے بھی قدرتی بات ہے کہ سچی محبت کی یہ نشانی ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے نسبت رکھنے والی تمام چیزیں اس کو محبوب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح مومن و مخلص کے لیے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھنے والی ہر چیز قابلِ احترام اور محبوب ہے اور یہ ایمان کی علامت بلکہ عین ایمان ہے اور اگر ایسی نسبت کے متعلق دل میں ادنیٰ کدورت اور بغض و عناد ہو تو یہ محبت کی خامی اور اپنے ناقص ایمان کی دلیل ہے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حضور اقدس ﷺ کی قیام گاہ اقدس کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے چنانچہ منبر شریف کے جس درجہ پر حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے تھے خلیفہ اول نے ادباً اس پر بیٹھنے کی جرأت نہ کی اور خلیفہ دوم نے حضرت عبد اللہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر بیٹھنے کی جرأت نہ کی اور خلیفہ ثالث حضرت عمر بن خطاب فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ پر نہ بیٹھے۔

(رواہ الطبرانی عن ابن عمر رضی اللہ عنہما بحوالہ سوانح کر بلا)

اس سے اندازہ کرنا چاہیے کہ حضور سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ازواج و آل و اصحاب کے ساتھ محبت کرنا اور ان کے ادب و تعظیم کو لازم جاننا کس قدر ضروری ہے اور یقیناً ان حضرات کرام کی محبت حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ہے اور آپ کی محبت عین ایمان ہے۔ حضور اقدس ﷺ کی ازواج و آل و اصحاب غرضیکہ جن کا بھی آپ سے روحانی یا جسمانی رابطہ ہے انہیں جان و دل سے زیادہ محبوب رکھنا عین ایمان ہے۔ گویا ان کی محبت عین رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے جو ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بغض و عداوت رکھے یا ان کی توہین و بے ادبی کرے وہ ایمان سے محروم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں بلکہ ان کی مجلس میں بیٹھنا بھی فَهُوَ مِنْهُمْ کے مترادف ہے۔

باب ۲

ازواجِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

اب دیکھئے کہ حضور سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں جن عورتوں کو زوجیت کا شرف حاصل ہوا حق سبحانہ نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے ساتھ ان کی اس نسبت کے پیش نظر کہ وہ آپ کی ازواج ہیں انہیں امہات المؤمنین فرمایا ہے اس نسبتِ اقدس کی بنا پر یہ مومنوں کی مائیں ہیں۔

یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق
النَّبِیُّ اَوَّلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهُ اُمَّهَاتُهُمْ ط
(الاحزاب: ۶۰)

دوسری آیت شریف میں ارشاد فرمایا ہے:

اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا
اَزْوَاجَهُمْ مِنْۢ بَعْدِہٖ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِکُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا
(الاحزاب: ۵۳)

اے (میرے) نبی کی بیویوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہوا اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی پیدا نہ کرو کہ دل کا ردگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔

لَیْسَ اَلنِّسَاءُ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنْ اَتَقَّیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَّرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا (الاحزاب: ۴۲)

ان آیات طہیات میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی ازواجِ مطہرات کو حرمتِ نکاح اور بے مثال و جوب و احترام میں مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ نہ کہ دیکھنے اور تنہا رہنے میں اسی لیے ان کی بیٹیاں مسلمانوں کی بہنوں کے حکم میں نہیں ہیں۔ نہ ان کے ماں باپ آباؤ اجداد کے حکم میں ہیں، نہ ان کی بہنیں اور بھائی ماموؤں اور خالوؤں کے حکم میں ہیں اور نہ ہی حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مرد و عورت کے لئے باپ کے حکم میں ہیں ازواجِ مطہرات کو وہ فضیلت ملی جو پوری امت پر ظاہر فرمادی گئی ہے (۱)

خداوندی ارشاد بیویاں اور اولاد

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں پہلے بیویوں کا ذکر کیا ہے اور ان کے بعد اولاد کا ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا
وَذُرِّيَّةً (الرعد: ۳۸)

اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بھی بنائے۔

جَنَّتْ عَدْنٌ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ
وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ
كُلِّ بَابٍ (الرعد: ۳۲)

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان صالحین کی شان بیان کرتے ہوئے پہلے ان کے آباؤ اجداد اس کے بعد ان کی بیویوں اور آخر میں اولاد کا ذکر فرمایا گیا۔

تیسری آیت کریمہ:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَاوْ ذُرِّيَّتِنَا
قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا (الفرقان: ۵۲: ۵۳)

اس آیت میں ایمان والوں کی اس دعا کا ذکر فرمایا ہے جس میں بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے کا بیان ہے کہ اللہ! ہماری بیویوں کو اور اولاد کو ہمارے لیے ٹھنڈک بنا۔ یہاں بھی پہلے بیویوں اور اس کے بعد ان کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے جن نیک بیویوں اور نیک اولاد کو دیکھ کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے اور دل خوش ہوں۔

امہات المؤمنین ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

جاننا چاہئے کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں دنیاوی امور میں جو چیزیں زیادہ محبوب تھیں ان میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں لامحالہ آپ کے لیے مباح ہوا کہ آپ اپنے نکاح میں جتنی ازواج مطہرات چاہیں رکھیں۔ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام صاحبان ازواج و اولاد ہوئے ہیں۔ روایات شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کی ننانوے بلکہ ایک سو ازواج مطہرات تھیں اور حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کی تین سو متکوحہ ازواج اور ایک ہزار باندیاں تھیں یہ شرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا اور حضور سید العالمین امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی تعداد اگرچہ کم تھی لیکن شرف و فضل میں جو ارتفاع و اعلیٰ مقام آپ کو حاصل ہے وہ کسی اور نبی کو نہیں۔^(۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ازواج مطہرات کی زیادتی میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ اندرونی اور خلوت کے احکام مردوں تک ان

کے ذریعے سکھائے جاسکیں اور وہ امت میں نقل کریں نیز عبادات شاقہ اور بار بار رسالت کو برداشت فرمانے کے باوجود اقامِ حقوق اور حسن معاشرت میں تکلیف کی زیادتی پر صبر فرمانا آپ کے کمالِ فضل و شرف اور امتیازی شان پر دل ہے۔

حضور اقدس ﷺ کی ازواجِ مطہرات کی تعداد میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ کن ازواج کا انتقال نبی اکرم ﷺ سے پہلے ہوا اور کن ازواج کا انتقال آپ کے بعد ہوا کن سے دخول ہوا اور کن سے دخول نہیں ہوا۔ اسی طرح ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے جن کو پیامِ نکاح دیا اور نکاح نہ ہوا اور جنہوں نے خود کو حضور اقدس ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کیا۔ ان میں سے متفق علیہ گیارہ ازواجِ مطہرات ہیں چہ قریش میں سے یعنی حضرت خدیجہ الکبریٰ، سیدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق، سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق، سیدہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان، سیدہ ام سلمہ بنت ابی امیہ، سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہن۔ اور چار عربیہ غیر قریشہ ہیں یعنی سیدہ زینب بنت جحش، سیدہ میمونہ بنت الحارث ہلالیہ، سیدہ زینب بنت خزیمہ ہلالیہ ام المساکین، سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہن۔ اور ایک غیر عربیہ بنی اسرائیل سے ہیں وہ سیدہ صفیہ بنت جی بنی نضیر سے ہیں۔ اور وہ ازواج جو حضور اقدس ﷺ کے سامنے انتقال کر گئیں وہ دو ہیں ایک سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور دوسری سیدہ زینب ام المساکین رضی اللہ عنہما اور حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصالِ اقدس کے وقت نوازواجِ مطہرات بلا اختلاف موجود تھیں^(۱) اب ان کے جداگانہ حالات بیان کیے جائیں گے۔

۱۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

سب سے پہلے جن سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تزوج فرمایا وہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور جب تک وہ حیات رہیں ان کی موجودگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی اور عورت سے نکاح نہ کیا سیدہ ام المؤمنین کا نسب نامہ یہ ہے خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی۔ سیدہ کا نسب حضور ﷺ سے قصی میں مل جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قصی کی اولاد سے بجز سیدہ خدیجہ اور ام حبیبہ کے کسی کی خواستگاری قبول نہ فرمائی۔ ان کی کنیت ام ہند ہے اور ان کی والدہ فاطمہ بنت زہدہ بن الاصم، بنی عامر بن لوی سے تھیں وہ پہلے ابو ہالہ بن نیاس بن زرارہ کی زوجیت میں تھیں اور اس سے ان کے دو فرزند ہوئے ایک ہند دوسرے ہالہ اور ابو ہالہ کا نام مالک تھا اور ایک قول سے زرارہ اور دوسرے قول سے ہند تھا اس کے بعد انہوں نے عقیق بن عایز مخزومی سے نکاح کیا اس سے ان کی ایک لڑکی ہوئی جس کا نام ہند تھا (کذا فی الموابہ)۔ روضۃ الاحباب میں کہا گیا ہے کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے اور ہند ایسا نام ہے جو مرد و عورت دونوں کے لیے رکھا جاتا ہے جس طرح جویریہ ہے اور بعض نے عقیق کو ابو ہالہ پر مقدم بیان کیا ہے اس کے بعد انہوں نے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نکاح کیا اور ہند حضور ﷺ کی ربیبہ تھیں اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی اور حضور علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال تھی اور ایک قول کے موجب اکیس سال کی تھی پہلا قول زیادہ صحیح ہے بعض نے تیس سال بھی کہا ہے واللہ اعلم^(۱)

سیدہ خدیجہ الکبریٰ عاتلہ، فاضلہ، اور فرزانہ عورت تھیں زمانہ جاہلیت میں ان کو طاہرہ کہتے تھے عالی نسب اور بڑی مالدار تھیں ابو ہالہ عقیق کے بعد بہت سے اشراف قریش خواستگاری رکھتے تھے کہ وہ ان سے نکاح کر لیں مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے لیے اپنے آپ کو خود پیش کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا تذکرہ اپنے چچاؤں سے فرمایا اس کے بعد حضور علیہ السلام

(١) مدارج، صفحہ ٤٩٤۔ الخیات، المستدرک۔ طبقات ابن اسعد (٢) مدارج النبیوت (٣) مشکوٰۃ باب ازواج مطہرات۔ الخیات

کہ ان کی بیوی بھلائی میں ان کی مددگار و معاون ہوگی اور میری بیوی میرے لیے خطا پر برا بیچنے کرنے میں معاون ہوگی یہ کہ درخت کا پھل کھا لیا دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے ان کے شیطان (ہمزاد) پر اعانت فرمائی کہ وہ مسلمان ہو گیا مگر میرا شیطان (ہمزاد) کافر ہی رہا اور ایسی حدیث خود رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا تو ایسے ہی فرمایا (واللہ اعلم) بہر تقدیر یہاں زوجہ سے مراد سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا:

وَمَا زَأَيُّهَا كَانَ يُكَلِّدُ كُرْهًا وَرَيْبًا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يَقْطَعُهَا أَغْصَاءَ ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِعِ خُدَّيْجَةَ فَرَبَّهَا قُلْتُ لَهُ كَأَنَّهُ لَمْ تَكُنْ فِي الدُّنْيَا إِمْرَأَةً إِلَّا خُدَّيْجَةَ فَيَقُولُ إِنَّهَا كَانَتْ وَكَانَتْ وَكَانَ لِي مِنْهَا وَلَدٌ (متفق علیہ) (۱)

کہ رسول اللہ ﷺ اکثر سیدہ خدیجہ کا بہت ذکر فرماتے تھے بہت دفعہ بکری ذبح کرتے پھر اس کے اعضا کاٹنے پھر وہ حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں بھیج دیتے تھے تو میں کہی آپ سے کہہ دیتی تھیں گویا خدیجہ کے سوا دنیا میں اور کوئی عورت ہی نہیں تھی تو آپ فرماتے وہ ایسی ایسی تھیں (یعنی ان کی خوبیاں بیان فرماتے) اور ان سے میری اولاد ہوئی۔

اس حدیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ سے اس قدر محبت تھی کہ آپ ان کا اکثر ذکر مبارک کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے نام کی بکری ذبح کرتے اور اس کا گوشت کاٹ کر حضرت خدیجہ کی سہیلیوں میں تقسیم فرماتے تھے اور سیدہ عائشہ فرماتی ہیں میں کہا کرتی تھی کہ کیا دنیا میں اور عورت کوئی نہیں یعنی بطور رشک کہ میں بھی آپ کی اسی طرح محبوبہ ہو جاؤں جس طرح کہ سیدہ خدیجہ کو محبوبہ سمجھتے ہیں تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تعریف میں فرماتے وہ ایسی تھی میری بہت زیادہ خدمت کرنے والی، بہت روزہ دار، عبادت گزار، تہجد گزار، میری غمگسار و مددگار تھیں میری اکثر اولاد اس سے ہوئی اور وہ میری فاطمہ کی ماں ہے۔

امام احمد سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنتی عورتوں میں سب سے افضل حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اور سیدہ فاطمہ علیہا السلام اور حضرت سیدہ مریم علیہا السلام اور حضرت سیدہ آسیہ علیہا السلام ہیں۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: کہ تمام جہان کی عورتوں میں سے سب سے بہتر اور افضل چار عورتیں ہیں (۱) سیدہ خدیجہ الکبریٰ (۲) سیدہ فاطمہ (۳) سیدہ مریم (۴) سیدہ آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

الفرض سیدہ میں وہ خوبیاں ہیں جن کی بنا پر آپ کو امہات المؤمنین میں امتیازی شان حاصل ہے (۲)

سیما پہلی ماں کہف امن و اماں
حق گزار رفاقت پہ لاکھوں سلام

۲۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود، قریشیہ عامریہ ہیں۔ ان کا نسب حضور ﷺ کے نسب شریف لوی میں مل جاتا ہے ان کی کنیت ام الاسود ہے اور ان کی ماں بنت قیس ہے اور ان کی معیت میں ہی مکہ مکرمہ میں اسلام لائیں اور یہ اپنے

ابن عمر جس کا نام سکران بن عمرو بن عبد القیس ہے اور وہ سہیل بن عمرو کے بھائی ہیں کی مذہبیت میں تھیں ان کے شوہر بھی ان کے ساتھ اسلام لائے ان سے ایک لڑکا تھا جس کا نام عبد الرحمن تھا سیدہ سودہ نے سکران کے ساتھ حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی ان کے شوہر مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد فوت ہوئے ایک روایت میں ہے کہ حبشہ میں ہی فوت ہوئے اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ مکرمہ میں سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا کے انتقال کے بعد ان سے تزویج فرمایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقد ان کے بعد فرمایا۔ یہ قول قتادہ اور ابو عبیدہ کا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے قبل حضرت عائشہ سے عقد ہو گیا تھا ان دونوں قولوں کو اس طرح جمع کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ سے عقد سیدہ سودہ سے پہلے ہوا تھا اور رخصتی حضرت عائشہ سے پہلے کیونکہ تزویج اور نکاح کے الفاظ دونوں پر بولے جاتے ہیں مگر عام ذہنوں میں عقد ہی سمجھا جاتا ہے نہ کہ دخول و رخصتی۔

اہل تفسیر بیان کرتے ہیں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا جب حبشہ سے مکہ مکرمہ آئیں تو خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے ہیں اور قدم اقدس ان کی گروں پر رکھا ہے یہ خواب اپنے شوہر سکران سے بیان کیا انہوں نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو میں بہت جلد مردوں گا اور حضور ﷺ تمہیں چاہیں گے۔ پھر انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ ٹیک لگائے ہوئے ہیں آسمان سے چاند ان پر آ پڑا ہے اس خواب کو بھی اپنے شوہر سے بیان کیا ان کے شوہر نے کہا اگر تم سچ کہتی ہو تو میں عنقریب فوت ہو جاؤں گا اور نبی کریم ﷺ تمہیں چاہیں گے اسی دن سے سکران خستہ ہو گئے اور چند دن کے بعد فوت ہو گئے اور سیدہ سودہ تہی دامن ہو گئیں یہاں تک کہ نبوت کے دسویں سال سیدہ خدیجہ کے انتقال کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نکاح فرمایا اور چار سو درہم ان کا مہر مقرر کیا اور مدینہ طیبہ ہجرت کر کے آئیں اور جب ان پر بڑھاپے نے غلبہ کیا تو ہجرت کے آٹھویں سال آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تو ایک رات حضرت سیدہ سودہ حضور علیہ السلام کی گزرگاہ میں آ کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت حضور علیہ السلام سیدہ عائشہ کے گھر رونق افروز تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے علاوہ کسی غیر کی خواہش نہیں رکھتی اور اب میری شہوت کی آرزو بھی نہیں رہی ہے لیکن میں چاہتی ہوں اور میری تمنا ہے کہ کل روز قیامت آپ کی ازواجِ مطہرات میں میرا حشر ہو اور اپنی باری حضرت عائشہ کو سوچتی ہوں اس کے بعد آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ ترک کر دیا (۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا یہ حجۃ الاسلام تھا جو گزردنوں سے اتر گیا اس کی بعد اپنے بستروں کو غنیمت جانو اور اپنے گھروں سے باہر نہ نکلو اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تمام ازواجِ مطہرات حج کو گئیں مگر حضرت سیدہ سودہ اور حضرت سیدہ زینب بنت جحش نہ گئیں اور فرمایا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد سواری پر سوار نہ ہوں گی ہمیں آپ نے وصیت فرمادی ہے۔ کتب متداولہ میں حضرت سیدہ سودہ کی مرویات، پانچ حدیثیں ہیں، ان میں سے ایک بخاری اور باقی سنن اربعہ میں مروی ہیں۔ ان کا انتقال ماہ شوال ۵۴ھ میں ہوا۔ (کذا فی المواب) (۲)

اہل تفسیر بتاتے ہیں کہ سیدہ طویل القامت اور فربہ جسم تھیں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کے انتقال پر فرمایا کہ سیدہ کا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور ان کے لیے پردہ دار چار پائی بنائی جائے۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کی کنیت ام عبد اللہ، اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر، جو حضرت اسماء بنت ابوبکر سے ہیں کی نسبت سے ہے سیدہ عائشہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا تھا کہ میری کنیت مقرر فرما دو تو آپ نے فرمایا تم اپنی بہن کے صاحبزادے عبد اللہ کے نام پر کنیت رکھ لو یعنی وہ عبد اللہ اور تم ام عبد اللہ سیدہ عائشہ کی والدہ رومان بنت عامر بن عویمر قبیلہ بنی کنانہ سے تھیں پہلے جبیر بن مطعم سے نامزد ہوئی تھیں اس کے بعد حضور علیہ السلام نے اپنا پیام نکاح دیا تو ان کا نکاح حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے چھ سال کی عمر میں ہو گیا تھا اور مدینہ طیبہ میں آ کر ۲ھ میں اٹھارہویں مہینہ کے آخر میں نو سال کی عمر میں زفاف ہوا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے علاوہ کسی باکرہ سے نکاح نہ فرمایا ان سے کوئی فرزند نہ ہوا۔^(۱)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب بہت ہیں، آپ فقہاء، علماء، فصحاء، بلغاء اور اکابر صحابہ سے تھیں بعض سلف سے منقول ہے کہ احکام شرعیہ کا فیصلہ کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع ہونا معلوم ہوا ہے اور حدیثوں میں آتا ہے کہ خذوا اثلاثی دینکم من ہذہ الحمیراء (دو تہائی دین کو ان حمیرا یعنی عائشہ صدیقہ سے حاصل کرو)۔ صحابہ و تابعین کی جماعت کثیرہ نے ان سے روایتیں لی ہیں۔ غزوہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے کسی کو معافی قرآن، احکام حلال و حرام، اشعار عرب اور علم انساب میں حضرت عائشہ صدیقہ سے بڑھ کر عالم نہیں دیکھا ہے حضرت سیدہ کے یہ دو شعر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بھی آئے ہیں۔^(۲)

لومعوا فی معر اوصاف خدة

لما نہ لوافی سوم یوسف من نقد

لواہی زلیخا نوراین حبیبہ

لا ثرن بالقطع القلوب علی الایدی

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعین مبارک میں پوند لگا رہے تھے جبکہ میں چرخہ کات رہی تھی میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کا مشاہدہ کیا تو آپ کی جبین مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا اور اس پسینہ سے آپ کے جمال اقدس میں ایسی تابانی تھی کہ میں حیران تھی یہاں تک کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف نگاہ کرم اٹھا کر فرمایا کیا بات ہے تم کیوں حیران ہو سیدہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بشرہ نورانی اور آپ کی پیشانی کے پسینہ نے مجھے حیران کر دیا ہے اس پر آپ اٹھے اور میرے پاس آئے اور میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: جَزَاكَ اللَّهُ يَا عَائِشَةُ خَيْرًا مَّا سَرَوْتَ مِنِّي كَمُرُورِي مِنكَ (اُو گناہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔ اے عائشہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تو اتنا مجھ سے مسرور نہیں ہوئی جتنا تم نے مجھے مسرور کیا یعنی کہ میرا ذوق و مسرور تمہارے ذوق و مسرور سے ہے۔ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سیدہ عائشہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دینا کمال محبت کا پتہ دیتا ہے اور سیدہ نے معرفت کی نگاہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال کا مشاہدہ کیا۔ لازم پیشم خود کہ جمال تو دیدہ است۔

اے خنک چشمے کہ او حیران اوست

وی ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ جو اکابر تابعین میں سے ہیں جس وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو فرمایا کرتے تھے:

الصَّدِيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ حَبِيبَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مجھے صدیقہ نے جو بیٹی ہے صدیق کی محبوبہ ہے رسول اللہ ﷺ کی نے اس طرح حدیث بیان کی:

اللہ کے حبیب کی محبوبہ آسمانی بیوی (۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ازواج مطہرات میں وہ فضیلت حاصل ہے جو کسی اور کو نہیں وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سوا کسی باکرہ سے شادی نہ فرمائی اور میں کسی دوسرے سے دست آلود نہ ہوئی اور باکرہ عورت اپنے شوہر کے نزدیک محبوب تر اور مانوس تر ہوتی ہے۔ حضرت سیدہ زینبا خواب میں تین مرتبہ سیدنا یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر عاشق اور فریفتہ ہو گئی تھیں لیکن یہاں حضور سرور کائنات ﷺ کو مجھے خواب میں دکھایا گیا یہ حالت بھی زیادتی محبت و انس کی ہے خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:

أُرِيْتُكَ فِي الْمَنَامِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يَجْعَلُ بِكَ الْمَلَكُ فِي سَرَقَةٍ
مِنْ حَرِيرٍ فَقَالَ لِي هَذِهِ أَمْرٌ أَتُكِّفُكَ شَقَّتْ عَنْ وَجْهِكَ
الْعُتُوبَ فَإِذَا أَنْتِ هِيَ فَقُلْتُ إِنْ يَكُنْ هَذَا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ
يُخْضِئُهُ (۲)

تم مجھے تین بار خواب میں دکھائی گئی تھیں تمہیں فرشتہ ریشمی ٹکڑے میں لاتا تھا مجھے کہتا تھا یہ آپ کی بیوی ہے میں نے تمہارے رخ سے کپڑا اٹھایا تو تم ہی تھیں میں نے کہا اچھا اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو وہ اسے جاری اور پورا فرما دے گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں جو کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائی گئیں اور بشارت دی گئی کہ یہ آپ کی بیوی ہوں گی اسی لیے سیدہ فرماتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں یہ مقام بھی حاصل ہے اور فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ بیوی ہوں کہ جب میں آپ کے بستر پہ ہوتی ہوں تب بھی آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

ان کے بستر پہ وحی آئے رسول اللہ پر

اور سلام خادمانہ بھی کریں روح الامین

سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی وہ بیوی ہوں جس کے حق میں برأت اور طہارت آسمان سے نازل ہوئی۔ اس میں واقعہ اُفک کی طرف اشارہ ہے جسے منافقین نے اٹھایا تھا تو حق سبحانہ تعالیٰ نے سترہ، اٹھارہ آیتیں دامن عزت کی برأت و طہارت اور جماعت منافقین کی مذمت و خباثت میں نازل فرمائیں۔

یعنی ہے سورہ نور جن کی گواہ

ان کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

سیدہ فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہی گھر میں زمانہ علالت گزارا اور میری ہی باری کے دن حضور علیہ السلام نے وصال فرمایا اور میرے ہی حجرہ میں روضہ اقدس بنا۔

(۱) مدارج النبوت ص ۸۰۴۔ الحیات۔ الاستیعاب ج ۲ ص ۷۴۴۔

(۲) مسلم، ج ۲ ص ۲۸۵؛ وابتداء، ج ۳ ص ۱۳۰؛ وطبقات

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کسی کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بدگوئی کرتے سنا تو فرمایا:

أُسْكُتَ مَقْبُوحًا فِي حَبِيبَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ذلیل و خوار خاموش ہو کہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ کی بدگوئی کرتا ہے (۱)۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آپ فرماتی ہیں ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو لَا وَرَيْبَ الْبُزَاهِيَّةِ اور جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو لَا وَرَيْبَ مُحَمَّدٍ ناراضگی میں رب ابراہیم کی قسم اور خوشی میں رب محمد کی قسم میں نے عرض کیا یا رسول اللہ لیکن میں نہیں چھوڑتی مگر صرف آپ کے نام کو۔ مطلب یہ کہ ناخوشی کی حالت میں صرف آپ کا نام نہیں لیتی لیکن آپ کی یاد میرے دل میں ہے اور میری جان آپ کے لیے مستغرق ہے اس محبت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ سیدہ فرماتی ہیں کہ مجھے حضور علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! اگر تم چاہتی ہو کہ جنت میں میرے ساتھ رہو تو تمہیں چاہیے کہ دنیا میں اس طرح رہو جس طرح راہ چلتا مسافر ہو کہ وہ کسی کپڑے کو پرانا نہیں سمجھتا جب تک کہ وہ پیوند کے قابل ہے اور وہ اس میں پیوند لگاتا ہے۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ سیدہ نے عرض کیا حضور میرے حق میں دعا فرمائیں کہ خدا جنت میں آپ کی ازواجِ مطہرات میں مجھے بھی رکھے فرمایا اگر تم اس مرتبہ کو چاہتی ہو تو کل کے لیے کھانا بچا کر نہ رکھو اور کسی کپڑے میں جب تک پیوند لگ سکتا ہو اسے بے کار نہ کرو۔

سیدہ فقر تو نگری اختیار کرنے کی اس وصیت پر اتنی کار بند تھیں کہ آج کا کھانا کل کے لیے بچا کر کبھی نہ رکھا (۲)۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے سیدہ کو ستر ہزار درہم راہِ خدا میں صدقہ کرتے دیکھا ہے حالانکہ ان کی قمیض مبارک میں پیوند لگا ہوا تھا ایک مرتبہ حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے اسی روز تمام درہم فقراء و اقارب اور مستحق لوگوں کو تقسیم فرما دیے اور خود اس دن روزے سے تھیں اور شام کو کھانے کے لیے بھی کچھ نہ بچایا باندی نے کہا اے سیدہ اگر ایک درہم، بچا لیتیں تو اچھا ہوتا شام کا کھانا تیار ہو جاتا فرمایا یا ربی نہیں رہا اگر یاد ہوتا تو بچا لیتی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کتب معتبرہ میں دو ہزار و سو حدیثیں مروی ہیں ان میں سے بخاری و مسلم میں ۱۷۴ احادیث علیہ اور صرف بخاری میں چون (۵۴) ہیں اور صرف مسلم میں ستر (۶۷) ہیں بقیہ تمام کتابوں میں ہیں۔ صحابہ و تابعین میں خلقِ کثیر نے ان سے روایتیں لی ہیں (۳)۔

اربابِ تفسیر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ میں کیسے جانوں کہ میں نیک ہوں فرمایا جب تم اپنی بدی کو جان لو اس شخص نے کہا میں کیسے جانوں کہ میں برا ہوں فرمایا جب تم جان لو کہ یہ نیکی ہے اور وہ ہمیشہ فرمایا کرتیں کہ تمہارے لیے جنت کے دروازے کھلے رہیں گے پوچھا کس طرح اور کس عمل سے۔ فرمایا بھوک اور پیاس سے ایک دفعہ تلاوتِ قرآن پاک فرما رہی تھیں۔ جب اس آیت شریفہ پر پہنچیں۔

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ مَا فِيهِ دُرُكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (الانبیاء: ۱۰۱)

بلاشبہ ہم نے تمہاری طرف قرآن نازل فرمایا اس میں تمہارے لیے نصیحت ہے تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے اس کے بعد ہمیشہ قرآن پاک کی تلاوت کرتیں اور آیاتِ قرآنیہ کے مطالب و معانی میں غور و فکر فرماتی تھیں۔

(۲) مدارج النبوت، ص: ۸۱۱، مستدرک، ج ۴، ص: ۳۔

(۱) کتب احادیث باب ازواجِ مطہرات۔

(۳) کتاب الاصابہ، ج ۸، ص: ۱۳۹۔ مدارج النبوت، الاستیعاب، ج ۲، ص: ۷۳۵۔

اہل تفسیر بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو ان کے گھر سے رونے کی آواز بلند ہوئی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باندی کو بھیجا کہ خبر لائیں باندی نے آ کر سیدہ کے انتقال کی خبر سنائی تو سیدہ ام سلمہ رو پڑیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے نبی علیہ السلام کی وہ بڑی محبوبہ تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضور علیہ السلام کی مدتِ محبت و معاشرت نو سال تھی۔

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی ان کا انتقال ۵ھ میں ہوا تھا و اقدی نے کہا کہ منقل کے روز سترہ رمضان المبارک ۵۸ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوا۔ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بوقتِ وصال چھیانوے سال تھی اور آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے رات کے وقت بقیع میں دفن کیا جائے ان کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی تھی۔ اس زمانہ میں مدینہ طیبہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ سلطنت میں مروان حاکم تھا اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متولی قاسم بن محمد بن ابوبکر اور عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور سیدہ عائشہ صدیقہ کا انتقال طبعی تھا یہ غلط ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خیافت پر بلایا اور سیدہ کو دھوکے سے کنوئیں میں گرادیا۔ یہ روافض کا افتراء و جھوٹ ہے۔

۴۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تھیں عدویہ ہیں ان کی والدہ زینب مظعون حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں یہ اسلام لائیں اور ہجرت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خنیس بن حذافہ کی زوجیت میں تھی اور خنیس رضی اللہ عنہ اہل بدر سے تھے سیدہ حفصہ نے ان کے ساتھ ہجرت کی حضرت خنیس نے واقعہ بدر کے بعد رحلت فرمائی۔ اور ایک قول کے مطابق بعد از غزوہ احد جب حضرت سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوئیں تو حضرت سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان ابن عفان سے نکاح کے لیے کہا مگر انہوں نے منظور نہ کیا اس زمانہ میں رقیہ بنت رسول اللہ جو کہ حضرت عثمان کی زوجہ تھیں انتقال فرما گئی تھیں پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عثمان کی شکایت کی اور عرض کیا میں نے اس سے حفصہ کی پیش کش کی تھی مگر انہوں نے منظور نہ کیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا أَكُلُ عُثْمَانَ عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهَا وَأَكُلُهَا عَلَى مَنْ هُوَ خَيْرٌ لَهَا مِنْ عُثْمَانَ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۳۶۵، رقم: ۳۶۰۶۲) ملے گا۔

ایسا ہی ہوا کہ اس ارشادِ نبوت و رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہجرت کے دوسرے یا تیسرے سال زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور ام المؤمنین کے مرتبہ پر فائز ہوئیں اور حضرت عثمان کو ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زوجہ ملی۔ حفصہ کو بہترین شوہر اور عثمان کو بہترین زوجہ۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ حفصہ کو طلاقِ رجعی دینے کا ارادہ فرمایا یا طلاقِ رجعی دے دی۔ جب اس کی خبر سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ کو اس کا رنج ہوا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ سیدہ حفصہ سے رجوع فرمائیں کیونکہ وہ بہت شب بیدار، عبادت گزار،

روزہ دار ہیں اور وہ جنت میں آپ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی تھی اور ان کا انتقال ماہ شعبان ۴۵ھ یا ۴۶ھ یا ۴۷ھ امارت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا اس وقت ان کی عمر مبارک ساٹھ سال تھی۔ کتب متداولہ میں ساٹھ حدیثیں ان سے مروی ہیں ان میں سے چار تو متفق علیہ یعنی بخاری و مسلم میں ہیں اور مسلم میں تباہ چھ حدیثیں اور دیگر تمام کتب میں مروی ہیں (۱)

۵۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا بن الحارث بلالیہ عامریہ ازواج مطہرات میں سے ہیں زمانہ جاہلیت میں ان کو ام المساکین کہتے تھے کیونکہ آپ مسکینوں کو کھانا وغیرہ کھلاتیں اور ان پر شفقت فرماتیں۔ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں وہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ طفیل بن الحارث کی بیوی تھیں انہوں نے ان کو طلاق دے دی تو عبیدہ بن الحارث نے ان کو اپنی زوجیت میں لے لیا ایک قول یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ نے ان کو پیام دیا بعض اہل تفسیر اس قول کو ترجیح دیتے ہیں جیسا کہ روضۃ الاحباب اور مواہب میں ہے کہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے بہر تقدیر ہجرت کے تیسرے سال حضور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقد میں لائے اس کے بعد وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بہت کم مدت حیات رہیں اور حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات ظاہرہ میں ہی انتقال فرما گئیں۔ بعض اہل تفسیر دو مہینہ، بعض چھ مہینہ اور بعض آٹھ مہینہ مدت بتاتے ہیں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ماہ ربیع الآخر ۴ھ میں انتقال فرمایا اور بقیع میں مدفون ہوئیں بقیع مدینہ طیبہ میں ایک قبہ ازواج النبی کے نام سے مشہور تھا وہاں قبر اطہر ہے (۲)

ام المؤمنین حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نام ہند بنت ابی امیہ مخزومی تھا بعض رملہ بتاتے ہیں اوّل زیادہ مشہور اور صحیح ہے ابوامیہ کا نام سہیل بن المعزہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہے اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ ہے یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب نہیں ہیں۔ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا پہلے ابوسلمہ عبد بن الاسد کی زوجیت میں تھیں جو نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی برہ بنت عبدالمطلب کے فرزند ہیں اور یہ اور ان کے شوہر اوّل ہجرت کرنے والوں میں سے تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ان سے ان کے چار بچے پیدا ہوئے تھے زینب: اس کے بعد سلمہ، عمرو، اور درہ ان چاروں میں سے دو زینب و عمرو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ربیب بنے (ربیب کے معنی سو تیل یعنی آپ ﷺ کے گھر میں انہوں نے پرورش پائی) دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی اور پھر حبشہ سے مدینہ منورہ واپس آئیں بعض کہتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ وہ پہلی عورت ہیں جو ہودج میں سوار ہو کر مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے داخل ہوئیں اور ابوسلمہ غزوہ احد میں زخمی ہو کر تندرست ہوئے اس کے بعد ان کو ایک لشکر کے ساتھ بھیجا جب وہاں سے واپس آئے تو ان کے زخم پھر تازہ ہو گئے۔ اور انہی زخموں سے ۴ ہجری میں انتقال کر گئے اور ایک قول میں ۳ ہجری ہے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سن رکھا تھا کہ جب کوئی مصیبت آن پڑے تو وہ یہ دعا مانگے:

اللَّهُمَّ أَجِرْنِي فِي مُصِيبَتِي وَأَخْلِفْ لِي خَيْرَ امْرَأَتَايَ
اے میرے اللہ میری مصیبت میں میرا جرقائم فرما اور اس سے
بہتر میرے لیے قائم مقام بنا۔ (صحیح مسلم ۲: ۲۳۱ رقم ۹۱۸)

اور جب حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے تو سیدہ نے اس دعا کو اپنا ورد بنا لیا۔ سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں اس دعا میں اپنے
نواسہ کے انتقال کی مصیبت میں پڑھتی تھی اور جب میں کہتی تھی اس سے بہتر قائم مقام بنا تو دل میں خیال آتا تھا کہ ابوسلمہ سے بہتر
مسلمانوں میں کون ہوگا لیکن چونکہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد تھا میں اسے پڑھتی رہی نیز میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ
بھی سنا تھا کہ جو میت کے سر ہانے موجود ہو وہ یہ دعا مانگے اس لیے کہ اس وقت میں جو دعاماں گئے وہ قبول ہوتی ہے فرشتے آمین کہتے ہیں
چنانچہ جب حضرت ابوسلمہ انتقال کر گئے تو میں نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ابوسلمہ انتقال کر گئے ہیں
ان کے فراق میں کیا کہوں؟ تو آپ نے فرمایا یوں کہو:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِئِي وَعَافِيَّتِي عَقِبَتِي جَنَّةً
اے میرے اللہ انہیں اور مجھے بخش دے اور میری عاقبت کو اچھی
عاقبت بنا دے۔

اس کے بعد میں اس دعا پر قائم رہی اور حق سبحانہ تعالیٰ نے مجھے ابوسلمہ سے بہتر عوض عطا فرمایا اور وہ حضور سرور کون و مکاں
علیہ التحیۃ والثناء تھے جب حضرت ابوسلمہ انتقال کر گئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تعزیت کے لیے سیدہ ام سلمہ کے پاس تشریف
لائے اور سیدہ سے تعزیت فرمائی اور دعا فرمائی کہ اے اللہ ان کے غم کو تسکین دے اور ان کی میت کو بہتر بنا سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور انور ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور انہوں نے مجھے پیام دیا ایک روایت میں ہے کہ
حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا اپنا پیام بھیجا مگر سیدہ نے ان کے پیام کو قبول نہ فرمایا جب سیدالابرار علیہ السلام نے بھیجا تو سیدہ ام
سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

لیکن میں تو بڑی عمر کی عورت ہوں اور ساتھ یتیم بچے بھی ہیں اور میں بہت غیرت مند ہوں آپ عورتوں کو جمع فرمائیں گے حضور
اقدس ﷺ نے فرمایا میری عمر تم سے زیادہ ہے اور تمہارے یتیم بچوں کی پرورش خدا اور اس کے رسول کے ذمہ ہے ایک روایت میں
ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تمہارے بچے میرے بچے ہیں اور یہ جو تم کہتی ہو کہ میں غیرت مند ہوں حق تعالیٰ تم کو اس بات
سے محفوظ فرمائے۔ چنانچہ ماہ شوال ۴ھ میں حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تزوج ہوا ان کا مہر وہ سامان
مقرر ہوا جو دس درہم کی قیمت کا تھا۔

امہات المؤمنین میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سب سے آخر میں انتقال فرمایا سیدہ ام سلمہ کے انتقال کو بعض نے ۵۹ ہجری میں
بیان کیا ہے اور بعض نے ۶۲ھ میں بیان کیا ہے زمانہ یزید بن معاویہ میں سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ کے بلا کے بعد
آپ کا انتقال ہوا تھا۔ بعض نے کہا کہ اول قول کے صحیح ہونے پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے امہات
المؤمنین میں سے سیدہ ام سلمہ ام المؤمنین کو ایک پڑیا خاک کر بلا کی عنایت فرمائی تھی کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس اس زمین کی
مٹی لائے ہیں جہاں میرا نواسہ حسین ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جائے گا اے ام سلمہ اس شیشی کو رکھ لو جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو جان
لینا میرا حسین ارض کر بلا میں شہید ہو گیا ہے۔ چنانچہ سیدہ نے ایسا ہی کیا اس خاک کو دینے کا مطلب یہ تھا کہ آپ جانتے تھے کہ

واقعہ کر بلا سے پہلے میری دیگر ازواجِ مطہرات انتقال فرما گئی ہوں گی اور یہ زوجہ ام سلمہ مدینہ طیبہ میں موجود ہوں گی۔ دوسری حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے جس کو امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ النار کی ایک عورت سہلی بیان کرتی ہے کہ وہ سیدہ ام سلمہ کے پاس حاضر ہوئی تو اس نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔ اس نے عرض کیا اے ام المؤمنین آپ کو کس بات نے رلایا ہے؟

عَنْ سَهْلِي قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ وَ هِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكِ؟ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَغْيِي فِي الْمَنَامِ وَ عَلَى رَأْسِهِ وَ لَحْيَتَيْهِ الْكَرَّابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ۔ (الہدایۃ النہایہ، ۸: ۲۰۰ مشکوٰۃ۔ مدارج)

روایت ہے سہلی سے کہ میں حاضر ہوئی سیدہ ام سلمہ کے پاس اس حال میں دیکھا کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے بحالتِ نوم دیکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس حالت میں ہیں کہ آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ خاک آلودہ کیوں ہیں آپ نے فرمایا میں ابھی حسین کے مقتل میں موجود تھا۔ (یعنی واقعہ کر بلا)

جب سیدہ نے یہ سنا اور دیکھا تو روتی رہیں اور ظالموں پر لعنت بھیجی جنہوں نے نواسہ رسول پر ظلم و ستم کر کے ان کو شہید کر ڈالا۔ اس حدیث میں بھی سیدہ کی ظاہری حیات واقعہ کر بلا کے وقت پر دال ہے۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کل عمر چوراسی سال ہوئی آپ کی نماز جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور بعض کا قول ہے کہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کے حوالہ عقد میں آئیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ زینب بنت خویمہ کے انتقال پر گھر خالی ہونے والا گھرام سلمہ کے رہنے کے لیے مقرر فرمایا اور جب ام سلمہ اس میں داخل ہوئیں تو ایک چھوٹا گھڑا جس میں تھوڑے سے جو تھے اور ایک پتھر کی ہانڈی اور ایک چکی دیکھی جو چکی میں ڈال کر آٹا پیسا اور میدہ تیار کر لیا جب حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو ام سلمہ کے ولیمہ کا یہ کھانا تھا۔

کتاب متداولہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے تین سوانحِ حدیثیں مروی ہیں۔

ان میں متفق علیہ یعنی بخاری و مسلم میں تیرہ حدیثیں ہیں اور صرف بخاری میں تین حدیثیں ہیں۔ اور تنہا مسلم میں تیرہ حدیثیں اور باقی دیگر کتب معتبرہ میں مروی ہیں (۱)

۷۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا پہلے نام ”برہ“ تھا حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کا نام تبدیل فرما کر زینب رکھایا تو تزکیہ نفس کے ابہام کی بنا پر یا اس کراہت کی بنا پر کہ کوئی کہے ”برہ“ کے پاس سے آئے یا کوئی یہ کہے کہ ”برہ“ اس گھر میں نہیں۔ برہ کے معنی ہیں نیکی اور احسان۔ ان کی کنیت ام الحکم تھی ان کی والدہ ماجدہ حضور اقدس ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب تھیں وہ پہلے حضرت زید بن حارثہ کی زوجیت میں تھیں جب حضرت زید نے ان کو طلاق دے دی تو حضور انور ﷺ انہیں اپنے حوالہ عقد میں لے آئے ان کا مختصر واقعہ یوں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے زید کے لیے انہیں پیام دیا سیدہ زینب نے قبولیت سے اعراض کیا اس لیے کہ وہ صاحبِ جمال تھیں

اور رسول اللہ ﷺ کی چھوٹی بیٹی تھیں اور ان کے مزاج میں حدت یعنی سختی تھی سیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا فرمانا بجا ہے لیکن یہ معاملہ ازدواجی زندگی یعنی میاں بیوی کا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتی اور حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد اللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ نے بھی عدم قبولیت میں اپنی بہن کے ساتھ اتفاق کیا چونکہ حضور اقدس ﷺ نے اظہار نبوت سے پہلے حضرت زید کو آزاد فرما کر فرزندگی میں قبول فرمایا تھا اور ان پر بے اندازہ لطف و عنایت مبذول فرماتے تھے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اب عدم قبولیت کی گنجائش نہیں ہے تمہیں نفرت اس بنا پر ہے کہ وہ آزاد کردہ غلام ہیں اور اب وہ آزاد ہونے کے بعد میری فرزندگی میں ہیں۔ عرض کیا گیا اچھا حضور اس بارے میں غور و فکر کی مہلت عنایت فرمائیے یہ بات جاری تھی کہ یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ظَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا (الاحزاب: ۳۶)

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار ہو اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بے شک صریح گمراہی بہکا۔

اس آیت کے نازل ہونے پر سیدہ زینب اور ان کے بھائی دونوں نے کہا ہم راضی ہیں۔ ہماری کیا مجال کہ ہم اپنے اختیار کو درمیان میں لائیں اور معصیت کا ارتکاب کریں پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو حضرت زید کی زوجیت میں دے دیا ایک سال یا کچھ زیادہ عرصہ حضرت زید کے ساتھ رہیں اس کے بعد حق تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم کو یہ بھی واضح کر دیا کہ ہمارے علم قدیم میں ہے کہ سیدہ زینب آپ کی زوجیت میں داخل ہوں چنانچہ حضرت زید اور حضرت سیدہ زینب کے درمیان ناسازگاری پیدا ہوئی۔ حضرت زینب کی جانب سے حضرت زید کی نسبت کج خلقی پیدا ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ حد کو پہنچ گئی اور تنگ آ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت زید نے حضور علیہ السلام سے سیدہ زینب کی شکایت کی اور عرض کیا یا رسول اللہ میرا ارادہ ہے کہ میں زینب کو طلاق دے دوں کیونکہ وہ میرے ساتھ بہت تند خوئی سے پیش آتی ہے اور اپنی زبان دراز کرتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اپنے آپ کو اس سے باز رکھ اور خدا تعالیٰ سے ڈرو۔ چونکہ حق تعالیٰ کی جانب سے معلوم ہو گیا تھا کہ زینب آپ کی زوجیت میں آئیں گی تو خاطر مبارک سے چاہا کہ زید ان کو طلاق دے دیں لیکن حیاء کی بنا پر زینب کو طلاق دینے کا حکم نہ فرمایا نیز اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں گے کہ اپنے متنبی کی بیوی کو چاہتے ہیں کیونکہ جاہلیت کے لوگ اس شخص کی بیوی کو جس کو اپنا بیٹا بنا لیا ہو حرام جانتے تھے اور اس منہ بولے بیٹے کو صلیبی بیٹے کی مانند سمجھتے تھے ممکن ہے کہ لوگوں کے اندیشہ سے مراد ان کے ایمان کا خوف ہو کہ مبادا شک و تردد ان کے ایمان میں خلل انداز ہو کر انہیں ہلاک کر دے (۱)

علامہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید کو سیدہ زینب کے روکنے کا حکم دینے میں مقصود حضرت زید کا اختیار اور ان کا امتحان کرنا تھا تا کہ معلوم کریں کہ زید کے دل میں زینب کی رغبت باقی ہے یا بالکل غی متفر ہو گئے ہیں۔ حضرت زید نے دوبارہ بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے زینب کو طلاق دے دی اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَلَعَنْتَ عَلَيْهِ أَتَيْسِكَ عَلَيْهِ زَوْجَكَ وَاتَّبَعَ اللَّهُ وَتَخْفِى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ (الاحزاب: ۳۷)

اور اے محبوب ﷺ یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈرا اور اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ ہے اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو۔

منقول ہے کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید سے فرمایا جاؤ اور زینب کو میرے لیے پیام دے دو حضرت زید کی اس کام کے لیے تخصیص میں حکمت یہ تھی کہ لوگ یہ گمان نہ کریں کہ یہ عقد بغیر رضا مندی زید کے بر سبیل قہر و جبر واقع ہوا ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہو جائے کہ زید کے دل میں زینب کی کوئی خواہش نہیں ہے اور وہ اس بات سے راضی و خوش ہیں۔ نیز حضرت زید کا فرمانِ خدا و رسول کی اطاعت پر ثابت قدم رہنا اور حکیم الہی حضرت زینب کو راضی رکھنا بھی ثابت و موکد فرمانا مقصود تھا کیونکہ یہ محلِ نازک ہے۔ القصہ حضرت زید ارشاد نبوت کے بموجب سراپا صدق و اخلاص سے روانہ ہوئے حضرت زید فرماتے ہیں کہ جب میں سیدہ زینب کے گھر پہنچا تو وہ میری آنکھوں میں ایسی بزرگ معلوم ہوئیں کہ میں ان کی طرف نظر نہ اٹھا سکا پھر میں گھڑکی طرف پشت کر کے اٹھے قدم ان کے پاس گیا اور میں نے کہا تمہیں خوشی ہو کہ رسولِ خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تمہیں پیام دوں (۱)

سیدہ زینب نے فرمایا میں اس بات کا کوئی جواب نہیں دے سکتی جب تک کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے مشورہ نہ کر لوں اس کے بعد وہ انھیں اور مصلے پر پہنچیں اور سر کو سجدہ میں رکھا بارگاہِ بے نیاز میں عرضِ نیاز کی بعض روایات میں ہے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر سجدے میں گئیں اور مناجات کی کہ اے خدا تیرا محبوب میری خواستگاری فرماتا ہے اگر میں ان کی زوجیت کے لائق ہوں تو مجھے ان کی زوجیت میں دے دے اسی وقت ان کی دعا قبول ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو بارگاہِ صمدیت میں خاص قرب حاصل تھا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فَلَمَّا قَطَعَا زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا لِئَلَّا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا۔ (الاحزاب: ۳۴-۳۵)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار روحی ظاہر ہوئے چند لحظہ کے بعد متحلی ہوئے تو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کون ہے جو زینب کے پاس جائے اور انہیں بشارت دے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کو میری زوجیت میں دے دیا ہے اور یہ نازل شدہ آیت تلاوت فرمائی۔ حضرت سلمیٰ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں دوڑیں اور سیدہ زینب کو بشارت دی اور خوشخبری سنانے پر وہ زیورات جو سیدہ زینب نے پہنے ہوئے تھے اتار کر حضرت سلمیٰ کو عطا فرمادیے اور سجدہ شکر بجالائیں اور نذرمانی کہ دو مہینے روزہ دار رہوں گی (۲) مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ زینب کے گھر تشریف لے گئے درآئیں لیکہ وہ سر برہنہ تھیں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے خطبہ اور بے گواہ فرمایا:

لَئِنَّ الْمَزْوَاجَ وَجِبْرِيْلُ الشَّاهِدُ
اللہ تعالیٰ نکاح کرنے والا اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام گواہ ہیں (۳)
اس کے بعد ولیمہ کا کھانا تیار کیا اور لوگوں کو نان و گوشت سے سیر فرمایا اس طرح کسی بی بی کے لیے ویسے کے کھانے کا اہتمام نہ کیا تھا اور آپ کے طعام میں کئی معجزے ظاہر ہوئے اور نکاح زینب میں لوگوں کو جاہلیت کی عادت سے نکالا اور خاص شریعت وضع فرمائی جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا:

لِئَلَّا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ۔ (الاحزاب: ۳۵)
تاکہ مسلمانوں پہ ان کے لے پالکوں کی بیبیوں میں ان کے لیے کچھ حرج نہ رہے۔

اور حجاب یعنی پردے کی مشروعیت بھی اس قصہ میں وارد ہوئی۔ یہ وہ قصہ ہے جس کو معتبر محققین نے بیان کیا ہے اور صحیح و ثابت ہے بعض نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سخت غلطیوں کا مظاہرہ کیا ہے جس سے حضور پر نور ﷺ کی عظمت کا بھی پاس نہ رکھا گیا انبیاء علیہ السلام اور سید الانبیاء علیہم السلام کے واقعات میں ہر ممکن احتیاط ضروری ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب تو بہت ہیں اہل تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس بنا پر کہ انہوں نے کوئی سخت بات حضور اکرم ﷺ سے فرمائی تھی درشت کلامی کو خلافِ نرمی دیکھ کر فرمایا سیدہ کس طریقہ سے بات کر رہی ہیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمر! کچھ نہ کہو کیونکہ یہ اوہابیہ یعنی بہت خشیت الہیہ رکھنے والی ہیں ایک مرد پاس تھا اس نے پوچھا حضور ”واہ“ کیا ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا: **أَلَا تَشْفَعُ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّصَوُّعِ إِلَى اللَّهِ**۔ دعا میں خشوع اور خدا کے حضور گر گزانا ہے اس کے بعد حضور مصطفیٰ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: **إِنَّ إِلَٰهَهُمْ لَا وَآةَ حَلِيمٍ**۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اس صفت میں مرتبہ خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت سیدہ زینب سے زیادہ کسی عورت کو بہت زیادہ نیک اعمال کرنے والی، زیادہ صدقہ و خیرات کرنے والی، رحمی رشتہ داروں کو زیادہ ملانے والی اور اپنے نفس کو ہر عبادت و تقرب کے کام میں مشغول رکھنے والی نہ دیکھا۔ (۱)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اکرم ﷺ مجھے فرماتے تھے اے زینب! تجھ میں چند وہ صفیتیں ہیں جو میری کسی زوجہ میں نہیں ہیں ایک یہ کہ میرے جد تمہارے جد ایک ہیں دوسرے میر اور تمہارا نکاح خدا نے کرایا اور قرآن میں اس کا ذکر فرمایا تیرے اور میرے نکاح کے گواہ جبریل روح الامین ٹھہرے۔ (۲)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے صحت کے ساتھ مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا **أَطْلُو لَكُمْ يَدًا أَسْرَعَكُمْ** یعنی تم میں سے جس کے ہاتھ دراز ہیں وہ مجھ سے ملنے میں تم سب سے سبقت کرنے والی ہے مطلب یہ ہے کہ اس دنیا سے میرے جانے کے بعد تم سب سے پہلے انتقال فرمائے گی۔ اس کے بعد ازواجِ مطہرات نے ہانس کا ٹکڑا لے کر اپنا اپنا ہاتھ پانا شروع کر دیا تاکہ یہ دیکھیں کہ کس کے ہاتھ دراز ہیں انہوں نے جانا کہ سیدہ سودہ بنت زمعہ کے ہاتھ دراز ہیں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت فرمانے کے بعد سیدہ زینب نے وصال فرمایا تو ازواجِ مطہرات نے جانا کہ درازی سے مراد صدقہ و خیرات کی کثرت تھی جو سیدہ معظمہ زینب میں موجود تھیں اس لیے کہ سیدہ زینب اپنے ہاتھ سے دستکاری کرتیں اور صدقہ و خیرات دیتی تھیں۔ مروی ہے کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی خبر سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کو پہنچی تو فرمایا: **ذَهَبَتْ حَمِيدَةٌ مَفِيدَةٌ مَغْرُوعَةٌ الْبَيْتَاطِي وَالْأَزَامِلُ**۔ پسندیدہ خصلت والی فائدہ دینے والی یتیموں اور بیواؤں کی خبر گیری کرنے والی دنیا سے رخصت ہو گئی۔ اللہ، اللہ سلام اللہ علیہا (۳)

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اعلان فرمایا اے مدینہ والو! تمہاری ماں وصال فرما گئی ہیں اپنی ماں کی نمازِ جنازہ میں حاضر ہو جاؤ یہ اعلان تھا کہ دلوں کو ہلا دینے والی آواز تھی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی نمازِ جنازہ کے بعد آپ کو مدینہ طیبہ کے بقیع قبرستان میں دفن کیا گیا مشہور یہ ہے کہ سیدہ زینب کا وصال ہجرت کے بیسویں سال اور بعض کہتے ہیں اکیسویں سال ہوا اور سیدہ کی عمر بوقتِ وصال تریپن سال کی تھی ان سے گیارہ حدیثیں مروی ہیں ان میں سے دو متفق علیہ اور بقیہ نو تمام کتبِ معتبرہ میں موجود ہیں۔ سیدہ پر لاکھوں سلام (۴)

۸۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت سیدہ جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ابن ابی جراح تھیں۔

ان کا بھی اصلی نام برہ تھاجی کریم رضی اللہ عنہا نے ان کا نام تبدیل کر کے جویریہ رکھا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا آپ برہ نام کو مکروہ جانتے تھے حیلہ کہ اس کا ذکر سیدہ زینب کے بیان میں کیا جا چکا ہے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بڑی عبادت گزار اور ذاکرہ تھیں اہل تفسیر کا بیان ہے کہ ایک دن حضور ﷺ نماز صبح کے بعد سیدہ جویریہ کے پاس باہر تشریف لائے اور وہ اپنے مصلے پر بیٹھی مشغول عبادت تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چاشت کے وقت ان کے پاس تشریف لائے فرمایا جب سے میں باہر گیا ہوں تم اسی جگہ یونہی بیٹھی ہو عرض کیا جی ہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس وقت سے میں تمہارے پاس سے گیا ہوں اب تک چار کلمے میں نے پڑھے ہیں اگر ان کو ان کے ساتھ موازنہ کیا جائے جو تم نے اب تک پڑھے ہیں تو یقیناً وہ چار کلمے وزنی ہوں گے وہ یہ ہیں:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَزَيْنَةَ عَرْشِهِ وَمِثْلَ كُلِّ مَلَأَةٍ

گویا مقصود اصلی اس کیفیت کی تعلیم فرمانا تھا تاکہ وہ اپنے ذکر میں اسے بھی شامل کر لے اور ان کلمات پر خبردار کرنا تھا کہ ان کلمات کی کیفیت یہ ہے کہ اس کیت پر ان کلمات کا ثواب اس تمام ذکر سے زیادہ ہے جو سیدہ جویریہ نے اب تک پڑھا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ عمل کا ثواب مشقت کی مقدار کے مطابق ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ مَرَّاتٍ اور دوسرا شخص کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ۔ تو بلاشبہ اس کا ثواب اس سے زیادہ ہوگا البتہ اگر کوئی خاص کامل کیفیت ہو اور مبالغہ میں شامل ہو اور قائل پر اس کی حقیقت واضح ہوگی ہو اور وہ حقیقت کے اعتبار سے کہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو یہ بات دوسری ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ کیونکہ حضور اقدس ﷺ پر حق تعالیٰ کی تزیینہ و تقدیس اور تحمید کی حقیقت منکشف ہو گئی ہے کہ ان کلمات نے زمین و آسمان کے درمیان کو بھر دیا یہ محض اظہار زبان و قلم نہیں بلکہ خدا کا فضل بھی وسیع ہے اگر محض اتنے لفظوں سے بخش دے تو وہ قادر ہے (۱)

منقول ہے کہ حضور ﷺ نے روزہ جمعہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زفاف فرمایا وہ روزہ دار تھیں آپ نے پوچھا کل روزہ رکھا تھا انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ تھا انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا پھر تم روزہ افطار کر لو اس سے معلوم ہوا کہ صرف تنہا جمعہ کے دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور یہی علماء کا مذہب ہے بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ: لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ۔ صرف جمعہ کے دن کا روزہ تم میں سے کوئی نہ رکھے مگر یہ کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کے دن بھی روزہ رکھے بعض علماء اس کی توجیہ میں فرماتے ہیں تاکہ روزہ رکھنے میں بدن کمزور اور قوت زائل نہ ہو اور وہ جمعہ اور وظائف سے باز نہ رکھے جس طرح کہ ضعیفاء کے لیے عرفہ کے دن روزہ کے افطار کا حکم ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ توجیہ ضعیف ہے اور پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی اس لیے کہ مسلسل دو دن روزہ رکھنا تو زیادہ کمزور کرنے اور قوت کو فنا کرنے کا موجب ہے فرماتے ہیں یہ حکم تلافی اور جبر نقصان کے لیے ہے جو وظائف اور اوراد میں واقع ہے اور دیگر اعمال خیر کے ساتھ بھی اس کی تلافی ہو جاتی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگرچہ جمعہ کے دن کو بہت عظمت و فضیلت والا قرار دیا گیا ہے باوجود ان عظمتوں کے محتاج رہنے کے لازم

ہے کہ شریعت میں جتنا واقع ہوا اس پر اپنی طرف سے زیادتی میں مبالغہ نہ کرنا چاہیے تاکہ ہمہ وجوہ فضیلت سے محروم نہ رہ جائے اور حد سے تجاوز ہونے کا سبب نہ بنے۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کا موجب نہ ہو جائے کیونکہ وہ معین دن کی تعظیم کرتے ہیں یہ معین دن ہفتہ اور اتوار ہیں۔ نیز روزِ جمعہ، روزِ عید ہے جیسا کہ حدیث میں واقع ہوا ہے لہذا اس روز روزہ مناسب نہ ہوگا اور تخصیص نامناسب تر ہے۔ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس ممانعت میں اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ کو ہمیشہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہنا چاہیے روزِ جمعہ کے قیام کو خاص کر لینے کے مثل کوئی چیز نہیں ہے بہر حال ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے احوال کے ضمن میں بات طویل ہوگئی (۱)

واضح رہنا چاہیے کہ حضور سید عالم ﷺ کا ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا کا خواستگاری فرمانا غزوہ یمین میں تھا جو ماہ شعبان ۵ھ میں ہوا اس غزوہ سے واپسی کے وقت خواستگاری فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بڑی شیریں طبع اور صاحبِ حسن و جمال عورت تھیں جو کوئی انہیں دیکھ لیتا تھا فریفتہ ہو جاتا تھا جنگ اور تقسیم غنا کے بعد حضور اقدس ﷺ ایک چشمہ کے کنارے میرے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا دوڑا ہوئیں مجھ پر غیرت نے غلبہ کیا کہ حضور اقدس ﷺ ان کی طرف توجہ خاص مبذول فرمائیں اور اپنے حبالہ عقد میں لے آئیں جب حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں تو انہوں نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ یا رسول اللہ! میں مسلمان ہو کر حاضر ہوئی ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُهُ اور حارث بن فرار کی بیٹی ہوں جو اس قبیلہ کا سردار اور پیشوا تھا اب لشکرِ اسلام کے ہاتھوں میں قید ہوں اور ثابت بن قیس کے حصہ میں آگئی ہوں اور اس نے مجھے اتنے مال پر مکاتب بنایا ہے کہ میں اسے ادا نہیں کر سکتی میں امید رکھتی ہوں کہ میری اعانت فرمائی جائے آپ نے کتابت کی رقم ادا کر کے انہیں حبالہ عقد میں لا کر زوجیت کا شرف بخشا اور سو رہم مہر مقرر فرمایا ایک قول یہ ہے کہ ان کا مہر بنی المصطلق کے قیدیوں کی آزادی کو بنایا۔ اس وقت سیدہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بیس سال کی تھیں صحابہ عظام جب اس حقیقت سے باخبر ہوئے تو باہم کہنے لگے ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ سید کائنات ﷺ کے حرم کے اقرباء کو جو کہ ان کے اصحاب ہیں قید اور غلامی میں رکھیں اس کے بعد سب کو آزاد کر دیا گیا۔ اہل تفسیر بتاتے ہیں کہ بنی المصطلق کے قیدیوں کی مجموعی تعداد سو سے زیادہ تھی اور سب نے ہی قید سے رہائی پائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نہیں جانتی کہ ازواجِ مطہرات میں سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ خیر و برکت والی اور حرم ہو (۲)۔

سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہونے سے پہلے میں نے اپنے قبیلہ میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گویا یثرب سے چاند چلتا آ رہا ہے یہاں تک کہ وہ میری آغوش میں اتر آیا میں نے اس واقعہ کو کسی سے بیان نہ کیا جب میں اپنے خواب سے بیدار ہوئی تو میں نے خود ہی یہ تعبیر لی جو الحمد للہ پوری ہوئی۔ حضرت سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مدینہ طیبہ میں ۵۰ھ یا ۵۱ھ میں واقع ہوا اس وقت ان کی عمر شریف پینسٹھ سال کی تھی کتب معتبرہ میں ان سے سات حدیثیں مروی ہیں بخاری میں دو مسلم میں دو باقی دیکھ کتابوں میں مروی ہیں (۳)

۹۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں ان کا نام رملہ تھا اور ایک قول سے ہند تھا ان کی والدہ صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس تھیں جو کہ حضرت عثمان بن عفان بن العاص کی پھوپھی تھیں۔

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پہلے عبید اللہ بن جحش برادر حضرت عبد اللہ بن جحش البندی کی زوجیت میں تھیں ابتداءً احوال میں مسلمان ہوئیں اور جشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی عبید اللہ سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام حبیبہ تھا اس سے ان کی کینت ام حبیبہ ہوئی اس کے بعد عبید اللہ بن جحش مرتد ہو گیا اور دین نصرا نیت کی طرف راجع ہو کر شراب خوری کو مشغلہ بنا لیا اس حال میں وہ مر گیا سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھے یا ام المؤمنین کہہ کر پکار رہا ہے میں نے اس خواب کی تعبیر یہ لی کہ رسول اللہ ﷺ مجھے حبالہ عقد میں لائیں گے اس کے بعد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرو بن امیہ خمری کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہ کو حضور اقدس علیہ السلام کے لیے پیام نکاح دیں اور نکاح کریں اس کے بعد سیدہ ام حبیبہ نے خالد بن سعید بن العاص کو جو کہ جشہ میں تھے وکیل بنایا اور حضرت جعفر بن ابی طالب اور وہ تمام مسلمان جو جشہ میں موجود تھے حاضر ہوئے اور نجاشی نے یہ خطبہ پڑھا۔^(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُتَعَزِّزِ الْجَبَّارِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلَى مَا دَعٰنِىَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَدْ اَصَدَقْتُمْ اَرْبَعَ مِاْءٍ دِيْنًا ۚ فَهَيَّا ۚ

اس کے بعد دیناروں کو حاضرین کے سامنے ڈالایا پھر خالد بن سعید نے جو سیدہ ام حبیبہ کے وکیل تھے فرمایا۔^(۲)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهُ وَاَسْتَعِيْنُهُ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلَى مَا دَعٰنِىَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَسْتَعِيْنُهُ وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اَجَبْتُ اِلَى مَا دَعٰنِىَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

اس کے بعد نجاشی نے دیناروں کو خالد بن سعید کے سپرد کیا انہوں نے انہیں لے لیا اس کے بعد چاہا کہ کھڑے ہو جائیں نجاشی نے کہا بیٹھو اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے کہ مجلس نکاح میں کھانا کھلایا جائے اس کے بعد نجاشی نے کھانا منگایا اور سب نے کھایا اور رخصت ہو گئے اور ابوسفیان، سیدہ ام حبیبہ کے باپ، ان کے نکاح کے وقت مکہ مکرمہ میں مشرک اور رسول اللہ ﷺ سے محارب تھا اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ ابوسفیان کے ساتھ وہ سلوک مشہور ہے جب کہ حالت کفر میں صلح حدیبیہ کے بعد تجدید صلح کے لیے یہ مدینہ طیبہ میں آیا تھا اور سیدہ ام حبیبہ کے پاس پہنچ کر اس نے یہ چاہا کہ حضور ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھے سیدہ ام حبیبہ نے جائز نہ جانا اور فرمایا کہ یہ بستر طاہر و مطہر ہے اور تم نجاستِ مشرک سے آلودہ ہو۔^(۳)

اہل تفسیر کا بیان ہے کہ جب سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کا وقت آیا تو انہوں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے ان امور میں معاف کر دو جو ایک شوہر کی بیویوں کے درمیان ہو جاتے ہیں اس نوع سے جو کچھ میری جانب سے تمہارے متعلق

واقع ہوا ہو معاف کرو انہوں نے کہا حق تعالیٰ تمہارے بوجھ کو بخشے اور معاف فرمائے ہم بھی معاف کرتی ہیں ام المؤمنین سیدہ سیدہ ام حبیبہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے تم نے مجھ کو خوش کر دیا۔ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پاکیزہ ذات، حمید صفات، جواد اور عالی ہمت تھیں ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ۳۰ھ یا ۳۴ھ میں بقول صحیح واقع ہوا۔ ایک قول میں ہے کہ ملک شام میں ہوا کتب متداولہ میں پیشہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں ان میں سے دو متفق علیہ ہیں ایک تمہا مسلم میں ہے باقی حدیثیں دیگر کتابوں میں مروی ہیں۔^(۱)

۱۰۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حجاب بن اخطب بن اسرائیل سے سبط ہارون بن عمران قبیلہ بنی نضیر سے ہیں۔ پہلے وہ سلام بن مسلم کی زوجیت میں تھیں جب ان میں جدائی ہو گئی تو پھر کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق کی زوجیت میں آ گئیں کنانہ غزوہ خیبر میں قتل ہو گیا اس کے بعد جب فتح خیبر میں حضرت سیدہ صفیہ اسیران جنگ کے ساتھ قبضہ میں آئیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو خاص فرمایا اور آزاد کر کے حبالہ عقد میں لے آئے۔ اہل تفسیر کا بیان ہے کہ جب حضرت سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بارگاہ رسالت میں لایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا انہیں خیمہ میں لے جاؤ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیمہ میں تشریف لائے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریف لاتے دیکھا تو وہ کھڑی ہو گئیں اور وہ بستر مبارک جو طے کیے ہوا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بچھایا اور خود زمین پر بیٹھ گئیں (مدارج النبوة) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے صفیہ تیرے باپ نے ہمیشہ میرے ساتھ دشمنی وعداوت رکھی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اسے مروادیا انہوں نے عرض کیا حق تعالیٰ کسی بندے کے گناہ کے بدلے میں کسی دوسرے کو نہیں پکڑتا حضور علیہ السلام نے انہیں اس کا اختیار دیا کہ چاہے تو آزاد ہو کر اپنی قوم کے ساتھ مل جاؤ یا اسلام لے آئے اور حضور علیہ السلام کے حبالہ عقد میں آ کر سرفرازی پائے۔ حضرت سیدہ صفیہ بڑی حلیمہ، عاقلہ تھیں عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ! میں اسلام کی آرزو رکھتی تھی اور میں نے آپ کی تصدیق آپ کی دعوت سے پہلے کی ہے اب جب کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار گہر بار میں حاضر ہونے کا شرف پایا ہے تو مجھے کفر و اسلام کے درمیان اختیار دیا جاتا ہے خدا کی قسم خدا اور اس کا رسول مجھے اپنی آزادی اور اپنی قوم کے ساتھ ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کا مقصد ان کے حال کا امتحان اور اختیار عقل اور اس کا صدق طلب مقصود ہو نہ کہ حقیقتاً کفر و اسلام کے درمیان اختیار دینا ہو اس کے بعد حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور عقد فرمایا اور ان کی صداقت کو ان کی آزادی کا سبب بنایا جب حضور اقدس ﷺ نے کوچ فرمایا اور حضور علیہ السلام کی سواری لائی گئی تاکہ حضور علیہ السلام اس پر سوار ہوں تو حضور علیہ السلام نے پائے مبارک راہلہ پر رکھا تاکہ سیدہ صفیہ اپنے پاؤں کو حضور علیہ السلام کی ران پر رکھ کر سوار ہو جائیں سیدہ صفیہ نے ادب ملحوظ رکھا اور وہ اپنے زانو کو حضور علیہ السلام کے ران پر رکھ کر سوار ہو گئیں حضور علیہ السلام نے ان کو اپنا ردیف بنایا اور پردہ باندھا اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اونٹ نے ٹھوکر کھائی اور حضور علیہ السلام اور سیدہ صفیہ دونوں زمین پر آ رہے لیکن کسی ایک کی نظر نہ پڑی اس کے بعد کھڑے ہو گئے۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدہ فاطمہؓ سے زفاف فرمایا تو صحابہ عظام سے فرمایا جس کے پاس جو توشہ ہوا لائے پھر سب نے حسیں تیار کیا اور حضور اقدس ﷺ کی برکت اور آپ کے اعجاز سے تمام لوگ شکم سیر ہو گئے حضرت سیدہ صفیہؓ کا ولیمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک بڑی عزت و شان والا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ساتھ بڑی عنایت اور کرم گستری فرماتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ان پر رشک کرتی تھیں منقول ہے کہ ایک دن سیدہ صدیقہؓ نے حضور علیہ السلام سے سیدہ صفیہؓ کی کچھ شکایت کی اور کہا آپ کو تو صفیہؓ ہی کافی ہیں حالانکہ وہ ایسی ہیں۔ مطلب یہ کہ پست قد و قامت رکھتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عائشہ تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے دریا میں ڈالیں تو اس کا رنگ اور ذائقہ بدل جائے۔ مروی ہے کہ حضور ﷺ سیدہ صفیہؓ کی باری کے دن ان کے پاس تشریف لائے آپ نے دیکھا کہ وہ رورہی ہیں آپ نے رونے کا سبب پوچھا کہ کیا ہوا؟ عرض کیا میرے پاس حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ آ کر مجھے ایذا دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم صفیہؓ سے بہتر ہیں کیونکہ ہمیں نبی کریم ﷺ کے نسب مبارک کی شرافت حاصل ہے حضور مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا تم نے کیوں نہ کہا کہ تم مجھ سے کیونکر بہتر ہو حالانکہ میرے باپ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ بھی ان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضور نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ سفر میں ہمراہ تھیں حضرت صفیہؓ کا اونٹ چلنے سے رہ گیا حضرت زینب کے پاس ایک اونٹ زیادہ تھا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ زینب صفیہؓ کا اونٹ تھک گیا ہے اسے اونٹ دے دو تاکہ وہ منزل تک پہنچ جائیں۔ حضرت زینب نے عرض کیا میں اس یہودیہ کو کوئی چیز نہ دوں گی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان پر غصہ فرمایا اور دو تین ماہ تک ان سے ترک تعلق رکھا اور اتنے عرصہ تک ان کے پاس بھی نہ گئے امہات المؤمنین کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کی سیاست و تادیب ایسی تھی اگرچہ بعض کے ساتھ زیادہ محبت رکھتے تھے لیکن حق میں کسی کی رعایت نہ فرماتے تھے منقول ہے کہ جب حضرت سیدہ صفیہؓ رضی اللہ عنہا نے منورہ پہنچیں انصار کی عورتوں نے ان کے حسن و جمال کا پہلے ہی شہرہ سن رکھا تھا ان کو دیکھنے کے لیے وہ سب جمع ہو گئیں حضرت عائشہؓ بھی نقاب اوڑھے چادر لپیٹے اس لیے کہ انہیں کوئی نہ پہچانے ان کے درمیان آئیں تاکہ وہ بھی حضرت صفیہؓ کو دیکھیں رسول اللہ ﷺ نے ان کو پہچان لیا جب وہ باہر نکلیں تو آپ ان کے پیچھے تشریف لے گئے اور چادر ہٹا کر فرمایا اے عائشہ تم نے صفیہؓ کو دیکھا انہوں نے جواب میں عرض کیا ایک یہودیہ عورتوں کے درمیان بیٹھی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تم ایسا کہہ رہی ہو حالانکہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ منقول ہے کہ حضور سید عالم ﷺ کے زمانہ علالت میں تمام امہات المؤمنین مجتمع تھیں سیدہ صفیہؓ نے عرض کیا حضور! خدا کی قسم میں اس بات کو محبوب رکھتی ہوں کہ آپ کا مرض مجھے لگ جائے اور آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو اس پر تمام ازواجِ مطہرات نے غمزہ کیا۔ آپ کو جب معلوم ہوا کہ سیدہ صفیہؓ کی اس بات پر ازواج نے غمزہ کیا ہے یعنی ان کے اس ہمدردانہ اظہار پر ازواجِ مطہرات نے ناخوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم میری صفیہؓ اپنے دعویٰ میں صادق ہے ام المؤمنین سیدہ کا انتقال ۳۹ھ میں واقع ہوا ایک قول یہ ہے کہ ۵۲ھ میں اور نماز جنازہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پڑھائی ان سے دس حدیثیں مروی ہیں ان میں سے ایک متفق علیہ اور باقی دیگر کتابوں میں ہیں۔^(۱)

۱۱۔ ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث عامریہ ہلالیہ ہیں ان کی والدہ ہند بنت عوف قبیلہ حمیر سے تھیں اور ایک قول یہ ہے کہ قبیلہ کنانہ سے تھیں حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی برہ تھا حضور اقدس علیہ السلام نے ان کا نام تبدیل فرمایا کریم بن معنی برکت سے ماخوذ میمونہ رکھا۔ حضرت سیدہ میمونہ کی والدہ ہند ایسے داماد رکھتی ہیں جو کسی عورت کو میسر نہیں اس لیے کہ ایک داماد تو رسول اللہ ﷺ اور دوسرے داماد جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہیں کیونکہ حضرت میمونہ کی بہن کا نام ام الفضل تھا حضرت عباس کی زوجیت میں تھیں ہند کا حضرت میمونہ کے والد حارث کے سوا پہلے ایک اور شوہر تھا جس کا نام عیسٰی بخشی تھا اس سے بھی دو لڑکیاں تھیں ایک اسماء بنت عمیس جو صاحبہ حسن و جمال تھیں اور وہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب کی زوجیت میں تھیں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں آئیں اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجیت میں آئیں۔ حضرت اسماء کے اپنے تمام شوہروں سے اولاد تھی حضرت جعفر سے عبداللہ بن جعفر حضرت ابو بکر سے حضرت محمد بن ابی بکر اور حضرت علی المرتضیٰ سے حضرت عون بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے حضرت اسماء کی دوسری بہن حضرت زینب بنت عمیس ہیں جو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔

اور عمارہ بنت حمزہ انہیں سے پیدا ہوئی تھیں جن کی پرورش اور حفاظت کا حق حضرت جعفر کے سپرد ہوا کیونکہ ان کی خالہ اسماء بنت عمیس حضرت جعفر کی زوجیت میں تھیں۔ ایک اور بہن تھی جس کا نام سلمیٰ بنت عمیس تھا جو شداد بن الہاد کی زوجیت میں تھیں۔ یہ تمام عورتیں حسن و جمال والی تھیں یہ جماعت ہند حضرت ام میمونہ کے دامادوں کی ہے یہ چار بہنیں تھیں ان کے داماد چھ ہوئے ولید بن مغیرہ جو کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا باپ تھا وہ بھی ان کا داماد تھا اس کو شمار نہیں کرتے کیونکہ وہ مشرک تھا اور حضرت خالد کی والدہ کا نام لبابہ بنت الحارث بہن میمونہ بنت الحارث زوجہ نبی کریم علیہ السلام تھیں اور اس کو لبابہ بے صغریٰ کہتے ہیں اور حضرت ام الفضل کی بیٹی کا نام بھی لبابہ ہے ان کو لبابہ الکبریٰ کہتے ہیں حضرت سیدہ میمونہ زمانہ جاہلیت میں مسعود بن عمر ثقفی کی زوجیت میں تھیں باہمی اتفاق ہونے سے جدائی ہو گئی اس کے بعد ابوذر ہم یا کسی اور کی زوجیت میں آئیں اس میں اختلاف ہے اس کے بعد حضور علیہ السلام نے انہیں پیام دیا اور ماہ ذیقعد ۷ھ میں عمرہ قضاء میں نکاح فرمایا۔ عجیب اتفاق یہ ہے کہ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا نکاح زفاف اور ان کا انتقال ایک ہی موضع میں واقع ہوا جسے کہتے ہیں۔ یہ مکہ مکرمہ سے دو میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں ان کا مقبرہ تعمیر تھا معلوم نہیں کہ مقبرہ شہید نہ کر دیا گیا ہو نکاح کے بارے دور وایتیں ہیں وہ یہ کہ حضرت میمونہ سے نکاح کے وقت حضور علیہ السلام احرام سے تھے یا بغیر احرام کے تھے۔ اسی بناء پر علماء میں نکاح محرم کے بارے میں اختلاف ہے اور ہمارے مذہب میں جائز ہے اور دونوں روایتوں میں کسی ایک کی ترجیح اور اس کلام کی تحقیق اصول فقہ میں مذکور ہے۔ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میری باری کی ایک رات تھی حضور ﷺ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے میں نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام تشریف لائے اور دروازہ کھٹکھٹایا میں نے نہ کھولا حضور سید عالم ﷺ نے مجھے قسم دے کر فرمایا کہ دروازہ کھولو۔ میں نے عرض کیا میری باری کی رات دوسری ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے ہیں آپ نے فرمایا ایسا نہیں بلکہ میں قضائے حاجت کے لیے گیا تھا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم اور اس کی رعایت رسول اللہ ﷺ پر واجب تھی کیونکہ حضرت نے انہیں طلب فرمایا تھا اور وہ رنجیدہ تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عذر خواہی فرمانا جیسا کہ مذہب شافعی میں مشہور ہے اور مذہب حنفیہ

یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کا قسم کی رعایت فرمانا بر سبیل کرم و تفضل تھا اور اس میں اتنی رعایت و کرم فرماتے کہ گویا واجب ہے۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ میمونہ ایسی زوجہ مطہرہ ہیں کہ جنہوں نے اپنے آپ کو حضور نبی کریم ﷺ پر بخش دیا تھا حضور اقدس علیہ السلام کا پیام ان کو پہنچا تھا منقول ہے کہ وہ اونٹ پر سوار تھیں سیدہ نے سنتے ہی فرمایا اونٹ اور جو کچھ اونٹ پر ہے سب کچھ خدا اور اس کے رسول کا ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: **وَأَمَّا أَكُومُومِنَةٌ إِنْ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرْضَ لَكَ مِنْ حُونَ الْمُؤْمِنِينَ** ایک قول یہ ہے کہ وہ زوجہ مطہرہ جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر ہبہ کیا۔ سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا ہیں۔ پوشیدہ نہ رہے کہ ان کے نکاح کو حق تعالیٰ کا آسان پر منعقد فرمانا ان کے اپنے آپ کو ہبہ کرنے کا سبب بنی تھا۔ اور ظاہر ہے کہ ہبہ سے مراد مہر کا لازم نہ ہونا ہے یہ بات اس قول میں ہے جو حضرت سیدہ زینب بنت خزیمہ کے بارے میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ بنی عامر کی ایک اور عورت تھی جو ام شریک قرشیہ عامر یہ تھی اور اس کا نام غزیہ بنت جابر بن عوف بن عامر بن لوی تھا اور بعض نے کہا کہ بنت داؤد بنت عوف تھیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے سوا اور کئی عورتیں ہیں جنہوں نے خود کو حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہبہ کیا مگر حضور علیہ السلام نے ان کو قبول نہ فرمایا اور نہ نکاح میں لائے۔ حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مشہور تر قول کے بموجب ۱۵ھ ہے اور بعض کا قول ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے دور میں انتقال ہوا اور یہ سیدہ میمونہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری زوجہ مبارک ہیں ان کے بعد آپ نے کسی سے نکاح نہ فرمایا ان کی نماز جنازہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کے بھانجے نے پڑھائی اور دیگر بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ (۱)

مصطفیٰ ﷺ کی باندیاں

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باندیاں چار تھیں۔ ایک حضرت سیدہ ماریہ رضی اللہ عنہا بنت شمعون قبطیہ ہیں۔ جنہیں مقوقش قبطی حاکم مصر والی اسکندریہ نے حضور مصطفیٰ ﷺ کے لیے تحائف کے ساتھ بھیجا تھا اور یہ سفید جلد صاحب جمال تھیں یہ مشرف بہ اسلام ہوئیں حضور اقدس علیہ صلوٰۃ والسلام نے اس کے ساتھ ملک یمن کے تحت تصرف فرمایا ان کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے چنانچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان پر رشک کرتی تھیں اور حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرزند سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں سے پیدا ہوئے تھے۔ نیز عوالیٰ مدینہ میں ان کے لیے مکان بنایا تھا جسے آج بھی مشربہ ام ابراہیم صلوٰۃ اللہ وسلم علیہما کہتے ہیں حضور اقدس علیہ السلام وہاں تشریف لاتے تھے۔ بقیہ احوال ۱۶ھ میں بعد از فتح حدیبیہ مکاتیب بھیجنے کے ضمن میں مذکور ہو چکے ہیں دوسری جاریہ ریحانہ بنت زید بن عمرو ہیں بعض کہتے ہیں کہ شمعون کی بیٹی ہیں یہ بنی نضیر کی باندیوں میں سے ہیں ایک قول سے بنی قریظہ سے ہیں پہلا قول اظہر ہے حضور علیہ السلام نے ملک یمن کے طور انہیں شرف صحبت سے نوازا بعض کہتے ہیں کہ آ زاد کر کے ہجرت کے سال ہشتم میں نکاح فرمایا و اقدی نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور ابن عبد اللہ وغیرہ پہلے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کا انتقال حضور اقدس علیہ السلام کی رحلت سے قبل حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت ہوا۔ اور بقیع مدینہ منورہ میں مدفون ہوئیں۔

تیسری جاریہ حبیلہ تھیں جو قیدیوں میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوئی تھیں۔ چوتھی وہ باندی تھیں جنہیں سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (۲)

مطلقات النبی ﷺ

ایک جماعت عورتوں کی وہ بھی ہے جن کی تعداد بیس یا اس سے زیادہ ہے جن میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کچھ سے نکاح تو فرمایا مگر زفاف نہ فرمایا اور ان میں بعض وہ ہیں جن سے زفاف بھی ہوا لیکن اختیار دیئے جانے کے وقت آیت کریمہ: لَا يَكُنَّ النَّبِيُّ قُلٌّ لَا رَؤَاكُ إِنَّ كُنْتَنَ تَرُدْنَ الْحَيَوةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنْتَهَا اے نبی ﷺ اپنی بیویوں سے فرما دو کہ اگر تم دنیاوی عیش و عشرت چاہتی ہو تو..... کے ماتحت یا کہ وہ حوالہ عقد سے نکل گئیں۔ علمائے تفسیر نے ان سب کو علیحدہ رکھا ہے اور بعض نے مقام استیفاء میں بیان کیا ہے۔ ان میں سے جن کا واقعہ نادر ہے اور اس میں عجیب نکتہ ہے جو مفید اور نافع ہے بیان کیا جاتا ہے جن کا اس بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق ہے۔

ان عورتوں میں سے ایک عورت کی بیٹی کلابیہ تھی جس نے دنیا کو اختیار کیا تھا آخر کار اس کا حال اس حد تک پہنچا کہ بھجوروں کی گھٹلیاں اور ایک روایت میں ہے کہ میٹگنیاں چنی تھی ایک شخص نے اسے پوچھا تو کون ہے اس نے سر اٹھا کر کہا اَنَا شَقِيَّةُ الْاُتْبَى أَخَوْتُ الدُّنْيَا عَلَى اللّٰهِ وَرَسُولِهِ میں وہ بد بخت عورت ہوں جس نے اللہ اور اس کے رسول پر دنیا کو اختیار کیا تھا۔ دوسری عورت اسماء کندیہ ہے جسے جامع الاصول میں جریبیہ کہتے ہیں اور مواہب میں اسماء بنت العمان بن ابی الجون الکندیہ الجونیہ نام بتایا گیا ہے اور کہا ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا البتہ ان کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ قتادہ اور ابو سعید فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنے قرب سے نوازا نا چاہا اور اس سے فرمایا کہ قریب آ تو اس عورت نے انکار کیا اور سرکشی کی اور بعض کہتے ہیں کہ اس عورت نے کہا میں آپ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو پناہ، تلاش کرتی ہے اور بہت بڑی پناہ مانگتی ہے بلاشتہ حق تعالیٰ نے تجھے پناہ دے دی اَلْحَقِّيْ بِأَهْلِكَ جاتا تو اپنے گھر والوں سے مل۔ یہ کلمہ ایسا ہے جو طلاق کی نیت سے بولا جاتا ہے جامع الاصول میں بنت الجون کے قصہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں جسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں بنت الجون حضور اقدس ﷺ کے پاس آئی اور اس نے کہا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ اس پر آپ نے فرمایا تو نے بہت بڑی پناہ تلاش کی ہے جا اپنے اہل کے ساتھ مل جا۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے نسائی میں اس طرح مروی ہے کہ مدینیہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو (الحديث) سیدہ صدیقہ سے اتنا ہی روایت کرتے ہیں کہ اس نے جو کہا مطلب یہ کہ کسی دوسرے نے اس کو نہیں سکھایا بلکہ اس نے اپنی طرف سے کہا اور کسی دوسرے کو کیا ضرورت تھی کہ وہ سکھائے اور حضرت عائشہ پر تو ایسا گمان ہی نہ کرنا چاہیے کہ انہوں نے اسے سکھایا ہو اور وہ اس قصہ میں داخل ہوں حسن ظن لازم ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک اور عورت شراف بنت خلفہ کلابیہ تھی جو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں حضور اقدس علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمایا اور وہ دخول سے پہلے انتقال کر گئیں۔ ایک اور عورت لیلٰ بنت الحظیم، قیس کی بہن تھی حضور اقدس علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمایا یہ بڑی غیور عورت تھی پھر اس نے حضور علیہ السلام سے اقالہ یعنی فسخ نکاح چاہا حضور علیہ السلام نے اسے اقالہ کیا اس کے بعد اسے بھیڑیے نے کھالیا بعض کہتے ہیں یہی وہ عورت ہے جس نے اپنے آپ کو ہبہ کیا اہل تفسیر کہتے ہیں کہ ایک دن حضور علیہ السلام کی پشت مبارک کی طرف سے آئی اور آپ کی پشت مبارک پر ایک مکہ مارا۔ حضور علیہ السلام نے کہا۔ ”کون ہے یہ“ اکلۃ الذئب“ یعنی

جسے بھیڑیا کھائے گا اس نے کہا میں خطیم کی بیٹی ہوں اور پھر اپنے باپ کی تعریفیں کرنے لگی اس نے کہا میں آئی ہوں تاکہ اپنے نفس کو آپ پر بہہ کروں حضور علیہ السلام نے فرمایا میں تجھے اپنی زوجیت کے لیے پسند کرتا ہوں لیکن اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف گئی اور ان کو اس سے باخبر کیا قبیلہ کے لوگوں نے کہا تو نے برا کیا تو ایک غیور عورت ہے اور وہ بہت سی بیبیاں رکھتے ہیں تو غیرت میں جلتی رہے گی اور باتیں کرے گی اور وہ تجھ پر غضب فرمائیں گے اور دعائے بد کریں گے ان کی دعا قبول و مستجاب ہے جا اور فسخ نکاح کا مطالبہ کر پھر وہ حضور علیہ السلام کے پاس آئی اور فسخ نکاح کا مطالبہ کیا حضور علیہ السلام نے نکاح فسخ فرمایا اس عورت نے دوسرا شوہر کر لیا اور اس سے کئی بچے پیدا ہوئے ایک دن مدینہ طیبہ کے کسی باغ میں نہا رہی تھی کہ اچانک اس پر بھیڑیے نے جست کی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

ایک اور عورت سنایا سباینت اسماء تھی اہل تفسیر کہتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے اسے پیام دیا تو وہ اس خبر کے سنتے ہی خوشی سے مر گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ سلیم کا ایک شخص حضور اقدس علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک لڑکی ہے جو بڑی حسین و جمیل ہے آپ کے سواء کسی اور کے لیے مناسب نہیں ہے۔ آپ نے اس کی خواستگاری فرمائی یا خواستگاری کا قصد فرمایا اس شخص نے لڑکی کی تعریف کے قصد سے کہا وہ ایک اور صفت بھی رکھتی ہے کہ وہ نہ تو کبھی بیمار ہوئی اور نہ کوئی اسے تکلیف پہنچی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمیں تیری لڑکی کی ضرورت نہیں ہے۔ ولا جسد لا یعال منہ لا خیر فی جال یزاء منہ۔

ایک اور عورت قبیلہ عمر بن عوف بن سعد کی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے باپ کو پیام بھیجا اس نے کہا یہ لڑکی برص رکھتی ہے۔ یہ بات اس نے جھوٹ کہی تھی تاکہ اسے پیش نہ کرنا پڑے جب وہ گھر لوٹ کر آیا تو وہ لڑکی برص میں مبتلا ہو چکی تھی اہل تفسیر کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اسے اپنے بھتیجے سے بیاہ دیا جس کا نام شیب تھا۔ ایک اور عورت امامہ بنت حزمہ بن عبدالمطلب پیش کی گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ میری رضائی بھائی کی بیٹی ہے کہ ابولہب کی باندی ثویبہ نے ان کو دودھ پلایا تھا۔ ایک اور عورت غزوہ بنت ابوسفیان جو سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں پیش کی گئی حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں کیونکہ اس کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا میرے نکاح میں موجود ہے۔ یہ چند عورتیں ہیں جن سے قبل از نکاح یا بعد از نکاح اور قبل از دخول مفارقت واقع ہوئی تفسیر کی کتابوں میں اس سے بھی زیادہ صحیح بیان کیا گیا ہے۔ ان اختلافات کے ساتھ جو ان ناموں میں واقع ہیں۔

انہیں عورت میں سے کچھ وہ ہیں جن کو پیام نکاح دیا لیکن نکاح واقع نہ ہوا۔ ام ہانی بنت ابی طالب جن کا نام فاختہ ہے بعض عاتکہ بتاتے ہی اور بعض ہند۔ پہلا قول زیادہ مشہور اور صحیح ہے اس پر حضور اقدس ﷺ نے ابوطالب سے فرمایا اے میرے چچا اپنی بیٹی ہمیرہ بن وہب کو دے دی اور مجھے نہ دی۔ ابوطالب نے عرض کیا اے میرے بھتیجے ان کے ساتھ میری مصاہرت سسرالی رشتہ ہے میں نے ان سے بیٹی مانگی تھی۔ بطریقہ کرم میں نے اسی میں دیکھا کہ میں ان کا بدلہ اتار دوں اس کے بعد ام ہانی کے ہاں ہمیرہ سے جعدہ، عمرو، یوسف اور ہانی پیدا ہوئے۔ اسی ہانی کی وجہ سے ان کی کنیت مشہور ہوئی اس کے بعد ام ہانی مسلمان ہو گئیں اور ان کا اسلام لانا عام الفتح میں تھا پھر ان کے اور ہمیرہ کے درمیان اسلام نے جدائی ڈال دی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کو پیام بھیجا اس پر ام ہانی نے کہا خدا کی قسم میں آپ کو زمانہ جاہلیت میں بھی پسند کرتی تھی اب جب کہ

میں اسلام سے بھی محبت رکھتی ہوں آپ کو کیسے پسند نہ کروں بلاشبہ آپ میری آنکھ اور کان سے زیادہ محبوب ہیں لیکن میں ایک ایسی عورت ہوں جو کوئی یتیم بچے رکھتی ہوں اور میں ڈرتی ہوں کہ اگر میں ان بچوں کی دیکھ بھال میں مشغول ہوئی تو آپ کا حق بجا نہ لاسکوں گی۔ اور جیسا کہ آپ کا حق آپ کی خدمت فرض ہے اس کے بجالانے میں مشغول ہوئی تو بچوں کی دیکھ بھال نہ کرسکوں گی اور یہ ضائع ہو جائیں گے اور میں شرم کرتی ہوں کہ آپ بستر پر تشریف لائیں تو میرے پاس ایک بچے کو لیٹا پائیں اور دوسرے بچے کو دودھ پیتا دیکھیں اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ عورتیں بہتر ہیں جو اونٹوں کو سوار کرتی ہیں مطلب یہ کہ عرب کی عورتیں اور قریش کی عورتیں اپنی اولاد پر زیادہ مائل و مہربان اور دل میں اپنے شوہر کی زیادہ امانت دار اور دیکھ بھال کرنے والی ہیں تفسیر میں مرقوم ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا آفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمَتِكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكِ وَبَنَاتِ خَالَتِكَ الَّتِي هَاجَزْنَ مَعَكَ.

تو ام ہانی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے پیام بھیجا میں نے معذرت خواہی کی اور آپ نے مجھے معذور رکھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی راویت کیا ہے اس کو ان سے حضرت علی اور حضرت ابن عباس اور ابن ابی لیلیٰ، عکرمہ، شعبی عطا ان کے مولی ابوصالح ان کے بیٹے جعدہ اس کے پوتے ابن جعدہ اور دیگر حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اور وہ بعد میں ۵۵ھ تک زندہ رہیں ان کے گھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاشت کی نماز پڑھی صلوٰۃ الضحیٰ کے باب میں ان کی حدیث اصل ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

باب ۳:

ابناء الکرام مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

جاننا چاہئے کہ حضور مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی اولادِ کرام صلوات اللہ و سلام علیہم اجمعین جن پر تمام کا اتفاق بیان کیا گیا ہے وہ سات رسول زادے ہیں۔ تین فرزند ہیں، حضرت سیدنا قاسم، حضرت سیدنا عبد اللہ، حضرت سیدنا ابراہیم، اور چار صاحبزادیاں ہیں: سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ یہ تمام اولادِ کرام بجز حضرت سیدنا ابراہیم کے سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے متولد ہوئے (۱)

حضرت سیدنا قاسم بن مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے فرزند حضرت سیدنا قاسم ہیں جو قبل اظہار نبوت متولد ہوئے اور انہی سے حضور علیہ السلام کی کنیت ابوالقاسم مشہور ہوئی۔ یہ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سواری پر سوار ہونے کی عمر تک حیات رہے اور بعض کہتے ہیں کہ دو سال کی عمر تک ظاہری دنیا میں رہے۔ اہل تفسیر کا بیان ہے کہ یہی درست ہے کہ ان کا انتقال بھی قبل از اظہار نبوت ہوا مستدرک میں ایک روایت میں ہے کہ یہ عہد اسلام میں انتقال کر گئے اور یہ پہلے فرزند ہیں جنہوں نے اولادِ کرام میں سب سے پہلے انتقال فرمایا۔ روایات میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص میرے نام اقدس اور کنیت کو اپنے لیے جمع نہ کرے یعنی ابوالقاسم محمد نہ کہلائے۔ (۲)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضرت سیدنا عبد اللہ حضور علیہ السلام کے دوسرے فرزند ہیں ان کا لقب طیب و طاہر ہے طیب آپ کی جانب سے اور طاہر سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے تھا مکہ معظمہ میں بعد ظہور اسلام عالم وجود میں تشریف لائے اور مکہ معظمہ میں ہی عہد طفولیت میں وصال فرمایا۔ جب عاص بن وائل سہمی جو عمرو بن العاص کا باپ تھا کو حضرت عبد اللہ کے وصال کی خبر ملی اس سے پہلے حضرت قاسم ابن مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے انتقال کی خبر سن چکا تھا اس وقت اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرزند ان رحلت فرما گئے اور وہ ابتر (بے نسل) رہ گئے۔

(۱) مدارج النبوت، ج ۱، ص ۱۸۵ ج ۱۔

(۲) مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲۴۱ ج ۱۔ الارشاد، ج ۲، ص ۲۴۱ ج ۱۔ سیرت ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۰۶ ج ۱۔ ابن اثیر، ج ۱، ص ۱۳۰ ج ۱۔ ابن خلدون، ج ۲، ص ۸۰ ج ۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۳۳ ج ۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۲۹۳ ج ۱۔ زرقانی، ج ۳، ص ۱۹۲ ج ۱۔

ابتر کے لغوی معنی دم بریدہ، بے فرزند اور بے خبر ہونے کے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ شَيْئًا يَكُنْ هُوَ الْاَكْبَرُ^(۱)۔ بلاشبہ اسے محبوب! آپ کا دشمن اور آپ پر عیب کنندہ اور آپ کا بدگوئی ابتر ہے کیونکہ دنیا و آخرت میں کوئی اس کا نام نہ لے گا اور اگر کوئی اس کا نام بھی لے گا تو اس پر لعنت بھیجے گا اور آپ جیسے کو کوئی ابتر کہہ ہی نہیں سکتا کیونکہ دنیا و آخرت کی بھلائی آپ کو اس حد تک حاصل ہے جو محیط وصف و بیان سے باہر ہے اور سارا جہاں آپ کے اولاد فرزندوں سے بھر جائے گا اور وہ شرق و غرب ہر جگہ پھیلیں گے یہاں تک کہ روز قیامت ہزار ہا مسلمان آپ کی تمام معنوی اولاد کی زیارت اور ان کے عقب میں ہوں گے اور اللہ تعالیٰ نے صراحتاً اپنے محبوب علیہ السلام کو خیر دی۔

اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْنُوْٓ. ہم نے آپ کو بہت کثرت دی۔ کوفہ، فوعل کے وزن پر ہے جس میں کثرت و مبالغہ کے معنی ہیں اور تمام دنیا و آخرت کی بھلائیاں جن کی کنہ تک مخلوق کے علم کی رسائی نہیں ہو سکتی اور جو جس قدر بیان کرتا ہے وہ اس کے پہلو میں ایک مجمل حرف اور ایک دفتر اور اس سمندر کا قطرہ ہے۔ کوثر کی تعریف میں علماء کے اقوال و تاویلات بہت ہیں جس کسی نے نورِ باطن کا جتنا حصہ پایا اس نے بیان کر دیا^(۲)

نبوت، معجزات، شفاعت، معرفت، حضور اقدس علیہ السلام کی ذات بابرکات کے تمام برکات و کمالات اور قیامت تک کی کرامات سب اس لفظ کوثر میں داخل ہیں اور وہ حوضِ کوثر جس سے کوئی پیئے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا وہ بھی اس خیر کا ایک فرد ہے اور ان نابکاروں کو معلوم نہیں کہ زبور ۳۵-۱۷ میں اسی مالک کوثر و سلیمان علیہ السلام کی شاپے کہ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا۔ پس سارے لوگ ابدالاً باد تک تیری ہی ستائش کریں گے۔ (زبور ۲۷-۱۷) اس کا نام ابد تک باقی رہے جب تک آفتاب رہے گا اسی کے نام کا چرچا رہے گا لوگ اسے اپنے تئیں مبارک کہیں گے ساری قومیں اسے مبارکباد کہہ دیں گی (زبور ۷۲-۱۵) میں ہے کہ حضور سیدالابرار کے حق میں سعد و عار ہے گی ہر روز اس کی مبارک باد ہوگی انہی بشارات صحف سابقہ اور اعلان قرآن میں ان کا اثر ہے کہ ان کافروں کا نام بھی کوئی نہیں لیتا جن کو اپنی کثرت اولاد کا غرور تھا بلکہ ان کی نسل کا کوئی بچہ بھی اپنی نسبت وہاں تک نہیں پہنچا سکتا لیکن صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر خیر اور اہم ہمایوں آذان و تکبیر و تشہد و صلوة و درود و کلمہ طیب میں زبانوں پر جاری اور دلوں پر حاوی ہے۔ وَلَآ اُخِرَ فَعَيَّرَكَ مِنْ الْاَوَّلٰی^(۳)

حضرت سیدنا ابراہیم بن مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آخری فرزند حضرت سیدنا ابراہیم ہیں مدینہ طیبہ میں ماہ ذی الحجہ ۸ھ میں متولد ہوئے ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہیں بطور ہدیہ متوش بادشاہ اسکندریہ نے دیگر ہدایا کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں بھیجا تھا اور سلمی زوجہ حضرت ابورافع مولیٰ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ان کی قابلہ یعنی داعیہ تھیں اور سلمیٰ نے اپنے شوہر ابورافع کو خبر دی کہ سیدہ ماریہ قبطیہ کے ہاں فرزند ہوئے ہیں اور حضرت ابورافع نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی حضور علیہ السلام کو جب اپنے اس فرزند کے تولد کی خبر ہوئی تو آپ نے ان کو اس خوشی میں آزاد کر دیا۔^(۴)

اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضور علیہ السلام کو ابوالبراہیم کی کنیت سے مخاطب کیا تو آپ بے حد مسرور اور خوش ہوئے اور دو بھٹیروں کا عقیقہ فرمایا اور ان کے سر کو منڈوا کر بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے مسکینوں پر صدقہ فرمایا اور ان کا نام اپنے جد امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر رکھا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج رات ایک فرزند پیدا ہوا ہے میں نے پہلے ہی دن اس کا نام ابراہیم رکھ دیا ہے^(۱) اس کے بعد ام یوسف بردہ بنت السند نے جو براہ بن اوس الانصاری کی زوجہ ہیں جن کی کنیت ابوسمین تھی لقب قین تھا یعنی لوہار کیونکہ وہ لوہاری پیشہ کرتے تھے اس لیے ان کے گھر دھواں بھی ہوتا تھا جنت البقیع مدینہ سے یہ گھر تقریباً آدھ میل کے فاصلہ پر ہے ان کو دودھ پلانے پر مقرر فرمایا اس دودھ پلانے والی کو حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا^(۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو اپنے عیال پر رسول خدا ﷺ سے زیادہ مہربانی فرماتے نہ دیکھا اور حضرت ابراہیم مدینہ طیبہ کے عوالی میں دودھ پیتے تھے پھر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تشریف لے جاتے تو ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوتے تھے اور حضور علیہ السلام کے ساتھ گھر میں داخل ہو جاتے تو آپ حضرت ابراہیم کو اپنی آغوش مبارک میں لیتے اور انہیں پیار فرماتے اور عوالی مدینہ میں ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک گھر بنوایا تھا اور اس جگہ کو موضع مشربۃ ام ابراہیم کہتے ہیں جو بابرکت زیارت گاہ ہے عوالی جمع ہے عالیہ بمعنی بلند جگہ عوالی مدینہ منورہ سے مدینہ طیبہ کے آس پاس کے وہ مقامات مراد ہیں جو مدینہ طیبہ سے ملحق ہیں چونکہ وہ زمین مدینہ سے قدرے بلند ہے اس لیے انہیں عوالی کہتے ہیں مسجد قباصجد بنی قریظہ اس عوالی میں واقع ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع ملی کہ حضرت ابراہیم آپ کے لاڈلے فرزند نزع کے عالم میں ہیں حضرت عبدالرحمن بن عوف حضور علیہ السلام کے پاس موجود تھے آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ہمراہ لے کر سیدہ ماریہ کے گھر تشریف لائے اور حضرت ابراہیم کے سر ہانے کھڑے ہوئے اور دیکھا کہ میرے فرزند جاکنی میں ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اٹھالیا اور اپنی آغوش اقدس میں لٹالیا اور پیار کیا جب ان کو سانس چھوڑتے دیکھ رہے تھے تو چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا: اے ابراہیم ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے۔ اس کے سوا کوئی بات نہ فرمائی جس سے خدا سے ناراضگی ظاہر ہوتی ہو۔

اے ابراہیم ہم جانتے ہیں موت تو آ کر حق ہے اور وعدہ صدق ہے ہم جانتے ہیں پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں سے جا ملیں گے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ابراہیم کا الم اس سے بھی زیادہ کرتے آنکھ میں نم ہے۔ دل میں غم مگر ہم کوئی ایسی بات نہیں کہیں گے جو اللہ کو ناپسند ہو۔

لَوْلَا أَنَّهُ أَمَرَ حَقٌّ وَعَدَ صِدْقٌ وَأَنَّ إِخْرَاسًا سَيُلْحَقُ أَوْلَئِكَ
لَحَزَنًا عَلَيْكَ حَزَنًا هُوَ أَشَدُّ مِنْ هَذَا وَأَكْبَرُ يَا أَبَراهِيمُ
لَمَحْزُونُونَ تَبْكِي الْعَيْنُ وَتَحْزُنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَا
يَسَعُطُ^(۳)

پھر فرمایا:

يَا اِبْرَاهِيْمُ لَا تُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا^(۱) اے ابراہیم! ہم حکم الہی کے آگے کچھ نہیں کر سکتے۔

حضرت ابراہیمؑ آغوشِ نبوت میں سانس چھوڑ رہے تھے اور حضورؐ رو رہے تھے ابھی ایامِ رضاعت باقی تھے کہ حورانِ فردوس کی پھاتیوں کا شیر پینے کو خلد بریں سدھارے^(۲) بعض نے کہا کہ بوقتِ وصال حضرت ابراہیمؑ کی عمر مبارک ایک سال دو مہینہ اور چھ دن تھی اور بعض نے تقریباً بیڑہ سال بتائی ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَدْ كَانَ مَلَأَ مَهْدَهُ وَلَوْ بَقِيَ لَكَانَ نَبِيًّا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ يَبْقَى لِأَنَّ نَبِيَّكُمْ آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سیدنا ابراہیم سے پنگھوڑا بھرا بھرا نظر آتا تھا اگر وہ باقی رہتے تو
نبی ہوتے مگر ایسا کیسے ہو سکتا تھا جب کہ تمہارے نبی تمام انبیاء
علیہم السلام سے آخری نبی ہیں۔ (تاریخ ابن کثیر: ۵۰۹:۵)

حضرت ابی اوفی کا بیان ہے:

تَوَلَّى وَهُوَ صَغِيرٌ وَلَوْ قَلَّدَ أَنْ يَكُونَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَاشَ ابْنَهُ وَلَكِنَّهُ لَا يَكُنِي بَعْدَهُ
اور وہ چھوٹی سی عمر میں انتقال فرما گئے۔ اگر تقدیر الہی میں ہوتا کہ
آپ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ باقی ضرور رہتے لیکن حضور محمد رسول
اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں^(۳)

واضح رہنا چاہئے کہ اس حدیث میں ہے کہ اگر ابراہیمؑ باقی رہتے تو ضرور نبی ہوتے یہ حدیث تو کئی سندوں کے ساتھ موجود ہے لیکن اس پر بعض نے اختلاف کیا ہے اور اس پر اپنی دشواری اور اعتراض کیا ہے۔ اور وہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت نہیں ہے تو اس کا کیا مطلب؟ اگر ابراہیمؑ باقی رہتے تو نبی ہوتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ، صدقِ طرفین اور ان کے وجود کو مستلزم نہیں ہوتا جس طرح کہ کہتے ہیں کہ اگر عتقاء موجود ہوتا تو ایسا ایسا ہوتا اور اگر زید گدھا ہوتا تو ناھق ہوتا اسی طرح اگر زندہ ہوتے تو نبی ہوتے لیکن زندہ نہ رہے اور نبی نہ ہوئے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ مقصود حضرت ابراہیمؑ کی شان اور مدح و برتری اور ان کے استعداد کے کمال کا اظہار ہے کہ اگر وہ جیتے اور بابِ نبوت بند نہ ہوتا تو ان میں شانِ استعداد ایسی تھی جو دوسرے فرزندان میں نہ تھی۔

فَافْهَمَهُ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ عَلَى الْكَمَالِ^(۴)

وصالِ ابراہیم پر نبوت کی آنکھوں میں آنسو

حضرت ابراہیمؑ کے انتقال پر جب حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں اشکبار تھیں تو حضرت عبدالرحمن نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بھی روتے ہیں آپ نے تو میت پر رونے سے منع فرمایا ہے حضور مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا اے عوف کے فرزند جس حالت کا تم نے مشاہدہ کیا ہے یہ میت پر رحمت و شفقت کا اظہار ہے جو کہ اس کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور میں نے جو ممانعت فرمائی ہے وہ دو آوازوں کی بنا پر ہے ایک وہ آواز جو گانے، لہو و لعب اور شیطانی مزامیر سے ہو اور دوسری وہ آواز جو میت کے وقت ہو اور میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے، چہرہ پینے، کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے لیکن آنکھوں سے پانی جاری ہونا رحم و شفقت کی وجہ سے ہے اور جو رحمت و شفقت نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہ ہوگا^(۵)

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ کی چشم مبارک سے آنسو جاری ہوئے تو حضرت اسامہ نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اس سے منع فرمایا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے تو آپ کو بھی گریہ کننا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الْبُكَاءُ مِنَ الرَّحْمَةِ وَالْقَرَّاحُ مِنَ الشَّيْطَانِ

رونا رحمت ہے اور چیخنا چلانا شیطانی عمل ہے۔

معلوم ہوا کہ رونے میں رحمت خداوندی اور شفقت کا ذریعہ ہے۔ ہاں پیٹنا اور منہ نوچنے وغیرہ امور کی ممانعت کی گئی۔^(۱)

ابن رسول ﷺ کی نمازِ جنازہ اور تجہیز و تکفین

اہل تفسیر کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن رسول ﷺ کے وصال پر ان کی دایہ نے غسل دیا اور ایک قول میں یہ ہے کہ حضرت فضل بن عباس نے غسل دیا اور عبد الرحمن بن عوف نے پانی ڈالا اور حضور سید عالم ﷺ تشریف فرما تھے اس کے بعد حضرت ابراہیم کو چھوٹے تخت پر اٹھایا گیا اور صحیح یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی یہ جو ایک حدیث آتی ہے کہ ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھی گئی اس کی علماء نے کئی تاویلیں بیان کی ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ آپ پر نمازِ جنازہ پڑھی گئی حضرت ابراہیم بن رسول کو بتبع میں دفن کیا گیا اور فرمایا میں نے ان کو حضرت عثمان بن مظعون کے پاس دفن کیا اور ان کی قبر پر پانی چھڑکا اہل تفسیر کا بیان ہے کہ یہ پہلی قبر ہے جس پر پانی چھڑکا گیا جس طرح کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر پر نشان لگایا گیا چنانچہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفس نفیس پتھر اٹھا کر لائے اور ان کی قبر پر رکھا۔^(۲)

وصالِ ابنِ رسول پر سورج گرہن اور جنت میں ایامِ رضاعت

حضرت ابراہیم ابن رسول ﷺ کے وصال مبارک کی تاریخ میں اختلاف ہے بعض نے دسویں محرم اور بعض نے دسویں ربیع الاول بیان کی ہے آپ کے وصال کے موقع پر سورج کو گہن اگا تھا مشہور تھا کہ چاند یا سورج کو گہن کسی عظیم حادثہ اور موت کے وقت لگتا ہے۔^(۳) منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے فرزند ابراہیم کا وصال مدتِ رضاعت پوری کئے بغیر دنیا سے ہوا ان کے لیے ایک کی بجائے دو دودھ پلانے والی مقرر ہوئیں کہ وہ جنت میں ہے:

إِنَّ ابْنَ إِبْرَاهِيمَ ابْنِي وَإِنَّهُ مَاتَ فِي اللَّهِ وَإِنَّهُ لَهُ لَظِيْقَتَيْنِ تُكْتَلَانِ رِضَاعَةً فِي الْجَنَّةِ^(۴) میرا بچہ شیر خوارگی میں انتقال کر گیا اس کے لیے دو دایاں مقرر ہوئیں جو اس کی شیر خوارگی جنت میں پوری کریں گی۔ سیدنا ابراہیم ابن رسول کی رحلت پر منصب نبوت کی شان کو بھی دیکھو سانس چھوڑتے ہیں اور بچے سے پیار فرماتے ہیں اور گود میں اٹھائے ہوئے لَا تُغْنِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا کی کیسی زبردست تعلیم فرما رہے ہیں۔ موت پر صبر کے لیے کیسے عجیب دلائل، امر صدق، وعدہ حق اور الحاقِ آخر باؤل کی حقیقت ظاہر فرمائی پھر دلی رنج اور رضائے الہی کا ذکر فرما کر انسان کی کمزوری اور ایمان کی طاقت و قوت کا بیان فرمایا۔ ذرا غور رہے کہ اصلاء عقیدہ مردم کا فرض کس قدر جلد غم فرزند پر غالب آ جاتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام رؤف و رحیم کیسی سرعت و آمادگی سے وعظ و نصیحت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ وَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ^(۵)

باب ۴

بناتِ الکرام مصطفیٰ ﷺ

حضور سید عالم ﷺ کی صاحبزادیاں کل چار ہیں۔ اور چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کے بطن طاہرہ سے ہیں۔ حضرت سیدہ زینب جو حضرت قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی سے بڑی تھیں۔ حضرت سیدہ رقیہ جو سیدہ زینب سے چھوٹی ہیں۔ حضرت سیدہ ام کلثوم جو رقیہ سے چھوٹی ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ زہرا جو ام کلثوم سے چھوٹی ہیں۔^(۱) یہ امر قرآن حکیم ہی سے ثابت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹیاں تین یا تین سے زائد ہیں اس لیے کہ عربی قاعدے کے مطابق بیٹی کو بنت کہا جاتا ہے اگر دو ہوں تو بنتین کہا جائے گا اور اگر تین یا اس سے زائد ہوں تو جمع کا صیغہ استعمال ہوگا بنات۔ بنت، واحد، بنتین، بنتین، بنات جمع۔ قرآنی آیت میں صراحتاً ارشاد ہوتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِئِبِهِنَّ ذَلِكْ أَكْثَرُ أَنْ يَعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذِنَنَّ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ (الاحزاب، ۵۹:۳۳)

اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت کے شروع میں ہی تینوں جملے جمع کے استعمال ہوئے ہیں۔ ازواج، بنات، نساء المؤمنین۔ تو ثابت یہ ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی ایک بیٹی نہیں بلکہ لفظ بنات جمع کے صیغہ سے تین یا تین سے زائد ہوئیں اور دلائل قویہ کے روشنی میں آپ کی کل چار بیٹیاں ہیں: انیس ان کے باپ کا ہی کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔ اُدْعُوهُمْ لِأَسْمَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ۔ (الاحزاب: ۵۹)

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے نزدیک یہی بات قبول ہے کہ اولاد کو ان کے اصل باپوں سے پکارا کرو اگر یہ شاہ گزرے کہ معاذ اللہ آپ کی دیگر صاحبزادیاں سوتیلی تھیں یہ ان کو خطاب ہے تو یہ بھی صریحاً غلط اور الزام ہے۔ قرآن نے اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

وَرَبَّائِبُكُمْ النَّبِيِّ فِي مَحْوَرُكُمْ مِنْ نِسَاءِ كُمْ النَّبِيِّ
كَحَلَّتُمْ بِهِنَّ. (النساء: ۲۳)

اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم
صحبت کر چکے ہو۔ (یعنی قرآن سے سوتیلی بیٹی پر لفظ ربائب
استعمال فرمایا ہے نہ کہ بنات)

نبی ﷺ کی ربائب میں ام المؤمنین ام سلمہ کی لڑکیاں درہ، زینب، ام کلثوم اور ام المؤمنین ام حبیبہ کی دختر حبیبہ ہیں دیگر ازواج
النبی ﷺ سے کسی پہلے شوہر سے کوئی لڑکی نہ تھی۔^(۱)

اب قابلِ غور یہ بھی ہے کہ ام المؤمنین ام سلمہ کا نکاح نبی علیہ السلام سے چار ہجری میں ہوا اور ام المؤمنین ام حبیبہ کا نکاح چھ
ہجری میں ہوا۔ اس لیے مندرجہ بالا لڑکیوں کو (ربائب النبی) ہونے کا درجہ چار ہجری سے بیشتر حاصل نہ تھا اور سیدہ زینب بنت النبی کا
ذکر جنگِ بدر کے (جو ۲ ہجری میں ہوئی) فدیہ اسیران میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنی والدہ خدیجہ الکبریٰ کا ہار اپنے شوہر کی رہائی
کے لیے بیچا تھا اور ام کلثوم و رقیہ بنات النبی ﷺ کا ذکر قبل از ہجرت میں ابولہب کے خاسرانہ حالات میں آتا ہے پھر ان ہر سہ
بنات النبی ﷺ کا انتقال بحیاتِ نبوی ہوا۔ لیکن مذکورہ بالا ربائب انتقالِ نبوی سے بعد یر تک اپنے گھروں میں آباد تھیں ان کی
تفصیل ان کے حالات سے ملتی ہے۔ اب آپ کی چاروں صاحبزادیاں (سگی، حقیقی) کے جداگانہ حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت سیدہ زینب بنتِ مصطفیٰ ﷺ

حضور مصطفیٰ ﷺ کی صاحبزادیوں میں بقول اکثر علماء بڑی دختر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور یہی صحیح ہے۔ ابنِ اسحق نے کہا ہے کہ سیدہ
زینب بنتِ رسول اللہ ﷺ کی ولادت واقعہ فیل کے تیس برس بعد ہوئی۔ اسلام میں داخل ہوئیں اور ہجرت کی ان کا نکاح ان کی خالہ کے فرزند
کے ساتھ کیا گیا تھا جس کا نام ابو العاص بن الربیع بن عبد العزی بن عبد شمس بن عبد مناف ہے اور ابو العاص کی ماں ہند بنت خویلد سیدہ
خدیجہ الکبریٰ بنت خویلد کی ایک بہن ایک ماں باپ سے تھی اور ابو العاص اپنی کنیت سے مشہور ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے۔ لفظ
ہے یا قسم یا قاسم یا یاسر اور ابنِ عبد اللہ نے کہا ہے کہ اول قول درست ہے یعنی لفظ نام ہے ابو العاص کے اسلام لانے سے پہلے سیدہ
زینب نے ہجرت کی اور ان کو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور ابو العاص مکہ و مدینہ کے درمیان اسلام لائے حضور اقدس ﷺ نے پہلے ہی
نکاح میں سیدہ زینب کو ان کے سپرد فرما دیا بعض کہتے ہیں نکاحِ جدید کے ساتھ سپرد کیا۔^(۲)

اس کا مجمل اور مختصر قصہ اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابو العاص بدر کے قیدیوں میں داخل تھے جب اہل مکہ نے اپنے قیدیوں کی
آزادی کا فدیہ بھیجا تو سیدہ زینب بنتِ رسول ﷺ نے ابو العاص کے فدیہ میں وہ ہار بھیجا جو ان کے گلے میں رہتا تھا جسے خدیجہ
الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بوقتِ عقد سیدہ زینب کے جبین میں دیا تھا جب حضور اقدس ﷺ نے اس ہار کو ملا حظہ فرمایا تو سیدہ زینب کی محبت کا
زمانہ یاد آگیا اور سخت رقت طاری ہوئی اصحاب سے فرمایا اگر تم مناسب جانو تو انہیں رہا کرو و اور فدیہ کا مال زینب کو لوٹا دو۔

اصحاب نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ہم اس طرح کریں گے جس طرح آقا آپ کی مرضی ہوگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو
العاص سے عہد لیا کہ وہ سیدہ زینب کو آپ کی طرف بھیج دیں گے ابو العاص نے اسے مان لیا اس کے بعد حضور اقدس علیہ السلام نے
زید بن حارثہ اور ایک انصاری شخص کو مکہ مکرمہ بھیجا کہ سیدہ زینب کو لے آئیں اور فرمایا مکہ مکرمہ کے اندر نہ جانا بلکہ وادیِ ناعج میں ٹھہرنا یہ

ایک موضع کا نام ہے جو مکہ سے باہر مسجد عائشہ کے سامنے ہے جہاں انہوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا آپ نے فرمایا جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے حوالہ کر دیں تو ان کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آ جانا اس واقعہ کے اڑھائی سال بعد ابو العاص تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ سے باہر آئے ان کے ساتھ مکہ والوں کا مال تجارت تھا اس تجارتی قافلہ کی واپسی کے وقت رسول اللہ ﷺ کے اصحاب ان کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے قافلہ پر قابو پایا تو چاہا کہ ابو العاص کے مال پر قبضہ کر لیا جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے۔ یہ خبر جب سیدہ زینب کو پہنچی تو آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کسی مسلمان کو کسی کافر کو عہد و آمان میں لینے کا حق نہیں ہے آپ نے فرمایا ہاں ہے سیدہ زینب نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ گواہ رہیے کہ میں نے ابو العاص کو امان دے دی جب اصحاب کو خبر ہوئی تو انہوں نے ابو العاص کے مال سے ہاتھ کھینچ لیا اور ابو العاص سے کہا مسلمان ہو جاؤ تاکہ مشرکین کا تمام مال تمہارے لیے نصیبت ہو جائے ابو العاص نے کہا میں شرم کرتا ہوں کہ اپنے دین کو اس ناپاک مال کے لیے پلید کروں اس کے بعد وہ مکہ چلے گئے اور اس مال کو مالکوں کے سپرد کر دیا اور فرمایا اے مکہ والو! آیا میں نے تمہیں تمہارا مال پہنچا دیا تم مجھے اس سے بری الذمہ قرار دیتے ہو انہوں نے کہا ہاں پھر ابو العاص نے کہا تم گواہ رہو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے اور حضور سید عالم الصلوٰۃ والسلام نے نکاح سابق یا جدید نکاح کے ساتھ حضرت زینب کو ان کے سپرد کیا (۱)

نواسی امامہ سے نبی علیہ السلام کا پیار

سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا حضرت ابو العاص سے ایک فرزند تھا جس کا نام علی تھا اور دختر تھی جس کا نام امامہ تھا۔ یہ علی ابن ابی العاص حد بلوغ کے قریب دنیا سے رخصت ہو گئے حضور علیہ السلام نے روز فتح مکہ اپنی سواری پر ان کو اپنا ردیف بنایا تھا (۲)

حضور علیہ السلام امامہ سے بہت پیار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ پایہ ثبوت کو پہنچا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور امامہ کو اپنے دوش اقدس پر بٹھائے ہوئے تھے جب رکوع میں جاتے تو انہیں زمین پر اتار دیتے اور سجدے سے سر مبارک اٹھا کر قیام کی طرف جاتے تو اسے اٹھا کر دوش اقدس پر بٹھا لیتے۔ فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا (۳) یاد رہے کہ اس حدیث پر بعض نے کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ اٹھانا اور زمین پر بٹھانا فعل کثیر ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا کیسے کر سکتے تھے جواب یہ ہے کہ امامہ خود آکر بیٹھتی اور خود ہی اتر جاتی تھیں یہ فعل آپ کا نہ تھا بلکہ اس کا تعلق آپ کے کمال پیار سے ہے دوسری حدیث بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ امامہ مصطفیٰ ﷺ کی وہ پیاری نواسی ہیں جن کو گود میں لے کر آپ نے نماز پڑھی اور زبان اطہر سے فرمایا: أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ يَهْجُوَنِي مِنْ سَبِّ سَائِرِ النَّاسِ (۴)

حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی نواسی اور سیدہ زینب کی صاحبزادی کے متعلق ان کی بہن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے شوہر حضرت علی المرتضیٰ کو وصیت فرمائی تھی کہ وہ میرے انتقال کے بعد میری بہن کی بیٹی امامہ کو اپنے نکاح میں لے لیں اس وصیت پر عمل ہوا (۵)

(۱) البدایہ والنہایہ، ۵: ۳۰۷

(۲) مدارج النبوت

(۳) طبقات، ج: ۸، ص: ۳۰

(۴) مستدرک ج: ۴، ص: ۲۲۲ طبقات ابن سعد، ج: ۸، ص: ۱۳۰ بحیات و تاریخ الامہ

(۵) مدارج النبوت

اولاد امامہ رضی اللہ عنہا

جب سیدہ امامہ کا نکاح سیدنا علی المرتضیٰ سے ہوا تو ان کے ہاں حضرت علی المرتضیٰ سے فرزند محمد اوسط پیدا ہوئے۔ جب حضرت علی المرتضیٰ مجروح ہوئے تو حضرت امامہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ کی رضا مندی سے کیونکہ حضور اقدس علیہ السلام نے اپنی نواسی سیدہ امامہ کو فرمایا کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہیں تو مغیرہ بن نوفل سے کر لیں چنانچہ حضرت علی کی وصیت پر عمل کیا گیا اور امیر المؤمنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی اجازت سے نکاح ثانی پڑھا گیا مغیرہ کے ہاں سیدہ امامہ کے بطن سے ایک فرزند پیدا ہوئے جن کا نام یحییٰ تھا۔

نواسہ علی سے حضور علیہ السلام کا پیار

حضرت علی ابن ابی العاص از بطن سیدہ زینب بنت رسول اور سبط الرسول کو حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے رضاعت کے لیے منگوا یا اور ایک قبیلہ میں چھوڑ رکھا تھا حضور اقدس ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ منگوا یا اور ان کی پرورش فرمائی فتح مکہ کے دن یہی نواسہ رسول حضرت علی ابن ابی العاص حضور اقدس ﷺ کے ناقہ پر حضور کے ردیف تھے ابھی غفوان بلوغ تھا کہ سبط الرسول علی رفعت بخش علیین ہوئے۔ صلوة اللہ وسلامہ علیہ، (۱)

سیدہ زینب کا وصال

حضرت سیدہ زینب بنت رسول کا وصال ۸ھ زمانہ حیات ظاہری حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہو گیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی صاحبزادی کے انتقال کی خبر ہوئی تو آپ کو شدید صدمہ پہنچا اور حکم دیا کہ میری بیٹی کو میری کے پتے ملا کر خالص پانی کے ساتھ غسل دیا جائے حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت ام ایمن، حضرت ام عطیہ انصاریہ نے امام الانبیاء کی شہزادی کو غسل دیا۔ (۲)

صحیحین میں ہے کہ ان کے غسل میں شیر دل صحابیہ سلطیہ رضی اللہ عنہا نے شرکت کی اور انہوں نے اس کو بیان کیا۔ ام عطیہ سے روایت ہے کہ ہم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال میں تشریف لائے۔ کہ ہم سیدہ زینب کو غسل دے رہے تھے اور فرمایا میرے بیٹی کو غسل دو اور آخری مرتبہ کا فور ملو اور غسل تین مرتبہ دو اس کے بعد فرمایا مجھے فراغت غسل کی اطلاع دینا۔ ام عطیہ جو حدیث کی راوی ہیں فرماتی ہیں کہ جب ہم سیدہ زینب کو غسل دے دینے کی خبر دے چکے تو حضور اقدس ﷺ نے اپنا تہبند مبارک بھیجا اور فرمایا میری بیٹی کو اس میں کفن دو اس حدیث سے صالحین کے تبرکات سے تبرک لینے کا استقباب ثابت ہے (۳)

ام عطیہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس چادر تہبند شریف میں آپ کو کفنایا اور سر کے مبارک بالوں کی تین لٹیں بنائیں اور ان کو سر کی پچھلی جانب کیا اس کے بعد جنازہ پڑھا گیا اور حضور اقدس ﷺ نے ان کو بقیع میں پہنچانے کا حکم دیا جب قبر میں اتارا جانے لگا تو حضور اقدس ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا (۴)

یاد رہے کہ اسی سال مدینہ طیبہ میں غلہ کی گرانی واقع ہوئی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب زرخ گراں ہوا تو لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے لیے غلہ کا زرخ مقرر فرما دیجئے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمُسَيِّرُ الْقَائِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ
نرخ مقرر فرمانے والا خدا ہے اسی کے قبضہ و قدرت میں قبض و بسط
(سنن ابی داؤد، ۲: ۲۳، رقم ۳۴۵۱) ہے۔

اور میں امید رکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے اس حال میں ملوں کہ زیادتی کا مجھ سے مطالبہ نہ ہو نہ خون کا نہ مال کا۔^(۱)

حضرت سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بنتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی ولادت، واقعہ فیل کے ۳۳ ویں برس میں ہے اور سیدہ زینب کی ولادت کے تین سال بعد سیدہ رقیہ کی ولادت ہوئی۔ سیدہ رقیہ عہدِ نبوت سے قبل عتبہ بن ابی طالب کی زوجیت میں تھیں ان کی بہن سیدہ ام کلثوم اسی عتبہ کے بھائی عتبہ کی زوجیت میں تھیں عتبہ کا مسلمان ہو کر مقبول الاسلام بن کر صحابہ کی گنتی میں شمار ہوا ہے اور عتبہ کے خلاف حضور اقدس کی دعا کا قصہ ہے۔ جس کے خلاف حضور علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اسے شیر نے پھاڑ ڈالا۔^(۲) جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابو لہب نے عتبہ سے کہا او عتبہ تیرا سر حرام ہے مطلب یہ کہ میں تجھ سے بیزار ہوں اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو اپنے سے جدا نہ کرے اس پر اس نے جدائی کر لی اور علیحدہ ہو گیا۔^(۳)

اہل تفسیر کہتے ہیں کہ قریش نے ابو العاص رضی اللہ عنہ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی سیدہ زینب کو جدا کرنے پر ابھارا لیکن انہوں نے فرمایا خدا کی قسم میں ہرگز سیدہ عالم علیہا السلام کی صاحبزادی کو جدا نہیں کروں گا اور نہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اس کے عوض قریش کی کوئی اور عورت ہو۔

بہر حال اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت سیدنا عثمان ابن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں کر دیا اور اس وقت مکہ مکرمہ میں یہ بات مشہور ہو گئی۔^(۴)

أَحْسَنَ رَأٰهُمَا إِنْسَانٌ رَّقِيَّةً وَزَوْجَهَا عُمَانٌ^(۵) جو سب سے اچھا جوڑا دیکھا گیا وہ سیدہ رقیہ اور سیدنا عثمان کا ہے۔ حضرت عثمان نے ان کے ساتھ دو ہجرتیں فرمائیں ایک حبشہ کی طرف اور دوسری حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف حضور اقدس علیہ السلام نے ان کی شان میں فرمایا حضرت سیدنا لوط علیہ السلام اللہ کے نبی کے بعد یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خدا کی طرف ہجرت کی اور حضرت عثمان ذوالنورین حسن رفیع اور جمال کریم کے مالک تھے۔ حضرت سیدہ رقیہ کو چچک کا عارضہ ہوا اور حضور اقدس علیہ السلام جب غزوہ بدر کو تشریف لے جا رہے تھے تو سیدہ صاحبہ فراموش تھیں آپ نے ان کی تیمارداری کے لیے سیدنا عثمان اور اسامہ بن زید کو مدینہ میں چھوڑا۔ چنانچہ سیدہ رقیہ کا اسی مرض میں ارتحال ہوا اور منقول ہے کہ سیدہ کے انتقال پر عورتیں روتی تھیں مگر حضور اقدس نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سیدہ رقیہ کی قبر کے سرہانے سیدہ عالم علیہا السلام کے پہلو میں بیٹھی رو رہی تھیں اور حضور اقدس علیہا السلام اپنی چادر مبارک کے کنارہ سے سیدہ فاطمہ الزہرا کی چشم مبارک سے آنسو پونچھتے تھے^(۶)

(۱) مدارج النبوت، طبقات، ج: ۸، ص: ۶۱، ۳۔ الاختیاب، ج: ۲، ص: ۷۷۔

(۲) مدارج النبوت، کتاب الاصابہ، ج: ۸، ص: ۹۱۔

(۳) مدارج النبوت، مستدرک، (۶) مدارج النبوت،

اس کے باوجود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضور علیہ السلام سے سیدہ رقیہ کی تعزیت کی گئی تو فرمایا: الحمد للہ دفن البسات من المکروہات۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت پر رونا رحمت و رقت کی بنا پر ہوتا ہے نہ کہ میت کے نقصان میں رخصت ہو جانے کی وجہ سے۔ کیونکہ یہ تو تقدیر الہی سے واقع ہوتا ہے یہ سب روایتیں اس تقدیر پر ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ رقیہ کے وصال پر موجود ہوں لیکن صورت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے وصال کے وقت بدر میں تشریف فرما تھے جیسا کہ مشہور ہے لہذا غالب گمان یہ ہے کہ یہ واقعات سیدہ زینب یا سیدہ کلثوم کے متعلق ہوں گے اور راوی کے خیال کے مطابق سیدہ رقیہ کا نام لے لیا ہوگا اور اگر واقعہ ثابت ہو جائے کہ سیدہ رقیہ کے واقعات ہیں تو ہم کہیں گے کہ ممکن ہے کہ غزوہ بدر کی واپسی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ رقیہ کی قبر انور پر تشریف لائے ہوں۔ اس وقت یہ واقعات رونما ہوئے ہوں اگرچہ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ حضور علیہ السلام ان کے انتقال کے دنوں نزدیکی زمانہ میں تشریف لائے۔ سیدہ رقیہ کی عمر مبارک بوقت انتقال اکیس برس تھی سیدہ کے بطن سے ایک فرزند حضرت عبداللہ حضرت عثمان کے ہاں پیدا ہوئے۔ (۱)

سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کا انتقال

حضرت عبداللہ سبط الرسول اپنی والدہ محترمہ سیدہ رقیہ کے بعد دو سال تک حیات رہے ان کی عمر مبارک چھ سال کی تھی کہ اچانک ان کی آنکھ کے قریب ایک مرغ نے چونچ ماری وہ زخم بن گیا آخر یہ بھی اپنی والدہ سیدہ رقیہ کی یادگار آغوش میں جا سوئے۔ صلوٰۃ اللہ .. و سلامہ علیہما۔ (۲)

حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم تھیں جو عتبہ بن ابی لہب کی زوجیت میں تھیں منقول ہے کہ عتبہ نے جب حضرت ام کلثوم سے جدائی کی اور وہ بارگاہ رسالت مآب میں آیا اور کہنے لگا میں آپ کے دین سے کافر ہوا مجھے نہ آپ کا دین پسند ہے اور نہ ہی آپ مجھے پیارے ہیں اس بد بخت نے زیادتی یہ کی کہ آپ کا قمیص مبارک چاک کر دیا ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: هُوَ يَكْفُرُ بِالَّذِي دَنَى فَقَدْ دَلَّ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى ظاہر ہے کہ اس نے یہ الفاظ سورہ نجم سے لیے۔ چونکہ یہ مکہ مکرمہ میں ان دنوں نازل ہو چکی تھی اہل سیر کہتے ہیں کہ اس ملعون نے اتنی گستاخی کی کہ اس نے اپنے ناپاک منہ کا تھوک آپ کی جانب پھینکا اور کہا کہ میں نے ام کلثوم کو طلاق دے دی حضور علیہ السلام نے فرمایا:

اللَّهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كَلَابِكَ.

اے اللہ اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔ (۳)

اہل سیر کا بیان ہے کہ ابوطالب اس وقت مجلس میں حاضر تھے انہوں نے کہا میں نہیں جانتا کہ تجھے کون سی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے تیر سے بچا سکے گی چنانچہ یہ ملعون تجارت کی غرض سے شام کی طرف جا رہا تھا راستے میں جب اس نے ایک ایسی جگہ پر پڑاؤ ڈالا جہاں درندے تھے تو ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ آج کی رات تم سب ہماری مدد کرو۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

دعا میرے بیٹے کے حق میں آج کی رات اثر کرے۔ اس پر سب نے اپنے بوجھوں کو اکٹھا کیا اور نیچے اوپر چٹا اور ان بوجھوں کے اوپر عتبہ کے سونے کی جگہ بنائی اور اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال کر بیٹھ گئے اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو مسلط کر دیا ایک شیر آیا اور اس نے ایک ایک کے منہ کو سونگھا اور کسی سے اس نے تعرض نہ کیا پھر اس نے جست لگائی اور عتبہ پر پنجہ مارا اور اس کے سینے کو پھاڑ ڈالا ایک روایت میں ہے کہ اس نے عتبہ کی گردن کو دو بوجھا (۱)

حضور علیہ السلام نے سیدہ رقیہ کے انتقال کے بعد سیدہ ام کلثوم کا ہجرت کے تیسرے سال حضرت عثمان ذوالنورین سے تزوج فرمادیا اور فرمایا یہ جبریل علیہ السلام کھڑے مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ میں ان کو تمہارے حوالہ عقد میں دے دوں۔ جب سیدہ کا نکاح ۳ھ میں حضرت عثمان سے ہو گیا تو ان کو ذوالنورین کا خطاب ملا کیونکہ امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جگر گوشے یکے بعد دیگرے ان کے سکینہ قلب بنائے گئے۔ (۲) ابن عساکر نے حضرت علی المرتضیٰ سے نقل کیا ہے کہ آپ سے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا گیا تو سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا:

ذَٰلِكَ الْمَرْءُ يُدْعَىٰ فِي الْمَلَاءِ الْأَعْلَىٰ ذُؤَالنَّوْرَيْنِ كَانَ حَتَمٌ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ بَنِيهِ (۳)
وہ تو وہ ہیں جن کو ملاء اعلیٰ کے فرشتے ذوالنورین سے یاد کرتے
ہیں اس لیے کہ ان کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں
تھیں۔ (تاریخ ابن عساکر، ۳: ۳۹۷)

جن دنوں سیدہ رقیہ کا انتقال ہوا ان دنوں سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت حفصہ بیوہ ہو گئیں تھیں سیدنا عمر فاروق نے حضرت عثمان سے اپنی بیٹی کا ذکر کیا انہوں نے انکار کیا سیدنا عمر فاروق کو اس پر رنج ہوا اور بارگاہ اقدس رسالت مآب میں شکایت کی۔ آپ نے فرمایا عمر کچھ خیال نہ کرو۔

أَلَا أَدُلُّ عُمَانَ عَلَىٰ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنْهَا وَأَدْلُهَا عَلَىٰ مَنْ هُوَ
خَيْرٌ لَّهَا مِنْ عُمَانَ (مصنف ابن ابی شیبہ ۶: ۳۶۵، رقم: ۳۶۰۶۳)
عثمان کو حفصہ سے بہتر زوجہ ملے گی۔ اور حفصہ کو عثمان سے بہتر
شوہر ملے گا۔

اس ارشاد کے بعد حضرت سیدہ حفصہ بنت عمر فاروق کو ام المؤمنین کا شرف حاصل ہوا۔ اور امام الانبیاء ان کے شوہر ہوئے اور سیدنا عثمان کو بہترین زوجہ سیدہ ام کلثوم بنت رسول حاصل ہوئیں۔ سیدہ ام کلثوم نے ہجرت کے نویں سال انتقال فرمایا حضور علیہ السلام نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی قبر پر بیٹھے رہے (۴)

صحیح بخاری میں عن انس بن مالک روایت ہے کہ آپ کی ہر دو چشمان نورانی سے آنسو رواں تھے حضرت علی المرتضیٰ و فضل بن عباس و اسامہ بن زید نے مراسم تدفین پورے فرمائے۔ سیدہ ام کلثوم کے انتقال کے بعد حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان سے فرمایا اگر میرے پاس اور صاحبزادیاں بھی ہوتیں تو تمہارے نکاح میں یکے بعد دیگرے دیتا جاتا اور وہ وفات پاتی رہتیں۔

اہل سیر کا بیان ہے کہ سیدہ ام کلثوم عرصہ تک حضرت ذوالنورین کی زوجیت میں رہیں لیکن ان سے کوئی فرزند نہ ہوا۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ دو فرزند متولد ہوئے لیکن باقی نہ رہے ہاں حضرت عثمان کی دوسری ازواج سے اولاد ہوئی۔ (۵)

(۱) مدارج النبوت۔ (۲) مستدرک طبقات۔ الاستیعاب۔

(۳)، (۴)، (۵)۔ مدارج النبوت

نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیوں کا ثبوت از کتبِ شیعہ

ملا باقر مجلسی اپنی مشہور کتاب میں رقمطراز ہیں کہ:

ورقرب الاسناد بسند معتبر از حضرت جعفر روایت کرده است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شد و طاہر و قاسم و طیب و ام کلثوم و رقیہ و زینب و فاطمہ (۱)

قرب الاسناد میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ رسول خدا کی اولاد جو حضرت خدیجہ کے شکم سے ہوئی طاہر اور قاسم اور فاطمہ اور ام کلثوم و رقیہ، زینب تھیں۔

شیخ ابی جعفر محمد بن یعقوب التوتنی شعبان ۳۲۰ھ رقمطراز ہیں۔

وتزوج خدیجۃ و هو ابن بضع و عشرين سنة فولد له منها قبل البعث القاسم و رقیة و زینب و ام کلثوم و ولد له بعد البعث الطیب و طاہر و الفاطمة علیہم السلام (۲)

آپ نے خدیجہ سے نکاح کیا جب کہ آپ بیس اور چند سال کے تھے۔ پس مبعوث ہونے سے پہلے ان کے بطن سے قاسم، رقیہ، اور زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں اور مبعوث ہونے کے بعد طیب و طاہر و فاطمہ کا تولد ہوا۔

ایک مشہور کتاب تحفۃ العوام جو کہ ان کے ہر گھر میں موجود ہے اس کے مصنف اوراد و وظائف کے ذکر میں لکھتے ہیں اور صاحب تہذیب حدیث الاحکام میں بھی یوں موجود ہے۔

اے اللہ ہمارے درود ہو اور رقیہ بنت نبی کے اے اللہ درود ہو ام کلثوم بنت نبی پر۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی رُقِيَّةٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی اُمِّ كَلثُوْمٍ بِنْتِ نَبِيِّكَ (۳)

ان تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آج حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تسلیم نہیں کرتے ان کے بڑوں نے بھی حضور سید عالم ﷺ کی چار صاحبزادیاں تسلیم کی ہیں اور لکھا کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ آپ کی حقیقی تین بہنیں اور وہ بھی از بطن سیدہ خدیجہ الکبریٰ تھیں نیز ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں ان صاحبزادیوں کے نکاحوں کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ سیدہ زینب کا نکاح حضرت ابو العاص اور سیدہ رقیہ کا نکاح حضرت عثمان اور ان کے انتقال کے بعد دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم کا نکاح بھی حضرت عثمان سے ہوا اور چوتھی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ سے ہوا دیکھو حیات القلوب۔

حضرت سیدہ فاطمہ بنت مصطفیٰ ﷺ

حضور سید عالم ﷺ کی چوتھی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔

ولادتِ طیبہ:

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی پیدائش، ولادتِ نبوی کے اکتالیسویں سال ہوئی۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ یہ قول ابو بکر رازی کا ہے اور یہ قول اس کے مخالف ہے جسے ابن اسحاق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) حیات القلوب ملا باقر مجلسی، ج: ۲، ص: ۴۳۶۔ (۲) اصول کافی، ص: ۲۷۸۔

(۳) تحفۃ العوام، ص: ۱۵۳، ج: ۱۰۔ وحدیث تہذیب الاحکام، ج: ۱، ص: ۱۵۳۔

کی تمام اولادِ اطہارِ نبوت سے پہلے پیدا ہوئی ہے بجز حضرت ابراہیم آپ کے صاحبزادہ کے۔ اس لیے اس قول کے بموجب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی ولادتِ اطہارِ نبوت سے پانچ سال قبل ہے مشہور تر روایت یہی ہے اور ایک قول کے مطابق سیدہ فاطمہ علیہا السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادیوں میں سے سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور ایک قول سے سیدہ رقیہ علیہا السلام اور ایک قول سے سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا۔ اتفاق اسی پر ہے کہ سیدہ کی ولادتِ مبارک نبوت کے پہلے سال ہوئی اور آپ سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بطن سے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک اس وقت اکتالیس سال کی تھی (۱)

سیدہ کے نام کی شان:

حضور اقدس ﷺ نے اپنی صاحبزادی کا نام ”فاطمہ“ اس بنا پر رکھا کہ حق تعالیٰ نے ان کو اور ان کے محبین کو آتشِ دوزخ سے محفوظ رکھا ہے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے:

إِنَّمَا سَمَّيْتُ بِذِي فَاطِمَةَ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَطَمَهَا وَفَطَمَ مُحِبِّيَهَا عَنِ النَّارِ (۲)

تحقیق میں نے اپنی اس بیٹی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کے محبین کو دوزخ سے علیحدہ کر دیا ہے۔ (الفردوس: ۳۴۶:۱)

معلوم ہوا کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کے نام مبارک کی ہی تعظیم و تکریم و محبت ایمان والوں کو جنت کی بشارت اور نجاتِ دوزخ سے پیش گوئی ہے۔

سیدہ کے القاباتِ عظیمہ اور آپ کے خصائل

حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے القابات تو بہت ہیں لیکن ایک مشہور لقب آپ کا ”زہرا“ ہے اور زہرا کے معنی ہیں کلی یعنی نہایت خوبصورت۔ سیدہ سب سے زیادہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت و صورت اور حسن و جمال سے مشابہ تھیں اس لیے آپ کو کلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آپ کا حسن و جمال ایسا خوبصورت تھا: کانت كالقمر ليلة البدر کہ جیسے چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے سیدہ اس طرح حسین و جمیل تھیں اور سیرت و صورت میں آپ کا حال یہ تھا کہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمًّا وَذَلًّا وَهَدًى أَوْ فِي رَوَايَةٍ كَلَامًا حَدِيثًا، بِرَسُولِ اللَّهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بَدَتْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۳)

میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ جو بیٹھے اٹھنے چلنے پھرنے، حسن، خلق، اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ بنت رسول علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہو۔

اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ الَّذِي وَلَدَهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۴)

کہ میں نے سیدہ فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں دیکھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی تھیں۔

(۳) (المصدر: ۳: ۳۰۳، ۱۵: ۷۷)

(۲) (صواعقِ محرقہ: ص: ۱۵۱)

(۱) مدارج النبوت،

(۴) (الاستبصار: ج: ۲، ص: ۷۷)

معلوم ہوا کہ سیدہ سلام اللہ علیہا کا بچپن شریف اور زندگی کا ہر لمحہ حضور سید العالمین ﷺ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ مبارک میں گزرا۔ ظاہر ہے کہ ایسی شہزادی کے اعمال و افعال حسن و سیرت، فصاحت و بلاغت، اخلاق و عادات، طہارت و عصمت سر مبارک سے لے کر پاؤں تک ہم شکل مصطفیٰ تھیں آپ کی چال ڈھال ہر وضع قطع مصطفیٰ کریم ﷺ کے مشابہ تھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی جیتی جاگتی تصویر بنائی تھی۔

رسول اللہ کی جیتی جاگتی تصویر کو دیکھا

کیا نظارہ جن آنکھوں نے تفسیر نبوت کا

سیدہ کے القابات میں طاہرہ، زاکیہ اور طیبہ بھی ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کو ہر قسم کی یعنی ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل تھی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ أَحْصَتْ فَرْجَهَا فَحَرَّمَ اللَّهُ ذَرْيَتَهَا عَلَى النَّارِ۔ بے شک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا پاکدامن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے

(مسند بزرگ، ۵: ۲۲۳، رقم: ۱۸۲۹) ان کی اولاد پر جہنم کی آگ حرام کر دی ہے۔

دوسری حدیث میں حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت شریفہ کے وقت میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس تھی اور میں نے دایہ کے فرائض انجام دیئے میں نے کوئی خون وغیرہ جو بوقت ولادت ہوا کرتا ہے نہ دیکھا یہ جب حضور اکرم ﷺ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ فَاطِمَةَ طَاهِرَةٌ مُطَهَّرَةٌ لَا يَرَى لَهَا دَمًا فَيَ بَلَّغَتْ (۱) کیا تم نہیں جانتی ہو کہ فاطمہ میری طاہرہ مطہرہ ہے، اس کا حیض میں بھی خون نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ سلطانِ دارین سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کی اس مقدس شہزادی کو نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے سلطنتِ اسلام کی یہ طیبہ و طاہرہ، حیض و نفاس، رجس و نجس سے مبرا سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔

سیدہ زاہدہ طیبہ و طاہرہ

جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

”عابدہ اور زاہدہ“ بھی سیدہ کے مشہور لقب ہیں جس کے معنی ہیں زہد و عبادت سے زندگی گزارنے والی اور ”راضیہ مرضیہ“ بھی ہیں جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی پر رہا کرتی تھیں۔

سیدہ زہرا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی بچی تھیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے وہاں بہت سے کفار قریش موجود تھے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سجدہ میں گئے تو عتبہ بن معیط نے اونٹ کی اوچھڑی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر رکھ دی اور حضور اسی طرح سجدہ میں تھے کہ سیدہ آنکس اور انہوں نے اپنے باپ کی پشتِ انور سے اوچھڑی کو گرا دیا اور عتبہ کے لیے بد و عافرائی (۲)

ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ کو خبر ہوئی کہ آپ ﷺ کو زخمی کر دیا گیا ہے۔ اس خبر کا سنا تھا کہ سیدہ جلدی سے پہنچیں اور دیکھا کہ آپ ﷺ کے زخموں سے خون مبارک بہہ رہا ہے سیدہ نے باپ کے زخموں کو دھویا اور جب خون تھمتا نہیں تھا تو کھجور کی چٹائی کو جلا کر اس کی راکھ بنا کر زخموں پر رکھی جس سے خون کا بہنا بند ہو گیا۔^(۱)

اس بقول جگر پارہ مصطفیٰ

جلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

سیدہ کا نکاح مبارک

حضور سید عالم ﷺ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ذریعے اکابر صحابہ سیدنا ابوبکر صدیق و سیدنا عمر فاروق و عثمان ابن عفان و سیدنا علی المرتضیٰ اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم کو پیغام بھیجا آپ کے حکم پر سب جمع ہو گئے اور آپ نے ایک خطبہ پڑھا جس میں حمد و ثنا کے بعد ترغیب نکاح کا مضمون تھا پھر فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَأْمُرُنِي أَنْ أَتَزَوَّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ^(۲) مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح علی سے کر دوں۔

اور ان کا مہر چار سو مثقال مقرر کرتا ہوں اے علی کیا تجھے منظور ہے حضرت مولا علی نے عرض کیا ہاں میں بخوشی قبول کرتا ہوں تین بار آپ نے اس کا تکرار حاضرین کی موجودگی میں فرمایا اور یہ دعا فرمائی:

بَارَكَ اللَّهُ عَلَيْكُمَا وَآخَرَجَ مِنْكُمَا وَلَدًا كَوْنَا أَطْيَبًا۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت دے اور تمہیں نیک پاک اولاد عطا فرمائے۔

آپ نے تمام اجتماع میں عقد فرما دیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں رخصت فرما دیا۔^(۳) عشاء کی نماز کے بعد حضور علیہ السلام سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاں تشریف لائے تو آپ نے پانی پر دم کیا روایات میں ہے کہ آپ نے معوذتین پڑھ کر اس پانی کو دونوں پر چھڑکایا اور پھر فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعِيذُكَ بِكَ وَذُرِّيَّتَهُمَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ پھر یہ دعا فرمائی اللَّهُمَّ ائْتِمَا مِنِّي وَآكَا مِنْهُمَا اللَّهُمَّ كُنَا أَذْهَبَتْ عَنِّي الرَّجْسَ وَظَهَرَ لَنِي فَطَهَرَهُمَا۔ پھر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا رو پڑیں آپ نے فرمایا بیٹی کیوں روتی ہو نہ رو میں نے تمہارا عقد اللہ تعالیٰ کے حکم سے علی المرتضیٰ سے کر دیا ہے اس وقت سیدہ کی عمر مبارک ساڑھے پندرہ سال تھی۔^(۴)

سیدہ کا جہیز مبارک

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز کی کوئی حد ہی نہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے ایک مرتبہ ایک منافق نے حضرت علی المرتضیٰ سے کہا اگر تم میری لڑکی سے شادی کرتے تو میں تمہیں اتنا جہیز دیتا کہ اونٹوں کی قطاریں لگ جاتیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا یہ شادی نہ تقدیر سے اور نہ تدبیر سے ہوئی بلکہ امر الہی سے ہوئی ہے جو سب سے بڑا جہیز ہے اور دنیا کے مال و متاع پر تو میری نظر ہی نہیں

جب آپ یہ جواب دے چکے تو غیب سے ندا آئی اے علی اوپر دیکھو آپ نے اوپر دھیان فرمایا تو دیکھا کہ تمام آسمان پر اونٹوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں کہ ان پر بہشت کے انعام و اکرام کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا اے منافق مجھے اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کا وہ جہیز دکھایا ہے جو روئے زمین میں قیامت تک کسی نے نہ دیکھا ہے اور نہ دیکھ سکے گا پھر بھی دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جہیز عطا فرمایا اس میں دو جوڑے اور دو بازو بند نقری اور ایک چادر، ایک پیالہ، ایک چکی، دو گلاس، ایک مشک اور ایک کنورہ پانی پینے کا، دو رضائیاں جو کتان سے مٹو تھیں چار گدے دو اون سے بھرے ہوئے اور دو لیف یعنی کھجور کی چھال سے۔

سیدہ کی عبادت و ریاضت و تلاوت قرآن

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ معمول تھا کہ آپ کھانا پکانے کی حالت میں بھی قرآن پاک کی تلاوت جاری رکھتیں۔ حضور سرور کائنات ﷺ جب نماز فجر کے واسطے تشریف لاتے تو راستہ میں سیدہ کے گھر سے گزرتے تو سیدہ کی چکی چلنے کی آواز سنتے تو نہایت درد و محبت کے ساتھ فرماتے اے الہ العالمین! میری فاطمہ کو ریاضت و قناعت کی جزائے خیر عطا فرما (۱)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں نے اپنی امی جان سیدہ خاتونِ جنت کو شام سے صبح تک عبادت و ریاضت اور خدا کے حضور گریہ و زاری سے دعا و التجا کرتے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اکثر اپنی دعائیں رسول کریم ﷺ کے حق میں فرمایا کرتیں۔ (۲)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سیدہ فاطمہ کے گھر گیا تو میں نے دیکھا کہ حسنین کریمین سو رہے ہیں اور سیدہ ان پر پکھا کر رہی ہیں اور زبان مبارک سے قرآن کی تلاوت جاری ہے یہ دیکھ کر مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ رمضان المبارک کے مہینے دو پہر کے وقت جب شدید گرمی پڑ رہی تھی میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر حاضر ہوئی اور دروازہ بند تھا اور چکی کے چلنے کی آواز آرہی ہے میں نے جھانک کر دیکھا کہ سیدہ تو چکی کے پاس زمین پر سو رہی تھیں اور چکی خود بخود چل رہی تھی اور ساتھ ہی حسنین کریمین کا گہوارہ خود بخود چل رہا تھا یہ دیکھ کر میں نہایت حیران ہوئی اور اسی وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا اس شدت کی گرمی میں فاطمہ روزہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے فاطمہ پر نیند غالب کر دی تاکہ اسے گرمی اور تنگی محسوس نہ ہو اور ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ فاطمہ بنتِ رسول ﷺ کے کام کو سرانجام دیں۔ ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ پانی بھرتے بھرتے میرے سینے میں درد ہو گیا ہے اور اے سیدہ آپ کے ابا جان سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس غلاموں کی کمی نہیں ان کو عرض کر کے کوئی خادمہ ہی لے لو سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا میرے ہاتھوں میں بھی چکی چلانے سے چھالے پڑ گئے ہیں اور تمام گھر کا کام بھی کرنا پڑتا ہے چنانچہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے ابا جان سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں تو اتفاقاً اس وقت آپ گھر میں موجود نہ تھے سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے آنے کی غرض سیدہ عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے بیان کی کہ مجھے کوئی کام کاج کے لیے خادمہ دی جائے یہ کہہ کر سیدہ واپس آ گئیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معلوم ہوا کہ میری شہزادی آئی تھیں لیکن میں نہیں مل سکا اور جب غرض معلوم ہوئی کہ آپ یہ پیغام مذکورہ دے کر چلی گئیں ہیں آپ اسی وقت اپنی نحتِ جگر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے

پیاری بیٹی تم خادمہ کے لیے آئی تھی کیا تم کو ایسی چیز نہ بتا دوں جس سے تم تمام گھر کے کام کاج کرتی رہو اور ذرا بھی تھکاوٹ محسوس نہ ہو اور یہ تمہارے لیے خادمہ سے بہتر ہوگا۔ عرض کیا ہاں ابا جان سرکار آقا سیدالابرار نے فرمایا: قَالَ اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰی خَيْرٍ مِّنْ سَاَلْتُمَانِيْ قُلْنَا بَلٰی قَالَ اِذَا اَخَذْتُمَا مَصًّا جَعَلْتُمَا اَوْيَاتِنَا اِلٰی فَرَاشِكُمَا۔ جو تم نے مانگا ہے یعنی خادمہ اس سے بہتر تمہارے لیے یہ ہے کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹو تو ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ اور ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ مرتبہ اللّٰہ اَکْبَرُ پڑھ لیا کرو پس یہ تمہارے لیے بہترین ہے اور تمہیں کبھی تھکاوٹ نہ ہوگی۔ اقبال کہتے ہیں:

ہر محتاج دلش آں گونہ سوخت

با یہودے چادر خود را فروخت

نوری وہم آتشی فرماں برش

گم رضائش در رضائے شوہرش

آں ادب پروردہ صبر و رضا

آسیا گردان و لب قرآں سرا

گریہ ہائے اوزبالیں بے نیاز

گوہر افشاندے بدامان نماز

اشک اوبر چید جبریل از زمین

ہچو شنیم ریخت بر عرش بریں

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور غیبی رزق

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو سیدہ کو تین روز کے فاقہ سے دیکھا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ رِزْقًا عَلٰی مُحَمَّدٍ وَاَهْلِ بَيْتِهِ کَمَا اَنْزَلْتَ عَلٰی مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ۔
جیسے تو نے نازل کیا رزق مریم بنت عمران پر۔

اس کے بعد فرمایا بیٹی اندر جاؤ اور جو کچھ ہووے لے لو آپ جب اندر گئیں تو وہاں پر ایک طباق دیکھا جو جواہرات اور شید سے بھرا ہوا اس کے اوپر بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا اور خوشبو آ رہی تھی۔ سیدہ نے وہ طباق اٹھایا اور ابا جان کے پاس لے آئیں آپ نے فرمایا بیٹی کھاؤ اللہ کا نام لے کر کھاؤ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ اور حسین کریمین شہزادگان عظیمین رضی اللہ عنہم نے تناول فرمایا۔ (۱)

سیدہ رضی اللہ عنہا کا غریبوں کی اعانت فرمانا

حضور اقدس ﷺ نے اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو جہیز میں ایک نیا قمیض دیا تھا کچھ عرصہ کے بعد ایک سائل نے سیدہ کے دروازے پر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا اے نبی کے گھر والو! میں محتاج ہوں مجھے کوئی پھٹا پرانا کپڑا عنایت کر دو۔ سیدہ سلام اللہ علیہا کے پاس ایک پرانا قمیض تھا جس کو دینے کا خیال آیا تو فوراً فرمایا: لَنْ تَقَالُوا الْبَدْرَ حَتَّى تَنْفَقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ۔ جس کے معنی ہیں تم ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم وہ چیز نہ دو جس کے ساتھ تم کو محبت ہے تو سیدہ سلام اللہ علیہا نے فوراً وہ نیا قمیض جو جہیز میں ملا تھا سائل کو دے دیا۔ (۱)

ایک مرتبہ ایک وقت کے بعد سب کو کھانا میسر ہوا سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما سب کھانا کھا چکے تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابھی کھانا نہ کھایا تھا اور دروازہ پر ایک سائل نے آ کر کہا اے نبی کی شہزادی میں دو وقت کا بھوکا ہوں اگر کچھ کھانے کے لیے ہے تو مجھے عنایت کر دو سیدہ عالم نے فرمایا اے حسن جاؤ اور میرا کھانا اس سائل کو دے دو عرض کیا امی جان آپ کیا کھائیں گی؟ فرمایا بیٹا میں نے تو ایک وقت کا کھانا نہیں کھایا اور سائل نے دو وقت کا نہیں کھایا میں اپنا گزرتو کر لوں گی اس سائل کو دو جو دو وقت کا بھوکا ہے (۲)

سیدہ رضی اللہ عنہا اور پردہ

حضور مصطفیٰ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا عورت کے (پردے و عصمت کے) لیے کون سی چیز بہتر ہے سب خاموش ہو گئے اور سیدنا علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ میں فوراً گھرا آیا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آج حضور ﷺ نے یہ سوال کیا ہے بتاؤ کیا جواب دوں کہ عورتوں کے لیے بہتر چیز کیا ہے۔ سیدہ نے فرمایا: قَالَتْ لَا يَرِيَنَّ لِلزَّجَالِ وَلَا يَرَوْهُنَّ فَذَكَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَاطِمَةُ بُضْعَةٌ مَقْنِي۔ نہ عورتیں مردوں کو دیکھیں اور نہ مرد غیر عورتوں کو۔ فرماتے ہیں میں نے یہ جواب جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ (۳)

حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے اسماء آج کل جس طرح عورتوں کا جنازہ لے کر جاتے ہیں مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ جسم پر ایک چادر ڈال دیتے ہیں جس سے پوری طرح پردہ نہیں ہوتا بلکہ جسامت وغیرہ نظر آتی رہتی ہے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: اے بنت رسول میں نے جشہ کے لوگوں میں ایک طریقہ دیکھا ہے وہ آپ کو دکھاتی ہوں میرا خیال ہے کہ وہ آپ کو ضرور پسند آ جائے گا: فَدَعَتْ بِمَحْرَاةٍ رَطْبَةٍ فَهَتَّهَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ مَا أَحْسَنَ هَذَا وَاجْعَلْهُ تُعْرِفُ بِهِ امْرَأَةً مِنَ الرَّجُلِ۔ پھر آپ نے تازہ کھجوروں کی شاخیں منگوائیں اور ان کو چار پائی پر کمان کی طرح لگا کر باندھا اور اوپر کپڑا ڈال دیا سیدہ نے دیکھ کر فرمایا یہ تو بہت ہی اعلیٰ و شاندار طریقہ ہے اس طرح مرد و عورت کے جنازہ کی پہچان بھی ہو جاتی ہے: فَإِذَا مِتُّ أَكَافَأَ غَسْلِي أَنْتَ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيَّ أَحَدٌ۔ جب میں انتقال کر جاؤں تو میرا بھی اسی طرح جنازہ بنانا اور کسی کو میرے پاس نہ آنے دینا۔ (۴)

سیرت فرزندِ ہا از اہیات
جوہرِ صدق و صفا از اہیات
مزرعِ تسلیم را حاصلِ بتول
مادران را اسوۂ کاملِ بتول
ہوشیار از دستبردِ روزگار
گیرِ فرزندانِ خود را در کنار
فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا مہند
تا حسینِ شاخ تو بار آورد
موسمِ پیشین بگلزار آورد

(اقبال)

اگر پندے زدرویشے پذیری
ہزار امت بمیرد تو نہ میری
بتولے باش و پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوشِ شیرے گیری

(اقبال)

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہرنے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

پردہ کی اہمیت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَرَادَ لَّهُمُ اللَّهُ حَبِيرًا مَّا يَصْنَعُونَ (النور ۲۴: ۳۰)
مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

آیت شریفہ میں ارشادِ باری ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اس لیے کہ فتنہ و فساد اور بے حیائی کی ابتدا بری نظر سے ہی ہوتی ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ حسین و جمیل چیز کی طرف دل باہل ہوتا ہے اور پھر انسانی فطرت ہے کہ اس کو دیکھنے اور اس کے حصول کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اگر وہ چیز چھپی ہوگی تو ظاہر ہے اس پر کسی کی نظر نہیں پڑے گی لہذا اس کے دل میں

اس کے حصول کا جذبہ بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حصول کا جذبہ دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

اب آپ غور کریں کہ ایک حسین و جمیل خوبصورت جوان عورت اپنے حسن و جمال اور زینت و آرائش کے ساتھ بے پردہ لوگوں کے سامنے آئے گی تو جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو کیا نفسانی خواہشات میں جذبات ابھریں گے یا کہ نہیں؟ اس لیے کہ وہ معصوم تو ہیں نہیں اور محفوظ بھی نہیں پھر قصدِ آبار بار نظر کر کے لطف اندوز ہونے کی کوشش شروع ہو جائے گی اور جذبات میں تحریک ہوگی پھر یہی عادت بنتے بنتے آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ و فساد کا موجب بن جائے گی۔ اس لیے پروردگارِ عالم نے اس چیز کو دروازہ ہی بند کر دیا جس سے برائی اور بے حیائی کی ابتداء ہوتی ہے کہ تم اپنی نگاہوں کو نیچا رکھو اور شر مگاہوں کی حفاظت کرو اس پر عمل پیرا ہونے سے بے حیائی اور برائیوں کا خاتمہ اور نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ (النور: ۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔

اس آیت کریمہ میں پروردگارِ عالم نے عورتوں کو بھی یہی حکم دیا کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی حفاظت کریں اور اپنی زینت غیر لوگوں پر ظاہر نہ کریں اور اپنے سینوں کو چھپا کر رکھیں یہ بھی اس لیے کہ ایک دوسرے کو دیکھنے سے غلط طرف میلان پیدا نہ ہو اور جب عورتوں نے خود کو چھپا کر نہ رکھا اور بے پردہ بازاروں میں پھرتی رہیں اور اپنی زینت و آرائش ظاہر کرتی رہیں اور اپنے سینوں کو اوڈھ کر نہ رکھیں گی تو اس میں بے حیائی کی ابتدا اور فتنہ و فساد کا موجب ہوگا اور اس سے امن و عافیت بھی اس وقت پیدا ہوگی جب کہ عورتیں خود کو چھپا کر رکھیں اور اس میں حیا پیدا کریں اور جب شرم و حیا عورت سے اٹھ جائے گی تو یہی چیز موجب تباہی ہوگی۔

حضورِ اقدس اکے اوصافِ حمیدہ میں سے ایک وصف یہ ہے کہ آپ کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم و حیا والے تھے۔

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود

کنواری لڑکیوں کی شرم و حیا مشہور تھی چنانچہ لوگوں کی ایک مثال مشہور تھی فلاں تو کنواری لڑکی کی طرح شرماتا ہے لیکن آج کل سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے لڑکے اور لڑکیاں جو کچھ کر رہے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں (الا ما شاء اللہ) نامعلوم مسلمان غیرت و شرافت اور شرم و حیا کو چھوڑ کر کیوں بے غیرت و بے حیا ہوتے جا رہے ہیں اس بے غیرتی اور بے حیائی اور بے شرمی کے جنازہ نے اس لیے بھی تیزی اختیار کر لی ہے کہ سینماؤں میں جانے کا شوق گانے بجانے کا ذوق بے پردہ فحش لباس اور پھر اسکولوں اور کالجوں میں بھی ڈرامے گانے ناچ اور لباس ایسا کہ تمام بدن نظر آتا ہے عورتوں نے مردوں کی طرح برہنہ سر و سینہ پھرنا عام کر دیا ہے پھر یہ بے حیائی سینماؤں سے ہوتی ہوئی اب گھر سینما گاہ بن گئے وہ یہ کہ ٹیلی ویژن نکل آئے ہیں اور اس پر نگہی اور فحش بے حیا فلمیں دیکھی جاتی ہیں جن کے گھروں میں مالی کمزوریوں سے یہ خرید نہیں گیا وہ ان دوسرے گھروں میں فلم بینی کے لیے خاص طور پر جمع ہو کر لڑکے اور لڑکیاں دیکھتے ہیں اور بعض شوقین لڑکے اور لڑکیاں تو روزانہ فلم دیکھنے کے اس قدر شوقین ہیں کہ اس کے بغیر ان کا چارہ ہی نہیں ان چیزوں کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے بھی ہیں۔ اس لیے سینما بینی، گانے بجانے، بے پردگی، بے حیائی سے اجتناب کیا جائے اور ان کی بجائے کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے حالات سے تعلیم لی جائے اور اپنے آپ کو محفوظ کیا جائے

تاکہ برائیوں کی ابتداء نہ ہو سکے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے:

الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ وَالْإِيمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَدْءُ مِنَ

حیا ایمان کا حصہ ہے اور ایماندار جنت میں جائے گا اور بے حیائی

الْجَفَاءُ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ۔ (مسند رک ۱۸: ۱۷۱ رقم ۱۷۱)

بدی سے ہے اور بدکاری دوزخ میں ہے۔
اس لیے عورتوں اور مردوں کو یکساں حیاء کی ضرورت ہے اور ایمان کی مضبوطی حیاء ہے اور جس میں حیاء نہیں وہ ایمان میں کامل نہیں ہے۔

قرآن پاک میں دوسرے مقام پر یہ ارشاد ہوتا ہے۔

اے نبی ﷺ اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ الْمُؤْمِنَاتِ

عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے

يُكْنِينَ عَنْهُنَّ مِنْ جَلَاءِ بَنِيهِمْ ذَلِكَ أَخَى أَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا

رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں

يُؤْذَنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا۔ (الحجاب ۵۹: ۳۳)

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے چہروں کے چھپانے کا حکم دیا چونکہ جسم انسانی کا سب سے زیادہ خوبصورت اور اعلیٰ مقام چہرہ ہوتا ہے

اور چہرہ دیکھ کر ہی غلط میلان پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اس لیے حکم دیا گیا کہ عورتیں اپنے چہروں کو چھپا کر رکھیں تاکہ کسی کی نظر نہ

پڑے اور نہ غلط میلان آ سکے یہ تو حکم ہے عورتوں کو پردہ میں رہنے کا اب رہا گھروں میں رہتے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے غیر مردوں کو غیر

گھروں میں جانے کی بھی بے اجازت ممانعت کر دی ہے چونکہ عورتیں عام طور پر گھروں میں بے تکلیف سے رہتی ہیں کوئی غیر محرم نہیں

ہوتا اس لیے اجنبی لوگوں کو حکم دیا ہے۔

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى

تک اجازت نہ لے لو اور وہاں کے ساکنوں پر سلام نہ کر لو۔

تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا۔ (النور ۲۷: ۲۳)

اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ط

مانگو اس میں زیادہ سہرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

ذَلِكُمْ أَظْهَرَ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ۔ (الحجاب ۵۳: ۳۳)

اس طرح تمہارے نظر نہ پڑے گی اور نہ ان کی نظر تم پر پڑے گی اور فتنہ و فساد پیدا نہ ہوگا اور دل ناپاک خیالات و جذبات سے

پاک رہیں گے۔

اور ایک مقام پر قرآن میں فرمایا:

تو (اے عورتوں!) بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الذَّيْفِيُّ فِي قَلْبِهِ

لا لچ کرے۔

مَرَضٌ۔ (الحجاب ۳۲: ۳۳)

چونکہ عورتوں کی آواز میں قدرتی طور پر ایک نرمی اور نزاکت و حلاوت ہوتی ہے جو اثر کے بغیر نہیں رہ سکتی اس لیے اللہ تعالیٰ نے

عورتوں کو حکم دے دیا کہ غیر مردوں سے جب گفتگو کرو تو نرم و نازک اور شریں لہجہ اختیار نہ کرو بلکہ اپنی آواز میں قدرے سختی اور روکھا پن

پیدا کرو تا کہ کوئی بد باطن غلط فہمی کا شکار ہو کر تم سے کوئی امید نہ وابستہ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے آپ کے کسی بچہ کو مانگا تو آپ نے پردے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر دیا حالانکہ حضرت انس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاص طور پر خادم تھے اور عزیزوں کی طرح آپ کے پاس رہتے تھے پھر بھی سیدہ نے ان سے پردہ فرمایا اور سامنے نہ ہوئیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اور سیدہ کے پاکیزہ عمل سے معلوم ہوا کہ غیر محرموں کے روبرو ہونا فتنہ کا موجب ہو سکتا ہے۔

اہل اسلام غور کریں کہ ہماری فلاحیت اور عزت و آبرو کا تحفظ اسلامی پردہ میں ہے اور سیدہ کا عمل ہمارے لیے عملی نمونہ ہے۔

سیدۃ نساء العالمین و سیدۃ نساء اہل الجنة

حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

يَا نَبِيَّۃَ اِمَا تَرْضَيْنَ اَنَّكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِيْنَ قَالَتْ يَآ كَبِيْرُ فَاَيْنَ مَرْيَمَ ابْنَتِ عِمْرَانَ قَالَ تِلْكَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِيْهَا وَاَنْتِ سَيِّدَةُ نِسَاءِ عَالَمِيْكَ اَمَّا وَاللّٰهُ لَقَدْ رَوَّجْتُكَ سَيِّدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (طبۃ الاولیاء ۴: ۴۲)

اے پیاری بیٹی کیا تو اس بات پر خوش نہیں ہے کہ تو سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہو سیدہ نے عرض کیا مریم بنت عمران بھی تو ہیں فرمایا وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو اور اللہ کی قسم تمہارے شوہر علی دنیا و آخرت میں سردار ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ اَفْضَلُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ خُدَيْجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اَسِيَّةُ بِنْتُ مَرْحَمَةَ اَمْرَأَةٍ فِرْعَوْنَ (۱)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل عورتیں خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہما اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم فرعون کی بیوی ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے کہا کہ مجھ کو اجازت دیں کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پاس جا کر آپ کے لیے بخشش کی دعا کروں اور مغرب کی نماز ادا کروں اور پھر آپ کی خدمت اقدس میں اپنے لیے اور آپ کی بخشش کی دعا کروں والدہ محترمہ نے اجازت دے دی اور میں آپ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی پھر نوافل پڑھے اس کے بعد عشاء کی نماز ادا کی جب آپ نماز عشاء کے بعد فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا کہ اے میرے پیچھے آنے والے حذیفہ تو نہیں میں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا:

مَا حَاجُّكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلَا مُمْلِكُكَ اِنَّ هَذَا مَلَكٌ لَّمْ يَنْزِلِ الْاَرْضَ قَطْلَ قَبْلَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ اِسْتَاذَنَ رَبَّهٗ اَنْ تَسْلِمَ عَلٰی وَ يُبَشِّرُنِيْ بِاَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (۲)

تجھے کیا حاجت ہے اللہ تعالیٰ تجھے اور تیری ماں کو بخشنے یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اتر اس فرشتے نے اللہ سے میرے پاس آ کر سلام کرنے کی اجازت چاہی اور مجھے بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

دوسری حدیث سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

الْأَرْضُ صَيِّبَاتٌ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةً نِسَاءَ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءَ الْعَالَمِينَ^(۱)
اور جنت کی عورتوں کی سردار ہو۔

اور ایک حدیث حضرت انس بن مالک سے ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُ نِسَاءٍ أُمَّتِي فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ^(۲)
میری امت کی عورتوں میں بہترین میری بیٹی فاطمہ ہے۔

امام مالک سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ سیدہ عائشہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما میں سے کون افضل ہے تو آپ نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ جو مقام مصطفیٰ علیہ السلام سے ملا اور جو نسبت آپ کو حاصل ہے وَلَا أَفْضَلَ عَلَى بَضْعَةٍ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ أَحَدًا اس لیے سیدہ جگر گوشہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کسی اور کو فضیلت نہیں مل سکتی۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا ہی سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سب سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں خود سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے بھی اس بات کا اقرار و اعتراف کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ زہرا کی فضیلت کے اکمل ہونے میں کچھ شک نہیں۔ یہ ایک ایسا اعلیٰ و ارفع شرف و کمال ہے جو کسی بھی دوسری شخصیت کو حاصل نہیں ہے اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ سیدہ فاطمہ اولین و آخرین میں تمام عورتوں سے افضل ہیں۔

وَالَّذِي أَمِيلُ إِلَيْهِ أَنْ فَاطِمَةُ الْمَثُولُ أَفْضَلُ النِّسَاءِ
الْمُتَقَدِّمَاتِ وَالْمُتَأَخِّرَاتِ مِنْ حَيْثُ أَتَاهَا بَضْعَةُ
الرَّسُولِ لِلتَّوْبَلِ وَمِنْ حَيْثُ تَيَّاتِ أَخَرُ^(۳)
میرا موقف یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ الزہرا بتول گزشتہ اور آئندہ دونوں زمانوں کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ وہ رسول نبی کریم ﷺ کے جگر پارہ ہیں یہ ایک ہی نہیں بلکہ اور کئی وجوہات خاصہ ہیں۔

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ صاحب تفسیر روح المعانی نے نہایت واضح الفاظ میں بیان کر دیا ہے کہ اولین و آخرین تمام عورتوں پر سیدہ بنت رسول اللہ ﷺ کو فضیلت حاصل ہے مزید برآں کہ جن کے ابا جان محبوب رب العالمین اور سید اولین و آخرین ہیں ظاہر ہے ان کی وہ شہزادی جنہیں تمام اہل جنت کی عورتوں پر سرداری حاصل ہے اولین و آخرین کی عورتوں کی بھی سردار ہیں۔

”برآئکہ ایں حدیث دلالت دارد بر فضل فاطمہ بر تمامہ نساء مومنات حتی از مریم و آسیہ خدیجہ و فاطمہ، یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تمام مسلمان عورتوں پر فضیلت ثابت ہے یہاں تک کہ حضرت مریم حضرت آسیہ حضرت خدیجہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہن پر بھی^(۴)

| | |
|---------------------------|----------------------------|
| مادر آں قافلہ سالارِ عشق | مادر آں مرکز پر کارِ عشق |
| از سہ نسبت حضرت زہرا عزیز | مریم از یک نسبت عیسیٰ عزیز |
| آں امام اولین و آخرین | نور چشم رحمتہ للعالمین |
| مرضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا | بانوے آں تاجدارِ ہلّ آئی |

(اقبال)

مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی سیدہ سے والہانہ محبت

حضرت جمیع ابن عمیر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے پوچھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو سب سے زیادہ محبوب یعنی پیارا کون ہے؟ تو سیدہ نے فرمایا حضرت فاطمہ الزہرا۔ پھر میں نے کہا: مردوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ تو فرمایا: ان کے شوہر علی المرتضیٰ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔

فَسَأَلْتُ أُمِّي النَّبَاسَ كَانَ أَحَبُّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيلَ مِنَ الزَّجَالِ. قَالَتْ: زَوْجُهَا (۱)

دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فرماتے ہیں:

كَانَ أَحَبُّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الزَّجَالِ عَنِّي (۲)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عورتوں میں سے زیادہ سیدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ محبوب تھے۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا سے روایت ہے۔

کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم جب کسی سفر سے تشریف لاتے تھے تو فاطمہ کا گلا چومتے تھے اور فرماتے تھے میں اس سے جنت کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ اور فرماتے مجھے اپنی اس بیٹی کی جنت کی خوشبو آتی ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ قَبَّلَ نُحْرَ فَاطِمَةَ وَقَالَ مِنْهَا أَشْمُرُ رَائِحَةِ الْجَنَّةِ (۳)

یہ ہے شانِ سیدہ نساء العالمین فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بلکہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

میں اور بیٹی فاطمہ تو اور تیرا شوہر علی اور حسین کریمین جنت میں اس مقام اور اسی محل میں اکٹھے ہوں گے جہاں میرا مقام ہوگا۔

إِنِّي وَإِيَّاكَ وَهَذَيْنِ... فِي مَكَانٍ وَاحِدٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ آخَضَتْ بِأَفْطَمَةٍ خُطَابُ كَرْدَمِنْ وَتَوَوَّلِي وَحُسَيْنٍ دَرِيكٍ مَقَامٍ وَمَكَانٍ خَوَاهِمٍ بُوَد (۴)

تعظیم سیدہ اور مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا فرماتی ہیں:

جب بھی فاطمہ زہرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور علیہ السلام کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور سیدہ زہرا پر بوسہ دیتے تھے اور اپنے پاس بیٹھا لیتے اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے گھر تشریف لاتے تو سیدہ زہرا آپ کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپ کو بوسہ دیتیں اور اپنے پاس بیٹھا لیتیں۔

إِذَا دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا. (۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود محبوب رب العالمین سرکارِ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اپنی تہذیب کی عزت افزائی کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے جس کی عزت و تکریم کے لیے تاجدارِ ختم نبوت کھڑے ہو جائیں گویا کائنات اس کی تعظیم کے لیے کھڑی ہو گئی پھر ایسی عظیم سیدہ کی عظمت و مقام و احترام و عزت کا کیا ٹھکانہ ہو سکتا ہے۔

سیدہ کی خوشی و نارا ضگی، اللہ تعالیٰ کی خوشی و نارا ضگی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَعْصَبَهَا أُعْصِبْتَنِي يُرْتَبِنِي
مَا أَرَاهَا وَفِي رِوَايَةٍ يُؤْذِنُنِي مَا أَذَاهَا^(۱)

فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو
ناراض کیا۔ اور اضطراب میں ڈالے گی مجھے وہ چیز جو اس کو اضطراب میں
ڈالے اور دوسری روایت میں ہے کہ مجھے تکلیف دیتی ہے وہ چیز جو اس کو
تکلیف دے۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہ کے غضب ناک ہونے سے غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے پر راضی ہو جاتا ہے۔

الفت سیدہ منافع امت

حضرت زادان رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے اے سلیمان یاد رکھو! جو کوئی میری بیٹی فاطمہ سے محبت رکھے وہ بہشت میں میرے ساتھ ہوگا اور جو کوئی اس کے ساتھ دشمنی کرے وہ جہنم میں جائے گا اے سلیمان میری بیٹی فاطمہ کی الفت سو جگہ نفع پہنچاتی ہے کہ ان جگہوں میں زیادہ سہل مقامات موت اور قبر اور میزان اور صراط اور حساب قیامت ہیں جس شخص سے میری بیٹی فاطمہ خوش ہوگی میں اس سے خوش ہوں گا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوگا اور جس کسی سے میری بیٹی فاطمہ ناراض ہے میں بھی اس سے ناراض ہوں جس سے میں ناراض ہوں اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض اور غضب ناک ہے۔ اے سلیمان! اور اس شخص پر جو اس پر ظلم کرے اور اس کے شوہر علی المرتضیٰ پر ظلم کرے اور اس پر جو ان کی اولاد پر ظلم کرے ان کے لیے ویل ہے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

(۲) مستدرک حص: ۱۵۶، مدارج النبوت،

(۱) بخاری، ص: ۵۳۲، مسلم، ج: ۲۹۸، ترمذی، ج: ۱

(۳) الحیات، ج: ۱، ص: ۱۰۵، سوانح کر بلا، مستدرک حاکم، نزہۃ المجالس۔

قیامت کے دن نداء ہوگی اہل محشر اپنی نگاہوں کو جھکا لو فاطمہ بنت رسول کا

ستر ہزار حوروں کے ساتھ گزر رہا ہے

حضرت ابوالیوب انصاری اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ روز قیامت ایک نداء ہوگی۔

اِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تِلْكَ مُنَادٍ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ يَا
أَهْلَ الْجَمْعِ غُضُّوا أَبْصَارَكُمْ حَتَّى تَمُرَّ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَمَرَّ وَمَعَهَا سَبْعُونَ الْحَارِيَّةَ
مِنَ الْحُورِ الْعِينِ كَالْبُرَاقِ

قیامت کے دن ایک نداء کرنے والا ندا کرے گا پردہ میں سے
اے محشر والو! اپنی نگاہوں کو جھکا لو یہاں تک کہ سیدہ فاطمہ بنت
محمد رسول اللہ ﷺ گزر جائیں چنانچہ سیدہ ستر ہزار حوروں کے
ساتھ براق کی طرح تیزی سے گزر جائیں گی۔

وصالِ مصطفیٰ ﷺ اور صدمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بیمار ہوئے تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں آپ
نے دیکھا تو فرمایا مرحبا میری بیٹی اور پیار و محبت سے اپنے پاس بٹھا کر آہستہ آہستہ ان سے کچھ باتیں کہیں جن کو سن کر سیدہ زار و قطار
رونے لگیں جب آپ نے ان کے غم اور دکھ کو دیکھا تو پھر ان سے آہستہ آہستہ باتیں کہیں تو پھر آپ بننے لگیں سیدہ ام المؤمنین فرماتی
ہیں میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور علیہ السلام نے آپ سے کیا گفتگو فرمائی جس سے آپ رویں اور بعد میں آپ
ہنسیں۔ سیدہ نے فرمایا میں آپ کے راز کو ظاہر نہیں کرنا چاہتی جب حضور اقدس علیہ السلام انتقال کر گئے تو میں نے سیدہ کو قسم دے کر
کہا کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم پر سیدہ عالم علیہ السلام نے کیا ظاہر کیا تھا۔ سیدہ نے کہا مجھے پہلی مرتبہ ابا جان نے فرمایا تھا میرے وصال کا
وقت قریب آ گیا ہے اور میں تم سے جدا ہونے والا ہوں بیٹی صبر کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا تو میں رو پڑی جب زیادہ غمگین ہو گئی تو
آپ نے فرمایا بیٹی کیا تم کو خوشخبری نہ دوں جس سے تمہارا غم دور ہو جائے میں نے کہا ابا جان جی ہاں آپ نے فرمایا:

أَلَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ
الْعَالَمِينَ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى أَوَّلَ بَيْتِهِ أَتْبَعَهُ فَضَحَكْتُ (۱)

کیا تو اس پر راضی نہیں ہے کہ تو سارے جہاں اور جنت کی عورتوں
کی سردار ہو اور فرمایا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھ
سے تم ہی آ کر ملو گی۔ یہ سن کر میں خوش ہو گئی اور ہنسنے لگی۔

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو صدمہ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے خود شیر خدا علی المرتضیٰ
فرماتے ہیں کہ سیدہ عالم علیہ السلام کے وصال شریف کے بعد سیدہ فاطمہ اکثر روتی اور فرمایا کرتی تھیں ہائے ابا جان حَقَّانِ الْخُلْدِ رُبُّهُ
يُكْرِمُهُ رَبُّهُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ یعنی رب کو پیارے ہو گئے خلد کے باغات میں آرام پذیر ہو گئے ان کا رب ان کی تکریم اور ان پر سلام بھیج
رہا ہے۔

قبرِ مصطفیٰ ﷺ پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حال

ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَأَخَذَتْ قُبْضَةً مِنْ رَأْسِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَلَى عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَأَنشَدَتْ:

مَاذَا عَلَى مَنْ نَشَمَ تَرْبَةً أَحْمَدًا
أَنْ لَا يَشَمَّ مَدَّالْزَمَانِ غَوْلِيَا
صَبَبْتُ عَلَى مَصَائِبِ لَوَائِهَا
صَبَبْتُ عَلَى الْإِيَالِ صَرْنَ لَيَا لَيَا

پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قبرِ اقدس پر آئیں اور ایک مٹھی خاک لے کر قبرِ اقدس سے اپنی آنکھوں پر رکھی اور بہت روئیں اور یہ کہا:

جس کو احمد رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کی خوشبودار مٹی ملے اس کو زمانہ بھر کی خوشبوئیں پسند نہیں آئیں گی آپ کے وصال کے بعد جو سخت مصیبتیں مجھ پر آئی ہیں میں اگر وہ دنوں پر آ جاتیں تو وہ راتیں ہو

(۱) جاتے۔

جب سیدہ فاطمہ دوسری مرتبہ قبرِ اطہر پر حاضر ہوئیں تو وہ شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

جب شوقِ ملاقات شدت کی صورت اختیار کر جاتا ہے تو روتے ہوئے آپ کی قبرِ اقدس کی زیارت کو آ جاتی ہوں اور شکوہ کرتی ہوں، اور جب دیکھتی ہوں کہ آپ جو اب نہیں دیتے۔

- ☆ اے قبرِ انور میں آرام فرمانے والے میری گریہ و زاری دیکھ ان تمام مصائب میں تیری یاد ہی میرا سکونِ قلب ہے۔
- ☆ اگرچہ آپ بظاہر مجھ سے خاکِ قبر میں غائب ہیں مگر میرے قلبِ حزیں سے غائب نہیں۔
- ☆ میری جان دردِ غم اور رنجِ عالم میں گھر گئی ہے اے کاش یہ جان دردِ غم کے ساتھ نکل جاتی۔
- ☆ آپ کے بعد جینے میں کوئی بہتر نہیں ہے اور میں نہیں روتی مگر اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی لمبی نہ ہو جائے۔ (۲)

سیدہ کے گریہ و غم میں جہان کی شرکت

حضورِ اقدس ﷺ کے وصال کی جدائی کے صدمہ میں آپ اس قدر غمگین تھیں کہ آپ کے رنج و غم اور گریہ و زاری سے دوسرے لوگ بھی بہت متاثر ہوئے چنانچہ سیدہ ہند بنتِ اثاثہ نے حضورِ سید عالم ﷺ کے وصالِ اقدس پر جو اشعار سیدہ کی طرف منسوب کر کے کہے ان کا ترجمہ یہ ہے:

- ☆ اے فاطمہ اس وصالِ پانے والے کے صدمہ پر تیرے رونے نے میرے بال سفید کر دیے اور مجھ کو ضعیف کر دیا۔
- ☆ اے فاطمہ صبر کرو بے شک تمہارے غم نے دور کے لوگوں کو بھی غمزدہ کر رکھا ہے۔
- ☆ اور خشکی و تری والے سب اس میں شریک ہیں اس غم و مصیبت نے کسی کو تنہا نہیں چھوڑا۔

(طبقات ابن سعد: ۳۷۰)

سیدہ کی گود میں اوٹنی نے جان دے دی

حضور سید عالم کی اوٹنی نے آپ کے وصالِ اقدس کی جدائی کے صدمہ میں کھانا پینا چھوڑ دیا تھا چنانچہ ایک رات سیدہ کو یہ اوٹنی ملی تو اس نے کہا:

اے رسول اللہ ﷺ کی شہزادی تجھ پر سلام ہو کیا آپ اپنے باپ کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں تو دے دیں میں ان کے پاس جا رہی ہوں اتنا سننا تھا کہ سیدہ زار و زار رونے لگیں یہ حال دیکھ کر اوٹنی نے اپنا سر سیدہ کی گود میں رکھ دیا، اور اسی وقت اوٹنی جان بحق ہو گئی۔ تو پھر اس کو کفن دے کر دفن دیا گیا تین یوم کے بعد قبر کھولی گئی تو وہاں اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔

السلام عَلَيْكَ يَا بِنْتَ رَسُولِ اللَّهِ أَلَمْ تَحَاجِي إِلَى أَبِيكَ فَإِنِّي ذَاهِبَةٌ إِلَيْهِ فَبَكَتْ فَاطِمَةُ وَجَعَلَتْ رَأْسَهَا فِي جُحْرِهَا حَتَّى مَاتَتْ فِي ذَلِكَ السَّاعَةِ فَكَفَنَتْهَا فِي عِبَاءٍ وَدَفَنَتْهَا ثُمَّ كَشَفُوا عَنْهَا بَعْدَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَلَمْ يَجِدُوا لَهَا أَثَرًا (۱) (لذمة المجالس: ۲: ۱۶۶)

یوم محشر خون آلود قمیص اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے روز میری بیٹی فاطمہ ایسے حال میں میدانِ قیامت میں آئے گی۔

کہ ان کے ہمراہ بہت سے کپڑے ہوں گے جو لہو سے رنگین ہوں گے اس وقت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرش کے ایک ستون کو پکڑ کر عرض کریں گی اے احکم الحاکمین میرے اور میرے فرزندوں کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما قسم ہے پروردگار کعبہ کی کہ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ فرمائے گا۔

وَمَعَهَا ثِيَابٌ مَحْضُوبَةٌ بِالدِّمِ تَتَعَلَّقُ بِقَائِمَةٍ مِّنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ تَقُولُ يَا حَكَمُ أَحْكِمْ بَيْنِي وَبَيْنَ مَنْ قَتَلَ وَلَدِي فَيَحْكُمُ اللَّهُ بَيْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. (الحیات، ۱: ۱۰۸)

دوسری حدیث حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم علیہ السلام نے فرمایا ہے:

جب روزِ قیامت ہوگا تو وسطِ عرش سے ایک منادی ندا کرے گا اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت محمد ﷺ خون حسین سے رنگین شدہ قمیص کو اپنے ہمراہ لیے ہوئے گزر جائیں پس فاطمہ ساقِ عرش کو پکڑ کر عرض کریں گے اے اللہ تو جبار اور عادل ہے میرے فرزند حسین کے قاتلوں کے اور میرے درمیان فیصلہ کر پروردگار کعبہ کے رب کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ فرمائے گا اس کے بعد فاطمہ عرض کریں گی اے اللہ جو لوگ میرے حسین پر روئے ہیں مجھ کو ان کا شفیع مقرر کر تب اللہ تعالیٰ ان کو ان کے حق میں شفیع کرے گا۔

إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادَى مُنَادٍ مِّنْ بَطَانِ الْعَرْشِ يَا أَهْلَ الْقِيَمَةِ أَعْضُوا أَبْصَارَكُمْ بِتَجَوَّزِ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ مَعَ قَوَيْصِ مَحْضُوبٍ بِدَمِ الْحُسَيْنِ فَتَحْتَوِي عَلَى سَاقِ الْعَرْشِ فَتَقُولُ أَنْتَ الْجَبَّارُ الْعَدْلُ أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ مَنْ قَتَلَ وَلَدِي فَيَقْضِي اللَّهُ بَيْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ ثُمَّ تَقُولُ اللَّهُمَّ أَشْفِعْنِي فِيمَنْ بَكَى عَلَى مُصِيبَةِ فَيَشْفَعُ اللَّهُ فِيهِمْ (الحیات، ج: ۱، باب فاطمہ الزہرا)

سیدہ کا وصال

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ابا جان سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں چھ ماہ رو رو کر بڑی مشکل سے دن پورے فرمائے یوم وصال سیدہ نے خود غسل فرمایا اور پاکیزہ کپڑے پہنے اور نماز ادا کی بعد ازاں اپنا داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر قبلہ رو لیٹ گئیں اور فرمایا میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کے سپرد کر رہی ہوں ۳ رمضان المبارک شب سہ شنبہ کو ہجر و فراق و درد و غم کی کٹھن منزلوں سے گزر کر رسول اللہ ﷺ کا جگر پارہ اقدس ان سے جا ملا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ^(۱)

سیدہ کی جدائی اور سیدنا علی المرتضیٰ

اس عظیم وصال مبارک پر سیدین حسنین کریمین عظیمین اپنی امی جان کو رو رو کر یاد کرتے رہے کہ نانا جان کے وصال مقدس کو آج امی جان نے یاد کرادیا ہے شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بھی روتے رہے اور آپ نے شہزادوں کو صبر کی تلقین فرمائی اور سیدہ فاطمہ الزہرا کی طرف منسوب کر کے اس طرح فرمایا:

حَبِیْبٌ لِّیْسَ بَعْدَ لَہٗ حَبِیْبٌ

وَمَا سِوَاہُ فِی قَلْبِی تَصِیْبٌ

مجھ سے وہ پیارا جدا ہوا جس کے بعد اب کوئی محبوب ہی نظر نہیں آتا اور میرے دل میں اس کے سوا کسی کا حصہ بھی نہیں۔

(تاریخ ابن عساکر ۶۹: ۱۱۸)

أَرَى عِلَلِ الدُّنْیَا عَلٰی کَیْفِیَّةٍ وَصَاحِبُہَا حَتّٰی الْحَمَاقَةِ عَلَیْلٌ

دنیا کے امراض بہت دیکھتا ہوں اور مریض بلکہ موت بھی بیمار نظر آتا ہے۔

لِکُلِّ اجْتِمَاعٍ مِنْ قَلِیْلَیْنِ فَوْقَہُ

وَکُلِّ الَّذِیْ حُوْنُ الْفَرَاقِ قَلِیْلٌ

میرا اجتماع میں فراق ضروری ہے اور ہر وصال سوائے فراق کے کم ہے۔

وَإِنْ اِفْتَقَادِیْ فَاطِمَہُ بَعْدَ اَحْمَدَ

کَلِیْلٌ عَلٰی اَنْ لَا یَذُوْمَ حَلِیْلٌ

اور سیدہ فاطمہ کی جدائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد دلیل ظاہر علامتِ باہر ہے کہ کسی کا محبوب ہمیشہ کسی کے پاس نہیں

رہتا۔ (۲)

سیدہ کی اولادِ طاہرہ

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے بطنِ اقدس سے حضرت سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین، سیدہ ام کلثوم، سیدہ زینب تولد ہوئے اس پر اتفاق ہے لیکن بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک محسن اور رقیہ بھی پیدا ہوئے لیکن صغریٰ میں انتقال کر گئے حضرت سیدہ ام کلثوم کا نکاح سیدنا عمر فاروق سے ہوا ان کے بطن سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے حضرت فاروق اعظم کے بعد ان کا نکاح ثانی عون بن جعفر طیار سے ہوا بکدانی البخاری مناقبِ فاطمہ۔ اور زید بن عمر کا انتقال اس روز ہوا جس روز ان کی والدہ ام کلثوم بہت علی المرتضیٰ کا ہوا تھا بنو عدی کسی بات پر جھگڑ رہے تھے زید صلح کرانے کے لیے تاریکی میں نکلے ان کی کوئی شناخت نہ کر سکا ایک شخص کی ضرب ان کے سر پر لگ گئی مضروب ہو کر راہِ بغیر عالم بقا ہوئے۔ سیدہ زینب بنتِ فاطمہ کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا میدانِ کربلا میں اپنے برادرِ مکرم و معظم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھیں گرفتاری کے بعد بھی انہوں نے نہایت صبر و استقامت سے جملہ مصائب کو برداشت فرمایا اور اہل بیتِ حسینی کی نگہبانی فرمائی اور اپنے خلیفہ جگر کو بھی قربان کر دیا۔^(۱)

آیہ تطہیر سے جس میں پودے جے

اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفصیلی بیان ان کے باب میں ہے۔

سیدہ کی نمازِ جنازہ

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا وصال شبِ شنبہ تیسری رمضان ۱۱ھ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد واقع ہوا یہی قول مشہور و صحیح ہے اور بھی کئی قول ہیں لیکن وہ درجہ صحت سے دور ہیں اور بقیع شریف میں رات کے وقت دفن ہوئیں ان کی نمازِ جنازہ ایک قول سے حضرت علی اور ایک قول سے حضرت عباس نے پڑھائی بعض لوگ کہتے ہیں کہ دوسرے دن ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اور دیگر اصحاب نے حضرت علی المرتضیٰ سے شکایت کی کہ ہمیں کیوں خبر نہ کی ہم بھی نماز کا شرف پاتے حضرت علی المرتضیٰ نے عذر خواہی میں فرمایا میں نے فاطمہ کی وصیت کی بنا پر ایسا کیا کہ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو رات کو دفن کرنا تاکہ نامحرموں کی آنکھیں میرے جنازہ پر نہ پڑیں۔ اور روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن العوام بھی شریک ہوئے سیدنا علی المرتضیٰ نے ابو بکر صدیق سے کہا کہ آپ نمازِ جنازہ پڑھائیں حضرت نے فرمایا کیا میں آپ کے ہوتے ہوئے آگے بڑھوں سرکار نے فرمایا میں اجازت دیتا ہوں آپ سیدہ کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔

فَصَلِّ أَبُو بَكْرٍ الصَّدِيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَثَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا^(۲)
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنتِ محمد رسول اللہ ﷺ پر چار تکبیروں سے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ ناممکن ہے کہ خلیفہ اول اور دیگر اصحاب عظام ایسی عظیم شخصیت کے نماز جنازہ میں شریک نہ ہوتے یہ محض اصحاب کی عداوت کی بناء پر مشہور کر رکھا ہے۔ جہاں تک سیدہ کے پردہ کا تعلق ہے تو وہ باوجود اس کے کہ رات کو جنازہ تاریکی میں اٹھایا گیا اور نماز جنازہ بھی پڑھی گئی اور جنازہ کی چار پائی پر کھجوروں کی سبز ٹہنیاں اس طرح لگائی گئیں جیسے کوہان ہوتی ہے ایسی صورت میں کیسے بے پردگی ہو سکتی تھی جب بے پردہ ہونے کی ہیئت تک نہیں تو اس امر کی دلیل اصحاب کے شریک نہ ہونے میں کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے۔

سیدہ کا مرقد اقدس

سیدہ کے محلِ دفن میں اختلاف ہے بعض کا خیال ہے کہ آپ کا مرقد بقیع میں حضرت عباس کے قبہ میں ہے جہاں تمام اہل بیت نبوت آسودہ ہیں اور بقیع کے تمام مزارات اور قبوں کو مخالفین نے اپنے دورِ استبداد ۱۳۴۳ھ میں شہید کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ ان کا دفن ان کے گھر ہی میں ہے جو کہ مسجد نبوی شریف میں ہے جو قبہ عباسی کے نام سے منسوب ہے اور شرقی جانب ہے امام غزالی نے بقیع کی زیارت میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت فرمائی ہے اور بعض اور حضرات نے بھی اس کا ذکر کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ ”بیت الحزن“ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ سیدہ فاطمہ رسول اللہ ﷺ کے غم و جدائی کی مصیبت کے زمانہ میں لوگوں کی صحبت سے پریشان ہو کر تنہائی اختیار کر کے اس جگہ قیام پذیر ہو گئی تھیں نیز کہتے ہیں کہ اس جگہ ایک گھر ہے جسے علی المرتضیٰ نے بقیع میں لیا تھا (واللہ اعلم) پہلا قول صحیح ہے اور اخبار و آثار کے موافق ہے۔^(۱)

مسعودی نے ”مروج المذہب“ میں بیان کیا ہے کہ امام حسن، امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق کی قبروں کی جگہ میں ایک پتھر پاتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے: هَذَا قَبْرُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّدَةِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ وَقَبْرِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ

اس پتھر کا ظہور ۳۰۳ھ میں ہوا امام المسلمین سیدنا حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دفن کے قصہ میں مروی ہے انہوں نے وصیت کی تھی کہ اگر لوگ مزاحمت نہ کریں تو مجھے نانا جان کے پاس دفن کرنا اور نہ پھر بقیع میں میری امی جان کے پہلوئے اقدس میں دفن کرنا غرض آپ کی قبر شریف میں یہی مختار ہے محب طبری ذخائر العقبیٰ میں نقل کرتے ہیں کہ مجھے ایک مرد صالح نے جو میرے ساتھ خدا کے لیے اخوت رکھتا تھا خبر دی کہ جب شیخ ابو العاص مری جو کہ شیخ ابو الحسن شاذلی کے شاگرد ہیں وہ بقیع کی زیارت کرتے تو وہ حضرت عباس عم الرسول کے قبہ کے آگے کھڑے ہو کر۔ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا پر سلام پڑھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ شیخ پر اسی جگہ قبر اطہر منکشف ہوئی اور فرماتے ہیں کہ عرصہ دراز تک اس بنا پر کہ جو اعتقاد مجھے حضرت شیخ سے ملتا اسی اعتقاد پر قائم رہا یہاں تک کہ میں نے وہ روایت ابن عبد البر سے جو امام حسن کے انتقال کے قصہ میں منقول ہے دیکھی اس کے بعد شیخ نے جو خبر کشف سے دی تھی اس پر میرا اعتقاد زیادہ ہو گیا اور فرمایا حدیث کی صحت مجھ پر شیخ کے کشف سے ثابت ہوئی اور حدیث کے مطابق شیخ کا کشف صحیح پایا۔ واللہ اعلم۔ اتفاق اسی پر ہے کہ سیدہ کی قبر اقدس بقیع میں ہے اور امام حسن، زین العابدین اور عم الرسول عباس رضی اللہ عنہم کی قبور منورہ ان کے پہلو بہ پہلو ہیں^(۲)

رشتہ آئین حق زنجیر پاست

پاس فرمان جناب مصطفیٰ است

ورنہ گرد تربتش گردیدے

سجدہ ہا بر خاک او پاشیدے

علامہ اقبال سیالکوٹی فرماتے ہیں۔ میرے پاؤں میں قانون خداوندی کی زنجیر ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا پاس ہے ورنہ میں سیدہ فاطمہ الزہرا خاتون جنت کے مزار اقدس کا طواف کرتا اور آپ کی قبر اقدس پر سجدے کرتا۔^(۱)

باب ۵

۱۔ اہل بیتِ نبوت در آیہ مودّت

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ۔
تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قربت کی محبت۔
(الشوری: ۲۵)

اس آیت شریفہ میں حضور مصطفیٰ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن میں فرمایا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب ان کو فرما دیجئے کہ میں تم سے کوئی مال، دولت ساز و سامان اس تبلیغ و ہدایت کے بدلے نہیں مانگتا بلکہ میں تم سے اپنی اہل قربت کی محبت مانگتا ہوں جس پر تمہاری کوئی قیمت خرچ نہیں ہو رہی صرف ان کی محبت تمہاری فلاحیت کے لیے چاہتا ہوں اسی آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عرض کیا: یا سیدی رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں وہ کون ہیں جن کی محبت کا خدا نے اور رسول نے قرآن میں حکم فرمایا ہے چنانچہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابِ نبوت نے بارگاہِ نبوت سے جب پوچھا

يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلَاءِ الَّذِينَ وَجَّهَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتَهُمْ قَالَ عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا^(۱)
یا رسول اللہ! وہ آپ کے قریبی کون لوگ ہیں جن کی محبت ہم پر واجب فرمائی گئی ہے فرمایا: علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے (حسن و حسین)۔

اِنَّهٗ لَنَا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ، قَبِيلَ يٰۤاَرْسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَّهَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتَهُمْ فَقَالَ عَلِیٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا^(۲)
جب یہ آیت نازل ہوئی تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ کے کون سے قربت والے ہیں جن کی محبت و مودت ہم پر فرض کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا علی فاطمہ اور ان کے دونوں شہزادے۔

(۱) زرقانی علی المواہب، ج: ۷، ص: ۲۰۰ (۲) تفسیر درمثور، ج: ۶، ص: ۷۷

مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفَنِي فَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ ثُمَّ تَلَا وَاتَّبَعَتْ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ - ثُمَّ قَالَ أَكَا ابْنُ الْبَشِيرِ وَأَنَا ابْنُ الذَّيْزُرِ ثُمَّ قَالَ وَأَنَا مِنْ أَهْلِ الْمَيْمِ الْيَمِينِ افْتَرَضَ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ مَوَدَّتَهُمْ وَمَوَالَيَهُمْ فَقَالَ فِيمَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى. (۱)

جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن بن محمد ہوں۔ فرزندِ رسول اللہ ﷺ پھر یہی آیت تلاوت فرمائی: وَاتَّبَعَتْ مِلَّةَ آبَائِي حَتَّى إِبْرَاهِيمَ الْإِلَهِ پھر فرمایا: اور میں نے تو اپنے باپ دادا ابراہیم کے دین کی پیروی کر رکھی ہے میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں اور میں اہل بیتِ نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس کے متعلق اس نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی: فَرَمَادِيحِي: میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قربت داروں کی محبت چاہتا ہوں۔

قرآن کی آیت شریفہ اور مفسرین کرام علیہم الرحمہ کی تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ فاطمہ الزہرا اور سیدین حسنین و کریمین رضی اللہ عنہم کو انتہائی شرف اور منفرد مقام حاصل ہے اور ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن میں بیان فرمادیا ہے۔

۲۔ عظمتِ اہل بیت در آیہ مباہلہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور سید العالمین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں بغرضِ مناظرہ حاضر ہوا اور انہوں نے عرض کیا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمہ ہیں جو کنواری بتول مریم علیہا السلام کی طرف القا کئے گئے تھے۔ وہ کہنے لگے وہ تو اللہ کے بیٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ کہنے لگے آپ نے کوئی ایسا بندہ بھی دیکھا ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو؟ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر یہی دلیل ان کے بیٹے (ابن اللہ) ہونے کی ہے تو پھر مجھے بتاؤ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق تمہیں بدرجہ اولیٰ یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کیونکہ وہ تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تو پھر بھی والدہ محترمہ ہیں اب باوجود اس کے کہ ان کے پاس کوئی معقول جواب نہیں تھا محض ایک ہٹ دھرمی کرتے ہوئے جھگڑنے لگے۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم ایسا کرو کہ میرے ساتھ مباہلہ کر لو جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو غلط ہوگا وہ تباہ ہو جائے گا تمہارے اور ہمارے سچے وجھوئے عقیدہ کا پتہ چل جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مباہلہ کے بارے میں قرآن میں ارشاد فرمایا:

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ آبَاءَنَا وَآبَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ۔ (آل عمران: ۶۱)

تو ان سے فرما دو آؤ ہم بلا لیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہارے جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

اس عیسائی وفد نے یہ سن کر کہا کہ اچھا ہم کو تین دن کی مہلت دے دیں سرکار آقا دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین یوم کی مہلت بھی ان کو دے دی جب تین روز گزر گئے تو وہ عیسائی نہایت شاندار پوشاکیں پہن کر اور اپنے بڑے بڑے پادریوں کو ساتھ لے کر آ گئے۔ ادھر حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عظیم شان و شوکت سے تشریف لائے کہ گود میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور داعی طرف آپ کا ہاتھ مبارک پکڑے ہوئے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں اور خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم دونوں پیچھے پیچھے ہیں اور حضور علیہ السلام ان سے فرما رہے تھے کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ پھر حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ۔

اے اللہ یہ میری اہل بیت ہیں۔

عیسائیوں کے سب سے بڑے پادری نے جب یہ حسین منظر دیکھا تو پکار اٹھا اور کہنے لگا اے عیسائیو!

اِنَّيْ لَرٰى وُجُوْهًا لَوْ سَاَلُوْا اللّٰهَ اَنْ يَّرِيْلَ جَبَلًا مِّنْ مَّكَانِهٖ لَا ذَا لَهٗ مِّنْ مَّكَانِهٖ تَبَّعْهُلَوْ اَفْتَهْلِكُوْا وَلَا يَبْقٰى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ نَصْرِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالُوْا: يَا اَبَا الْقَاسِمِ! قَدْ رَاَيْنَا لَا نَلَا عَنْكَ وَاَنْ نَّعْرُكَ عَلٰى دُبُرِكَ وَنَعْرُكُمَا عَلٰى دُبُرِنَا۔ (تفسیر بخاری: ۳۱۰)

بیشک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا سے پہاڑوں کو ہٹا دے گا۔ خدا کے لیے ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ پس انہوں نے کہا اے ابو القاسم ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے آپ اپنے دین پر رہیں اور ہمیں اپنے دین پر رہنے دیں۔

پھر انہوں نے کچھ جزیہ دے کر صلح کر لی حضور محبوب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا خدا کی قسم عذاب خداوندی ان کے قریب آ گیا تھا اگر مباہلہ ہو جاتا تو یہ سب بندر اور سوربن جاتے اور ان کا جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران کے پرندہ چرند تک نیست و نابود ہو جاتے۔

آیت شریفہ اور تفاسیر و احادیث سے ثابت ہوا کہ اہل بیت نبوت کی شان و عظمت کس قدر بلند ہے۔ واضح رہے کہ یہ مباہلہ کی صورت ۱۰ھ کو پیش آئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس وقت چار صاحبزادیوں میں سے صرف ایک صاحبزادی سلام اللہ علیہا بظاہر دنیا میں حیات تھیں باقی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ۲ھ میں ہو چکا تھا اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ۹ھ میں ہو چکا تھا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں ہو چکا تھا لہذا ان کو ہمراہ نہ لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا اور یہ خیال کرنا کہ ایک ہی بیٹی تھی جس کو لے گئے تھے بالکل دلیل نہیں بن سکتی جیسا کہ اس کا تفصیلی ذکر بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں بیان کیا گیا ہے اس کے ساتھ ہی یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ آپ نے اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کیوں ہمراہ نہ لیا اگر صحابہ عظام کو نہیں لے گئے تو یہ تنقیص صحابہ و توہین صحابہ کی بھی دلیل نہیں ہے صحابہ عظام نے عظیم معرکوں میں بے مثال قربانیاں دی ہیں جس کا کسی کو انکار نہیں ہاں اس موقع پر صحابہ عظام کو ساتھ نہ لے جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہاں جھوٹوں کے لیے عذاب اور ہلاک ہونے کی دعا تھی اگر آپ صحابہ کرام کو ہمراہ لے جاتے تو عیسائی کہہ سکتے تھے کہ شامدان کو معاذ اللہ اپنی ہلاکت کا خطرہ پڑ گیا ہے اس لیے اپنے بچوں کو نہیں لائے

اور ان کو بچا لیا حالانکہ ان کے رب کا حکم ہے اس لیے حضور سید عالم ﷺ صرف اپنی اولاد کو ہی میدان میں لائے تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ آپ کو اپنی نبوت و صداقت کی حقانیت پر مکمل یقین ہے اگر (معاذ اللہ) ادنیٰ شبہ بھی ہوتا تو آپ اپنے بچوں کو لے کر نہ آتے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عیسائیوں کو اپنے عقیدہ کی سچائی پر یقین نہیں تھا جیسا کہ وہ مہابلہ سے اعراض کر گئے۔

۳۔ انعاماتِ الہیہ بر اہل بیتِ نبوت در آیاتِ ابرار

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے تو حضور مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ عظام ان کا حال دریافت کرنے کے لیے تشریف لائے تو کچھ صحابہ نے کہا اے علی المرتضیٰ آپ کوئی نذر مانیں تو حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا میں آج سے ہی نذر مانتا ہوں کہ میں اور میری زوجہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما شہزادوں کو آرام آنے پر تین روزے رکھیں گے شہزادوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دے دی اب ان تین روزوں کی نذر پوری کرنی تھی جب روزہ رکھ لیا گیا تو شام افطاری کے لیے گھر پر کوئی چیز نہ تھی سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کسی سے بطور قرض کچھ جولائے سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان کو چکی میں پیس کر آٹا تیار کیا شام کو جب کھانا تیار فرمایا روزہ کی افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہما اور سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما دسترخوان پر کھانا رکھ کر تناول فرمانے لگے تو ابھی ایک لقمہ بھی کسی نے نہیں اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو میں مسکین ہوں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانے کو دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت کے خوانوں پر کھلائے گا یہ سن کر سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمام دسترخوان کا کھانا اٹھاؤ اور مسکین کے حوالے کر دو ہم پانی پی کر سو جائیں گے معلوم نہیں سائل کتنے دنوں کا بھوکا ہے سب کھانا اٹھا لیا اور مسکین کو دے دیا اب دوسرا روزہ بھی پانی پی کر سحری کا وقت گزرا لیا پھر جو پیس کر سیدہ نے شام کو کھانا تیار کر لیا۔ افطاری پانی سے فرمائی بعد نماز مغرب جب کھانا دسترخوان پر رکھا اور یہ نفوس مقدسہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو ابھی ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے سے آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں یتیم ہوں اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ ہم تو پانی سے وقت گزار رہی ہیں گے خواہ کتنی بھوک لگی ہے تمام کھانا جو دسترخوان پر ہے اس یتیم کو دے آؤ اپنے فرمایا ہاں چنانچہ سب کھانا اٹھا کر یتیم سائل کے سپرد کر دیا۔ رات گزر گئی اور سحری کے وقت پانی پی کر روزہ رکھ لیا سارے دن میں سیدہ نے اسی طرح بڑی محنت کے بعد شام کو کھانا تیار فرمایا بعد نماز مغرب جب کھانا دسترخوان پر رکھا گیا اور سب نفوس مقدسہ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے تو کسی نے ابھی ایک لقمہ بھی نہ اٹھایا تھا کہ باہر دروازے پر آواز آئی اے نبی کے گھر والو! میں اسیر ہوں یعنی غلام ہوں بھوکا ہوں کچھ کھانے کو ہے تو دے دو۔ سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا اے علی المرتضیٰ تین روزوں کی نذر تو پوری ہو گئی اور پانی پی کر وقت گزرا لیا ہے میرا خیال یہی ہے کہ تمام کھانا سائل اسیر کو دے دیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ نے سارا کھانا اٹھا لیا اور اسیر کے حوالے کر دیا اب روزوں کی نذر تو پوری ہو ہی گئی لیکن بھوک سے چوتھا روز ہو گیا ہے شدت بھوک اور ضعف سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ تھی یہ حضور سرور کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیدہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ میری شہزادی اور شہزادے حسین عظیمین اور ان کے ابا جان آج اتنے یوم سے بھوکے ہیں اور ان کو کوئی چیز کھانے کے لیے میسر نہ آئی آپ بے قرار ہو گئے اور آنکھوں سے

آنسو جاری ہو گئے آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اسی وقت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت اقدس ہوئے اور صلوٰۃ و سلام کے بعد عرض کیا مبارک ہو اے اہل بیت نبوت مبارک ہو تمہاری ادا اللہ تعالیٰ کو پسند آگئی تم نے خود پانی پی کر روزے رکھے اور دروازہ پر سالوں کو تین یوم تک خالی نہ موڑا اور سارا کھانا ان کے سپرد کر دیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے حق میں آیات نازل فرمائی ہیں: (۱)

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لیے کھانا دیتے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اُس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی اور ان کے صبر پر انہیں جنت اور ریشمی کپڑے صلہ میں دیئے جنت میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھہر اور اس کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور اس کے کچھے جھکا کر نیچے کر دیئے گئے ہوں گے اور ان پر چاندی کے برتنوں اور کوزوں کا دور ہوگا جو شیشے کی مثل ہو رہے ہوں گے کیسے شیشے چاندی کے۔ ساقیوں نے انہیں پورے اندازہ پر رکھا ہوگا اور اس میں وہ جام پلائے جائیں گے جس کی مولیٰ اور ک ہوگی۔ وہ ادب رک کیا ہے جنت میں ایک چشمہ ہے جسے سلسیل کہتے ہیں اور ان کے آس پاس خدمت میں پھریں گے ہمیشہ رہنے والے لڑکے جب تو انہیں دیکھے تو انہیں سمجھے کہ موتی ہیں بکھیرے ہوئے اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت اس کے بدن پر ہیں کریب کے سبز کپڑے اور قنادیز کے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے اور انہیں ان کے رب نے سہری شراب پلائی۔ ان سے فرمایا جائے گا یہ تمہارا صلہ ہے۔ اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی۔

يَوْمَ نَبْلُغُ الْوَعْدَ وَيُخْلَقُونَ يَوْمَ مَا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ④
وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَيْثُ مَسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ⑤
إِنَّمَا نَطْعِمُكُمْ لِرُؤُوفِهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكْرًا ⑥ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمَ عَبُوسًا قَطَطًا ⑦
فَوَقَّعَهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ

نَصْرَةً وَسُرُورًا ⑧ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَخَرِيرًا ⑨
مُتَكِبِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمَهْرِيرًا ⑩ وَكَانِيَّةٌ عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا وَذَلَّكَ قُطُوفُهَا تُلْبِيلًا ⑪ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِأَيِّتٍ مِنْ فَضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ⑫ قَوَارِيرًا مِنْ فِضَّةٍ قَنَدُومًا تَلْقِيًا ⑬
وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ⑭ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيلًا ⑮ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنْقُورًا ⑯ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمَلَكًا كَرِيمًا ⑰ عَلَيْهِمْ نِيبَابٌ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ⑱ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا ⑲

(الدر: ۲۲۷)

۴۔ آیتِ فترضی

وَأَسْوَفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (البقرہ: ۵۳۹)

”اور آپ کا رب عنقریب آپ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے“

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

(۱) تفسیر خازن و مدارک الترمذی ج ۴ ص ۳۴۰ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۳۶ روح البیان ج ۶ ص ۵۴۶۔ المریض ج ۲ ص ۳۰۲

مِنْ رِضَاءِ مُحَمَّدٍ ﷺ أَنْ لَا يَدْخُلَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ
النَّارَ. (۱)

سرکارِ محمد رسول اللہ ﷺ کی رضا میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ کی
اہل بیت میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

۵۔ آیتِ صدقہ خصوصی عمل

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں بعض مالدار لوگ حاضر ہو کر غیر اہم باتوں میں مصروف رہتے اور اتنا وقت
لیتے کہ دوسروں کو خصوصاً فقراء و مساکین کو مستفید ہونے کا موقع کم ملنے لگا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کو یہ بات ناگوار گزری۔ عرض کیا یا
رسول اللہ! کیا اچھا ہو کہ یہ لوگ کم وقت لیا کریں اور فقراء و مساکین کو بھی مستفید ہونے کا موقع مل سکے اور یہ بھی بہتر ہے کہ وہ کچھ مال
لے کر حاضر خدمت ہوں تاکہ یہ ان کی طرف سے غرباء کی مدد ہو سکے۔ آپ نے فرمایا: اے علی! تجھے سچ کہا ہے لیکن میں ان کو اس لیے
ایسا نہیں کہتا کہ ان کی دل آزاری نہ ہو۔ لیکن کچھ دیر بعد یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں نازل ہوئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَجِيتُمْ الرَّسُولَ فَقَدْ مُوَابِقِينَ
يَدَايَ فَمَجُوا كُمْ صَدَقَةٌ ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَظْهَرُ
اے ایمان والو! جب تم رسول ﷺ سے کوئی بات آہستہ عرض
کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے
لئے بہتر اور بہت سہرا ہے۔ (البقرہ، ۵۸: ۲)

جب یہ حکم نازل ہوا تو آپ نے فرمایا اے علی! اللہ تعالیٰ نے تمہاری خواہش پوری کر دی اور پابندی لگا دی ہے کہ بغیر صدقہ کے
حاضر نہ ہوں تاکہ غرباء کی امداد ہو سکے۔ آپ نے فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے صدقہ پیش کر کے آپ سے بات کی اور دس مسئلے
دریافت کیے۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ کر دیا گیا تھا اس لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا قرآن کی ایک آیت ایسی ہے جس پر
مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہ کیا اور نہ میرے بعد کرے گا۔ (۲)

۶۔ آیۃ سلام

سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينِ. (الافات: ۷۳، ۷۴)

سلام ہو الیاسین پر۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

سَلَامٌ عَلَى الْيَاسِينِ قَالَ نَحْنُ آلُ مُحَمَّدٍ أَلِ الْيَاسِينِ. سلام ہو الیاسین پر۔ فرمایا ہم آل محمد ﷺ ہیں اور آل محمد

ﷺ ہی الیاسین ہے۔

اسی لیے بزرگوں نے سلام علی آل یسین بھی پڑھا ہے لہذا مطلب صاف ہے کیونکہ حضور مصطفیٰ ﷺ کا اسم مبارک یسین بھی ہے
علامہ ابن حجر کی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

فَقَدْ نَقَلَ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُفَسِّرِينَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
لَهُ عَنْهُ أَنَّ الْمُرَادَ بِذَلِكَ سَلَامٌ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت
کی ہے آل یسین سے آل محمد ﷺ مراد ہے۔

۷۔ آیتِ حسنات

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (اشوری: ۴۲: ۲۳) اور جو نیک کام کرے ہم اس کے لیے اس میں اور خوبی بڑھائیں گے۔

اس آیت شریفہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ قَالَ الْمَوْدَّةُ لَالِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

۸۔ آیتِ اولی الامر

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔
حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔ (النساء: ۵۹)

حضرت عبدالغفار بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اُولِی الْأَمْرِ کون ہیں تو آپ نے فرمایا: كَانَ عَلِيٌّ وَاللَّهُ وَمِنْهُمْ۔ خدا کی قسم علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان میں سے ہیں۔ (۲)

۹۔ آیتِ اہل الذکر

فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (اہل: ۱۶: ۴۳) سو تم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو۔
اس آیت کے متعلق حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ اہل ذکر کون ہیں تو آپ نے فرمایا ہم اہل ذکر ہیں۔ (۳)

۱۰۔ آیتِ جبل اللہ

وَاَعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا۔ (آل عمران: ۱۰۳) اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔
اس آیت کے متعلق امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رسی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی اس کا دار من مضبوطی سے تھام لو (۴)

۱۱۔ آیتِ ولیکم

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔
تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ (المائدہ: ۵۵)

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حالتِ رکوع میں تھے کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا تو آپ کے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی تھی جو خود بخود اتر گئی اور سائل کی حاجت آپ نے پوری فرمادی تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ اللہ و رسول مصطفیٰ ﷺ اور مومن نمازی اور زکوٰۃ دینے والے اور رکوع کرنے والے ہیں یعنی بحالتِ رکوع بھی سائل کو خالی نہ بھیجا اور اس کی چاندی کی انگوٹھی سے مدد فرمائی۔

۱۲۔ آیت مؤمن

أَمَّنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ۔
تو کیا جو ایمان والا ہے اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ برابر نہیں۔ (سجدة: ۱۸)

اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں مؤمن سے مراد حضرت علی ہیں اور فاسق سے مراد ولید بن عقبہ ہے ان دونوں کا آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو ولید نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا چپ رہو تم ابھی بچے ہو اور میں ہوشیار زبان دراز اور نیزہ چلانے میں تیز اور تم سے زیادہ بہادر ہوں۔ شیر خدا علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ خاموش ہو تو فاسق ہے مطلب یہ کہ تو جتنی باتیں کرتا ہے اور اس پر فخر کرتا ہے ان میں کوئی بات قابلِ مدح نہیں انسان کا شرف ایمان و تقویٰ میں ہے جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ بد نصیب ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ فاسق مرد ہے اور علی المرتضیٰ مؤمن ہیں لہذا یہ برابر کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ (۱)

۱۳۔ آیت وُدّ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا (مریم: ۹۶)
بے شک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے عنقریب ان کے لیے رحمن محبت کر دے گا۔

اس آیت کے متعلق حضرت محمد ابن الحنفیہ فرماتے ہیں:
لَا يَبْقَى مُؤْمِنٌ إِلَّا فِي قَلْبِهِ وُدٌّ عَلِيٍّ وَآهْلِ بَيْتِهِ۔
کوئی مومن ایسا نہیں ہوگا جس کے دل میں سیدنا علی المرتضیٰ اور آپ کے اہل بیت کی محبت نہ ہوگی۔ (۲)

۱۴۔ آیت بحرین و مرجان

مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (الرحمن: ۱۹)
اس نے دو سمندر بھائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے۔
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى مَرْجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ قَالَ هُوَ عَلِيٌّ وَ فَاطِمَةُ وَ يَخْرُجُ مِنْهُمَا الْوُلُوْ وَ الْمَرْجَانُ قَالَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ۔ (۳)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں دو دریاؤں سے مراد حضرت علی اور حضرت فاطمہ ہیں اور نکالنا ہے ان میں سے موتی اور مونگا، وہ حسن و حسین ہیں۔

۱۵۔ آیت ہاد

تم تو ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے ہادی۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

(الرعد: ۷)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تو حضور ﷺ نے اپنے سینے پر دست مبارک رکھا اور فرمایا میں
مندر ہوں اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کندھے مبارک
پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اے علی! تو ہادی ہے اور میرے بعد راہ پانے
والے تجھ سے راہ پائیں گے۔

وَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى صَدْرِهِ
فَقَالَ أَنَا الْمُنْذِرُ ثُمَّ أَوْمَأَ إِلَى مَنْكَبِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ وَقَالَ أَنْتَ الْهَادِي الْمُهْتَدُونَ مِنْ
بَعْدِي (۱)

ولایت کے سلسلے تجھ سے جاری ہوں گے اور امت کے اولیاء و علماء و اغواث و اقطاب تجھ سے فیض حاصل کریں گے۔

۱۶۔ آیت مرضات

اور کوئی آدمی اپنی جان بچتا ہے اللہ کی مرضی چاہنے میں۔

وَمَنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ۔

(البقرة: ۲۰۷)

اس آیت شریفہ کے تحت امام رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ
وجہہ الکریم کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل علیہما السلام سے فرمایا: کہ دیکھو علی میرے حبیب
محمد ﷺ پر جان فدا کر رہا ہے۔ جاؤ! جا کر ساری رات اس کی حفاظت کرو۔ چنانچہ حکم الہی سے دونوں فرشتے آئے:

جبریل علیہ السلام سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی
طرف کھڑے ہو گئے اور جبریل علیہ السلام نے آواز بلند اظہار
خوشنودی کرتے ہوئے کہا: اے علی ابن ابی طالب! آج
تیرے جیسا کون ہے اللہ تعالیٰ تم پر فخر کرتا ہے فرشتوں کے سامنے

قَامَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَمِيكَائِيلُ عِنْدَ
رِجْلَيْهِ وَجِبْرِيلُ يُعَادِي بَيْتَ نَجٍّ مِنْ مِثْلِكَ يَا ابْنَ آدَمَ
طَالِبِ يُمَا هِيَ اللَّهُ بِكَ الْمَلِكَةُ وَتَزَكِي الْآيَةَ۔

اور یہ آیت وَمَنْ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ
اللہ نازل ہوئی۔

۱۷۔ آیتِ صلوات

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب، ۵۶:۳۳)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی علیہ السلام) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ عظام نے حضور سید الانام سرکارِ دو جہاں علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم آپ پر کس طرح درود و سلام پڑھیں چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَدْ عَلِمْنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّعَ عَلَيْكَ فَقَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

بے شک ہمیں اللہ تعالیٰ نے سکھا دیا ہے کہ ہم آپ پر کیسے سلام پڑھیں اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں تو آپ نے فرمایا تم یوں کہو: اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا ابراہیم اور اس کی آل پر۔ بیشک تو بہت خوبیوں والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ نے یہ بھی فرما دیا کہ مجھ پر کتنا ہو اور تو نہ بھیجنا۔

لَا تُصَلُّوا عَلَى الصَّلَاةِ النَّبَرَا فَقَالُوا وَمَا الصَّلَاةُ النَّبَرَا؟ قَالَ تَقُولُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ تَمْسُكُونَ بَلْ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ جب آپ نے یہ فرمایا تو حاضرین نے عرض کیا کتنا ہو اور کیا ہے؟ فرمایا صرف یہ کہنا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ کہنا بلکہ یوں کہنا کرو اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلَى آلِ مُحَمَّدٍ یعنی آل کا نام لیے بغیر پڑھنا کتنا ہو اور آپ کے ساتھ پڑھنا پورا درود ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس کی دعا قبول نہیں ہوگی اور رکی رہے گی جو اپنی دعا میں میرے اہل بیت پر درود نہ بھیجے۔ (مکذابی سوانح کر بلا صفحہ: ۵۰)

نوٹ: بہتر یہی ہے کہ درود پاک ابراہیمی میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی آئے اور آل کا ذکر آئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر آئے اور ان کی آل کا ذکر آئے ہر نماز یا غیر نماز میں جب بھی پڑھیں سیدنا کا لفظ استعمال کیا جائے۔ بصورتِ احترام (دلائل الخیرات دیکھو) اللہم صلی علی سیدنا محمد و علی سیدنا محمد کما صلیت علی سیدنا ابراہیم و علی آل سیدنا ابراہیم اسی طرح اللہم بآرک میں بھی۔

محبتِ اہل بیت فرض اور ان پر درود نہ پڑھنے سے نماز نہیں

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

يَا أَهْلَ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ حُبُّكُمْ
فَرَضَ مِنَ اللَّهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ
اے اہل بیت رسول اللہ ﷺ آپ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جس کو اس نے اتارا ہے فرض قرار دیا ہے۔

كَفَاكُمْ مِّنْ عَظِيمِ الْقَدْرِ إِنَّكُمْ
مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَوةَ لَهُ
اے اہل بیت آپ کی عظمت و شان کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی نہیں۔^(۱)

رافضی اور ناصبی

إِذَا نَحْنُ فَضَّلْنَا عَلَيْكَ فَإِنَّا
رَوَافِضُ بِالتَّفْضِيلِ عِنْدَ ذِي الْجَهْلِ
جب ہم نے حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلت کو بیان کیا تو بیشک ہم بہ سبب بیانِ فضیلت کے جاہلوں کے نزدیک رافضی ہوئے۔
وَفَضَّلْ أَنِّي بَكْرٍ إِذَا مَا ذَكَرْتُهُ
رُمِيْتُ بِنَصَبٍ عِنْدَ ذِكْرِي لِلْفَضْلِ
اور جس وقت ہم فضائل حضرت ابو بکر بیان کرتے ہیں تو اس وقت ہم پر ناصبی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے۔
قَالُوا الرِّفَاضُ قُلْتُ كَلَّا
مَا الرِّفَاضُ دِينِي وَلَا إِعْتِقَادِي
جن جاہلوں نے مجھ کو رافضی کہا تو میں نے جواب دیا کہ حاشا میرا دین اور میرا اعتقاد رافضیوں کا سا نہیں۔^(۲)

محبتِ اہل بیت عینِ ایمان

لَكِنْ تَوَلَّيْتُ غَيْرَ شَاكٍ
خَيْرَ إِمَامٍ وَ خَيْرَ هَادِي
لیکن اس میں شک نہیں کہ میں بہتر امام اور بہتر ہادی کے ساتھ دوستی و محبت رکھتا ہوں۔
إِنْ كَانَ رَفَضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ
فَلَيْشَهْدَ الثَّقَلَيْنِ إِنِّي رَافِضٌ
اگر آل محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت ہی کا نام رُض ہے تو دونوں جہاں گواہ رہیں کہ بے شک میں رافضی ہوں۔^(۳)

قرآن اور اہل بیت نبوت سے وابستگی نورِ ہدایت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فریضہ حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے باہر غدیر خم کے مقام پر تشریف فرما ہوئے جہاں سے مختلف اطراف کی طرف راستے جاتے ہیں تو مختلف علاقوں سے آئے ہوئے اصحاب کو الوداع کہنے سے پہلے حضور علیہ السلام نے ایک تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اے میرے ساتھیو! میں اپنے فرائض کو پایہ تکمیل تک پہنچا چکا ہوں۔ سنتِ الہیہ کے موافق کسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آ جائے اور مجھے اس کی تکمیل کرنا پڑے اس لیے میں تمہاری ہدایت و نجات کے لیے آخری بات کہہ دینا چاہتا ہوں تاکہ تم ہدایتِ صراطِ مستقیم سے بھٹک نہ جاؤ۔

وَ اَنَّا نَارِكُمْ فِيَكُمُ الْعَقْلَيْنِ اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِيْهِ النُّوْرُ
وَالْهُدٰى فَخُذُوْا بِكِتٰبِ اللّٰهِ وَاسْتَمْسِكُوْا بِهٖ وَقَالَ
وَ اَهْلَ بَيْتِيْ اَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْ اَهْلِ بَيْتِيْ وَقَالَ فَلَآ كَا (۱)

میں تم میں دو بے مثل عمدہ نفیس چیزیں چھوڑے جاتا ہوں
ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن جو نورِ ہدایت سے بھرپور ہے اس
کو بہت مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ دوسری گرانقدر اور بزرگ چیز
میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں
اپنے اہل بیت کے معاملہ میں۔ میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں اپنی
اہل بیت کے معاملہ میں اور یوں ہی تین بار اس کا تکرار فرمایا۔

حضور سرورِ دو جہاں رحمتِ عالمیوں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام دنیا والوں کے سامنے یہ دو عظیم الشان اور جلیل القدر چیزیں پیش
فرمادیں ایک قرآن عظیم اور دوسرا اہل بیت نبوت کی عظمت و اہمیت سے آگاہ فرمادیا تاکہ ان دونوں کو تم اپنا مشعلِ راہ بنا کر اپنی زندگی
کا تمام سفر پورا کر کے اصلی فلاحیت پاسکو۔ کیونکہ حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ مسلمانوں کا اتحاد زیادہ دیر باقی
نہیں رہ سکے گا اختلافات پیدا ہوں گے خون ریزی ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب عزیز و مقدس قرآن عظیم سے بے اعتنائی کی جائے
گی اور اس کتاب عزیز سے درس لینے کی بجائے غیروں کی طرف توجہ ہوگی اور اہل بیت نبوت کی محبت و عظمت و احترام سے اکثر دل
خالی ہو جائیں گے بلکہ اہل بیت کے اسلامی و دینی کارناموں کا تمسخر اڑایا جائے گا اور ان کے نام مقدس کو مٹانے کی بدترین کوششیں کی
جائیں گی اس لیے حضور سرورِ کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ آئندہ سال میں تم میں اس طرح موجود نہ رہ سکو
جس طرح اب یعنی رفیقِ اعلیٰ کی طرف لوٹ جاؤ لہذا تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کتاب اللہ اور عزت رسول اللہ ان دونوں کا دامن
تھام لو یہی تمہارے لیے دنیا کا بہترین ضابطہ حیات اور آخرت میں ذریعہ نجات ہے میری آلِ پاک کی محبت و تعظیم و تقدیس کو زندگی کا
لاعمل بنانا یہ قرآن عظیم کی عملی تفسیر ہیں اور ایمان و عمل کے کامل ترین پیکر ہیں قرآن اور اہل بیت ہیں تو دو نام لیکن حقیقت میں ایک ہی
چیز کے دو نام ہیں فرق صرف یہ ہے کہ قرآن علم ہے اور اہل بیت نبوت اس کی عملی تفسیر ہیں۔

قرآن اور عترتِ رسولِ حوضِ کوثر پر

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ
الْعَقْلَيْنِ كِتَابُ اللَّهِ حَبْلٌ مُنْدُودٌ مِّنَ السَّمَاءِ إِلَى
الْأَرْضِ وَعِزَّتِي أَهْلُ بَيْتِي لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَى
الْحَوْضِ ^(۱)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! میں تمہارے درمیان
دو گراں بہا چیزیں چھوڑنے والا ہوں ایک کتاب اللہ (قرآن) جو
کہ آسمان سے زمین تک پھیلی ہوئی رہتی ہے۔ دوسرے میرے اہل
بیت عترتِ اطہار یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گے
یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر دونوں میرے پاس وارد ہوں۔

گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ قرآن اور عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ناقہ مبارک قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم انہیں پکڑے
رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور
دوسری میری عترت اور اہل بیت۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مِمَّا إِن أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ
تَضِلُّوا: كِتَابُ اللَّهِ وَعِزَّتِي أَهْلُ بَيْتِي۔

پھر ارشاد فرمایا:

پس پکڑو اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو اور وابستہ کرو اپنے آپ کو
میرے اہل بیت سے میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے اپنی اہل بیت کے
بارے میں ڈراتا ہوں (پھر فرمایا) میں تمہیں اپنی اہل بیت کے
معاملہ میں ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

فُتُّدُوا بِكِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى وَاسْتَمْسِكُوا أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي
أَهْلِ بَيْتِي أَذْكُرْكُمْ اللَّهُ فِي أَهْلِ بَيْتِي۔ ^(۲)

کائنات کی سلامتی آلِ نبوت

ستارے آسمان والوں کے لیے سلامتی کا باعث ہیں جب ستارے
جھڑ جائیں گے آسمان والے فنا ہو جائیں گے اور ایسے ہی میرے
اہل بیت زمین والوں کے لیے سلامتی کا باعث ہیں جب یہ نہ رہیں
گے تو اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔

النُّجُومُ أَمَانٌ لِأَهْلِ السَّمَاءِ فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ
ذَهَبَ أَهْلُ السَّمَاءِ. وَأَهْلُ بَيْتِي أَمَانٌ لِأَهْلِ الْأَرْضِ
فَإِذَا ذَهَبَ أَهْلُ بَيْتِي ذَهَبَ أَهْلُ الْأَرْضِ ^(۳)

(۱) صواعقِ مرقہ (۲) مشکوٰۃ شریف، ج: ۲، ص: ۹۳۲۔ جامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۲۶۱۔ اسعاف الرحمن، ص: ۱۱۰۔

(۳) تحفۃ الکبریٰ، ج: ۲، ص: ۲۶۶، برکاتِ نبوی، ص: ۱۰۰۔

فوائدِ کثیرہ در محبتِ آلِ طاہرہ

حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُورًا لَهُ. وَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ مُحَمَّدٍ فَنُفِثَتْ فِي قَبْرِهِ بَابَانِ مِنَ الْجَنَّةِ الْأَمْنِ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ ثُمَّ مُنْكَرٌ وَ نَكِيرٌ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يَرْفَعُ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تَرْفَعُ الْعُرُوسُ إِلَى بَيْتِ رَوْحِهَا إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ رَوْاقَ قَبْرِهِ مَلِكَةً الرَّحْمَةِ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السَّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ائْسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ يُشَمَّرْ رَا حِجَةُ الْجَنَّةِ إِلَّا وَمَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ كَافِرًا. (۱)

اے مسلمانو! آگاہ ہو جاؤ جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ میں مرے گا وہ شہید ہوگا اور جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا وہ بخشا ہوا مرے گا۔ آگاہ ہو جاؤ جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھولے جائیں گے۔ آگاہ رہو جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا اس کو ملک الموت مرتے وقت بہشت کی بشارت دے گا۔ پھر قبر میں منکر و نکیر مرثدہ جنت سنائیں گے اور جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا وہ اس طرح با ساز و سامان جنت کی طرف جائے گا جس طرح تازہ دلہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ آگاہ رہو کہ جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا وہ توبہ کر کے مرے گا۔ آگاہ ہو جو کوئی محبتِ آلِ محمد ﷺ پر مرے گا اللہ تعالیٰ رحمت کے فرشتوں کو اس کی قبر کے زائرین بنائے گا۔ آگاہ رہو جو کوئی محبتِ آلِ محمد پر مرے گا وہ سنتِ نبوی اور جماعتِ ایمانی پر مرے گا اور جو کوئی آلِ محمد ﷺ کی محبت میں مرے گا وہ کامل الایمان مرے گا اور آگاہ رہو جو کوئی بغض و عداوتِ آلِ محمد ﷺ میں مرے گا وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ائْسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ یعنی یہ رحمتِ خداوندی سے نا امید ہوا۔ آگاہ رہو جو کوئی آلِ محمد ﷺ کے بغض و عداوت میں مرے گا وہ بہشت کی بوتل بھی نہ سونگھے گا اور جو کوئی بغض و عداوتِ آلِ محمد ﷺ میں مرے گا وہ کافر ہو کر مرے گا۔

اہل بیتِ نبوت سفینہ حضرت نوح علیہ السلام

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ اعلان فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَرَفَنِي عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفَنِي فَأَنَا
أَعْرِفُهُمْ فَأَنَا أَبُو ذَرٍّ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ
عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ رَكِبَهَا نَجَّى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ (۱)

اے لوگو! جو کوئی مجھ کو پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہے اور جو کوئی نہیں
پہچانتا ہے اس کو اپنی پہچان کراتا ہوں میں ابوذر ہوں، میں
نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا میرے
اہل بیت کی مثال تمہارے درمیان کشتی نوح (علیہ السلام) کی
سی ہے کہ جو کوئی اس کشتی نوح (علیہ السلام) پر سوار ہوا اس
نے (طوفان میں غرق ہونے سے) نجات پائی۔ اور جس نے
اس سے روگردانی کی وہ غرق ہوا۔

اس طرح جو کوئی اس کشتی اہل بیت میں سوار ہو گیا یعنی ان کی متابعت کرے گا وہ ضلالت میں ڈوبنے سے نجات پائے گا اور جو کوئی ان
کی مخالفت کرے گا وہ بخرِ ضلالت میں ڈوب جائے گا۔

دینی دنیاوی و اخروی فوائد و رحب آلِ رسول ﷺ

حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

مَنْ أَرَادَ التَّوَكُّلَ فَلْيَجِبْ أَهْلَ بَيْتِي وَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْجُوَ
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ فَلْيَجِبْ أَهْلَ بَيْتِي وَمَنْ أَرَادَ الْحِكْمَةَ
فَلْيَجِبْ أَهْلَ بَيْتِي وَمَنْ أَرَادَ دُخُولَ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ
حِسَابٍ فَلْيَجِبْ أَهْلَ بَيْتِي فَإِنَّ اللَّهَ مَا أَحَبَّهُمْ أَحَدًا إِلَّا
رَبَّحَ فِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ (۲)

جو کوئی توکل کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ میرے اہل بیت کو
دوست رکھے اور جو کوئی عذابِ قبر سے نجات پانا چاہے اس کو
چاہیے کہ وہ میرے اہل بیت سے محبت کرے اور جو کوئی علم
و حکمت حاصل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ میرے اہل بیت سے
محبت کرے اور جو کوئی چاہے کہ بے حساب جنت میں داخل ہو
اس کو چاہیے کہ میرے اہل بیت کو دوست رکھے خدا کی قسم جو
کوئی ان کو محبوب رکھے گا وہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی
فائدہ اٹھائے گا۔

اللہ جل جلالہ و رسول ﷺ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے:

أَحِبُّوا اللَّهَ لِمَا يَغْدُو كُفْمٌ مِنْ نِعْمَةٍ وَأَحِبُّوا نَبِيَّ اللَّهِ
وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي (۱)
محبت رکھو اللہ تعالیٰ سے اس لیے کہ وہ تمہیں نعمتیں عطا کرتا ہے اور
میرے ساتھ محبت کرو اس لیے کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب (پیارا)
ہوں اور محبت کرو میرے اہل بیت سے اس لیے کہ وہ مجھے
پیارے ہیں۔

اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتوں کی تعلیم دو:

حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
اللہ تعالیٰ ہم کو حبِ رسول و حبِ اہل بیت اور حبِ قرآن سے سرشار فرمائے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔ (آمین)

اہل بیتِ مصطفیٰ ﷺ

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ
يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب: ۳۳)
اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! تم سے ہر ناپاکی دور فرما
دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیتِ عظام کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کو
پاک اور خوب پاک فرمایا ہے اور کوئی ناپاکی ان کے قریب نہیں آ سکتی۔ اب اس آیت میں سب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اہل
بیت سے یہاں کون مراد ہیں اور دوسرا یہ کہ رجس (ناپاکی) سے کیا مراد ہے تیسرا یہ کہ امتیازی شان کیا ہے اور چوتھا یہ کہ تطہیر کیا ہے۔ علماء
ومفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی کثرت رائے یہ ہے کہ یہ آیت سیدنا حضرت علی المرتضیٰ سیدہ فاطمہ الزہرا، سیدنا امام حسن، سیدنا امام حسین
رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے حق میں نازل ہوئی اور قرینہ اس کا یہ ہے کہ عَنْكُمْ اور اس کے بعد تمام ضمیریں مذکر ہیں۔
ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ اس کے بعد وَادَّكُون مَائِيَّتِلْ فِي نَبِيِّنْگن ہے۔

چنانچہ علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر کبیر میں آیت تطہیر کے ماتحت فرماتے ہیں:

فَالْأَوَّلَى أَنْ يُقَالَ هُمْ أَوْلَادُهُ وَأَزْوَاجُهُ وَ الْحَسَنُ
وَالْحُسَيْنُ مِنْهُمْ وَعَلِيٌّ مِنْهُمْ لِأَنَّهُ كَانَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ
بَسَبَبِ مُعَاشَرَةِ بِنْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَمَلَازِمَتِهِ النَّبِيِّ ﷺ (۱)
اولیٰ اور احسن بات یہی ہے کہ اہل بیتِ نبی ﷺ کی
اولاد، بیویاں اور سیدنا حسن اور سیدنا حسین ہیں۔ سیدنا علی
المرتضیٰ بھی اہل بیت سے ہیں اس لیے کہ نبی ﷺ کی شہزادی
سیدہ (فاطمہ) سے معاشرت کے باعث اور آپ ﷺ کی
معیت کی وجہ سے وہ اہل بیت میں شامل ہیں۔

اور علامہ صاوی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فِي أَهْلِ بَيْتٍ يَسْكُنُهُ وَهْنٌ أَزْوَاجُهُ وَأَهْلُ بَيْتٍ نَسَبُهُ آیت میں اہل بیت سکونت یعنی ازواج مطہرات اور اہل نسب جو وَهْنٌ ذُرِّيَّتُهُ۔ آپ کی اولاد ہے تمام شامل ہیں۔

اور محقق علی الاطلاق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات میں یوں بیان فرماتے ہیں:

”بیت سراسر است نبیت نسب، بیت سکنی، بیت ولادت۔ پس بنو ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر ﷺ از جہت نسب و ازواج مطہرات آں حضرت ﷺ اہل بیت سکنی اند و اولاد شریف آں حضرت اہل بیت ولادت اند“

بیت تین ہیں۔ (۱) بیت نسب (۲) بیت سکنی، (۳) بیت ولادت۔ پس حضرت عبدالمطلب اولاد بنو ہاشم ہیں وہ پیغمبر اسلام کے لحاظ سے اہل بیت ہیں اور ازواج مطہرات نبی ﷺ کی اہل بیت سکنی ہیں اور اولاد شریف آں حضرت علیہ السلام کی اہل بیت ولادت ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آگے چل کر شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت میں سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ الزہرا اور سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین کو خصوصی و امتیازی اور انفرادی مقام حاصل ہے اس لیے کہ سرکار ابد قرار علیہ السلام کو ان کے ساتھ خصوصی محبت و پیار ہے اس لیے ان کی فضیلت و بزرگی اس وجہ سے زیادہ ہے۔

ثابت یہ ہوا کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات النبی ﷺ یقیناً شامل ہیں یہ اس آیت سے کسی طریق سے خارج نہیں ہیں۔

اہل بیت اور ازواج النبی ﷺ

اگر صرف چار نفوس مقدسہ مراد لیے جائیں اور ازواج مطہرات کو شامل نہ کیا جائے تو یہ اول درجہ کی جہالت ہے اور آیت کے سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی غلط ہے اگر ایسا ہی سمجھا جائے تو اس کے لیے قرآن میں دوسرے مقامات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل بیت سے مراد بیوی ہے یعنی گھر والے گھر والیاں یا گھر والی۔

حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب سیدنا اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی خوشخبری بحالت بڑھاپا سنائی گئی تو انہوں نے بطور حیرت کہا:

إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجِيبٌ۔

یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

اس پر جواب میں فرمایا گیا:

أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ وَرَحْمَتِ اللَّهِ وَبَرَكَاتِهِ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔ (ہود: ۸۳)

کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اے گھر والو بے شک وہی ہے سب خوبیوں والاعزت والا۔

یہاں آیت میں اہل بیت کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے بالاتفاق سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا زوجہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں۔ دوسرے مقام پر حضرت سیدہ صفورا رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا اس وقت ذکر فرمایا گیا جب آپ کے ساتھ سیدہ صفورا رضی اللہ عنہا تھیں تو آپ نے آگ کو دیکھا تو فرمایا:

فَقَالَ لَا هِلَوه اَمَكُفُوا اِنِّي اَنْسَتُ نَارَ الْعَلَى اَبِيكُمْ مِنْهَا
بَحْثِرْ اَوْ جَذَوْه مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ۔
اپنی گھر والی سے فرمایا تم ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر
پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لیے کوئی
آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔ (القصص: ۲۹، ۲۸)

یہاں آیت میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ پر اہل کالفظ استعمال ہوا جس کے معنی صرف آپ کی اہلیہ ہیں۔
حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں جب حضرت زلیخا علیہا السلام نے عزیز مصر سے کہا۔ باوجودیکہ قطعاً آپ کی
طرف سے کوئی غلط خیال تک بھی نہ تھا۔
قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاهْلِكَ سُوءً (یوسف: ۱۲، ۲۵)
اس آیت میں اہل سے مراد بیوی ہے۔
حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت زلیخا علیہا السلام کے متعلق فرمایا گیا۔

وَرَاوَدَتْهُ الْيَہِي هُوَ فِي بَيْتِہَا (یوسف: ۱۲، ۲۵)
اور وہ جس عورت کے گھر میں تھا اس نے اسے لبھایا۔
یہاں پر عزیز مصر کو گھر والا نہیں بلکہ بیتیہا فرما کر حضرت زلیخا کو گھر والی کہا گیا ہے۔
سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب ایک شیر خوار بچے کی حیثیت سے فرعون کے محل میں پہنچے تو ان کو ایسی عورت کی ضرورت تھی جن کا وہ
دودھ پی لیں یہاں پر اجنبیہ ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے آکر کہا میں تم کو ایسا گھر نہ بتا دوں جس گھر کا دودھ یہ بچہ ضرور پی
لے گا۔ خدائی وعدہ بھی یہی تھا۔ وحرر معنا علیہ المراضع کہ ہم اس کو آپ کی گود میں لائیں گے اور آپ کا ہی دودھ پلائیں گے۔
فَقَالَتْ هَلْ اَدْلُكُمْ عَلَى اَهْلٍ يَبْتَیْ كُفُوْنَهُ لَكُمْ۔
تو بولی کیا میں تمہیں بتا دوں ایسے گھر والے کا جو تمہارے اس بچہ کو
پال دیں۔ (القصص: ۱۲)

اس آیت میں بھی اہل بیت سے مراد حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں۔ ان کو گھر والی فرمایا گیا۔ ان آیات طیبات سے
ثابت ہوا کہ لفظ اہل بیت بیوی گھر والی اور گھر والوں پر استعمال ہوا ہے لہذا آیت تطہیر میں ازواج النبی ﷺ شامل ہیں۔
علامہ خازن علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔
ہُمْ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَنْهَنَ فِي
بَيْتِہ (۱)

علامہ نیشاپوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:
وَرَدَّ الْاٰیۃُ فِي شَانَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (۲)
یہ آیت ازواج النبی ﷺ کی شان میں نازل ہوئی۔
صاحب معالم التشریل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔
وَالْمُرَادُ بِاهْلِ الْبَيْتِ نِسَاءُ النَّبِیِّ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
لَا تَنْهَنَ فِي بَيْتِہ (۳)

تفسیر جلالین میں ہے۔

أَهْلُ الْبَيْتِ نِسَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱) اہل بیت نبی ﷺ کی بیویاں ہیں۔
معلوم ہوا کہ ازواجِ مطہرات کا اہل بیت میں ہونا ایک واضح حقیقت ہے۔

رجس کے معنی اُزروئے قرآن

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ قَبْلُ
عَمَلِ الشَّيْطَانِ۔ (المائدہ: ۹۰)
یہاں آیت میں شراب، جوئے، بتوں اور جوئے کے تیروں کو ”رجس“ فرمایا گیا ہے۔

إِلَّا أَنْ يَكُونَ مِيتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ فَإِنَّهُ
رَجَسٌ۔ (الانعام: ۱۴۵)
مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یا خنزیر کا گوشت وہ نجاست ہے۔

وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْبَاقَرَاتُ وَالْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُثْلَى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا
الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ۔ (الحج: ۳۰)
ان دو آیتوں میں مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور بتوں کے نام پر ذبح کئے گئے جانور کو رجس فرمایا گیا ہے۔

وَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ رَجْسًا إِلَى
رَجْسِهِمْ۔ (التوبة: ۱۲۵)
اور جن کے دلوں میں آزار ہے انہیں اور پلیدی پر پلیدی بڑھائی۔

كَذَلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ۔
(الانعام: ۱۲۵)
اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب (ذلت) واقع فرماتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

فَاعْرِضْ عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رَجَسٌ۔ (التوبة: ۹۵)
پس تم ان کی طرف التفات ہی نہ کرو، بے شک وہ پلید ہیں۔

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ (یونس: ۱۰۰)
وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) کفر کی گندگی انہی لوگوں پر ڈالتا ہے جو (حق کو سمجھنے کے لیے) عقل سے کام نہیں لیتے۔

ان چار آیتوں میں منافقین کے نفاق، بے ایمانی اور بے عقلی پر رجس فرمایا گیا۔
کہا ضرورتاً تم پر تمہارے رب کا عذاب اور غضب پڑ گیا۔

(الاعراف: ۷۱: ۷۰)

اس آیت میں عذاب خداوندی کو رجس فرمایا گیا ہے۔

ان تمام آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب، جواء، مردار، جاری خون، خنزیر کا گوشت، بتوں کے نام پر ذبح کیا گیا جانور، منافقین اور

ان کے نفاق، بے دینی و بے ایمانی اور عذابِ خداوندی وغیر پر ”رجس“ کا اطلاق ہوا ہے۔
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ. (الاحزاب: ۳۳)

اسے نبی کی اہل بیت کرام میں نے تم کو تمام اعتقادی و عملی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیہ ظاہر و باطن کا وہ اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمایا ہے جس کی وجہ سے تم دوسروں سے ممتاز و فائق ہو۔

امتیازی شانِ اہل بیت سرکارِ ابد قرار

حضور علیہ السلام کے اہل بیت حضور علیہ السلام کے نسب و قرابت کے وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ایک جماعت نے اس پر اعتماد کیا اور اس کو ترجیح دی۔ احادیث پر جب نظر کی جاتی ہے تو مفسرین کرام کی دونوں جماعتوں کو ان سے تائید پہنچتی ہے۔ امام احمد نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت پنجتن کی شان میں نازل ہوئی ہے پنجتن سے مراد حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ الزہراء، سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علی حبیبہ وعلیہم اجمعین ہیں۔ اس مضمون کی حدیث مرفوع ابن جریر نے روایت کی طبرانی میں بھی اس کی تصریح ہے مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ان حضرات کو اپنی گیم مبارک میں لے کر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ یہ بھی بصحت ثابت ہوا ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو کلیم اقدس میں لے کر یہ دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي أَذْهِبْ عَنْهُمْ
الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا. (جامع ترمذی ۵۰۹۹، رقم ۱۷۸۲)

یہ دعا سرگرم المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا وَ أَكَا مِئْتُهُمْ (میں بھی ان کے ساتھ ہوں) فرمایا اِنَّكَ عَلٰی خَيْرٍ (تم بہتری پر ہو)۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حضرت ام المؤمنین کو جواب میں داخل کر لیا ایک صحیح روایت میں ہے واثلہ نے عرض کیا: وَ أَكَا مِئْتِ اَهْلِكَ (میں بھی آپ کے اہل میں سے ہوں) فرمایا وَ اَنْتَ مِنْ اَهْلِي (تم بھی میری اہل میں سے ہو) یہ کرم تھا کہ سرکارِ ابد قرار نے نیاز مند کو مایوس نہ فرمایا اور اپنے اہل کے حکم میں داخل فرمادیا۔

لیکن یہ حکم داخل ہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان حضرات کے ساتھ اپنی باقی صاحبزادیوں اور قرابتداروں اور ازواجِ مطہرات کو بلایا۔ ثعلبی کا خیال ہے کہ اہل بیت سے تمام بنی ہاشم مراد ہیں۔ اس کو اس حدیث سے تائید پہنچتی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردِ مبارک میں حضرت عباس اور ان کی صاحبزادیوں کو لپیٹ کر دعا فرمائی۔

يَا رَبِّ هَذَا عَمِّي وَصَوْنِي وَهَؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَاسْتُرْهُمْ
مِنَ النَّارِ كَسْتُرْتَنِي بِإِبَاهِمَ عَلَيَّ هَذِهِ فَأَمَنْتُ أَسْكَنَهُ
الْبَابَ وَمَوَاطِئُ الْبَيْتِ. (۱)

یا رب یہ میرے چچا اور بمنزلہ میرے والد کے ہیں اور یہ میرے اہل بیت ہیں انہیں آتشِ دوزخ سے ایسا چھپا جیسا میں نے اپنی چادر مبارک میں چھپایا ہے۔ اس دعا پر مکان کے در و دیوار نے آمین کہی۔

خلاصہ یہ کہ دولتِ سرائے اقدس کے سکونت رکھنے والے اس آیت میں داخل ہیں کیونکہ وہی اس کے مخاطب ہیں۔ چونکہ اہل بیت نسب کا مراد ہونا مخفی تھا اس لیے حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس فعلِ مبارک سے بیان فرمادیا کہ مراد اہل بیت سے عام ہیں خواہ بیت سکنی کے اہل ہوں۔ جیسے کہ ازواجِ مطہرات یا بیتِ نسب کے اہل جیسے بنو ہاشم۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ان اہل بیت سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے جس کو دور فرمایا اور انہیں خوب پاک فرمایا۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ میں آٹھ یا نو ماہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں رہا تو میں نے دیکھا کہ حضور سید عالم علیہ السلام جب فجر کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرتے تو آپ دروازہ پر دستک دیتے اور زبانِ مبارک سے یوں فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُہُ
یُزِیْدُ اللّٰهُ لِمَیْلَہِیْ عَنْکُمْ الرِّجْسَ وَ یُطْہِرُکُمْ
تَظْہِیْرًا (۱)

سلام ہو تمہیں اے اہل بیت اور رحمت و برکت خداوندی ہو تم پر
اللہ تعالیٰ نے تمہیں پسند کر لیا ہے کہ وہ تمہیں پاک و ستھرا رکھے اور
خوب پاک۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں بیت نسب بھی اسی طرح مراد ہیں جس طرح بیت مسکن اور بیت ولادت شامل ہیں اور یہ آیت کریمہ اہل بیت کرام کے فضائل کا منبع ہے اس سے ان کے اعزاز اور علو شان کا اظہار ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ تمام اخلاقِ رذیلہ و احوالِ مذمومہ سے ان کی تطہیر فرمائی گئی بعض احادیث میں ہے کہ اہل بیت پر دوزخ حرام ہے اور یہی اس تطہیر کا فائدہ اور ثمرہ ہے اور جو چیز ان کے احوالِ شریفہ کے لائق نہ ہو ان سے ان کا پروردگار ان کو محفوظ رکھتا اور بچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ واقعہ کربلا میں سرکارِ سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مقدس محرمات کی عصمت کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی کوئی بے پردہ نہ ہوئی اور ان کی عزت و آبرو پر کسی کو غلط کوشش کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ محرماتِ عصمت باپردہ رہیں اور بالکل ہر آلودگی سے محفوظ رہیں کسی کی کیا جرأت و مجال ہو سکتی تھی کہ ان کی طرف دست درازی تو درکنار غلط آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ سکے جن پر آیت تطہیر کی چادر پروردگار نے تان رکھی ہے۔

آیت تطہیر میں قابلِ غور بات یہ بھی ہے کہ ائمہ کا جملہ استعمال ہوا ہے یہ حصر کے لیے آتا ہے اپنے ارادے (چاہت) سے اس کا ارادہ قدیم ہے اس نے چاہا ہے کہ اہل بیت کو ان تمام برائیوں سے پاک رکھے اور آیت کے آخر میں تَظْہِیْرًا مبالغہ کے لیے فرمایا تاکہ طہارتِ کاملہ حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے۔ پھر تَظْہِیْرًا کی تنوین تعظیم و تکشیر کے لیے ہے یعنی معمولی طہارت نہیں بلکہ بہت عمدہ اور اعلیٰ تطہیر ہے۔

جب خلافت ظاہرہ میں شان و مملکت و سلطنت پیدا ہوئی تو قدرت نے آلِ طاہرہ کو اس سے بچایا اور اس کے عوض خلافتِ باطنہ عطا فرمائی (۲)

حضراتِ صوفیہ کا ایک گروہ جزم کرتا ہے کہ ہر زمانے میں قطبِ اولیاء آل رسول خیر الانام ہی سے ہوں گے۔ اس تطہیر کا ثمرہ ہے کہ صدقہ ان پر حرام کیا گیا ہے کیونکہ حدیث میں صدقہ کو دینے والوں کا میل بتایا گیا ہے اور اس میں لینے والے کی سبکی بھی ہے اس کی بجائے وہ نفس و نفیست کے حق دار بنائے گئے جس میں لینے والا بلند و بالا ہوتا ہے حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ صدقہ کی کھجوریں سید عالم علیہ السلام کی بارگاہ

میں پیش کی گئیں اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی جب حضور علیہ السلام نے دیکھا تو فرمایا اسے تھوک دو انہوں نے تھوک دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتِ أَمَّا هِيَ أَوْ سَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُعْتَدٍ وَلَا لِأَهْلِ مُحَمَّدٍ ^(۱)

یہ صدقات لوگوں کا میل کچیل ہیں۔ محمد اور ان کی آلِ پاک کے لیے حلال نہیں۔

اس کامل تطہیر کے بعد یہ نفوسِ قدسیہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرح معصوم تو نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے ایسے محفوظ جیسے حق ہے اور کوئی رجس ان کے قریب نہیں چھنک سکتا۔ وَيُطَهِّرُكُمْ تَطْهِيرًا کے اس عظیم شان سے نوازا گیا۔

لفظ اہل کی تحقیق از روئے قرآن (۸۰ آیات)

حدود اربعہ کے مکین، تبعین، مالک، پروردہ، منتظم، گھر میں مقیم، ہم عقیدہ، عاملین، لاتقین، تسلیم، زوجہ۔ پر لفظ اہل کا استعمال

۱. وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ (البقرہ ۲: ۱۲۶)

۲. يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا. (النساء ۴: ۷۵)

۳. ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ. (الانعام ۶: ۱۳۱)

۴. وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا. (الاعراف ۷: ۹۳)

۵. وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا. (الاعراف ۷: ۹۶)

۶. وَأَوَّاهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُيٌّ وَهُمْ يَلْعَبُونَ. (الاعراف ۷: ۵۸)

۷. أَقَامُوا أَهْلَ الْقُرَىٰ أَنْ يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا بَيِّنًا وَهُمْ نَاعِمُونَ. (الاعراف ۷: ۹۷)

۸. وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْطَحُونَ. (يونس ۱۰: ۱۱)

۹. فَأَنْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا. (الکہف ۱۸: ۷۷)

۱۰. وَمَا كُنَّا مُهْلِكِ الْقُرَىٰ إِلَّا وَأَهْلُهَا ظَالِمُونَ. (القصص ۲۸: ۵۹)

۱۱. وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ هَذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ. (العنکبوت ۲۹: ۳۱)

۱۲. مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ. (الحشر ۵۹: ۷)

۱۳. قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً. (النمل ۲۷: ۳۴)

۱۴. مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ. (التوبہ ۹: ۱۲۰)

۱۵. وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَىٰ النَّفَقِ. (التوبہ ۹: ۱۰۱)

۱۶. قَالَ فِرْعَوْنُ آمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ إِنَّ هَذَا لَمَكْرٌ مَّكْرٌ مُّمُوهُ فِي الْمَدِينَةِ. (الاعراف ۷: ۱۳۳)

۱۷. لِيُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَيَسُوفَ تَعْلَمُونَ. (الاعراف ۷: ۱۲۳)

۱۸. وَجَاءَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ. (الحجر ۱۵: ۶۷)

- ۱۹۔ فَلَبِثْتُ سِنَيْنِ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ (طہ:۲۰)
- ۲۰۔ وَدَخَلَ الْمَدْيَنَةَ عَلَى حَبِيبٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا (انقص:۲۸)
- ۲۱۔ وَمَا كُنْتُ تَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَعْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیَتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (انقص:۲۸)
- ۲۲۔ وَاِذْ قَالَتْ طَافَتْ مِنْهُمُ بِأَهْلِ يَثْرِبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا (الاحزاب:۳۳)
- ۲۳۔ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهُ حَاجِزِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرہ:۱۹۶)
- ۲۴۔ وَاخْرَاجْ اَهْلَهُ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ (البقرہ:۲۱۷)
- ۲۵۔ حَتّٰى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اٰخَرُ فَتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (الکہف:۱۸)
- تبعین پر لفظ اہل کا استعمال
- ۲۶۔ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهُ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (ہود:۱۱)
- ۲۷۔ وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلِ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ (الانبیاء:۷۶)
- ۲۸۔ رَبِّ تَجَيَّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ (اشعراء:۲۶)
- ۲۹۔ فَتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عَجُوْزًا (اشعراء:۲۶)
- ۳۰۔ قَالُوْا اِنَّا سَمِعُوْا بِاللّٰهِ لُبَّيْتَنَّهُ وَاَهْلُهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لَوْ لِيْهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ (الزلزلہ:۲۷)
- ۳۱۔ فَاتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ اِلَّا اَمْرًا تَهٗ (الاعراف:۷۸)
- ۳۲۔ اِنْ فِرْعَوْنُ عَلٰى فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْ اَهْلَهَا شَيْعًا (انقص:۲۸)
- ۳۳۔ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الزمر:۳۹)
- ۳۴۔ فَاتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ اِلَّا اَمْرًا تَهٗ (الزلزلہ:۲۷)
- ۳۵۔ لَنَتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ اِلَّا اَمْرًا تَهٗ (العنکبوت:۲۹)
- ۳۶۔ اِنَّا مُنَجِّوْكَ وَاَهْلَكَ (العنکبوت:۲۹)
- ۳۷۔ وَتَجَيَّنَّهٗ وَاَهْلُهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ (الصافات:۳۷)

مالک پر لفظ اہل کا استعمال

- ۳۸۔ اِنَّ اللّٰهَ يٰمُرُكُمْ اَنْ تُوَدُّوْا اِلَآ مَا نَالَتْ اِلٰى اَهْلِهَا (النساء:۵۸)
- ۳۹۔ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرْتُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا (الاعراف:۷۰)
- پروردہ منتظم پر لفظ اہل کا استعمال
- ۴۰۔ فَاَنكِحُوْهُنَّ بِاٰدِمِ اَهْلِهِنَّ (النساء:۳۵)

۳۱. فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا. (النساء: ۳۵)

۳۲. وَادْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا. (مریم: ۱۶)

گھر میں مقیم پر لفظ اہل کا استعمال

۳۳. فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسَاكِينَ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ (المائدہ: ۸۹)

۳۴. فَدَيَّتُهُ مُسْلِمَةً إِلَىٰ أَهْلِهِ (النساء: ۹۴)

۳۵. قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ (ہود: ۴۵)

۳۶. وَتَادَىٰ نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي. (ہود: ۱۱)

۳۷. فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ. (ہود: ۸۱)

۳۸. قَالَ هِيَ رَاوَدَّتْنِي عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا. (یوسف: ۲۶)

۳۹. إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ (یوسف: ۶۲)

۴۰. هَذِهِ بَضَاعَتُنَا رَدَّتْ إِلَيْنَا وَنَمِيرُ أَهْلَنَا. (یوسف: ۶۵)

۴۱. قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَأَهْلَنَا الطُّرُ. (یوسف: ۸۸)

۴۲. وَأَتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ. (یوسف: ۹۳)

۴۳. وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ. (مریم: ۵۵)

۴۴. وَأَمُرَ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ (طہ: ۲۰)

۴۵. فَاسْأَلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ. (المؤمنون: ۲۳)

۴۶. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا. (النور: ۲۷)

۴۷. فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ. (نہل: ۵۰)

۴۸. سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا. (التح: ۱۱)

۴۹. بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا. (التح: ۱۲)

۵۰. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اقْوُ أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا. (الحج: ۶)

۵۱. ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّى. (القصص: ۳۳)

ہم عقیدہ پر لفظ اہل کا استعمال

۶۲. قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ. (الطہ: ۲۶)

۶۳. وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا. (الانشقاق: ۹)

۶۴. وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ. (المطففين: ۳۱)

عالمین پر لفظ اہل کا استعمال

۶۵۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّثْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (آئل: ۶۶: ۴۳)

۶۶۔ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الدِّثْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ۔ (الانبیاء: ۷۴: ۷۳)

۶۷۔ وَلَا يَحِيقُ الْبَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ۔ (فاطر: ۴۳)

۶۸۔ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ۔ (المدثر: ۵۶)

لائق پر لفظ اہل کا استعمال

۶۹۔ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ۔ (المدثر: ۵۶)

۷۰۔ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا۔ (التغ: ۲۶: ۲۶)

تسلیم کرنے والوں پر لفظ اہل کا استعمال

۷۱۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ۔ (آل عمران: ۶۳)

۷۲۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ۔ (آل عمران: ۹۸)

۷۳۔ وَلِيُخْخِمْ أَهْلُ الْإِنجِيلِ۔ (المائدہ: ۴۷)

بیوی پر لفظ اہل کا استعمال

۷۴۔ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ۔ (الذاریات: ۲۶)

۷۵۔ وَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ۔ (ص: ۴۳)

۷۶۔ إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لَأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ قَارًا۔ (آئل: ۷)

۷۷۔ وَأَتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ۔ (الانبیاء: ۸۳)

۷۸۔ وَادْعَدُوا مَنَ أَهْلِكَ تَبَوُّوا الْمُؤْمِنِينَ۔ (آل عمران: ۱۴۱)

لفظ آل کی تحقیق (۹ آیات)

۸۰۔ وَإِذْ أَخَذْنَا مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ۔ (البقرہ: ۴۹)

۸۱۔ وَبَقِيَّةٍ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ۔ (البقرہ: ۲۴۸)

۸۲۔ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ۔ (آل عمران: ۳۳)

۸۳۔ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ۔ (النساء: ۵۴)

۸۴۔ وَأَعْرَفْنَا آلَ فِرْعَوْنَ۔ (الانفال: ۵۴)

۸۵. وَيَتِمُّ رِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَى آلِ يَعْقُوبَ. (یوسف: ۶)

۸۶. قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ. (النمل: ۵۶)

۸۷. وَقَالَ رَجُلٌ مُُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ (المؤمن: ۲۸)

۸۸. ادْخُلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ. (المؤمن: ۴۶)

ان آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اہل آل کا اطلاق کئی مقامات پر ہوا ہے۔

فصل ۱

قرآن اور اصحابِ رسول ﷺ

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدے کے نشان۔

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا طَيِّبًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (التح: ۳۸: ۲۹)

اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (التوبة: ۱۰۰)

لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکم عدویٰ اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔

وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ (الحجرات: ۷)

جس دن اللہ رسوا نہ کرے گانہی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو ان کا نور دوڑتا ہو گا ان کے آگے اور ان کے دانے۔

يَوْمَ لَا يُغْنِي اللَّهُ الْعَنَى وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَنْمَائِهِمْ (الحجرات: ۸)

اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا ہو کر چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے ساتھی یعنی اصحاب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی بشارت دی کہ میں ان سے اور وہ مجھ سے راضی ہو چکے ہیں اور یہ کہ جو ان کے پیرو کار ہوئے ان سے بھی اللہ راضی ہوا۔ کیونکہ وہ ایمان والے اور کفر و فسق اور گناہ سے بچے ہوئے ہیں اور یہ ان کی صفات ہیں اور جو کوئی ایمان والوں کے راستے کو چھوڑ کر غیروں کی پیروی کرے گا ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نبی اور نبی کی معیت میں آنے والوں کو روزِ قیامت رسوا نہیں کروں گا بلکہ ان کے دائیں اور آگے نور ہو گا۔ اس کے علاوہ بہت آیات ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو۔ کیونکہ اگر کوئی تم میں سے جبلِ احد کے برابر بھی سونا صدقہ کر دے تو ان کے ایک (سیر) یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَتَقَفَ مِثْلَ أَحَدِهِمْ مَا بَلَغَ مَدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نِصْفَهُ (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے۔

إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ (۱)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کی بدگوئی کرتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو۔

ان احادیث سے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ اور مؤمن کے لیے ان کے ساتھ محبت و اخلاص و ادب و تعظیم کا لازم ہونا اور ان کی بدگوئیوں سے دور رہنا ثابت ہوا اس لیے اہل سنت کے لیے جائز نہیں کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں شرکت کریں کیونکہ اصحاب رسول کے دشمنوں سے میل جول مؤمن خالص الاعتقاد کا کام نہیں۔ آدمی اپنے دشمن کے ساتھ نفرت و برخاست اور خوش دلی سے بات کرنا گوارا نہیں کرتا تو دشمنانِ رسول و دشمنانِ اصحاب رسول کے ساتھ کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ (۲)

اصحاب کبار میں خلفائے راشدین سیدنا حضرت ابو بکر صدیق، سیدنا حضرت عمر فاروق، سیدنا حضرت عثمان غنی، سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مرتبہ بلند و بالا ہے (۳) اب ان کے جداگانہ حالات ملاحظہ فرمائیں۔

باب ۶

خلیفہء اول ابو بکر صدیق

حضرت سیدنا عبداللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عبداللہ ہے۔ کنیت ابو بکر، لقب صدیق، متیق ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہ بن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیمہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی تہمی۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام الحیر سلمیٰ بنت فخر بن عامر بن عمرو بن کعب ہے۔ آپ کا نسب باپ اور ماں کی طرف سے مرہ تک ساتویں پشت میں حضور سرور کائنات ﷺ سے جا ملتا ہے۔ جو حضور علیہ السلام کے جد امجد تھے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے چھٹے دادا تھے۔ اس طرح آپ کا سلسلہ نسب سید عالم ﷺ سے مل جاتا ہے۔

ولادت باسعادت:

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ فیل کے دو سال چار مہینہ بعد مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ یہی صحیح ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ہم بڑے ہیں یا تم۔ انہوں نے عرض آپ بڑے ہیں عمر میری زیادہ ہے یہ روایت مرسل و غریب ہے اور واقعہ میں یہ گفتگو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پیش آئی۔

ابتدائی حالات:

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھے بسلسلہ تجارت مکہ سے باہر دوسرے ملکوں میں تشریف لے جاتے تھے اپنی قوم میں بڑے دولت مند اور صاحب مروت و احسان تھے زمانہ جاہلیت میں قریش کے رئیس اور ان کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے مجلس شوریٰ کی رکنیت ایک بڑا منصب تھا۔ عرب میں کوئی بادشاہ تو تھا نہیں۔ تمام امور ایک کمیٹی سے متعلق تھے جس کے دس ممبر تھے۔ کوئی جنگ کا، کوئی مالیات کا، اور کوئی کسی اور کام کا اور ہر ممبر اپنے محکمہ کی ولایت عامہ اور اختیار کامل رکھتا تھا معاملہ فہمی اور دانائی میں آپ کی خاص شہرت تھی اسلام کے بعد سب باتوں سے دل اچاٹ ہو گیا زمانہ جاہلیت میں بھی آپ کا چال چلن نہایت پاکیزہ اور افعال متین و شائستہ تھے۔ ابن عساکر نے ابو العالیہ رباحی سے نقل کیا ہے کہ مجمع اصحاب میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی؟ تو فرمایا:

خدا کی پناہ، احباب نے کہا یہ کیوں، فرمایا میں اپنی مروت و آبرو کی حفاظت کرتا تھا اور شراب پینے والے کی عزت و آبرو برباد ہو جاتی ہے یہ خبر سرکارِ دو عالم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے دوسرے فرمایا ابو بکر نے سچ کہا سچ کہا۔^(۱)

دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے زمانہ جاہلیت میں کبھی بت پرستی بھی نہ کی تھی۔ ابتداء ہی میں اس سے بھی آپ کو اولین نفرت تھی۔

واقعہ رویتِ شام اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شرفِ اسلام

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ آپ ملکِ شام میں تجارت کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے تو آپ نے وہاں ایک خواب دیکھا تھا چنانچہ جب آپ دولتِ اسلام سے مشرف ہونے لگے تو حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبوت کی دلیل طلب فرمائی۔ تو آپ نے ان سے ارشاد فرمایا:

كَانَ تَاجِرًا بِالشَّامِ فَرَأَى رُؤْيَا فَقَضَّهَا عَلَى بُحَيْرَةَ الرَّاهِبِ فَقَالَ لَهُ بُحَيْرَةُ مَنْ أَنْتَ مَا اسْمُكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ مِنْ مَكَّةَ قَالَ مِنْ أَيْ قَبِيلَةٍ قَالَ مِنْ قُرَيْشٍ قَالَ إِنْ صَدَّقَ اللَّهُ رُؤْيَاكَ

حضرت صدیق اکبر تجارت کے سلسلہ میں ملکِ شام میں میں تشریف فرما تھے وہاں پر آپ نے ایک خواب دیکھا تو اس کی تعبیر کے لیے ایک راہب کے پاس جا کر خواب سنایا۔ بحیرہ نامی راہب نے کہا آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے

فَأَنَّهُ بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا مِنْ قَوْمِكَ تَكُونُ وَزِيرُهُ حَيَاتِهِ وَخَلِيفَتُهُ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَأَضَرَّهَا أَبُو بَكْرٍ فِي نَفْسِهِ فَلَمَّا بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ مَا الدَّلِيلُ عَلَى مَا تَدْعِي قَالَ الرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتَ بِالشَّامِ فَقَبَّلَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ^(۲)

فرمایا: ابو بکر اس نے کہا: آپ کون سے قبیلہ اور کہاں کے رہنے والے ہیں اور کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں مکہ کا رہنے والا اور بنی ہاشم کے خاندان سے ہوں اور تجارت کا کام کرتا ہوں۔ راہب نے کہا تو سن لیجئے مکہ اور قبیلہ بنی ہاشم سے نبی آخر الزماں ﷺ کا ظہور ہوگا۔ اے ابو بکر تم اس کے دین میں داخل ہو گے اور ان کے پہلے وزیر ہو گے اور ان کے وصال کے بعد خلیفہ اول بھی تم ہی ہو گے۔ پس ابو بکر رضی اللہ عنہ متاثر ہوئے لہذا جب نبی پاک ﷺ نے اعلانِ نبوت فرمایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ جب مکہ میں آئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے اے محمد! آپ جس طرف بلا رہے ہیں اس کی آپ کے پاس کون سی دلیل ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اے ابو بکر کیا وہ دلیل کافی نہیں

ہے جو تم ملکِ شام میں دیکھ چکے ہو؟ تو فوراً ابوبکر نے کہا: اَشْهَدُ

أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو خواب ملکِ شام میں دیکھا تھا اس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کیونکہ جب آپ ﷺ سے نبوت کی دلیل مانگی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ کم دلیل تھی جو ملکِ شام میں دیکھ چکے ہو اور راہب تمہیں اس کی تعبیر بتا چکا ہے تو آپ نے فوراً اسلام کو قبول فرمایا اور آپ کے نبی برحق ہونے پر ایمان لائے۔ سبقتِ اسلام کے سلسلہ میں کچھ مختلف اقوال ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سب سے اول کون ایمان لایا تو اس کے بارہ میں صحیح اور معتبر قول یہی ہے جیسا کہ سیدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بچوں میں سب سے پہلے سیدنا علی المرتضیٰ ایمان لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہا عنہا ایمان لائیں اور مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق ابن ابوقافہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔

رفاقتِ نبوت اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوبکر عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک مسلسل آپ کے ساتھ رہے چنانچہ صحابہ نے بالاتفاق دیکھا کہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب سے اسلام لائے تا وصالِ حضور علیہ السلام سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ہمراہ رہے مگر حج یا غزوہ کے لیے با اجازت رسول اللہ ﷺ جدا ہوتے اور آپ ﷺ کے ساتھ رہ کر اکثر مشاہدات بھی حاصل کیے اور نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور اہل و عیال کو چھوڑا اور غارِ ثور میں بھی آپ ﷺ کے خاص رفیق ہوئے۔

صَحْبَةُ ابُوبَكْرٍ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ الْإِسْلَامُ إِلَى حَيْثُ تَوَفَّى لَهُ يَفَارِقُهُ سَفَرًا وَلَا حَضَرًا إِلَّا أَنْ يَأْذَنَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْخُرُوجِ فِيهِ مِنْ حَجٍّ وَغَزْوَةٍ شَهِدَ مَعَهُ الْمَشَاهِدَ وَهَاجَرَ مَعَهُ وَتَرَكَ عِيَالَهُ رَغْبَةً لِلَّهِ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَفِيقُهُ فِي الْغَارِ (۱)

معلوم ہوا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خاص رفاقت حاصل تھی کہ آپ ﷺ مسلسل آپ ﷺ کے ساتھ رہے اور بغیر اجازت آپ سے جدا نہ ہوئے۔

مالی قربانی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

إِنَّ مِنْ أَمَنِ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ ابُوبَكْرٍ (۲) میری ذات پر سب سے زیادہ خرچ کرنے والے اور میری خدمت میں رہنے والے ابوبکر صدیق ہیں۔

ثابت ہوا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حضور اقدس ﷺ پر اسلام کی خاطر مال قربان کیا کرتے تھے۔ دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شرفِ باسلام ہوئے تو آپ کے پاس چالیس ہزار

دینار تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم پر وہ سب کے سب خرچ فرمادیے۔ (۱)

ابوداؤد اور ترمذی نے بحوالہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ بارگاہِ نبوت سے ہم کو مال کے قربان کرنے کا حکم ہوا تو میں نے دل میں ارادہ کیا کہ آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا چنانچہ میں اپنا نصف مال لے کر حضور اقدس کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا آپ نے مجھ سے فرمایا اے عمر اپنے گھر میں بیوی بچوں کے لیے کتنا چھوڑ کر آئے ہو؟ عرض کیا حضور آدھا مال گھر پر موجود ہے۔ پھر ابوبکر حاضر ہوئے اور اپنا کل مال لے آئے آپ نے فرمایا اے ابوبکر بیوی بچوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو عرض کیا حضور! اللہ ہی اعلم۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم!

اس وقت حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں ابوبکر سے کسی معاملہ میں بھی سبقت نہیں لے سکتا۔ (۲) ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ہر ایک کا احسان اتار دیا ہے مگر ابوبکر کا احسان اللہ تعالیٰ روز قیامت اتارے گا مجھے اتنا کسی کے مال نے نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کے مجھ پر عظیم احسانات ہیں اور کسی کے اتنے نہیں انہوں نے اپنی جان و مال سے میری مدد کی اور اپنی بیٹی بھی میرے نکاح میں دی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے باپ حضرت عثمان ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسالت مآب علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا میرے بوڑھے باپ کو دیکھ کر حضور اقدس نے فرمایا کہ تم نے اپنے والد کو یہاں آنے کی اتنی تکلیف کیوں دی میں خود ان کے پاس آجاتا میں نے عرض کیا حضور آپ کی زحمت کی بجائے ان کا آنا بہتر تھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوقحافہ تمہارے بیٹے کے عظیم احسانات ہمیں یاد ہیں۔ ثابت ہوا کہ اصحاب رسول میں سب سے اعلیٰ سخی اور مال کی قربانی دینے والے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔

ہجرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور رفیقِ غار ثور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور پر پہنچے تو حضرت صدیق اکبر نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا:

قَالَ وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُهُ حَتَّى آدْخُلَ فَإِنْ كَانَ فِيهِ شَيْءٌ أَصَابَنِي دُونَكَ فَدَخَلْ فَكَسَّهْ وَوَجَدَ فِي جَانِبِهِ ثِقْبًا فَشَقَّ إِذَا رَأَى وَسَدَّهَا بِهِ وَبَقِيَ مِنْهَا اثْنَانِ فَأَبْقَاهُمَا رَجُلَيْهِ ثُمَّ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْخُلْ فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَضَعَ رَأْسَهُ فِي جُحْرٍ وَنَامَ فَلَدِيَ أَبُو بَكْرٍ فِي رَجْلِهِ مِنَ الْجُحْرِ وَلَمْ تَحْرُكْ مُخَافَةَ أَنْ يَنْتَقِبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَقَطَتْ دُمُوعُهُ وَجَهَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ قَالَ أَلَدَعْتُ فِدَاكَ ابْنِي وَأَمْسَيْتُ فَتَقَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَهَبَ مَا يَجِدُهُ.

کہ اللہ کی قسم میں آپ کو اس وقت تک غار میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک کہ میں غار کو اندر سے دیکھ نہ لوں کہ کہیں اس پرانی غار میں کوئی موذی چیز نہ ہو۔ اگر کوئی چیز ہو تو اس کا ضرر مجھے پہنچے گا آپ کو نہ پہنچے۔ چنانچہ ابو بکر غار میں داخل ہوئے تو غار کو صاف کیا پھر آپ کو غار میں تین سوراخ نظر آئے ایک میں تو انہوں نے اپنا تہ بند پھاڑ کر بھر دیا اور دو سوراخوں میں انہوں نے اپنی ایڑیاں داخل کر دیں۔ اس کے بعد عرض کیا حضور اندر تشریف لے آئیں۔ حضور ﷺ غار کے اندر آ گئے تو ابو بکر کی گود میں سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ اسی حالت میں سوراخ کے اندر سے سانپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو کاٹ لیا لیکن وہ اسی طرح بیٹھے رہے اس لیے حرکت نہ کی کہ رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل نہ آوے لیکن شدت تکلیف سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جو حضور علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر پڑے۔ آپ نے فرمایا: ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھ کو سانپ نے کاٹ لیا ہے حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن آپ کے پاؤں پر لگایا اور اسی وقت تکلیف جاتی رہی۔

مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور رسالت ماب ﷺ کی محبت و محبت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خاص مقام حاصل تھا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا اتنی نیکیاں بھی کسی کی ہیں جتنے آسمان کے ستارے ہیں آپ نے فرمایا: ہاں عمر کی اتنی نیکیاں ہیں۔ پھر میں نے پوچھا ابو بکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا عمر کی ساری عمر کی نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی (یعنی غار والی نیکی) کے برابر ہیں۔

بَيِّنَا رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِي فِي لَيْلَةٍ صَاحِبَةٍ إِذْ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! هَلْ يَكُونُ لِأَحَدٍ مِنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدُ نُجُومِ السَّمَاءِ؟ قَالَ: نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ: وَأَيْنَ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ؟ قَالَ: إِنَّمَا يَجْمَعُ حَسَنَاتِ عُمَرُ كَحَسَنَةِ وَاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ (۱)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقتِ نبوت در غارِ ثور کا انتخاب

جو لوگ اس کو نہیں مانتے ان کی کتابوں میں بھی اس امر کی تصدیق موجود ہے مشہور کتاب حسنِ عسکری میں ہے۔

کہ جبریل علیہ السلام اللہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی لے کر آئے اور عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر رحمہ سلام ہو اور وہ فرماتا ہے ابو جہل اور جماعت قریش نے آپ کو شہید (قتل) کرنے کا منصوبہ بنایا ہے اور اللہ نے آپ کو حکم دیا کہ ابو بکر کو اپنا رفیق بناؤ اور اگر وہ اپنے عہدِ موافقت پر قائم رہے تو جنت میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ پھر حضور علیہ السلام ابو بکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اے ابو بکر کیا تو اس بات پر راضی ہو کہ

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ الْعَلَى الْأَعْلَى يَقْرُءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ لَكَ: إِنَّ أَبَا جَهْلٍ وَالْمَلَائِكَةَ مِنْ قُرَيْشٍ قَدَدَبَرُوا وَوَيْرِدُونَ قَتْلِكَ إِلَى أَنْ قَالَ وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصَحِبَ أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّهُ إِنْ أَنْسَكَ وَسَاعَدَكَ وَآذَرَكَ وَتَبَتَ عَلَى تَعَاهِدِكَ وَتُعَاقِدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ فِي غُرْفَتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ

رَضِيتَ أَنْ تَكُونَ مَعِيَ أَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا أُطْلَبُ
وَتُعَرَفُ بِأَنَّكَ أَنْتَ الَّذِي تَحْمِلُنِي عَلَى مَا أَدْعِيهِ
فَتَحْمِلُ عَنِّي أَنْوَاعَ الْعَذَابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ
اللَّهِ أَمَا أَنَا لَوْ عَشْتُ عُمَرَ الدُّنْيَا عَذَّبْتُ فِي جَمِيعِهَا
أَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَى مَوْتٍ فَرِيحٌ وَلَا تَرِيحٌ مُنِيْعٌ
وَكَانَ ذَلِكَ فِي مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذَلِكَ أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ أ
تَنَعَ عَمَّ وَأَنَا مَالِكٌ يَجْمَعُ قَلْبِكَ لِيَلْمُو كَهَا فِي
مُخَالَفَتِكَ مَا أَهْلِي وَوَلَدِي إِلَّا فِدَاؤُكَ فَقَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا جَرَمَ أَنْ أَطْلَعَ اللَّهُ عَلَى
قَلْبِكَ وَجَدَمَا فِيهِ مَوَافِقًا لِمَا جَرَى عَلَى لِسَانِكَ
جَعَلْتُكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّائِسِ مِنَ
الْجَسَدِ وَمَنْزِلَةِ مِنَ الْبَدَنِ كَعَلَى الَّذِي هُوَ لَكَ (۱)

میرے ہمسفر ہو۔ اور کفار قریش جس طرح میرے قتل کے درپے
ہیں تمہارے قتل کے بھی درپے ہوں اور اس بات کی تشہیر بھی ہو کہ تم
نے ہی مجھ کو اس طرح کرنے پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے
سبب تم کو طرح طرح کے عذاب پہنچیں؟ حضرت ابو بکر نے عرض
کیا: یا رسول اللہ! میں وہ شخص ہوں کہ اگر آپ کی محبت میں عمر بھر
عذاب اور تکلیف پہنچتی رہے نہ مروں نہ آرام پاؤں تو میرے
نزدیک اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی شہنشاہی قبول کر
وں میری جان اور مال اور اہل و عیال آپ پر قربان ہوں آپ کو
چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ یہ سن کر رسالتِ مآب علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تیرے دل پر گواہ ہے اور تیرے دل
کو تیری زبان کے مطابق پایا بالیقین اللہ نے تجھے بمنزلہ میرے
سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم
سے اور روح کو بدن سے ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور سفر ہجرت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خاطر اگر بیٹا بھی میری تلوار کی زد میں آ جاتا
تو اس کا سر بھی قلم کر دیتا (از سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

ابن عساکر سے مروی ہے کہ غزوہ بدر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبد الرحمن مشرکوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے
مقابلہ میں تھے۔

أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ
الْمُشْرِكِينَ فَلَمَّا أَسْلَمَ قَالَ لِأَبِيهِ لَقَدْ هَدَفْتُ إِلَيْ يَوْمٍ
بَدْرٍ فَأَنْصَرَفْتُ عَنْكَ وَلَمْ أَفْعُلْكَ (۲)

کہ عبد الرحمن ابن ابو بکر یوم بدر مشرکین کے ہمراہ تھے تو جب
انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو اپنے باپ (ابو بکر رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ
آپ کئی بار میری تلوار کی زد میں آئے لیکن میں نے آپ کو (باپ
سمجھ کر) قتل نہ کیا۔

اس بات کو سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فقال ابو بکر لَكَ كُنْتَ لَوْ اَهْدَفْتُ لِي لَمْ اَنْصَرِفْ عَنْكَ بیٹا! اگر میری تلوار کی زد
میں اس وقت تم آ جاتے تو میں تمہیں بیٹا خیال کر کے کبھی نہ چھوڑتا تمہیں اپنی تلوار سے اڑا دیتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثابت کر دیا کہ جو میرے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہو کر ان کے غلاموں کے مقابلہ میں آئے خواہ وہ حقیقی بیٹا ہی کیوں نہ ہو میں اس کا لحاظ کرنے کو تیار نہیں جس کو اس ذاتِ اعلیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلق اور رشتہ نہیں اس کے ساتھ ابو بکر کو بھی کچھ رشتہ نہیں۔ خواہ وہ ابو بکر کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو، قرآن پاک میں ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي دِينِكُمْ بِاللّٰهِ يَتَذَكَّرُونَ (آیہ قرآن کی مکمل تفسیر عملی شکل میں بیان فرمادی کہ دین مصطفوی کے مقابلہ میں اس کے مخالف کا کچھ لحاظ نہیں خواہ وہ باپ، بیٹا اور بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شجاعتِ عظمیٰ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ شجاعت یعنی بہادری کے سلسلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اصحاب سے فرمایا:

اے لوگو مجھے خبر دو کہ سب سے زیادہ بہادر اور شجاع کون ہیں؟ لوگوں نے کہا آپ ہیں فرمایا میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑ کے ساتھ رہتا ہوں یہ کوئی بہادری نہیں ہے میں تم سب سے زیادہ بہادر شخص کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔ عرض کیا ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا سب سے زیادہ شجاع و بہادر ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں جنگِ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سائبان بنایا گیا تھا پھر آپس میں ہم نے صلاح کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی حفاظت کے لئے کون شخص ٹھہرے گا اللہ کی قسم ہم میں سے کسی کو ہمت نہ ہوئی مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کسی کو رسالتِ مآب علیہ السلام تک پھڑکنے نہ دیا اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہوا تو آپ فوراً جھپٹ پڑے اور حملہ کر دیا۔ لہذا آپ بڑے شجاعت والے تھے۔

قَالَ أَخْبِرُونِي مَنْ أَشْجَعُ النَّاسِ. فَقَالُوا: أَدَّتْ قَالَ أَمَا إِنِّي مَا بَارَزْتُ أَحَدًا إِلَّا أَنْصَفْتُ مِنْهُ وَلَكِنْ أَخْبِرُونِي بِأَشْجَعِ النَّاسِ قَالُوا لَا نَعْلَمُ. قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّهُ لَمَّا كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ فَجَعَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرِيشًا فَقُلْنَا مَنْ يَكُونُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلًا يَهْوِي إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَبْلَ أَنْ يَهْوِيَ إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ سَاهُرًا بِالسَّيْفِ عَلَى رَأْسِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَهْوِي إِلَيْهِ أَحَدٌ إِلَّا هَوَا إِلَى اللَّهِ فَهَؤُلَاءِ أَشْجَعُ النَّاسِ (مجمع الزوائد ۹: ۴۰، ۴۱)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے

زیادہ مشرکین نے سختی کون سے وقت کی تھی تو آپ نے جواب دیا:

میں نے دیکھا عتبہ بن ابی معیط مشرک جو تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے نماز کے دوران آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر گلا گھونٹنے لگا اور بہت زور سے گلا گھونٹا۔ تو اسی وقت حضرت ابو بکر آگئے اور اسے پیچھے دھکا دے کر فرمایا کہ اتقتلون رجلاً ان يقول ربی اللہ کیا اس لیے حضرت کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے نشانیاں لے کر آئے ہیں۔

رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِي عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنَقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَفَعَهُ عَنْهُ. فَقَالَ اتَّقَتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ (صحیح البخاری ۳: ۱۳۴، ۱۳۵)

تواضع و حلم و رحم سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ. (سنن ابن ماجہ: ۵۵: ۱۵۴)

میری امت میں سے میری امت پر سب سے زیادہ رحیم و حلیم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت ابی صالح غفاری سے روایت کیا ہے۔

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَتَعَاهَدُ عَجُوزًا كَبِيرَةً عُمَيَّاءَ فِي بَعْضِ حَوَاشِي الْمَدِينَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَيَسْتَقِي لَهَا وَيَقُومُ بِأَمْرِهَا فَكَانَ إِذَا جَاءَهَا وَجَدَ غَيْرَهُ قَدْ سَبَقَهُ إِلَيْهَا فَأَصْلَحَ مَا أَرَدَتْ فَجَاءَهَا غَيْرُهُ مَرَّةً كَيْلًا يَسْبِقُ إِلَيْهَا فَرَضَهُ عُمَرُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَكْرِ الَّذِي يَأْتِيَهَا وَهُوَ يَوْمَعِيلٍ خَلِيفَةً فَقَالَ عُمَرُ أَنْتَ هُوَ عُمَرُ.

(تاریخ ابن عساکر، ۳۰: ۳۲۲)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رات کے وقت ایک بڑھیا اندھی اپانچ جو مدینہ کے اطراف میں رہتی تھی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ اس کو روٹی پانی اور دوسرے کام کر دیا کرتے تھے۔ ایک روز جو اس کے پاس آپ تشریف لے گئے تو خلاف توقع اس کا تمام کام ہوا پایا اور اب سے ہمیشہ ہی کوئی ہر کام آپ سے پہلے کر جانے لگا آپ کو حیرت ہوئی اور جستجو کرنی شروع کی تو حضرت ابو بکر صدیق نکلے حالانکہ حضرت ابو بکر ان ایام میں خلیفہ کی مسند پر فائز تھے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے واللہ آپ کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نہایت حلیم، رحم دل اور صاحب تواضع تھے آپ کی نرمی قلب کے بارے میں اکثر احادیث آتی ہے۔

قرآن و حدیث و تفسیر و انساب و تعبیر الروایا و حکمت و فصاحت و

بلاغت کے علوم بحرِ ناکنار:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

كَانَ الصِّدِّيقُ أَقْرَأَ مِنَ الصَّحَابَةِ إِحَى أَعْلَمَهُمْ بِالْقُرْآنِ لِأَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدَّمَهُ أَمَامًا لِلصَّلَاةِ بِالصَّحَابَةِ مَعَ قَوْلِهِ يُؤَمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأَهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ وَإِنَّهُ أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ وَأَرْكَاهُمْ وَاحِدِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ حَقَّقُوا الْقُرْآنَ كُلَّهُ وَكَيْفَ لَا يَكُونُ كَذَلِكَ وَقَدْ صَحَّبَ صُحْبَةً رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَوَّلِ

تحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، کلام اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور اسی لیے نبی ﷺ نے صحابہ میں نماز کا امام بھی انہی کو بنایا آپ نے خود ہی فرمایا تھا کہ قوم کا امام وہ ہونا چاہئے جو قرآن کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو اور آپ صحابہ میں سے بڑے ذکی اور عالم تھے اور قرآن کو حفظ بھی کیا تھا کیونکہ آپ کے حافظ ہونے کا بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ اول سے تا وصال نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ کی معیت میں رہے اور خوابوں کی تعبیروں کا علم بھی جانتے تھے۔ فصاحت و بلاغت و خطابت میں بھی اعلیٰ مقام تھا اور نسب عرب کے بھی بڑے ماہر تھے عرب کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص انساب کے واقف کار تھے۔

بارگاہ نبوت کی عطا: ابو بکر عتیق اور صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دو لقب عتیق و صدیق اس قدر مشہور ہیں کہ نام پر لقب غالب آئے اس لیے کہ یہ دونوں القاب حضور اقدس رضی اللہ عنہ نے آپ کے حق میں خود ارشاد فرمائے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو بکر رضی اللہ عنہ! تم عتیق اللہ من النار یعنی دوزخ سے آزاد ہو پس اس روز سے آپ کا لقب عتیق مشہور ہو گیا۔

طبرانی نے اوسط میں اور حاکم نے مستدرک میں لکھا ہے کہ ابن امرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ابو بکر کا حال بیان کیجئے تو آپ نے فرمایا ابو بکر وہ ہستی ہیں جن کا نام اللہ نے جبریل اور حضور رضی اللہ عنہ کی زبان اقدس سے صدیق رکھا، وہ نماز میں حضور علیہ السلام کے خلیفہ تھے جس شخص سے حضور علیہ السلام دینی امور میں خوش ہو گئے ہم ان پر اپنے دنیاوی معاملات میں بھی راضی ہو گئے۔ دارقطنی اور حاکم نے ابویہی سے بھی روایت کیا کہ میں نے بہت مرتبہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو برسر منبر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول رضی اللہ عنہ کی زبان حق ترجمان سے ابو بکر کا نام صدیق سنا۔

بَعَثَهُ إِلَىٰ وَصَالٍ وَهُوَ مَعَ ذَالِكَ مِنْ أَزْكَىٰ عِبَادِ اللَّهِ وَأَعْقَلُهُمْ وَلَوْ لَ الرُّوْيَا وَكَانَ مِنْ أَفْضَحِ النَّاسِ وَأَخْطَبُهُمْ وَأَعْلَمُ النَّاسِ بِأَنْسَابِ الْعَرَبِ مِنْ نَسَبِهِ.

عَنْ عَائِشَةَ ۖ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتَ عَتِيقِي اللَّهُ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ عَتِيقًا. (مُتَّكُوَّةُ الصَّاحِبِ، بَابُ مَنَاقِبِ لَآئِي بَكْر)

عَنِ ابْنِ أَمْرَةَ قَالَ قُلْنَا لِعَلِيٍّ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنَا عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ ذَلِكَ إِمْرُهُ سَمَاءُ اللَّهِ الصِّدِّيقُ عَلَى لِسَانِ جِبْرِيلَ وَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ كَانَ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّلَاةِ وَرَضِيَتْهُ لِدِينِنَا فَرَضِينَا وَآخَرَجَهُ الدَّارَ قُطْنِيٍّ وَالْحَاكِمُ عَنْ أَبِي يَحْيَى قَالَ لَا أَحْصِي كُمْ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ عَلَى الْإِسْبَرَانِ إِنَّ اللَّهَ سَمَّى أَبَا بَكْرٍ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَدِّيقًا. (۱)

ابن الحلق بروایت حسن بصری فرماتے ہیں کہ

أَوَّلُ مَا اشْتَهَرَ بِهِ صَبِيحَةُ الْإِسْرَاءِ (تَارِخُ أَخْلَافِ بَلْسِيطِ)

قال مصعب بن الزبير وغيره اجتمعت الامة على تسمية بالصدیق لأنه بلا خوف الى تصديق رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه (۲)

(۱) نزوح الجالس (۲) تاريخ اخلاف بلسيطي

شب معراج سے دوسرے روز آپ کا لقب صدیق مشہور ہوا۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ آپ کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ نے بے خوف و نڈر ہو کر نبی رضی اللہ عنہ کی نبوت کی تصدیق کی۔

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أَحَدًا وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ أَتُبْتُ أَحَدًا فَاثْمًا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصَدِيقٌ وَشَهِيدَانِ (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کوہ احد پر چڑھے احد حرکت کرنے لگا (یعنی آمد مصطفیٰ علیہ السلام پر مسرت سے جھومنے لگا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد پر ٹھوکر لگائی اور فرمایا: احد ٹھہر جا! تیرے اوپر ایک نبی ہے اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔

مذکورہ احادیث و روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر کو صدیق و عقیق کے القاب حاصل ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے احد پہاڑ پر جدا گانہ اسماء کا ذکر فرمایا اور نبی اور صدیق یعنی یہ لقب صرف ابو بکر ہی عطا ہوئے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کو شہیدان فرمایا کہ یہ دونوں شہید کئے جاویں گے۔ یہ آپ کی خبر غیب بھی تھی جو قبل از وقت ارشاد فرمادی۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ عبد اللہ کے صدیق ہونے پر تصدیق

جو لوگ آپ کو صدیق نہیں مانتے ان کی کتابوں میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے۔

حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ سے تلوار کو چاندی سے مرصع کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا جائز ہے کیونکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو مرصع کیا ہے۔ راوی کہنے لگا آپ اس کو صدیق کہتے ہیں؟ امام غضب ناک ہو کر کہنے لگے ہاں صدیق رضی اللہ عنہ ہاں صدیق رضی اللہ عنہ ہاں صدیق رضی اللہ عنہ جو اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کو دنیا اور آخرت میں جھوٹا کرے۔

سُئِلَ الْإِمَامُ جَعْفَرُ عَنْ جَلِيَّةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوزُ قَالَ نَعَمْ حَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ سَيْفَهُ : فَقَالَ الرَّاَوِيُّ أَتَقُولُ هَكَذَا فَوَقَّبَ الْإِمَامُ عَنْ مَقَامِهِ فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ نَعَمْ الصِّدِّيقُ . فَمَنْ لَمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيقُ فَلَا صَدَّقَ اللَّهُ قَوْلَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۲)

نیز اس کے علاوہ ان کی معتبر کتاب احتجاج طبری میں بروایت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ وہ حدیث درج کی گئی ہے جس میں احد پہاڑ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے پہاڑ ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی اور صدیق ہے اور دو شہید ہیں۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صدیقیت بزبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھی۔

نزول بعض آیات قرآنی بحق سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

اور جو شخص سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ ہی تو متقی ہیں ان کے لیے وہ (نعمتیں) ان کے رب کے پاس (موجود) ہیں جن کی وہ خواہش کریں گے یہی محسنوں کی جزا ہے تاکہ اللہ ان کی خطاؤں کو جو انہوں نے کیں ان سے دور کر دے اور انہیں ان کا ثواب ان کی نیکیوں کے بدلہ میں عطا فرمائے جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ○ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ○ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ. (المر ۳۹: ۳۵-۳۷)

وہ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں چھپے اور ظاہر ان کے لیے ان کا اجر ہے ان کے رب کے پاس ان کو نہ کچھ اندیشہ ہونہ کچھ غم۔

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ ۲: ۲۷۳)

بے شک اللہ نے سنا جنہوں نے کہا کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی۔ اب ہم لکھ کر رہیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا اور ہم فرمائیں گے کہ چکھو آگ کا عذاب۔

لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلُهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (آل عمران ۱۸۱:۳)

اور دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے اور اپنا مال دینا ہے کہ تھرا ہوا اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور بے شک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ○ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ○ وَمَا لِأَحَدٍ عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزَى ○ إِلَّا ابْتِغَاءً وَجْهَ رَبِّهِ الْأَعْلَى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضَى (سورۃ الليل ۹۲: ۲۱-۲۴)

اور وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور وہی ہیں کامل صدیق اور اوروں پر گواہ اپنے رب کے ہاں ان کے لیے ان کا ثواب اور نور ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ (الحید ۱۹: ۵۷)

تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا جب وہ دونوں غار میں تھے اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے ان پر سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے ان کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اور اللہ کا ہی بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ الْأُنْفُسِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (التوبہ ۹: ۳۰)

چاندی کی انگوٹھی اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر جلد اول میں یہ روایت بیان فرماتے ہیں:

تحقیق نبی ﷺ نے ایک مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی مبارک دی اور فرمایا اس پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لکھو لاؤ تو حضرت ابوبکر صدیق نقاش کے پاس گئے اور اس کو کہا اس پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھ دو۔ اس نے لکھ دیا۔ آپ وہ انگوٹھی لے کر بارگاہ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انگوٹھی

آن النبی صلی اللہ وسلم دفع خاتم الی ابی بکر وقال اکتب لا اله الا الله فدفعه ابو بکر الی النقاش ویقال اکتب علیه لا اله الا الله محمد رسول الله فلما جاء به ابو بکر الی النبی صلی اللہ وسلم وجد علیه لا اله الا الله محمد رسول الله ابو بکر الصدیق فقال ما

هذه الزيادة يا ابو بكر فقال ما رضى ان افرق اسمك
عن اسم الله واما الباقي فما قلته؛ فنزل جبرئيل وقال
ان الله تعالى يقول اني كتبت اسم ابى بكر لانه ما رضى
ان يفرق اسمك عن اسمى، فانما ما رضى ان افرق
اسمه عن اسمك^(۱)

کو دیکھ کر فرمایا: ابو بکر یہ زیادتی کیسی؟ عرض کیا یا رسول اللہ! میرا دل
اس بات پر راضی نہ ہوا کہ آپ کا نام اقدس خدا کے نام مبارک سے
جدا ہو۔ یہ آپ کا نام میں نے اس لیے لکھوایا ہے۔ آپ ﷺ
نے فرمایا: تو یہ تمہارا نام کس نے لکھ دیا ہے عرض کیا یہ تو میں نے نہیں
لکھوایا۔ پھر جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا: اللہ فرماتا
ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام ہمارے نام سے جدا کرنا مناسب
نہ جانا۔ تو ہم نے ابو بکر کا نام آپ کے نام سے جدا ہونا مناسب نہ
جانا لہذا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام تو ہم نے خود لکھ دیا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت کی اجمالی خصوصیات

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت مسلمانوں کے لیے ظلِ رحمت ثابت ہوا۔ اور دینِ مصطفیٰ ﷺ کو جو ہولناک اندیشے اور
خطراتِ عظیمہ پیش آئے تھے۔ وہ حضرت صدیق اکبر کی رائے صائبہ تدبیر صحیحہ اور کامل دین داری و زبردست اتباعِ سنت کی برکت
سے دفع ہوئے اور اسلام کو وہ استحکام حاصل ہوا کہ کفار و منافقین لرزنے لگے۔ اور ضعیف الایمان لوگ پختہ ہو گئے۔ آپ کی خلافت
راشدہ کا زمانہ اگرچہ بہت تھوڑا تھا لیکن اس سے اسلام کو ایسی عظیم انشان تائیدیں اور قوتیں حاصل ہوئیں کہ کسی زبردست حکومت کے
طویل زمانہ کو اس سے کچھ نسبت نہیں ہو سکتی آپ کے عہدِ مبارک کے چند اہم واقعات یہ ہیں۔

آپ نے حبشِ اسامہ کی تنفیذ کی۔ جس کو حضور ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک کے آخر میں شام کی طرف روانہ فرمایا تھا ابھی یہ لشکر
تھوڑی ہی دور پہنچا تھا۔ اور مدینہ طیبہ کے قریب ہی تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عالم سے پردہ فرمایا یہ خبر سن کر اطرافِ مدینہ
کے عرب اسلام سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے صحابہ کرام نے مجتمع ہو کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر زور دیا کہ آپ اس لشکر کو واپس بلائیں
اس وقت اس لشکر کا روانہ کرنا کسی طرح مصلحت نہیں۔ مدینہ کے گردہ اور طوائف کثیرہ تو مرتد ہو گئے اور لشکر شام بھیج دیا جائے اسلام کے
لیے یہ نازک ترین وقت تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال اقدس کے بعد کفار و منافقین کے حوصلے بڑھ گئے تھے اور ان کی مردہ
ہمتوں میں جان پڑ گئی تھی۔ منافقین سمجھ گئے تھے کہ اب وقت کھیل کھیلنے کا آ گیا ہے ضعیف الایمان دین سے پھر گئے اور مسلمان ایک
ایسے صدمے میں شکستہ دل اور بے تاب و ناتواں ہو گئے جس کی مثل دنیا کی آنکھ نے کبھی نہ دیکھی ان کے دل گھائل ہیں اور آنکھوں سے
اشک جاری ہیں کھانا پینا برا معلوم ہوتا ہے زندگی ناگوار نظر آتی ہے۔ (۲)

اس وقت حضور اقدس ﷺ کے جانشین کے لئے امن قائم کرنا۔ دین کا سنبھالنا۔ مسلمانوں کی حفاظت کرنا۔ امتدار کے سیلاب کو
روکنا کس قدر دشوار تھا باوجود اس کے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس کرنا اور مرضی مبارک کے خلاف جرأت
کرنا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سرِ ایا صدق کارِ ابطہ نیازِ مندی گوارہ نہ کرتا تھا اس مشکل کو وہ ہر مشکل سے سخت تر سمجھتے تھے اس پر صحابہ کا اصرار کہ
لشکر واپس بلا لیا جائے اور خود حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لوٹ آنا اور حضرت صدیق اکبر سے عرض کرنا کہ قبائلِ عرب آمادہٴ جنگ اور درپے

تخریبِ اسلام ہیں اور کارِ آزما بہادر میرے لشکر میں ہیں۔ انہیں اس وقت روم بھیجنا اور ملک کو ایسے دلاور مردان سے خالی کر دینا کسی طرح مناسب نہیں ہوتا تھا۔ یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مشکلات تھیں۔ (۱)

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اعتراف کیا ہے کہ اگر اس وقت ان کی جگہ دوسرا ہوتا تو ہرگز ثابت قدم نہ رہتا اور مصائب و افکار کا یہ ہجوم اور اپنی جماعت کی پریشان حالات ان کو مہیوت کر ڈالتے مگر اللہ اکبر! حضرت صدیق اکبر کے پائے ثبات میں ذرہ بھی لغزش نہ ہوئی اور ان کے استقلال میں ایک شہہ فرق نہ آیا آپ نے فرمایا۔ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ مَا زِدْتْ جِدِّشًا وَجْهَهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا حَلَلْتُ لَوَاءِ عَقْدِهِ۔ اس ذات وحدہ لا شریک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا اور جس لشکر کے جھنڈے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہوا سے ہرگز نہ کھولوں گا اور نہ اس کو روانگی سے روکوں گا خواہ میری جان پر کچھ بن جائے پرندے میری بوٹیاں نوح کھائیں لیکن ذاتِ مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء کے حکم میں ذرا بھی تسخیر و ترمیم نہیں کروں گا۔ اور ان کے حکم میں اپنی دخل اندازی نہیں دے سکتا چنانچہ آپ نے لشکر کو ایسی حالت میں ہی روانہ فرمادیا۔ (۲)

اس سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حیرت انگیز شجاعت و لیاقت اور کمالِ دلیری و جوانمردی کے علاوہ ان کے توکلِ صادق کا بھی پتہ چلتا ہے اور دشمن بھی انصافاً یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ قدرت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و جانشینی کی اعلیٰ تربیت قابلیت و اہلیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی تھی۔

اب یہ لشکر روانہ ہوا۔ جو قبائل مرتد ہونے کو تیار تھے اور یہ سمجھ چکے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اسلام کا شیرازہ ضرور درہم برہم ہو جائے گا اور اس کی سطوت و شوکت باقی نہ رہے گی انہوں نے جب دیکھا کہ لشکرِ اسلام رومیوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گیا اسی وقت ان کے خیالی منصوبے غلط ہو گئے انہوں نے جان لیا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہد مبارک میں اسلام کے لیے ایسا زبردست نظم فرمادیا جس سے مسلمانوں کا شیرازہ درہم برہم نہیں ہو سکتا۔

اور وہ ایسے غم و اندوہ کے وقت بھی اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے سامنے اقوامِ عالم کو سرنگوں کرنے کے لیے ایک مشہور و زبردست قوم کے خلاف فوج کشی کر رہے ہیں لہذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام مٹ جائے گا ابھی صبر سے دیکھنا ہے کہ یہ لشکر کس شان سے واپس ہوتا ہے۔ بفضلِ الہی بہ وعدۃ خداوندی اور بہ برکتِ نبوی یہ لشکر ظفر پیکرِ فتیاب ہوا۔ رومیوں کو ہزیمت ہوئی جب یہ فاتح لشکر واپس آیا وہ تمام قبائل جو مرتد ہونے کا ارادہ کر چکے تھے۔ اس ناپاک قصد سے باز آئے اور اسلام پر صدق سے قائم ہوئے بڑے بڑے جلیل القدر صائب الرائے صحابہ جو اس لشکر کی روانگی کے وقت نہایت شدت سے اختلاف فرما رہے تھے اپنی فکر کی خطا اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے مبارک کے صائب اور ان کے علم کی وسعت و استقامت اور ایمانی عقیدت کے معترف ہوئے۔

اسی خلافتِ مبارک کا ایک اہم ترین واقعہ ناعین زکوٰۃ کے ساتھ عزمِ قتال ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر مدینہ طیبہ کے حوال اور اطراف میں مشہور ہوئی تو عرب کے بہت گروہ مرتد ہو گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے قتال کرنے کے لیے تیار ہوئے تو امیر المؤمنین غیاث المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے وقت کی نزاکت اسلام کی نوعمری، دشمنوں کی قوت اور مسلمانوں کی پریشانی اور پراگندہ خاطر کی لحاظ فرما کر مشورہ دیا کہ اس وقت جنگ کے

لیے ہتھیار نہ اٹھائے جائیں مگر صدیق اکبر ؓ اپنے ارادہ پر قائم رہے اور آپ نے فرمایا کہ قسم وحدہ لا شریک کی جو زمانہ نبوی ﷺ میں ایک تسمہ کی زکوٰۃ بھی ادا کرتے تھے اگر آج انکار کریں گے تو میں ضرور ان سے قتال کروں گا آخر کار آپ قتال کے لیے اٹھے اور مہاجرین و انصار کو ساتھ لیا اور اعراب اپنی ذریعوں کو لے کر بھاگے پھر آپ نے حضرت سیف اللہ خالد بن ولید ؓ کو امیر لشکر بنایا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی اور صحابہ نے خصوصاً سیدنا حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی صحت تدبیر، اصابت رائے کا اعتراف کیا اور کہا خدا کی قسم اللہ نے صدیق کا سیدہ کھول دیا جو انہوں نے کیا حق تھا اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس وقت کمزوری دکھائی جاتی تو ہر قوم ہر قبیلہ کو احکام اسلام کی بے حرمتی اور ان کی مخالفت کی جرأت ہوتی اور دین حق کا نظم باقی نہ رہتا۔^(۱)

سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی خلافت کے ان عظیم واقعات سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ ہر حالت میں حق کی حمایت اور نا حق کی مخالفت ضروری ہے اور ہر قوم جو نا حق کی مخالفت میں سستی کرے گی جلد تباہ ہو جائے گی۔ آج کل سادہ لوح برائے نام اخلاق پسندی کا صرف دعویٰ کرنے والے فرق باطلہ کے رد کرنے کو بھی منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس وقت آپس کی جنگ موقوف کرو وقت کا تقاضا اجازت نہیں دیتا۔ میں ان حضرات کو سیدنا صدیق اکبر ؓ کے اس طریق عمل کی طرف رغبت دلاتا ہوں کہ وہ وقت نازک ترین تھا یا کہ موجودہ یقیناً اس وقت کے عظیم نازک حالات کے باوجود بھی حضرت صدیق عتیق ؓ نے باطل کی سرکشی میں ذرا توقف نہ فرمایا۔ جو فرقے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں ان سے ایسی غفلت برتنا یقیناً اسلام کو صریح نقصان پہنچانے کے مترادف ہے اور ایسا کرنے والے بارگاہِ ذوالجلال میں جوابدہ ہوں گے۔

پھر حضرت خالد بن ولید ؓ سیف اللہ ؓ لشکر مقابل ہوئے چند روز جنگ جاری رہی آخر الامر مسیلہ کذاب علیہ اللعۃ حضرت وحشی ؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اسلام لانے سے قبل انہی کے ہاتھوں حضرت سیدنا امیر حمزہ ؓ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔

مسیلہ کذاب کی قتل کے وقت عمر ڈیڑھ سو سال کی تھی۔ مسیلہ کذاب کی عمر حضرت سیدنا عبد اللہ والد ماجد حضور سید الانام ﷺ سے بھی زیادہ تھی اس جنگِ یمامہ بمقابلہ مسیلہ کذاب میں جو صحابہ کرام شہادت سے سرفراز ہوئے تھے ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔
(۱) ابو حذیفہ بن غصبہ (۲) سالم مولیٰ ابو حذیفہ (۳) شجاع بن وہب۔ (۴) زید بن خطاب (۵) عبد اللہ بن اہل (۶) مالک بن عمرو (۷) طفیل بن عمرو الدوسی (۸) یزید بن قیس (۹) عامر بن کبیر (۱۰) عبد اللہ بن محرمہ سائب (۱۱) عثمان بن مظعون (۱۲) عبادہ بن بشیر (۱۳) معن بن علی (۱۴) ثابت بن قیس بن شماس (۱۵) ابو دجانہ (۱۶) سماک بن حرب۔ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

۱۲ھ میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت علاء بن حضرمی ؓ کو بحرن کی طرف روانہ کیا وہاں کے لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ بمقام جوئی میں ان سے مقابلہ ہوا۔ اور بکرہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اسی طرح عمان میں بھی لوگ مرتد ہو گئے تھے تو آپ نے حضرت عکرمہ ؓ ابن ابوجہل کو روانہ کیا اور بحیرہ کے مرتدین پر مہاجرین ابی امیہ کو بھیجا۔ مرتدین کی ایک اور جماعت پر زیاد بن لبید انصاری ؓ کو روانہ کیا اسی سال مرتدین کے قتال سے فارغ ہو کر حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو سر زمین بصرہ کی طرف روانہ کیا آپ نے اہل ایملہ پر جہاد کیا۔ ایملہ فتح ہوا اور کسریٰ کے شہر جو عراق میں تھے فتح ہوئے۔ اس کے بعد آپ

نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور اسلامی لشکروں کو شام کی طرف بھیجا اور جمادیٰ لآخر ۳۱ھ میں واقعہ جنگِ حبا دین پیش آیا اس میں بھی مسلمانوں کو فتح یابی ہوئی۔ آپ حالتِ نزاع میں تھے کہ حضرت کو فتح کی خوشخبری ملی۔ (۱)

اسی سال جنگِ مزح الصفر ہوا۔ مشرکین کو زبردست شکست ہوئی اس جنگ میں حضرت عمرؓ بن ابی جہل، ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ موجود تھے۔

بفضلہ تعالیٰ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے تھوڑے سے عرصے میں شب و روز کی سعی پیہم سے بدخواہوں کے حوصلے پست کر دیئے اور ارتداد کا سیلاب روک دیا۔ کفار کے قلوب میں اسلام کا وقار راسخ ہو گیا اور مسلمانوں کی شوکت و اقبال کے پھریرے عرب و عجم و بحر و بر میں لہرانے لگے۔

آپ قرآن حکیم کے پہلے جامع حافظ ہیں اور آپ کے عہد مبارک کا نہایت زریں کارنامہ جمع قرآن ہے۔ کیونکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جہادوں میں وہ صحابہ کرام جو حافظ قرآن تھے وہ شہید ہونے لگے ہیں اور آپ کو اندیشہ ہوا کہ اگر تھوڑے زمانہ بعد حفاظ قرآن باقی نہ رہے تو قرآن پاک مسلمانوں کو کہاں سے میسر ہوگا۔ یہ خیال فرما کر آپ نے صحابہ کو جمع قرآن کا حکم فرمایا اور مصاحف مرتب ہوئے بالآخر قرآن حکیم مکمل جمع کیا گیا جو آخر وقت تک آپ کے پاس رہا اور اس کے بعد سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس رہا۔ اس عظیم احسان کا ہی کمال ہے کہ آج ساری دنیا کے مسلمانوں کے سینوں اور زبانوں پر تلاوت قرآن ہو رہی ہے (۲)

ابو یعلیٰ نے بروایت صحیح نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ ثواب قرآن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا ہے جنہوں نے کتابی شکل میں قرآن حکیم کو مرتب فرمایا۔ (۳)

صحابہ کرام کو آپ کی وصیت:

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری ایام میں تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو وصیتیں فرمائیں۔ بالخصوص اپنے بعد جانشین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارہ میں صحابہ کی رائے و رضامندی حاصل کر لی۔ تمام نے بالاتفاق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر رضامندی کا اظہار کر لیا اور چند ایک وصیتیں بھی اپنے جانشین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمائیں۔ اور ان کے حق میں بارگاہِ الہی میں بھی دعائیں کیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق کا علم مافی الارحام: بیٹی ام کلثوم کے پیدا ہونے کی خبر دینا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بیس و سق (تقریباً پانچ من) کھجوریں جو درختوں پر لگی ہوئی تھیں بہ کیں اور اپنے انتقال سے پہلے ہی فرمایا۔ اے میری پیاری بیٹی مال و دولت کے باب میں مجھے تم سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہے اور مجھے تمہاری حاجت مندی بھی پسند نہیں ہے۔ لاریب میں وسق کھجوریں میں نے تمہیں بہ کی ہیں۔ اگر تم نے انہیں توڑ کر اکٹھا کر لیا ہوتا تو وہ تمہاری مملوک ہوتیں لیکن اب وہ تمام وارثوں کا مال ہے جس میں:

وَأَمَّا هُوَ أَخَوَاتِكَ فَأَقْبِمُوهُ عَلَى كَيْبِ اللَّهِ
قُلْتُ يَا بَيْتَ اللَّهِ لَوْ كَانَ كَذَا أَتْرُكْتُهُ إِمَّا هِيَ أَسْمَاءُ
الْأُخْرَى قَالَ ذُو بَطْنِ ابْنَةِ خَارِجَةَ إِذَا جَارِيَةٌ
وَأَخْرَجَهُ ابْنُ سَعْدٍ وَقَالَ فِي آخِرِهِ قَالَ ذَاتُ بَطْنِ ابْنَةِ
خَارِجَةَ فَاسْتَوَصَى بِهَا خَيْرًا فَوَلَدَتْ أُمَّ كَلْبُومٍ (۱)

تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں شریک ہیں اس کو تم قرآن
کے حکم کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ابا
جان! اگر بہت زیادہ ہوتیں تب بھی میں اس بہہ سے دست بردار
ہو جاتی لیکن یہ فرمائیے میری بہن تو صرف اسماء ہے یہ دوسری کون؟
حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا کہ بنتِ خارجہ کے پیٹ سے مجھے
لڑکی دکھائی دے رہی ہے ابن سعد نے یہ واقعہ اس طرح روایت کیا کہ
بنتِ خارجہ کے پیٹ کی لڑکی کو میرے دل پر القاء کیا گیا۔ یعنی میری بیوی
بنتِ خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے پس میری وصیت کو قبول کر بلاآخر
جناب سیدہ ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تقسیم میراث کی وصیت فرمائی۔ اور اپنی بیوی بنتِ خارجہ کے
بطن سے جو اولاد بعد از انتقال پیدا ہوئی تھی اس کی خبر دی۔ معلوم ہوا آپ علوم باطنہ عالم مافی الارحام کو اللہ کی عطا سے جانتے تھے جیسی
آپ نے لڑکی پیدا ہونے کی بشارت فرمادی اور ایسا ہی ہوا۔ غلاموں کو علم مافی الارحام ہو سکتا ہے تو ان کے آقاء و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام کو کیسے مافی الارحام کا علم نہیں ہو سکتا۔ یقیناً بلاشبہ ہو سکتا ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک

كَانَ أَبْيَضَ نَحِيئًا خَفِيفًا الْعَارِضِينَ مَعْرُوقَ الْوَجْهِ
غَائِرَ الْعَيْنَيْنِ فَلَقَى الْجَبَّةَ (۲)

آپ کا رنگ سفید تھا جسم و بلا پتلا تھا۔ رخسار جھرجھرا ہے تھے۔ چہرہ
پر گوشت بہت کم تھا آنکھیں اندر کو تھیں۔ پیشانی بلند تھی۔ قد
درمیانہ تھا۔ انگلیوں کی جڑیں گوشت سے کم تھیں داڑھی گھنی تھی
آپ داڑھی پر مہندی خضاب کیا کرتے تھے۔

آخری لمحات بوقت انتقال سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

آپ کے انتقال کا اصلی سبب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی تھی جس کا صدمہ دم آخر تک آپ کے قلب مبارک سے کم نہ ہوا۔
اس روز سے برابر آپ کا جسم مبارک گھلتا اور دلا ہوتا گیا۔
سات جمادی الاخریٰ ۳۳ھ بروز دوشنبہ کو آپ نے غسل فرمایا۔ دن سرد تھا بخار آ گیا صحابہ عیادت کے لیے حاضر ہوئے عرض کیا اے خلیفہ
رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجازت ہو تو ہم طبیب کو بلائیں جو آپ کو دیکھے۔

آپ نے فرمایا طبیب نے تو مجھے دیکھ لیا ہے، انہوں نے دریافت کیا کہ پھر طبیب نے کیا کہا فرمایا کہ اس نے کہا: اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا
یُرِیدُ۔ یعنی میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ مراد یہ تھی کہ حکیم اللہ تعالیٰ ہے اس کی مرضی کو کوئی ٹال نہیں سکتا جو مشیت ہے ضرور ہوگا یہ
حضرت کا توکل صادق تھا اور رضائے حق پر راضی رہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن احمد نے زوائدِ زہد میں بکر بن عبداللہ مرنی سے روایت کیا کہ جس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! کے آخری لمحات تھے تو آپ کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سرہانے یہ کلمات پڑھ رہی تھیں۔

كُلُّ ذِي اِيْلٍ مَوْدٍ لَهَا وَ كُلُّ ذِي سَلْبٍ مَسْلُوْبٍ
وَ اَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الْعَنَامَ بِوُجْهِهِ مِمَّا لِيَ الْيَتْمَى عَصْمَةُ لِيْلًا رَامِلًا

ہر سواری کی ایک منزل ہوتی ہے اور ہر کپڑا اپنے والے کا کپڑا ہوتا ہے بہت سے سفید چہرے والے ہیں کہ ان کے روئے مبارک سے ابر پانی حاصل کرتے ہیں اور وہ یتیموں کے فریادرس اور بواؤں کے پشت پناہ ہیں۔

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ ذَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَيَا بَنَاتَا وَلَكِنَّهُ كَمَا قَالَ اللَّهُ وَجَاءَتْ سَكْرَتُ الْمَوْتِ
بِالْحَقِّ ذَلِكُ مَا كُنْتُ مِنْهُ تَحِيدٍ. وَقَالَ يَا ابْنَتِي اغْسِلِي
تَوْبِي هَلَاكِي وَأَكْفِينِي بِهِمَا..... (۱)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا یہ صفات تو میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں ہاں بیٹی یہ آیت کہ جویسا کہ اللہ فرماتا ہے وجاءت سكرت الموت بالحق ذلك ما كنت منه تحيد. وقال يا ابنتي اغسلي توبتي هلاكك واكفيني بهما..... (۱)

میں کفن دینا۔ یہ ضرور ہے کہ میں تمہارا باپ ہوں لیکن اگر مجھے نئے کپڑوں میں کفن دو گے تو کچھ بڑھنے جاؤں گا اور اگر پرانے بوسیدہ کپڑے میں کفنایا تو کچھ گھٹنے جاؤں گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

أَنْ تَغْسِلِي أَمْرَأَتِي أَسْمَاءَ بِنْتِ عَمِيْسٍ وَيُعِيْنَهَا
عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ ابْنِ بَكْرٍ

میرے میری زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا غسل دیں۔ اور اس کام میں عبدالرحمن میرے بیٹے مدد دیں۔

وصیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

میرا جنازہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر رکھنا

اجازت ہو تو دفن کرنا

إِذَا أَكَامَيْتُ فَاجْعِلُوهُ ابْنِ الْبَابِ يَعْنِي بَابَ بَيْتِ النَّبِيِّ الَّذِي
فِيهِ قَبْرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذْنُوهُ فَإِنْ
فَتَحَ لَكُمْ فَأَذْنُوْنِي إِلَى جَنْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

جب میرا وصال ہو جائے اور (تمہیں و تکفین و جنازہ سے فارغ ہو جاؤ) تو پھر میری چارپائی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر انوار کے سامنے رکھ دینا اگر روضہ مبارک کا دروازہ مبارک کھل جاوے تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کر دینا۔

یہ بھی دریافت فرمایا کہ آج کون سادن ہے اور رسول اللہ علیہ وسلم کے یوم انتقال کا دن کیا تھا جواب دیا گیا آج کا دن پیر ہے اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال کا دن بھی پیر تھا فرمایا۔ اَرْجُو فِيْهِ اَبْيَتِيْ وَ بَيْنَ اللَّيْلِ میں امید کرتا ہوں کہ آج روز پیر اور رات منگل یعنی پیر و منگل کی درمیانی شب کو اس دار فانی سے رخصت ہو جاؤں گا (۳)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پندرہ روز کی متواتر علالت اور عرصہ دو سال چار ماہ کی خلافت کے بعد ۲۲ جمادی الآخری شب سہ شنبہ کو عمر تریسٹھ سال اس عالم ناپائیدار سے رحلت فرمائی بوقت وصال زبان پر یہ قرآن کے الفاظ جاری تھے تَوَفَّيْنِي مُسْلِمًا وَأَحَقِّقْنِي بِالصَّلَاحِينَ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ (۱)

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے انتقال پر آپ کے

والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ و اہل مدینہ کا حال

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ اول کے انتقال کی خبر مدینہ طیبہ اور تمام اطراف میں آنا فانا پھیل جانے سے ہر طرف کہرام مچ گیا حضرت ابن مسیب فرماتے ہیں۔

وَلَمَّا تَوَفَّيَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذْ تَجَمَّعَتِ الْمَدِينَةُ بِالْبُكَاءِ وَرَهَشَ الْقَوْمُ كَيَوْمِ مَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو قُحَافَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا هَذَا؟ قَالُوا: مَاتَ أَبْنُكَ وَقَرَّةٌ عَيْنِكَ قَالَ أَبُو قُحَافَةَ..... (۲)

اور جب ابو بکر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو مکہ اور ہر طرف ایک رونے اور پر غم ہجوم کا کہرام مچ گیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس پر تھا۔ اس شور کو سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ شور کیسا ہے لوگوں نے کہا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حضرت ابو بکر انتقال فرما گئے ہیں آپ نے فرمایا کیسی عظیم مصیبت اللہ! اللہ اور فرمایا وہ اب خلافت کے سرانجام دینے کے لیے کس کو خلیفہ مقرر کر گئے ہیں جواب دیا گیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ نے فرمایا اچھا مرحوم کے دوست۔

حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ:

اپنے بیٹے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال سے چھ ماہ کچھ دن بعد محرم الحرام ۱۴ھ میں بمصر ستانوے برس چھ ماہ کچھ روز اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کتنے خوش نصیب ہیں کہ خود صحابی، والد صحابی بیٹے صحابی، پوتے صحابی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۳)

نماز جنازہ و روضہ اطہر سے اجازت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ گنبدِ حضریٰ میں مکین

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غسل دیا گیا اور دو سفید چادروں میں کفنایا گیا۔ آپ کا جنازہ اقدس گھر سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و قبر مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان لایا گیا۔ اسی جگہ پر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے خود نماز جنازہ کی امامت کرائی اور اس میں چار تکبیریں کہی گئیں۔ نماز جنازہ کے بعد حضرت کے جنازے کی چار پائی جو کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی تھی حضور شہنشاہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے پاس حاضر کر دی گئی۔ (۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے روضہ کے پاس یوں عرض کیا۔

سلام ہو اے اللہ کے رسول ﷺ تحقیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس مدفون ہونے کے مشتاق ہیں اگر اجازت ہو تو آپ کے پاس دفن کر دیں پس حجرہ اقدس کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ہم میں سے کسی نے ظاہراً نہیں دیکھا کہ حجرہ شریف کا دروازہ کس نے کھولا۔ اور آواز آئی کہ اندر داخل ہو جاؤ اور دوست کو دوست کے ساتھ ملا دو یہ خاص کرامت تھی اور ہم میں سے کسی نے نہ کوئی آدمی دیکھا اور نہ کوئی اور چیز (یعنی دروازہ اقدس کھولنے والا اور آواز دینے والا کون ہے اور روایت میں ہے کہ حجرہ شریف سے آواز آئی حبیب کو حبیب کے ساتھ جلدی ملا دو۔ اور حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ اور آپ کے بیٹے حضرت عبدالرحمن رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کی قبر مبارک میں اترے اور رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور آپ کے سر مبارک کو نبی کریم ﷺ کے مبارک کندھوں کے قریب کیا اور لحد کو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک کے ساتھ ملایا۔

السلام عليك يا رسول الله هذا أبو بكر بن الصديق قد اشتهى عندك فتح الباب ولا ندري من فتح الباب وقال ادخلوا وادفنوه كرامة ولا نرى شخصاً ولا شيئاً كذا في الصفة وفي رواية سمعوا صوتاً يقول ضمو الجيب الى الجيب الخ. ونزل في قبره عمرو و عثمان و طلحة و ابنه عبد الرحمن بن ابي بكر و دفن ليلاً و حبل راسه عند كتفي رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ والصق اللحد بقبر رسول الله صلى الله عليه وسلم. (۱)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ازواج و ابناء و بنات

کے اسماء اور تعداد

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ جن کے اسماء یہ ہیں (۲)
(۱) قتیلہ (۲) ام رومان (۳) اسماء بنت عمیس (۴) ام حبیبہ خارجہ بن زید
آپ کی کل اولاد کی تعداد چھ ہے۔ جن میں آپ کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

بیٹوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ ۲۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ ۳۔ محمد رضی اللہ عنہ

بیٹیوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۲۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ۳۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (۲)

حالاتِ ازواج و اولادِ امجادِ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ سب سے بڑے تھے ان کی والدہ قتیلہ بنت عامر بن لوکی سے ہیں یہ اسلام نہ لائیں۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر طائف اور حنین میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ حاضر ہوتے رہے۔ طائف میں ایک ابوحسن ثقفی نے گہرا تیر مارا پس وہ زخمِ خلافت ابوبکر میں صحیح ہو گیا تھا بعد میں شوال ۱۱ھ میں انتقال فرما گئے بعد نماز ظہر جنازہ حضرت ابوبکر نے خود پڑھایا اور بھائی اور اصحاب نے لحد میں اتارا۔

دوسرے بیٹے حضرت عبدالرحمن ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ ان کی والدہ ام رومان تھیں۔ جو حرث کی بیٹی اور بنی فراس بن غنم سے تھیں یہ مشرف باسلام ہوئیں حضرت عبدالرحمن حضرت عائشہ کے سگے بھائی تھے۔ بدر اور احد میں مشرکوں کے ساتھ آئے۔ اور حدیبیہ کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے جس وقت یہ مشرف باسلام نہ تھے اس وقت انہوں نے اپنا نام عبدالکعبہ رکھا ہوا تھا۔ سیدنا ابوبکر نے عبدالرحمن نام رکھا تھا۔ بعد اسلام پیامہ میں بھی حاضر ہوئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ اس کے علاوہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ واقعہ جمل میں بھی ان کے ساتھ تھے۔ کل ۳۵ سال کی عمر پائی اور مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے حضرت محمد، کنیت ابوالقاسم تھی۔ ان کی والدہ اسماء بنت عیسٰی تھیں اور یہ پہلی ہجرت والیوں میں سے تھیں مشرف باسلام ہوئیں یہ پہلے جعفر بن ابوطالب کے نکاح میں تھیں اور جعفر کے ساتھ حبشہ میں ہجرت کی۔ جعفر جب ارضِ شام میں وفات پا گئے تو پھر حضرت ابوبکر نے ان سے نکاح فرمایا۔ حضرت محمد بن ابوبکر جمل اور حنین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا گورنر بھی بنایا تھا بعد میں معزول کر دیئے گئے اور انہوں نے مصر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عبدالرحمن کی سگی بہن تھیں ان کا نکاح سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چھ سال کی عمر میں ہوا اور حضور اقدس ﷺ کی عمر مبارک اس وقت پچیس سال تھی۔ آپ کے نکاح میں آنے سے زوجۃ النبی کا شرف اور ام المؤمنین ہونے کا مقام حاصل ہوا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے خسر بھی ہوئے (۱)

حضرت اسماء حضرت عبداللہ کی بہن ہیں اور یہ بڑی تھیں۔ ان کا نکاح حضرت زبیر بن عوام سے ہوا اور اولاد بھی ہوئی۔ حضرت ام کلثوم کی والدہ ام حبیبہ خارجہ بن زید تھیں اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ یعنی اپنے ابا جان کے انتقال کے بعد پیدا ہوئیں ان کو اپنا باپ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا آپ نے اپنی میراث کی تقسیم میں ان کا حصہ قبل از وقت مقرر فرما دیا تھا۔ ان کا نکاح حضرت طلحہ بن زبیر سے ہوا تھا۔

سایہ مصطفیٰ مایہ اصطفاء
عز و نازِ خلافت پر لاکھوں سلام
یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل
ثانی اثین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین
چشم گوشہ دزارت پہ لاکھوں سلام

باب ۷

خلیفہ ثانی فاروقِ اعظم

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عمر۔ کنیت ابو حفص لقب فاروقِ اعظم ہے۔ نسب آباء واجداد اس طرح ہے۔ عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قریظ بن زراح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب القرشی۔^(۱)

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ختمہ بنت ہاشم بن مغیرہ ہے۔ ایک روایت میں بنت ہشام بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم ہے۔ پہلے قول کی بناء پر ابو جہل کی چچا زاد بہن اور دوسرے قول کی بناء پر ابو جہل کی ہم شیرہ ہیں۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نسب باپ کی طرف سے حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد ہاشم کعب سے جا ملتا ہے جو حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے نوں جد امجد تھے۔

ولادت باسعادت:

حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت واقعہ نفیل کے تیرہ سال بعد ہوئی۔

زمانہ طفولیت و جوانی:

عرب میں اس وقت جن چیزوں کی تعلیم دی جاتی تھی اور جو لازماً شرافت خیال کی جاتی تھیں وہ یہ تھیں۔ نسب دانی، سپہ گری، پہلوانی، مقررری یہ تمام امور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان میں موروثی چلے آ رہے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان تمام امور میں اعلیٰ مقام حاصل تھا ان مذکورہ آبائی مشاغل سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اکثر جوانی و بچپن انہی امور میں گزارا۔ علاوہ ازیں حضرت کے باپ خطاب نے بے شمار اونٹ رکھے ہوئے تھے خطاب حضرت عمر کو سارا دن ان اونٹوں کے چرا بنے پر لگائے رکھتے تھے۔

جس میدان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ کام سرانجام دیتے تھے اس وادی کا نام صحنان تھا جو مکہ معظمہ کے قریب قدید سے دس میل کے فاصلہ پر ہے۔ خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ آپ کا اس جگہ گزر ہوا تو آبدیدہ ہو کر فرمایا اللہ اکبر ایک زمانہ وہ تھا کہ مندے کا کرتہ پہن کر اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور تھک کر بیٹھتا تو والد خطاب سے جھڑک لیتا تھا آج یہ دن ہے کہ اللہ کے سوا مجھ پر کوئی حاکم نہیں آپ نے

اپنا بچپن اور جوانی قبل از اسلام بھی نہایت پاکیزگی سے گزاری نہایت مدبر اور عزت و غیرت کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اور نہایت قوت و جلالت رکھتے تھے۔

بارگاہِ خداوندی میں دعائے مصطفیٰ کے اے اللہ عمر بن خطاب کے ساتھ اسلام کو غلبہ و قوت عطا فرما

احادیث صحیحہ میں موجود ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں دعا فرمائی تھی کہ مجھے ابو جہل ابن ہشام یا عمر ابن خطاب دونوں میں سے ایک شخص عطا فرما چنانچہ عبد اللہ ابن عمر سے ترمذی میں یہ حدیث مروی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ اَلْيَكِ يَا بَنِي جَهْلٍ اَوْ يَعْمرَ ابْنِ الْخَطَّابِ۔
اے میرے اللہ تو اسلام کو عزت و قوت دے ان دو شخصوں میں سے جن کو تو پسند کرے: ابو جہل یا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

اور ابو یعلیٰ و حاکم و بیہقی و طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے کہ حضور ﷺ نے یوں دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعَمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ خَاصَّةً۔
اے میرے اللہ سلام کو خاص عمر ابن خطاب کے ساتھ غلبہ و قوت عطا فرما۔

مذکورہ پہلی روایت کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ابو جہل بن ہشام میں سے جو تجھے پیارا اور پسندیدہ ہے اس کے ساتھ اسلام کو قوت بخش دے۔ اس سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہی خصوصیت ثابت ہے۔ اس لیے کہ اللہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی پیارے تھے لہذا آپ کے ذریعے اسلام کو اعلیٰ عزت و قوت حاصل ہوئی۔ دوسری روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہی حق میں فرمائی تھی۔
دونوں روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدا اور اس کے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مخلصین میں سے ہیں۔

مراور رسول کے مشرف باسلام ہونے پر مومنین کے نعرے و خوشیاں:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مشرف باسلام ہونے کے متعلق علامہ عبد الرحمن صفوری واقعہ یوں نقل فرماتے ہیں:

نبی ﷺ کے بارے میں قریشی عدو نے مشورہ کیا کہ تم میں کون ہے جو کہ محمد (ﷺ) کو قتل کر ڈالے تو حضرت عمر اٹھے اور کہا میں ان کو قتل کر دیتا ہوں اجلاس والے کہنے لگے بالکل درست ہے۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں پہنچے جہاں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ و اصحاب بمعہ نبی ﷺ اصل صفا میں موجود تھے۔ جب حضرت عمر آگے جانے لگے تو حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ طے کہنے لگے اے عمر کس طرف جا رہے ہو؟ کہا میں محمد (ﷺ) کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ سعد نے کہا تم اس کام کو معمولی سمجھتے ہو اگر تم نے ایسا کر دیا تو بنو ہاشم سے کس طرح بچو گے وہ تمہیں قتل کر ڈالیں گے۔

ان قریشاً اجتمع فتشاورت فی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا ای رجل یقتله فقال عمر ابن الخطاب انالها فقالوا انت لہا یا عمر فخرج..... طالبا للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحابہ فی منزله حمزۃ الدار التی فی اصل الصفا فلما خرج عمر الی الصفا لقیہ سعد بن ابی وقاص الزہری فقال ابن ترید یا عمر فقال ارید ان اقتل محمداً قال انت احقر واصغر من ذالک فکیف تأمن من بنی ہاشم وبنی زہرۃ وقد قتلت (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

فَقَالَ مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَبَوْتَ قَالَ أَفَلَا ادْلِكْ عَلَى الْعَجَبِ أَنْ خَتَنَكَ وَاخْتَكَّ صَبَوًا وَتَرَكَ دِينَكَ فَمَشَى عَمْرٌ فَاتَاهُمَا وَعَنْدَهُمَا خِيبَابٌ فَلَمَّا سَمِعَ جَسَ عَمْرٍ تَوَارَى فِي الْبَيْتِ فَدَخَلَ فَقَالَ مَا هَذِهِ الْهَيْئَةُ وَكَانُوا يَتَلَوْنَ طَه قَالَا مَا حَدِيثًا تَحْدِثُنَا بَلِينَا قَالَ فَلَعَلَّكُمْ قَدْ صَبَوْتُمْ فَقَالَ لَهُ خَتْنُهُ يَا عَمْرُ أَنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينَكَ فَوُثِّبَ عَلَيْهِ عَمْرٌ فَوُطِئَهُ وَطَاءَ شَدِيدَ إِفْجَاءٍ تَخْتَهُ فِدْفَعْتَهُ عَنْ زَوْجِهَا فَنَفَحَهَا نَفْخَةً بَيِّدَةً فِدْمَى وَجْهَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ غَضْبَانٌ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينَكَ إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ فَقَالَ عَمْرٌ اعْطُونِي الْكِتَابَ الَّذِي هُوَ عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَ وَكَانَ عَمْرٌ يَقْرَأُ الْكِتَابَ فَقَالَتْ إِنَّكَ رَجَسَ وَأَنَّهُ لَا يَمْسُهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بے دین ہو سعد نے کہا میں تم کو اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات بتلاتا ہوں۔ کہ تمہارے بہنوئی (سعد) اور تمہاری بہن (فاطمہ) دونوں تمہارے دین سے گئے۔ حضرت عمر اپنے بہنوئی کے مکان کی طرف چلے گئے وہاں حضرت خباب بھی تشریف رکھتے تھے آپ کی آمد کی آواز سن کر چھپ گئے کیونکہ اس وقت تینوں صاحب آہستہ آہستہ سورہ طہ پڑھ رہے تھے آپ کے آجانے سے خاموش ہو گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ چپکے چپکے کیا پڑھا جا رہا تھا۔ آپ کی بہن اور بہنوئی نے کہا کچھ نہیں باتیں کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں بے دین ہو گئے ہو آپ کے بہنوئی نے کہا جب تمہارے دین میں حق ہی نہ ہوا تو اس پر آپ کو غصہ آیا اور ان کو زور سے ایک طمانچہ کھینچ مارا آپ کی بہن نے آپ کو چھڑانا چاہا تو آپ نے بہن کو دھکا دے دیا۔ جس سے ان کو بھی چوٹ آئی اور منہ خون سے تر ہو گیا۔ آپ کی بہن نے نہایت غصہ سے کہا کہ جب تمہارا دین سچا نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا ایک ہی معبود ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے بندے اور رسول ہیں آپ نے فرمایا اچھا مجھے وہ کتاب دو جو تمہارے پاس ہے تاکہ میں اسے پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا تم نجس ہو اس مقدس کتاب کو پاک ہی لوگ چھو سکتے ہیں۔

اٹھو غسل کرو اور وضو کرو آپ نے وضو کیا اور کتاب لے کر پڑھی اس میں سورت طہ لکھی ہوئی تھی آپ نے طہ سے پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا مجھے محمد ﷺ کے پاس لے چلو جس وقت حضرت خباب نے یہ سنا آپ باہر آئے اور فرمایا اے عمر تم کو بشارت دیتا ہوں کہ جمعرات کی شب کو ہمارے آقا و مولا سرکار دو عالم ﷺ نے جو یہ وعافہ مائی تھی اے الہ العالمین عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام کو عزت، قوت، غلبہ دے وہ قبول ہوگئی ہے اور اس کا یہ اثر ہے (۱)

فَقَمَّ فَاغْسِلْ وَتَوَضَّاءَ فَقَامَ فَتَوَضَّاءَ ثُمَّ اخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ طَه مَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْقُرْآنَ إِلَى أَنْتَهَى أَنْتَ يَا لَإِلَهِ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَاقِمِ الصَّلَاةَ لَذِكْرِي فَقَالَ عَمْرٌ دَلُونِي عَلَى مُحَمَّدٍ فَلَمَّا سَمِعَ خِيبَابٌ قَوْلَ عَمْرٍ خَرَجَ فَقَالَ بَشْرِي يَا عَمْرُ فَإِنْ رَجَوْنَا تَكُونُ دَعْوَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ لَيْلَةَ الْخَمِيسِ اللَّهُمَّ اعْزِ الْإِسْلَامَ بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ.

پس حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب علیہ السلام میں حاضر ہوئے اس وقت نبی ﷺ جس مکان میں تشریف فرما تھے اس کے دروازے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر کہا عمر آ رہے ہیں اگر اللہ ان کے ساتھ نیکی کا ارادہ رکھتا ہے تو میرے ہاتھ سے بچ جائیں گے ورنہ ان کا قتل کرنا میرے لیے آسان ہے۔ اسی اثناء میں نبی علیہ السلام پر تمام حالات منکشف ہو چکے تھے۔ حضور ﷺ مکان سے باہر تشریف لائے اور عمر کا دامن اور تلوار پکڑ کر فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ یہ فسادات ولید بن مغیرہ حشر تک باقی رہیں گے۔ آپ نے عرض کیا حضور، اشہد ان لا الہ الا اللہ وانک عبد اللہ ورسولہ۔ بے شک میں گواہی دیتا ہوں اور ایمان لاتا ہوں کہ اللہ ایک معبود ہے اور بے شک آپ اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول ہیں۔

وكان رسول الله في الدار التي في اصل الصفا ونطلق عمر حتى اتى الدار على بابها حمزة وطلحة فقال حمزة هذا عمران يرد الله به خيرا يسلم وان يرد غير ذلك يكن قتله علينا هينا وقال النبي صلى الله عليه وسلم دخل يوحى اليه فخرج حتى اتى عمر فاخذ ثوبه وحمائل سيفه فقال ها انت عنة يا عمر حتى ينزل الله بك من الخزي واليكنال ما انزل بالوليد بن المغيرة فقال عمر اشهدان لا اله الا الله وانك عبد الله ورسوله (۱)

حدیث کے آگے الفاظ ملاحظہ فرمائیے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تو

فكبر اهل الدار تكبيرة سمعها اهل المسجد وفي رواية سمعت بمكة (۲)
پس جتنے صحابہ اس وقت گھر پر تھے انہوں نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا یہاں تک کہ اہل مسجد اور دوسری روایت میں ہے تمام مکہ کے رہنے والوں نے ان کی آواز سنی۔

ترمذی کی حدیث کے مطابق سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نبوت کے چھٹے سال ۷۲ ذوالحجہ ۲ برس کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے آپ چالیس مردوں گیارہ عورتوں یا ۳۹ مردوں تیرہ عورتوں یا ۴۵ مردوں گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ آپ قدیم الاسلام سابقین الاولین عشرہ مبشرہ بالجنۃ اور خلفائے راشدین میں سے ہیں۔ صحابہ کرام میں آپ کا مرتبہ ممتاز ہے۔

طواف کعبۃ اللہ اور لقب فاروق اعظم از مصطفیٰ ﷺ

مراد رسول سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مشرف باسلام ہونے کے بعد بڑی شان و شوکت سے کعبۃ اللہ کا طواف فرمایا جس پر سید عالم ﷺ نے آپ کو ”فاروق“ کا لقب عطا فرمایا۔

قلت يا رسول الله السنا على الحق قال بلى. قلت: فقيم الاخفاء فخرجنا صفين انا في احدهما وحمزة
اسلام لانے کے بعد حضرت عمر نے دریافت کیا یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں آپ نے جواب دیا کیونکہ ہم ضرور حق پر ہیں۔

فِي الْآخِرِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ فَنَظَرْتُ قَرِيشَ إِلَى وَالِي
حِمْرَةَ فَاصَابَتْهُمْ كَأْبَةُ شَدِيدَةٍ لَمْ يَصْبَهُمْ مِثْلُهَا
فَسَمَانِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَارُوقُ
يَوْمَئِذٍ لَأَنَّهُ ظَهَرَ الْإِسْلَامُ وَفَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ
وَالْبَاطِلِ (۱)

میں نے عرض کیا تو آپ کیوں اخفاء ہیں یعنی اسلام خفیہ کیوں ہے
پس ہم دو صفیں بنا کر نکلے ایک صف میں میں اور دوسری صف میں
حمزہ رضی اللہ عنہ تھا قریش نے مجھے اور حمزہ کو دیکھا اس پر قریش کو بہت
صدمہ و رنج پہنچا اور کہنے لگے آج مسلمانوں نے سب بدلہ ہم
سے لے لیا (یعنی حضرت عمر کے اسلام کی وجہ سے) ہم مسجد حرام
میں داخل ہوئے اور کعبہ کا طواف کیا اسی دن حضور ﷺ نے
میرا نام فاروق رکھ دیا کیونکہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق و باطل میں
فرق ہو گیا۔

حدیث بالا سے ثابت ہوا کہ اسلام پہلے مخفی تھا اور مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل تھی لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سبب اسلام ظاہر
ہو گیا اور عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کو لے کر کے اعلانِ نماز ادا کی۔ مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ کعبۃ اللہ کا طواف کیا اور مشرکین
و کفار کے تمام حوصلے پست ہو گئے تو اسی دن حضور ﷺ نے اعلان فرمادیا میرا عمر فاروق ہے یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ اور
ان کے اسلام لانے سے اسلام ظاہر ہو گیا۔ اور باطل مٹ گیا۔

طبرانی اور معجم کبیر میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہونے کے بعد ابو جہل بن ہشام کے گھر گئے، اور فرمایا اے ابو
جہل بن ہشام میں یہ بتانے آیا ہوں کہ میں مشرف باسلام ہو چکا ہوں ابو جہل کہنے لگا افسوس تم نے بہت برا کیا ہے آپ نے فرمایا ابو
جہل آئندہ ایسا کلمہ استعمال نہ کرنا اور حضور سید عالم ﷺ اور ان کے دین کی مخالفت و گستاخی کرنے کی کوشش نہ کرنا یہ تم کو آگاہ کر دیا
ہے ورنہ تم مجھ سے ہرگز نہ بچ سکو گے۔

اللہ اکبر۔ ایسے عظیم المرتبت صحابی کہ دشمن کیا بلکہ دشمنوں کے سردار کو گھر پر جا کر کہہ رہے ہیں کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ آئندہ
حضور نبی کریم ﷺ کی گستاخی کی کوشش نہ کرنا ورنہ تم اپنی جان مشکل سے بچا سکو گے۔

سیدنا عمر فاروق اعظم کے قبولِ اسلام پر نزولِ آیت قرآنی اور مبارکباد ملائکِ آسمانی

بزاز و حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

لَمَّا اسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرِئِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ لَقَدْ
اسْتَبَشَرَ أَهْلَ السَّعَاءِ بِاسْلَامِهِ عُمَرُ۔ (۲)
جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو جبریل علیہ السلام آئے اور
عرض کرنے لگے یا محمد ﷺ! آسمان والے حضرت عمر کے اسلام
لانے پر آپ کو مبارکباد دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دوسری حدیث بیان فرماتے ہیں:

لما أسلم عمر رضي الله عنه قال المشركون قد انتصف القوم اليوم منا وانزل الله يا ايها النبي حسبك الله ومن اتبعك من المؤمنين - وعن ابن مسعود رضي الله عنه قال ما زلنا أعزة منذ أسلم عمر

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا آج مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی اے میرے نبی آپ کے لیے اللہ کافی ہے اور ایمان والے۔ یعنی ایمان والے سے مراد بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے اسلام کو دن بدن چاند لگتے گئے۔

فتوحات اسلام اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

اسلام کو جو قوت حاصل ہوئی اور کفار کو سخت پریشانی و پستی کا سامنا کرنا پڑا اس کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا گویا اسلام کی فتح تھی اور آپ کی ہجرت گویا نصرت تھی اور آپ کی امامت گویا رحمت تھی۔ ہم میں طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ میں نماز پڑھ سکیں یہاں تک کہ عمر اسلام لے آئے، اور جب عمر اسلام لے آئے تو آپ نے مشرکین سے خوب قتال کیا یہاں تک کہ مشرکین نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا۔

كان اسلام عمر فتحاً وكانت هجرته نصراً وكانت امامته رحمة ولقد رايتنا وما نستطيع ان نصل الى البيت حتى اسلم عمر فلما أسلم قاتلهم تركونا فصلينا۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

جس نے سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کیا وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب آپ اسلام لائے تو اسلام ظاہر ہوا اسلام کی طرف سے اعلانیہ دعوت ہونے لگی اور ہم کعبہ شریف میں بیٹھنے والے اور طواف کرنے والے بدلہ لینے اور جواب دینے کے قابل ہو گئے۔

اول من جهر بالاسلام عمر بن الخطاب وظهر الاسلام ودعى اليه علانية وجلسنا حول البيت حلقاً وطفناً بالبيت وانقصفنا ممن غلظ علينا ورددنا عليه بعض ما ياتي۔

ابن عساکر نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

کہ میں جہاں تک جانتا ہوں جس کسی نے ہجرت کی چھپ کر ہی کی۔ بجز حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آپ کی ہجرت کی یہ شان تھی کہ مسلح ہو کر خانہ کعبہ میں آئے کفار کے سردار وہاں موجود تھے آپ نے سات مرتبہ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور مقام ابراہیم علیہ السلام پر دو رکعتیں ادا کیں پھر قریش کی ایک جماعت

ما علمت احداً هاجر مختفياً الا عمر ابن الخطاب فانه لما هم بالهجرة تقلد سيفه وتكبد قوسه وانتصى في يد اسهم واتى الكعبة واشراف قریش بضاعها فطاف تسعاً ثم صلى ركعتين عند المقام ثم حلفهم واحدة واحدة فقال شاهت الوجوه من

ارادان تشکله امه و یتیم ولده و ترممل زوجتہ
فلیلقی وراء هذا الوادی فما تبعه منهم
کے پاس تشریف لے گئے اور لگا کر فرمایا کہ جو اس کے لیے تیار
ہو کہ اس کی ماں اسے روئے اور اس کی اولاد یتیم ہو بیوی راند ہو وہ
میدان میں میرے مقابل آئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ
کلمات سن کر ایک سناٹا سا چھا گیا کفار میں کوئی بھی جنبش نہ کر سکا۔

(طبقات ابن سعد)

غزوات زمانہ نبوت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر غزوات نبوی ﷺ میں شریک ہوئے اور سید عالم ﷺ کے ہی ہمراہ رہتے تھے تاکہ کوئی دشمن
حضرت تک نہ آنے پائے۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت، اسلام کی سر بلندی، طواف کعبہ و نماز،
مشرکین و کفار کی پستی اور سید عالم ﷺ کا استقبال

جو لوگ آپ کی صفات کو تسلیم نہیں کرتے انہی حضرات کی مستند کتاب ناخ التوارخ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام اور
اعلیٰ صفات کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

یا رسول اللہ از ہر آمدہ ام کہ کیش مسلمانی گیرم و کلمہ توحید بر زبان رانم پیغمبر ﷺ از اسلام عمر چناں شاد شد کہ با نگ بلند تکبیر گفت
و تکبیراں حضرت اصحاب شنیدند و ہمہ بہ یک بار تکبیر گفتند و استقبال عمر رضی اللہ عنہ بیرون آمدند و آنگاہ عمر رضی اللہ عنہ گفت یا رسول اللہ کافراں لات و
عزی را آشکارا پرستش میکنند چرا باید خدائے را پنهانی پرستش کرد پس آہنگ کعبہ کردند۔

ترجمہ: حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اسلام قبول کروں پس کلمہ توحید و رسالت پڑھا۔
حضور ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے ایسے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر کہی آپ کی تکبیر اصحاب نے سنی اور سب نے
نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استقبال و تعظیم کے لیے باہر نکلے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کافر
تولات وعزی کی پرستش ظاہر ہو کر کریں تو ہم خدائے قدوس کی عبادت کیوں چھپ کر کریں؟ پھر انہوں نے کعبہ جانے کا ارادہ کر لیا۔
جب حضور ﷺ نے علانیہ نماز پڑھنے کی اجازت فرمائی تو مصنف کتاب موصوف لکھتے ہیں کہ سب صحابہ کعبہ کو اس شان سے
روانہ ہوئے۔

عمر رضی اللہ عنہ از جانب پیغمبر و ابو بکر رضی اللہ عنہ از طرف دیگر و علی علیہ السلام از پیش و اصحاب رضی اللہ عنہم از دنبال رواں شدند و عمر رضی اللہ عنہ با شمشیر
خوبش از پیش جملہ ہی رفت و ازاں سوئے کفار قریشاں چناں نے پنداشتند کہ عمر رضی اللہ عنہ رسول خدائے را آسب خواہد رسانید ناگاہ وید
ند کہ پیش رسول خدا با شمشیر حائل کردہ می آید۔ گفتند، ہاں عمر برچہ گو نہ گفت یا رسول خدا ایمان آوردم و اگر کسے از شاہنا لائق جنبش کند با
ہمیں تیغش کیفر کنم۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پہلو میں تھے ابو بکر رضی اللہ عنہ دوسرے پہلو میں تھے اور علی سامنے اور دیگر اصحاب پیچھے روانہ ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لیے سب سے آگے چلے ادھر کفار قریش منتظر تھے کہ حضرت عمر حضور ﷺ کو ایذا دیں گے ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ وہ تو رسولِ خدا علیہ السلام کی اردل میں تلوار حائل کیے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ سب نے کہا ہاں عمر تمہاری کیا حالت ہے آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں رسولِ خدا علیہ السلام پر ایمان لایا ہوں اور تم میں سے کوئی شخص اپنی نالائقی سے ذرہ بھی کچھ بے جا حرکت کرے گا تو ای تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔

اس کے آگے مصنف لکھتے ہیں:

آں جماعت از کعبہ یا کنار کرد و رسول خدا دو رکعت نماز بگذاشت و باز بخانه شد۔

پس رسول خدا ﷺ نے اصحاب کے ساتھ کعبہ میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر گھر واپس چلے گئے۔

اس کے آگے مصنف لکھتے ہیں:

بالجملہ بعد از اسلام بدرخانہ ابو جہل رفت و در بکوفت و ابو جہل چوں با نگ اذن بشنید بیامد و در یکشود۔ و گفت مرحبا و ہا ہا از چه حاجت مرایا دکر وے و بدینجاہ شدی گفت آدم تا ترا آگہی دہم کہ ایمان بخدائے رسول آوردم ابو جہل در حشم شد و بروئے بست و گفت قبحک اللہ و قبح ما جئتہ۔ (ناسخ التواریخ۔ بحر الانوار)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد از اسلام ابو جہل کے گھر گئے دروازہ کھٹکھٹایا ابو جہل نے دروازہ کھولا اور آؤ بھگت کر کے کہنے لگا آپ نے مجھے کیسے یاد کر لیا اور کس طرح تشریف لائے آپ نے فرمایا تجھے یہ بتانے آیا ہوں کہ میں خدا اور رسول علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہوں ابو جہل کو بہت غصہ آیا دروازہ بند کر لیا اور کہنے لگا خدا تمہارا اور جو تم خبر لائے ہو بُرا کرے۔ ان حضرات کی کتب سے بھی معلوم ہوا۔

۱۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اسلام کا خیر مقدم حضور ﷺ اور اصحاب رسول نے گرمجوشی سے کیا اور حضور علیہ السلام نے بغل گیر ہو کر جو برکات پہنچائیں اور اعزاز بخشا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی حصہ تھا۔

۲۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جلال و جبروت کا نتیجہ تھا کہ آپ کے اسلام لاتے ہی شوکتِ اسلام دو بالا ہو گئی اور بجائے خفیہ عبادت کے خدا کے گھر کعبہ اللہ میں پہنچ کر نماز باجماعت پڑھی گئی اور کفار ناکار کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تیغِ آبدار کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

۳۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حسن دین حق کا عالم یہ تھا کہ کفار کو لکار کر کہا کہ اگر ذرہ برابر میرے آقا و مولیٰ ﷺ کی شان میں بے ادبی سے پیش آؤ گے تو میری تلوار ہے اور تمہارا سر۔

۴۔ حضرت سیدنا امیر المؤمنین امام المجددین غیاث الملتزمین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کس جرأت و بہادری کے ساتھ ابو جہل جیسے خطرناک دشمن رسول ﷺ کے گھر تنہا جا کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ پھر حضور اقدس ﷺ جن کو علوم اولین و آخرین سب معلوم تھے اسلام عمر رضی اللہ عنہ پر اس قدر خوشیاں کیوں مناتے اگر معلوم تھا کہ بالآخر انہوں نے (معاذ اللہ) اسلام سے پھر جانا ہے۔ اور میرے اہل بیت کو تکلیف پہنچانی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

جنتی محل اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ببینا انا ناکم رايتي في الجنة فاذا امرأة تتوضا الى جانب القصر قلت لمن هذا القصر قالوا لعمر فذكرت غيرته فوليت مدبرا فبکی عمر وقال اعليک اغا ریا رسول اللہ (۱)

میں نے خواب میں جنت کو دیکھا کہ اس میں ایک عورت قصر (محل) کی طرف بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے پھر آپ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ میں نے تیری غیرت یاد کر کے قصر میں قدم نہ رکھا اور لوٹ آیا۔ اس پر حضرت عمر رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر غیرت کروں گا؟

بخاری و مسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

رأيت الناس يعرضون علي وعليهم قصص فمنها ما يبلغ الغدى ومنها ما يبلغ دون ذلك وعرض علي عمر ابن الخطاب وعليه قميص بجره قالوا فما اولته يا رسول الله؟ قال الدين (۲)

میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے لائے جا رہے ہیں سب نے گرتے پہنچے ہوئے ہیں جن میں سے بعض کے کرتے سینے تک پہنچتے تھے اور بعض اس کے نیچے عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو لایا گیا تو اتنا لمبا کرتا پہنچے ہوئے تھے کہ زمین پر گھسٹا جاتا تھا لوگوں نے دریافت کیا حضور اس کی تعبیر کیا ہے؟ فرمایا دین۔

دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہایت غیرت مند اور کامل حیاء کے مالک تھے اور آپ کی بلند غیرت درحقیقت آپ کے دین ایمان پر استقامت کی دلیل ہے یعنی آپ اکمل ایمان وغیرت والے تھے۔

علوم نامحرم کنار اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ آپ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ

اتيبت بقدرح لبن فشربت حتى اني لاري الرى يخرج في اظفاري ثم اعطيت فضلي عمر ابن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول الله قال العلم (۳)

میرے پاس دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس دودھ کو پی لیا پھر میں نے اس دودھ کی سیرابی کی حالت کو دیکھا کہ اس کا اثر میرے ناخنوں سے ظاہر ہو رہا تھا پھر میں نے پیالے کا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا لوگوں نے پوچھا اس خواب کی تعبیر آپ نے کیا قرار دی۔ فرمایا علم۔

اس حدیث کی شرح شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ الشیخات میں فرماتے ہیں۔

وگفت اند کے صورت مثالیہ علم در آلِ بنِ ست ہر کہ در خواب بیند کہ شیر میخورد و تعبیرش آن ست کہ علم خالص نافع نصیب او گردد و جوہ مشابہت میان علم و شیر۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دودھ سے مراد علم ہے اور وہ علم خاص ہے جو نصیب ہوا حضرت عمر کو پس آپ کو وہ علوم حاصل ہوئے ہیں جو کہ سارے جہاں کو سیراب کرنے والے ہیں۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لو ان علم عمر و وضع فی کفۃ میزان و وضع علم الاحیاء الارض فی کفۃ لرج علم عمر بعلمہم و لقد کان یرون انہ ذہب بتسعة اعشار العلم۔

حاکم نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے

کان علم الناس کان مدموسافی حجر عمر حاکم و طبرانی نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اذا ذکر الصالحون فمیہلا بعمران عمر کان اعلما بکتاب اللہ و افقہنا فی دین اللہ تعالیٰ۔

مذکورہ بالا احادیث و روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام علوم کے خزانے حاصل تھے جس ذات نے نوش شدہ شیران کو پلادیا ہو وہ کیوں نہ علوم نبوت سے فیض یاب ہوتے اور پھر ایسے علوم جو کہ ساری دنیا کو تاقیامت سیراب کر رہے ہیں۔

حق کی زبان و دل اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ رواہ الترمذی بے شک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے حق کو جاری کر دیا ہے اور دل میں (حق کو) پیدا کیا ہے ترمذی اور ابو داؤد کی روایت میں ابو ذر سے منقول ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان پر رکھا اور وہ حق بات کہتے ہیں۔

دلائل النبوت اور حدیث مشکوٰۃ میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ما كنا نبعد ان السكينة تنطق على لسان عمر۔ ہم اس بات کو بعید از قیاس نہیں کرتے تھے۔ کہ سکینہ و طمانیت، عمر

کی زبان پر نازل ہوتی ہے یعنی وہ جو بات فرماتے ہیں۔ اس سے ہم کو سکون و اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

ثابت ہوا کہ آپ کی ہر بات حق و رضائے الہی کے مطابق ہوتی تھی اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ہر بات ہمارے لیے دلوں کا چین ہوتی تھی۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اس امت کے محدث

مسلم و بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور سید عالم علیہ السلام نے فرمایا:

لقد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يك احد في امتي فانه عمر تم سے پہلی امتوں میں محدث تھے یعنی جن کو الہام ہوتا تھا۔ اگر میری امت میں محدث و ملہم ہوا تو وہ عمر ہیں۔

معلوم ہوا کہ امتِ مصطفیٰ ﷺ میں اس درجہ الہام میں حضرت عمر کو خاص مقام حاصل تھا اسی لیے آپ کو خطبات میں موافقاریہ بالوحی والکتاب کہا جاتا ہے۔

میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا..... حدیثِ رسول ﷺ

طبرانی و ابن عساکر نے حضرت ابوسعید خدری اور عمر بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نبوت و رسالت کا دروازہ حضور ﷺ پر قطعی بند ہے آپ کے بعد کسی کی نبوت نہیں ہو سکتی لیکن رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ حدیث آپ کی عظمت اور اعلیٰ شان پر دال ہے نبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہے آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول نہیں آ سکتا۔

سراجِ اہل جنت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

قَالَ عَلِي ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ سَرَّاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَالَ اَنْتَ سَمِعْتَ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ حضرت عمر بن خطاب اہل جنت کے چراغ ہیں پس یہ بات آپ تک پہنچی تو مجھ سے دریافت کیا کہ اے

علی! کیا آپ نے یہ بات نبی ﷺ کو فرماتے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں آپ نے کہا مجھے اس بارے میں تحریر لکھ دیں پس حضرت علی نے بسم اللہ کے بعد یوں لکھا کہ علی ابن طالب اس بات کی ضمانت تحریر کرتا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں پس آپ نے یہ تحریر پکڑ لی اور فرمایا اے علی میرے انتقال کے بعد میرے کفن میں یہ تحریر رکھ دینا تاکہ میں اسی حالت میں اللہ کو ملوں پس حضرت علی اور تمام صحابہ نے نے ایسا ہی کیا۔

حدیث بالا سے یہ بات کس قدر روشن ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد کہ عمر فاروق سراج اہل جنت ہیں۔ اس کی تحریر ضمانت لکھ کر دے رہے ہیں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے کفن مبارک میں یہ تحریر رکھی۔

خدائی مصافحہ و سلام اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ابن ماجہ و حاکم نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے

أَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُ الْحَقَّ عُمَرُ وَأَوَّلُ مَنْ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ وَأَوَّلُ مَنْ يَأْخُذُ بِبَيْدِهِ فَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ (۱)

کہ وہ شخص جس سے اللہ تعالیٰ سب سے اول مصافحہ فرمائے گا اور سلام کرے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا وہ عمر فاروق ہیں۔

حدیث مذکورہ سے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شان و عظمت کتنی بلند ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ آپ سے سب سے اول مصافحہ فرمائے گا اور سلام بھیجے گا اور خود جنت میں داخل کرے گا۔ یہ حضرت پر خدا کی خوشی کا اظہار ہے جو روزِ حشر بھی ظاہر کی جائے گی معلوم نہیں ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا جو ایسی عظیم شخصیت کی شان میں گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں۔

خدائی شفقت و رحمت اور چہرہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ایک روز نبی ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھتے اور تبسم فرما رہے تھے آپ نے فرمایا: اے ابن الخطاب! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے چہرہ کو دیکھ کر کیوں خوش ہوتا ہوں؟ عرض کیا اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام زیادہ جانتے ہیں۔ آپ

نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عَمْرٍ ذَاتَ يَوْمٍ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ أَتَدْرِي لِمَ تَبَسَّسْتُ فِي وَجْهِكَ؟ قَالَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ إِنَّ اللَّهَ نَظَرَ إِلَيْكَ بِالشَّفَقَةِ وَالرَّحْمَةِ لِيَلْهَ الْعَرَفَةَ جَعَلَكَ مِفْتَاحَ الْإِسْلَامِ.

نے فرمایا بے شک اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شبِ عرفہ شفقت و رحمت کی نظر سے تمہاری طرف دیکھا ہے (یعنی پیارا اور رحمت کی نظر سے) بے شک اللہ نے تجھے اسلام کی کنجی بنایا ہے۔

سبحان اللہ چہرہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہ چہرہ پاک ہے جس سے خود خدا پیارا فرماتا ہے اور امام المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اس چہرہ انور کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور آپ کو اللہ نے دین اسلام کی کنجی یعنی دین اسلام کے لئے فتوحات کو کھولنے والا بنایا ہے۔

روزِ قیامت شان و رفعت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يُنَادِي مُنَادٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَيْنَ الْفَارُوقُ فَيُؤْتِي بِهِ اِلَى اللّٰهِ فَيَقَالُ مَرْحَبًا بِكَ يَا اَبَا خَفْصٍ هَذَا كِتَابُكَ اِنْ شِئْتَ فَاقْرَأْ اِنْ شِئْتَ فَلَا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ فِيَقُولُ الْاِسْلَامُ يَا رَبِّ هَذَا عُمَرُ عَزَّيْ فِي ذَا الدُّنْيَا فَاعْزَاهُ فِي عَرْضَاتِ الْقِيَامَةِ فَعِنْدَ ذَلِكَ يُحْتَمَلُ عَلَى تَأَمُّمَةٍ مِنْ ثَوْبٍ ثُمَّ يُكْسَى حُلَّتَيْنِ لَوْ تَشَرَّتْ احَدَاهُمَا لَغَطَّتْ الْخَلَائِقُ ثُمَّ بِسِيرٍ بِيَدِيهِ سَبْعُونَ الفِ مَلِكٍ ثُمَّ يَبْدُو مُنَادِيًا يَا اَهْلَ الْمَوْقِفِ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ ^(۱)

روزِ محشر جب اولین و آخرین جمع ہوں گے تو منادی کرنے والا پکارے گا سیدنا عمر فاروق کہاں ہیں پس وہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو مرحبا فرمائے گا اور فرمائے گا اے ابو خفص عمر فاروق یہ ہے آپ کی کتاب دل چاہے تو پڑھو چاہے نہ پڑھو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مغفرت کو مختص فرمادیا اور اسلام یہ کہے گا اے باری تعالیٰ یہ ابو خفص وہ ہیں جنہوں نے دنیا میں میری عزت و بالا کی۔ پس ان کو عزت دے آج قیامت کے دن پس پھر ایک نوری ناقہ حاضر کی جائے گی اور اس پر آپ کو سوار کیا جائے گا پھر انہیں دو حلے پہنائے جائیں گے اگر ان میں سے ایک کو کھولا جائے تو ساری مخلوق کو ڈھانپ لے پھر ستر ہزار ملائکہ چلیں گے اس نوری سواری کے آگے پیچھے اور یہ منادی کریں گے اے اہلِ محشر یہ عمر ابن خطاب ہیں جس نے اسلام کو عزت دی۔

حلیہ اقدس سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ابنِ عساکر نے حضرت ابو رجاء عطار دی سے روایت کیا ہے:

كَانَ عُمَرُ رَجُلًا طَوِيلًا جَسِيمًا أَضْلَعُ شَدِيدَ الضِّلَعِ أَبْيَضُ شَدِيدًا أَحْمَرَ قَوِي عَازِ ضَيْهِ خِفَّةٌ ^(۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ لمبے قد کے تھے اور نہایت اعلیٰ جسیم تھے نہایت سفید (یعنی گورے) رنگ کے تھے۔ گورے رنگ میں سرخی بہت زیادہ دکھ رہی تھی۔ رخسار اقدس اندر کو تھے اور چہرہ بہت ہی سرخ رنگ کا تھا۔ (وقتِ غضب آپ کی آنکھیں سخت سرخ ہو جایا کرتیں تھیں)

ابن سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یوں بیان کیا ہے:

رَجُلٌ أَبْيَضٌ تَعْلُوهُ حُمْرٌ كَطَوَالِ أَضْلَعِ أَشْيَبٍ۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ مبارک نہایت سفید اور شدید سرخ تھا۔

یعنی (لال) اور نہایت بلند قد آور تھے۔ سر کے بال جھڑے ہوئے تھے اور بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔

احادیث و روایات سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا وجود اقدس بھی حق و صداقت کا مینار تھا اور چہرہ اقدس سے نور حق جگمگاتا تھا۔

آسمانی ملائکہ اور وقارِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ سایہِ عمر فاروق سے شیاطین و جنات و نافرمان انسانوں کا فرار

بخاری و مسلم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَيْقِيكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فِيمَا
إِلَّا سَلَكَ فِيمَا غَيْرَ فِيمَا (۱)
قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
جس راستے سے تم چلو گے شیطان اس راستے سے نہیں چلے گا دوسرا
راستہ اختیار کرے گا۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:
مَا فِي السَّمَاءِ مَلَكَ إِلَّا وَهُوَ يُوقِرُ عِمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَا فِي
الْأَرْضِ شَيْطَانٌ إِلَّا وَهُوَ يَفْرِضُ مِنْ ظِلِّ عِمْرَ (۲)
امام ترمذی نے سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:
إِنِّي لَا أَنْظُرُ إِلَى شَيْطَانٍ أَوْ حَيٍّ وَالْإِنْسِ قَدْ فَرَّوْا مِنْ
عِمْرَ (۳)
آسمان کے تمام فرشتے عمر کا وقار کرتے ہیں اور زمین کے تمام
شیطان عمر کے سایہ سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں۔

رضاء و غصہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا غَضَبَ عِمْرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يُغَضِبُ إِذَا غَضِبَ عِمْرَ (۴) (ترمذی)
حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں میرے عمر رضی اللہ عنہ کے غضب سے
ڈرو بے شک جب عمر غضب ناک ہوتے ہیں تو اللہ بھی غضب
فرماتا ہے۔

طبرانی میں اوسط سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

جَاءَ جِبْرَائِيلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
أَفْرَأَ السَّلَامَةَ عُمَرُ وَأَخْبِرُهُ أَنَّ غَضَبَهُ عَزَّ وَرَضَاهُ حَكْمٌ۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے
اور عرض کیا حضور اپنے عمر کو سلام کہہ دیجیے اور ان کو خبر دیجئے کہ آپ
کا غصہ غلبہ ہے اور آپ کی رضا حکم ہے۔

طبرانی نے حضرت عمیر بن ربیعہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سیدنا مفتاح الاسلام عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے
دریافت فرمایا کہ تو نے پچھلے صحیفوں میں میرا بھی ذکر دیکھا ہے یا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا: ہاں آپ کے متعلق لکھا ہے۔

قَزَا مَنْ حَدِيدٍ قَالَ وَمَا قَزَنُ مَنْ حَدِيدٍ قَالَ أَمِيرٌ
شَدِيدٌ لَا تَأْخُذُهُ فِي اللَّهِ لَوْمَةٌ لَا يُعِجُ قَالَ ثُمَّ قَالَ يَكُونُ
مِنْ بَعْدِكَ خَلِيفَةٌ تَقْتُلُهُ فِتْنَةٌ ظَالِمَةٌ قَالَ ثُمَّ قَالَ ثُمَّ
يَكُونُ الْبَلَاءُ^(۱)
کہ آپ فولاد کی تلوار یا لوہے کا پہاڑ قرنا من حدید ہوں گے
آپ نے پوچھا اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا کہ ایک ایسے
امیر شدید کہ خدا کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی
پرواہ نہ کریں گے یعنی دین خدا کی خاطر کوئی خلاف حکم کام بر
داشت نہ کریں گے۔ آپ نے پوچھا اور کیا لکھا ہے انہوں نے کہا کہ
آپ کے بعد جو خلیفہ ہوں گے انہیں ایک ظالم جماعت شہید کر دے
گی آپ نے فرمایا اور کیا ہوگا پھر فتنہ و فساد پھیل جائے گا۔

مذکورہ احادیث و روایات صحیحہ سے معلوم ہوا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا غصہ اپنی طبیعت پر ہی نہ تھا۔ بلکہ آپ کا غصہ بھی خدا
کے غصہ پر ہوتا تھا یعنی آپ بلا وجہ کبھی غضبناک نہیں ہوئے جب بھی غضب ناک ہوتے ہیں تو اس وقت خدا بھی غضب ناک ہوتا
ہے۔ کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا غضب بالکل سچا ہے جو حقیقت میں غلبہ ہوا کرتا تھا۔

قفلِ جہنم

طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے
فرمایا یا ابن قفل جہنم اے قفل جہنم کے بیٹے آپ یہ بات سن کر متغیر ہوئے اور اپنے ابا جان سے جا کر عرض کیا کہ آپ کو عبداللہ بن
سلام رضی اللہ عنہ نے قفل جہنم کہا ہے آپ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس آئے اور فرمایا آپ نے میرے حق میں یہ لفظ کیوں استعمال
کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے میرے ماں باپ اور ان کے آباؤ اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
سے فرمایا ہے کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ حضور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی امت میں ایک شخص پیدا ہوگا۔

يُقَالُ لَهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَا كَادَ فِيهِمْ فَجْهَتُهُ مُعَلَّقَةً
فَإِذَا مَاتَ انْفَتَحَتْ جَهَنَّمُ وَافْتَرَقَ النَّاسُ عَلَى الْآ
هْوَاءِ فَيَدْخُلُ أَكْثَرُهُمُ إِلَيْهَا
جسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا جائے گا وہ مبارک شخص جب تک
امت محمدیہ میں رہے گا تب تک جہنم کا دروازہ بند رہے گا گویا وہ جہنم
کا قفل ہوگا لیکن جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو جہنم کا دروازہ کھل
جائے گا اور لوگ اپنی نفسانی خواہشات میں مبتلا ہو کر ادھر ادھر
پریشان ہو کر متفرق ہو جائیں گے۔^(۲)

معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات مقدسہ جہنم کے لیے قفل ہے۔

شراب کا دودھ اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ایک شخص شراب کی بھری بوتل لیے جا رہا تھا کہ راستے میں اس کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ آپ کو دیکھنے سے اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور دل ہی دل میں کانپنے لگا۔ گھبراہٹ اور خطرہ جان کر نوبت اس حد تک پہنچ گئی کہ دل میں کہنے لگا اے باری تعالیٰ مجھے عمر فاروق رضی اللہ عنہ (کے غضب) سے بچالے۔ میں سچے دل سے تجھ پر اور تیرے رسول علیہ السلام پر ایمان لاتا ہوں۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے قریب آ پہنچے۔ آپ نے فرمایا یہ چادر میں کیا چھپا رکھا ہے، کہنے لگا حضور یہ بوتل میں دودھ ہے آپ نے فرمایا اسے لپیٹ کر کیوں رکھا ہے عرض کیا یہ دودھ گرم تھا اس لیے ارد گرد چادر لپیٹ لی ہے آپ نے فرمایا کھول کر دکھاؤ ڈرتے کانپتے اس نے چادر کو کھول کر دکھایا تو اس میں واقعی گرم دودھ بھرا ہوا تھا آپ نے فرمایا وَلَئِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَفَّتْ۔ اللہ فرماتا ہے جو سچے دل سے مجھ سے ڈر جاتا ہے اللہ اس کو دوجہنمیں عطا فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے شخص بے شک تیری بوتل میں تھی تو شراب، لیکن تیرے قلب صادق کی توبہ نے اسے دودھ بنا دیا۔ سچا خوف اللہ کو ایسا پسند آیا کہ شراب کا دودھ بن گیا اور نہ حقیقت تھی کہ عمر سے تمہاری جان کا بچاؤ مشکل تھا۔ (۱)

دف کی آواز اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضور سید عالم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو ایک جشن لڑکی نے عرض کیا: حضور: اِنِّیْ کُنْتُ کَذُوْتُ اِنْ رَزَّکَ اللّٰہُ صَلَاحًا اَنْ اَصْرَبَ بَیْنَ یَدَیْکَ بِالْکَذِبِ الْعَنَی۔ میں نے یہ نذر مانی تھی کہ جب آپ میدان جنگ سے بحیرت واپس تشریف لے آئیں گے تو میں اس خوشی میں دف کو بجاؤں گی اور چند اشعار پڑھوں گی۔ آپ نے اس بچی سے فرمایا۔ اگر تم نے یہ منت مانی ہے تو اس منت کو پورا کر لے پس وہ عورت دف بجانے لگی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے وہ لڑکی دف بجاتی رہی پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو اس لڑکی نے دف بجانا چھوڑ کر دف کو اپنی سرینوں (یعنی رانوں کے نیچے چھپا لیا اور اس پر بیٹھ گئی) آپ نے فرمایا: اِنَّ الشَّیْطَانَ لَیَخَافُ مِنْکَ یَا عُمَرُ۔ اے عمر بے شک شیطان بھی تجھ سے ڈرتا ہے۔ اس لیے کہ سب آئے اور بیٹھتے گئے اور یہ لڑکی بدستور دف بجاتی رہی لیکن تمہیں دیکھتے ہی اس نے دف بجانا چھوڑ دی اور اوپر بیٹھ گئی۔ (۲)

ازواج مطہرات اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مشکوٰۃ شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اجازت لے کر حاضر ہوئے اس وقت ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی زور زور سے باتیں کر رہی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز ازواج نے سنی تو خاموش ہو گئیں اور اٹھ کر پردہ میں چلی گئیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو حضور ﷺ کو مسکراتے دیکھ کر عرض کیا حضور خدا آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنسائے رکھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ مجھے ان عورتوں کی حالت پر تعجب ہوا کہ میرے پاس بیٹھی شور مچا رہی تھیں تمہاری آواز سے خاموش ہو گئیں اور پردہ میں چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا عَدُوَّتِ الْاَنْفُسِ هِنَ اَكْهَبْنِي وَلَا تَهْدِنِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ نَعَمْ اَنْتَ اَفْظُ وَاَعْلَى (۱)
اے اپنی جان کی دشمن عورتو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ ﷺ
سے نہیں ڈرتی ازواجِ مطہرات نے جواب دیا ہاں اس لیے کہ آپ
بہت ہی سخت ہیں اور ہم آپ کے غضب سے ڈرتی ہیں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر یہ بات چھوڑیں خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے شیطان
تمہارے راستہ کو چھوڑ کر بھاگتا ہے۔

دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ فاروقِ اعظم نے یہ سبق دیا کہ خواہ ازواجِ مطہرات ہی کیوں نہ ہوں ان کو بھی یہ زیبا نہیں کہ بارگاہ
رسالت مآب ﷺ میں اونچی آواز سے باتیں کریں دوسری یہ کہ عورتوں کی آواز اتنی بلند نہ ہو کہ کسی غیر محرم تک پہنچ سکے۔

منافق کا سر قلم اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے
حضور ﷺ کی خدمت میں لے چلوں چنانچہ وہ کوشش کر کے اسے حضور ﷺ کی بارگاہِ عدالت میں لے آیا۔ حضور علیہ السلام نے
واقعات کو سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلوں گا اور ان کا فیصلہ
قبول کروں گا۔ اس نے کہا عجیب شخص ہو کہ جب حضور علیہ السلام نے فیصلہ کر دیا ہے تو پھر اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی کیا
ضرورت ہے مگر وہ منافق نہ مانا۔ اس یہودی کو لے کر حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا ہمارا فیصلہ
کیجئے۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارا فیصلہ آقائے کائنات ﷺ نے نہیں فرمایا۔

یہودی بولا۔ حضرت حضور علیہ السلام نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے لیکن یہ منافق فیصلہ سے مطمئن نہیں ہوا اور اب آپ کے
پاس فیصلہ کرانے کے لیے مجھے لایا ہے کہ میرا فیصلہ وہ کریں گے آپ نے فرمایا اے منافق اب تم مجھ سے فیصلہ کرانے کے لیے آئے ہو
عرض کیا ہاں۔ آپ نے فرمایا ظہر وہ یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے اور تلوار لے کر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ جو
حضور سرور کائنات کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہ ہے۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا عمر کی
تلوار کسی مومن پر نہیں چلتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی خود تصدیق فرمائی (۲)

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحْكِمُوْكَ فِيمَا شَهِرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا
تَسْلِيْمًا (النساء: ۶۵)
تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب
تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم
حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے
مان لیں۔

نزولِ آیت خداوندی نے ظاہر کر دیا کہ جو رسالت مآب ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے وہ بے ایمان ہیں لہذا حضرت عمر
فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے آدمی کا تلوار سے جو فیصلہ فرمایا یہ بالکل درست ہے۔ اے محبوب مجھے آپ کے رب ہونے کی قسم ہے وہ ایمان
والے نہیں جو بخوشی آپ کے فیصلہ کو نہ مانیں۔

دریائے نیل اور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

مصر کا دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا تھا تا وقتیکہ ایک کنواری خوبصورت لڑکی کی جان نہ لے لیتا۔ حتیٰ کہ حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مصر فتح ہوا۔ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ نے سنا کہ مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا ہے۔ آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا ہر سال دریا خشک ہو جایا کرتا ہے لوگوں نے کہا ہاں جب تک ہم ایک کنواری خوبصورت لڑکی اس کی بھیٹ نہ چڑھائیں یہ جاری نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا ایک بے گناہ لڑکی کا ناحق خون اسلام کو منظور نہیں صبر کرو۔ پھر آپ نے ایک خط مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا جس میں دریائے نیل کا مذکورہ واقعہ تحریر کر کے کہا اس کا بندوبست کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ دریا بھی جاری ہو جاوے اور ہر سال ایک لڑکی کی جان بھی بچائی جائے آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط کا جواب دیا اور اس کے ہمراہ ایک خط دریائے نیل کے نام لکھا کہ یہ میرا خط بنام دریا ہے اس کو خشک ریت میں ڈال دینا جو خط دریا کے نام تحریر کیا تھا اس کا مضمون یہ تھا۔

وَمِنْ عِبَادِ اللَّهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى نَيْلٍ مِصْرَ أَمَّا بَعْدُ
إِنْ كُنْتَ تَجِدُنِي بِأَمْرِ اللَّهِ فَإِنَّا نَسْتَلُ أَجْرَكَ مِنَ اللَّهِ
وَإِنْ كُنْتَ تَجِدُنِي مِنْ عِنْدِكَ فَلَا حَاجَةَ لَنَا بِكَ^(۱)

یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا اگر تو خدا کے حکم سے چلتا ہے تو ہم بھی خدا ہی سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور اگر تو خود اپنی مرضی سے بہتا ہے اور اپنی ہی مرضی سے رک جاتا ہے تو ہمیں تیری پرواہ اور ضرورت نہیں ہے۔

حضرت سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق مفتاح الاسلام رضی اللہ عنہ کا یہ انوکھا ارشاد سن کر سارے مصر میں حیرت ہوئی۔ لا تعداد لوگ یہ منظر دیکھنے کے لیے دریا پر جمع ہو گئے مجمع کثیر کے ساتھ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی خط لے کر پہنچ گئے۔ پھر دریا کے اندر جا کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط مبارک دریائی خشک ریت کے اندر رکھ دیا۔ جب خط کو رکھ کر باہر آئے تو چند لمحوں کے بعد ہی دریائے نیل خود بخود اس زور سے جاری ہوا کہ کبھی پہلے لڑکی کی بھیٹ لے کر بھی جاری نہ ہوا تھا۔ اور ہر سال سے اس سال چھ گز زیادہ پانی بلندی پر آیا۔ پھر اس دن کا ایسا جاری ہوا کہ آج تک بند نہیں ہوا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو خدا اور رسول ﷺ کے ہاں وہ مرتبہ حاصل تھا کہ اگر خشک دریا کو حکم دیں تو وہ بھی جاری ہو جاتا ہے۔ دریاؤں پر بھی حضرت کو حکومت حاصل ہے۔

یاساریۃ الجبل اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم نے ایک ملک میں اپنا لشکر جہاد کے لیے بھیجا اور اس لشکر کے سپہ سالار حضرت ساریۃ مقرر کئے۔ حضرت ساریۃ اس ملک میں جا کر کافروں سے جہاد کرنے لگے۔ ادھر جمعہ کے روز مدینہ منورہ میں حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے تھے دورانِ خطبہ آپ نے منبر پر فرمایا یاساریۃ الجبل اے ساریۃ: پہاڑ کی طرف سے خبردار رہو لوگ حیران ہو گئے کہ دورانِ خطبہ یہ کلام کیسا ساریۃ تو یہاں سے سینکڑوں میلوں پر جنگ میں مصروف ہیں یہاں سے اس کو آواز دینے کا کیا مطلب کچھ

روز کے بعد وہاں سے قاصد آیا اور اس نے کہا کہ ہمارا مقابلہ کفار سے ہو رہا تھا اور کافر ہم پر غالب ہونے پر تھے کہ اچانک ہم کو ایک آواز آئی۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے دھیان کرنا۔ ہم نے آواز سنتے ہی پہاڑ کی پناہ لی۔ اس ہدایت پر عمل کرنا ہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو فتح عنایت فرمادی۔

ثابت ہوا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت بصر عنایت فرمائی تھی کہ آپ مدینہ منورہ کے منبر شریف پر سینکڑوں میل کے واقعہ کو مشاہدہ فرما رہے تھے اور پھر آپ کی قوت لسان ایسی تھی جو اتنے میلوں پر بغیر کسی آلہ کے حضرت ساریہ کے کانوں تک پہنچ گئی۔ اور اگر آپ یہ مدد نہ فرماتے تو کفار ہم کو شکست دے دیتے لہذا آپ نے نازک صورتِ حال دیکھتے ہی فرمایا اے ساریہ پہاڑ کے پیچھے ہو جاؤ۔

کھجوروں کا طباق اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کے دورِ خلافت میں ایک روز خواب دیکھا کہ مسجد نبوی شریف میں خود حضور سید عالم ﷺ فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کی اقتداء میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ سلام پھیرنے کے بعد حضور ﷺ مسجد کی دیوار سے پشتِ انور لگا کر بیٹھ گئے اتنے میں ایک عورت کھجوروں کا طباق لے کر حاضر ہوئی اور آپ کے سامنے وہ طباق رکھا حضور علیہ السلام نے اس میں سے ایک کھجور اٹھائی اور حضرت علی کو عطا فرمائی اور باقی کھجوریں دوسرے نمازیوں کو تقسیم کر دیں۔ حضرت علی کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے دیکھا کہ زبان پر وہی کھجور کا ذائقہ ہے۔ جب فجر ہوئی تو آپ نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے حضرت عمر فاروق اعظم نے حسب معمول خود نماز پڑھائی حضرت علی بھی حسب طریق آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے جماعت میں شامل ہوئے نماز باجماعت سے فارغ ہو کر حضرت عمر فاروق اعظم مسجد کی دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ جیسا حضرت علی نے رات خواب میں سید عالم ﷺ کو دیکھا تھا تھوڑی دیر ہوئی تو

ایک عورت کھجوروں کا طباق لے کر مسجد کے دروازے پر آگئی۔ پس وہ آگے بڑھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں طباق حاضر کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طباق سے ایک کھجور اٹھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دی اور باقی سب کھجوریں دوسرے نمازیوں میں تقسیم کر دیں حضرت علی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یا امیر المؤمنین ایک کھجور مجھے اور بھی دے دیتے تو کیا ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی المرتضیٰ آپ کو دوسری کھجور عنایت فرمادیتے تو اس وقت میں بھی آپ کو دوسری کھجور دے دیتا۔ جب میرے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ

فَإِذَا بَجَارَيْتَ عَلَىٰ بَابِ الْمَسْجِدِ وَمَعَهَا رُطْبٌ
فَوَضَعَتْ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ فَأَخَذَ رُطْبَةً فَجَعَلَهَا فِي فَمِي
ثُمَّ أَخَذَ الْأُخْرَىٰ كَذَلِكَ ثُمَّ فَرَّقَ عَلَىٰ أَصْحَابِهِ وَ
كُنْتُ أَشْعَىٰ مِنْهُ يَعْنِي الزِّيَادَةَ فَقَالَ لَوْ زَادَكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ لَزِدْنَاكَ
فَتَعَجِبْتُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَ يَا عَلِيُّ الْمُؤْمِنُ يَنْظُرُ بِنُورٍ
لَّهُ فَقُلْتُ صَدَقْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ هَكَذَا رَأَيْتُ
وَهَكَذَا وَجَدْتُ طَعْبَهُ وَلِذَلِكَ مِنْ يَدِكَ كَمَا وَجَدْتَهُ

مَنْ يَدْرُسُ رِسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱)

والسلام نے نہ دی تو میں کیسے دوں حضرت علی نے کہا میرا یہ خواب کا واقعہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ آپ نے فرمایا بندہ مومن نور ایمان سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے اس کے بعد حضرت علی نے فرمایا حضرت امیر المؤمنین سچ فرمایا آپ نے واقعی میں نے اسی طرح رات کو منظر دیکھا اور جیسی لذت کھجور میں بدست رسول ﷺ حاصل ہوئی ویسی ہی لذت اب بھی آپ کے ہاتھ سے دی ہوئی کھجور کی تھی۔ آخر میں آتا ہے کہ حضرت علی نے فرمایا بے شک اے عمر رضی اللہ عنہ: آپ سید الناس ہیں یعنی تمام لوگوں کے سردار۔

بعض آیات قرآن کا نزول بحق سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ابن مردویہ نے حضرت مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق جو کوئی رائے دیتے تھے قرآن حکیم اسی کے موافق نازل ہوتا تھا۔ ابن عساکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اَنَّ فِي الْقُرْآنِ لَرَأْيًا مِنْ رَأْيِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ کہ قرآن میں حضرت عمر فاروق کی رائیں موجود ہیں۔ (۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول عام روی ہے کہ اگر بعض امور میں لوگوں کی رائے کچھ اور ہوتی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری تو قرآن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق نازل ہوتا تھا۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کاش ہم مقام ابراہیم علیہ السلام کو نماز کی جگہ بناتے۔ اس کے بعد یہ آیت قرآن نازل ہوئی:

وَاقْبَلُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ الْحَجِّ (سورۃ بقرہ)

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ اور ہم نے ابراہیم و اسماعیل کو کہ میرا گھر خوب ستر ا کرو۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے پاس ہر قسم کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ازواجِ مطہرات کے لیے پردہ کا خاص حکم ہو۔ اس کے بعد یہ آیت قرآن خاص ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے نازل ہو گئی:

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ (سورۃ احزاب)

اور جب تم ان سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لئے۔

بخاری و مسلم میں روایت ہے کہ جب ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حضور کی غیرت میں شریک ہو گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عسی ربہ ان طلقکن ان یمدله ازواجاً خبیراً۔ کہ اگر تم کو رسول اللہ ﷺ طلاق دے دیں تو اللہ تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کو دے گا اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل فرمادی:

عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنْ أَنْ يُبَيِّنَ لَكَ آذًا وَاجِبًا خَيْرًا مِمَّا تُخِشِينَ
مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَنَاطَاتٍ لَّيْلَاتٍ عِيْلَاتٍ سَائِحَاتٍ
تَتِبْنَ الْآبَاكَرَ (سورۃ التحریم)

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے
بہتر بیبیاں بدل دے لطاعت والیاں، ایمان والیاں، ادب
والیاں توجہ والیاں، بندگی والیاں، روزہ دار، بیابیاں اور
کنواریاں۔

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الہی میں یہ دعا کی تھی کہ الہ العالمین بہتر ہے کہ مسلمانوں پر
شراب حرام ہو جائے ورنہ ایسی چیز کے ہوتے ہوئے مسلمان تجھ سے غافل ہو جاویں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یہ
آیت کریمہ نازل فرما کر مسلمانوں پر حرمت شراب کا حکم نازل فرمادیا:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا (سورۃ البقرہ ۲۱۹)

تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں
میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا
گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

اس کے بعد پارہ چھٹا سورہ ماندہ کی آیات بھی شراب کے حرام ہونے پر نازل ہوئیں يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
..... مُنْتَهَوْنَ۔ اسد الغابہ۔

ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت انس سے روایت کیا ہے کہ جب قرآن کی آیت لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ
طِينٍ نازل ہوئی کہ ہم نے انسان کو پٹنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے اختیار یہ الفاظ شان
خداوندی میں نکلے فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ برکت ہی برکت والا ہے وہ اللہ جو بہترین پیدا فرمانے والا ہے اس کے فوراً بعد
نبی ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔
تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔
مستند تفسیر میں ہے کہ عبد اللہ (بن ابی بن خلف) کی نماز جنازہ پڑھانے کے موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول
اللہ ﷺ یہ منافق تو ساری عمر آپ کی توہین کرتا رہا پھر آپ ایسے منافق ابی بن خلف کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے ہیں آپ نے فرمایا
مجھے اختیار دیا گیا ہے کہ میں ان کی بخشش کی دعا کروں یا نہ کروں چنانچہ نماز جنازہ کی فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام پر قرآن کی یہ آیت نازل فرما کر ہمیشہ کے لیے منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے اور ان کی قبر پر کھڑا ہونے کی ممانعت فرمادی۔ (۱)
وَلَا تَصْلُ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ
اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (سورۃ توبہ، ۸۳)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر
کھڑے ہونا بے شک اللہ وہ اور اس کے رسول کے منکر ہوئے۔
(اس کی مزید تفصیل میری کتاب علم خیر الانام میں ملاحظہ فرمائیں)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ واقعہ اقل کے موقع پر جب کہ منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر تہمت لگائی اس وقت
حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام سے اس معاملہ میں مشورہ فرمایا تو اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ
کا کاخ کس نے کیا تھا؟ فرمایا اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا آپ گمان کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے عیب دار چیز
رکھی ہے۔ یہ الفاظ جب حضرت عمر کی زبان پر جاری ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

يُحْيَاكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ۔ (نور: ۱۴)

اللہ پاکي ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔

ابتدائے اسلام میں ماہ رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری (صحبت) کرنے کی ممانعت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کے باوجود کچھ لوگوں سے پورے ماہ کی پابندی نہ ہو سکے گی کیا یہ اچھا ہو کہ رمضان المبارک کی راتوں میں مسلمانوں کے لیے اپنی بیویوں سے صحبت کرنے کی اجازت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اس کی اجازت دے دی۔

أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةُ الصِّيَامِ الرَّقْفُ إِلَى نِسَاءِ كُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۖ (البقرہ: ۱۸۷)

اکثر غلام بے اذن اپنے مالک کے گھر آ جایا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے تھے کہ اچانک آپ کا غلام آ گیا آپ کو یہ بات ناگوار گزری اور دعا فرمائی کہ اے اللہ کیا یہی اچھا ہو کہ بے اذن گھر میں داخل ہونے کی ممانعت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرمادی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْذِنُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا۔ (نور: ۲۷)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے مسجد میں قندیلیں روشن کرنے والے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب دیکھا کہ مساجد اس طرح قندیلوں سے روشن ہیں جن کی روشنی دور دور تک جاری تھی تو آپ نے فرمایا:

أَوَّلُ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ أَجْمَعَ النَّاسَ فِي صَلَاةٍ

ہم میں سے سب سے پہلے عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں روشنی کی پس جب لوگ

التَّوْبِخِ وَعَلَى الْقَنَادِيلِ فَلَمَّا رَأَاهَا عَلَى تَزْهَرٍ قَالَ نَوَّزْتُ مَسَاجِدَنَا نَوَّزَ اللَّهُ قَبْرَكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ۔ (۱)

نماز تراویح کے لیے جمع ہوئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی تشریف لائے تو آپ نے مسجدوں کو جگمگاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا اے ابن الخطاب ہماری مسجدوں کو آپ نے منور کیا اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور فرمائے۔

یادر ہے کہ سب سے پہلے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی توسیع بھی آپ نے فرمائی۔

فتوحات سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

جس روز ۱۳ھ ۲۲ جمادی الآخر کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسی روز سے تخت خلافت پر متمکن ہوئے آپ نے عہدہ خلافت پر فائز ہوتے ہی بے شمار فتوحات فرمائیں۔ یہاں پر صرف مختصر خاکہ فتوحات کا تحریر کیا جاتا ہے۔ جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت نے کس قدر دنیا کے تمام حصوں میں اعلیٰ فتوحات فرما کر اسلام کو عزت و غلبہ دیا۔

فتوحاتِ عراق، واقعہ بویب منان ۱۲ھ۔ قادسیہ کی جنگ اور فتحِ محرم ۱۳ھ، جلولا ۱۶ھ، فتوحاتِ شام، فتح دمشق محل ذیقعد ۱۴ھ، حمص ۱۴ھ، یرموک ۵ رجب ۱۵ھ، بیعت المقدس ۱۶ھ، حمص پر عیسائیوں کی دوبارہ کوشش اور پھر فتح حاصل ہوئی ۱۷ھ۔
عمواس کی ولاء ۱۹ھ۔ فیسائیہ کی فتح شوال ۱۹ھ، جزیرہ ۱۶ھ، خوزستان عراق عجم ۱۶ھ، رے پر لشکر کشی ۲۱ھ۔ آذربائیجان ۲۲ھ۔
طبرستان۔ آرمینہ و فارس ۲۳ھ، کرمان، ستیان ۲۳ھ، مکران ۲۳ھ، خراسان کی فتح و یزدگرد کی ہزیمت ۲۳ھ۔ مصر کی فتح ۲۳ھ، اسکندریہ کی فتح ۲۱ھ۔

سیدنا عمر فاروق اعظم کے مقبوضہ ممالک کا کل رقبہ ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تھا یعنی مکہ مکرمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶۰ مشرق کی جانب ۱۰۸۷۰ جنوب کی جانب ۴۸۳ میل تھا۔ مغرب کی جانب جدہ تک حکومت تھی۔
سچ تو یہ ہے کہ دنیائے اسلام حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کی ذات مقدسہ پر جس قدر بھی فخر کرے تھوڑا ہے آپ نے اپنے عہد خلافت میں ایسی مشکلات کو حل کیا جو کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ ایک ہزار چھتیس بڑے بڑے شہر جن میں کفار کی حکومت تھی اور بتوں کو خدا مانا جاتا تھا ان سب کو فتح کر کے دارالاسلام بنایا اور وہاں کی آبادی کو درسِ توحید و رسالت دے کر ایمان و اسلام کی دولت عنایت فرمائی۔ چار ہزار مساجد تعمیر کروائیں۔ حق یہی ہے کہ آپ کی کوشش و ہمت نے مشرق سے مغرب اور جنوب سے شمال تک آفتاب کی طرح نورِ اسلام و ایمان پھیلایا۔ ضلالت کے شہروں میں ہدایت کی مشعلیں روشن کیں۔ تاریکی کفر کی تمام چٹانیں ہٹا کر رکھ دیں۔ اور انہیں ہزیمت دی اور عجم و عراق سے بے شمار مالِ غنیمت حاصل کیا اسی لیے کہ دعائے مصطفیٰ اللہمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعَمْرِ بْنِ الْخَطَّابِ اپنی عملی شان و شوکت میں آگئی تھی۔

فاتحِ مدائن حضرت سراقہ کو سونے کے کنگن

از سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت سراقہ کو ایک مرتبہ دیکھتے ہوئے فرمایا (جب کہ سراقہ بن مالک کے ہاتھوں کو دیکھا بازوؤں کو دیکھا جو بہت تپلے تپلے تھے اور بالوں سے بھرے ہوئے تھے) اے سراقہ تمہاری اس روز کیا حالت (یعنی شان ہوگی) جب شاہِ عجم کے سونے کے کنگن تمہارے ہاتھ میں پہنائے جائیں گے حضرت سراقہ بن مالک کو زبانِ مصطفویٰ ﷺ پر یقینِ کامل تو تھا لیکن باوجود اس کے کہ کوئی ایسے آثار نہ تھے جس سے اس کا ادراک کر سکیں کہ مجھے سونے کے کنگن شاہِ عجم کے اور پھر عجب اس پر کہ ساری امتِ مصطفویہ پر مردوں کے لیے سونے کا پہننا حرام ہے اور میرے لیے جائز بھی ہو رہا ہے یہ شان و اختیار ہے سرورِ کون و مکان علیہ السلام کا آپ جانتے تھے کہ عہدِ فاروق میں یہ فتح حاصل ہوگی اور شاہِ عجم کے کنگن سیدنا عمر فاروق کے پاس آئیں گے اس پیش گوئی اور علومِ غیبیہ کی عملی شکل اس طرح نصیب ہوئی کہ جب سیدنا عمر بن خطاب فاروق اعظم نے اپنے عہد میں مدائن کو فتح کیا تو شاہِ عجم کے سونے کے کنگن مالِ غنیمت میں پیش ہوئے۔ ان کا آنا تھا کہ سیدنا عمر فاروق اعظم نے فرمایا سراقہ آؤ اور اپنا ہاتھ بڑھاؤ پھر آپ سونے کے کنگن ان کے ہاتھ پر چڑھاتے جاتے اور زبانِ اطہر سے فرماتے جاتے صَلَّیْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّیْكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

یعنی میرے آقا و مولا کی خبر فیہی آج میرے ذریعے پوری ہو گئی جس کی کئی سالوں سے پیش گوئی فرمادی گئی تھی۔ گویا حضرت سراقہ بن مالک کو سونے کے کنگن کی بشارت دینے میں سیدنا عمر فاروق کی فتوحات کی طرف اشارہ تھا۔ اس اصل واقعہ حدیث کے بعد ان (مخالفین عمر) کی طرف سے بھی ملاحظہ کریں انہوں نے بھی فتوحاتِ عمر فاروق کا اقرار کیا اور اس مذکورہ واقعہ کو حقیقت مانا ہے۔ صاحبِ حیات القلوب جلد دوم میں صفحہ ۲۴۸ پر لکھتے ہیں: پس چوں در زمان عمر فتح مدائن کردند عمر اور اطلب و دست رنجہائے بادشاہ عجم را در دست او کرد۔ پس جب زمانہ عمر میں مدائن فتح ہوا تو شاہ عجم کے سونے کے کنگن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو پہنائے۔

پیکرِ حسن و جمال آراستہ زیورات و جواہرات

شہزادی ایران شہر بانو بحق زوجیتِ حسین بہ عنایت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب ایران فتح کیا اور اسلام کا علم بلند کیا تو مالِ غنیمت میں شاہِ یزدگرد کی بیٹی حضرت عمر فاروق کے پاس آئی جن کا نام شہر بانو تھا تو سیدنا عمر فاروق نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد کو مقدم سمجھا۔ یہ شہزادی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس نکاح کے موقع پر اس حال میں آئیں کہ شاہانہ پوشاک جس پر ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے اور سونے چاندی کے زیورات سے آراستہ تھیں اور اسی طرح سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالہ نکاح میں آئیں۔ عجب بات ہے کہ باغِ فدک نہ دیا جو بالکل کم قیمت کا تھا اور اتنا گرانقدر تحفہ اور قیمتی مال بمعہ شہزادی کیسے دے دیا۔ ثابت ہوا کہ یہ باغِ فدک کا افتراء صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عناد کی وجہ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندانِ مقدسہ سے اس قدر پیار و محبت تھی کہ شاہی خاندان کی پری شہزادی شہر بانو گراں قدر زیورات سے مزین مع لباسِ فاخرہ ہیرے جواہرات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بخش دی۔ جس سے ایک باغِ فدک کیا فدک جیسے کئی باغ خریدے جاسکتے تھے اہل تشیع نے اپنی کتابِ اصول کافی صفحہ ۲۹۶ میں اس کو تسلیم کیا ہے اور پھر اسی شہزادی شہر بانو کے بطن سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر یہی وہ مولودِ مسعود تھے جن کی لسل سے روئے زمین پر ساداتِ کرام موجود ہیں اور نسلِ حسینی جاری و ساری ہے۔

حضراتِ حسنین کی محبت و الفت اور

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ کے صاحبزادے عبداللہ آئے اور اجازت طلب کی تو آپ نے اجازت نہ دی یہ واقعہ آپ کے دورِ خلافت کا ہے اسی اثناء میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور وہ یہ حال سن کر چلے گئے آپ کو بعد میں معلوم ہوا تو آپ نے ان کو بلایا اور پوچھا کہ آپ واپس کیوں چلے گئے۔ تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جب آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اجازت نہ دی تو میں نے خیال کیا کہ مجھے بھی اجازت نہیں مل سکے گی اس لیے واپس چلا گیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

فرمایا:

أَنْتَ أَحَقُّ بِالْإِذْنِ مِنْهُ أَنْتَبْتَ الشَّعْرَ فِي الرَّائِسِ بَعْدَ اللَّهِ
 آپ ان سے زیادہ مستحقِ اذن ہیں اور یہ جو بال ہمارے سروں پر
 اللہ تعالیٰ نے اگائے ہیں اس کے بعد کس نے اگائے ہیں سوائے
 (۱) إِلَّا أَنْتُمْ

تمہارے۔

سبحان اللہ کیا محبت و پیار ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ ملا اللہ تعالیٰ سے آپ کے صدقہ سے آپ کو
 اجازت نہیں تو کس کو ہوگی۔ ناظرین نے دیکھا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ان عظیم ہستیوں سے کس قدر پیار و محبت تھا۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منبر پر گود میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر فرمایا اَهْلُ اَنْبَتِ الشَّعْرِ عَلَي رُؤُسِنَا اِلَّا
 اَبُو لَكَ۔ یعنی ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہیں تمہارے ہی نانا جان میرے آقا و مولیٰ کے اگائے ہوئے ہیں گویا یہ عزت
 و دولت سب سرو رکون و مکان اور ان کی آل اطہار کا صدقہ ہے (۲)

معلوم ہوا کہ اصحابِ نبوت کی حسینِ سعیدین آلِ کرام سے انتہا درجہ کی محبت و عقیدت برحق تھی۔

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زہد و ورع و حلم و تواضع

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع اور تواضع و حلم کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر فاروق
 اعظم رضی اللہ عنہ روزانہ گیارہ لقموں سے زیادہ طعام تناول نہ فرماتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت
 عمر رضی اللہ عنہ کے قمیص مبارک میں دو شانوں کے درمیان چار پوند لگے ہوئے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ شام کے ممالک جب فتح ہوئے
 اور آپ نے ان ممالک کو اپنے قدومِ مسینت لزوم سے سرفراز فرمایا اور وہاں کے امراء و عظماء آپ کے استقبال کے لیے آئے تو اس
 موقع پر آپ اپنے شتر پر سوار تھے آپ کے خواص و خدام نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! شام کے اکابر و اشراف حضور کی ملاقات کے
 لیے آ رہے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوں تاکہ آپ کی شوکت و ہیبت ان کے دلوں میں جاگزین ہو۔ فرمایا اس خیال
 میں نہ رہیے کام بنانے والا وہی (اللہ) ہے۔ سبحان اللہ۔ (۳)

ایک مرتبہ قیصرِ روم کا قاصد مدینہ طیبہ آیا اور وہ امیر المؤمنین کو تلاش کرتا تھا تاکہ بادشاہ کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کرے۔
 لوگوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین مسجد میں ہیں۔ مسجد میں آیا تو دیکھا کہ ایک صاحبِ مونے پوند زدہ کپڑے پہنے ایک اینٹ پر سر رکھ کر
 لیٹے ہیں یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المؤمنین کا پتہ دریافت کرنے لگا۔ کہا گیا کہ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ کہنے لگا مسجد میں
 سوائے ایک دلق پوش کے اور کوئی نہیں۔ صحابہ نے کہا وہی ہمارا امیر و خلیفہ ہے۔

برور میکدہ رندان قلند باشند

کہ ستانند و دہند افرشا نشانی

خشت زیر سر و بر نازک ہفت اختر پائے

دست قدرت فگردد منصب صاحب جانی

قیصرِ روم کا قاصد پھر مسجد میں آیا اور غور سے امیر المؤمنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا۔ دل میں محبت و ہیبت پیدا ہوئی اور آپ کی حقانیت کا پرتو اس کے دل میں جلوہ گر ہوا اور اس نے کہا:

مہر و ہیبت ہست ضدیک و گر
ایں دو ضد راجع دید انداندر جگر
گفت با خود من شہاں در سیدہ ام
گرد سلطان را ہمہ گرویدہ ام
از شہانم ہیبت و ترسے نبود
ہیبت ایں مرد ہوشم در بود
رفتہ ام در پیشہ شیر پلنگ
روئے من ایشاں نگر دانند رنگ
پس شدم اندر مصاف کار زار
ہم چو شیراں دم کر باشد کار راز
بسکہ حور دم بس زدم رخم گراں
دل قوی تر جودہ ام از دیگران
بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمین
من بہخت اندام لرزاں ایں چین
ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

(از صدر الافاضل علیہ الرحمۃ سید الفسیرین حکیم الامت)

کرتہ مبارک اور پیوند:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اکثر ہم نے دیکھا کہ آپ بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تو آپ کا کرتہ پھٹا ہوا اور اس میں پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔

حضرت عمر جب خلیفہ تھے تو آپ صوف کا پھٹا ہوا کپڑا یعنی کرتا مبارک جس میں چمڑے کا پیوند لگا ہوا ہوتا تھا پہن لیتے تھے اور اسی حالت میں بازار سے گزرتے۔

جُبَّةٌ مِّنْ صُوفَةٍ مَّرْقُوعَةٍ بَعْضُهَا بِأُخْرَى، وَيَطْوُفُ فِي
الْأَسْوَاقِ..... (۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

میں نے دیکھا کہ آپ کے کرتے مبارک میں نمونڈے کے پاس چار پیوند لگے ہوئے تھے۔

رَأَيْتُ ثُبَيْنَ كَتَفَيَّ عُمَرَ ابْنِ رِفَاعَةَ فِي قَمِيصِهِ۔

شلوار مبارک اور چمڑے کے پیوند:

حضرت عثمان ہندی لکھتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شلوار مبارک میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

رو کر رخسار پر نشان:

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نہایت کثیر البکات تھے یہاں تک کہ: **كَانَ فِي وَجْهِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ خَطَانِ اسودّ مِن الْمَكَاةِ**۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرے مبارک کے رخسار انور پر رو کر دو سیاہ نشان پڑ گئے تھے۔ یعنی بصورتِ زخم۔

رتبہ امیر المؤمنین اور تو کہاں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک باغ میں گیا دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں اور فرما رہے ہیں { **يَا عُمَرُ بْنَ الْخَطَّابِ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَاللَّهِ لَتَتَّقِيَنَّ اللَّهَ** اے عمر! تم کہاں اور کہاں امیر المؤمنین کا درجہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو **إِنَّ الْخَطَّابَ أَوْ لَيُعَذَّبَنَّ اللَّهَ** ^(۱) ورنہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پکڑا جائے گا۔

جو میرے عیب ظاہر کرے مجھے وہ پسند ہے:

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق کو وہ آدمی بہت پسند ہوا کرتا تھا جو آپ کے عیب بیان کرتا تھا۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے: **أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيَّ مَنْ رَفَعَ إِلَيَّ عِيُوبِي** ^(۲) مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو میرے عیب مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔

کاش میں زمین کا ایک تکا ہوتا:

حضرت عبداللہ بن عامر ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے۔ **أَخَذَ تَبِيَّةُ الْأَرْضِ فَقَالَ يَلَيْتَنِي هَذَا التَّبَنَةُ** زمین سے ایک تکا اٹھایا اور فرمایا! کاش میں بھی ایک تکا ہوتا۔ رات کی تاریکی میں گشت اور غریبوں کی امداد:

دور خلافت میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ساری رات مخلوق میں پھرتے اور دیکھتے کہ کوئی مفلس و تنگدست، غریب و بھوکا تو نہیں ہے۔

ازواج و اولادِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بمعہ اسماء و تعداد

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی مبارک میں کافی نکاح فرمائے تھے جس کے متعلق روایات معتبرہ شاہد ہیں کہ آپ کی کل ازواج کی تعداد مختلف اوقات میں نو تھی یعنی آپ کی نو بیویاں تھیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت زینب بنت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہا۔

۲۔ حضرت ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔

۳۔ عائشہ بنت زید رضی اللہ عنہا

۴۔ ام حکیم بنت حارث

۵۔ فقیہہ

۶۔ لبیہ

۷۔ ام ولد

۸۔ قریبہ بنت ابی امیہ

۹۔ ملیکہ بنت جبرول الخزاعی

کل نوازواج میں سے آپ نے قریبہ اور دوسری ملیکہ کو اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دے دی۔ ثابت ہوا کہ آپ کی کل سات بیویاں تھیں کیونکہ دو کو آپ نے طلاق دے کر حقوق زوجیت سے خارج کر دیا تھا۔ آپ کی کل اولاد امجاد تیرہ تھی جن میں آپ کے نو بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے اسماء یہ ہیں۔

۱۔ عبداللہ، ۲۔ عبدالرحمن الاکبر، ۳۔ زید الاکبر، ۴۔ عاصم، ۵۔ عیاض، ۶۔ زید الاصغر، ۷۔ عبدالرحمن الاصغر، ۸۔ عبدالرحمن اوسط۔ بیٹیوں کے اسماء یہ ہیں:

۱۔ حفصہ رضی اللہ عنہا، ۲۔ رقیہ رضی اللہ عنہا، ۳۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا، ۴۔ زینب رضی اللہ عنہا

ازواج و اولاد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے

احوال بمعہ خصوصیات

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے والد معظم حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سابقین الاولین صحابہ میں سے تھے یعنی اسلام لانے والوں میں ان کا چودھواں نمبر تھا ۲ھ میں انہوں نے انتقال فرمایا۔ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی وفات کا شدید صدمہ ہوا آپ ان کی میت مبارک کو بوسے دیتے تھے اور بے اختیار روتے جاتے تھے حضرت عثمان کے دوسرے بھائی بھی اکابر صحابہ میں سے تھے حضرت زینب کا انتقال مکہ معظمہ میں ہوا تھا۔ دوسری زوجہ حضرت سیدہ ام کلثوم بنت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا خاتونِ جنت تھیں۔ ان کے متعلق حضرت سیدنا عمر فاروق نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آلِ رسول علیہ السلام سے مجھے شرفِ زوجیت حاصل ہو اس لیے آپ اپنی شہزادی میرے نکاح میں فرمادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اصرار پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح چالیس ہزار مہر پر کر دیا اور یہ نکاح ۱۷ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ (۱)

ثُمَّ تَزَوَّجَ عُمَرُ ابْنَهُ كَلْبًا بِبَنَاتِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهِيَ
مِنْ قَاطِئَةٍ وَدَخَلَ بِهَا فِي شَهْرِ رَجَبٍ قَعْدَةً.

تیسری زوجہ عاتکہ تھیں جو حضرت زید کی بیٹی تھیں، چوتھی ام حکیم بنت الحارث پانچویں فقہیہ چھٹی لہیہ۔ ساتویں ام ولد تھیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی دو بیویوں کو طلاق دینے کی وجوہات:

قریبہ بنت ابی امیہ الخزاعی تھیں جو آپ کی بیوی تھیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجہ مبارکہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ چونکہ اسلام نہ لائیں اور مشرک عورت سے نکاح جائز نہیں تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد ۶ھ میں ان کو طلاق دے دی۔ دوسری ملیکہ بنت جزول الخزاعی بھی اسلام نہ لائیں ان کو بھی ۶ھ میں طلاق دے دی۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت عبدالرحمن تھی۔ یہ بچپن ہی سے اپنے والد بزرگوار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایمان لائے جب ہجرت فرمائی گئی تو ان کی عمر دس سال تھی اور اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے بدر اور احد میں آپ شریک تھے غزوہ احد میں ان کی عمر چودہ سال تھی۔ انہوں نے ایک ہزار سات سو حدیثیں روایت فرمائی ہیں۔ بخاری و مسلم میں کئی احادیث انہی سے مروی ہیں آپ نہایت اعلیٰ علم و زہد و تقویٰ کی شخصیت کے مالک تھے۔ جب آپ کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ چل رہا تھا تو تمام لوگوں نے آپ کو منصب خلافت کے لیے کہا کہ آپ سنبھال لیں۔ تو آپ نے انکار فرمادیا اور کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کے خون سے منصب خلافت کو خریدوں حضرت عبداللہ ابن عمر علم فقہ اور علم حدیث کے علاوہ حق گوئی میں بھی نہایت بے باک تھے۔ ایک مرتبہ حجاج بن یوسف کعبے میں آیا اور تقریر کر رہا تھا کہ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر کھڑے ہو گئے اور فرمایا لوگو! یہ خدا کا دشمن ہے اور جھوٹ بول رہا ہے اس لیے کہ اس نے خدا کے دوستوں کے ساتھ دشمنی کی ہے اور انہیں قتل کیا ہے۔ حجاج بن یوسف نے اس کا انتقام لینے کے لیے ایک آدمی متعین کیا کہ وہ ان کو قتل کر دے چنانچہ اس شخص نے موقع پا کر تیز دھارا لہ کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عمر پر حملہ کر دیا جس سے زخم کاری ہوا اور شفا نہ ہوئی بالآخر سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی زخم کی وجہ سے انتقال فرما گئے آپ نے کل چوراسی سال کی عمر پائی اور مکہ معظمہ کے درمیان نجف کے مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ صاحب اولاد بھی ہوئے ہیں۔

حضرت سالم رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمر رضی اللہ عنہ:

فقہائے سبعہ مدینہ منورہ میں سے ہیں جن کا منصب جلیلہ حدیث و فقہ کے ساتھ فتوے دینا تھا جن کے فتوے کے بغیر کسی قاضی کو فیصلہ کا اذن نہ تھا۔ خارجہ بن زید۔ عروہ بن الزبیر، سلیمان بن یسار، عبید اللہ بن عمر، سعید بن مسیب اور چھٹے حضرت سیدنا سالم بن عبد اللہ بن عمر اعلیٰ شخصیت کے مالک تھے۔

۲۔ حضرت عبدالرحمن الاکبر:

یہ بھی حضرت عبداللہ کے ماں جائے بھائی تھے۔

۳۔ حضرت زید الاکبر:

ان کی والدہ حضرت ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھیں حضرت زید الاکبر اور ان کی والدہ ماجدہ دونوں ایک ہی دن میں انتقال فرما گئے۔

۴۔ حضرت عاصم:

ان کی والدہ جمیلہ تھیں جو عاصم بن ثابت کی بیٹی تھیں ان کے ہاں اولاد بھی ہوئی اور ستر سال کی عمر میں وفات فرمائی۔ نہایت پاکیزہ اور عالم و فاضل تھے جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے ان الفاظ سے آپ کو یاد فرمایا۔

فَلَيْتَ الْمَنَآيَا كُنَّ حَلَصَ عَاصِمًا

فَعِشْنَا جَمِيعًا أَوْ ذَهَبْنَا بِهَا مَعًا

کاش موت حضرت عاصم کو چھوڑ جاتی تاکہ ہم سب ان کے ساتھ رہتے یا لے جاتی تو سب کو ہی لے جاتی۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز انہی کے نواسے تھے۔

حضرت عیاض:

ان کی والدہ عاتکہ تھیں جو حضرت زید کی بیٹی تھیں۔

زید الاصغر، عبید اللہ:

ان دونوں کی والدہ ملیکہ بنت جزول خزاعیہ تھیں۔

عبدالرحمن الاکبر:

ان کی والدہ لہیہ (ام ولد) اور عبدالرحمن الاصغر جن کی کنیت ابو شعمہ تھی ان کی والدہ بھی ام ولد تھیں۔

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا:

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ان کا نکاح حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوا اور ام المؤمنین کا شرف حاصل ہوا۔ اس لیے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے خسر بھی ہوئے حضرت حفصہ از بطن حضرت زینب بنت عثمان ابن مظعون سے تھیں اور ان ہی کے بطن سے حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمن ہیں جو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گئے بھائی ہیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا زید الاکبر کی سگی بہن، ان کا نکاح ابراہیم بن نعیم بن عبداللہ سے ہوا اور حضرت فاطمہ کا نکاح ان کے چچا کے بیٹے عبد الرحمن بن زید بن خطاب سے ہوا۔ حضرت فاطمہ از بطن ام حکیم تھیں۔

حضرت زینب جن کی والدہ فقیہہ تھیں ان کا نکاح حضرت عبداللہ بن سراقہ سے ہوا تھا۔

آخری خطبہ و خبر شہادت بزبانِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت معدان بن ابی طلحہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں حاضرین سے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رُؤْيَا كَانَ دِيكَمَا أَحْمَرُ الْفَرْقِ
نَقَرَتَيْنِ وَلَا أَرَى ذَالِكَ إِلَّا يَحْضُرُ أَجَلِي
اے لوگو! سنو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو لال مرغوں نے مجھے
ٹھونگیں ماریں اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ میری موت کا وقت
بالکل نزدیک ہے۔ (۱)

مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ یہ خواب الہامی کشف تھا جس کو آپ نے حاضرین کے سامنے پیش کیا اور آپ جانتے تھے کہ اب
میری موت شہادت کا وقت قریب ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب فیروز لؤلؤ لعین آپ کے پاس سے ہو کر گیا تو آپ نے
فرمایا یہ شخص وہ مجوسی ہے جو میری شہادت کا سبب ہوگا اور یہ خود اپنی موت مر جائے گا۔

حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

مدینہ منورہ میں فیروز نامی ایک پارسی غلام تھا۔ جس کی کنیت ابولؤلؤ تھی۔ اس نے ایک دن حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم بن خطاب
رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ پر بہت بھاری رقم محمول مقرر کیا ہے آپ کم کرادیں۔ حضرت سیدنا عمر
نے تعداد دریافت کی روزانہ دو روہم تھے حضرت سیدنا عمر نے پھر دریافت فرمایا کہ تو کون سا پیشہ کرتا ہے۔ کہنے لگا نجاری، نقاشی،
آہنگری، فرمایا ان صنعتوں کے مقابلہ میں رقم کچھ بہت معلوم نہیں ہوتی اچھا میں مغیرہ بن شعبہ کو سمجھاؤں گا کہ وہ تمہارے ساتھ اچھا
سلوک کرے اور تم اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو ظاہر ہوا کہ سیدنا حضرت عمر نے کوئی بات ایسی نہ فرمائی جس سے اس کی دل آزاری
ہو یہ سن کر وہ چلا گیا۔ اس کو دو باتوں کی ناراضگی ہوئی ایک یہ کہ تم بھی اچھا سلوک کرو دوسرا کوئی بہت رقم معلوم نہیں ہوتی۔ اس کدورت و
عناد اور بغض میں جلتے ہوئے اس نے اپنے دل میں آپ کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ (۲)

اور ظاہر ہے کہ ایسے مینارِ اسلام قتل کرنا کوئی معمولی بات نہ تھی بالآخر اس نے حضور سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے نماز کا
پردہ گرام بنایا کہ یہی وہ وقت ہے جب کہ آپ نماز میں مشغول ہوں تو قتل کردوں۔ کیونکہ اس وقت آپ ماسوی اللہ سے بالکل کنارِ اکش
ہو جاتے ہیں اور توجہ صرف الی اللہ ہوتی ہے ایسی حالت میں قتل کرنا میرے لیے آسان ہے اور نیز باقی تمام رفقاء اصحاب بھی آپ کے
پیچھے نماز میں ٹھہریں گے۔ چنانچہ دوسرے روز ملعون خنجر لے کر فجر کی نماز کے وقت مسجد میں آ گیا اور محراب کی اوٹ میں چھپ گیا جب
صفیں درست ہو گئیں اور نماز فجر کی جماعت تیار تھی تو حسبِ عادت مبارکہ سیدنا عمر فاروقِ اعظم تشریف لے آئے اور امامت کے لیے
آگے بڑھے جوں ہی آپ نے تکبیر فرما کر نماز شروع کر دی۔ گویا اللہ کے پیارے اس کے حضور دل و جان اور نہایت خشوع و خضوع سے
کھڑے ہو گئے اور اس کے ساتھ لوگالی اور قرآن کی تلاوت شروع فرمادی ملعون فیروز نے فوراً یہی موقع پا کر نکل کر آپ پر تیز دھار خنجر
زہر آلود کے چھو دار کیے۔ دو کوکھ مبارک دو کندھے کے قریب اور دوناف کے قریب آفتابِ اسلام کے جسمِ انور سے خون کے فوارے
پھوٹ پڑے اور زخموں سے چور ہو گئے ایسی حالت بے قراری میں پھر بھی توجہ الی اللہ کا یہ عالم تھا کہ فوراً پیچھے کھڑے اصحاب میں سے
حضرت عبدالرحمن بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے زمین پر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن
عوف نے اسی حالت میں نماز پڑھائی اور اصحاب نے پڑھی کہ آفتابِ نور ہدایت مصباحِ اسلام زمین پر تشریف فرما ہیں اسی حالت میں
اس ظالم ملعون نے اصحاب پر بھی حملے کیے اور زخمی کیا اور خود بھی اسی خنجر سے اپنے اوپر وار کر کے خودکشی کر کے مر گیا۔ نماز کے ختم ہونے پر

حضرت سیدنا عمر فاروق کو گھرایا گیا آپ نے پوچھا میرا قاتل کون ہے؟ عرض کیا گیا فیروز ابولولو تھا فرمایا الحمد للہ! میں ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعویٰ رکھتا ہو۔ وہ تو مجوسی تھا جس کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا اصحاب کا خیال تھا کہ زخموں سے شامہ شفا ہو جاوے لیکن زخم کاری تھے طیب آئے انہوں نے حضرت کو دودھ پلایا لیکن وہ تمام دودھ زخموں سے باہر آ گیا اصحاب نے عرض کیا آپ فی الفور اپنا دواوی عہد منتخب کر جائیں آپ نے فرمایا پہلے میرے بیٹے عبداللہ کو بلاؤ آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا بیٹا جلدی جاؤ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اجازت طلب کرو کہ عمر آپ سے رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب سیدہ ام المؤمنین کے پاس حاضر ہوئے تو وہ زار و قطار رو رہی تھیں اور فرما رہی تھیں کہ اسلام کے آفتاب پر کس قدر ظلم ہوا آج وہ ہم سے جدا ہو رہے ہیں اسی حالت میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پیغام دیا اور آپ کا سلام پہنچایا گیا تو سیدہ نے دل و رضا کے ساتھ فرمایا کہ اس جگہ کو تو ارادہ تھا میں محفوظ کرتی لیکن آفتاب اسلام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عظیم شخصیت کو اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ میری طرف سے اجازت ہے کہ ان کو پہلوئے محمد رسول اللہ ﷺ میں دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ جب یہ خبر لے کر حاضر ہوئے تو حضرت عمر نے فرمایا بیٹا کیا خبر لائے ہو؟ عرض کیا حضور: آپ کے دل کی آرزو پوری ہوئی سیدہ نے اجازت مرحمت فرمادی کہ پہلوئے مصطفیٰ میں ہی آپ کو دفن کیا جاوے۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ۔

آخری لمحات تجہیز و تکفین گنبد خضریٰ میں مکین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ سے فرمایا حساب کر کے بتاؤ مجھ پر کتنا قرض ہے انہوں نے حساب لگا کر آپ کو چھپاسی ہزار روپے قرض بتایا۔ آپ نے فرمایا آل عمر سے ادا ہو جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ آپ کا مسکونہ مکان فروخت کر دیا گیا یہ آپ کا مکان باب الرحمت اور باب السلام کے بالکل درمیان میں تھا اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خرید لیا۔ گویا یہ مسکونہ مکان فروخت ہونے اور آل عمر کے ادا کرنے سے چھپاسی ہزار کی رقم کا جو قرض تھا وہ اتر گیا۔ آپ کو خبر ہوئی تو فرمایا الحمد للہ۔ یاد رہے کہ یہ مکان ایک مدت تک دارالقضاء کے نام سے مشہور رہا (۱)

اس کے بعد آپ نے خلیفہ منتخب کرنے کے متعلق لوگوں سے فرمایا جیسا کہ اصحاب پہلے آپ سے سوال کر چکے تھے۔ آپ نے فرمایا میرے بعد حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف اور حضرت سعد میں سے جس کے متعلق کثرت آراء اس کو خلیفہ مقرر کر لینا۔ آل عمر تمہارے اس معاملہ میں تمہارے ساتھ ضرور ہوگی لیکن عہدہ خلافت کے ساتھ تعلق نہیں ہوگا۔

بالآخر مراد رسول، خیر رسول، وزیر رسول، داماد علی، خلیفہ ثانی موافق اربعہ بالوہی والکتاب، امیر المؤمنین و غیظ المنافقین، ابوحنیف، حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تریٹھ سال کی عمر مبارک عرصہ دس سال چھ ماہ اور چار دن خلافت کے بعد اس دار فانی سے ۲۹ ذی الحجہ ۶۳ھ، ۶۳۴ء کو دارالبقاء روانہ ہو گئے بوقت انتقال شہادت آپ کی زبان مبارک پر تسبیح و درود و سلام و آیات قرآنی تھیں اور یکم حرم الاحرام پہلی تاریخ کو یہ آفتاب دین و ہدایت اپنے آقا و مولیٰ سرکار محمد رسول اللہ ﷺ سے جا ملے اور ان کے پہلوئے اقدس میں آرام گنبد مکین ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

آپ کے جدا ہو جانے سے حرمین شریفین میں اصحاب زار و قطار روئے اور غیبی آوازیں سنائی دیں گویا کہ اس عظیم شخصیت سے جو خلا پیدا ہوا اس صدمہ کو بیان کرنے سے قلم و زبان قاصر ہے نماز جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔
حضرت عبدالرحمن، حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے آپ کو قبر میں اتارا آپ کے ہاتھ میں چاندی کی انگٹھی پر یہ کندہ تھا کَفَى بِالْمَوْتِ وَاعْظًا (موت آدمی کے واسطے کافی وعظ کرنے والی ہے)۔

حق است فاروق برحق است فاروق
آں مرادِ رسول لاشک است فاروق

وہ عمر جس کے اعداء پہ شیدا
اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام
مدینہ منورہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی جالیوں پر بائیں طرف کا بڑا دائرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کی نشاندہی کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے دو دائرے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے مزار مبارک کے نشان ہیں۔

فارق حق و باطل امام الہدی
تبخی مسلول شدت پہ لاکھوں سلام
ترجمان نبی ہمزبان نبی
جان شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

(از امام اہل سنت احمد رضا علیہ الرحمۃ)

باب ۸

خلیفہ ثالث جامع آیات القرآن

حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عثمان، کنیت ابو عبد اللہ، لقب ذو النورین وغنی ہیں۔ نسب مبارک اس طرح ہے۔ عثمان بن عفان ابن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام اروی بنت کریم بن ربیعہ بن حبیب ابن عبد شمس بن عبد مناف۔

آپ کا سلسلہ نسب ماں اور باپ دونوں کی طرف سے عیدِ مناف تک جا کر حضور ﷺ سے مل جاتا ہے جو حضور ﷺ کی چوتھی پشت میں داڑا تھے اور حضرت عثمان کے پانچویں پشت میں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی ام حکیم البیضاء بنت عبد المطلب بن ہاشم تھیں اور یہ آپ کی نانی حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت عثمان کی والدہ ماجدہ رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ (۱)

ولادتِ شریفہ:

واقعہ فیل کے چھ سال بعد ہوئی۔ زمانہ جاہلیت نہایت پاکیزگی میں گزارا۔ باوجودیکہ ہر طرف حرام چیزوں کا دورہ تھا لیکن آپ نے کبھی زنا نہیں کیا، شراب نہیں پی، چوری نہیں کی تمام برے افعال سے سخت نفرت فرمایا کرتے تھے۔ اپنے دور میں بھی نہایت مالدار تھے اور رحم دل بھی تھے مفلس لوگوں کی امداد کیا کرتے تھے۔ ایسے دور میں ان صفات کا حامل ہونا بھی آپ کے لیے ایک بہترین خوش نصیبی تھی۔

قبولِ اسلام:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آپ سے نہایت اعلیٰ دوستانہ تعلقات تھے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ بھی مشرف باسلام ہو جائیں چنانچہ آپ نے اسی وقت حضور اقدس ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول فرمایا۔ (۲)

ہجرت:

آپ نے دو ہجرتیں فرمائیں ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ طیبہ کی طرف غرضکہ آپ سابقین الاولین، اور اول مہاجرین و انصار اور عشرہ مبشرہ میں شمار ہیں اور ان چھ آدمیوں میں بھی آپ شمار ہوتے ہیں جن سے وصال تک رسول اللہ ﷺ بہت خوش تھے۔ (۱)

استقامت:

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ان کو ان کے چچا حکم ابن ابی العاص امیہ نے پکڑ کر باندھ دیا اور کہا کہ تم اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کرتے ہو بخدا میں تم کو نہیں چھوڑوں گا جب تک تم اس دین کو نہ چھوڑو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں اس دین کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ تم مجھے جان سے مار دو۔ حکم ابن ابی العاص نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اس عظیم قوتِ ایمان اور استقلال کو دیکھ کر چھوڑ دیا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو جنت میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت

ترمذی شریف میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحُلَيْبِ بْنِ رَبِيعٍ وَ رَفِيعِ بْنِ الْجُنَّةِ عُمَانُ (۲)
حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان (غنی) ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جنت میں اپنا رفیق ہونے کا شرف بخشا اور آپ کے جنتی ہونے کی بھی بشارت فرمادی اس حدیث مبارکہ میں مطلقاً رفاقت میں خصوصیت پائی جاتی ہے حالانکہ اور بھی خوش نصیب شخصیتیں ہیں۔

حبش عسرہ کے موقع پر سیدنا عثمان غنی کی مالی قربانی

حضرت عبدالرحمن بن خباب فرماتے ہیں کہ حبش عسرہ کے موقع پر (عسرہ تنگی کو کہتے ہیں جس زمانہ میں نبی ﷺ نے اس لشکر کو تیار فرمایا تھا وہ زمانہ سخت تنگی کا تھا اس لیے اس کا نام حبش عسرہ ہو گیا یہ لشکر غزوہ تبوک کے لیے تیار کیا گیا تھا) حضور ﷺ لوگوں کو مدد کا حکم فرما رہے تھے تو

پس حضرت عثمان اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سو اونٹ بمعہ جھولوں اور کپادوں کے خدا کی راہ میں پیش کروں گا۔ اس کے بعد پھر آپ نے لوگوں کو امداد کی طرف توجہ دلائی۔ حضرت عثمان پھر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ میں اور دو سو اونٹ بمعہ سامان کے اللہ کی راہ میں پیش کروں گا۔ آپ ﷺ نے پھر لوگوں کو امداد کی طرف توجہ دلائی تو حضرت عثمان پھر کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ

فَقَامَ عُمَانُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! عَلَيَّ مِائَتُهُ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَبِيشِ فَقَامَ عُمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَبِيشِ فَقَامَ عُمَانُ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلَاثِ مِائَةٍ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَكَارَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَنِ الْمُنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ مَا عَلَى عُمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ

هَذِهِ مَا عَلَى عُمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هَذِهِ (۱)

میں تین سواونٹ اللہ کی راہ میں پیش کرتا ہوں بمعہ سامان کے۔ یہ سب اونٹ ملا کر چھ سواونٹ ہوئے راوی کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ منبر سے اترتے جاتے اور فرماتے جاتے اب عثمان کو وہ چیز نقصان نہ پہنچائے گی جو اس کے بعد کریں گے اب عثمان کو کوئی عمل کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا جو وہ بعد میں کریں گے یعنی ان کی یہ نیکی ان کی تمام آئندہ برائیوں کا بھی کفارہ ہے۔

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اعلان تو چھ سواونٹوں کا کیا لیکن نو سو پچاس اونٹ پیش کئے پھر ہزار کے تکملہ کے لیے پچاس گھوڑے مع ساز و سامان حاضر کیے اور ایک ہزار اشرفیاں حاضر کیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے گزشتہ گناہوں کے معاف ہونے کی بشارت ہے وہاں آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کی اور پھر یہ کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

یہ زمانہ مسلمانوں پر سخت تنگی کا تھا گرمی بہت شدید تھی اور تبوک کی جگہ بہت دور تھی خیبر مدینہ طیبہ سے ایک سو ساٹھ میل کے فاصلہ پر ہے اور خیبر سے تبوک پانچ سو میل کے فاصلہ پر ہے تو اس طرح معلوم یہ ہوا کہ مدینہ طیبہ سے تبوک چھ سو ساٹھ میل ہے یہ غزوہ حضور اقدس ﷺ کا آخری غزوہ تھا جو ۹ھ میں ہوا اس کے بعد آپ نے کوئی غزوہ نہ فرمایا اور اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ یاد رہے کہ غزوہ بدر میں لشکر اسلام تین سو تیرہ اور احد میں سات سو اور حدیبیہ میں پندرہ سو اور فتح مکہ میں دس ہزار اور غزوہ حنین میں بارہ ہزار اور شیخ محقق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک جس کو حبشہ عمرہ کہا جاتا ہے اس میں مسلمانان اسلام کی تعداد چالیس ہزار سے بہتر ہزار کے درمیان تھی۔ (الجبہر)

بارگاہ رسالت مآب میں دیناروں کا ڈھیر

اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ روایت کرتے ہیں کہ حبشہ عمرہ کے زمانہ میں حضرت عثمان بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان حبشہ عسرت کی تیاری کے وقت بارگاہ رسالت میں ایک ہزار دینار اپنے کرتے کی آستین میں بھر کر لائے اور ان کو رسول اللہ ﷺ کی گود اقدس میں ڈال دیا۔ حضور علیہ السلام اپنی گود میں دیناروں کو الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے اور فرماتے جاتے تھے آج کے بعد میرے عثمان کوئی غلطی کر بیٹھیں گے تو ان کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا یعنی یہ عمل ان کے آئندہ اعمال کے لیے بھی معافی کا سبب ہے۔

جَاءَ عُمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْفِ دِينَارٍ فِي كُنْهٍ حِينَ جَهَزَ الْعُسْرَةَ فَنَزَّهَا فِي جَبْرِهِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْلِبُهَا فِي جَبْرِهِ وَهُوَ يَقُولُ مَا حَزَّ عُمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّ لَكِنِ (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا عثمان غنی نے اشرفیاں خود جیشِ عمرہ والوں پر خرچ نہ کیں بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کیں۔ کمالِ محبت کی اعلیٰ دلیل۔ اور پھر حضور اقدس ﷺ اشرفیوں کے ڈھیر کو ہلاتے اور خوشی سے فرماتے آج کے بعد میرے عثمان کوئی کام بھی کریں مضرت نہ ہوگا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ بعد میں حضرت عثمان کو گناہوں کی اجازت دے دی گئی بلکہ مراد یہ ہے کہ اب عثمان کے دل میں کبھی گناہ کا خیال بھی نہیں آ سکے گا۔ اس عمل سے ان کی تطہیر کر دی گئی ہے۔ ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں پہلے مانا فیہ اور پھر ماعلیٰ عثمان اور پھر ماعمل بعد۔ گویا کہ سیدنا عثمان ابن عفان کی شان اور تطہیر کا نین ثبوت ہے۔

چاہو رو مہ در مدینہ برضائے نبوت اور عثمان غنی کی خریداری:

طبرانی المعجم الکبیر میں روایت کرتے ہیں کہ جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف آئے تو یہاں کا پانی کھاری تھا جسے پینے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ مدینہ طیبہ میں ایک شخص رومہ نامی تھا اس کی ملک میں ایک کنواں تھا جس کا نام اس کے نام پر رومہ تھا یہ کنواں مسجد قبلتین کی شالی جانب واقع ہے اس کا پانی بہت ہی لذیذ، ہلکا اور زود ہضم ہے۔ اب اس کنواں کو بر عثمان بھی کہتے ہیں وہ کنواں کا پانی قیتا دیتا تھا حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنا یہ کنواں جنت کے عوض میرے ہاتھ پر بیچ ڈالو۔ چونکہ اس کنواں کی خرید پر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے جنت کا سودا ہوا تھا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کنواں کو خرید کر وقف کر دے اس کے عوض وہ جنت اور حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا یہ کنواں چونکہ ایک یہودی کا تھا اور وہ بہت قیمت پر اس کا پانی فروخت کرتا تھا اور مسلمانوں کے لیے شدید پریشانی کا سبب تھا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ میرے آقا مولیٰ کی یہ خواہش ہے اور پھر اس کا عوض حوضِ کوثر ہے ساقی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلبِ اقدس کی اس خواہش کو جلدی پورا کرتا ہوں۔ آپ اسی وقت کنواں کے مالک کے پاس گئے اور اس سے بیس ہزار اور بعض روایات میں چالیس ہزار بھی آیا ہے اس بہت بڑی رقم سے کنواں خرید کر سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام اقدس کی رسید کرائی اور یہ کنواں خرید لیا۔ اس پر حضور سید عالم بہت خوش ہوئے اور تعجب بھی ہوا کہ یہودی نے دیدہ دانستہ مسلمانوں کی وجہ سے اتنی زیادہ قیمت وصول کی۔ سیدنا عثمان نے عرض کیا حضور اگر وہ اس سے بھی زیادہ رقم مانگتا تو میں دے دیتا۔ جس چیز پر آپ کی تمنا ہو اسے عثمان کیونکر رہنے دے سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اب حوضِ کوثر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ملکیت میں ہے جو جنتی کوثر سے پانی پیئے گا وہ سیدنا عثمان کا پیئے گا۔

مصطفیٰ ﷺ کے ایک ایک قدم مبارک پر غلاموں کو نثار کرنا:

ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی دعوتِ طعام فرمائی۔ نبی ﷺ بمعہ اصحاب کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے چلے۔ حضرت عثمان پیچھے ہو کر چلتے رہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک قدم مبارک جو آپ کے گھر کی طرف زمین پر پڑ رہا تھا۔ اسے گنتے رہے نبی ﷺ نے دریافت فرمایا اے عثمان میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ حضور کے ایک ایک قدم کے عوض آپ کی تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے جتنے قدم مبارک حضرت کے مکان تک پڑے حضرت عثمان نے اس قدر ہی غلام آزاد کر دیے۔ (۱)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک قدم پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غلام آزاد فرمائے۔ یہ آپ کے ایثار اور عشقِ رسول ﷺ کی صحبت میں سرشاری کا بین ثبوت ہے۔

مجسمہ و پیکرِ حیا و ایمان حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ:

مسلم شریف میں حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ اپنے گھر میں تشریف فرما تھے اس حال میں کہ پنڈلی مبارک سے کپڑا اٹھا ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت چاہی آپ نے ان کو بلا لیا اور لیٹے رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی آپ نے ان کو بھی بلا لیا اور اسی طرح لیٹے رہے یعنی ان دونوں حضرات سے بے تکلف رہے اور اسی طرح آرام فرما رہے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب فرمائی آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور کپڑوں کو درست فرمایا (یعنی پنڈلیاں مبارک ڈھک لیں) پھر جب یہ سب چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئے آپ اسی حالت میں لیٹے رہے۔ لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کر لیا۔ اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا:

فَقَالَ لَا تَسْتَحْيِي مِنْ رُجُلٍ تَسْتَحْيِي مِنْهُ الْبَلَاءُ كُفَّةٌ (۱) کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے ملا اعلیٰ کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ آپ غسل خانہ میں بھی تہبند باندھ کر غسل فرماتے تھے تب بھی آپ سیدھے ہو کر غسل نہ فرماتے تھے بلکہ جھکے ہوئے غسل فرماتے اور آپ نے ساری عمر اقدس میں اپنی شرمگاہ کو بھی نہ دیکھا اسی لیے ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرا عثمان بڑا شرمیلا ہے اے اللہ تو میرے عثمان کی شرم و حیا کی لاج رکھ اور قیامت کے روز اس کا حساب نہ لینا اے مولیٰ جس کی شرم و حیا کا یہ عالم دنیا میں ہے وہ کل تیزے حضور کیسے حساب دے سکے گا اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور پنڈلی اقدس کو ڈھانپ لیا کہ میرا عثمان شرم و حیا کا مجسمہ ہے اس حال میں مجھ کو دیکھ کر بات بھی نہیں کر سکے گا جن کی شرم کا یہ عالم ہے سجان اللہ جس سے خدا کے فرشتے بھی شرم کریں۔ اور مصطفیٰ ﷺ بھی حیا فرمائیں باغِ رسالت کے اس پھول عثمان رضی اللہ عنہ کی کتنی بلند شان ہے۔

ان لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ آج ان کی حالت کیا ہے مرد اور عورتیں بھی کثرت کے ساتھ ننگے پھر رہے ہیں اور کسی بات میں کوئی حیا نہ رہی گویا کہ مرد و عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود ننگے ہیں ایسے باریک کپڑے مردوں اور عورتوں نے پہننے شروع کیے ہیں کہ تمام جسم بلکہ ایک ایک بال نظر آتا ہے یہ برہنگی اور بے پردگی بازاروں اور گھروں میں ایسی خطرناک حد تک پھیل چکی ہے جو کہ سراسر تباہی اور بربادی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بے حیائی و بے پردگی ایمان درست نہ ہونے کی بھی ایک کڑی ہے۔ اَلْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ کے مطابق حیا ایمان کی شاخ ہے اور جس میں حیا نہیں اس میں ایمان کی شاخ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم شخصیت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمادے تاکہ اس حیا کے اپنانے کے ساتھ ساتھ ہم ایمان میں کامل ہو سکیں۔

بیعت رضوان، نبی غیب دان اور سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ حضور سید عالم ﷺ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے بقصد عمرہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ کے ہمراہ تھے راستہ میں مقام حدیبیہ پر ٹھہرے اور حضرت عثمان کو قریش مکہ کے پاس مکہ معظمہ بھیجا اور فرمایا: ان سے کہنا کہ ہم کسی جنگ کی نیت سے نہیں آ رہے بلکہ صرف زیارت کے لیے آ رہے ہیں اور مکہ کے مسلمانوں سے کہنا کہ گھبراہٹیں نہیں عنقریب ہم مکہ کو فتح کر لیں گے چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ آپ کا پیغام لے کر قاصد کی حیثیت سے روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ جا کر قریش مکہ کو آپ کا پیغام دیا انہوں نے کہا ہم اس سال تو محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ نہیں آنے دیں گے۔ ہاں اگر آپ کعبہ کا طواف کرنا چاہیں تو شوق سے کر سکتے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ میں نبی ﷺ کے بغیر طواف کعبہ کروں پھر وہاں سے مکہ کے مسلمانوں کے پاس جا کر نبی کریم ﷺ کی فتح مکہ کی پیش گوئی سنائی ادھر حدیبیہ کے مقام پر صحابہ میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان خوش نصیب ہیں جو کہ طواف بیت اللہ کر چکے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے صحابہ میں جانتا ہوں کہ عثمان میرے بغیر کبھی طواف نہیں کر سکتے تم یہ یقین رکھو پھر جو آپ کے آنے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش مکہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے اس بات سے مسلمانوں کے دلوں میں کافروں سے مقابلہ کرنے کا جوش پیدا ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا عثمان زندہ ہیں ان کو ہرگز کفار نے کچھ اذیت نہیں پہنچائی پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے اپنے ہاتھ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت لی اور فرمایا میرے عثمان نے نہ کعبہ کا طواف کیا اور نہ عمرہ کیا۔ یہ حضرت عثمان کے عشق رسول کا اعلیٰ ثبوت ہے اس وقت جب مسلمانوں سے آپ نے بیعت لی تو فرمایا یہ ایک ہاتھ میرا ہے اور دوسرا عثمان کا ہے اور میں خود عثمان کی طرف سے اپنے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ جب اصحاب مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کی بیعت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کر لی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا^(۱)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا حلیہ اقدس

ابن عساکر سے روایت ہے کہ

حضرت عثمان میانہ قد اور خوبصورت تھے رنگت میں سفیدی کے ساتھ سرخی ملی ہوئی تھی چہرہ اقدس پر چپک کے داغ تھے دائرہ مبارک بہت گہنی تھی چوڑی ہڈی کے تھے شانوں میں زیادہ فاصلہ تھا۔ پنڈلیاں بھری بھری تھیں، ہاتھ لمبے تھے جن پر بال اگے ہوئے تھے۔ سر مبارک کے بال گھنٹھر یا لے تھے دانت خوبصورت تھے۔ کپٹی کے بال کانوں تک تھے زرد خضاب کرتے تھے دانتوں کو سونے سے باندھ رکھا تھا۔

أَنَّ عُمَانَ كَانَ رَجُلًا رُبْعًا لَيْسَ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ حُسْنُ الْوَجْهِ أَبْيَضٌ مَشْرُطًا حُمْرَةً بَوَاجْهَهُ نَكَّاتٌ جَدِي كَثِيرٌ اللَّحْيَةُ عَظِيمُ الْكَرَادِيْسُ بَعِيدٌ مَا بَيْنَ الْمُنْكَبَيْنِ خَذَلُ السَّاقَيْنِ طَوِيلُ الذِّدَاعَيْنِ شَعْرَةٌ قَدْ كَسَا ذِرَاعَيْهِ جَعَدَ الرَّأْسُ أَضْلَعُ أَحْسَنُ النَّاسِ ثَغْرًا جَمَّةً أَشْقَلَ مِنْ أَذْنَيْهِ يَخْطُبُ بِالصَّفْرَةِ وَكَانَ قَدْ شَدَّ أَسْنَانَهُ بِالذَّهَبِ^(۲)

آپ کے خوبصورت ہونے پر دیگر روایات بھی آئی ہیں کہ بہت زیادہ حسن و جمال والے تھے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدہ خلافت کی اجمالی خصوصیات

عامۃ المسلمین بمعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بالاتفاق حضرت عثمان ذوالنورین کی بیعت کر لی اور اس نے آپ کو اپنا خلیفہ تسلیم کر لیا۔ اس وقت حضرت عثمان کی عمر مبارک ستر برس تھی۔ یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو مسجدِ نبویؐ مفت پر فائز ہوئے جب کہ مملکت اسلامیہ میں چاروں طرف ابتری اور بد امنی کے آثار نمایاں تھے ایران کے صوبوں میں بغاوت رونما تھی، خراسان، آرمینیا اور آذر بائیجان کے علاقے سرشی دکھا رہے تھے مصر اور اسکندریہ میں رومیوں کی آتش بغاوت کے شعلے بلند ہو رہے تھے غرضیکہ ہر طرف خلفشار اور انتشار تھا۔ لیکن حضرت عثمان نے نہایت مستعدی و لہری اور تدبیر سے تمام بغاوتوں کا استیصال کر دیا تھا نہ صرف یہ بلکہ اسلامی سلطنت کی حدود سندھ اور کابل سے لے کر یورپ کی سرحدوں تک وسیع کر دی گئیں۔ حضرت عثمان کے ہی دور میں ترکستان، کابل، سندھ میں فتوحات حاصل ہوئیں اور بحیرہ روم کے جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے پورا تسلط قائم کر لیا۔

۱۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے پہلے ہی سال ملک رے فتح ہوا۔

۲۔ اور اسی سال ملکِ روم کا اکثر حصہ فتح ہوا۔ آغاز خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نظامِ فاروقی میں کوئی تغیر تبدیلی نہیں فرمایا صرف حضرت عمر کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی گورنری سے موقوف کر کے حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔

۳۔ ۲۵ھ میں اسکندریہ میں مقیم رومیوں نے قیصر کے اکسائے پر بغاوت کر دی قسطنطنیہ سے ان کی امداد کے لیے ایک جنگی بیڑا بھی روانہ کیا۔ حضرت عمرو بن العاص حاکم مصر نے رومیوں کو شکست فاش دے دی اور آئندہ حفاظت کی غرض سے اسکندریہ کی پناہ گاہ کے شہر کو مسمار کر دیا۔

۴۔ مسجد حرام ۲۶ھ میں آپ نے کچھ مکانات خرید کر مسجد حرام کو وسیع فرمایا اور اسی سال ساور فتح فرمایا۔

۵۔ ۲۷ھ ہجری میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جہاز پر لشکر لے جا کر قبرص پر حملہ کیا اس لشکر میں عبادہ بن صامت معہ اپنی زوجہ ام حاتم بنت ملحان کے ہمراہ شامل تھے آپ کی زوجہ گھوڑے سے گر کر انتقال کر گئیں۔ جنہیں وہیں دفن کیا گیا۔ اس لشکر کے متعلق حضور رسالت مآب ﷺ نے پیشگوئی کی تھی اور فرمایا تھا کہ اس لشکر میں عبادہ اور ان کی بیوی بھی ہوگی اور وہیں ان کی فتح ہوگی اسی سال ارجان اور دار الجبرو فتح ہوا۔ اور اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا اور انہوں نے وہاں پہنچ کر افریقہ پر حملہ کیا اور اس کو فتح کر کے تمام ملک اپنے قبضہ میں کر لیا۔ یہاں پر مسلمانوں کو مالِ غنیمت اتنا ہاتھ لگا کہ ہر سپاہی کو ایک ایک ہزار دینار اور بقول بعض کے تین تین ہزار ملے اس کے بعد اسی سال اندلس فتح ہوا۔ (یاد رہے کہ عبداللہ بن ابی سرح ہی سیدنا عثمان کے لیے فتح کا سبب بنے) ۲۹ھ میں اصطر اور قسواء اور ان کے علاوہ دیگر ممالک میں لڑائی سے فتح ہوئی اور اسی ۲۹ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ کو اور زیادہ وسیع کیا اور اس میں منقش خوبصورت پتھر لگوائے اور ستون بھی پتھر ہی کے لگوائے اور اس کی چھت میں ساگوان کی لکڑی لگوائی۔

۳۰ھ میں جو ر اور اکثر شہر خراسان کے اور نیشاپور صلح سے فتح ہوئے اسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ کو معزول کر کے سعید بن العاص کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا یہ تیسرے گورنر تھے جو حضرت کے زمانہ میں معزول کیے گئے۔ فتح طبرستان، ایرانیوں کی

بغاوت میں اہالیانِ طبرستان بھی ان کے ساتھ شریک تھے۔ ۳۰ ہجری میں سعید بن العاص نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس مہم میں حضرت سیدنا امام حسین ؑ اور حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ بھی شریک تھے۔ سعید ابن العاص نے جرجان پر حملہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے دولاکھ درہم سالانہ بطورِ جزیہ دینا منظور کیا اور صلح کر لی۔ عبداللہ بن عامر فارس کی فتح سے فارغ ہو کر خراسان پہنچے اور پورے علاقہ میں فوجیں پھیلا دیں اور خراسان کے تمام بڑے بڑے مقامات سرخس، نیشاپور اور ایبورو فتح کر لیے۔ یزدگرد والی فارس اسی جگہ مقیم تھا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا وہ کئی مہینے ادھر ادھر مارا پھرتا رہا۔ اور آخر ایک دہقانی کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ خراسان پر قابو پانے کے بعد ابن عامر طبرستان کی طرف بڑھے۔ اور اخف بن قیس کو اس مہم پر بھیجا اخف نے ایک نہایت ہی خونریز جنگ کے بعد متحدہ قبائل کے لشکروں کو شکست دے دی اقرع نے بڑھ کر جرجان پر قبضہ کر لیا۔ اخف خود بلخ کی طرف روانہ ہو گئے اور ماوراء النہر کے امیروں نے اخف کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر صلح کر لی۔

ابن عامر نے کرمان کی مہم پر مجاشع بن سعود اور جحیمان کی مہم پر ربیع بن زیاد کو پہلے ہی بھیج دیا تھا۔ ان دونوں نے شدید جنگ کے بعد کرمان اور جحیمان دونوں پر قبضہ کر لیا۔

فتح کش، دوار، ابن عامر نے ایک دوسرے سال عبدالرحمن بن سمہ کو جحیمان سے کابل کی طرف جانے کا حکم دیا اس نے رنج سے دوار تک تمام علاقے فتح کر لیے دوار کے باشندوں نے صلح کر لی۔ پھر عبدالرحمن زابلستان کی طرف بڑھے اور غزبہ سے لے کر کابل تک اسلامی پرچم لہرایا۔ رومی ۳۱ھ میں پانچ سو جہازوں کا ایک نہایت طاقتور بیڑہ لے کر شام کے ساحل پر حملہ آور ہوئے لیکن حضرت معاویہ ؓ اور عبداللہ ابن سرح ؓ نے رومیوں کا مقابلہ کیا اس مہم میں رومیوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان بحری جنگیں بھی کامیابی کے ساتھ لڑ سکتے ہیں (۱)

غیبی خبر، فتنوں کی پیداوار اور سیدنا عثمان ؓ کی حقانیت:

حضرت مرہ بن کعب سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مَقْتَعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ
هَذَا يَوْمِي عَلَى الْهَدَى فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُمَانُ بْنُ
عَفَّانٍ قَالَ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ: هَذَا قَالَ
نَعَمْ

آپ فتنوں کے پیدا ہونے کا ذکر فرما رہے تھے اور ان فتنوں کا بہت جلد پیدا ہونے کو کہا کہ ایک شخص چادر پوش گزرے تو فرمایا اس دن یہ شخص ہدایت پر ہوں گے مرہ بن کعب کہتے ہیں میں اٹھا اور دیکھا وہ شخص عثمان ابن عفان تھے کہتے ہیں میں نے آپ کا چہرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کر کے عرض کیا: آقا یہ شخص؟ تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہاں (یعنی عثمان ابن عفان)

(ہی ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ قبل از وقت خبر دے رہے تھے کہ پہلا فتنہ جو اسلام میں واقع ہوگا وہ دور عثمان غنی میں ہوگا۔ اور سیدنا حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں پیدا ہونے والے فتنوں میں عثمان ہدایت اور حق پر ہوں گے اور پھر فتنے پر فتنے پیدا ہوتے رہیں گے لیکن عثمان حق پر ہوں گے۔ تاکہ کوئی آپ کی شہادت پر آپ کو قصور وار نہ کہے۔

مکہ کے فتح ہوتے ہی مکہ والوں نے اسلام قبول کر لیا۔ تمام قبیلوں کی نگاہیں قریش کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے ان کو سب عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے قریش نے بھی کئی سال اسلام کی مخالفت کرنے کے بعد جب اسلام قبول کر لیا تو اسلام کی حقانیت میں کچھ شک و شبہ نہ رہا۔ قرب و جوار کے باشندے گروہ درگروہ حلقہء اسلام میں داخل ہو گئے۔ زمانہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہی یہودی جو دین اسلام اور پیغمبر خدا کے سخت دشمن تھے ان کا قلع قمع ہو گیا تھا کئی مفسد اور دغا باز قبیلے جلا وطن کر دیے گئے تھے۔ تین مفسد اور سازش کرنے والے یہودی قتل کر دیے گئے۔ خیران کا پرانا اور مستحکم مرکز تھا وہ بھی فتح ہو گیا وہاں سے بھی جلا وطنی کا حکم ہو گیا تھا مگر یہودیوں کی عاجزانہ درخواست پر حضور نبی کریم ﷺ نے بنائے پر مقبوضہ باغات اور اراضی کی زراعت کرنے کی اجازت ان کے کاشتکاروں کو دے دی لیکن کئی برس کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تنگ آ کر آ کر خرا آئے روز فتنہ و فساد کو کم کرنے کے لیے ان کو خیبر سے بھی نکال دیا ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی سب کچھ چھوڑنا برداشت کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کے خلاف مفسدانہ سازشیں نہیں چھوڑ سکتے تھے ان کے کئی گروہ تھے ایک وہ جو خلوص دل کے ساتھ مسلمان ہو گئے تھے دوسرے وہ جو بظاہر مسلمان ہو گئے مگر تھے منافق۔ یہ بہت سخت خطرناک تھے۔ کیونکہ اسلامی دوستی کے پردہ میں مسلمانوں کو نقصان پہنچاتے تھے زمانہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں ان کا کچھ داؤد نہ چلا وہ زمانہ ان کے منصوبوں اور فتنہ پردازوں کے لیے موافق نہ تھا۔ لیکن حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدہ خلافت کے آخری حصہ میں جب مسلمان جنگوں سے فارغ ہوئے اور فتح یابی کی نعمتوں کے ساتھ نہایت امن کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگے تو یہودیوں نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی تخریب اور اس میں فرقے پیدا کرنے کا پروپیگنڈہ خاموشی اور استقلال کے ساتھ وسیع پیمانے پر شروع کر دیا جس میں ان کو آہستہ آہستہ اس منافقانہ حال سے فائدہ حاصل ہوا۔

کسی چیز کی طاقت کو کم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کے اجزاء کو الگ الگ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کی طاقت کو گھٹانے کے لیے انہوں نے یہی تدبیر اختیار کی۔ جس سے آپس میں پھوٹ پڑ گئی اور مسلمانوں کی طاقت کمزور ہو گئی۔

یمن جو عرب کا جنوبی حصہ ہے حضور ﷺ کے زمانہ نبوت کے پیشتر ہی بہت زرخیز تھا۔ علوم و فنون میں ترقی پذیر تھا۔ اس میں ایک شہر صفاء تھا وہاں پر یہودیوں کا خاندان بڑا معزز تھا اپنے علوم میں پیشوا تھا۔ عبداللہ ابن سبا اسی خاندان سے تھا۔ یہ عالم بھی تھا تو ریت و انجیل سے واقف تھا عربی میں کافی دستگاہ رکھتا تھا۔ اپنے عقائد میں مضبوط تھا۔ نہایت ہوشیار چالاک تھا دماغ میں ہر قسم کا فتور رکھتا تھا جب اس نے دیکھا کہ اسلام کے پھیلنے سے یہودیوں کو سخت ذلت اٹھانا پڑی تو اس نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں میں اختلاف ڈالا جائے اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ میں ظاہراً مسلمان ہو جاؤں۔ اسی منافقانہ چال سے مسلمانوں میں خوب پھوٹ پڑ جائے گی چنانچہ خلافت عثمانی میں اسے اپنے ناپاک منصوبوں اور خطرناک سازش کے لیے مناسب فضا مہیا ہوئی لہذا اس نے مدینہ طیبہ آ کر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور مرتبہ و عزت و جاہ کا خواستگاہ ہوا۔ اس نے کوشش کی کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف زیادہ التفات کریں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے التفات نہ فرمانے سے وہ ناکام ہوا تو اس نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی جو درحقیقت خلافت عثمانی کو ختم کرنے کی تھی۔

مدینہ و مکہ میں کچھ عرصہ رہا اور فتنہ پھیلانے کی کوشش کرتا رہا لیکن اس کا یہاں پر داؤد نہ چلا تو پھر یہ شہر بصرہ میں گیا اور وہاں کچھ نقصان پھیلا یا پھر کوفہ میں گیا وہاں پوری طرح اسے موقع نہ ملا۔ جب مصر میں آیا تو مصر کے لوگوں کو بھڑکانا شروع کیا اور ان سے طرح

طرح کی باتیں کیں۔ کسی کو یہ کہا کہ بتاؤ محمد (ﷺ) کا مرتبہ زیادہ ہے یا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا؟ سب نے کہا کہ ہمارے حضور ﷺ کا۔ کہنے لگا بڑا افسوس ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت سے پہلے آئیں اور کافروں کو ہلاک کریں۔ اور حضور ﷺ نہ آئیں اور آپ کے دشمن جو چاہیں کریں یہ بات کب ہو سکتی ہے اس بات کو رجعت پسند بعض اہل مصر نے مان لیا۔ جب وہ یہاں تک پہنچا تو ایک قدم اور آگے بڑھا اور کہنے لگا ہر نبی کا ایک ولی ہوتا ہے اور حضور کے ولی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ خلافت کا حق ولی کا ہوتا ہے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کو غصب کیا ہے۔ تم کسی طرح سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے الگ کرو اور سیدنا علی کو بٹھاؤ۔ یہ بے دین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی خیر خواہ نہ تھا وہ تو محض مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ کئی لوگ اس کے دائرے میں آ گئے اور کہنے لگے ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کس طریقہ سے خلافت سے الگ کریں۔ یہ عبداللہ بن سبا کہنے لگا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے جو حکام مقرر ہیں تم ان کی شان میں اعتراضات کرنے شروع کر دو۔ اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور جگہ جگہ مصر میں خط روانہ کرو چنانچہ جگہ جگہ سے حاکموں کے متعلق شکایات لکھی جانے لگیں اور رائے عامہ کو اس طرف کیا جانے لگا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حاکم ظلم کرتے ہیں۔ بہت سے لوگ کوفہ و بصرہ کے بھی اس سازش میں شریک ہو گئے یہاں تک کہ اہل مصر و بصرہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اور تو ہم ہر طرح سے چین سے ہیں لیکن آپ کے حاکم ہم پر ظلم کرتے ہیں آپ انہیں موقوف کر دیں۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ جس جس پر عاملوں نے ظلم کیا ہے وہ اس مرتبہ ضرور حج پر آئیں اور میرے عامل بھی آئیں گے اس وقت سب کے ظلم کا بدلہ دلوا دوں گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ادھر اپنے تمام عاملوں کو طلب کر لیا چنانچہ حکام تو سب آ گئے مگر شکایت کرنے والوں میں سے کوئی نہ آیا حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سب حاکموں سے پوچھا کہ تم ظلم کیوں کرتے ہو؟ تو ان سب نے عرض کیا یہ بات بالکل غلط اور بناوٹی ہے۔ ہم نے کبھی ظلم نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ محض شرارت اور جھوٹ ہے۔ (الجواہر)

ابن سبا یہودی کی سازش سے روز بروز اہل مصر و کوفہ و بصرہ والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے۔ اور بصرہ والوں نے بے بنیاد شکایات کی فہرست تیار کر کے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجی جن کا جواب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دیا۔ پھر دوسری مرتبہ بھی انہوں نے ایسا ہی کیا تو حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اس کے بعد ابن سبا کے اکسانے پر ایک ہزار مصری اور اسی قدر کوفی اور پانچ سو بصرہ کے لوگ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا۔ جب حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل کے درپے ہیں۔ تو آپ نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان سے کہو جو تمہارا مطلب ہے بیان کرو تا کہ اس کو پورا کروں۔ میرے خون میں اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کریں۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے سختی سے ان لوگوں کو روکا اور کہا تمہارا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا مصر کے پہلے حاکم کو موقوف کر کے محمد ابن ابوبکر کو مصر کا حاکم بنایا جائے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کو تسلیم کر لیا۔ اور عبداللہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو والی مصر مقرر کر دیا اور اہل مصر اس وقت واپس ہوئے۔ (الجواہر)

سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قریبی رشتہ دار مروان تھا۔ یہ شخص نہایت ہی فتنہ باز تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصر کے حاکم کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو مقرر کیا تو چونکہ مصر کا سابق حاکم مروان کا رشتہ دار تھا۔ اس لیے اسے یہ بات ناپسند ہوئی تو اس نے ایک جعلی خط مصر کے حاکم کے نام لکھا کہ یہ خط سیدنا عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے ہے۔ جس وقت محمد بن ابی بکر تمہارے پاس آئے تو اسے قتل کرو دینا اور فلاں فلاں سات آدمیوں کو بھی قتل کر دینا۔ خفیہ طور پر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر لگا کر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے

ایک غلام کو اونٹ پر سوار کر کے مصر کو روانہ کر دیا۔ راستہ میں وہ لوگ اور یہ غلام باہم مل گئے۔ اس غلام سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کہ امیر المؤمنین کا ایک پیغام لے کر جا رہا ہوں لوگوں نے کہا حاکم مصر تو ہمارے ساتھ ہیں جو پیغام ہے ان سے کہو کہا یہ نہیں بلکہ جو حاکم مصر میں ہے۔ کہا تمہارے پاس کوئی خط ہے غلام نے کہا نہیں۔ لوگوں کو شبہ ہوا اس غلام کی تلاشی لی تو دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہلے حاکم مصر کو خط ہے اس میں لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو لوگوں نے زبردستی حاکم مقرر کروایا ہے۔ جس وقت یہ لوگ مصر میں آئیں تو محمد بن ابی بکر کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینا اور ان سب کو دائم الجس کرنا۔ سب یہ خط دیکھ کر غصہ میں آگ بگولہ ہو گئے اور واپس مدینہ منورہ میں آئے اور مدینہ میں تمام لوگوں کو جمع کیا اور یہ خط سنایا اور کہا اب ہم کو حق ہے کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں اہل کوفہ و بصرہ اپنے مصری بھائیوں کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں یہ دیکھ کر کہ مصری برسرِ فساد ہیں یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بتایا کہ مصری دروازہ پر کھڑے ہیں آپ ان کے نمائندوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیں اس وقت مروان ابن الحکم نے جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا مجھے اجازت دیں میں ان لوگوں سے بات کرتا ہوں۔ اس پر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے ڈانٹا اور فرمایا تمہیں اس معاملہ میں بولنے کا اختیار نہیں۔ تب مروان وہاں سے چلا گیا۔ (الجمہر)

ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو منصبِ خلافت کا قمیض:

حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: **يَا عُمَانُ! اِنَّهُ لَعَلَّ اللّٰهَ يَقْبِضُكَ قَبِيضًا قَانَ اَزَاوِكَ عَلٰى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعُهُ لَهُمْ** (۱) اے عثمان! اللہ تعالیٰ تجھ کو ایک قمیض پہنائے گا (یعنی منصبِ خلافت کی) اور لوگ تجھ سے وہ قمیض اتارنا چاہیں تو تم ان لوگوں کی وجہ سے قمیض کو نہ اتارنا (یعنی خلافت سے دستبردار نہ ہونا)۔

یعنی اللہ تعالیٰ تجھ کو خلافت کے منصب پر فائز فرمائے گا اور لوگ تجھ کو معزول کرنا چاہیں گے خلافت کے منصب سے دستبردار نہ ہونا کیونکہ تم حق پر ہو گے اور وہ لوگ باطل پر۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شبہ ہوگا کہ شاید آپ حق پر نہیں تھے مگر غیب دان کی پیشگوئی کے مطابق ایسا ہی ہوا۔ اب جب کہ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے وہ وقت آ گیا تو آپ نے حکمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل اس طرح ثابت فرمائی کہ جان دے دی اور جامِ شہادت نوش فرمایا لیکن اس قمیض کو نہ اتارا۔ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے پہنایا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خط والاتمام واقعہ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سنایا آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں نے اس قسم کا کوئی خط نہیں لکھوایا اور نہ ہی اس کا مجھے علم ہے محمد بن مسلمہ نے بھی اس امر کی تصدیق کی۔ اس پر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ آپ ان کو اپنے پاس بلا کر اصل حقیقت واضح کر دیں اور ان کی غلط فہمی دور فرمادیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے مصریوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی وہ آئے اور سلام عرض کیا۔ ان کے نمائندوں میں سے ابنِ اندلس نے بات کرنی شروع کی۔ کہ ہم مصر سے یہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ یا تو آپ کو قتل کر دیں یا خلافت سے دستبردار ہونے پر اصرار کریں لیکن ہم اس بات پر لوٹ گئے کہ آپ نے ہماری فتناء پر عبداللہ ابن ابی سرح کو معزول کر کے محمد بن ابوبکر کو مقرر کر دیا ہے ہم اپنے اپنے شہروں میں جا رہے تھے کہ راستہ میں مقامِ بویب پر آپ کا

غلام ملا۔ ہم نے اس کے قبضہ سے آپ کا ایک خط برآمد کیا ہے جس پر آپ کی مہر ثبت ہے جو حاکم مصر کے نام لکھا تھا۔ اس میں آپ نے ہمیں قتل کرنے اور کوڑے لگانے کی سزا میں دینے کا حکم دیا یہ کہہ کر انہوں نے وہ خط حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خط دیکھ کر اور پڑھ کر نہایت ہی تعجب و حیرانگی ہوئی اور سخت پریشانی ہوئی کہ یہ کیسا دغا کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ ہی کسی کو لکھنے کا حکم دیا اور نہ کسی کو اشارہ تک کیا اور نہ ہی اس کے لکھے جانے اور پہنچائے جانے کا مجھ کو علم ہے۔

محمد بن مسلمہ کہتے ہیں میں نے اور سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل سچ ہے اس پر مصریوں نے کہا تو پھر یہ خط کس نے تحریر کیا ہے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قطعاً معلوم نہیں۔ وہ کہنے لگے یہ کس طرح ممکن ہے کہ مروان آپ کے نام سے ایک خط لکھے آپ ہی کے غلام کو وہ خط دے کر روانہ کرے اور اونٹ سواری کے لیے دے اور اس پر مہر بھی آپ کی لگائے اور آپ کے عمال کو ایسی سخت بات کا حکم دے اور آپ کو اس بات کا علم تک نہ ہو۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب کچھ کیا جاسکتا ہے یہ کوئی دشوار نہیں۔ وہ کہنے لگے آپ پھر نہایت ہی غافل ثابت ہوئے ہیں اگر ایسی ہی حالت ہے تو آپ کو خلافت چھوڑ دینی چاہیے۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں وہ تمہیں کیسے اتاروں جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہنائی ہے۔ اور ہاتھ مارا مجھے قتل کرنا اس کا مجھے خطرہ نہیں اس لیے کہ میرے آقا و مولا سرور کائنات نے مجھے فرما دیا تھا۔

اُس فتنہ میں میرا عثمان رضی اللہ عنہ ظلم سے شہید ہوگا۔

يُقْتَلُ هَذَا فِيهَا مَظْلُومًا لِعِمَّانِ (۱)

میں اس پر صابر اور شاکر ہوں۔ لیکن یاد رکھو خلیفہ سیدالابرار ہوں اور یقیناً تم ایسا ہی کرو گے تو میرے قتل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اسی ہزار آدمی ہلاک کرے گا خدا کی قسم اس وقت تو تم میری موت چاہتے ہو لیکن میرے قتل ہونے کے بعد یوں تمنا کرو گے کہ کاش عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک ایک سانس ایک ایک سال کی عمر کے برابر ہوتا۔ اور یاد رکھنا میرے قتل کے بعد تم لوگوں کو چین نصیب نہیں ہو سکے گا اور میری شہادت ہی تمہارے اوپر بلاؤں کی دلیل ہوگی۔

سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا ارشاد میں آئندہ فتنوں کے آنے اور قتل عام ہونے کی صراحت بشارت ہے یہ کوئی بد دعا تو نہ تھی بلکہ پیشین گوئی تھی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تمہارے لیے بلاؤں اور قتل عام کی ابتداء ہوگی۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ واقعی آپ کی شہادت عظمیٰ سے لے کر جمل اور کر بلا تک کیا حال ہوا بلکہ اب تک فتنہ پروری اور قتل و غارت کا بازار گرم ہے اور قیامت تک اس سے نجات نہیں مل سکے گی۔

جو عصائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تبرکاً سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا

چھین کر توڑنے والا تڑپ تڑپ کر مر گیا:

اس دوران ایک شخص نے آپ کے ہاتھ مبارک میں جو عصا مبارک حضور علیہ السلام کا تبرک تھا چھین لیا اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر زور سے توڑ ڈالا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس نے یہ عصائے اقدس نہیں توڑا بلکہ اپنے آپ کو توڑا ہے زبان عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نکلنے تھے کہ اسی وقت اس کے گھٹنے پر پھوڑا ہو گیا۔ اس پھوڑے کا نکلنا تھا کہ سارا بدن گلنا شروع ہو گیا اور شام تک تڑپتے تڑپتے مر گیا۔ الغرض جب آپ نے ان لوگوں کو تمام حالات سے آگاہ فرما دیا تو پھر شور و غل پیدا ہو گیا۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں یہ خیال کرنے لگا کہ کہیں یہ لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ نہ کر دیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا نکل جاؤ یہاں سے چنانچہ سب لوگ نکل گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس لوٹ آئے۔

علم غیب نبوت ﷺ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ظلم و ستم سے شہید ہوں گے

حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب فتنوں کا دور شروع ہوگا تو اس وقت یہ میرا عثمان رضی اللہ عنہ ظلم و ستم کے ساتھ شہید کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ پھر آپ نے فرمایا اے میرے پیارے عثمان رضی اللہ عنہ مجھ سے وعدہ کرو کہ کیا تم اس وقت جب کہ تم پر ظلم و ستم کیا جائے گا صبر کرو گے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہاں میں اس وقت صبر کروں گا۔

نبی غیب دان سرکار ابد قراریہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان کہ عثمان شہید ہوں گے اور پھر فرمایا کہ ظلم و ستم کی انتہا ہوگی اور اے میرے عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت صبر کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنا اور ان مظالم کو برداشت کرنا۔ اب اس ظلم و ستم کا وقت بالکل عملی شکل میں آ گیا ہے ایک طرف فرمان نبوت ﷺ کا نظارہ دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف اس کا نقشہ سر پر آیا ہوا ہے کہ ابن سبا یہودی کی سازش اور مروان کی شرارت سے اہل مصر، اہل کوفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و ذوالنورین رضی اللہ عنہ خلیفہ الرسول ﷺ فی الارض کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بلوہ کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر کے جمع ہو گئے اس وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جمع ہو کر عرض کیا یا امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ آپ ہم کو لڑائی کا حکم دیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خبر دیں تاکہ وہ بھی فوج روانہ کر دیں اور ہم ان کو مار ڈالیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرے لیے کسی مسلمان کا ایک قطرہ بھی خون نہ بہانا میں قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دوں گا اور نہ ہی مدینہ الرسول ﷺ کو خونریزی کا میدان بنانا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں آپ نے فرمایا دوستو میں ساری عمر مدینہ الرسول میں رہا ہوں اور اب موت کے وقت آغوشِ رحمتِ دو عالم ﷺ چھوڑ کر کیسے جاسکتا ہوں۔ اس لیے میری موت و شہادت بھی مدینہ الرسول ﷺ میں ہوگی۔ یہاں تک کہ بلوہائیوں نے آپ کے مکان میں سب کا آنا جانا بند کر دیا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو نماز کے لیے مسجد میں بھی نہ جانے دیا اور آپ کا پانی بند کر دیا اور جو کچھ گھر میں تھا سب کچھ کھانے کا سامان ختم ہو گیا اور سب گھر والے پانی کو ترسنے لگے جب سات روز یوں ہی گزر گئے اور کسی کو ایک قطرہ بھی پانی نہ ملا تو آپ نے اپنے مکان کی کھڑکی سے سرانور باہر نکال کر آواز دی کہ یہاں پر علی رضی اللہ عنہ یا سعد رضی اللہ عنہ ہیں کوئی جواب نہ ملا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! روم و فارس کے بادشاہ بھی اگر کسی کو قید کرتے ہیں تو قیدی کو دانہ پانی ضرور دیتے ہیں میں کون سا گناہ کر بیٹھا ہوں کہ تم پینے کو پانی بھی نہیں دیتے ہو کیا ہے کوئی جو حوض کوثر کے پانی کے بدلہ مجھے پانی کا ایک پیالہ دے لیکن ان کو حوض کوثر کی کیا پرواہ جن کو خلیفہ رسول کی عزت کا کچھ پاس نہ رہا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی آمد:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو وہ تین مشکیں پانی کی بھر کر لائے اور فرمایا اے لوگو یہ کام تو کا فر بھی نہیں کرتے جو تم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر رہے ہو۔ تم پر غضبِ خداوندی نازل ہوگا اس کی بھی انہوں نے کچھ پرواہ نہ کی بلکہ پانی کی مشکوں کو برچھیاں مار مار کر تمام پانی نکال دیا۔

سیدہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی آمد:

سیدہ خجّر پر سوار ہو کر ایک مشک پانی بھر کر لائیں کہ ظالم شائد میرا ہی کچھ احترام کر لیں گے اور میں ان تک یہ پانی پہنچا سکوں لیکن انہوں نے اس کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور خجّر پر چڑھیاں ماریں تو وہ بھاگا سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بڑی مشکل سے گرنے سے بچ گئیں۔ بعض لوگوں نے کہا بھی ظالمو! ازواجِ رسول رضی اللہ عنہم کا تو کچھ احساس و احترام کرو تم ان رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرنے لگے ہو یہ منظر دیکھ کر اصحابِ رسول تلواریں لے کر آگئے اور پکار کر کہا یا امیر المؤمنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اب تو اجازت دیجئے تاکہ ہم ان کو مار ڈالیں لیکن پیکرِ حلم و رضا اور عدل و انصاف کے شہنشاہ نے اس وقت بھی سر انور کھڑکی سے باہر نکال کر فرمایا ہرگز نہیں اگر میں ایسا کرنا چاہتا تو ہزاروں فوجی شام و عراق سے منگوا لیتا۔ اور تم کو اجازت دے کر ان کا صفایا کر دیا ہوتا۔ تم میری طرح صبر کرو اور واپس اپنے گھروں میں لوٹ جاؤ لوگ پریشان ہو کر جو آپ کے جانثار تھے چلے گئے کیونکہ حضرت کی اجازت نہ تھی۔ لیکن اس کے باوجود کچھ جانثار پھر بھی نہ گئے اور دروازہ پر آپ کی حفاظت کرتے رہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا تقرر:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حکم پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ کے گھر کے دروازہ پر اس لیے متعین ہوئے کہ کسی شر پسند کو تم نے اندر نہیں جانے دینا اور ذرا بھی اس میں کوتاہی نہ کرنا۔ حسین کریمین رضی اللہ عنہما متواتر اسی طرح حفاظت کے لیے آپ کے دروازہ پر تھہرے رہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت محمد بن طلحہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن زبیر، حضرت ابن الاضیٰ رضی اللہ عنہم جانثاران بھی دروازہ پر کھڑے رہے کسی طریقہ سے یہ لوگ حضرت تک نہ پہنچ سکیں۔ (الجبہر)

اتمامِ حجت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا آخری دروناک خطبہ

جب یہ صورتحال شدت اختیار کر گئی تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے مکان کی بالائی منزل کی کھڑکی سے سر مبارک نکال کر باغیوں کو چند پچھلی باتیں یاد کرائیں کہ ہوسکتا ہے ان پر کچھ اثر ہو جائے ایسا ہوگا تو نہیں لیکن اتمامِ حجت کے لیے ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا:

میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہاں سوائے رومہ کنواں کے میٹھا پانی نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو اس میٹھے کنویں کو خریدے اور اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈولوں کے ساتھ کر دے اور فرمایا کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر جنت کا مالک بن جائے یعنی اس کنویں کا عوض جنت ہوگا تو میں نے اسی وقت اپنے ذاتی مال سے اس کو خرید لیا اور اپنا ڈول مسلمانوں کے ڈول کے ساتھ کیا، لیکن آج تم مجھے اسی کا پانی پینے سے روکتے ہو اور میں سمندر جیسا کھارا پانی پی رہا ہوں کیا تم کو یاد ہے اس پر سب نے کہا جی ہاں یہی یاد ہے۔

اَنْشُدْكُمْ بِاللّٰهِ وَ بِالْاِسْلَامِ! هَلْ تَعْلَمُونَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ لَيْسَ بِهَا مَاءٌ يَسْتَعْدِبُ اِلَّا بِرُؤْمَةٍ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيْ بِرُؤْمَةٍ يَجْعَلَ فِيْهَا كُلُّوْهُ مَعَ دِلّٰءِ الْمُسْلِمِيْنَ يَخْرِجْ لَهُ مِنْهَا فِي الْحِجَّةِ فَاَشْتَرِيْهَا مِنْ صُلَيْبٍ مَّا لِيْ يَجْعَلَ كُلُّوْجِيْ فِيْهَا مَعَ دِلّٰءِ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْتُمْ الْيَوْمَ تَمْنَعُوْنِيْ مِنَ الشَّرْبِ مِنْهَا حَتّٰى اَشْرِبَ مِنْ مَّاءِ الْبَحْرِ (۱)

پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دیتا ہوں مجھے بتاؤ۔

هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِجِي بُقْعَةً أَلِي فَلَانٍ فَيَزِيدُهَا فِي الْمَسْجِدِ يَغْدِرُ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَأَشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلُبٍ مَالِي فَأَنْتُمْ الْيَوْمَ تَمْتَعُونِي أَنْ أَصِلَ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ (۱)

کیا تم نہیں جانتے کہ مسجد نبوی ﷺ نمازیوں پر تنگ ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فلاں آدمی کا علاقہ جو اس کے متصل رہا اسی تھا، وہ کون خریدے گا تا کہ مسجد کو بڑھایا جائے؟ اس کو اس کے عوض بہترین نعمت جنت ملے گی تو میں نے وہ علاقے ان آدمیوں سے اپنے ذاتی مال سے خرید کر مسجد نبوی ﷺ کو وسیع کرایا، آج اسی مسجد میں تم مجھے دو رکعت نماز نہیں پڑھنے دیتے۔

سب نے کہا: اس میں کچھ شک نہیں پھر آپ نے فرمایا میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ۔

هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي (۲)

جب مسلمانوں کے شکر پر سخت تنگی کا وقت آ گیا اور انہیں مالی امداد کا سامنا کرنا پڑا تو اس وقت میں نے اپنے مال سے مسلمانوں کی تنگی و مشکل کو دور کیا

پھر آپ نے فرمایا: میں تم کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ:

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى تَيْدٍ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَحُمُرٌ وَكَأَفْتَحَرَكِ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حَجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ قَالَ: فَرَكَّضَهُ بِرَجْلِهِ قَالَ أَسْكُنْ تَيْدِي فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ

رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ کے شیر پہاڑ پر تھے تو آپ کے ساتھ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے اور میں بھی تھا تو پہاڑ جوش سے ہلا اور اس کے پتھر نیچے گرنے شروع ہوئے تو حضور علیہ السلام نے اپنے پاؤں کی ایڑی مار کر فرمایا: ٹھہر جا اے شیر! ٹھہر جا کہ تجھ پر ایک نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس پر سب نے اقرار کیا: جی ایسا ہی ہے اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تین بار فرمایا:

اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُوا بِرَبِّ الْكَعْبَةِ إِنِّي شَهِيدٌ

اللہ سب سے بڑا ہے۔ پھر گواہ ہو جاؤ رب کعبہ کی قسم! میں شہید ہوں۔

ان تمام خطبات میں سابقہ واقعات کی یاد دہانی کا باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بحالتِ تلاوتِ قرآن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو پچاس روز ہو گئے تھے کہ بلوایوں کے گمیرے میں تھے۔ بالآخر مفسدین نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا چنانچہ دروازہ پر حملہ کیا اور آگ لگا دی اگرچہ آپ نے اپنے جانثاران کو واپس کر دیا تھا لیکن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس و عبد اللہ ابن زبیر اور محمد بن طلحہ اور ابن الاخطب بن شریق اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ان بلوایوں پر ٹوٹ پڑے اور خوب جنگ ہوئی ظالموں کی اس جنگ میں شہزادہ ملگوں قبا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور ریحان رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور دیگر اصحاب نبوت متذکرہ زخمی ہوئے لیکن شہزادگانِ مصطفیٰ ﷺ کے چہروں پر زخم اور خون دیکھ کر

بلوائی گھبرا گئے کہ اگر خاندانِ ہاشمی کو یہ پتہ چلا تو ہماری خیر نہیں ہوگی۔ بلوائیوں میں شدید فکر اور کھرام مچ گیا تو انہوں نے سوچا کہ جس مقصد کے لیے ہم اتنے روز سے گھیرا ڈالے ہوئے ہیں وہ بھی ختم ہو جائے گا لہذا اسی وقت حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کو شہید کر دینا چاہئے۔ بس اسی حالت میں موقعہ پا کر ظالموں نے حضرت عثمان غنیؓ کے پڑوسی عمرو بن حزم کے گھر کا رخ نہ لیا اور اس راستہ سے سیدنا عثمانؓ کے مکان کے اندر داخل ہو گئے۔

سیدنا عثمانؓ اس وقت نماز ادا فرما کر قرآن حکیم کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ کی زوجہ نائلہ آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں آپ فرماتی ہیں مجھے سیدنا عثمانؓ نے فرما دیا تھا کہ آج رات مجھ کو میرے آقا و مولیٰ سرور کائنات ﷺ نے فرما دیا ہے اور اس وقت ان کے ہمراہ سیدنا ابوبکر و عمرؓ تھے اور آپ نے فرمایا اے عثمانؓ کل کا روزہ ہمارے پاس آ کر کھولو۔ آپ متواتر روزے رکھ رہے تھے سیدہ نائلہ فرماتی ہیں مجھے حضرت کے اس فرمان پر یقین کامل ہو گیا کہ یہ مرد صالح و کامل سیدنا عثمانؓ آج یقیناً ہم سے جدا ہو جائیں گے اور مجھ کو بے سرو سامان چھوڑ جائیں گے اس لیے میں آپ کے پاس ہی بیٹھی تھی کہ بلوائیوں میں سے سب سے پہلے ایک شخص محمد بن ابوبکر آیا اور سیدنا عثمانؓ کی داڑھی مبارک کی توہین کی۔ آپ نے تلاوتِ قرآن فرماتے ہوئے فرمایا ارے ظالم! کاش اگر آج تیرا باپ تیری اس حرکت کو دیکھتا تو تجھے قتل کر دیتا۔ یہ سنتے ہی محمد ابن ابوبکر استغفار کہتے کہتے بھاگ گیا۔ پھر اس کے بعد قتیرہ، سودان بن حمران اور غافقی نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ غافقی نے لوہے کی سلاخ سیدنا عثمانؓ کے سر مبارک پر اس زور سے ماری کہ حضرت کے سر سے خون کی دھار جاری ہو گئی۔ چہرہ مبارک اور داڑھی مبارک خون سے شرابور ہو گئے اور خون کی دھاریں قرآن پاک جو کھلا ہوا تھا اس آیت پر جا کر پڑیں فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ ان کے شر سے آپ کے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ قرآن پاک جس پر سیدنا عثمانؓ کے خون کی دھاریں پڑی تھیں یہ قرآن تاشقند لائبریری میں موجود تھا جب صدر پاکستان فیملڈ مارشل محمد ایوب خاں مرحوم وہاں دورہ پر گئے تو وہاں سے یہ تحفہ لے کر آئے پھر یہ قرآن عزیز راولپنڈی مسلم لیگ کے دفتر میں مسلمانوں کی زیارت کے لیے رکھا گیا خوش نصیب ہیں جن کو وہ قرآن ملا جو سیدنا عثمانؓ کے ہاتھوں سے لکھا ہوا تھا اور اس پر خون کی دھاریں تھیں اس کو بوسہ دینے اور شرفِ زیارت کا موقعہ ملا اور یہ عظیم تحفہ لے کر آئے۔

اس کے بعد ظالم سودان بن حمران نے میان سے تلوار نکالی اور قتیرہ کے حوالے کی قتیرہ نے تلوار کا جب وار کیا تو سیدہ حضرت نائلہ نے تلوار کے وار کو اپنے ہاتھ کو بڑھا کر روکا۔

وقت چو ضرورت چوں ماند گریز

دست نگیر و سر شمشیر تیز

سیدہ نائلہ کے ہاتھ پر تلوار لگی اور آپ کی دوا انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔

اگر آپ چاہتے تو اس دوران بھی دشمن کا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن صبر کیا اور کچھ نہ کہا۔ پھر ظالم سودان بن حمران نے جلدی سے تلوار پکڑی اور حضرت سیدنا عثمان ابن عفانؓ پر حملہ کیا۔ مدینہ طیبہ میں وہ جان عزیز، خلیفۃ الرسول و امام رسول سیدنا عثمان ابن عفانؓ جامع القرآن کامل الحیاء و لایمان کی ادھر نماز عصر ختم ہوئی اور ادھر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ یہ

دن جمعۃ المبارک کا تھا اور اٹھارہ ذوالحجہ کی تاریخ تھی سن ہجری ۳۵ تھا۔

سلام صدہا سلام بر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ۔

بشوحیا و سیرت عثمان کر بر نکرد
در پیش روئے دشمن قاتل سر از جیا
ایں شرط مہربانی و عشق دوستی است
کز بہر دوستان بری از دشمنان جفا
خاصان حق، ہمیشہ بلیہ کشیدہ اند
ہم بیشتر عنایت و ہم بیشتر غنا

قدرتِ خداوندی:

اس دوران عجب منظر یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا گیا تو اس وقت اس ہلہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک وفادار غلام بھی داخل ہوا جب اس نے ذوالنورین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا تو اس نے اسی تلوار سے ابنِ حمران کے نکلڑے کر دیئے اس پر قتیہ نے اس غلام کو مار ڈالا، جب قتیہ بھاگنے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا وفادار غلام بھی اس ہلہ میں آ پہنچا جب اس نے یہ حال دیکھا تو اس نے قتیہ کے نکلڑے کر ڈالے (البحار)

فراقِ شوہر پر سیدہ نائلہ کا حال:

اسی وقت حضرت سیدہ نائلہ رضی اللہ عنہا فوتی اور فریاد کرتی ہوئی بالائی منزل پر چڑھ کر آواز دینے لگیں کہ اے لوگو تمہارے ہمدرد صابرو شاکر امیر المؤمنین خلیفہ رسول شہید کر دیئے گئے۔ اور رو پڑیں فراقِ عثمان رضی اللہ عنہ اور اپنے شوہر کی جدائی نے ان کے دل کو پاش پاش کر دیا۔ (البحار)

پیش کہ از درد کم سینہ چاک
خاک بفرق آئینم از دست خاک
حال کرا گوئیم و ہمدرد کو
ہم نفس یار من آن مرد کو
خاک نفی نیست دریں بوستان
باکہ تو اں گفت غم دوستان
کز بچہیں درد بماند صبور
گل تنواں گفت کہ خاراں بود
شہر پر از خلق جہا پر زیار
جان خرابم نبینند یرو قرار

ان کی اس دردناک اور غمناک آواز کا سنا تھا کہ دروازہ پر کھڑے جانشانِ عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ گھر کے اندر دوڑ پڑے۔ دیکھا تو واقعی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مذبح پڑے ہیں۔ حسنین کریمین اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم روتے رہے۔

برآمد نا ہائے آتش آلود
چکاں برخاک و خوں دیدہ بالود
زہر چشم انجمن را خوں برآمد
نفیر از انجمن گردوں آمد
نہ تنہا و نیک خواہاں
کہ غمگین شدہم کوہ بیابان

اس خبرِ شہادت سے مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر طرف آہ و بکا بلند ہوئی اور لوگ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سانحہ قتل اور شہادتِ عظمیٰ پر دھڑکیں مار مار کر رونے لگے کہ کاش حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم کو اجازت دے دیتے۔ لیکن اس صبر کے بادشاہ نے ایسا نہ کرنے دیا اور وقتِ آخر تک کسی کو دکھ نہ دیا اور مدینہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانانِ اصحاب و احباب سے جو مدینہ کی گلیاں رنگین ہونی تھیں سب کو بچا لیا اور خود اپنی جانِ خدا کی راہ میں قربان کر دی۔ عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیکرِ صدقِ دوفا نے جو اپنے آقا سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ غم کی حالت میں دوڑتے ہوئے آئے اور آتے ہی حضراتِ حسنین عظیمین کو مارنا شروع کر دیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر بچایا اور کہا: ہم کو بھی مارو ان کا اور ہم سب کا کچھ قصور نہیں ہم دروازہ پر کھڑے رہے اور ان بلوائیوں کا مقابلہ کیا اور وہ نشاناتِ ہمارے چہروں اور جسموں پر موجود ہیں بلوائی ساتھ والے مکان سے پیچھے ہو کر اندر داخل ہوئے اور ہم کو اس وقت پتہ چلا کہ جب سیدہ زوجہ عثمان رضی اللہ عنہ نے کوٹھے پر چڑھ کر آواز دی جب ہم اندر داخل ہوئے تو وہ جامِ شہادت نوش فرما چکے تھے اور بلوائی حملہ آور مارے لگے اور باہر کے سب بھاگ گئے مدینہ طیبہ کے حالات سنگین ہوئے انہی ایام میں سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حج کرنے کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئیں ہوئیں تھیں آپ واپس آ رہی تھیں کہ راستہ میں آپ کو اس عظیم سانحہ کی خبر سن کر اس قدر دل کو صدمہ پہنچا کہ آپ واپس مکہ معظمہ چلی گئیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تجہیز و تکفین:

سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی لاش مقدسہ اٹھارہ ذوالحجہ بوقتِ عصر سے ۲۰ ذوالحجہ تک گھر میں ہی پڑی رہی اس دوران گھر کے چاروں طرف عالم بالا سے یہ آوازیں سنی گئیں:

یا بن عفان البشر بمحنت ذات ایوان یا بن عفان لبشر وریحان یا بن عفان البشر بغم العرفان یا بن عفان البشر
بوب غضبان (البجواب)

جب سیدنا عثمان ابن عفان کی تجہیز و تکفین کی گئی۔ سر مبارک اس وقت بھی حق حق کی آواز دے رہا تھا۔ اور ۲۰ ذوالحجہ بروز اتوار مغرب و عشاء کے درمیان آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور اس جگہ لے جایا گیا جس کے بارہ میں خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے بلکہ

ایک بار آپ کا گزر بھی اس جگہ سے ہوا تو آپ نے فرمایا اس جگہ جس کا نام حسن کوکب ہے۔ یہاں پر ایک مظلوم مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضور وہ کون مرد صالح ہے فرمایا جب وہ اس زمین کے ٹکڑے میں دفن ہوگا۔ خود بخود پتہ چل جائے گا اب وہ ارشاد بالکل اسی طرح پورا ہوا۔

چنانچہ حسن کوکب کے باغ میں نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ اور اسی نشان پر آپ کو دفن کیا گیا جس کی پیشین گوئی آپ نے فرمائی تھی۔

وقتِ شہادت حضرت عثمان ابن عفان خلیفہ سوم کی عمر مبارک بیاسی سال تھی۔ کل بارہ سال کا طویل عرصہ منصبِ خلافت پر فائز رہ کر شہادت کا جام نوش فرما گئے۔

وَابْعَدُ عُثْمَانُ تَرَجُّوا الْخَيْرَ فَإِنَّهُ

قَدْ كَانَ أَقْبَلُ مَنْ يَمْشِي عَلَى سَابِ

قتلِ عثمان میں شریک طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا:

یاد رہے کہ اس بات پر روایات شاہد ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں جو لوگ بھی کسی طریقہ سے شریک ہوئے تھے وہ طرح طرح کی عقوبتوں میں مبتلا ہو کر ذلیل ہو کر مرے کوئی پاگل مجنون ہو کر مرا۔ کوئی پھینچ پھڑے کے سوکھ جانے سے تڑپ تڑپ کر مرا۔ کوئی جل کر مرا۔ کوئی بلائے عظیم میں مبتلا ہو کر مرا اور کچھ وہ تھے جو اسی وقت مارے گئے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کل ازواج و ابناء و بنات بمعہ اسماء و تعداد

سیدنا حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی کل آٹھ بیویاں تھیں۔ آٹھ بیٹے آٹھ بیٹیاں کل تعداد اولاد رسول ہوئی۔ جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا ۲۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۳۔ جناب از بنی سعد رضی اللہ عنہا

۴۔ فاطمہ بنت ولید ۵۔ ملیکہ رضی اللہ عنہا ۶۔ رحلہ رضی اللہ عنہا

۷۔ ام ولد رضی اللہ عنہا ۸۔ حضرت نائلہ بنت فافہ کلبیہ

آپ کے کل بیٹے آٹھ تھے جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ عبداللہ اکبر ۲۔ عبداللہ الاصغر ۳۔ ابان ۴۔ خالد ۵۔ عمر ۶۔ سعید ۷۔ ولید ۸۔ عبدالملک

آپ کی کل بیٹیاں آٹھ تھیں جن کے نام یہ ہیں:

۱۔ مریم الکبریٰ ۲۔ عائشہ ۳۔ ام ابان ۴۔ ام عمر ۵۔ مریم صغریٰ ۶۔ ام سعید

۷۔ ام البنین ۸۔ ام ایوب (۱)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولاد و امجاد کے حالات

حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے یعنی یہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی رقیہ کے بیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہوئے بچپن شریف میں ہی حضرت عبداللہ کی آنکھ پر ایک مرغن نے ٹھونک

ماری۔ جس سے زخم گہرا ہو گیا اور اس تکلیف سے ہی چھ سال کی عمر میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت عبداللہ الاکبر، عمر میں بڑے اور صاحب اولاد بھی ہوئے اور مقام حسنا میں وفات پائی۔ حضرت ابان کی کنیت ابو سعید تھی۔ اور یہ احادیث کے راویوں میں سے ہوئے ہیں غزوہ جمل میں سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حاضر ہوئے۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں والی مدینہ بھی ہوئے اور یزید بن عبدالملک کے زمانہ میں وفات پائی۔ ان کی اولاد بہت ہوئی۔ خالد۔ ان کی والدہ حضرت نائلہ تھیں ان کے پاس وہ قرآن پاک موجود تھا جس پر حضرت سیدنا عثمان ان کے والد معظم کے وقت شہادت خون کے قطرے گرے تھے آپ کثیر الاولاد ہوئے ہیں۔

عمر۔ ان کی والدہ جندب بنی سعد قبیلہ سے تھیں ان کے ہاں بھی اولاد ہوئی۔

ولید۔ فاطمہ بنت ولید ان کی والدہ تھیں بڑے خوش نصیب ہوئے کنیت ابو عثمان تھی ایک دور میں ان کو خراسان کا والی بھی بنایا گیا۔ عہد الملک بچپن میں ہی انتقال کر گئے ان کی والدہ ملیکہ تھیں۔

مریم الکبریٰ اور عمریہ دونوں سکے بہن بھائی تھے۔

عائشہ۔ ان کا نکاح حرث بن حکم سے ہوا تھا۔

ام ابان اور ابان۔ دونوں بہن بھائی تھے ان کا نکاح مروان بن حکم بن العاص سے ہوا۔

ام عمر اور عمر۔ دونوں بہن بھائی تھے ان کی والدہ رحلہ تھیں۔

ام سعید اور سعید دونوں بہن بھائی تھے۔ ان کا نکاح عبداللہ سے ہوا۔

ام البنین۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں۔ (البجابر)

در منشور قرآن کی سلک بھی

زویج دو نور عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدی

حلہ پوش شہادت پہ لاکھوں سلام

(امام اہل سنت احمد رضا علیہ الرحمہ)

باب ۹

خلیفہ عراق و امامِ اوّل

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ ابنِ عمران ابوطالب رضی اللہ عنہما

آپ کا اسم گرامی علی رضی اللہ عنہ، کنیت ابوتراب اور ابوالحسن، لقب اسد اللہ ہے نسب مبارک اس طرح ہے۔

علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ۔

آپ کی والدہ ماجدہ فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف یعنی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حضور رسالت مآب ﷺ سے خاص نسبت حاصل تھی اور وہ یہ کہ باپ اور ماں دونوں کی طرف سے آپ ہاشمی ہیں۔ حضرت سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چھ بیویں فرزند عبد مناف سے ہاشم اور ہاشم کے فرزند عبدالمطلب کی اولاد میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور ان سے حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ابوطالب عمران سے حضرت علی پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ و ابوطالب عمران رضی اللہ عنہما حقیقی بھائی تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے بعد انہی کو شجر قریش، رئیس مکہ، سید العرب ہونے کے القابات حاصل ہوئے۔ (الجواہر۔ ایامات)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد کا اصلی نام عمران ہے۔ لیکن کنیت نام پر غالب آ گئی۔ ابوطالب عمران تمام عرب میں نصر بن کنانہ کی اولاد جن کو قریش کہتے ہیں۔ شجاعت، سخاوت اخلاق، مہمان نوازی میں مشہور تھے۔ خانہ کعبہ کے کلید بردار اور حجاج کے ساقی بھی یہی لوگ تھے۔ قریش میں بھی بنی ہاشم کو خاص اعزاز حاصل تھا اور بنی ہاشم میں عبدالمطلب ان تمام اعزازوں کے مالک تھے جو بنی ہاشم کے لیے طرہ امتیاز ہے۔ عبدالمطلب کے قائم مقام عمران ابوطالب والد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ (الجواہر۔ ایامات)

مصطفیٰ ﷺ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما:

حضور اقدس ﷺ کے زمانہ حمل شریف میں ہی آپ کے والد حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ مَاتَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَهُ تَحْمُسٌ وَعِشْرُونَ سَنَةً وَتَوَلَّى قَبْلَ أَنْ يُولِدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (الاستیعاب) اس وقت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال تھی اور آپ ﷺ بعد میں پیدا ہوئے اور جب چھ سال کے ہوئے تو والدہ ماجدہ حضرت سیدہ

آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا اور جب آٹھ سال کے ہوئے تو حضرت عبدالطلب رضی اللہ عنہ دادا جان انتقال کر گئے اس وقت دادا جان کی عمر بیاسی سال کی تھی۔ اَللّٰہُ یَجْعَلْکَ یَتِیْمًا قَاوِی کا نقشہ قرآن نے کھینچ کر رکھ دیا۔ پھر سیدنا علی المرتضیٰ کے والدین نے آپ کی پرورش فرمائی۔ حضرت فاطمہ بنت اسد زوجہ عمران ابوطالب رضی اللہ عنہا نے اپنے بچوں سے زیادہ محبت و شفقت کے ساتھ آپ کی پندرہ سال تک نگہبانی فرمائی جب آپ بڑے ہوئے تو عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ نے زبانی، مالی، اخلاقی، سماجی ہر طریقہ اور ہر موقع پر حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاونت میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی عرصہ پندرہ سال تک وہ خدمات سر انجام دیں کہ حضور اقدس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ فاطمہ بنت اسد میری وہ ماں ہے جس نے مجھے پالا اور میرے ساتھ لہہ پیار اور والہانہ محبت کا ثبوت دیا جس کا میں حق ادا نہیں کر سکتا ہاں ان کا حق اللہ تعالیٰ ان کو ضرور دے گا۔ (الخواہر) جب حضور اقدس رضی اللہ عنہ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کے بعد دوسری خاتون حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تھیں جو آپ پر ایمان لا کر اس دولتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوئیں۔ یاد رہے کہ حضور رضی اللہ عنہ کا پہلا نکاح حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ انہوں نے اپنی نگہبانی میں کر لیا۔ گویا کہ بچپن شریف سے شادی تک اور بعد تا وصال آپ کا ساتھ دیا۔

حضور رضی اللہ عنہ نے جب ہجرت فرمائی تو اس وقت بھی فاطمہ بنت اسد نے آپ کے ساتھ ہجرت فرمائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ ان کو ماں کہہ کر پکارتے اور یاد فرمایا کرتے تھے اور ان کی تعظیم فرمایا کرتے تھے جب آپ کا انتقال ہوا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا حضور رضی اللہ عنہ میری اماں فوت ہو گئیں ہیں۔ آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ میری اماں انتقال کر گئیں ہیں۔ آپ کو شدید صدمہ پہنچا اور فرمایا آج میری ماں اس دنیا سے مجھ کو چھوڑ کر خالق کائنات سے جاملی ہیں فوراً خود ہی تجہیز و تکفین کا انتظام فرمایا اور ان کی قبر کے اندرونی حصہ میں تدفین سے پہلے خود جا کر کچھ دیر لیٹ گئے اور پھر اٹھے اور پھر اپنا قمیض اطہر ان کو پہنایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میری والدہ ہیں انہوں نے مجھے کھلایا اور پلایا ان پر تو اپنا رحم فرما۔ اور پھر جہاں خود قبر میں لیٹے تھے اسی جگہ پر سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کو قبر میں رکھا۔ (۱)

گویا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان امور بالا کی بناء پر بھی حضور سید عالم رضی اللہ عنہ سے رشتہ محبت و تعلق تھا یعنی آپ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور آپ کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک امتیازی حیثیت تھی۔

(عمران ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق تفصیلی بیان اہل حضرت ربیوی کی کتاب شرح الطالب فی بحث اہل طالب کا مطالعہ کریں)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت:

حضرت فاطمہ بنت اسد زوجہ عمران ابوطالب حاملہ تھیں اور خانہ کعبہ میں طواف کی غرض سے آئیں۔ دورانِ طواف آپ کو دردِ زہ محسوس ہوا اور چوتھے چکر پر آپ کی حالت زیادہ متغیر ہو گئی آپ نے عرض کیا اے اللہ مجھ پر یہ وقتِ ولادت آسان فرما۔ اچانک کعبہ معظّمہ کی دیوار شق ہوئی اور حضرت فاطمہ بنت اسد اندرونِ کعبہ چلی گئیں جو افراد باہر موجود تھے وہ حیران ہوئے کہ فاطمہ بنت اسد کہاں چلی گئی جب کسی طریق سے آپ کا پتہ نہ چل سکا تو حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ کی محترمہ چچی کہاں گئی ہیں آپ نے فرمایا مطمئن رہو آجائیں گی۔ انہوں نے بار بار اصرار کیا کہ ہیں کہاں، آپ نے فرمایا جہاں بھی ہیں آجائیں گی انہوں

نے کہا آپ ظاہر کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا حکم الہی نہیں ہے چنانچہ تین روز کعبۃ اللہ میں گزارنے کے بعد چوتھے روز حضرت فاطمہ بنتِ اسد خانہ کعبہ سے باہر تشریف لائیں تو آپ کی گود میں بچہ تھا۔ بچے کے باپ عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ نے خوشی سے گود میں لیا اور پیار کیا اور کچھ پریشان ہو گئے فوراً اس کی خبر حضور ﷺ کو دی۔ آپ تشریف لائے اور بچہ کو اپنی گود میں لے کر پیار کیا اور خوش ہوئے عرض کیا بچہ تو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے لیکن اس کی آنکھیں کیوں بند ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں اب دیکھو میری گود میں اس بچہ نے دونوں آنکھیں کھولی ہوئی ہیں اور وہ کلنگی لگا کر مجھے دیکھ رہا ہے عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور کہا میرا گمان تھا کہ یہ بچہ کہیں ناپید ہو جائے اب میرے دل کو ٹھنڈک ہو گئی ہے اس کے بعد حضور سید عالم الصلوٰۃ والسلام نے اس بچہ کو خود غسل دیا۔ غسل فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا آج اس بچہ کو میں غسل دے رہا ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ وقت بھی آجائے کہ یہی بچہ مجھ کو آخری غسل دے۔ کپڑے پہنا کر بچہ کو اپنے آغوشِ اقدس میں لیا اور اپنی زبان مبارک اس کے منہ میں ڈال دی۔ اور مولودِ کعبہ کی آنکھیں مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جوانی کے عالم میں حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا علی رضی اللہ عنہ مجھے یہ تو بتاؤ کہ جب تم پیدا ہوئے تو اس وقت تم نے آنکھیں کیوں نہ کھولیں۔ تمہارے ماں باپ پریشان ہو گئے تھے اور جب میں نے تم کو اپنی گود میں لیا تو تمہاری دونوں آنکھیں کھلی تھیں عرض کیا حضور اس لیے کہ میری پہلی نگاہ ربِّ مصطفیٰ ﷺ پر پڑے۔ (الجواہر)

کے را میر نہ شد ایں سعادت

بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

الغرض سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت ۲۲ رجب المرجب بروز اتوار کی شب بیت الحرام میں ظہور نبوت سے دس سال قبل ہوئی۔

مصطفیٰ ﷺ اور نام علی رضی اللہ عنہ کا انتخاب:

حضور اقدس ﷺ نے پھر فاطمہ بنتِ اسد اور عمران سے فرمایا اس بچے کا نام کیا رکھو گے عرض کیا جو نام آپ کو پسند ہوگا۔ وہی رکھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا میں اس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھتا ہوں۔ فاطمہ بنتِ اسد نے عرض کیا حضور واللہ مجھے خانہ کعبہ میں غیبی آواز آئی اس کا نام علی رضی اللہ عنہ رکھنا۔ لیکن میں نے اس کا اظہار نہ کیا۔ آپ نے وہی نام رکھا جس پر غیبی نداء آئی تھی۔

فَاسْمُهُ مِنْ شَاخِ عَلِيٍّ

عَلِيٍّ أَشْتَقُّ مِنَ الْعَلِيِّ

یعنی یہ نام علی رضی اللہ عنہ اس بچہ کا نام ہے۔ اور یہ نام علی بمعنی بلندی سے مشتق ہے۔

(الجواہر: ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ پیارا نام علی خود حضور اقدس ﷺ نے رکھا ہے۔ یاد رہے کہ بعض جہلا قرآن کی آیت **هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ** سے مراد علی رضی اللہ عنہ لے کر اُسے خدا اور رسول قرار دیتے ہیں یہ سراسر غلط اور ظلم عظیم ہے۔ اس طرح کے استدلال سے شانِ نبیّی نہ ہوتی۔ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عطا سے ہو۔

آغوشِ نبوت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت:

عرب کے زمانہ قحط میں حضور ﷺ نے اپنے چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیا مناسب نہیں کہ ہم ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بوجھ کو ہلکا کریں۔ چنانچہ ابوطالب رضی اللہ عنہ سے یہی کہا گیا۔ تو انہوں نے کہا ہاں عقیل رضی اللہ عنہ کو میرے پاس رہنے دو اور باقی جس کو تم چاہو لے جاؤ۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ طالب کو لے آئے۔ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ کو لے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس وقت عمر مبارک چھ سال تھی جب سے ان کی کفالت نبی ﷺ نے اپنے ذمہ لی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک حضور کی آغوشِ رحمت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تربیت حاصل کی۔ جس ذات مقدسہ کو خود نبی ﷺ نے سینہ سے لگایا اور محبت سے اپنے ساتھ سلایا اور اپنی خوشبو ان کو سنگھائی اور اپنے منہ اقدس کا لقمہ چبا کر ان کے منہ میں ڈالا اور شب و روز اپنی آغوشِ نبوت میں پناہ دی۔ ظاہر ہے کہ ان کی زندگی کے کسی لمحہ میں مکر و فریب نہیں ہو سکتا اور ان کے کمالِ اعلیٰ ہونے میں شبہ نہیں۔

یہ بات جاننے کے بعد اگر کوئی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس میں کسی قسم کی مجالِ گستاخی کرے تو لازماً اس کے دل میں نبی ﷺ کی کچھ عزت نہیں یہ بات اس امر کا بھی ثبوت ہے کہ جب حضور ﷺ کی عمر اقدس چھ سال ہوئی تو آپ ابوطالب رضی اللہ عنہ کی کفالت میں ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ چھ سال کے ہوئے تو ان کی نبی علیہ السلام نے کفالت فرمائی گویا نبی کریم ﷺ نے ابوطالب رضی اللہ عنہ کو یہ صلہ عطا فرمایا تھا۔

شرفِ اسلام:

حضرت علی کو اسلام قبول کرنے کا شرف بچپن میں ہی حاصل ہوا۔ حَتَّى بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَتَبَعَهُ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَأَمَنَ بِهِ وَصَدَّقَ بِهِ وَكَانَ عُمُرُهُ إِذَا ذَاكَ ثَلَاثَةَ عَشْرَةَ سَنَةً^(۱)

ابن اسحق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ پر اس وقت ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی جب کہ ان کی عمر تیرہ سال تھی۔ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا اسد اللہ الغالب کو نو عمری میں ہی قبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا۔

شبِ ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانثاری:

جس شب حضور اقدس ﷺ نے مکہ معظمہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا اور کفار آپ کے قتل کرنے کے ناپاک ارادے سے جمع تھے تو اس وقت حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا میرے اس بستر پر سو جائیں میں جا رہا ہوں اور آپ میرے بعد لوگوں کی امانتیں دے کر میرے پاس پہنچ جائیں۔ ایسے حال میں جب کہ دشمنِ نبوی ﷺ کا محاصرہ کیے ہوئے ہوں اور اس خیال میں ہیں کہ آپ گھر کے اندر موجود ہیں۔ ایسے حالات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے جان کا خطرہ ہے۔ جس میں انہوں نے کمالِ محبت و جانثاری کا ثبوت دیا۔ چنانچہ حضور ﷺ دشمنوں کے باہر ہونے کے باوجود ان کے پاس سے ہو کر چلے گئے۔ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ۔ لیکن ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر جاتے نظر نہ آئے آنکھیں رکھنے کے باوجود سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ نہ سکے۔ صبح ہوئی تو دشمن دروازہ توڑ کر

اندرا داخل ہوئے کہنے لگے آج یہ نبی ہمارے ڈر سے باہر نہیں نکلے ورنہ یہ تو نماز تہجد کے لیے کب کے چلے گئے ہوتے ہیں۔ بستر بھی وہی اور اس میں آرام بھی وہی کر رہے ہیں انہوں نے جب سبز چادر کو اٹھایا تو دیکھا کہ یہ نبی اللہ ﷺ نہیں بلکہ علی ابن عمران رضی اللہ عنہ ہیں، دشمنوں نے کہا بتاؤ نبی ﷺ کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر وہ ساری رات باہر کھڑے تلواریں لیے تم دے رہے تھے اور پوچھتے مجھ سے ہو۔ عجیب بات ہے۔ وَمَكْرُؤُنَ وَهُمْ كُرُؤُنَ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَا كِرِينَ۔ جب کفار نے یہ سنا تو تعجب ہوا کہ نبی اللہ ﷺ کدھر اور کس راستہ سے باہر نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ تمہارے پاس سے ہو کر گئے ہیں جب وہ لا جواب ہو کر چلے گئے پھر آپ کچھ روز بعد حضور اقدس ﷺ کے پاس پہنچ گئے اس عظیم واقعہ سے معلوم ہوا کہ ہجرت کی رات جبکہ کفار نے بڑی تعداد میں مسلح ہو کر بیت نبوی ﷺ کا محاصرہ کیا اور جان چلی جانے کا سخت خطرہ تھا ایسے نازک وقت میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بستر مصطفیٰ ﷺ پر سو کر ثابت کر دیا کہ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کی خاطر اگر علی رضی اللہ عنہ کی جان بھی قربان ہو جائے تو کوئی پرواہ نہیں۔ حضرت علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کو اپنے بستر مبارک پر سلا کر چلے گئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے فرمایا جاؤ اس میرے رسول ﷺ کے علی رضی اللہ عنہ کے پاس جو میرے محبوب پر جان نثار و فدا کرنے کے لیے تیار ہیں ان کی حفاظت تم کرو۔

فَقَامَ جِبْرَائِيلُ عِنْدَ رَأْسِهِ وَمِيكَائِيلُ عِنْدَ رِجْلَيْهِ
يُبَادِي: بَخَّ مِنْ مَوْلَاكَ يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ تُطِيبُ بَيْتَاهُ يَا لَكَ اللَّهُ
الْمَلَائِكَةُ (۱)

جبرائیل علیہ السلام آپ کے سر کی طرف اور میکائیل علیہ السلام پاؤں کی جانب کھڑے ہو گئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کہنے لگے واہ! واہ! اے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ آج کون تم جیسا خوش نصیب ہے؟ اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے تمہاری اس جانثاری پر فخر فرما رہا ہے۔

اخوتِ دنیا و آخرت بانبوت ﷺ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کا آپس میں بھائی چارہ فرمایا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے آپ نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی تو عرض کیا حضور ﷺ آپ نے تمام کے ساتھ بھائی چارہ فرمایا ہے اور مجھے کس کا بھائی بنایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَنْتَ أَحَبُّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (۲)
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

اس فرمان سے حضرت علی المرتضیٰ کو تسکین حاصل ہوئی لیکن اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ عام بھائی کی مثل ہو گئے۔ جیسا کہ بعض جہلانہ نبی ﷺ کا مرتبہ ایک بھائی جیسا قرار دیتے ہیں بلکہ یہ تو سرور کونین ﷺ کا اپنے غلام کے ساتھ کمال محبت و شفقت کا اظہار تھا کہ انہیں یہ خصوصیت عنایت فرمائی ورنہ حضرت علی نے باوجود یکہ رشتہ میں آپ کے چچا زاد بھائی تھے اس فرمانِ عالیشان کے بعد بھی کبھی نبی کریم ﷺ کو بھائی کہہ کر نہیں پکارا۔

مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حضور سید عالم ﷺ نے جس روز مکہ اور مدینہ کے درمیان غدیر خم میں قیام فرمایا غدیر کے معنی ہیں تالاب اور خم ایک جگہ ہے۔ جحفہ منزل سے تین میل دور اور یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے۔ یہ واقعہ حجتہ الوداع سے واپسی پر ہوا۔ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے۔ اس روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور

أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ أَلَسْتُ أَوَّلِي بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ؟ قَالُوا بَلَى، قَالَ أَلَسْتُ أَوَّلِي بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ؟ قَالُوا: بَلَى قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيَ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَآلَ مَنْ وَآلَاهُ وَعَادِهِ مَنْ عَادَاهُ (۱)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے لوگو کیا میں مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے بھی زیادہ نہیں ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کیا میں ہر مومن کی جان سے بھی زیادہ اس کے نزدیک نہیں ہوں؟ سب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بے شک۔ پھر آپ نے فرمایا: تو اس کو جو اس کا میں مولیٰ ہوں اس کا علی مولیٰ ہے۔ اے اللہ تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے۔ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس کو اپنا دشمن جان۔

اس حدیث کے آگے آتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا: اے علی رضی اللہ عنہ آج کے بعد آپ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کے محبوب ہو گئے ہیں۔

اس حدیث مبارکہ میں حضرت علی کی جو شان بیان فرمائی گئی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے دربار میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خصوصی قرب اور اہل ایمان پر آپ کی فضیلت شان واضح ہوتی ہے۔

لیکن یاد رہے کہ مولیٰ کے معنی نبی نہیں۔ بلکہ یہاں مولیٰ کے معنی مددگار کے ہیں جیسے فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَا وَجَدِّئِلْ وَصَاحِ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلِكُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرٌ۔ (انحریم: ۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمہارا مددگار ہوں اور جبرائیل علیہ السلام تمہارے مددگار ہیں اور نیک ایمان والے تمہارے مددگار ہیں اور دیگر فرشتے تمہارے مددگار ہیں۔ ایک اور آیت کریمہ میں آتا ہے إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ۔ (المائدہ: ۵۵)

تمہارے مددگار نہیں ہیں مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ لفظ مولیٰ اور ولی دونوں مددگار کے معنی میں ہیں اگر معنی دوست کیا جائے تو دوست بھی وہی ہوتا ہے جو مددگار ہو۔ آیت قرآنی اور اس حدیث کی روشنی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ مومنین کے مولا ہیں۔ مولا علی رضی اللہ عنہ کے لفظ سے بعض جہلا گھبرا جاتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمادیا جس کا میں مولیٰ اس کا علی رضی اللہ عنہ مولیٰ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

(واقعہ) وہ مومن نہیں جس کے علی رضی اللہ عنہ مولیٰ نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس دو آدمی کسی دیہات سے لڑتے ہوئے آئے آپ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان کا جھگڑا سن لیجئے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمادیجئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ کیا فیصلہ کریں گے؟ یہ الفاظ سننے سے کہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو گریبان سے پکڑ لیا خَوْشَبَ إِلَيْهِ عَمْرُوًا أَخَذَ بِعَلْبَيْهِهِ وَقَالَ وَيْلَكَ مَا تَذِدُنِي مِنْ هَذَا هَذَا
مَوْلَاكَ وَمَوْلَى كُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ لَدُنْكَ يَكُنْ مَوْلَاهُ فَلَيْسَ مُؤْمِنٌ (۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی طرف بڑھے اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھینچا آپ نے فرمایا کیا تجھے معلوم نہیں یہ علی ہیں جو تیرے مولا اور ہر مومن کے مولیٰ ہیں جس کے یہ مولیٰ نہیں وہ مومن نہیں ہے (۲)

بارگاہِ نبوت میں بھنا ہوا گوشت اور سیدنا علی المرتضیٰ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کر رہے تھے:

اللَّهُمَّ أَذْخِلْ عَلَيَّ أَحَبَّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَا كُلَّ مَعِي مِنْ
هَذَا الظِّلِّ (۳)
اے میرے اللہ میرے پاس تو اس شخص کو بھیج دے جو تجھے اپنی مخلوق میں سے زیادہ پیارا ہو کہ وہ میرے ہاتھ سے یہ پرندے کا گوشت کھائے۔

آپ نے کسی کو پیغام نہ دیا اور نہ ہی کسی کا نام لیا بلکہ خود بارگاہ رب العزت میں دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ جو تجھے زیادہ پیارا ہے اس کو بھیج تا کہ میں اس کے ساتھ یہ بھنا ہوا گوشت کھاؤں تو پس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے تو پھر آپ نے ان کے ساتھ گوشت کھایا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنے محبوب ہیں اللہ تعالیٰ نے پھر انہی کو بھیجا جو اس کا پیارا تھا۔ یہ واقعہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کی فضیلتِ شان پر دل ہے۔

عطاءِ علم فتحِ خیبر

محبوبِ خدا و پیارے مصطفیٰ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی فتح سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا:
لَا عَظِيْنَ هَذِهِ الرَّأْيَةُ رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللَّهُ
وَرَسُولُهُ وَ يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ.
میں یہ جھنڈا اکل اس کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ خیبر فتح فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبت رکھتے ہوں گے۔

جب اصحاب نے زبانِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے یہ جملے سنے تو سبھی اپنی اپنی جگہوں پر سوچتے رہے کہ ہم تو سب اللہ اور اس کے رسول کی محبت رکھتے ہیں اور یقیناً اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ وہ کون شخص ہے جس کی یہ خصوصیت بیان فرمائی گئی اور اس کے ہاتھوں خیبر کی فتح ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ بڑا تفکر کا مسئلہ بن گیا۔ بالآخر

سب اس انتظار میں ہیں کہ کب صبح ہو اور دیکھیں کہ وہ کون سی شخصیت عظمیٰ ہے جس کے متعلق یہ نشانی بیان فرمائی گئی ہے۔ آگے حدیث کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّاسُ عَدُّوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّهُمْ يَرْجُونَ أَنْ يُعْطِيَنَا
پس جب صبح ہوئی تو سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر جمع ہو گئے اور اس انتظار میں رہے کہ جھنڈا ہم کو ملے گا۔

یعنی اپنے اپنے دلوں میں سب یہ آس لیے ہوئے تھے کہ جھنڈا مجھ کو ملے گا چنانچہ سب حاضر ہو گئے۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَيْنَ عَلِيَّ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہے؟
لوگوں نے عرض کیا حضور ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ اس درد اور تکلیف کی وجہ سے وہ نہیں آئے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلا کر لاؤ۔ جب علی المرتضیٰ بحالت درد آنکھ حاضر خدمت اقدس ہوئے تو:

فَبَصَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَيْنَيْهِ قَبْرًا
حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اسی وقت آنکھ کی تکلیف جاتی رہی گویا کبھی ہوئی ہی نہیں تھی پھر آپ نے فتح خیر کا علم (جھنڈا) علی المرتضیٰ کے ہاتھ میں عنایت فرمایا۔

ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شخصیت ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام نے محبت رکھی اور خیر کی فتح کا جھنڈا بھی ان ہی کے ہاتھ میں آیا ان کی شان و عظمت کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نگہبانِ اہل بیت نبی ﷺ:

ابنِ اسحق روایت کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ ہمارے ساتھ نہ جائیں اور ازواجِ مطہرات و اولاد کی نگہبانی کے لیے ہی ٹھہرے رہیں۔ یاد رہے کہ ماسوا تبوک کے باقی تمام غزوات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے اور اعلیٰ و نمایاں خدمات سرانجام فرمائیں۔ لیکن اس موقع پر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجازت نہ دی اور ازواج و اولاد کی نگہداشت پر مقرر فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مَعِيَ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى عَلَيْهِ
اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا مقام میرے نزدیک وہی ہو جو مقام ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یعنی اے علی رضی اللہ عنہ تم میں اور ہارون علیہ السلام میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے نائب بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ تم میرے نائب ہو لیکن نبی نہیں ہو تو کیا تم کو نائب ہونے کی خوشی نہیں ہے۔ یاد رہے کہ نماز کی امامت کے لیے مدینہ طیبہ میں آپ علیہ السلام نے عبد اللہ ابنِ ام مکتوم کو مقرر فرمایا اور گھر والوں اور مدینہ طیبہ والوں کی نگہبانی کے لیے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اس موقع پر مقرر فرمایا تھا۔

محبت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور محبت اللہ و رسول ﷺ:

طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ أَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهَ
وَمَنْ أَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ أَبْغَضَنِي وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ
أَبْغَضَ اللَّهَ (۱)

جس نے علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت کی اور
جس نے میرے ساتھ محبت رکھی اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا اور
جس نے علی کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض رکھا اور
جس نے میرے ساتھ بغض کر لیا اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا۔
معلوم ہوا کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت عین ایمان ہے اور ان کی محبت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ محبت کی دلیل ہے کیونکہ
یہ آپ ﷺ کے پیارے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہوگی جو ان سے محبت کرتا ہے کیونکہ بغض و عناد علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ نفاق اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض اور غضب خداوندی کی دلیل ہے۔

اطاعت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اطاعت الرسول ﷺ:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى اللَّهَ
وَمَنْ أَطَاعَ عَلِيًّا فَقَدْ أَطَاعَنِي وَمَنْ عَصَا عَلِيًّا فَقَدْ
عَصَانِي (۲)

معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہے اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نافرمانی مصطفیٰ کریم
علیہ السلام کی نافرمانی ہے۔

مومن اور منافق کی علامت

حضرت زرین جیش راوی ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو چیرا اور ہر جان کو
پیدا کیا۔ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا:

لَا يُحِبُّنِي إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَا يَبْغِضُونِي إِلَّا الْمُنَافِقُونَ (۳)
کہ مجھے (یعنی علی سے) محبت نہیں کرے گا مگر مؤمن، اور مجھ سے
بغض نہیں رکھے گا مگر منافق۔

معلوم ہوا کہ حسب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علامتِ ایمان ہے اور بغض علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علامتِ نفاق۔

اجازت در مسجد بحالتِ جنابتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:
 لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يُجْتَنَبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرِكَ (۱)
 اے علی میرے اور تیرے سوا کسی شخص کو مسجد میں جنابت کی حالت
 میں آنے کی اجازت نہیں۔

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بحالتِ جنابت مسجد میں داخل ہونے کی اجازت عنایت فرمائی اور
 یہ آپ کی خصوصیت ہے کسی اور کو اس حالت میں مسجد میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔

شامل در عبادت ذکر و زیارتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دوی ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:
 الْمَنْظَرُ إِلَى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ وَذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ
 میرے علی رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے اور علی کا ذکر کرنا بھی
 عبادت ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ وہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں جن کا ذکر کیا جائے تو عبادت میں شامل ہے اور اگر ان کے چہرہ کی زیادت نصیب ہو جائے تو
 یہ بھی عبادت ہے۔ یاد رہے کہ عام طور پر سوال کیا جاتا ہے۔
 کہ حضرت علی کو کرم اللہ وجہہ الکریم کیوں کہا جاتا ہے تو اس کا جواب اس مذکورہ حدیث سے مل گیا کہ ان کے چہرے کو دیکھنا
 عبادت ہے اس لیے آپ کو کرم اللہ وجہہ الکریم کہا جاتا ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جسم پر گرمی و سردی بے اثر:

احمد نے حضرت عبد الرحمن بن لیثی سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم گرمیوں میں کپڑے گرم اور
 سردیوں میں کپڑے سرد پہنتا کرتے تھے آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا جب مجھے حضور اقدس ﷺ نے لعابِ دہن
 آنکھ پر لگایا تو ساتھ ہی یہ دعا فرمائی کہ اے اللہ علی سے سردی اور گرمی دور کر دے اس روز سے نہ مجھے سردی محسوس ہوئی اور نہ گرمی (۲)
 معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کی دعا اقدس سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس تکلیف سے محفوظ فرما
 دیا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شدید سردی اور سخت گرمی دونوں انسان برداشت نہیں کر سکتا۔

حب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ گناہوں کو کھاتا ہے:

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

حُبُّ عَلِيٍّ بَنِ أَبِي طَالِبٍ تَأْكُلُ الذُّنُوبَ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ
 الحطبت (۳)
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتی
 ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت ہمارے گناہوں کو دھونے کا بہترین سبب ہے۔

واقعہ خیر اور فاتح خیر حیدر کرار سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

یہودیوں کا ایک بہت بڑا قلعہ تھا جس کو خیر کہا جاتا تھا۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا سخت جنگ ہونے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی پھر آپ نے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجا لیکن کچھ کامیابی نہیں ہو سکی لڑائی خوب ہوئی لیکن خیر فتح نہ ہوا تیسرے روز حضور آقائے دو جہان علیہ السلام نے اعلان فرمادیا کہ میں کل یہ جہنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ و رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ و رسول اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ یہ نصیب اور قسمت اب جس کے حق میں تھی اسی کو خیر کی فتح کا علم ملنا تھا۔ چنانچہ آپ نے فتح خیر کا علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ دیا اور فرمایا اس خدا داد وقت کے علمبردار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس قلعہ خیر کو فتح کریں گے آپ یہ جہنڈا لے کر قلعہ خیر کے پاس پہنچے اور وہ جہنڈا قلعہ کے پاس گاڑ دیا اور خود ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں ڈھال تھامی یہودیوں نے جب قلعہ سے جھانکا تو کہنے لگے یہ کون بہادر ہے جس نے یہاں آ کر فتح کا علم بلند کر دیا ہے آپ نے فرمایا میں علی ابن عمران رضی اللہ عنہ ہوں یہودیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ نام علی رضی اللہ عنہ سن کر گھبرا گئے اور کہنے لگے قسم ہے ہم کو اس سے پیشتر تو ہم مغلوب نہ ہوئے لیکن جو شخص آج مسلمانوں کی طرف سے آیا ہے یہ ہم کو مغلوب کر دے گا۔ اور خیر کا بہت بڑا مضبوط قلعہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

سب سے پہلے خیر کا مشہور بہادر یہودی حارث نامی جو مرحب کا بھائی تھا چند ساتھیوں کے ساتھ آیا اور حیدر کرار سے کہنے لگا آؤ میرا مقابلہ کرو۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دو ساتھیوں کو اس کے مقابل بھیجا لیکن وہ شہید ہو گئے پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے مقابلہ میں آئے تو آپ نے اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے گلے کر دیے جب مرحب کو پتہ چلا تو وہ آگ بگولا ہوا اور انتقامی کارروائی کے لیے دہرے فولادی خول سر پر رکھ کر اور دہری تلواریں ہاتھوں میں لیے اور دہری زرزہ فولادی پہن کر شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آیا اور اپنے بہت بڑے وزنی بھال فولادی کو اٹھا کر کہنے لگا تم جانتے ہو میں کون ہوں تمام خیر مجھے جانتا ہے اور اپنی طاقت و بہادری پر یہ شعر کہا:

قَدْ عَلِمْتُ خَيْرَ إِنِّي مَرْحَبٌ

شَاكِي السَّلَاحِ بَطْلٌ مُجَرَّبٌ

خیر والے خوب جانتے ہیں کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش فن جنگی میں ماہر طاقت و شجاعت میں مشہور ہوں۔

إِذَا السُّيُوفُ أَقْبَلَتْ تَلَقَّهْتُ

وَأَتَحَمَّعْتُ عَنْ صَوْلَتِ الْمُغْلَبِ

جب معرکہ جنگ میں شیر آتے ہیں اور آگ کے شعلے بھڑکاتے ہیں تو اس وقت اسی مرحب کے حملہ غالب سے پیچھے بھاگ جاتے

ہیں۔

ابھی تک تو یہودی مرحب شعر پڑھ پڑھ کر اپنی تعریف کرتا جا رہا ہے اور سامانِ فولادی لے کر بے بس ہو کر شعروں کی بوچھاڑ شروع کر رکھی ہے۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کے شعر سن رہے ہیں کہ یہ بجائے حملہ کرنے یا مجھے اکیلے کو مارنے کے یہ کیا کر رہا ہے اب یہ سوائے شعروں کے اور کرے گا بھی کیا اب پھر شعر:

خَلَفَ حِمَايَ أَبَدًا لَا تَقْرُبُ

أَطْعَمَ أَحِبَّائَنَا وَ حَمِيَّتَنَا أَطْرِبُ

میرے خوف سے میرے کوئی قریب نہیں آتا میں بھی تلوار اور بھی نیزہ کے ایک وار سے کام تمام کر دیتا ہوں۔

ظالم شعروں سے اسد اللہ غالب رضی اللہ عنہ کو اپنی شان بتا رہا ہے۔ پھر یہ شعر کہا:

إِنِّي أَغْلِبُ النَّظَرَ فَلْيَايَ أَغْلَبْ

وَالْقَدْرُ عِنْدِي بِالْإِمَاءِ مُعْظَبْ

اگر سارا زمانہ مغلوب ہو جائے تو بھی میں غالب آتا ہوں اور میرے مقابل خون میں رنگا ہوا ہے۔

دیکھا اس شعر میں کہتا ہے کہ اگر سارا زمانہ مغلوب ہو جائے تو میں غالب آتا ہوں اور یہ جو میرے مقابل ہے یہ تو خون میں رنگین

پڑا ہے۔ جب اسد اللہ حیدر کزار نے اس کے شعر سنے تو آپ نے فرمایا یہ ظالم بھی جانتا ہے کہ میں کون ہوں پھر بھی اپنی تعریفوں کے پل باندھ رہا ہے۔

آپ نے میدان میں اس کے مقابل جا کر یہ اشعار پڑھے۔

أَنَا الَّذِي سَمَّيْتَنِي أُمِّي حَيَّةً

كَأَنِّي غَايَاتُ كَرِيهِهِ الْمُنْظَرَةُ

میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے اس کا نام حیدر رکھا ہے اور شیر کی طرح مہیب اور بیت ناک ہوں۔

أَكْمَلُكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلَ السَّنَدَةِ

أَحْرَبُكُمْ صَرَبًا يُبَيِّنُ الْفَقْرَةَ

میں تلوار کے ایک وار سے تم کو ناپوں گا کہ تم کس پانی میں ہو اور تمہیں اگر میری ایک بھی پڑ گئی جو کہ بصورتِ ناپ ہوگی تو وہ ہمارے ٹکڑے کر دے گی۔

وَأَتَرَكَ الْقُرْنَ بِقَاعِ جُزْزَةٍ

أَحْرَبُ بِالسَّيْفِ رِقَابَ الْكَفَرَةِ

میں نیزے کے وار سے زمین میں گاڑ دیتا ہوں اور تلوار سے کافروں کے پرچے اڑا دیتا ہوں اتنے میں پھر آپ کے اور اس کے رمیان بمقابلہ شروع ہوا۔ شاہ مرداں شیر یزداں امام الاعظم حیدر کزار اللہ کی تلوار ذوالفقار کا ایک ہی وار شعر پڑھ پڑھ کر لاف زنی کرنے والے اس مرحب پر پڑا اور تلوار کی ضرب نے اس کے سر کے دہرے اور بھاری ~~وہ~~ ~~خود~~ کو کاٹتے ہوئے اس کے منہ کو چیر کر کھ دیا۔ یعنی جس طرح گرما کو کاٹ کر چھینک دیا جائے۔ اس ضرب کے کھڑکے نے قلعہ کے یہودیوں کو ہلا کر رکھ دیا بھگتے آئے تو دیکھا کہ ہمارا سب سے بڑا بہادر مرحب دو ٹکڑے ہوا پڑا ہے۔

پڑی شمشیر جس پر کر دیے ٹکڑے برابر کے

یہ ادنیٰ سی کرامت تھی علی کی تیغ بڑاں کی

مرحب کے مارے جانے پر یہودی مسلح ہو کر اسلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ دونوں طرف سے خوب تلواریں چلیں۔ جس سے آپ کی ڈھال ہاتھ سے گر کر گھسان میں گم ہو گئی۔ لڑتے لڑتے جب انتہا ہو گئی تو شیر خدا حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے قلعہ خیبر کا لوہے کا بہت وزنی دروازہ اپنے ایک ہاتھ سے پکڑ کر ہلایا اور اکھاڑ کر قلعہ کی دیوار سے باہر رکھ دیا اور خیبر فتح ہو گیا اور قلعہ کی بلندی پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا اور خیبر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا خیبر کا ذرہ ذرہ گواہ ہے کہ شیر خدا حیدر کرار فتح خیبر نے ہی ہم کو اسلام کے قبضہ میں دیا اب اس وزنی لوہے کے دروازہ کو ستر مسلمان مل کر ہلانا چاہیں تو وہ حرکت میں نہ آئے وہ حیران ہوئے کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے کس طرح اسے اکھاڑا اور پھر اٹھا کر علیحدہ کر دیا اور فتح کہتے ہیں کہ ہم چالیس آدمیوں نے مل کر ہلانا چاہا لیکن خیبر کا وزنی دروازہ ہم سے مل نہ سکا آپ سے پوچھا گیا یہ کیا بات ہے۔ علامہ رازی علیہ الرحمہ آپ کا جواب نقل کرتے ہیں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

وَاللّٰهُ مَا قُلْعَتْ بَابَ خَيْبَرَ بِقُوَّةِ جَسَدِ اَيَّتِهِ وَلٰكِنْ بِقُوَّةِ رَبَّانِيَّةِ (۱)

توت ربانی سے اٹھایا۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار

لَا فُتِحَ إِلَّا عَلَيَّ لَا سَيِّفَ إِلَّا ذُو الْفِقَارِ

اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے یوں فرمایا اور کیا خوب فرمایا:

شیرِ شمشیرِ زنِ شاہِ خیبر شکن

پر تو دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نمازِ عصر، مقامِ صہبا پر ڈوبا ہوا سورج واپس:

حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت فرماتی ہیں کہ فتح خیبر سے واپسی پر حضور اقدس رضی اللہ عنہ مقامِ صہبا (ایک راستہ کی منزل) پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ ظہر ادا فرمائی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لیے کہیں بھیجا۔ اسی دوران نمازِ عصر کا وقت بھی آ گیا اور پھر آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی اس کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا سرانور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی گود میں رکھا اور سو گئے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرکت تک نہ کی تا کہ میرے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آرامِ اقدس میں خلل نہ آئے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ کیا تم نے نمازِ عصر پڑھی ہے عرض کیا یا رسول اللہ رضی اللہ عنہ نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اب سورج غروب ہو گیا ہے لیکن تم نمازِ عصر وقت پر ہی ادا کرو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی:

فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنَّهُ كَانَ

فِي طَاعَتِكَ وَطَاعَتِ رَسُولِكَ فَأَزِدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ

قَالَتْ أَسْمَاءُ فَرَأَيْنَهَا غَرَبَتْ ثُمَّ رَأَيْنَهَا طَلَعَتْ بَعْدَهَا

تو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی اے اللہ یہ علی رضی اللہ عنہ تیرے اور

تیرے رسول رضی اللہ عنہ کی اطاعت میں تھا تو اس پر سورج کو لوٹا

دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ وہ سورج جو

قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کی خبر بابِ مدینۃ العلم رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سیدنا ابوالطفیل عاصم بن وائلہ روایت کرتے ہیں کہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے خطبہ میں بیٹھا تھا اور اپنے کانوں سے سنا اور دیکھا کہ آپ نے فرمایا:

سَلُّوْنِي قَوْلَ اللَّهِ لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ يَكُونُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَحَدْتُكُمْ بِهِ ^(۱)

مجھ سے سوال کرو اللہ کی قسم! قیامت تک ہونے والی کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہیں کرو گے مگر میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔

حضرت مسلم بن اوس رحمۃ اللہ علیہ و جاریہ بن تہامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

سَلُّوْنِي قَبْلَ أَنْ تَفْقِدُونِي فَإِنِّي لَا تَسْأَلُونِي عَنْ شَيْءٍ وَحْدُونَ الْعَرْشِ إِلَّا أَحْبَبْتُكُمْ عَنْهُ ^(۲)

مجھے کھودینے سے قبل مجھ سے سوال کرو ماذون العرش کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہیں کیا جائے گا مگر میں اس کی خبر دوں گا۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ تابعی فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنْ أَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَةِ يَقُولُ سَلُّوْنِي إِلَّا عَلِيًّا ^(۳)

اصحاب میں سے سوائے سیدنا علی المرتضیٰ کے کسی نے ایسا نہ کہا کہ پوچھ لو مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہے میں تم کو خبر دوں گا۔

ثابت ہوا کہ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قیامت تک کے احوال کی خبر رکھتے تھے اور بالاتفاق آپ علوم کے بحرنا پیدا کنار ہیں اور تمام علم کی نہریں انہی کے چشمہ سے چلی ہیں۔ ولی، قطب، غوث، ابدال، اوتاد، درویش، قلندر اور سالک سب آپ ہی کے باجگزار ہیں۔ قادری، چشتی، نقشبندی اور سہروردی آپ ہی کے فخر طریقت کی شاخیں ہیں۔ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کے میدانوں میں سرگرداں آپ ہی کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

ذات او دروازہ شہر علوم
زیر فرمانش حجاز و چین و روم
آپ کی ذات علوم کے شہر کا دروازہ ہے۔ حجاز و چین اور روم آپ کے زیر فرمان ہیں۔
خزائنِ قرآن و تفسیر و حدیث اور حوضِ کوثر پر قرآن و علی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت:

مجموع در اوسط اور تاریخ اختلفاء میں حضرت ام المؤمنین ام سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

عَلَيْ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ وَلَا يَفْرِقَانِ حَتَّى يَرَوْا عَلَى الْحَوْضِ ^(۴)

علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جدانہ ہوں کہ یہاں تک کہ مجھ سے حوضِ کوثر پر آ ملیں گے۔

(۱) (کنز العمال ۶: ۳۰۵)

(۲) (کنز العمال ۶: ۳۰۵)

(۳) (کنز العمال ۶: ۳۰۵)

(۴) مستدرک حاکم ۳: ۱۳۳، رقم ۴۲۸

ابن سعد رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں:

وَاللّٰهُ مَا نَزَّلَتْ آيَةً إِلَّا وَقَدْ عَلِمْتُ فَيُنَزِّلُكَ وَأَيْنَ نَزَّلَتْ
وَعَلَى مَنْ نَزَّلَتْ إِنْ رَزَقِيْ وَهَبَ لِيْ قَلْبًا عَقُولًا وَلِسَانًا
نَاطِقًا (۱)

خدا کی قسم! مجھے ہر ایک آیت کا شانِ نزول اور کہاں نازل ہوئی اور
کس کے حق میں نازل ہوئی سب کچھ معلوم ہے کیونکہ میرے رب
نے مجھے قلب اور عقل اور زبانِ ناطق عطا فرمائی ہے۔

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

سَلُوْنِيْ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ آيَةٍ إِلَّا وَقَدْ
عَرَفْتُ بِلَيْلٍ نَزَّلَتْ أَمْرًا بِهَا أَمْرٌ فِيْ سَهْلٍ أَمْرٌ فِيْ جَبَلٍ (۲)

جس کسی نے قرآن کے متعلق پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لے کیونکہ
کوئی آیت ایسی نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ دن میں نازل ہوئی یا
رات میں میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

مذکورہ بالا روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بابِ مدینۃ العلم سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم قرآن حکیم کے سب سے
بڑے عالم تھے کوئی آیت مکی ہو یا مدنی، سفری ہو یا حضری، ناخ ہو یا منسوخ محکم ہو یا تشابہ، لیل کی ہو یا نہار کی، آپ سب کو جاننے
والے تھے اور ہر آیت کو منشاءِ خداوندی کے مطابق جانتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو خود قرآن نے راحِ العلوم فی القرآن کا لقب
بخشا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوری شب بسم اللہ کے حرفِ باکی تفسیر شروع
فرمائی۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی آپ نے فرمایا اگر اور رات ہوتی تو بیان کرتا۔ واللہ یہ سمندر سے قطرہ بھی بیان نہیں کیا۔ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ، فرماتے ہیں کہ اگر میں سورت فاتحہ کی تفسیر لکھوں تو ستر اونٹ کتابوں سے لادے جائیں مگر تفسیر سورت فاتحہ ختم نہ ہو
سکے (۳)

حضرت سرکار مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رکاب میں ایک پاؤں رکھتے اور دوسرا پاؤں دوسری رکاب میں رکھنے تک پورا قرآن پڑھ کر ختم
فرمالیتے۔ اللہ اللہ یہ شانِ کرامت کمال تھی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْقُرْآنَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرَفٍ مِّمَّا حُرِّفَ إِلَّا لَآلَهُ
ظَهَرُوا وَبَطْنٌ وَإِنْ عَلِيًّا عِنْدَهُ مِنَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ

قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا اور ہر حرف جو ہے اس کے
ایک ظاہری اور دوسرے باطنی معنی ہیں اور ہر حرف کے ظاہر و باطن
کا علم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو ہے۔

یہ ہے خاموش قرآن اور وہ قرآنِ ناطق ہیں
نہ ہوں جس دل میں یہ اس میں نہیں قرآن کا رشتہ

واقعہ میراث اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

ایک شخص نے مرتے وقت وصیت کی کہ میری میراث کا ایک جز فلاں شخص کو دے دینا۔ اس کے انتقال کے بعد جز کے تعین میں اختلاف ہوا جب فیصلہ نہ ہو سکا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ساتواں حصہ دے دو کیا تم نے قرآن میں یہ نہیں پڑھا ہے:

لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جُزٌ مَقْسُومٌ

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے (۱)

معلوم ہوا کہ مسئلہ میراث کے موقع پر رسولی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم سے جواب دے کر اختلاف ختم کر دیا اور مسئلہ میراث حل فرمادیا۔

لڑکے کی ماں کی پہچان اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں دو عورتوں نے بچے جنے۔ رات اندھیری تھی ایک کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور ایک کے ہاں لڑکی دونوں میں جھگڑا مں بات پر ہوا کہ ہر ایک کہتی تھی کہ لڑکا میں نے جنا ہے آخر کار دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لائی گئیں ہر ایک یہی کہتی تھی کہ لڑکے کی ماں میں ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَأَمَرَ كُلَّ وَاحِدَةٍ أَنْ تَحْلِبَ لِبَيْتِهَا شَيْئًا ثُمَّ وَزَنَ
الْمِيزَانَيْنِ فَرَجَحَ أَحَدُهُمَا فَحَكُمُوا لِصَاحِبَةِ الرَّاحِجِ بِالْصَّبِيِّ
فَقِيلَ مِنْ أَيْنَ أَخَذْتَ هَذَا قَالَ مِنْ قَوْلِهِ تَعَالَى لِلَّذِي كَرِهَ
مِثْلُ حِطَّةِ الْأَنْفِيَيْنِ (۲)

تم دونوں تھوڑا تھوڑا دودھ چھاتیوں سے نکال کر دو برتنوں میں رکھو
چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ نے دونوں دودھوں کو تولتا تو ایک وزنی اترا
فرمایا جس کا دودھ وزنی ہے لڑکا اسی کا ہے یہ فیصلہ سن کر لوگوں نے
دریافت کیا یا حضرت آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا تو فرمایا:

قرآن کی اس آیت سے لِلَّذِي كَرِهَ مِثْلُ حِطَّةِ الْأَنْفِيَيْنِ۔

اس آیت میں یہ بھی استدلال ہے کہ خدا نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے حتیٰ کہ غذا میں بھی پس میں نے اس حقیقت کے پیش نظر
سوچا تھا کہ لڑکے کی ماں کا دودھ ضرور وزنی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ایسے مشکل ترین موقع پر بھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے قرآن عظیم سے کیسی عقدہ کشائی فرمائی ہے ایسے دقیق مسائل
کا حل قرآن سے پیش کرنا اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ آپ قرآن حکیم کے ہر راز سے واقف تھے اور یہی صفت راسخون فی العلم
والوں کی ہے۔

یہودی کی کھودی داڑھی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم القرآن:

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی۔ ٹھوڑی پر چند ایک گنتی کے بال تھے اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی مبارک بہت
گھنی اور بھری ہوئی تھی ایک دن وہ یہودی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا۔ اے علی رضی اللہ عنہ تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمع علوم

ہیں اور تم بابِ مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ قرآن میں کیا تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ہے۔ لوسنو۔ قرآن میں آتا ہے۔

الْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ يَأْخُذُ رِيحَهُ وَالَّذِي حَبَّتْ لَا يَخْرِجُ إِلَّا نَكِدًا۔^(۱) یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا بمشکل۔

تو اے یہودی! وہ اچھی پاکیزہ زمین میری ٹھوڑی ہے جس سے خوب گھنے بال داڑھی اگے ہیں اور خراب و پلید زمین تیری ٹھوڑی ہے جس سے کوئی اگتا ہے تو مشکل سے۔ سبحان اللہ (مناقب اسد اللہ)

معلوم ہوا کہ سرکارِ بابِ مدینۃ علم نے ثابت کر دیا کہ قرآن میں جمیع علوم موجود ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے۔ یاد رہے کہ داڑھی کا رکھنا اور مونچھوں کا کٹوانا یہ مصطفیٰ ﷺ کی سنت اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بھی سنت ہے روایاتِ شاہد ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کی داڑھی مبارک بھری ہوئی اور گھنی تھی اور آپ کی مونچھیں پست تھیں اور سید عالم علیہ السلام کی صحیح حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا إِلَيْكُمْ وَلَا تَشَبَهُوا بِالْيَهُودِ
مونچھیں کٹاؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ اور یہود کی مشابہت اختیار نہ کرو۔

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کون سا لشکر ہے تو آپ نے فرمایا اس قوم کی بڑی نشانی یہ تھی۔

فَقَالَ لَهُ قَوْمٌ حَلَقُوا إِلَيْهِ وَفَقَتُوا الشَّوَارِبَ^(۲)

یہ وہ قوم تھی جو داڑھی چٹ کر ادیتے تھے اور مونچھوں کو لمبا رکھتے تھے اس قوم کی صورتیں بھی مسخ کر دی گئیں۔

سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام سے داڑھی کے متعلق پوچھا گیا کہ اس کی مقدار کیا ہے تو آپ نے فرمایا:

تَقْبِضُ بِإِصْبَاحِكَ وَتَجْمُرُ مَا تَقْلُ^(۳)
بلکہ حیاتِ القلوب میں تو یہاں تک بھی بیان ہے۔

از سہتہائے ابراہیم است، شارب را گرفتن وریش را بلند داشتن^(۴)

داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کٹوانا سنتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

امامِ ائمۃ العظام ہادی انام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ اصلی نشان ہے کہ داڑھی مبارک گھنی اور بھرپور اور مونچھیں پست۔ ان کے نقشہ کو اپنانا لازمی ہے۔

علوم وقضاء وفقہ وحکمت اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ترمذی اور مشکوٰۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَكَادُ أُنْكِبُكُمْ وَعَلَى بَابِهَا

میں حکمت کا شہر ہوں اور حکمت کے شہر کے دروازہ علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے جب یمن کی طرف اشاعتِ اسلام کے لیے بھیجا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپ یمن کی طرف بھیجتے ہیں اور میں ایک ناجربہ کار آدمی ہوں۔ معاملات طے کرنے نہیں جانتا۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اَهْدِ قَلْبَهُ وَثَبِّثْ لِسَانَهُ فَاَوَدِّعِي فَلَئِنْ اُتِيتْكَ مَا
شَكَلْتُ فِي قَضَائِهِ لَيَنْ اُتِيتْكَ (۱)

اللہ کی قسم پھر اس روز کے بعد مجھے تمام معاملات طے کرنے میں کبھی بھی دشواری پیش نہ آئی۔

حضرت ابو ہریرہ و ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے:

عَنْ اَقْضَاءِ تَاْعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنْ
اَقْطِي اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ عَلِيًّا .

والے ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل مدینہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ معاملہ فہم کوئی نہیں تھا۔ (۲)

مذکورہ بالا احادیث و روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ حضرت پر نور شافعِ یوم النور رضی اللہ عنہ نے اپنی حکمت کا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو دروازہ فرمایا ہے اور آپ کے حق میں دعا فرمائی۔ اسی فیضِ نبوت کا صدقہ تھا کہ آپ فقیہ فی الدین اور امام الحکمت کی شان سے نوازے گئے کوئی مشکل مسئلہ ہی کیوں نہ ہو اسے صرف حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی حل فرمایا کرتے تھے۔ عظیم المرتبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اکثر دشواری اور مشکل کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جواب اور مشورہ لیا کرتے تھے اس لیے کہ آپ کا جواب و مشورہ دانائی، حکمت سمجھداری اور عقل پر مبنی ہوا کرتا تھا۔

عیسائی عالمِ پادری کے سوالات اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات:

سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں نجران کا ایک یہودی عالم اسلام پر اعتراضات کرنے کے لیے چند سوالات سوچ کر آیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفۃ المؤمنین کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی۔ اس وقت حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودی عالم کو اپنی عدالت میں آنے کی اجازت دے دی۔ جب یہ یہودی اندر داخل ہوا تو حضرت امیر المؤمنین سے خطاب کر کے عرض کرنے لگا۔ میں چند سوالات کرنے آیا ہوں۔ اجازت ہو تو بیان کروں اور آپ ان کا جواب دیں امیر المؤمنین نے فرمایا ہاں اپنے سوال بیان کرو۔

۱۔ آپ کا قرآنِ جنت کا کچھ ایسا طویل و عرض بیان کرتا ہے جو میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ کا قرآن کہتا ہے کہ جنت کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہو گا یہ بتلائیے کہ جب جنت اتنی بڑی ہوگی تو دوزخ کہاں واقع ہوگی؟

۲۔ وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کی مثل ہے؟

۳۔ آسمان کا کوئی نقل ہے؟

۴۔ زمین پر سب سے پہلے کس کا خون گرا تھا؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ اس کے چاروں سوالوں کے جواب دیجئے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسی وقت یہودی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے اے یہودی اپنے جملہ سوالات کے جوابات سن لے اور اگر دل چاہے تو نوٹ کر لے۔ تم نے قرآن پاک کی اس آیت پر اعتراض کیا ہے کہ جب جنت کا عرض زمین و آسمان کے برابر ہے تو دوزخ کہاں واقع ہوگا۔ یہودی مجھے اس بات کا جواب دو کہ جب رات آتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے۔ اور جب دن آتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے۔ پادری یہ جواب باصواب ہی سن کر حیران رہ گیا۔ آپ نے فرمایا یہودی تمہارا دوسرا سوال یہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو میوہ ہائے جنت کی مانند ہے۔ آپ نے فرمایا وہ قبر آن ہے۔ کہ تمام مخلوق اس سے استفادہ کرنا چاہے تو بھی اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ گویا جنت کے میوہ جات بھی اسی طرح کے ہیں۔

یہودی تمہارا تیسرا سوال یہ ہے کہ آسمان کا قفل کیا ہے فرمایا وہ قفل شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ قفل کی مفتاح (کنجی) کلمہ شہادت ہے جس کی پرواز و رسائی فرش سے عرش تک ہے۔

یہودی تمہارا چوتھا سوال یہ ہے کہ زمین پر سب سے پہلے خون کس کا گرا۔ آپ نے فرمایا تمہارا یہ گمان ہے کہ چگاڈ کا خون سب سے پہلے زمین پر گرا۔ یہ غلط ہے سب سے پہلے خون حضرت حوا کا تھا جو حضرت ہابیل کی ولادت کے وقت زمین بوس ہوا تھا۔

یہودی نے کہا بخدا سچ ہے۔ مگر میرے ایک سوال کا جواب اور دیجئے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا آخری سوال بھی پوچھ لو تا کہ تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہے کہنے لگا بتائیے خدا کہاں پر ہے؟ حضرت مولائے کائنات نے مجتہم ہو کر فرمایا۔

یہی سوال میں نے اپنے آقا مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تھا اور اپنی آنکھوں کے سامنے یہ منظر دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ فرشتہ نے کہا ساتویں آسمان کا کہیں ہوں اور اپنے رب کے پاس سے آیا ہوں۔ پھر دوسرا فرشتہ آیا۔ آپ نے اس سے بھی یہی سوال کیا کہ کہاں سے آ رہے ہو اس نے کہا اپنے رب کے پاس سے ساتویں طبقہ زمین سے آ رہا ہوں پھر اس کے بعد ایک فرشتہ مغرب سے آیا اور ایک مشرق سے آیا دونوں سے یہی سوال کیا گیا۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ ہم اپنے رب کے پاس سے مغرب اور مشرق سے آ رہے ہیں۔

پس اے یہودی! اللہ تعالیٰ یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے، زیرِ زمین بھی ہے۔ بالائے آسمان بھی ہے۔ پس وہ کون سی جگہ ہے کون سی جہت جہاں وہ نہیں۔ اَیْمَا تَوَلَّوْا فَاَتَهُمْ وَجْہُ اللّٰہِ۔

یہودی عالم حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام المشرق والمغرب باب مدینۃ الحکمت کے یہ جوابات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ (۱)

یہودی عالم کے سات سوال اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے جوابات

ایک یہودی عالم نے جس کا نام مفر تھا نے ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ میرے چند سوالوں کے جواب دیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو، پوچھا بتائیے:

۱۔ وہ کون سا فرد ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟

۲۔ وہ کون سی عورت ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟

۳۔ وہ کونسا مرد ہے جس کی ماں تو ہے باپ نہیں؟

۴۔ وہ کون سا پتھر ہے جس نے جانور جنا ہے؟

۵۔ وہ کون سی عورت ہے جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جن دیا؟

۶۔ وہ کون سے دو دوست ہیں جو آپس میں کبھی دشمن نہ بنیں گے؟

۷۔ وہ کون سے دو دشمن ہیں جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے؟

حضرت مولائے مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا سنو۔

۱۔ وہ مرد جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔

۲۔ وہ عورت جس کا نہ باپ ہے نہ ماں وہ حوا علیہا السلام ہیں۔

۳۔ وہ مرد جس کی ماں ہے اور باپ نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

۴۔ وہ پتھر جس نے جانور جنا ہے یہ وہ پتھر ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی۔

۵۔ وہ عورت جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جنا وہ حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ جن کو ایک گھڑی میں حمل ٹھہر گیا۔

دوسری گھڑی میں درد نہ پیدا ہوئی اور تیسری گھڑی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

۶۔ وہ دو دوست جو کبھی آپس میں دشمن نہ بنیں گے۔ وہ جسم اور روح ہیں۔

۷۔ وہ دو دشمن جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے۔ موت اور حیات ہیں۔

مفسر یہودی نے یہ سن کر عرض کیا۔ واقعی اے مولانا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ! آپ نے بالکل صحیح جواب دیئے۔ اور واقعی آپ باب مدینۃ العلم

ہیں۔ (۱)

تقسیم حصہ اور علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

دو آدمی ہم سفر تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین کھانے کا وقت آیا تو راستے میں دونوں ایک جگہ ٹھہرے اور وہ روٹیاں اکٹھی کر کے دونوں مل کر کھانے بیٹھے اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آ گیا انہوں نے اس سے کہا آؤ بھائی جان کھانا حاضر ہے۔ اس شخص نے یہ دعوت قبول کر لی اور وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور پھر تینوں نے وہ روٹیاں مل کر کھائیں کھانا کھا لینے کے بعد وہ تیسرا شخص آٹھ روپے ان کو دے گیا اور کہہ گیا کہ آپس میں بانٹ لینا۔ چنانچہ جب وہ دونوں ان آٹھ روپوں کو بانٹنے لگے تو پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں میں پانچ روپے لیتا ہوں اور تیری تین تھیں تو تین لے۔ تین روٹیوں والا کہنے لگا ایسا کیوں؟ بلکہ یہ روپے آدھے تیرے اور آدھے میرے۔ ہم دونوں نے مل کر روٹی کھائی ہے اس لیے دونوں کا حصہ بھی برابر ہوگا۔ دونوں میں تکرار بڑھ گئی اور پھر دونوں اپنے اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سارا واقعہ سن کر تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ اگر تمہیں تین روپے ملتے ہیں تو تین ہی لے لو۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے ورنہ اگر حساب کر کے لو گے تو تمہارے حصہ میں صرف ایک ہی روپیہ آتا ہے وہ حیران ہو کر بولا بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے مجھے یہ حساب سمجھا دیجئے تو میں ایک روپیہ ہی لے لوں گا۔

قَالَ لِأَنَّ التَّمَانِيَةَ أَرْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ ثُلُثًا لِصَاحِبِ الْخُمْسَةِ عَشَرَ وَبِكَ سَبْعَةٍ وَقَدِ اسْتَوَيْتُمْ فِي الْأَكْلِ فَأَكَلْتُ تَمَانِيَةً مَا بَعِيَ لَهَا سَبْعَةٌ وَأَكَلَ الْعَالِفُ تَمَانِيَةً سَبْعَةً لِصَاحِبِكِ وَوَأَحَدَكَ فَقَالَ رَجُلٌ رَضِيْتُ الْإِن.

حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اچھا سنو۔ تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس تمہارے ساتھی کی پانچ کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم کھانے والے تین تھے اور تم آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو چوبیس ٹکڑے بنتے ہیں اور اب چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں میں تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے۔ آٹھ

تم نے آٹھ تمہارے ساتھی اور آٹھ تمہارے مہمان نے اب سنو تمہاری تین روٹیاں تھیں۔ ان تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں ان پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں اور تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا۔ جو مہمان نے کھایا لہذا ایک روپیہ تمہارا۔ تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے بچے جو مہمان نے کھائے لہذا سات روپے اس کے یہ فیصلہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا۔ اور مجبوراً اسے ایک ہی روپیہ لینا پڑا۔ اور دل میں کہنے لگا کہ تین ہی لے لیتا تو اچھا تھا۔ (۱)

ایک نوجوان، اس کی ماں اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں ایک نوجوان آیا۔ اور عرض کیا یا امیر المؤمنین مجھ میں اور میری ماں میں فیصلہ فرمادیں۔ میری ماں نے باوجود اس کہ مجھے نو ماہ شکم میں رکھا بعد اس کے اپنی گود میں دو سال دودھ پلایا اور جب میں جوان ہوا تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا اور کہتی ہے تم میرے بیٹے نہیں ہو۔ حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ نے اس کی ماں کو بلایا۔ چنانچہ حکم کی تعمیل میں اس عورت کو اس کے چار بھائیوں اور چالیس مصنوعی گواہوں سمیت لایا گیا جو اس بات کی قسم کھاتے تھے کہ یہ عورت اس نوجوان کو جانتی بھی نہیں بلکہ یہ نوجوان جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے۔ نوجوان نے عرض کیا امیر المؤمنین اللہ کی قسم یہ میری ماں ہے آپ نے عورت سے کہا۔ بتا کیا درست ہے کہنے لگی امیر المؤمنین واللہ میں اس نوجوان کو نہیں جانتی۔ میں ابھی تک کنواری ہوں۔ شادی نہیں کرائی تو بچہ کیسے جن سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا گواہ پیش کر سکتی ہو تو چالیس گواہ عورت کی حمائت میں بولے۔ حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں اب فیصلہ

کرتا ہوں۔ جس کو میرا اللہ پسند کرے گا۔ کیوں عورت تیرا کوئی ولی ہے؟ کہنے لگی یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا بتاؤ میرا فیصلہ تمہارے لیے اور تمہاری بہن کے لیے قابل قبول ہوگا، چاروں بھائی بولے کیوں نہیں آپ کا فیصلہ قبول ہوگا۔ حضرت علی کرم اللہ نے فرمایا واللہ میں نے خدا اور حاضرین کی موجودگی میں بلا شک اس عورت کو اس نوجوان کے ساتھ بیاہ دیا مہر چار سو نقد درہموں سے۔ اے قہر میرے مال سے چار سو نقد درہم اس نوجوان کو دو۔ نوجوان نے درہم لے لیے آپ نے فرمایا اپنی عورت کی گود میں ڈال دو۔ اور چلے جاؤ اب میرے پاس اس حالت میں آنا کہ تجھ میں غسل کا اثر ہو (یعنی بعد مباشرت و غسل کے) نوجوان یہ ارشاد سن کر اٹھا اور درہم عورت کی گود میں ڈال دیے۔

عورت چلا کر بولی یا امیر المؤمنین جہنم جہنم۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ مجھ کو میرے فرزند سے بیاہ دیں۔ میرے بھائیوں نے مجھے ایک کینے آدمی سے بیاہ دیا جس میں یہ فرزند پیدا ہوا۔ پھر جب یہ بالغ ہوا تو بھائیوں نے مجھے کہا کہ اس کی فرزندگی اسے انکار کر کے اس کو گھر سے نکال دو۔ اللہ کی قسم یہ میرا فرزند ہے۔ آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اور اپنے بیٹے کو گھر لے جاؤ۔ (مناقب اسد اللہ)

زن حاملہ بالزنا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا۔ لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے رحم کا ارادہ کیا اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا معاملہ اس طرح ہے آپ فیصلہ دیں کہ کیا کرنا چاہیے۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا چھ ماہ کے بعد بھی بچہ پیدا ہو سکتا ہے وہ کس طرح؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ فرمایا قرآن میں ہے کہ: وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا بچہ حمل میں رہنے اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔ اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس ہے۔ وَفِصْلُهُ فِي عَامَيْنِ لِهَذَا چوبیس ماہ دودھ چھڑانے اور چھ ماہ حمل میں رہنے کے پورے تیس ماہ ہوئے نیز یہ مجنونہ اور مرفوع القلم ہے۔

فَتَوَكَّأَ عُمَرُ رَجُلَهَا وَقَالَ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر خوش ہوئے اور اس عورت کو رجم نہ کیا اور فرمایا اگر آج علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر رضی اللہ عنہ ہلاک ہو جاتا کہ بے گناہ عورت کا سنگسار ہونا میرے لیے ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ (۱)

ایک عورت سے دو آدمیوں کا فریب اور فیصلہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

دو آدمیوں نے ایک قریشی عورت کے پاس سودینا کی امانت رکھی اور کہا جب تک ہم دونوں اکٹھے تیرے پاس نہ آئیں یہ امانت ہم میں سے کسی ایک کو نہ دینا۔ ایک سال گزر گیا ان میں سے ایک نے عورت سے آکر بیان کیا کہ میرا دوست مر گیا ہے لہذا یہ امانت مجھے دے دے۔ عورت نے سودینا اسے دے دیے۔ ایک سال گزرنے کے بعد دوسرا شخص آیا اور کہا سودینا مجھے دے دے۔ اس نے کہا تیرا دوست میرے پاس آیا تھا اس کا خیال تھا کہ تم مر چکے ہو چنانچہ وہ مجھ سے امانت لے گیا ہے۔ اس نے کہا کیا ہمارا وعدہ تھا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تو کسی ایک کو امانت نہ دینا۔ اس مرد اور عورت میں جھگڑا ہو گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام روایات کو سمجھ گئے کہ ان دونوں مردوں نے عورت کے ساتھ مکر کیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

الْبَيْسَ قُلُومًا لَا تَدْفِينَعَهَا إِلَى وَاحِدٍ مِنْهُمَا دُونَ صَاحِبِهِ
قَالَ بَلَى قَالَ فَإِنَّ مَالَكَ عِنْدَنَا إِذْ هَبْ فِجِي بِصَاحِبِكَ
حَتَّى تَذْفَعَهَا لَكُنَا
کیا تم دونوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں تم یہ مال کسی کو نہ دینا کہا ہاں تو آپ نے فرمایا تمہارا حال ہمارے سامنے ہے جا اور اپنے ساتھی کو لا اور دونوں اپنا مال لے جاؤ۔ (۲)

ایک بچہ اور دو عویدار دو عورتیں، فیصلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام المسلمین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں دو عورتوں میں ایک لڑکے کے بارے میں جھگڑا ہو گیا ان میں سے ہر عورت اس لڑکے کو اپنا بیٹا بیان کرتی تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ مقدمہ حضرت مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ کے پاس پیش کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کوئی ایک آدمی میرے پاس بلا لاؤ۔ تاکہ اس بچے کے دو ٹکڑے کر دے۔ ایک حصہ ایک عورت کو دے دو اور دوسرا حصہ دوسری عورت کو دے دیا جائے۔

لڑکے کی ماں چلا کر کہنے لگی۔ حضور آپ اس لڑکے کے دو ٹکڑے نہ کروائیں یہ سالم بچہ اس عورت (یعنی دوسری دعویٰ دار) کو ہی دے دیں۔ دوسری عورت کہنے لگی نہیں واقعی ہی دو ٹکڑے کر دیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسی وقت وہ بچہ اس عورت کی گود میں ڈال دیا جو یہ کہتی تھی کہ خدا را اس کے ٹکڑے نہ کروانا۔ یہ دلیل تھی اس کی کہ یہی لڑکے کی اصل ماں ہے۔ اور وہ جھوٹی اور دشمن ہے جو کہتی ہے کہ ہاں اس کو کاٹ کر برابر ٹکڑے کر دیں۔ لہذا جس کا بیٹا تھا اس کی گود میں دے دیا گیا۔ (مناقب اسد اللہ)

بجائے احرام شتر مرغ کے انڈوں کا استعمال اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا ہم لوگوں نے احرام کی حالت میں شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں اب اس کا حل کیا ہے؟ حضرت مولا نے کائنات کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اب اس کا حل یہ ہے کہ انڈوں کے برابر نو جوان باکرہ اونٹنیوں کے ساتھ زاونٹوں کو ملائیں۔ جب ان سے بچے پیدا ہوں تو ان کی قربانی کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اونٹ کا نطفہ کبھی فاسد بھی ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کی تعداد کیونکر ٹھیک رہے گی۔ حضرت مولا علی نے فرمایا کبھی انڈا بھی تو گندہ ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

اسلامی سن ہجری اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سمیت صحابہ کرام علیہم الرضوان کو جمع کر کے فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم اسلامی سن جاری کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیں چاہیے کہ اسلامی سن کی ابتداء ہجرت نبوی کے تاریخی واقعہ سے کی جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے یہ رائے بہت پسند کی اور اسلامی سن ہجری جاری کر دیا گیا۔ (ایضاً)

عجیب الخلق بچہ اور فیصلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام جلیل امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ عہدِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں لوگ ایک لڑکے کو لائے جس کے دوسرے دو پیٹ، دو پاؤں، چار ہاتھ، ایک قبل اور ایک دہر تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا۔ اس کا فیصلہ کریں آپ نے فرمایا جب یہ بچہ سو جائے تو تم لوگ زور سے شور و غل کرو۔ اگر جاگتے وقت اس کے دونوں سرا یک ہی ساتھ حرکت کریں تو سمجھ لو کہ یہ ایک ہے اور اگر ایک جنبش کرے اور دوسرا نہ کرے تو جان لو کہ دو ہیں اور اسی لحاظ سے وراثت تقسیم کی جائے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے۔ اے ابوالحسن خدا آپ کے بغیر مجھے نہ رکھے۔ (ایضاً)

ایک عورت کا مسئلہ میراث اور جواب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت آئی جب کہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر ایک پاؤں رکاب میں رکھے ہوئے تھے۔ عورت نے عرض کیا یا امیر المؤمنین میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے۔ مگر لوگوں نے مجھے صرف ایک دینار دیا ہے میں آپ کے پاس اپنے حق اور انصاف کے لیے درخواست لے کر آئی ہوں۔

حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ نے جواب دیا۔ تمہارے بھائی کی دو بیٹیاں رہ گئیں ہوں گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا: ثلث یعنی چار سو دینار ان کے لیے ہوئے اور تیرے بھائی کی ماں بھی ہوگی۔ جس کو سدس یعنی سو دینار پہنچے۔ پھر اس کی بیوی بھی ہوگی جسے ثمن یعنی پچھتر دینار ملے آپ نے فرمایا کیا تمہارے بارہ بھائی ہیں؟ عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا چوبیس دینار بھائیوں کو ملے۔ پس تمہارا حق صرف ایک دینار کا ہے تم اپنا حق لے چکی ہو۔ (ایضاً)

مسئلہ جائیداد اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک روز مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو فد کی جامع مسجد کے منبر شریف پر تشریف فرما تھے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کی یا امیر المؤمنین میری لڑکی کا شوہر فوت ہو چکا ہے اور ترکہ میں اس کا حصہ آٹھواں ہے لیکن میرے داماد کے وارث اسے نواں حصہ دیتے ہیں فرمایا: داماد دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا؟ اس نے کہا ہاں! آپ نے جواب فرمایا اس کے ماں باپ بھی تو زندہ ہیں۔ اس نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا اس لحاظ سے تمہارے بیٹی کا آٹھواں حصہ ہے اب نواں حصہ بن گیا۔ اس لیے تجھے اس سے زیادہ نہیں مانگنا چاہیے۔ (ایضاً)

علم نحو اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

یہ علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایجاد کیا ہوا ہے آج مدینۃ العلم کے اس عظیم احسان پر عالم اسلام نہایت ممنون ہے اور کسی کو اس کا انکار نہیں کیونکہ اہل عرب کو اپنی زبان کی صحت میں غیر عرب کو عربی سیکھنے میں علم نحو کی ضرورت ہے۔ معمولی سے معمولی عربی کے طالب علم کو علم نحو کی ضرورت پڑتی ہے پھر فارسی اور اردو زبان کا علم نحو بھی عربی علم نحو سے لیا گیا ہے اس لیے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا احسان ہوا۔ چنانچہ علوم نحو کے بارہ میں کثرت سے روایات آتی ہیں۔

ابوالاسود داکلی روایت کرتے ہیں۔ کہ میں ایک روز حضرت مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کو متفکر دیکھ کر عرض کیا حضور آج پریشان سے نظر آ رہے ہیں آپ نے فرمایا۔

میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تہل شروع ہو گیا ہے۔ اس لیے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربیت کے اصول کے اندر کچھ قواعد منضبط کر دوں تاکہ زبان اپنی حیثیت سے نہ گرے میں نے کہا اگر ایسا کر دیں تو آپ کا بہت احسان ہوگا اور آپ کے بعد ہمیشہ یہ اصول باقی رہیں گے۔ تین روز کے بعد جو میں پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے میرے سامنے ایک لکھا ہوا کاغذ رکھا جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا ہوا تھا۔ کلام کی تین قسمیں ہیں۔ اسم، فعل، حرف۔ اسم، وہ ہے جو اپنے مسمیٰ کی خبر دے اور فعل وہ ہے جو اپنے مسمیٰ کی حرکت کی خبر دے۔ اور حرف وہ ہے جو ایسے معنی بتائے جو نہ اسم ہوں نہ فعل۔ پھر فرمایا اس کا تتبع کر دو اور جو مناسب ہو اضافہ کرو۔ پھر آپ نے فرمایا اشیاء تین قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر، مضمحل اور ایک شے جو نہ ظاہر ہو اور نہ مضمحل۔ ابوالاسود کہتے ہیں

میں پھر چلا آیا اور میں نے بھی کچھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا منجملہ ان کے حروفِ ناصبہ بھی میں نے لکھے تھے جو یہ تھے۔ اِنْ۔ اَیْنَ۔ لَعْلَ۔ کَنَّ۔ آپ نے فرمایا لیکن بھی تو حرفِ ناصبہ ہے۔ اس کو کیوں ذکر نہیں کیا۔ میں نے عرض کیا میں نے اسے حرفِ ناصبہ نہیں سمجھا تھا آپ نے فرمایا نہیں وہ بھی حرفِ ناصبہ ہے۔ (۱)

علمِ ریاضی اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

علمِ ریاضی میں آپ کو اعلیٰ مہارت حاصل تھی جب کسی نے کوئی سوال کیا اسی وقت جواب فرمایا۔ ایک مرتبہ آپ کو فد کی جامع مسجد میں خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص نے کسور تسع کا مخرج دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اپنے سال کے دنوں کو ہفتہ کے دنوں سے ضرب دو۔ اہل عرب کے نزدیک سال تین سو ساٹھ دنوں کا ہوتا ہے سات سے اگر ضرب دیں تو ۲۵۲۰ ہوتے ہیں۔ کسور تسع کا مخرج بھی یہی ہے (۲)

سترہ اونٹ کا مسئلہ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تین آدمی آئے عرض کیا سترہ اونٹ ہیں۔ ہم تینوں آدمی شریک ہیں۔ ایک کا نصف دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا نواں حصہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ اونٹ اس طرح تقسیم کر دیجئے کہ کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ ان کا جواب دیجئے۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا بیت المال سے ایک اونٹ منگاؤ۔ اب اٹھارہ ہو گئے تو جس کا نصف حصہ تھا اسے نو اور جس کا تہائی حصہ تھا اسے چھ اور جس کا نواں حصہ تھا دو اونٹ دے کر باقی اونٹ بچا۔ اسے بیت المال واپس کر دیا۔ تینوں شخص خوش ہو گئے (۳)

غرضیکہ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ تمام علوم کے بحر بے کنار تھے اور اسی لیے تو حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا اَکَامِدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ تَابَهَا (۴) میں علم کا شہر ہوں اور علی دروازہ یہ سب فیض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ تھا۔ علمِ قرآن، علمِ تفسیر، علمِ حدیث، اصولِ تفسیر، اصولِ حدیث، علمِ فقہ، علمِ حکمت، علمِ کتابت، علمِ ریاضی، علمِ تصوف، علمِ اشعار، علمِ منطق، علمِ فلسفہ، علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ فصاحت، علمِ بلاغت، علمِ خطابت، علمِ قضا، علمِ ظاہر، علمِ باطن، ان سب علوم کے آپ سر تاج تھے جس نبی کے ایک غلام کے علم کی یہ شان ہے کیا ان کے آقا و مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر یہ دروازہ علم کا حال ہے تو جو شہر علم ہے، اب آپ خود فیصلہ کر لیں۔

خریدا ہوا مکان واپس اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھ کریم کے پاس ایک شخص آیا۔ عرض کیا حضور میں نے ایک مکان خریدا ہے آپ مجھے اس کا بیع نامہ لکھ دیں آپ نے فرمایا میں تمہیں لکھ دیتا ہوں لیکن لکھنے سے پہلے مجھ سے یہ سن لو کہ میں جو تحریر کروں گا اس بیع نامہ تحریری کو تم پسند بھی کرو گے یا کہ نہیں۔ اس نے عرض کیا ہاں حضور آپ فرمائیں کس طرح کا مضمون لکھیں گے۔ آپ نے فرمایا الوسنو:

(۱) تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۲۷ (۲) مناقب و تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۲۷ (۳) مستدرک، ج ۳، ص ۱۳

(۴) مناقب اسد اللہ

اِسْتَدْرَى مَقْرُوسٌ مِنْ مَقْرُورٍ دَارًا لَا بَقَاءَ لَهَا وَلَا لِعَا
مِلْهَا وَهِيَ فِي سَكَنَةِ الْغَافِلِينَ الْحَدُّ الْأَوَّلُ الْمَوْتُ وَالْحَدُّ
الثَّانِي فِي الْقَبْرِ وَالْحَدُّ الثَّالِثُ الْحَشْرُ وَالْحَدُّ الرَّابِعُ عَذْرُ
مَعْلُومٌ إِنَّمَا الْجَنَّةُ أَوْ النَّارُ (۱)

دھوکا کھانے والے نے ایک مکان دھوکا دہی سے خرید امکان والا
نہیں ہے اور وہ مکان غفلت کے حملہ میں ہے اور اس کا حدودِ اربعہ
اس طرح ہے۔ پہلی حد اس کی موت ہے اور دوسری قبر اور تیسری
حشر اور چوتھی حد اس کی یہ معلوم نہیں کہ وہ جنتی ہے یا کہ جہنمی۔

جب سیدنا مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ مضمون بیچ نامہ کا سنایا تو اس کے دل پر ایسا اثر ہوا۔ عرض کیا حضور اب میں مکان قطعاً نہیں
خریدوں گا اب میں اسی مکان کو خریدوں گا جس کی بقاء کا آپ نے ذکر کیا وہ ہے جنت اور اسی مکانِ اخروی کی حدودِ اربعہ کا لحاظ رکھوں گا۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خوشی طبعی اور حاضر جوابی:

ایک مرتبہ سرکار سیدنا آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں باغِ رسالت کے پھول سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا
عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ حاضر تھے۔ کہ کھجوریں کا طباق پڑا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اجازت فرمائی کہ
لو کھجوریں کھاؤ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھ سب کھجوریں کھا رہے تھے کہ تدبیر یہ سوچی کہ سب کھجوریں کھا کر خالی گھٹلیاں سیدنا
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس رکھتے جاؤ۔ جب خوب کھجوریں کھائی گئیں تو گھٹلیوں کا ڈھیر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لگ گیا۔
سب یہ منظر دیکھ کر خوب محظوظ ہوئے اور حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی مسکرائے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج
کھجوریں بہت زیادہ کس نے کھائی ہیں؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا معلوم تو بظاہر یہی ہو رہا ہے کہ اس وقت تمام
کھجوریں میرے علی رضی اللہ عنہ نے ہی کھائی ہوں گی۔ کیونکہ گھٹلیاں انہی کے پاس ہیں۔

باب مدینۃ العلم نے شہرِ مدینۃ العلم سرور کائنات سے عرض کیا حضور مجھے اجازت دیجئے میں ان کا جواب دوں۔ امام الانبیاء نے
فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ ہاں آپ ضرور جواب دیں۔

عرض کیا حضور! اگر ایسا ہی ہے تو میں تو بھلا کھجوریں کھاتا رہا اور گھٹلیوں کو رکھتا گیا اور یہ سب گھٹلیوں سمیت ہی کھجوریں کھا گئے ہیں۔
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور باغِ رسالت کے پھول خوب بنے۔ آپ نے فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ انہوں نے ہنسنے کے لیے ہی ایسا کیا تھا۔ کیونکہ علی
رضی اللہ عنہ اصحاب کے ساتھ خوش طبعی لا جواب کرتے ہیں (۲)

معلوم ہوا کہ اصحاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آپس میں خوش طبعی کے لیے بہترین مذاق فرماتے جو تمام بیہودہ باتوں سے پاک ہوتا۔
اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو حاضر جوابی میں ملکہ حاصل تھا۔

حاضر جوابی، خوش دلی کا ایک اور واقعہ:

ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے ساتھی سیدنا ابوبکر صدیق اور دوسرے ساتھی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
اکٹھے کسی جگہ جا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دائیں جانب اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بائیں جانب اور درمیان میں مولا علی المرتضیٰ
رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کا قدم مبارک بڑا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ان دونوں سے چھوٹا تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر
رضی اللہ عنہ کو کہا کہ سیدنا علی المرتضیٰ بَيْنَنَا كَالْتُنُونِ فِي لَنَا اَمِ دُونُوں کے درمیان اس طرح ہیں جیسے لفظ لَنَا میں نون۔ یعنی ہم دونوں

درازد کہ ہیں ان کا قد اس طرح ہے جیسے لٹائیں نوں۔ سیدنا مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہنس کر فرمایا اچھا تو پھر میرا جواب بھی سن لو لَوْ كُنْ لَكَ اَكُنْ بَيْنَكُمْ وَالْكَذِبُ لَا۔ اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوتا تو تم لا ہو جاتے لا کے معنی ہیں نہیں۔ یعنی تم دونوں نہیں رہتے۔ یہ میرے نوں ہونے کا صدقہ ہے کہ تم دونوں ہولنا سے اگر نوں نکل جائے تو صرف لا رہ جاتا ہے اور لٹائی پر دلالت کرتا ہے (ایضاً)

باب مدینۃ العلم کا یہ علمی جواب سن کر دونوں اصحاب بہت خوش ہوئے اور حیران ہوئے کہ مولائے کائنات نے عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصحاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتنا پیار رکھتے کہ اکثر ہنستے اور وہ ایسا پاک مذاق کرتے جس میں بیہودہ بات نہ ہوتی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ باب مدینۃ العلم کو حاضر جوابی کا وہ ملکہ حاصل تھا۔ جس کی مثال آپ خود تھے۔

میاں بیوی، ماں بیٹا: علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حرام سے بچا لیا:

جب حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فی میں تشریف لائے تو آپ کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگوں نے پناہ لی۔ ان میں ایک نوجوان بھی اس لشکر میں شامل ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس نوجوان نے عرب سے آئی ہوئی ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ اس کے دوسرے روز نماز فجر کے بعد آپ نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کوفہ کے فلاں محلہ میں جاؤ اور فلاں مکان میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں لڑ رہے ہوں گے یہ نشانی ہے ان کی کہ وہ ایک دوسرے کو طعن و تشنیع کر رہے ہوں گے۔ تم ان دونوں کو میرا نام لے کر بلا لاؤ۔ وہ آدمی حکم کے مطابق جب اس محلہ میں گیا تو واقعی وہی طرزِ عمل اور اسی نشاندہی پر وہ ان کے مکان تک پہنچ گیا ان کو جا کر کہا کہ تمہیں سیدنا علی المرتضیٰ بلا رہے ہیں۔ وہ اسی وقت اٹھے اور دونوں مرد و عورت حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اے عورت اور مرد مجھے یہ بتاؤ ساری رات اور اب دن چڑھ گیا ہے تم آپس میں کیوں لڑتے رہے؟ اس شخص نے عرض کیا حضور! یہ میری بیوی ہے اور کل اس کے ساتھ میرا نکاح ہوا۔ جب آپس میں ملنے کا وقت آیا تو اس نے مجھ سے نفرت کی۔ اور پھر مجھ کو بھی اس بات پر نفرت ہوئی اسی طرح ایک دوسرے کو طعن دیتے ساری رات گزر گئی اور صبح بھی یہی چکر رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ بات ہے جو تم لڑتے جھگڑتے رہے ہو۔ اب میں علیحدہ بات کرتا ہوں۔ آپ نے اس عورت کو یہ فرمایا کیا تم جانتی ہو کہ یہ نوجوان کون ہے؟ عرض کیا حضور قطعاً پتہ نہیں۔ آپ نے فرمایا میں تجھ پر ایک بات ظہر کرتا ہوں اگر وہ سچی ہو تو انکار نہ کرنا۔ اس میں تمہاری بھلائی ہے اور اس کو برا بھی محسوس نہ کرنا۔ اس عورت نے اقرار کیا کہ حضور جھوٹ نہیں کہوں گی۔ سیدنا باب مدینۃ العلم نے فرمایا کیا تو فلاں آدمی کی بیٹی ہے؟ کہنے لگی ہاں فرمایا تمہاری ماں کا یہ نام تھا؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا کیا تیرا ایک راز دار نہ تھا اور تم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ محبت نہ تھی؟ عورت نے کہا درست ہے۔ سچ نے فرمایا تیرا باپ اس سے تیرا نکاح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ عورت نے کہا ہاں، فرمایا پھر تیرے باپ نے اس کو اپنے پڑوس سے بھی نکال دیا تھا۔ عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا پھر تو ایک رات تمہارے حاجت کے لیے گھر سے باہر نکلی اور وہ تمہاری انتظار میں تھا اور تم اس کو جا کر ملی تھی اور پھر اس سے وہ حرکت یعنی دلی کی اور تو حاملہ ہو گئی۔ پھر تم نے اپنے حمل میں جو تھا اسے چھپا پورا تیری ماں کو یہ بات معلوم ہو گئی تھی اور وضع حمل کے وقت وہ تجھ کو اپنے ساتھ لے کر رات کو باہر نکلی اور تجھے لڑکا ہو گیا۔ اور تم نے کپڑے میں لپیٹ کر وہیں رکھ دیا اور خود وہاں سے چلی آئی کہ ایک کتا آیا اور اس کو سونگھنے لگا۔ تجھے خیال آیا کہ اس کو کھانا جائے تو نے کتے کو مارا لیکن وہ بچہ کو لگ گیا اور اس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ تو نے اور اس نے اسی وقت وہاں پہنچ کر اس کے سر پر پیٹی باندھی اور پھر

وہیں چھوڑ کر تم دونوں گھر چلی گئیں کیا معلوم کہ وہ کہاں گیا اور اسے کیا ہوا۔

امام الائمہ باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے گزشتہ کئی سالوں کا یہ واقعہ سن کر عورت سخت حیران ہوئی۔ ایک طرف آپ کا بیان اور دوسری طرف اس وقت عورت نے عرض کیا حضور جیسا آپ نے فرمایا ہے بالکل درست ہے بعینہ ایسا ہی ہوا ہے۔ ایک بات بھی بلکہ ایک لفظ بھی غلط نہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا سن لو۔ پھر جب صبح ہوئی تو فلاں قوم کے لوگ اس جگہ سے گزرے تو انہوں نے کپڑے میں رکھنا عواچہ دیکھا تو وہ اس کو اٹھا کر لے گئے اور پھر وہ وہاں پرورش پا کر جوان ہوا اور ان کے ساتھ کوئے آیا اور پھر تیرے ساتھ اس کا نکاح کر دیا گیا۔ یہ تیرا وہی لڑکا ہے۔ پھر آپ نے اس نو جوان سے فرمایا اپنا سر کھول اس نے سر سے کپڑا اُتار تو زخم کا نشان موجود تھا آپ نے فرمایا خدا کا شکر کرو کہ تم نے وطنی نہیں کی تم ماں اور بیٹا ہو۔

هَذَا الْبَيْتُ قَدْ عَصَمَهُ اللَّهُ جَمَاعَةً فَخَذِي وَلَكَ (۱)
فرمایا یہ تمہارا بیٹا ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام سے بچا لیا ہے جو حرام تھا۔ اپنے بیٹے کو لے۔

ناظرین! علم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وسعت ملاحظہ فرمائیں کہ کئی سال پہلے کا واقعہ پیش کرتے ہوئے کس طرح مرد و عورت کی اصلاح فرمائی۔

کراماتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک شخص نے چوری کی اور آپ کے رو برو پیش کیا گیا آپ نے اس سے فرمایا کیا تو نے چوری کی ہے؟ اس نے اپنی چوری کا اقرار کیا۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹ دیا۔ جب ہاتھ کٹا کروا پس چلا گیا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی اور ابن الکرادیہ دو حضرات ملے تو انہوں نے اس طرح کٹا ہوا ہاتھ دیکھ کر کہا تمہارا یہ ہاتھ کس طرح کٹا تو اس شخص نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میں نے چوری کی تھی اور امیر المؤمنین، امام الائمہ، امام المستقین اس طرح کے القابات نہایت تعظیم و تکریم سے لے کر کہا کہ اس عظیم ہستی نے میرا ہاتھ کاٹا ہے۔ تو وہ حضرات بصورت تعجب اس شخص سے کہنے لگے کہ تو نے اتنی تعریفات کا اظہار کیوں کیا؟ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں ان کی اعلیٰ درجہ کی عزت کرتا ہوں۔ اور جب میں نے غلطی کی تو انہوں نے مجھے شرعی سزا پر میرا لحاظ نہ کرتے ہوئے جو مجھے سزا دی اس پر خوش ہوا ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ سزا دے کر خدا کے عذاب و غضب سے بچا لیا ہے۔ اس سے بڑھ کر ان کی میرے ساتھ اور کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟ لہذا ان کی تعریف کروں گا وہ تعریف کے لائق ہیں۔ ان دونوں حضرات نے اس شخص کی بات سیدنا امام الائمہ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو جا کر بیان کی۔ آپ نے فوراً اس شخص کے خلوص و نیت کو دیکھ کر بلوا بھیجا۔ جب وہ بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اپنے قطع کیے ہوئے ہاتھ کو بازو کے ساتھ رکھو اس نے اس کو ساتھ ملا کر رکھ دیا۔

وَوَضَعَ يَدَهُ عَلَى سَاعِدِهِ وَعَظَاهُ يَمِينِيٍّ وَ دَعَا
بِدَعَوَاتٍ فَسَمِعْنَا صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ اَرْفَعُ الرِّدَاءِ عَنْ
يَدِهِ فَرَفَعْنَا ۝ فَاَلَيْدُ قَدْبَرَاتٍ يَلِدْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ جَعِلَ
صَنْعُهُ
اور اس کا ہاتھ اس کے پیچھے پر رکھ کر رومال سے ڈھانپ کر آپ نے دعا فرمائی تو ہم لوگوں نے آسمان سے یہ آواز سنی کہ رومال کو ہاتھ سے اٹھاؤ تو جب ہم نے رومال ہاتھ سے اٹھایا تو اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے درست ہو گیا۔ (۲)

ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک ایسا شخص حاضر کیا گیا جس کا دائیں ہاتھ سوکھا ہوا اور ناکارہ ہو گیا تھا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے دعا فرمائی آپ کی دعا مانگنے کی دیر تھی کہ اس شخص کا ہاتھ درست ہو گیا۔

ایک مرتبہ ایک حدیث سیدنا علی المرتضیٰ نے بیان کی تو ایک شخص نے اس کی تکذیب کی۔ آپ نے فرمایا اگر تو جھوٹا ہے تو میں جو کہوں گا وہ ہو جائے گا وہ کہنے لگا کہ دیکھ لیتے ہیں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ اتنے میں آپ نے دعا فرمائی یا اللہ جو جھوٹا ہے اس کی آنکھوں کی پینائی اٹھا دے یہ کہتا تھا کہ اسی وقت وہ شخص اندھا ہو گیا۔ فَلَمَّ يَبْصُرُ حَتَّى ذَهَبَ بَعْدَهُ (۱) وہ ہمیشہ اسی طرح اندھا ہی رہا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بارہ ہزار کا لشکر آ رہا ہے کسی نے آزمائش کے لیے جب لشکر کی آمد ہوئی تو راستہ میں بیٹھ کر گنتی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر کی تعداد پوری بارہ ہزار ہوئی اور ذرا کم و بیش نہ ہوئی۔ اس شخص نے حاضر ہو کر کہا حضور مولا علی رضی اللہ عنہ آپ نے بارہ ہزار تعداد فرمائی تھی واقعی پورے بارہ ہزار آدمی تھے (۲)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و محاسن و محامد کا مجموعی ذکر:

عبادت:

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عبادتِ خدا، ریاضتِ نفس اور خضوع و تشوع میں خاص مقام حاصل تھا۔ کسی سے ہی اپنا دل خدا کی یاد میں اپنی جان راہ خدا میں اور اپنی زبان ذکر خدا میں لگا دی۔ ساری ساری رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں صرف فرما دیتے۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبادتِ خداوندی کرنے میں خاص قرب حاصل تھا۔ آپ کے دل میں خوفِ خدا کا بہت گہرا اثر تھا۔ اور پیشانی اقدس پر سجدوں کی کثرت سے نشان پڑ چکا تھا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ عبادت میں اعلیٰ خصوصیات کی بنا پر ہی آپ کے نام نامی کے ساتھ کرم اللہ وجہہ الکریم کا لقب استعمال کیا جاتا ہے (۳)

نماز:

شیر خدا اسد اللہ الغالب نماز پنجگانہ کی نہایت پابندی کرتے تھے غزوات میں شریک ہو کر بھی آپ نے کبھی بغیر جماعت کے نماز ادا نہ فرمائی۔ باوجودیکہ تمام دن دینی خدمات میں صرف فرما دیتے لیکن ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کی نمازوں کو باجماعت پڑھا کرتے تھے آپ کی پابندی نماز اور خضوع و خشوع کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ غزوہٴ احد میں آپ کے پاؤں اقدس میں تیر لگا اور ایسا سخت چھب گیا کہ نکل نہ سکا اور اگر نکالنے کی کوشش کی جاتی تو آپ اس کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا اس وقت رہنے دو۔ جب میں نماز کے لیے اللہ کے حضور کھڑا ہوں گا تو اس وقت یہ تیر نکال لینا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز میں مشغول ہوئے تو زبور سے وہ تیر کھینچا گیا اور تمام جائے نماز خون سے بھر گئی۔ لیکن سبحان اللہ حضرت امام المشارق ایسے نماز میں غرق تھے کہ آپ کو مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ اکثر غزوات میں جب نماز کا وقت ہو جاتا تو میدانِ جنگ میں ہی نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حالانکہ ہر طرف تلواروں و تیروں کی بارش ہوتی تھی۔ لیکن آپ نہایت خشوع کے ساتھ نماز میں مجھو ہو جاتے تھے اور نماز کو اپنی جان سے بھی پیارا سمجھتے تھے۔ (۴)

اس واقعہ میں ان لوگوں کے لیے درسِ عبرت ہے جو صرف محبتِ علی رضی اللہ عنہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور صرف یا علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ لگا لیتا ہی کمال سمجھتے ہیں لیکن نماز کے معاملہ میں دیکھا جائے تو شاید زندگی بھر کبھی نماز پڑھنی نصیب نہ ہوئی ہو ایسے لوگ قطعاً محبتِ علی رضی اللہ عنہ کہلانے کے مستحق نہیں۔ یہ لوگ محض پیٹ بھرنے کے لیے نئے نئے نمونوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقتاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سخت ترین دشمن ہیں۔ پھر مزے کی بات یہ کہ اکثر محبتِ علی رضی اللہ عنہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نماز دل کی ہونی چاہیے۔ معاذ اللہ پھر کھانا پینا چھوڑ دیں اس لیے کہ یہ بھی دل کا ہونا چاہیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو ایسی مکرو فریب کی نماز نہیں پڑھی۔ انہوں نے تو جسم و قلب سے نماز ادا کر کے اپنا عمل پیش کیا ہے۔

روزہ:

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی عمر میں اکثر فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے پے در پے رکھتے تھے۔ آپ کی صرف زبان ہی روزہ نہیں رکھتی تھی بلکہ آپ کے تمام اعضاء بھی روزہ سے ہوتے تھے۔ آپ صلوٰۃ و صوم کو ایسے ادا فرماتے تھے کہ قائم اللیل، صائم النہار لقب ہو گیا۔ اور اکثر بحالتِ روزہ ہی جہاد فرمایا۔ آپ خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ شدید گرمی میں روزہ رکھ کر میدانِ جنگ میں تلوار چلانا مجھے بہت ہی پسند ہے اور بعض اوقات اگر افطاری و سحری میں کھانے کی چیز نہ ملی تو پانی سے ہی روزہ رکھ لیا اور افطار بھی کر لیا۔ (۱)

خیرات:

آپ نے کبھی مال جمع نہیں فرمایا۔ بلکہ جو بھی ملتا بلا تاخیر کل کا کل مال فقراء و مساکین پر تقسیم فرمادیتے آپ اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ تم صرف دنیا میں آزمائش کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔ آدمی مرتا ہے تو اس کے قربتِ دار تلاش کرتے ہیں کہ کتنا مال چھوڑ گیا ہے مگر فرشتے یہ دیکھتے ہیں کہ کتنا مال خیرات کر کے خدا کی بارگاہ میں بھیج چکا ہے۔ اے لوگو! اپنا مال خیرات کر کے اللہ کی بارگاہ میں پیش کر دو ورنہ تمام دنیا میں ہی رہ جائے گا اور تمہارے لیے عذاب و وبال کا سبب بنے گا۔ آپ اکثر اوقات اسی چیز کے متلاشی رہتے تھے کہ کوئی مستحق ملے جس کو ہر وقت مال دیتا رہوں۔ یہاں تک کہ مقروض لوگوں کے قرضے بھی آپ نے اتارے۔ اور اگر کوئی فوت ہو گیا تو اس کے بیوی بچوں کی پرورش کے لیے تمام چیزوں کا انتظام کرتے اور اگر میت پر قرضہ رہا تا تو وہ بھی خود ادا کرتے تھے۔ (۲)

حج:

آپ نے ہر سال بلاناغہ حج ادا فرمائے۔ حضور رسالت مآب ﷺ کے ہمراہ بھی حج کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ خلفاء ثلاثہ، اور اپنے عہد میں بھی آپ نے کبھی کسی سال حج ادا کرنے میں ناغہ نہیں فرمایا اور اکثر خطبات میں لوگوں کو حج کی ترغیب فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ حاجیوں کے لیے دورانِ حج ایسے نمایاں کام سرانجام دیتے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ (۳)

اخلاق:

صاحب خلق عظیم نبی کریم ﷺ و رجم ﷺ کی تعلیم کا ایسا اثر تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اخلاقِ حسنہ میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے تھے مد مقابل پر قابو پا کر رحم کرنا۔ دشمن کے مجبور ہونے کے بعد اس کی سختیوں کا جواب نرمی سے دینا ظالم کی مخالفانہ شدتوں پر صبر کر کے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ مخالفت کرنے والے کی سختی کو بھول جانا دشمن کے ساتھ برے سلوک کی بجائے بہترین سلوک فرمانا۔ ان اخلاقِ حسنہ کے آپ حامل تھے آپ اکثر اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ لوگو مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ کسی کو گالی دو یا گالی دینے والے کو جواباً گالی دو اور اپنے کو گالی دینے والے میں شمار کرلو۔ بلکہ یہ دعا کرو کہ یہ راہ ہدایت پر آ جائے اور جس حق کو وہ نہیں پہچانتا اللہ تمہیں پہچاننے کی توفیق دے۔ جنگ میں آپ نے ایک یہودی پر حملہ کرنے گرا دیا۔ پھر چاہا کہ تلوار سے اس کا سر قلم کر لیں۔ اس نے اپنے آپ کو مجبور پا کر آپ کے چہرہ پر تھوک ڈالا۔ آپ نے اسے فوراً چھوڑ دیا۔ اس نے خود دریافت کیا آپ نے دشمن پر مکمل غلبہ حاصل کر کے کیوں چھوڑ دیا؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ تجھے صرف اللہ کی رضا کی خاطر قتل کر رہا تھا۔ جب تم نے تھوکا مجھے غصہ آ گیا میری خواہش نفس تیرے قتل میں شریک ہو گئی اس لیے میں تجھ سے علیحدہ ہو گیا تاکہ خواہش نفس کی وجہ سے تجھے قتل نہ کروں۔ وہ یہودی یہ بات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گیا۔^(۱)

صبر و تحمل:

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بچپن سے ہی حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ السلام کے ہمراہ رہ کر آپ کی تمام تکلیفوں میں شریک رہے اور صبر کیا۔ پھر غزوات میں شریک ہو کر زخم پر زخم کھائے اور صبر کیا۔ پھر دشمنوں کے مکرو فریب و سختیاں دیکھیں اور صبر کیا۔ اکثر بھوک اور پیاس کو برداشت کر کے صبر کیا۔ الغرض آپ پر اکثر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے رہے لیکن صبر کیا۔ خود اپنے خطبات میں فرمایا کرتے تھے۔ میں نے بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے جب آپ کو آپ کی شہادت اور فتنہ خوارج کے پیدا ہونے کی خبر دی تو بھی آپ نے صبر کو ملحوظ رکھا اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا علم ہوا تو بیٹے کے آئندہ مصائب پر صبر فرمایا۔ آخر میں جب زہر آلود چھری سے حملہ کیا گیا تو اس کے زہر و زخم سے جو تکلیف پہنچی اس پر بھی صبر فرمایا۔ الغرض آپ نہایت اعلیٰ صابرین میں سے ہیں۔^(۲)

رحم و عفو:

آپ کے مزاج میں اس قدر رحم تھا کہ دشمن کی تکلیف بھی آپ سے دیکھی نہیں جاتی تھی جی تو قاتل کو بیا سادیکھ کر شربت پلایا اور اگر کوئی بھوکا ہے تو اس کے کھانے کا اور اگر کوئی ننگا ہے تو اس کے لباس کا اور اگر کوئی قرض دار ہے تو اس کے ادائے قرض کا انتظام فرماتے تھے۔ بیمار کی تیمارداری، عیادت و خبر گیری و امداد فرماتے تھے، مسافر کی سواری، زادراہ کا اہتمام اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اپنے آرام سے دوسروں کے آرام کا زیادہ خیال فرماتے ایک مرتبہ ایک بڑھیا کو دیکھا جو مشکیزہ اٹھا کر لے جانا چاہتی ہے مگر بڑھاپے کی وجہ سے اٹھا نہیں سکتی تھی آپ نے مشکیزہ اپنی پیٹھ پر لا دکر اس کے گھر پہنچا دیا۔^(۳)

حلم:

آپ حلم میں بھی خاص مقام رکھتے تھے حضرت معقل بن یسار فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ اے پیاری بیٹی مبارک ہو میں نے تمہاری شادی اس شخص کے ساتھ کی ہے جو اٹل اسلام لانے والے علم والے اور حلم والے ہیں۔ (۱)

تواضع و انکساری:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انکساری بہت ہی پسند تھی۔ آپ نے کبھی تلبر و غرور نہیں کیا اور نہ ہی تلبر و غرور کرنے والے کو پسند فرماتے تھے آپ خود اپنی کمر پر لکڑیاں لادا کرتے تھے۔ پانی خود بھرتے تھے۔ گھر میں خود جھاڑو بھی دے لیا کرتے تھے۔ بازار کو فہ میں ایک مرتبہ خرے خریدے اپنی چادر میں باندھ کر لے جا رہے تھے۔ لوگوں نے بڑھ کر عرض کیا حضور ہم یہ گھڑی اٹھا لیتے ہیں آپ نے فرمایا جو اپنے بچوں کا ذمہ دار ہوتا ہے وہی اس بھار کو اٹھانے کا زیادہ حق دار ہے۔ (۲)

سخاوت:

اس صفت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس مقام پر تھے کہ فقراء و مساکین کے سامنے آپ نے اپنے نفس یا اپنے اہل و عیال کے نفس کا کبھی خیال نہ فرمایا۔ خود خالی ہاتھ رہنا برداشت کر لیتے لیکن سائل کو کبھی خالی نہ رکھا اکثر قرض اٹھا کر بھی دوسروں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ زنجیر کعبہ کو پکڑے ہوئے ایک شخص کہہ رہا ہے مجھے چار ہزار درہم دے دے۔ آپ نے اس کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا جو تم نے خدا سے مانگا میں نے سنایہ تو بتا چار ہزار درہم کیا کرے گا؟ اس نے کہا ایک ہزار میری زوجہ کا مہر ہے وہ ادا کروں گا اور ایک ہزار درہم کا قرض دار ہوں وہ دوں گا۔ ایک ہزار درہم سے مکان بناؤں گا اور ایک ہزار درہم سے ذریعہ معاش کا انتظام کروں گا آپ نے فرمایا اے سائل اگر تو مدینہ طیبہ آجائے تو میں یہ رقم تجھے دے دوں گا۔ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ آپ کے پاس مدینہ طیبہ پہنچا تو آپ نے اپنا ایک باغ فروخت فرما کر چار ہزار درہم اسے دے دیے اور زادِ راہ بھی عنایت کر دیا۔

ایک مرتبہ کسی سائل نے آپ سے روٹی کا سوال کیا آپ نے اپنے غلام قبر سے فرمایا اس کی حاجت پوری کرو۔ اس نے کہا حضور روٹی تو شہ دان میں ہے فرمایا معہ تو شہ دان دے دو۔ اس نے کہا تو شہ دان اونٹ پر ہے فرمایا اونٹ سمیت دے دو۔ اس نے کہا اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا معہ قطار کے دے دو۔ قبر جلدی سے اٹھا اور اونٹوں کی مہار سائل کے ہاتھ میں دے دی۔ ایسے سینکڑوں واقعات شاہد ہیں کہ حضرت بہت ہی سخاوت فرمایا کرتے تھے۔ (۳)

مہمان نوازی:

ایک روز بہت پریشان نظر آئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا آج سات روز ہو گئے ہیں کہ کوئی مہمان نہیں آیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مہمان کا آنا اور اس کی خدمت کرنا خدا کی رحمت ہوتی ہے۔ (۴)

زہد:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت عظیم زاہد تھے۔ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ نے کبھی دنیا کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ اور اے علی رضی اللہ عنہم کو اللہ نے ایک زینت سے نوازا ہے جو کسی کو نہیں دی۔ بے شک خدا نے تجھے زاہد بنایا ہے۔ سید بن غفلہ فرماتے ہیں کہ عید کا دن تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے پانی میں بھگو کر دبا کر تناول فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا حضور آج عید کے روز تو کوئی اچھی لذیذ تازہ چیز تناول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے سید! عید اس کی ہے جو گناہوں سے نجات پا چکا ہے۔^(۱)

امام المتقین:

آپ کا تقویٰ اتنا بلند تھا کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو امام المتقین کا لقب عنایت فرمایا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں آپ نے تقویٰ کو ملحوظ رکھا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے کہ ایک شخص نے آپ کے منہ پر تھوکا تو اسی وقت اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا پہلے اس کو قتل کرنا اللہ کی رضا کیلئے تھا اور اب ذاتی انتقام کیلئے ہوگا۔ اس لیے اس کو میں نے چھوڑ دیا کہ کہیں رضائے الہی میں ذاتی خواہش غالب نہ ہو۔^(۲)

شجاعت:

احادیث صحیحہ اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بہت بڑے شجاع تھے۔ آپ نے غزوہ بدر، غزوہ احد، غزوہ احزاب صلح حدیبیہ، بنو سعد، فتح مکہ، فتح خیبر اور دیگر مختلف غزوات میں نمایاں کام کیے۔ دشمنان اسلام کی ایک پوری جماعت سے بھی کبھی مرعوب نہ ہوئے۔ مشکل سے مشکل موقع پر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لیے اول اپنا قدم بڑھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا لقب اشجع الامم مشہور ہو گیا۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی طاقت عطا فرمائی تھی۔ حضرت محمد ابن علی فرماتے ہیں کہ روز بدر

كَادَى مَلَكٌ مِنَ السَّمَاءِ يَوْمَئِذٍ يُقَالُ لَهُ رِضْوَانٌ لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ وَلَا قَتْلَى إِلَّا عَلِيٌّ

ایک فرشتہ آسمان سے یہ ندا کر رہا تھا جس کو رضوان کہتے ہیں۔ ذو الفقار جیسی کوئی تلوار نہیں اور علی رضی اللہ عنہ جیسا کوئی شجاع نہیں۔

خصائل حمیدہ:

سیدنا حضرت موال علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر تربیت حضور سرور کائنات ﷺ کا ایسا اثر تھا کہ آپ کی تمام صفات عین نقشہ نبوت پر تھیں۔ آنکھ میں مروت، مزاج میں سخاوت، دل میں رحم، طبیعت میں انکسار، میدان جنگ میں سخت، بزم احباب میں نرم دل، غیروں میں خود دار، اپنوں میں معتدل، بے تکلفی، کفار پر شدید، سنگ دلوں پر سخت مزاج، باتیں کم کرنا اور مشوروں میں اچھا مشورہ دینا، طرزِ ادا میں ادب و احترام، خلوص و محبت، مبالغہ سے نفرت، فخر و مباهات ناپسند، جھوٹ سے زبان صاف، مکر و فریب سے نفرت، احکام میں استحکام، ارادے میں استقلال، عدالت میں سخت نفس کشی میں مرد، ذاتی معاملہ میں لا پرواہ۔ راضی برضائے الہی، صابر، تحفظ الایمان میں کوہ و مینار، اظہار حق میں نڈر، تلوار کے دھنی، کلام میں نرمی، الفاظ فصیح، اشعار فلسفہ کی جان، معرفت کا دفتر، عبرت کا خزانہ، فقرے سنجیدہ و لطافت خیز، اظہار مقصد پر لطف،

بات میں اثر، جملے روحِ علم، اقوال عینِ حکمت، خطبات میں نصیحت، دنیا اور دنیا کی آرائشوں سے دور، ایمان اور ارکان کا مجسمہ، خوفِ خدا میں گریہ زاری، اطاعتِ رسولِ خدا میں مکمل فرمانبردار۔

غذا:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہایت سادہ کھانا تناول فرماتے۔ کھانے سے پہلے معلوم کرتے کہیں محلہ میں کوئی بھوکا تو نہیں۔ اکثر اپنا کھانا بھوکوں میں تقسیم فرمادیتے۔ کئی مرتبہ سوکھے کلّوے پانی میں بھگو کر کھالیتے۔ گوشت، بیٹھی چیز اور شہد کو پسند فرماتے لیکن سیر ہو کر کبھی نہ کھایا۔^(۱)

لباس:

حیدر کرار فاتح خیر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سر پر سفید کپڑے کی ٹوپی اور سفید عمامہ پہنا کرتے تھے۔ کرتہ سفید لمبا اور کھلا موٹے کپڑے کا پہنتے تھے۔ اور کبھی کبھی جبہ پشمینہ کا پہنتے تھے۔ ٹخنوں تک سفید رنگ کا تہبند۔ پاؤں میں عربی نعلین، کمر میں ذوالفقار یا کوئی دوسری تلوار، آپ کو لباس اکثر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہنایا۔ خوشبو پسند فرماتے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپؑ سفید کپڑا بہت پسند تھا۔

منصبِ خلافت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد تین روز گزر چکے تو لوگوں کے اصرار پر ۲۱ ذوالحجہ ۳۰ ہجری بمطابق ۲۴ جون ۶۵۶ء مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بالا جماع خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ خلفاء نبوی رضی اللہ عنہ میں یہ خلیفہ چہارم تھے۔ اور ان کی سب اصحاب نے بالاتفاق خلافت پر بیعت کر لی۔

بُيُوعٌ عَلَى الْخِلَافَةِ بَعْدَ الْغَدَا مِنْ قَتْلِ الْعُمَانِ بِالْمَدِينَةِ
وَقَبَايَعَهُ جَمِيعٌ مَنْ كَانَ بِهَا مِنَ الصَّحَابَةِ^(۲)
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے روز مدینہ طیبہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت ہوئی۔ مدینہ میں جتنے صحابہ تھے سب نے بیعت کی۔

دوسری دلیل: علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

الْخِلَافَةُ بَعْدَ الْأَمَّةِ الْغَلَاةِ هُوَ الْإِمَامَةُ الْمُرْتَضَى
وَالْوَلِيُّ الْمُجْتَبَى عَنِ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ بِاتِّفَاقِ أَهْلِ الْحِلِ
وَالْعَقْدِ عَلَيْهِ^(۳)

اہل حل و عقد کے اجماع سے خلفائے ثلاثہ کے بعد خلافت کے مستحق امام مرتضیٰ ولیٰ مجتبیٰ حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ اہل حل و عقد حضرات کون تھے؟ آگے ان حضرات کے نام بھی دیتے ہیں۔ طلحہ، زبیر، ابو موسیٰ، ابن عباس، خزیمہ بن ثابت، ابی البہتہ بن تہان، محمد بن سلمہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پھر آگے فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپ کے بعد خلیفہ ہونے والے کا سوال پیدا ہوا تو اس میں

عثمان علیؓ کا انتخاب ہوا۔ ظاہر ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم شہید ہو گئے تو حق علی رضی اللہ عنہ کا ہے پس اجماع پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہوا۔

پس سیدنا علی المرتضیٰ مسجد کے منبر پر چڑھے اور سب سے پہلے طلحہ و الزبیر و سعد و أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم^(۱) زبیر، سعد اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی بیعت کی۔ ان تمام جلیل القدر محدثین اور انہیں کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کو مسندِ خلافت پر بٹھانے والے اصحاب بدر اور اصحاب عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے، جس میں عمار بن یاسر اور طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بالخصوص شامل فہرست ہیں۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی حقانیت اور جمل و صفین غزوات:

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

تَقْتُلُكَ فِتْنَةٌ بَاطِلَةٌ^(۲)

تجھے خلیفہ برحق پر خروج کرنے والی جماعت قتل کرے گی۔

امام نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ فِي أَنَّ عَلِيًّا مَحْمُودًا مُصِيبًا وَالطَّائِفَةَ الْأُخْرَى بَغَاةٌ لِيَكْتُمَهُمْ مُجْتَهِدُونَ فَلَا إِفْمَ عَلَيْهِمْ لِذَلِكَ

علماء نے اس حدیث سے کھلم کھلا یہ اخذ کیا جو الفاظِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کہ سیدنا علی حق و صواب پر تھے اور دوسرے گروہ کو خطا اجتہادی ہوئی تھی۔ اور ان پر کوئی گناہ نہیں۔

کیونکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ متواتر دل و جان سے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ان معرکوں میں رہے۔ امام بخاری نے نقل کیا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

وَفِيكُمْ الَّذِي أَجَارَهُ اللَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ يَعْنِي عَمَّارًا^(۳)

اور تم میں وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شیطان سے محفوظ رکھا۔ اپنے نبی کی زبان کے مطابق یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔

جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بزبانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے شر شیطان سے محفوظ ہیں تو ان سے خطا بھی نہیں ہو سکتی اور یہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔

ثابت ہوا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر تھے۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حق و باطل کے درمیان ایسی معیاری شخصیت تھیں کہ ان کی وجہ سے بہت سے صحابہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل میں ہوئے وہ واپس لوٹ آئے۔ حقانیت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قائل ہوئے۔

آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمايت میں جنین میں شہید ہوئے اور وہیں دفن کیے گئے اور حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ:

مَا أَسَاءَ عَلَى شَيْءٍ إِلَّا أَنِّي لَمْ أَقَاتِلْ مَعَ عِلِّيِّ الْفِتْنَةِ
الْبَغَايَةِ (۱)

مجھے اس سے زیادہ اور کوئی چیز بری نہیں لگی وہ یہ کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے
ساتھ مل کر باغیوں سے جنگ کیوں نہ کی۔ (یعنی علی رضی اللہ عنہ کے مخالفوں

سے)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا اثر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر بھی ہوا اور وہ آپ کے مخالف
جو جماعت تھی اس سے نکلے شروع ہو گئے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ وہ بھی تھے جن پر احادیث نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر نہ ہیں اور ان کو وہ احادیث مبارکہ ظاہر ہونے پر مخالفت ترک کرنا پڑی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل ہوئے۔

ظَهَر لَّهُمْ مِنَ الْآحَادِيثِ أَنَّهُ الْإِمَامُ الْحَقُّي فَتَدَمَّوْا عَلَى
التَّخَلُّفِ مِنْهُ كَمَا مَرَّ مِنْهُمْ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ (۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے علیحدہ ہونے والوں میں سے بعض پر جب
حدیثیں ظاہر ہوئیں تو وہ علیحدگی پر نادم ہوئے جیسا کہ گزر گیا ہے
ان میں سے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جنگِ جمل میں دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلوا کر فرمایا کہ تم کو یاد ہے کہ فلاں وقت بارگاہِ رسالت میں میں اور
تم تھے اور اس وقت تم سے میرے آقا نے فرمایا تھا کہ اے زبیر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہو تم نے کہا ہاں۔ تو حضور علیہ السلام نے
فرمایا اے زبیر ایک دن آئے گا کہ تم اس کے مد مقابل ہو گے۔ اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آتا ہے کہ:

آپ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں جب ایک جگہ پر سے آپ کا گزر ہوا تو وہاں پر کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ سیدہ ام المؤمنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا یہ کون سی جگہ ہے تو ان لوگوں نے کہا ”حوآب“ ہے۔ یہ سن کر سیدہ نے فوراً فرمایا: میں واپس جاتی ہوں
تمہارے ساتھ قطعاً جانا نہیں چاہتی انہوں نے کہا اس طرح کام اور مطلوب قصاص عثمان رضی اللہ عنہ نہیں مل سکے گا آپ کا ہمارے ساتھ جانا
ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث یاد آگئی ہے کہ آپ ایک روز ازواجِ مطہرات سے
باتیں فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا:

أَيُّتُكُنَّ صَاحِبَةَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ تَخْرُجُ حَتَّى تَدْبَحَهَا كِلَابًا
الْحَوَآبِ فَيَتَّصِلُ حَوْلَهَا قَتْلَى كَثِيرَةٌ (۳)

تم میں کون سرخ اونٹنی پر سوار ہوگی جس پر وادیِ حوآب کے کتے
بھونکیں گے اس کے بعد اس کے ارد گرد دلاشوں کے ڈھیر ہوں گے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ خلیفہ چہارم کے دور میں ہونے والے واقعہ کی پیشین گوئی جو کئی سالوں پہلے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے دی تھی وہ بالکل عملی شکل میں سامنے آگئی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس جگہ کا نام بھی وہی ہے یعنی حوآب اور دوسرا اس کا پتہ بھی کتوں
کے بھونکنے سے لگا ہے۔ تیسرا میں ہوں بھی جمل سرخ پر سوار۔ جمل کہتے ہیں اونٹ کو سرخ اونٹ پر اس کے ارد گرد دلاشوں کے ڈھیر ہوں
گے۔ مجھے واپس جانا چاہئے۔ پھر آپ کو کہا گیا کہ نہیں غلطی لگی ہے اس جگہ کا نام حوآب نہیں ہے۔ چنانچہ وہی ہو کر رہا۔

جنگِ جمل:

ربیع الاول ۳۶ھ بمطابق دسمبر ۶۵۶ء کو جنگ ہوئی اور اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ دس ہزار مسلمان مارے گئے اور حضرت طلحہ
رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے بڑے بڑے صحابی ایک غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے۔ آخر صلح ہوئی اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے چالیس

بصری خواتین کے ساتھ حصرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہایت تعظیم و تکریم سے ان کے بھائی محمد ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مدینہ طیبہ روانہ کیا یہ جنگِ جمل کے نام سے مشہور ہو گئی ہے۔ (۱)

کوفہ دار الخلافہ:

جنگِ جمل کے بعد سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فتنہ و فساد کے خطرہ کی بناء پر کہ مدینۃ الرسول ﷺ میں مفسدین خارجوں کی وجہ سے کسی قسم کی اہانت نہ ہو آپ نے مدینہ طیبہ کی سکونت چھوڑ دی اور بعد اپنے تمام اہل و عیال کے ۳۷ھ بمطابق جولائی ۶۵۷ء کو کوفہ تشریف لے آئے اور دار الخلافہ میں منتقل کر لیا۔ حالانکہ کوفہ میں بھی خارجی مفسدین کی جماعت موجود تھی۔ (۲)

جنگِ صفین:

کوفہ میں آنے کے بعد ۳۷ھ بمطابق ۶۵۷ء کو صفین کے مقام پر دونوں لشکروں کی خوفناک لڑائی ہوئی۔ حضرت معاویہ کے پیٹنالیس ہزار افراد مارے گئے اور حضرت علی کرم اللہ کے لشکر سے تیس ہزار افراد مارے گئے صفین کے مقام پر بیعت رضوان کے آٹھ سو صحابہ میں سے تین سو شہید ہوئے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہو گئی۔ اب جو لوگ خوارج کہلاتے ہیں ان کا سرغنہ عبداللہ ابن سبا یہودی منافق تھا۔ یہ ہزاروں کی تعداد میں نکل کر مقام حرورا پر پناہ گزیں ہو گئے اور اپنا ایک علیحدہ مرکز بنالیا اور مرکزی حیثیت اختیار کر کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کوئی انسان دین کے معاملہ میں دخل نہیں دے سکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بیعت نہیں کی اور اسلام سے انحراف کیا اور وہ باغی واجب القتل ہیں کسی ثالث کی ضرورت نہیں ان کو قتل کر دینا چاہئے اور علی رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کی بات سن کر صلح کر لی اس لیے اب یہ بھی خلافت کے حقدار نہیں اور خلافت من جانب اللہ و الرسول ہے۔ باغی کی بات پر رضا مند ہونا یہ خلیفہ برحق نے حکم خداوندی کو صریحاً پس پشت ڈالا ہے۔ ان دونوں سے جنگ کریں (۳)

خوارج سے جنگ:

خوارج جو ظاہراً مسلمان تھے اور اندرون خانہ منافقانہ سازشوں میں مصروف تھے اب وہ علم بغاوت لے کر کھڑے ہو گئے۔ یہ گروہ ظاہراً تو دونوں کے خلاف اپنی جماعت قائم کرتا تھا لیکن درحقیقت مسلمانوں کی عداوت میں پیش پیش تھا اور ان کی جڑیں کھولنے میں مصروف تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان لوگوں کو باز کیا بالخصوص عبداللہ ابن سبا کو۔ لیکن یہ لوگ ظاہر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ اور باطن میں ان کے خلاف تھے ظاہر ہے کہ ان پر کیا اثر ہوتا پھر ان لوگوں نے نہروان کو اپنا مرکز بنالیا اور لشکرِ جبار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جمع کر لیا جس کی تعداد ستر ہزار ہو گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب صورتحال کو دیکھا تو پھر بھی بڑی کوشش فرمائی۔ لیکن سبائی مفسد اپنے ناپاک ارادے پر تلے ہوئے تھے اور ستر ہزار خارجیوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اب ان کا خاتمہ کریں گے۔ ۳۷ھ کو آپ کا لشکر ان کے مقابلہ میں آیا اور خوف ناک لڑائی ہوئی کہ ان خوارج میں اکثر لوگ مارے گئے۔ عبداللہ ابن سبا اور اس کے ستر افراد کو آگ میں جلا دیا گیا اور اکثر بھاگ کر دوبارہ کوفہ اور شام کے علاقوں میں چلے گئے (۴)

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا مرکز توڑ دیا اور یہ ناکام ہوئے۔ انہی میں سے جو لوگ بھاگے تھے وہ پھرا کھٹے ہو کر موقع پا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کرنے کے درپے ہوئے۔ (۱)

انہیں کہ اس گروہ نے مصر، مدینہ، شام، کوفہ، بصرہ میں شجر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور مسلمانوں کو ناکام کرنے کی جو مہم شروع کی تھی اس میں کسی حد تک کامیاب ہوئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد خلافت علی رضی اللہ عنہ اور پھر شہادت علی رضی اللہ عنہ۔ یہ تمام اسباب اسی سبائی منافق خوارج کی طرف سے پیدا کردہ تھے اور واقعات کی کڑی کو دیکھنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ اب تک اسی سبائی خوارج کے بیج بوئی کا نتیجہ ہے جو کہ ختم نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ختم ہو سکے گا۔ آج بالکل وہی صورت ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور صداقتِ اہل سنت

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں جو حمل و صفین مابین صحابہ عظام کے ہوا اس کے متعلق طعن و تشنیع کرنا اپنے اعمال کو آلودہ کرنا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں۔

وَأَمَّا قَتْلُهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بِطُلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَمَعَاوِيَةَ... فَقَدْ مَنَعَ الْإِمَامُ الْأَحْمَدُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى مَسَاكٍ عَنْ ذَلِكَ وَجَمَعَ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ مِنْ مَنَازِعَةٍ وَمَنَافِقَةٍ وَخُصُومَةٍ لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَمَا قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَنَزَعْنَا مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِنْ غَلٍ إِخْوَآنًا عَلَى سُرُرٍ مَتَقَابِلِينَ۔

لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا جنگ کرنا حضرت طلحہ و زبیر و عائشہ و معاویہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے تو اس کے متعلق امام احمد علیہ السلام نے نکتہ چینی کرنے سے منع کیا ہے جو بھی ان کے درمیان لڑائی یا جھگڑا تھا ان تمام امور میں باز رکھا ہے اور یہ بھی صراحت کر دی ہے کہ ان کے متعلق روزِ قیامت اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے گا۔ اور جو بھی آپس کے جھگڑے تھے دور فرما دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کے سینوں میں جتنے کینے تھے سب دور فرما دیے اور آپس میں ایک دوسرے کے رو برو بھائیوں کی طرح بیٹھیں گے۔ (۲)

اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں:

وَاتَّفَقَ أَهْلُ السُّنَّةِ عَلَى وَجُوبِ الْكَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَالْإِمْسَاكِ مِنْ سَارِيهِمْ وَأَظْهَارِ فُضَائِلِهِمْ وَمَحَاسِنِهِمْ وَتَسْلِيمِ أَمْرِهِمْ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ وَجَبِيٍّ مِنْ اخْتِلَافٍ عَلَى طُلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَائِشَةَ وَمَعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ عَلَى مَا قَدِمْنَا۔

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ ان حضرات کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ان کے بارے میں خاموش رہنا اور ان کی برائی سے رکنا لازم ہے ان کے فضائل و محاسن کا اظہار لازم ہے حضرت علی و طلحہ و زبیر و معاویہ و عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ہونے والے اختلاف کو اللہ عزوجل کی طرف سپرد کیا ہے۔ (۳)

حضرت امام عبدالوہاب شرعی علیہ الرحمہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

وَالْعَقَاتُ إِلَى مَا يُدْكَرُهُ بَعْضُ أَهْلِ السِّيَرِ فَإِنَّ ذَالِكَ لَا يَصِحُّ وَإِنْ صَحَّ فَلَهُ تَأْوِيلٌ صَحِيحٌ وَمَا أَحْسَنُ قَالَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ تِلْكَ وَظَهَرَ اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا سُيُوفُنَا فَلَا تُخْضِبُ بِهَا السِّنِينَ.

جو بعض نے ان حضرات کی شان میں ذکر کیا ہے۔ یہ ناقابلِ قبول ہے اگر ان کی صحت ثابت بھی ہو جائے جیسا کہ کہا کرتے ہیں تو بھی صحیح تاویل کی جائے گی۔ لیکن خوب بات حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس خون (یعنی جمل و صفین) سے ہماری تلواروں کو پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو اس سے ان کی برائی کر کے آلودہ نہ کریں۔^(۱)

حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی صحیح میں حضرت عبداللہ بن مغفل کی حدیث بیان فرماتے ہیں:

اللَّهُ اللَّهُ فِي أَحْصَائِي، لَا تَتَّخِذُوهُمْ غُرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِجَنَّتِي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ.^(۲)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! اور میرے بعد انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کے باعث ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھنے کی بناء پر ان سے بغض رکھتا ہے اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھ کو تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی پھر قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی گرفت میں لے۔

ان مذکورہ بالا تصریحات سے مسلک اہل سنت و جماعت کھڑے کر سامنے آ گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور حضرت سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے مابین کوئی خلافت کا جھگڑا نہ تھا۔ اور نہ ہی اقتدار یا مال و متاع بنائے نزاع تھا۔ ہمارے لیے ان کے معاملات میں خاموشی اختیار کرنا ہی بہتر ہے اور ان عظیم ہستیوں پر طعن و تشنیع کرنا اور ان میں عیب نکالنا کسی طرح بھی ہمارے لیے روا نہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

علم غیب مصطفیٰ ﷺ اور خبر شہادت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا خوارج کی جماعت میں سے ایک شخص تجھ کو قتل کرے گا اور ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک یہاں پر لگے گی۔ پس تمہارا خون نکلے گا اور تمہاری داڑھی خون سے تر ہو جائے گی۔

فَيَسِيلُ دَمًا حَتَّى يَخْضِبَ بِحَبَّتِكَ^(۳)

اور اے علیؑ! تم اس وقت کیسے صبر کرو گے؟ میں نے عرض کیا حضور جب ہونے والا کام میرے لیے ثابت ہو چکا ہے تو میں نے صبر ہی کیا بلکہ خوش ہوں گا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہوا۔ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک بد بخت وہ تھا جس نے سیدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالیں اور دوسرا بد بخت وہ جو تمہاری کپٹی پر تلوار مار کر تیرے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دے گا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بیمار ہو گئے تو لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ اس بیماری سے انتقال فرما جائیں گے۔ جب نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا تو آپؑ نے فرمایا نہیں کُنْ يَمُوتُ إِلَّا مَقْتُولًا۔ نہیں ہرگز نہیں میرا علیؑ تو شہید ہوگا۔ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ امام المشرق والمغرب سیدنا علی المرتضیٰؑ کی شہادت کا سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا اور آپؑ بھی جانتے تھے کہ میری موت شہادت کے ساتھ ہوگی (۱)

خبر قاتل عبد الرحمن ابن ماجم اور علم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

عبدالرحمن ابن ماجہ خارجی ایک روز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا معلوم نہیں میرا قاتل کیوں دیر لگا رہا ہے جب وہ اس ناپاک ارادوں سے کوفے آچکا ہے تو وہ کیا انتظار کر رہا ہے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا مجھے میرے آقا و مولیٰ نے اس کی خبر کر دی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا حضور ہم کو خبر دیں کہ وہ شخص کون ہے تاکہ اس کو مار ڈالیں؟ آپ نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے جب تک وہ جرم نہ کر لے اور میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ میرا قاتل میرے قتل کے بعد اور کسی کو قتل نہ کر سکے گا۔ (۲)

عبدالرحمن ابن ملجم اسی طرح گاہے گاہے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آنے جانے لگا جب ایک روز آپ کے پاس آیا تو کہنے لگا ایک سواری تو دیں تو آپ نے اس کو سواری دے دی اور فرمایا۔ اُرَيْدُ حَيَاتَكَ وَرَيْدُ قَتْلِكَ میں تو اس کی زندگی چاہتا ہوں اور یہ میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔

إِنَّ هَذَا قَاتِلِي ۖ بے شک یہی میرا قاتل ہے پھر ایک آدمی نے کہا حضور قَتَا يَمْنَعُكَ وَمَنْهُ قَتَا پھر آپ اس کو قتل کیوں نہیں کر دیتے کون سی چیز مانع ہے قَالَ إِنَّهُ لَمْ يَقْتُلْنِي بَعْدُ۔ فرمایا: اس لئے کہ ابھی تک اس نے مجھے قتل تو نہیں کیا۔ (۳)

خارجین اور خارجی:

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عبدالرحمن ابن ملجم بازار سے گزر رہا تھا کہ راستہ میں اس کی نظر ایک عورت خارجن نظام نامی پر پڑی۔ جو کہ اس کو خوبصورت لگی یہ اس پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق میں مارا مارا پھرتا رہا۔ ایک دن موقع پا کر اس کو کہنے لگا تو میرے ساتھ نکاح کر لے۔ اس نے کہا نکاح تو کر لوں گی لیکن یہ تجھ کو مہنگا پڑے گا۔ کہنے لگا وہ کیسے؟ اس خارجن نے کہا اول یہ کہ رقم تین ہزار دینار۔ دوم یہ کہ علیؑ کا قتل۔ اس نے کہا رقم کی بات تو ہوئی لیکن یہ تم نے کیوں کہا۔ کہنے لگی میرے بہت سے رشتہ داروں کو علیؑ نے جنگ نہروان میں قتل کر ڈالا ہے میں چاہتی ہوں کہ اس شخص کو مار دیا جائے۔ کہنے لگا کوئی بات نہیں تو نے بھی میرے دل کی ناپاک کوشش کو بیان کر دیا۔ میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ عورت نے کہا بس پھر تجھ کو وہ کامیابی حاصل ہوگی

جو تم چاہتے ہو۔ جب تک تم اس کو قتل نہ کر ڈالو۔ پھر تجھ کو رقم نقد بھی کم کر دوں گی۔ اس پر اس نے عورت سے پختہ اقرار کر لیا۔ اور تلوار خرید کر زہر میں بھجالی۔ (۱)

کس قدر یہ بدنصیب ہوا جو کہ اس عظیم شخصیت کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ خود حضور اقدس ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اے میرے علی رضی اللہ عنہ ایک بد بخت وہ ہے جس نے سیدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اوٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں اور دوسرا بد بخت وہ ہے جو تیرے سر کی کپٹی پر تلوار کا وار کرے گا اور وہ تلوار زہر آلود جب تم کو لگے گی تو میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا یہ چہرہ مبارک اور داڑھی مبارک خون سے تر ہو جائے گی۔ (۲)

قبل از وقت جامِ شہادت کی تیاری اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

جس ماہ رمضان المبارک میں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے شہید ہونا تھا اس مہینہ میں اوّل روز سے آپ کا دستور رہا کہ ایک شب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور دوسری شب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہتے اور ایک شب عبداللہ ابن جعفر کے پاس گزارتے۔ اور افطاری و سحری میں تین لقموں سے زیادہ نہ کھاتے۔ جب آپ سے پوچھا جاتا حضور اتنا کم کیوں کھاتے ہیں یہ تو نہ کھانے کے برابر ہے۔ تو امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ محبوب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے حضور جاؤں تو پیٹ خالی ہو۔

یہاں تک کہ جب وہ دن نزدیک آنے والا تھا جس روز اس ہادیِ انام نے اپنے خالقِ حقیقی سے ملنا تھا تو آپ کو کہا گیا آپ کچھ نہ کچھ تو کھایا کریں۔ ارشاد فرمایا: **هِيَ لَيْلَةُ أَوْلِيَّتَانِ**۔ کوئی بات نہیں اب تو ایک دورات کا معاملہ رہ گیا ہے۔ جس رات کی صبح کو آپ نے شہید ہونا تھا۔ اس رات بار بار گھر سے باہر نکل کر آسمان کی طرف نظر فرماتے تو زبان سے یہ جملہ استعمال فرماتے واللہ یہ تو وعدہ کی وہی رات ہے جب سحری ہوئی تو فرزندِ نورِ نظر امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا بیٹا آج میں نے سید دو جہاں تمہارے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہے آپ فرما رہے تھے کہ اے علی اس امت سے تم کو آرام نہیں ملا۔ ان کے حق میں دعا کرو میں نے پھر یوں دعا کر دی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اٰبِدْ لِيْ فِيْهِمْ مَنْ هُوَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَاَبْدِلْهُمْ فِيْ مَنْ هُوَ شَرَّ مِنِّْيْ (۳)

اے اللہ مجھے اس کے بدلے بہتری عطا فرما اور انہیں میرے بدلے برا دے۔

اب نمازِ فجر کی مسجد کوفہ سے اذان ہوئی اور آپ حسب معمول گھر سے نکلے اور لوگوں کو نماز کے لیے پکارتے ہوئے چل رہے تھے کہ راستہ میں کچھ بطنیں آپ کے سامنے آ کر زور سے چلا چلا کر منہ مارتی دیکھی گئیں۔ ہم ان کو ہٹانے لگے تو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ان کو نہ ہٹاؤ۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ:

یہاں تک کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جامع مسجد کوفہ میں تشریف لے آئے اور وہی ملعون عبدالرحمن ابن ملجم خارجی چھپا ہوا تھا آپ اس کے آگے سے ہو کر گزرے آپ نے مسجد کے اندر ایک طرف جا کر نمازِ سنتِ فجر مؤکدہ کی نیت فرمائی اور نمازِ سنت کی ایک رکعت ادا فرما چکے تھے کہ جب دوسری رکعت بحالتِ قیام پڑھ رہے تھے تو ظالم نے اچانک پیچھے سے دائیں جانب زہر آلود تلوار اس قدر زور سے ماری کہ آپ کے سر مبارک اور کپٹی کو کاٹ کر رکھ دیا اور خون کا فوارہ حضرت کے دامنِ اقدس کو ایسا رنگین کر گیا کہ

سید السادات شہنشاہ ولایت، باب مدینہ اعظم، فتح خیبر، میدان کزار، ہادی انام، امیر المؤمنین خون میں نہا گئے۔ یہ حشر دیکھنا تھا کہ لوگ جلدی سے حضرت کو سنبھالنے لگے اور اس سانحہ عظیم کے صدمہ سے دھاڑیں مار مار کر رو پڑے اور کچھ لوگوں نے ملعون خارجی کو پکڑے رکھا تا کہ یہ بھاگ نہ جائے۔ (۱)

جامع مسجد کوفہ سے سرکار مولائے کائنات کے اس حملہ سے وہ آہ و بکاہ بلند ہوئی کہ لوگ روتے اور گھبرائے ہوئے جامع مسجد میں آ گئے اور جو نبی یہ خبر سرکار مولائے کائنات کے شہزادے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو وہ بھی روتے ہوئے جم کثیر سے گزر کر جو نبی خون میں نہائے ہوئے اپنے شفیق باپ کے پاس پہنچے تو یا آبشاکہ یا آبشاکہ کی دلداز صدائیں بلند کیں۔ اپنے باپ معظم کے قدموں کو بوسے دیتے ہوئے پٹ گئے اس منظر بے کسی نے اہالیان کوفہ کے دل پاش پاش کر دیے۔

اسی زخم کاری اور خون میں تر ستر کار سید السادات رو پڑے۔ اور زبان اقدس سے فرمایا: میں اس لیے نہیں رو رہا کہ مجھے موت کا خوف ہے بلکہ اس لیے رو رہا ہوں کہ مجھے میرے آقا و مولاسرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ گئے ہیں اور ان کے وہ الفاظ کہ اے علی رضی اللہ عنہ جب بد بخت تجھ پر حملہ کرے گا تو تیرا چہرہ اور داڑھی خون سے تر ہو جائے گی اور تو اس وقت کس حال میں ہوگا اور ساتھ ہی فرمایا دنیا میں ایک بد بخت وہ تھا۔ جس نے سیدنا صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے جلیل القدر نبی علیہ السلام کی اوثنی کی کوچیں کاٹی تھیں اور اے علی رضی اللہ عنہ دوسرا بد بخت وہ ہے جو تجھ پر زہر آلود تلوار سے حملہ کرے گا۔ (۲)

پھر آپ نے اشارہ فرمایا میں تم سے کہا کرتا تھا بلکہ اس کو بھی کہا کرتا تھا کہ یہی میرا قاتل ہے کیا تم لوگوں کو یاد ہے؟ سب لوگوں نے عرض کیا ہاں یاد ہے۔ فرمایا یہ بد بخت مجھ سے بڑی محبت کے دعوے کیا کرتا تھا اور ہر مشکل و تگدستی کے موقع پر مجھ سے مدد لیتا تھا اور میں کہا کرتا تھا اے الہی! عجب بات ہے کہ میں اس کا بھلا کرتا ہوں اور یہ میرے قتل کا دل میں ارادہ رکھتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو آج وہی ہو کر رہا ہے۔

شہنشاہ عدل و انصاف خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مولائے کائنات رضی اللہ عنہ ایک طرف تو اس حال میں ہیں اور دوسری طرف فرماتے ہیں۔ بینا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نماز فجر کی جماعت کا وقت ہو گیا ہے مجھے چھوڑ دو اور نماز باجماعت ادا کرو (۳)

نماز فجر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور لوگوں نے نماز پڑھی دیکھا کہ خون میں بھرے اور زخم کاری جس پر کپڑا باندھا ہوا تھا اسی حال میں سرکار مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھ رہے ہیں۔ امام زمانہ جب نماز پڑھ چکے تو آپ نے کہا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَفُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ اے اللہ تیرا شکر ہے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اور میں اس حال میں تیرے پاس آ رہا ہوں کہ تو خوش ہوگا اور میرے آقا و مولوی خوش ہوں گے جب اس خون میں لت پت حاضر ہوں گا اس سے بڑھ کر میری خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ (۴)

اور ادھر حسین کریمین رضی اللہ عنہما امن اقدس سے لپٹے اور ادھر جہوم حضرت کے ارد گرد رو رہا ہے۔

دلہا تمام، آتش حسرت کباب شد

جانہا اسیر سلسلہ اضطراب شد

لب تشنگان بالا بہ اشتیاق را

دریائے بحر صبر سلامت سراب شد

سرکار سید السادات کو جب حسنین کریمین علیہما السلام اور لوگ گھر لے کر آئے تو سیدزادیوں کے جگر اپنے عظیم باپ کے اس صدمہ سے پاش پاش ہیں۔ تمام فرزندگان اور شہزادیاں اور سیدہ زینب رو رہی ہیں گویا کہ نبی کے گھرانے والوں کی گریہ و زاری پر آسمان اور زمین رو رہے ہیں۔ (۱)

سب شہزادیاں اور شہزادے اور بہن اور اولاد و امجاد سرکار مولا علی علیہ السلام کے دامن اقدس سے لپٹ گئے اور پاؤں مبارک کو بوسہ دیتے ہوئے گر گئے۔ (۲)

ابا جان آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا۔ غربی و یتیمی و بے وطنی ہم پر آگئی۔ سرکار نے فرمایا تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے لہذا صبر کرو۔ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات اللہ کی ہے۔ جس دنیا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفانہ کی وہ علی سے کیا وفا کر سکتی ہے؟ مگر میں خوش ہوں کہ علی علیہ السلام کی زندگی بھی اللہ کے لیے اور موت بھی اللہ کے لیے ہوئی۔ مجھے افسوس ضرور ہے کہ میں دشمنوں میں تم کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ لیکن قدرت نے جو لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہنا ہے قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا لیکن یاد رکھنا میرے بعد اگر تم پر دنیا کے پہاڑ ٹوٹ آئیں تو بھی اسلام پر قائم رہنا اور جان دے دینا اس کی راہ میں جو تکالیف آئیں خوشی سے قبول کرنا اور مصیبتوں پر صبر کرنا اور اپنے حید کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر داغ نہ آنے دینا۔ (۳)

سب کو گلے لگایا اور بوسے دیے اور صبر کی تلقین کے ساتھ رات کو زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا اور فرمایا کیا تم خوش نہیں کہ خالق حقیقی کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد کر لیا ہے اور میں ان کے پاس جا رہا ہوں۔

تھوڑی دیر کے بعد عمرو بن لقمان جراح اجازت لے کر حاضر ہوئے جو نبی کیڑا اتار کر دیکھا تو کہا یہ زخم زہر آلود تلواریا کا ہے یہ زخم مرہم پذیر نہیں ہو سکے گا، مرہم کرنے کے باوجود اس کا درست ہونا ناممکن ہو گیا ہے۔ (۴)

درلغ چونتو مقتدائے و داع چونتو پیشوائے

درلغ چونتو عالے درلغ چونتو خاکے

درلغ چونتو امیرے درلغ چونتو امامے

برائے شرع مشیر برائے ملک نظامے

سرکار مولاے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارا رہنا ناممکن ہو گیا ہے اس لیے زخم کا درست ہونا کیسے ممکن تھا۔

اتنا فرماتا تھا کہ پھر سرکار کے تمام بیٹے اور بیٹیوں نے رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا میری آخری وصیتیں سن لو۔ آپ نے تمام آخری وصیتیں فرمادیں۔ جب بیٹیوں کو وصیت فرما چکے تو سیدنا امام حسن علیہ السلام کو علیحدہ وصیت فرمائی اور پھر سیدنا امام حسین علیہ السلام کو وصیتیں فرمائیں اور واقعہ کربلا پر ثبات قدم رہنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا میرے بعد جو کچھ ہونے والا ہے تم جانتے ہو سب کچھ آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ جیسا کہ تم کو کئی مرتبہ بتا چکا ہوں۔ (۵)

سب نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خاموش ہو جاؤ میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے میری ام کلثوم رضی اللہ عنہا رونا۔ اے زینب رضی اللہ عنہا رونا۔ کیا تم اس بات پر خوش نہیں جو اللہ کو پسند ہے پھر فرمایا اچھا علی رضی اللہ عنہ کا آخری سلام ہوا اے میرے گھر والو۔ اب نہ رونا میں جا رہا ہوں وہ دیکھو کون عظیم ہستیاں آرہی ہیں۔

قَالَ هَذِهِ الْمَلَائِكَةُ وَالنَّبِيُّونَ وَهَذَا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَلَيَّ بَقْدَرٌ فَمَا تَصْبِرُ إِلَيْهِ خَيْرٌ مِمَّا أَنتَ فِيهِ

یہ فرشتوں کی جماعت اور انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت اور سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے علی رضی اللہ عنہ بشارت ہو تم اس سے بہترین مقام کی طرف لوٹ رہے ہو۔ (۱)

جب آپ نے یہ فرمایا تو مقامِ احترام کے پیش نظر سب خاموش ہو گئے پھر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کوئی کلام نہ فرمایا تھ لا تَكَلَّمُوا اور خاموش ہو گئے اسی حال میں بیت علی رضی اللہ عنہ کے چاروں طرف سے غیبی آوازیں بحق شان علی رضی اللہ عنہ سنائی دیں اور ندا آئی ہٹ جاؤ ہٹ جاؤ۔ سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سرکار مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ آواز سنائی دی۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (۲)

یہ کلمات جاری ہوئے تو دیکھا کہ روح علی رضی اللہ عنہ خالقِ حقیقی سے جا ملی پھر کیا ہوا؟ آواز آئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ندا آئی۔ میرا بھائی شہید ہو گیا اب اس امت کا کون نگہبان ہو گا۔ جو اس کی سیرت و کردار کی پیروی کرے گا۔ جب آواز ساکن ہوئی تو سب دولتِ سراے اقدس والے بھی خاموش ہو گئے کہ اللہ کا پیارا اللہ کو پیارا ہو چکا۔ (۳)

۱۹ رمضان المعظم کو حملہ ہوا تھا ۲۱ رمضان المعظم کے آغاز میں شب کے وقت یہ منبع فیض و برکات، سید السادات، سراج آلِ نبوت، امام المتقین، خلیفۃ الرسول چہارم منصبِ خلافت پر پونے پانچ سال رہ کر عمر مبارک بوقتِ شہادت تریسٹھ سال بموافق عمر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس دیر فانی سے دار البقاء میں منتقل ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ۔

زیں مصیبت جائے انداز دکہ چشم آفتاب
دامن گردوں ز عشق گوہر آلاید نون
لبیک با حکم خدا جاندا افتد رجوع
مرجع دل نیست وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ

پس سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ پانی دیتے رہے۔ پھر سیدنا امام حسن علیہ السلام نے چار تکبیرات سے آپ کی نماز جنازہ کوفہ میں پڑھائی اور آپ کی غزنین جواب حضرت کی وجہ سے ہی نجف اشرف کے نام سے مشہور ہے یہ کوفہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے میں تدفین کی گئی۔ (۴)

جب واپس ہوئے تو شہزادے ننگے پاؤں گرتے چلتے آ رہے تھے کہ ایک بڑی جماعت کہیں دور دراز سے آرہی تھی جب شہزادگان کو دیکھا قدموں میں گر گئے اور رو کر اظہارِ افسوس کیا اور کہا آپ ہمارے امیر المؤمنین کو کہاں چھوڑ آئے ہو؟ شہزادے کچھ جواب نہ دے سکے اور رو پڑے۔ (۵)

صاحب ذوالفقار کو شاہِ دلدل سوار کو
شریت پر زحمتِ غم شہر یار کو
کاریت بس خراب خداوند کار کو
ہفت اختر و چہار گر در مصیبت اند
و حسرتا خلاصہ ہفت چہار کو
از روزگار دولت روزے امید بود
از خوشی کجا شدواں روز گار کو
آخر یہ جماعت روتی ہوئی اور آہ و فغاں کرتی ہوئی حضرت کی قبرِ اطہر پر حاضر ہوئی۔

ایک درویشِ حق:

لوگوں کا تانتا شب و روز بیت علیؑ پر اظہارِ تعزیت کیلئے لگا ہوا تھا۔ اس حال میں لوگوں نے خبر دی کہ فلاں جگہ پر ایک شخص کوفہ کے کسی ویران مقام پر بیٹھا رو رہا ہے اور چیخ و پکار کر رہا ہے۔ شہزادوں سے عرض کیا گیا کہ خیال ہے کہ امیر المؤمنین کی داغِ مفارقت پر اس کا حال برا ہو رہا ہے۔ آپ جائیں اور اس کو تسلی دیں۔ سیدینِ حسنینؑ وہاں پہنچے تو دیکھا واقعی اس کا برا حال ہے۔ شہزادوں نے آگے ہو کر جوئی اس کو ہاتھ مبارک لگایا تو وہ قدموں پر گر پڑا۔ کہنے لگا آپ سے مجھے وہ بے مثال خوشبو آرہی ہے جس خوشبونی مجھے معطر کیا ہے۔ شہزادگان نے فرمایا تم کیوں روتے ہو اپنا حال تو بیان کرو؟ کہنے لگا حال کیا بتاؤں میرا دنیا میں کوئی نہ تھا اور اکیلا تنہائی میں فلاں جگہ رہتا تھا کہ ایک مردِ کامل میرے پاس آتے تھے اور بیٹھتے تھے اور کہتے تھے مسکین کے پاس مسکین آیا ہے۔ درویش کا ہمنشین درویش ہے۔ غریب ہے اور غریب کے ساتھ ہے۔ آج چار روز ہو گئے ہیں کہ وہ مردِ کامل نہیں آیا اگر تاج پلتا راستہ دیکھتے یہاں آ بیٹھا ہوں۔ شہزادوں نے کہا ہم اسی مردِ کامل کے غریب و یتیم بچے ہیں جن کو چھوڑ کر وہ اللہ کو پیارے ہو گئے صبر کرو اور اس نے کہا صبر جب آئے گا جب مجھے ان کی قبرِ اقدس کے پاس لے چلو۔ شہزادوں نے اس کی خدمت کی اور اس نے ان شہزادوں کی قدم بوسی کی جب قبرِ سیدنا مولا علی المرتضیٰؑ کے پاس لائے تو قبرِ اطہر کی خاک سے لپٹ گیا اور روتا رہا۔ شہزادوں نے بڑی تسلی دی لیکن۔

نئے دائم چہ کار افتاد مارا کہ آں دلدار مارا راز نگداشت

دریں پیرانہ آں پیری حزیں را غریب و عاجز و بے یار بگذاشت

وہ یہی کہتا رہا کہ میں بے سہارا بے یار و مددگار غریب ہوں اب میرا زندہ رہنا مشکل ہے اب میں اسی کے پاس جاؤں گا تو چین ملے گا۔ اور بار بار یہ کہا اے اللہ تو نے مجھے زندگی میں اس کا ساتھ دیا تھا اب بھی مجھے موت دے تاکہ میں ان کے ساتھ جاؤں۔ رب کائنات نے اس درویشِ حق کی دعا قبول فرمائی اور قبر پر لپٹے ہی اس کی روح پرواز کر گئی وہ درویشِ حق ان کو جا ملے و انجلیقیٰ یا الصالحین کا رنگ ظاہر ہوا۔ شہزادوں نے تجہیز و تکفین و نماز جنازہ کے بعد سرکارِ مولاؑ کائنات کا نعت علیہ السلام کے قریب ہی دفن کر دیا۔^(۱)

قاتل آگ میں جلادیا گیا:

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی تدفین سے فراغت کے بعد لوگوں نے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم خارجی کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایک ٹوکری میں ڈال کر آگ لگا دی۔ گویا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے والا قاتل دنیا میں بھی آگ میں جل کر راکھ ہوا اور آخرت کے عذابِ جہنم میں بھی ہمیشہ ہمیش کے لیے واصلِ جہنم ہوا۔ اس ملعون نے دنیا کی خاطر دین کی قدر و منزلت نہ کی اور ایسے امامِ عظیم کے قتل کے درپے ہوا کہ نہ اس کی دنیا رہی نہ آخرت رہی دونوں جہان میں واصلِ جہنم ہو گیا۔ (۱)

مردِ کامل:

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دردناک خطبہ دیا جس سے جم غفیر سرکارِ سید السادات کو یاد کر کے روتا رہا۔ اس خطبہ کا بیان یہ تھا:

يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ لَقَدْ كَانَ فِيكُمْ رَجُلٌ بِالْأَمْسِ قُتِلَ اللَّيْلَةَ
وَأَصِيبَ النَّوْمَ لَمْ يُسَبِّقْهُ الْأَوَّلُونَ وَلَمْ يُدْرِكْهُ
الْآخِرُونَ إِذَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا بَعَثَهُ فِي
سَرِيَّةٍ كَانَ جَبْرِئِيلُ عَنْ يَمِينِهِ وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِهِ فَلَمْ
يَزِجْ حَتَّى يَفْتَحِ اللَّهُ عَلَيْهِ.

اے عراق والو! کل تم میں ایک ایسے مردِ کامل تھے جن کو رات شہید کر دیا گیا اور آج اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے جس سے پہلوں نے نہ سبقت کی اور نہ پچھلے پہنچ سکتے ہیں۔ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کسی فوج کی سرداری پر بھیجتے تو جبرائیل اور میکائیل ان کی دائیں بائیں جانب ہوتے جب تک اللہ تعالیٰ ان کو فتح نہ دیتا وہ واپس نہ لوٹتے۔ (۲)

سرِ داہ:

سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب خبر ہوئی کہ سید السادات شہید ہو چکے۔ یہ خبر سنتے ہی سیدہ رو پڑیں اور ایک ٹھنڈی آہ لیتے ہوئے فرمایا تَصْنَعُ الْعَرَبُ مَا تَشَاءُ فَلَيْسَ أَحَدٌ يَنْهَى۔ اے عرب جو چاہے سو کرے اس کا خصم نہیں رہا۔ (۳)

وَكُلُّ مَنَاقِبِ الْخَيْرَاتِ فِيهِ

وَحُبُّ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ: وہ رخصت ہوئے جو خوبیوں والے تھے۔ اور رب العالمین کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیار رکھتے تھے۔

ذکر القاباتِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے جو القاباتِ سرکارِ مولا نے کائناتِ ربی کو عطا ہوئے وہ یہ ہیں۔

اسد اللہ الغالب، مطلوب کل غالب، سید العرب، صدیق اکبر، امام البرہ، بیضۃ البلد، کرار غیر فرار، یعسوب الدین، امیر المؤمنین، ولی المتقین، امام المتقین، خلیفہ الرسول، ولی اللہ، امام الاولیاء، سید فی الدنیا والآخرۃ، باب مدینۃ العلم۔ المولیٰ۔ اور کنیت بارگاہِ رسالت مآب سے ابو تراب ملی تھی۔

آپ کے القابات تو بہت ہیں لیکن یہاں پر اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ متذکرہ القابات میں ایک لقب صدیق اکبر بھی آیا ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ صدیق اکبر دوسرے اصحاب نہیں ہو سکتے۔ (۴)

کوفہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مکان اور درس قرآن:

جامع مسجد کوفہ کے قریب ہی بیت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے اب تک وہ مکان شریف ہے۔ یہ گھر جس میں سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی سکونت تھی پرانے تاریخی نقشہ پر بنا ہوا ہے مکان نہایت سادہ ہے اور کمرہ ایک ہی ہے اور یہاں پر وہ جگہ مکان کے اندر ہی ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا۔ جس کنوئیں سے پانی لے کر حضرت سرکار والا کو غسل دیا گیا وہ کنواں بھی موجود ہے۔ مکان کا چھوٹا سا صحن چمنیاں بھی چھوٹی چھوٹی ہیں اس جگہ کمرہ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو آخری ایام میں رکھا گیا اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کی شہزادی اسی کمرہ میں کوفہ کی عورتوں کو درس تفسیر قرآن بھی دیا کرتی تھیں۔ کوفہ آ کر آپ کے پاس ہی رہتیں اور شہادت عظمیٰ تک کئی سال تفسیر قرآن کا درس فرماتی رہیں گویا یہ بیت علی رضی اللہ عنہ بیت درس تفسیر قرآن بھی تھا۔ ایک دن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا عورتوں کو معمول کے مطابق درس قرآن میں سورہ مریم میں کھیمص کی تفسیر بیان فرما رہی تھیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آ گئے آپ نے فرمایا اچھا آج کھیمص کی تفسیر بیان کر رہی ہو؟ عرض کیا حضور ابا جان جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اے میری نور نظر زینب علیہا السلام اس میں بڑے رازوں کا سمندر ہے۔ اور ایک جملہ جو رمز خداوندی ہے جس سے ایک مصیبت بھی آشکارہ ہوتی ہے یہ سن کر سیدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وصیت بمقتل تدفین:

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ وصیت قبل از شہادت فرمادی تھی کہ جب میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو مجھے فلاں جگہ جو کوفہ سے کچھ فاصلہ پر ہے دفن کرنا۔ وہ جگہ غزنین ہے، ہاں پر ایک سفید پتھر ہے اور اس سے نور چمکتا ہے۔ اس کو وہاں سے ہٹا کر دیکھنا اس کے نیچے جگہ گہرائی دار ہوگی اس میں مجھے رکھنا۔ بات آپ نے سیدنا امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کو بتادی تھی اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ مجھے غسل بھی تم دونوں نے دینا ہوگا اور نماز جنازہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا تم نے پڑھانی ہوگی۔ (۱)

ذکر انگشتی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر نے بحوالہ جعفر بن محمد لکھا ہے کہ حضرت مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی انگشتی چاندی کی تھی اور اس پر نعم القادر کندہ ہوا تھا۔ لیکن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی مہر کی عبارت چاندی کی انگشتی پر الملک لله کندہ تھی۔ (۲)

مقام شہادت در جامع کوفہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

جامع مسجد کوفہ جہاں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہید کیا گیا یہ ایک تاریخی مسجد ہے صحن بہت بڑا وسیع ہے چاروں طرف کمرے ہی کمرے ہیں اور ایک بہت بڑا مسافر خانہ بھی ہے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام، مقام جبرائیل علیہ السلام، مقام محمد علیہ السلام، مقام آدم علیہ السلام، مقام زین العابدین رضی اللہ عنہ، کئی ناموں سے چھوٹے چھوٹے چبوترے بنے ہوئے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہاں پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں پڑھی ہیں وہ نشانات دیے گئے ہیں مشہور ہے نبیوں کی جائے نماز صحن کے درمیان ایک لوہے کے سریوں سے گول حلقہ بنا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے زمانہ میں اس جگہ وہ تور تھا جس سے پانی کے چشمے پھوٹے تھے۔ پھر

ایک چہوترہ بنا ہوا ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ عدالت فرمایا کرتے تھے۔ ایک اور جگہ ہے تہہ خانہ اور وہ مقفل ہے کہا جاتا ہے یہاں پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تبرکات ہیں ایک اور تہ خانہ ہے کہا جاتا ہے کہ یہاں سیدنا نوح علیہ السلام عبادت فرمایا کرتے تھے۔ ایک جانب اس مسجد میں سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہیدِ رکوفہ کا چاندی کا حزار اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے مزارات ہیں اور مختار بن عبید ثقفی کی قبر بھی یہیں ہے۔ اس مسجد کے برآمدہ میں وہ جگہ بھی ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو دورانِ نماز شہید کیا گیا یہ مقام زیارت گاہ ہے کہ جس مسجد کے دس مقام پر امام الائمہ کو بحالتِ نماز زہر آلود تلواریں گئی۔ (۱)

کے رامیر نہ شدایں سعادت
 بکعبہ ولادت مسجد شہادت
 تائید حق میں پہلی شہادت سیدنا علی کی ہے
 پیغمبری نبی کی ولایت سیدنا علی کی ہے
 مولا بھی محترم ہے ولد بھی ہے محترم
 کعبہ ہے اور جائے ولادت علی کی ہے
 مولود کعبہ کے لیے اکرم خوب ہے
 مسجد میں اللہ اللہ شہادت علی کی ہے
 کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد میں انتہا
 مرقوم در حرم حکایت علی کی ہے

مزارِ اقدس سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ در نجف اشرف

کوفہ کے باہر سات میل کے فاصلہ پر جس جگہ سرکارِ مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا وہاں کسی آبادی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ لیکن سرکارِ مولا کے کائنات کی مسکن گاہ قبرِ اطہر کے صدقہ اب اس کو نجف اشرف کے مکرم نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس جگہ ایک شاندار پیرا شہر نجف اشرف کے نام سے کہلا رہا ہے جس کی آبادی سات ہزار کے قریب ہے۔ (۱)

نجف اشرف کوفہ سے تو سات میل دور ہے جہاں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مزارِ اقدس ہے۔ لیکن کربلائے معلیٰ سے نجف اشرف کا فاصلہ ساٹھ میل ہے۔ جہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مزارِ اقدس ہے۔ (۲)

کربلا معلیٰ سے ایک پختہ سڑک نجف اشرف کو جاتی ہے۔ لیکن ارد گرد تمام علاقہ ریگستانی و ریتلا ہے کوئی سبزہ نظر نہیں آتا و دروازہ تک ریت کا سمندر نظر آتا ہے اس راستہ سے دور سے ہی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے روضہ اطہر کا گنبد دن میں دکھتا اور رات کے وقت بجلی کی روشنی میں چمکتا نظر آتا ہے۔ گنبد پر سونا بندھا ہوا ہے اور مزارِ اقدس کے اندر بھی سونے اور چاندی اور شیشوں سے مرصع کاری جو سونے پر سہاگہ ہے۔ چمک اور دمک سے آنکھیں خوش ہو جاتی ہیں دروازے جالیاں، چوٹھیں سب سونے اور چاندی سے بھرپور ہیں اور پھر ہیرے و جواہرات بھی ہیں اور قبرِ اطہر پر اس شان کی مینا کاری اور گلکاری اور نقش نگاری کی ہوئی ہے کہ دل خوش ہو جاتا ہے سونے چاندی کی قدیس لٹکی ہوئی ہیں اور دیواروں پر شیشوں اور چینی سے گلکاریاں ہیں۔ آفتاب ہدایت، شہنشاہِ ولایت کی قیام گاہ ہر زن، صبی و بالغ کے لیے صبح و شام فیوض و برکات کا مرکز ہے اور آفتاب ہدایت و شہنشاہِ ولایت سبھی کو اپنی نورانی عرفانی تجلیات سے مستفیض فرما رہے ہیں۔ آج تک جتنے سلاسل ہیں سب اسی مرکز سے وابستہ ہیں اور وہی روشنی اس مرکزِ عالیہ سے چل رہی ہے۔ جیسا کہ تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

شجرہ طیبہ

آلِ حیدرِ کرار، ازواج و اپنا و بناتِ کرام رضی اللہ عنہم

| نمبر شمار | نام اہلیہ | بیٹے | بیٹیاں |
|-----------|--|---|--|
| ۱ | سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا | حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ | حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا |
| ۲ | ام البنین بنت حرام بن خالد (از بنی ہوازن) | عمر، عباس، جعفر، عبید اللہ عثمان | حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا، میونہ ام جعفر رضی اللہ عنہ |
| ۳ | لیلیٰ بنت مسعود (از بنی تمیم) | حضرت عبید اللہ و ابو بکر رضی اللہ عنہما | حضرت زینب الصغریٰ رضی اللہ عنہا، رملۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا |
| ۴ | اسماء بنت عمیس (انخمیہ) | حضرت عون، یحییٰ رضی اللہ عنہما | حضرت فاطمہ، امامہ، خدیجہ رضی اللہ عنہن |
| ۵ | امامہ بنت ابوالعاص (از بطن سیدہ زینب) | حضرت محمد، اوسط رضی اللہ عنہما | |
| ۶ | خولہ بنت جعفر بن قیس | حضرت محمد حنفیہ، محمد اکبر رضی اللہ عنہما | |
| ۷ | ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی | محسن رضی اللہ عنہ | حضرت ام الحسن، رملۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا |
| ۸ | ام حبیبہ بنت ربیعہ ثعلبیہ | حضرت عمر اطراف، عمران رضی اللہ عنہما | حضرت ام الکدرام، حضرت رقیہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہن |
| ۹ | مسیبۃ بنت امرئیس الکلبی | | حضرت جمانہ، حارثہ، نصیر رضی اللہ عنہن |

شہدائے کربلا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ۔ ۳۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ۔ ۴۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ۔ ۵۔ سیدنا محمد رضی اللہ عنہ۔ ۶۔ سیدنا
ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ ۷۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ازواج و اپنا و بنات کا بمعہ اسماء و تعداد بیان:

حضرت سیدنا مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد آٹھ مزید نکاح فرمائے تھے اس طرح

آپ کی کل ازواج کی تعداد نو ہوتی ہے۔

آپ کی کل ازواج کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ سیدہ نساء العالمین و سیدہ نساء اہل البیت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
 - ۲۔ ام الدین بنت خرام بن خالد رضی اللہ عنہا
 - ۳۔ یسلیٰ بنت مسعود ابن تیمم رضی اللہ عنہا
 - ۴۔ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا
 - ۵۔ امامہ بنت ابوالعاص رضی اللہ عنہا
 - ۶۔ خولہ بنت جعفر بن قیس رضی اللہ عنہا
 - ۷۔ ام سعید بنت غزوہ بن مسعود رضی اللہ عنہا
 - ۸۔ ام حبیبہ بنت ربیعہ رضی اللہ عنہا
 - ۹۔ مسیباۃ امراء اتیس رضی اللہ عنہا
- آپ کے کل بیٹے اٹھارہ تھے جن کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ
- ۲۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ
- ۳۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ
- ۴۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ
- ۵۔ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ
- ۶۔ سیدنا عبید اللہ رضی اللہ عنہ
- ۷۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ
- ۸۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
- ۹۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
- ۱۰۔ حضرت عون رضی اللہ عنہ
- ۱۱۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ
- ۱۲۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ
- ۱۳۔ حضرت اوسط رضی اللہ عنہ
- ۱۴۔ حضرت محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ
- ۱۵۔ حضرت محمد اکبر رضی اللہ عنہ

- ۱۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
- ۱۷۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ
- ۱۸۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ
- آپ کی کل بیٹیاں اٹھارہ تھیں جن کے نام یہ ہیں۔
- ۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا
- ۲۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- ۳۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا
- ۴۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
- ۵۔ حضرت ام جعفر رضی اللہ عنہا
- ۶۔ حضرت زینب الصغریٰ رضی اللہ عنہا
- ۷۔ حضرت رملۃ الصغریٰ رضی اللہ عنہا
- ۸۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
- ۹۔ حضرت امامہ رضی اللہ عنہا
- ۱۰۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا
- ۱۱۔ حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا
- ۱۲۔ حضرت رملۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
- ۱۳۔ حضرت ام الکرام رضی اللہ عنہا
- ۱۴۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
- ۱۵۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- ۱۶۔ حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا
- ۱۷۔ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہا
- ۱۸۔ حضرت نصیر رضی اللہ عنہا (۱)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد و ازواج کے احوال:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی زوجہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اقدس سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔ حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عبد اللہ ابن جعفر سے ہوا۔ ان کے ہاں عون رضی اللہ عنہ، محمد رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہا چار بچے پیدا ہوئے یعنی تین بیٹے اور ایک بیٹی پیدا

ہوئی۔ ان میں سے دو بیٹے جو جوان تھے کربلا میں شہید ہوئے۔ دوسری بیٹی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ ان سے ایک بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا اور بیٹا زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت زید بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ از بطن ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا جس روز انتقال ہوا اسی روز ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ (۱)

حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو بنی ہوازن سے تھیں ان کے بطن سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عبید اللہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں یعنی ام ہانی رضی اللہ عنہ، میمونہ رضی اللہ عنہ، ام جعفر رضی اللہ عنہ۔ یعنی آپ کی اس زوجہ کے بطن سے آٹھ اولاد و امجاد ہوئیں۔ ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عباس رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، عبید اللہ رضی اللہ عنہ، میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت لیلى بنت مسعود زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو بنی تمیم سے تھیں ان کے بطن سے حضرت عبد اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ، زینب الصغریٰ رضی اللہ عنہا، رملہ الصغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے یعنی دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کربلا میں شہید ہوئے۔

حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے عون رضی اللہ عنہ، یحییٰ رضی اللہ عنہ، فاطمہ رضی اللہ عنہا، امامہ رضی اللہ عنہا، خدیجہ رضی اللہ عنہا پانچ بچے پیدا ہوئے۔ دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔

حضرت امامہ بنت ابوالعاص زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محمد رضی اللہ عنہ اور اوسط رضی اللہ عنہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔ حضرت خولہ بنت جعفر بن قیس زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محمد رضی اللہ عنہ، حنفیہ رضی اللہ عنہ اور محمد اکبر رضی اللہ عنہ دو بیٹے پیدا ہوئے۔

حضرت ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفی زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے محسن رضی اللہ عنہ، ام الحسن رضی اللہ عنہا، رملہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت ام حبیبہ بنت ربیعہ زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے حضرت عمر اور حضرت عمران رضی اللہ عنہ، ام الکرام رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا ام سلمہ رضی اللہ عنہا یعنی دو بیٹے اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت مسیابہ بنت امرء القیس الکلبی زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بطن سے جمانہ رضی اللہ عنہا، حارثہ رضی اللہ عنہا، نصیر رضی اللہ عنہ تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ (۲)

اس مذکورہ اولاد میں سے جو آپ کے اٹھارہ بیٹے تھے ان میں سے پانچ بیٹے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ظاہری زندگی میں انتقال فرما چکے تھے اور بوقت شہادت آپ کے تیرہ شہزادے بحیات موجود تھے ان تیرہ شہزادوں میں سے سات شہزادے بمع سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں شہید ہوئے جبکہ باقی چھ شہزادوں میں سے بھی دنیا میں نسل جاری ہے۔

اسمائے گرامی ابنائے اکرام سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین

۱۔ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت سیدنا جعفر ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت سیدنا محمد ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا

۶۔ حضرت سیدنا ابوبکر ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا

۷۔ حضرت سیدنا عبد اللہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم از بطن سیدہ ام البنین رضی اللہ عنہا (۱)

ان سب کی تفصیلی شہادتوں کا ذکر آگے آ رہا ہے کہ میدان کربلا میں حیدر کرار کے ان شہزادوں نے کس طرح دشمنوں کو واصل جنم کیا اور پھر جام شہادت نوش فرمایا۔

سلسلہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیان

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا میں پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی سے نسل جاری ہے

۱۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ (۲) سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کا ذکر ان کے علیحدہ علیحدہ بابوں میں بالتفصیل بیان کر دیا گیا ہے۔ اب یہاں پر باقی تین شہزادوں کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ دوسرے حضرت عباس علیہ السلام رضی اللہ عنہ سقائے اہل بیت شہید در کربلا اور تیسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (ا طرف) ہیں۔ اور چھٹی حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہ آپ کی بیٹی ہیں ان سے بھی دنیا میں نسل جاری ہے (۲)

اب یہاں پر مناسب سمجھتا ہوں کہ (۱) حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اطراف اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا جائے۔

حضرت محمد (ابن الحنفیہ) ابن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ حضرت خولہ ملقب بہ حنفیہ تھیں۔ قبیلہ نسیم نے عہد صدیقی میں ارتداد کیا تھا۔ یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئیں اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے نکاح میں آئیں ان کے بطن سے حضرت محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حنفیہ لقب والدہ کی نسبت کی بناء پر مشہور ہوا۔ محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ یعنی محمد رضی اللہ عنہ نام اور والدہ حنفیہ رضی اللہ عنہا اور والد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ ان کو بی امام حنفیہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت محمد حنفیہ کی کنیت ابو القاسم تھی۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور یکم محرم الحرام ۸ھ میں انتقال فرما گئے۔ واقعہ کربلا کے وقت مدینہ طیبہ میں تھے بوجہ علالت کے کہیں نہ گئے۔ بعد واقعہ کربلا کافی عرصہ حیات رہے تھے جب انتقام یزید و ابن زیاد و عمرو بن سعد اور شمر وغیرہا سے لیا گیا تو مختار بن عبید ثقفی نے انہی کی خدمت عالیہ میں ان ظالموں کے سر اٹار کر بھیجے ان کو قتل کیا اور طرح طرح کی سزائیں دیں۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، زہد رضی اللہ عنہ، ریاضت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ لشکر مرتضوی کے علم بردار ہر میدان میں یہی ہوا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ کے والد معظم حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو جنگوں میں نہیں بھیجتے اور آپ کو بھی سخت سے سخت کام پر مامور کرتے ہیں۔ سیدنا محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے ابا جان کی آنکھیں ہیں اور میں ابا جان کا ہاتھ ہوں۔ یعنی وہ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوں۔

حضرت محمد ابن الحنفیہ بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد ۲۴ ہے جس میں سے ۱۴ مزینہ فرزند تھے تین سے نسل جاری ہے۔

آپ کے صاحبزادے ابو ہاشم عبد اللہ بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے جعفر ہیں جو یوم النحرہ کو شہید ہوئے، ان کی اولاد کثیر موجود ہے اور آپ کے صاحبزادے علی رضی اللہ عنہ کی نسل بھی کثرت کے ساتھ موجود ہے انہی کو کسانیاہ امام تسلیم کرتے ہیں۔

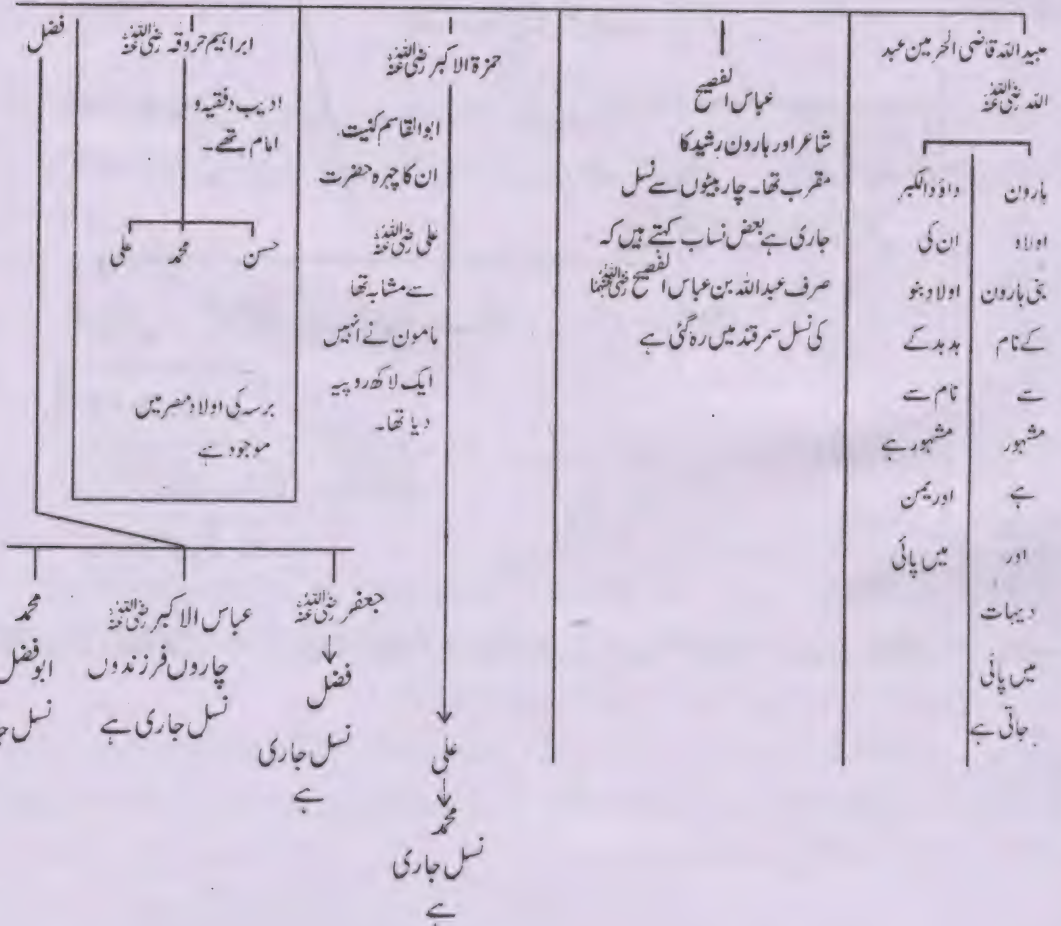
حضرت عباس بن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

آپ میدان کربلا میں علمبردار امام ہمام تھے۔ ان کا خطاب سقائے اہل بیت بھی ہے۔ ۳۴ سال کی عمر مبارک میں کربلا میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی اولاد پاک کا شجرہ اس طرح ہے۔

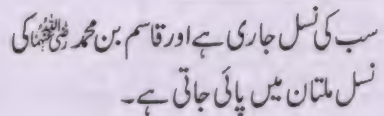
عباس علمبردار رضی اللہ عنہ

عبد اللہ

حسن رضی اللہ عنہ



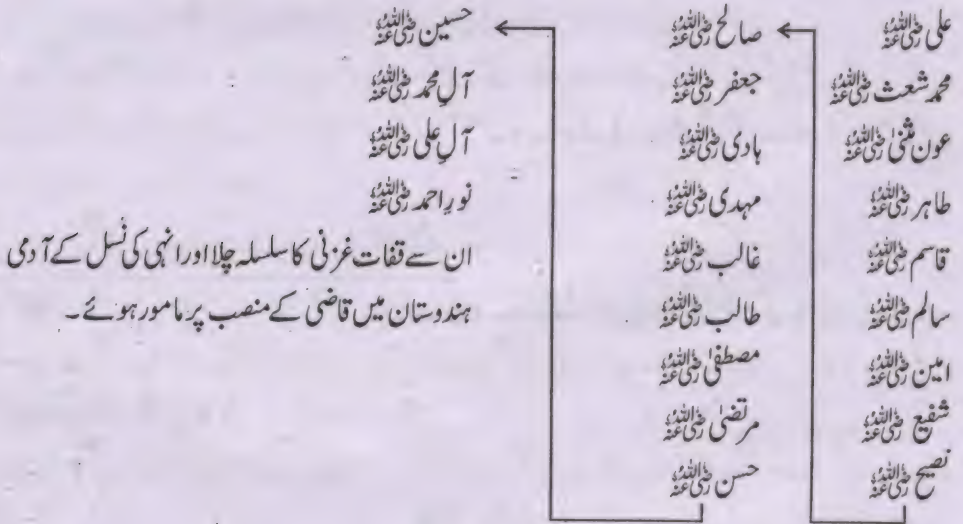
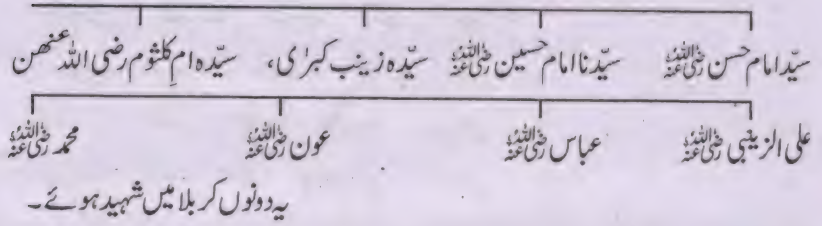
آپ حضرت عباس علمبردارِ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ ان میں سے بڑا کون تھا؟ 77 سال کی عمر شریف میں وصال فرمایا۔ ان کی نسل کا سلسلہ یہ ہے:



رضی اللہ عنہ -

سیدہ حضرت زینب دختر سیدنا علی المرتضیٰ کا سلسلہ اولاد

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و سیدہ فاطمہ طاہرہ رضی اللہ عنہا



حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا بالتفصیل ذکر اسی کتاب کے باب زینب میں بعد اولاد اجماع کیا گیا ہے۔ تاریخ الامم۔

حضرت ام ہانی فاختہ بہن حقیقی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

حضرت ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی حقیقی ہمیشہ بہن ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا جن کا ذکر میں پہلے باب علی رضی اللہ عنہ کے شروع میں کر چکا ہوں انہی کے بطن سے عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ کی تمام اولاد ہوئی۔ طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، صحابہ رضی اللہ عنہ، ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا۔

ام ہانی یا فاختہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہیرہ بن ابی وہب بن عمرو بن مایذ بن عمران بن مخدوم رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا اور حضرت ام ہانی فاختہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے ہانی رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، یوسف رضی اللہ عنہ اور حبہہ رضی اللہ عنہ بچے پیدا ہوئے تھے۔ تین بیٹے اور ایک بیٹی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو عام الفتح کے موقع پر شرف اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔

ہیرہ جس کے ساتھ ان کا نکاح ہوا تھا یہ نجران کو بھاگ گیا تھا اس کے اسلام لانے کی کوئی روایت نہیں مل سکی ہاں ہیرہ مکہ فرار ہوتے وقت جو اشعار کہے تھے۔ وہ یہ ہیں۔

لعمرك ما وليت ظهري محمداً
واصحابه جبناً ولا خيفة القتل
ولكنني قلبت طرفي فلم أجد
لسيفي مصاة ضربت ولا نبلي
وقفت فلما خفت ضيعة موقفي
فررت العود كالبهذبرالي الشبل

حاصل یہ ہے کہ بچ پوچھتو میں نے محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے خوفِ قتل سے پیچھے نہ دی بلکہ میں نے دیکھا کہ میرا کام الٹ گیا اور میری تلوار اور نیزہ کچھ کام نہ بنا سکے۔

اب حضرت سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ و حضرت سیدنا جعفر برادران علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حال اور سہا سہا و اولاد امجاد کی بعض رشتہ داریوں کا اجمالی ذکر۔ ان میں جو شہید کر بلا ہوئے ان کی شہادتوں کا علیحدہ ذکر بالفصل باب شہدائے کر بلا میں کیا گیا ہے اور جو کوفہ میں شہید ہوئے ان کا علیحدہ شہادتوں کا بیان کر دیا گیا ہے۔

برادر علی المرتضیٰ حضرت عقیل ابن عمران (ابوطالب) رضی اللہ عنہ:

آپ طالب رضی اللہ عنہ سے دس برس چھوٹے اور جعفر رضی اللہ عنہ سے دس برس بڑے تھے۔ جنگ بدر میں دشمنوں کی جانب تھے اور اسیر ہوئے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پیشتر اسلام لائے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے عقیل رضی اللہ عنہ واقعات اور انساب عرب کے بڑے واقف تھے۔ اس علم میں ان کو امتیاز خاص تھا نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا:

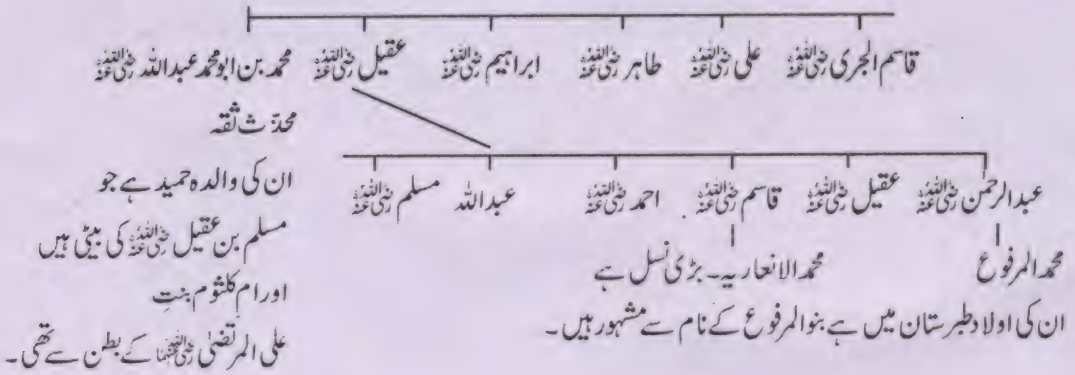
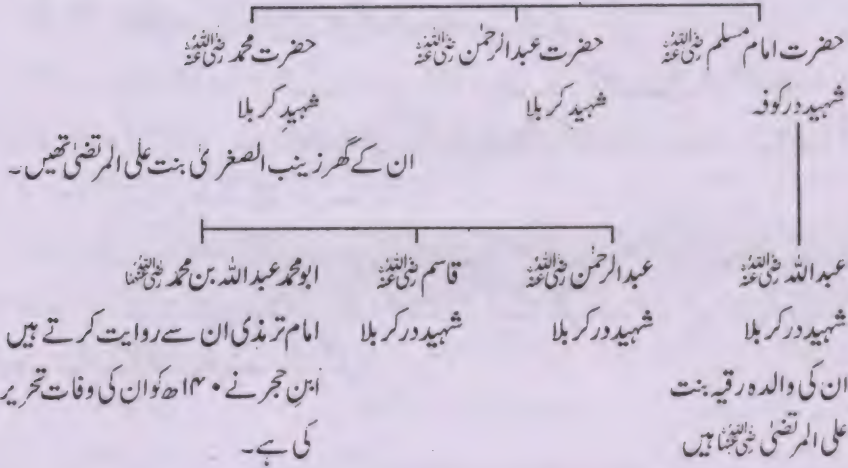
إِنِّي أُجِنُّكَ حَبِيْبَيْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِكَ وَحُبًّا لِمَا كُنْتُ أَعْلَمُ
مِنْ حَدِيثِ عَمِّي إِيَّاكَ (۱)

میں تم سے دو گونہ محبت رکھتا ہے ایک محبت قرابت۔ دوم اس لیے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے محبت تھی۔

ان کا انتقال سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ میں ہوا تھا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے اور بروز پانچ شنبہ ۹ ذی الحجہ ۵۹ھ کو شہید ہوئے ان ہی کے فرزند ہیں عقیل رضی اللہ عنہ کے دو فرزند محمد و عبد الرحمن جعفر رضی اللہ عنہ پوتے عبد اللہ بن مسلم محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ بھی کر بلا میں شہید ہوئے تھے۔

شجرہ اولاد عمران رضی اللہ عنہ

حضرت عقیل (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ



برادر علی المرتضیٰ حضرت جعفر (طیار) ابن عمران (ابو طالب) رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ان سے دس سال بڑے قدیم الاسلام تھے اول ہجرت حبشہ کی اور وہاں جملہ مہاجرین کے سردار رہے۔ اس ملک میں ان کے ہاتھ سے خوب اسلام کی اشاعت ہوئی۔ بالخصوص اسلام پر جو تقریر انہوں نے حبشہ کے بادشاہ کے دربار میں فرمائی تھی۔ ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ تشریف لائے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی

خوشی زیادہ ہے یا کہ قدوم جعفر کی (باب غزوہ موتہ بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ) ۸ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ تلوار اور نیزے کے نوے سے زیادہ زخم ان کے سامنے کی جانب موجود تھے دونوں بازو جڑ سے کٹ گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔
نبی علیہ السلام نے ان کی منقبت میں فرمایا تھا:

اَشْبَهَتْ خَلْقِي خُلُقِي۔ (۱)

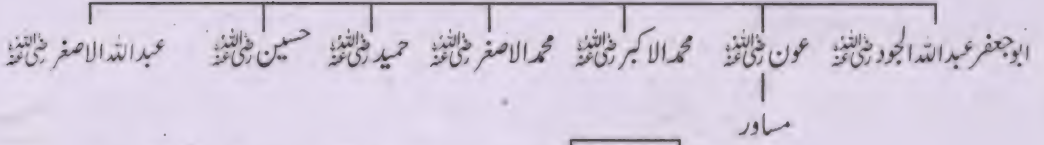
اے جعفر رضی اللہ عنہ تم صورت اور سیرت میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔

عمر مبارک بوقت شہادت ۴۱ سال تھی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مسکین کے حق میں جعفر طیار سب سے بہتر تھے وہ اہل صفہ کی خبر رکھتے تھے اور کھانا کھلایا کرتے تھے جو کچھ ان کے گھر میں ہوتا کبھی کبھی وہ ہمارے گھر خوراک کا عکہ (تھیلا) بھی لے آتے جس میں اور کچھ نہ ہوتا ہم اس کو ہی چاٹ لیتے۔ ان کے چار فرزند تھے۔

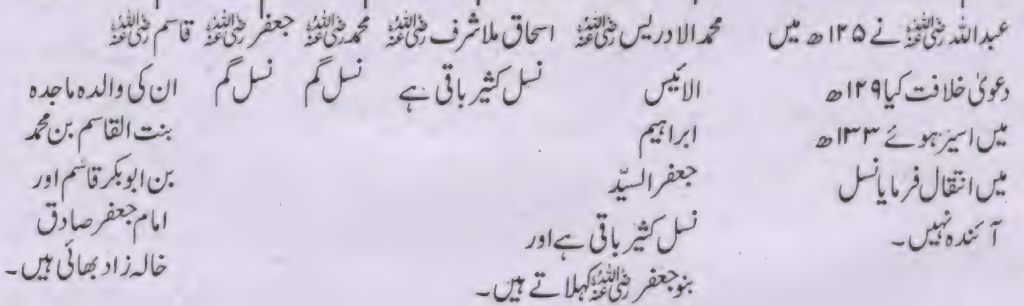
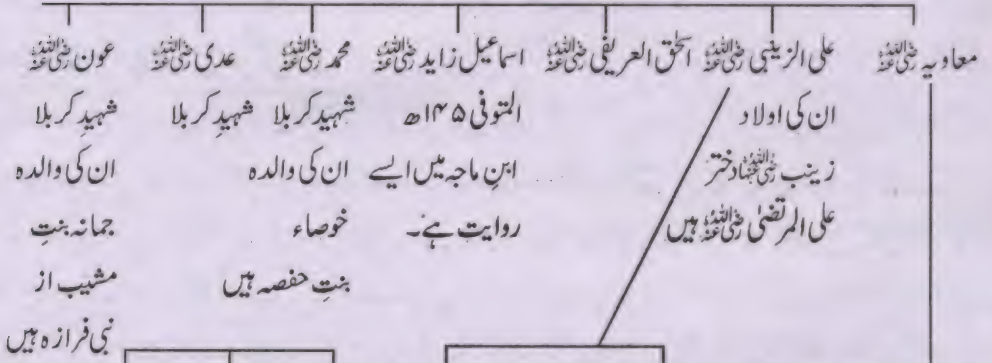
ایک ان میں سے عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ پہلے مولود ہیں جو مسلمانوں کے گھر حبش میں پیدا ہوئے۔ کثرتِ سخا و کرم سے ان کا لقب بحر الجود تھا۔ عبادت گزار بھی حد درجہ کے تھے ۸۰ھ میں بصرہ کے سال مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دختر سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا ان ہی کے گھر میں تھیں۔

شجرہ اولادِ حضرت عمران جعفر ابن (ابی طالب) رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر ابن عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ



عبد اللہ رضی اللہ عنہ قاسم ان کے نکاح میں ام کلثوم بنت زینب علی المرتضیٰ تھیں۔



| | |
|---------------------------|--------------------------------|
| مرقظی شیر حق اشجع الاعمین | ساقی سیر و شربت پہ لاکھوں سلام |
| اصل نسل صفا وجہ وصل خدا | باب فضل ولایت پہ لاکھوں سلام |
| اولین دافع اہل رفض و خروج | چاری رکن ملت پہ لاکھوں سلام |
| شیر شمشیر زن شاہ خیر شکن | پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام |

باب ۱۰

خلیفہء خامس و امام ثانی سید الاسخياء

حضرت سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما:

آپ کا اسم گرامی حسن، کنیت ابو محمد لقب تقی، زکی، سید، محبتی، شبیہ الرسول ہیں۔ آپ کا حسب و نسب آباء و امہات اس طرح ہے۔
 حسن بن علی المرتضیٰ بن ابی طالب بن عبد المطلب بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی۔
 آپ کی والدہ ماجدہ خاتون جنت حضرت سیدہ طاہرہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت سرکار سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں یعنی آپ حضور سید
 العالمین علیہ السلام و آلہ الکرام کے نواسے ہیں اسی نسبت خاص کی وجہ سے آپ کو سبط الرسول بھی کہا جاتا ہے ائمہ اثنا عشر میں آپ اپنے
 والد مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بعد امام دوم بھی ہیں۔ اور آپ آخر اخفاء بالنص بھی ہیں۔ یعنی آپ پر منصوص خلافت ختم ہو گئی۔ (۱)
 ولادت یا سعادت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ۱۵ رمضان المعظم کی شب مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے، یہ سال ولادت ۳ھ تھا محدثین اس بات پر متفق
 ہیں کہ تاریخ ولادت یہی تھی۔ لیکن سال ولادت میں بعض نے کچھ اختلاف کیا ہے بعض نے ۲ھ اور بعض نے ۳ھ اور بعض نے ۴ھ لکھا
 ہے لیکن کثیر جماعت اکابرین نے ۳ ہجری لکھا ہے اور یہی صحیح ہے۔

اسم مبارک کا انتخاب و خواص:

حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے دریافت فرمایا:

کہ تم نے اس فرزند کا کیا نام رکھا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ میری کیا مجال ہے کہ آپ کے بے اذن و اجازت نام رکھنے میں
 سبقت کرتا۔ آپ مختار ہیں جو نام چاہیں وہ رکھیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ چھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ جبرائیل علیہ
 السلام آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور اسی کی طرف سے یہ پیغام ہے کہ اس فرزند کا نام حسن رکھا
 جائے۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اس نواسے کا نام حسن رضی اللہ عنہ رکھا۔ (۲)

(۱) انجم، اشعۃ المعانی، نور الانصار، تاریخ آئمہ۔

(۲) طبقات ابن سعد

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا نام جب حسن ہوا تو حسنِ حسن سے ہے۔ جس کے معنی خوبصورتی و جمال کے ہیں۔ یعنی دل کش، خوبصورت، جمیل، خوشنما اور اسی نام کے باطنی معنی یہ ہیں کہ حسن صرف ظاہری حسن و جمال کا کمال ہی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر جمال باطنی اور حسنِ معنوی ملحوظ تھا۔ اسی طرح حسن نام احسان سے مشتق ہے اسی لیے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے امتیازات میں احسان ایک ان کی امتیازی صفت ہے۔ خلق حسن شہرہ آفاق اور اخلاق باطنی جمال ہے آپ جس طرح ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے حسین تھے اس سے بڑھ کر باطنی حسن و جمال میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا (۱)

لعاب دہن و آدائے عقیقہ از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم :

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس نواسے حضرت سیدنا امام حسن کی ولادت طیبہ پر اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اسماء بنت عمیس میرے فرزند کو لاؤ۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ایک زرد رنگ کے کپڑے میں ملبوس کر کے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے دہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور آپ کی ولادت طیبہ کے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا اور آپ کے سر مبارک کے بال منڈوائے اور حکم دیا کہ ان بالوں کے ہم وزن چاندی خیرات کی جائے۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے عقیقہ کرنے کے وقت یہ دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ عَظِّمْنَا بِعَظْمِهِ وَتَحْنُنَّا بِلَحْمِهِ وَذَمِّمْنَا بِدَمِهِ وَ
شَعْرَهَا بِشَعْرِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا وَقَاءً لِمُحَمَّدٍ وَآلِهِ (۲)

اے میرے اللہ اس کی ہڈی بعض مولود کی ہڈی کے ہے اور اس کا گوشت بعض اس کے گوشت کے ہے اور خون اس کا بعض اس کے خون کے ہے اور بال بعض اس مولود کے بال کے ہیں۔ اے اللہ

اس قربانی عقیقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل کے لیے بچانے والا بنا۔ اور ساتویں روز ہی آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ختنہ بھی کیا یہ تمام کام خود بنفس نفیس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے۔ دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت سے پہلے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم نے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہنا ہے اور جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہو جائے تو مجھے خبر دے دینا۔ میرے آنے تک کوئی کام نہ کرنا۔ سب کام میں خود کروں گا۔ چنانچہ آپ آئے اور سب کام خود کئے۔ اور پھر اپنا لعاب دہن اقدس حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے منہ مبارک میں ڈالا اور پھر یہ دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعِيذُكَ بِكَ وَدُرَيْتِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ (۳)

اے اللہ میں اس کو بھی تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی اولاد کو بھی اس شیطان کے شر سے بچا جو تیری بارگاہ سے راندہ گیا ہے۔

زمانہ طفولیت:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ چھ سال اور چار مہینے اپنے تانا جان حضور سرکارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ عاطفت میں رہے اور سات سال سیدہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا جیسی طاہرہ ماں کی آغوش کے زیرِ تربیت رہے اور تقریباً عرصہ ۷-۳ سال اپنے والد بزرگوار سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فیوض و برکات سے مستفیض رہے ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ آغوشوں میں پرورش فرمانے والے امام جلیل میں یقیناً وہی تاثیر ہوگی جو ان عظیم ہستیوں میں ہے۔ (۴)

شہادتِ رسول مقبول ظاہر و باطن اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

اکثر روایات صحیحہ میں موجود ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا حسن و جمال اپنے نانا جان حضور مصطفیٰ ﷺ سے مشابہ تھا۔ صحیح بخاری میں حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الْعَصْرَ فَخَرَجَ يَمْشِي وَمَعَهُ عَلِيٌّ فَرَأَى الْحُسَيْنَ يَلْعَبُ مَعَ الصَّبِيَّانِ فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ قَالَ يَا نَبِيَّ شَبِيهُهُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَبِيهُهُ بَعَلِّ وَعَلَى يَصْحَاكَ (۱)

ایک مرتبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں تو آپ نے ان کو اپنے کندھے پر اٹھالیا اور فرمایا میرا باپ قربان اس بچہ پر یہ میرے آقا حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے مشابہ ہیں یہ علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بہت مسکرائے (۲)

کنز العمال میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت موجود ہے امام حسن رضی اللہ عنہ گردن سے لے کر روئے مبارک تک سرور دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی بھی رسالتِ مآب کی ذاتِ اقدس سے مشابہ نہ تھا۔ (۳)

عطائے حلم:

روایات صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے اس بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو حلم عطا فرمایا ہے طبرانی اور بمعمر کبیر میں ہے کہ یہ ایک ایسی نعمت تھی جو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو دربارِ نبوت ﷺ سے حاصل ہوئی۔

آغوشِ نبوت ﷺ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات صحیحہ میں حضور اقدس ﷺ کی سیدنا امام حسن علیہ السلام سے بہت زیادہ محبت و پیار کے ثبوت موجود ہیں متدرک حاکم میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس وقت سے محبوب رکھتا ہوں جب سے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

رَأَيْتُ الْحُسَيْنَ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَدْخُلُ أَصَابِعُهُ فِي حَبِيبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّبِيُّ يَدْخُلُ لِسَانُهُ فِي فَمِهِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَحِبُّهُ. (۴)

میں نے دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی گود میں ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریشِ انور (داڑھی مبارک) میں انگلیاں ڈال رہے ہیں اور حضور ﷺ اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے کر فرماتے ہیں اے اللہ میں اسے اپنا محبوب رکھتا ہوں۔ اس لیے تو بھی اسے اپنا محبوب رکھ۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: اے اللہ مجھے حسن سے پیار ہے تو بھی ان سے پیار فرما اور جو کوئی ان سے محبت کرے تو اس کے ساتھ بھی محبت فرما۔

رسالت مآب بحالت رکوع وسجود اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

ابن سعد نے صحیح سند کے ساتھ طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔
 رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ سَاجِدٌ
 وَالْحَسَنُ يَرْكَبُ ظَهْرَهُ فَمَا يُنْزَلُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الَّذِي
 يُنْزَلُ وَلَقَدْ رَأَيْتُهُ نَحَى وَرَأَيْتُ صَيْفَرَجَ لَهُ بَيْنَ رَجُلَيْهِ
 حَتَّى يَخْرُجَ مِنَ الْجَانِبِ الْأَخِيرِ۔
 تحقیق میں نے رسول اللہ کو اس حال میں دیکھا کہ جب آپ نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ آپ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے جب تک آپ خود نہ اترتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت تک سجدہ میں ہی رہتے اور تحقیق میں نے دیکھا کہ آپ جب رکوع فرماتے تو امام حسن آپ کے پاؤں کے درمیان میں گھس جاتے اور آپ رکوع سے نہ اٹھتے جب تک وہ دوسری جانب نہ نکل جاتے (۱)

معلوم ہوا کہ بحالت رکوع وسجود حضور علیہ السلام اپنے نواسے کو سوار ہوتا دیکھتے تو آپ ارکان نماز کو طویل فرما لیتے تاکہ میرے حسن رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

راکب دوش نبوت اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

صحیح بخاری مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلُ الْحَسَنِ
 ابْنِ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا
 غَلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الزَّارِكِبُ
 هُوَ۔ (۲)
 کہ حضور علیہ السلام اپنے کندھے مبارک پر اپنے نواسے امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھائے ہوئے ہیں تو ایک شخص نے کہا اے لڑکے تو کیسی اچھی سواری پر سوار ہے۔ حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا یہ سواری بھی تو کیسا اچھا ہے۔

اسی لیے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو راکب دوش نبوت کہا جاتا ہے اور آپ کا یہ لقب مشہور ہے کیونکہ آپ اکثر اپنے نانا جان کے کندھے مبارک پر مدینہ طیبہ کے بازاروں میں سیر کیا کرتے تھے۔ کتنا عظیم پیار ہے اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی رفعت کتنی بلند و بالا ہے جن کو یہ سعادت عظیم حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا:

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخياء

راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

دو عظیم مسلمانوں کے گروہ میں صلح علم غیب مصطفیٰ اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَنْبُورِ
وَالْحَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يَقِيلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً
عَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ
يُصَلِّحَ بِهِ فَعَدَّتْ عِظَمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۱)

رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھی (کہ اے لوگو) بے شک میرا یہ بیٹا حسن سید ہے اللہ تعالیٰ اس کے توسل سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح فرمادے گا۔

حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو منبر شریف پر اپنی گود میں بٹھا کر فرمایا۔ لوگو میرا بیٹا سید ہے سحان اللہ یہ لقب زبان رسالت علیہ السلام نے عطا فرمایا۔

آج کل اکثر یہ مرض پھیل چکی ہے کہ لوگ اپنے آپ کو سید کہنا یا لکھنا یا کہلوانا فرماتے ہیں حالانکہ ان کو کبھی سیادت کی خوشبو بھی نہیں آئی جب کہا جائے کہ جناب آپ کے باپ دادا تو سید نہ تھے۔ آپ کیسے بن گئے ہیں تو بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے پٹواری صاحب سے دریافت کیا تھا تو اس میں ہمارے والد صاحب کے نام کے ساتھ سید ہاشمی یا سید قریشی لکھا ہوا تھا۔ تو معلوم ہوا کہ ہم تو سید ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا عجیب بات ہم تو سنا کرتے تھے کہ پٹواری صاحبان تو صرف زمینوں کا کھانا بتایا کرتے ہیں وہ بھی ادھر کا ادھر کر کے اس کے مطابق تقسیم کرتے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ایسے لوگوں کو برائے نام پٹواریوں سے سیادت تقسیم ہوئی ہے۔ وہ ملعون ہے جو سید نہیں ہے اور خود کو سید کہلوائے کچھ غیرت ہونی چاہئے اور ایسے بے جا دعوائے سیادت سے پرہیز کرنی چاہیے اس کے متعلق مقام سید پر تفصیلی ذکر آئے گا۔

نیز آپ منبر پر یہ خبر غیب بھی فرما رہے ہیں کہ اللہ کریم میرے اس بیٹے کے طفیل مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمادے گا یہ بشارت وہی صلح ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے مابین ہوئی تھی۔ (۲)

بحالت وضو خوف خداوندی اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب بارگاہ ربوبیت میں نماز کے لیے تیاری فرماتے تو آپ کا وضو فرمانا ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ رکھتا تھا اکثر روایات اس پر شاہد ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تھے تو جسم کا ایک ایک عضو کا نپنے لگتا تھا اور رنگ زرد ہو جاتا کرتا تھا جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا جو بھی رب العرش کے حضور کھڑا ہوا اس پر یہ حق ہے کہ اس کا رنگ زرد ہو جائے اور اس کے جوڑ جوڑ کا نپنے لگیں۔ (۳)

عبادت و تلاوت قرآن میں خشوع و خضوع اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جب نماز شروع فرماتے تو آپ پر انتہائی خضوع و خشوع طاری ہو جاتا تھا۔ خشیت کے آثار ظاہر ہوتے اور تمام بدن کا نپنے لگتا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تھے تو آپ کا بدن لرزتا تھا اور رنگ زرد ہو

جایا کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ عابدین میں اعلیٰ عابد ہونے کا درجہ رکھتے تھے۔ (۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ جب قرآن حکیم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے تو جہاں لفظ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا** پڑھتے تو **لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ** کہتے۔ اے میرے اللہ میں حاضر ہوں حاضر ہوں۔ کیفیت یہ تھی کہ ہر آیت کو نہایت غور و تدبر کے ساتھ پڑھتے۔ جب جنت و نار کا تذکرہ پڑھتے تو تڑپتے تھے اور بعد موت کے احوال پڑھتے تو بہت روتے تھے۔ (۲)

تنگدستوں، مقروضوں، حاجتمندوں کی مددگاری اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات صحیحہ اس پر شاہد ہیں کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ بہت بڑے سخی تھے اور ان کے دربار اقدس سے کوئی خالی نہیں گیا اور ہر وقت سخاوت کا دروازہ کھلا رہا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ اقدس میں ایک اعرابی آیا اور حاجت کے لیے سوال کیا آپ نے اسی وقت حکم دیا کہ میرے خزانہ میں جو کچھ ہوا اسے ابھی دے دو۔ چنانچہ وہ دس ہزار درہم تھے جو آپ نے اسے دے دیے۔ سائل اعرابی نے عرض کیا اے سید آپ نے اتنا موقع بھی نہیں دیا کہ کچھ عرض کر سکوں آپ نے فرمایا ہمارے نفوس سوال کرنے سے پہلے ہی عطا کرنے کے عادی ہیں تاکہ سائل کی پیشانی شرم سے عرق آلود نہ ہو۔ سبحان اللہ (۳)

○ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا یہ دعا کر رہا تھا۔ الہی مجھے دس ہزار درہم دے میں سخت مقروض ہوں اور تنگدست ہوں فرض خواہ مجھے تنگ کر رہے ہیں آپ نے سن لیا اور دس ہزار درہم اس کو بھیج دیے۔ (۴)

○ ایک مرتبہ آپ کی بارگاہ میں حاجتمند آیا اور عرض کیا حضور میں بہت ہی زیادہ مقروض ہوں اور اہل و عیال کا گزارہ بھی تنگدستی سے کرتا ہوں آپ نے اس شخص کو ایک لاکھ درہم عنایت فرمادیے۔ (۵)

○ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنی تنگدستی، ناداری اور فقر و فاقہ کا حال بیان کیا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو بلایا اور فرمایا پچاس ہزار اشرفیاں ان کو دے دیجئے۔ (۶)

○ ابو الحامد امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ احوال العلوم میں اس روایت کو درج کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس شخص سے پچاس ہزار اشرفیاں اٹھائی نہ گئیں تو اس نے مزدور بلایا۔ وہ شخص جب دو مزدور لایا تو امام حسن رضی اللہ عنہ نے دونوں مزدوروں کی اجرت بھی دے دی۔ غلاموں نے عرض کیا حضور اب تو ہمارے پاس ایک اشرفی بھی نہیں بچی۔ آپ نے فرمایا اللہ کے ہاں اجر بھی ملے گا اور زیادہ بھی ملے گا۔ (۷)

○ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا حضور آپ سائل کو کبھی خالی نہیں جانے دیتے۔ خواہ آپ فاقہ سے ہی کیوں نہ ہوں۔ فرمایا میں خود بارگاہ الہی کا فقیر ہوں اس لیے مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود گدا ہو کر کیوں کسی حاجت مند کو اپنے ہاں سے محروم کروں۔ نیز میرا اللہ ہمیشہ مجھ پر فیضان فرماتا رہتا ہے اور میں بھی اسی کا عادی ہو گیا ہوں۔ (۸) **سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ**

(۳) طبقات کبریٰ، ج ۱، ص: ۲۳ (۴) ۵ ابن عساکر، ج: ۴، ص: ۲۱۴

(۱) طبقات ابن سعد (۲) طبقات ابن سعد

(۶) طبقات کبریٰ (۷) تاریخ الخلفاء، احیاء العلوم (۸) ابن عساکر

انتہائے ادب پچیس حج برہنہ یا اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پایادہ فرمائے۔ آپ کی سواری کی اونٹنیاں آپ کے ہمراہ تھیں مگر آپ ان پر سوار نہیں ہوتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ اس کی ملاقات کو جاؤں اور اس کے گھر تک پایادہ نہ جاؤں۔

○ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان پایادہ حجوں میں اکثر امام حسن رضی اللہ عنہ برہنہ پا چلتے تھے۔ یہاں تک کہ اکثر آپ کے پاؤں میں ورم ہو جایا کرتا تھا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ (اسد الغابہ)

○ اکثر قافلے سوار ہو کر راستہ میں جب آپ کو پیدل سفر کرتے دیکھتے تو حجاج و امیر حجاج اپنی سواریوں سے آپ کی عزت کی خاطر اتر جایا کرتے تھے تو ان کے قریب جا کر فرماتے ایسا نہ کرو تم میں کمزور بھی ہیں۔ ہم نے تو عادت بنالی ہے کہ حج کے لیے پیدل سفر کرنا ہے آپ کے اصرار پر وہ لوگ سوار ہو کر دوسرے راستہ سے چلے جایا کرتے تھے۔^(۱)

پیکرِ حلم اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

ایک دن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے دولت کدہ میں چند ساتھیوں کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے کہ آپ نے اپنے غلام کو سالن لانے کو کہا وہ لایا تو سالن کا برتن ہاتھ سے گر گیا اور ٹوٹ گیا اور سالن کا کچھ حصہ امام حسن رضی اللہ عنہ پر گر پڑا۔ غلام یہ واقعہ دیکھ کر گھبرایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف دیکھا تو غلام نے جھٹ یہ آیت پڑھی۔ وَالْكَافِرُونَ الْغَافِلُونَ غصہ کو پی جانے والے آپ نے فرمایا میں نے غصہ کو پی لیا۔ اس نے پھر آیت کا اگلا حصہ پڑھا وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ۔ اور لوگوں سے درگزر کرنے والے۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے معاف بھی کر دیا۔ اس نے پھر تیسرا آیت کا حصہ پڑھا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ احسان والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔^(۲)

علامہ الحافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ مروان آپ کا بہت بڑا دشمن تھا اور آپ کو مختلف اذیتیں دیا کرتا تھا اور گستاخی کے کلمات استعمال کیا کرتا تھا لیکن امام حسن رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ خاموشی فرمائی۔ جب حضرت کا وصال ہو گیا تو مروان بہت زور زور سے رونے لگا اور آپ کے جنازہ کو کاندھا بھی دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کل تک تو تو اپنے ظلم و ستم سے ان کا کیجہ خون کیا کرتا تھا اور آج روتا ہے۔ کہنے لگا میں اپنے مظالم ان پر کیا کرتا تھا جس کا حلم پہاڑ کے برابر تھا۔^(۳)

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا فیصلہ (ایک واقعہ) قاتل و مقتول:

علامہ ابن قیم اپنی کتاب الطریق الحکمیہ میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص کو گرفتار کر کے حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس لایا گیا گرفتاری ایک ویران غیر آباد مقام سے ہوئی تھی گرفتاری کے وقت اس کے ہاتھ میں ایک خون آلود چھری تھی یہ کھڑا تھا اور ایک لاش خاک و خون میں تڑپ رہی تھی۔ اس شخص نے حضرت مولانا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے اقبال جرم کر لیا۔ خلیفۃ المؤمنین مولانا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ملزم اڈل سے دریافت کیا کہ تو نے کیوں اقبال جرم کیا؟ اس نے کہا کہ جن حالات میں میری گرفتاری کی گئی تھی میں نے سمجھا کہ ان حالات کی موجودگی میں میرا انکار کچھ بھی مفید نہ ہوگا پوچھا گیا کہ واقعہ کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں قصاب ہوں میں نے جائے وقوعہ کے

قریب بکرے کو ذبح کیا تھا گوشت کاٹ رہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی جائے وقوعہ کے قریب پیشاب سے فارغ ہوا کہ میری نظر اس لاش پر پڑ گئی۔ لوگ کہنے لگے یہی اس کا قاتل ہے مجھے بھی اس کا یقین ہو گیا کہ ان لوگوں کے بیانات کے سامنے میرے بیان کا کچھ اعتبار نہ کیا جائے گا اس لیے میں نے اقبال جرم ہی کر لینا بہتر سمجھا۔

اب دوسرے اقبال جرم کرنے والے سے دریافت فرمایا۔ اس نے کہا میں ایک اعرابی ہوں۔ مفلس ہوں۔ مقتول کو میں نے بطمع مال قتل کیا تھا۔ اتنے میں مجھے کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی میں ایک گوشہ میں جا چھپا اتنے میں پولیس آ گئی اس نے پہلے ملزم کو گرفتار کر لیا اب جب اس کے خلاف فیصلہ بنایا گیا تو میرے دل نے مجھے آمادہ کیا کہ میں خود اپنے جرم کا اقبال کروں۔ یہ سن کر مولاعلی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے فرزند سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہاری اس مقدمہ میں کیا رائے ہے؟ آپ نے فرمایا اے امیر المؤمنین! اگر اس شخص نے ایک کو ہلاک کیا ہے تو ایک شخص کی جان بھی بچائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَفَّ مَا أَحْيَا النَّاسَ حَيًّا (۱)

جس نے ایک شخص کی جان کو بچا لیا گویا اس نے سب لوگوں کی جان کو بچا لیا۔

مولاعلی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کا مشورہ بڑا ہی پسند آیا آپ نے دوسرے ملزم کو بھی چھوڑ دیا اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کرنے کا حکم دیا۔ (۲)

منصب خلافت اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت مولاعلی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا امام حسن مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اہل کوفہ نے آپ کے دست حق پر بیعت کی۔ آپ نے چند ماہ اور چند روز امور خلافت سرانجام دیے۔ اس کے بعد آپ نے امر خلافت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کرنا مسطور ذیل شرائط پر منظور فرمایا:

۱۔ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پہنچے۔

۲۔ اہل مدینہ و حجاز اور اہل عراق میں سے کسی بھی شخص سے زمانہ حضرت امیر المؤمنین مولاعلی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مؤاخذہ و مطالبہ نہ کیا جائے۔

۳۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دیون کو ادا کریں گے۔

چنانچہ ان شرائط پر ربیع الاول ۴۱ھ میں پانچ ماہ دس دن کے بعد عہدہ خلافت سے دست بردار ہو کر تخت سلطنت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خالی کر دیا۔ یہاں پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے بعد خلافت تیس سال رہے گی۔ وہ برحق ثابت ہوئی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد کسی کی خلافت خلافت راشدہ نہیں۔ (۳)

یہ بھی معلوم ہوا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دست بردار ہونا اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کے عین مطابق تھا جس کی خلاف ورزی ناممکن تھی (۴)

دوسرا یہ کہ حضور سید عالم ﷺ نے منبرِ اقدس پر اپنے پہلو میں امام حسن رضی اللہ عنہ کو بٹھا کر فرمایا تھا: **إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَصْلَحَ بِهِ فَيَقْتَدِيَ عَظَمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ**۔ بخاری، میرا یہ بیٹا سید ہے یہ وہی بیٹا ہے جو آئندہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمادے گا۔ اور اس کی صلح بھی رضائے الہی کے مطابق ہوگی۔ تو ظاہر ہوا کہ ایسا ہونا نہایت بہتر تھا۔ اس کو رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ زیادہ بہتر جانتے تھے۔ جاہل لوگ اس سے ناواقف تھے چنانچہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے منصبِ خلافت خالی کر دیا تو آپ پر بعض لوگوں نے مختلف اشاروں اور کنایوں میں تعریضیں کیں تو آپ نے انہیں سمجھایا اور نانا جان کا پیغامِ بشارت سنایا کہ اے لوگو میں ہرگز یہ گوارہ نہیں کر سکتا تھا کہ تم لوگوں کو صرف ملک کی چند روزہ حکومت کی خاطر مروا تا رہوں یہ مجھے گوارہ نہیں امام حسین رضی اللہ عنہ صلح دان تھے یہی وجہ ہے کہ بعض مجاہدین حسین رضی اللہ عنہ امام حسن رضی اللہ عنہ سے اس مذکورہ صلح نامہ کے پیش نظر بغض رکھتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسل بھی اس وقت کی ہے جنہوں نے اس وقت بھی امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح پر تنقید کی تھی۔ ان جاہلوں نے خود کو بڑا سمجھدار جانا۔ اور عملِ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بے سمجھی کا عمل جانا۔ یہی خود ان کی گمراہی ہے۔ اہل بیت کے مبارک نفوس جو کریں اس پر آمین کہنی چاہیے تھی ورنہ محبتِ اہل بیت کا دعویٰ غلط ہے امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض درحقیقت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بغض ہے۔ (۱)

دعائے نبوتِ علم غیب و زیارت بحالتِ خواب اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ خلافت سے دست برداری کے بعد کوفہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور وہاں ہی آپ نے سکونت اختیار فرمائی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک لاکھ روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو آپ کو اس سال سخت تنگی آئی۔ امام عالی مقام امام حسن رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کی شکایت لکھیں لکھنے کا ارادہ فرمایا دوات منگائی لیکن کچھ سوچ کر توقف فرمایا اسی رات خواب میں حضور پر نور شافع یوم النشور نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار پر انوار سے مشرف ہوئے نانا جان نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا اے میرے فرزند ارجمند کیا حال ہے عرض کیا الحمد للہ بخیر ہوں۔ وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے دوات منگائی تھی تاکہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو عرض کیا یا رسول اللہ مجبور تھا کیا کرتا؟ فرمایا یہ دعا پڑھو۔

اللَّهُمَّ أَقْلِفْ فِي قَلْبِي رَجَائَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِي عَنْ سِوَاكَ حَتَّى لَا أَرْجُوَا غَيْرَكَ اللَّهُمَّ وَمَا صَعَقْتُ عَنْهُ قُوَّتِي وَقَصَّرَ عَنْهُ عَمَلِي وَلَمْ تَنْتَه إِلَيْهِ رَغْبَتِي وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْئَلَتِي وَلَمْ أَجِرْ لِسَانِي مِمَّا أَعْطَيْتَ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مِنَ الْيَقِينِ فَخَصِّنِي بِهِ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ (۲)

اے میرے اللہ میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع فرما اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو جو تو نے اولین و آخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو۔ مجھے یقین سے وہ کچھ عطا فرمادے یا رب العالمین مجھے اس کے ساتھ مخصوص فرما۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معذرت

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دعائے اقدس کے پڑھنے پر ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ کی رقم بھیج دی۔ سالانہ وظیفہ ایک لاکھ اور تاخیر ہو جانے کا نصف حصہ (سبحان اللہ) اور ساتھ ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیغام میں اظہارِ معذرت بھی کیا کہ حضور آپ ناراضگی نہ فرمائیں۔ متذکرہ کچھ وجوہات سے تاخیر ہو گئی تھی جس سے یقیناً آپ کے قلب اقدس پر ملال ہوگا اس کے پیش نظر میں معافی بھی چاہتا ہوں ایک لاکھ کے ساتھ پچاس ہزار زائد بھیج رہا ہوں۔ کل ڈیڑھ لاکھ (۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ ربی میں شکر ادا کیا پھر خواب میں حضور سید عالم علیہ السلام اپنے نانائے پاک کا دیدار ہوا۔ حضور سیدالابرار علیہ السلام نے فرمایا اے حسن رضی اللہ عنہ! کیا حال ہے میں نے عرض کیا حضور خدا کا شکر ہے۔ واقعہ عرض کیا۔ فرمایا اے فرزندِ ارجمند جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق سے رُکھے اس کے کام یوں ہی بنتے ہیں۔ (۲)

معلوم ہوا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وظیفہ سالانہ مل جانے کا علم تھا اور جب نہیں ملا تھا اس کا بھی علم تھا اور پھر آپ نے وہ دعا بھی بتادی جس سے ثابت ہوا کہ مخلوق پر بھروسہ نہ کرو اس ذات رب العزت پر بھروسہ رکھو سبحان اللہ متذکرہ دعائے اقدس ارشاد تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو فرمائی تھی لیکن آپ کے صدقہ سے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی مفید ہے۔ ہر نماز کے بعد اس دعا کو تین مرتبہ پڑھیں اور اڈل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھیں تو ادائیگی قرض اور حاجات کی برآری کے لئے انتہائی زود اثر ہے۔ سیدنا علی حضرت مجددِ دین و ملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز نے اسے الوظیفۃ الکریمہ میں درج فرمایا ہے۔

حلیہ مبارک سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی غلانی خوشنما اور خوش منظر تھیں۔ رخسارِ اقدس پتلے پتلے (کتابی خدو خال کے) تھے۔ کلائیوں گول تھیں۔ داڑھی مبارک گنجان گھنی اور بھرپور کانوں تک بل کھائے ہوئے تھی۔ گردن بلند اور روشن شفاف صراحی کی طرح تھی۔ شانے اور بازو گدگدے اور بھرے ہوئے تھے۔ سینہ اقدس چوڑا تھا۔ قد نہ زیادہ طویل اور نہ کوتاہ گویا میانہ تھا۔ رنخ اقدس نہایت کشادہ، نورانی اور نہایت ہی حسین تھا اور سر کے بال گھونگر یا لے تھے۔ بدن خوبصورت تھا گویا حسن و جمال کے لحاظ سے حسن اسمِ بامسمیٰ تھے۔ (۳)

ازواج مقدسہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

روایات اس پر بھی شاہد ہیں کہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی مطہرہ میں کافی نکاح فرمائے اور اکثر کو دو تین ایام کے بعد طلاق دے دی۔ بعض نے آپ کی ازواج کی تعداد ستر بیان کی ہے اور بعض نے ایک سو بیان کی ہے اور کثرتِ رائے اکابرین کی ایک سو کی تعداد کی طرف ہے کہ آپ نے سو کے قریب بیویاں کی ہیں اس کی ایک خصوصی وجہ یہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جس کا جسم میرے حسن کے جسم کے ساتھ مس ہوگا اس پر آتشِ نار حرام ہو جائے گی۔ (۴)

اہل بیت اطہار میں آپ کو خصوصی رفعت و فوقیت حاصل تھی جس کی بنا پر آپ کے زمانہ میں اکثر لوگوں کا یہی خیال ہوا کرتا کہ ہماری بیٹیوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا ح فرمائیں۔ تو یہ اعلیٰ درجہ کی فضیلت ہے۔ اس لیے آپ کثیر التزوج مشہور تھے۔ یعنی بہت بیویوں والے پھر آپ جس عورت کو طلاق دے دیا کرتے تھے وہ تادم آخر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت میں سرشار رہتی تھی چوتھی کسی غیر کی طرف التفات نہیں فرماتی تھیں۔^(۱)

آپ کی ازواجِ مقدسہ میں انہی کے اسماء ملتے ہیں جن میں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد پیدا ہوئی۔ وہ نام یہ ہیں:

- ۱۔ ام شیر دختر ابو مسعود بن عتبہ رضی اللہ عنہا
- ۲۔ خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو بن جابر رضی اللہ عنہ
- ۳۔ فاطمہ بنت ابو مسعود عتبہ بن عمر بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا
- ۴۔ ام ولد رضی اللہ عنہا
- ۵۔ ام احق بنت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہا
- ۶۔ رملہ رضی اللہ عنہا
- ۷۔ ام الحسن رضی اللہ عنہا
- ۸۔ تقضیہ رضی اللہ عنہا
- ۹۔ امراء اقیس رضی اللہ عنہا
- ۱۰۔ جعدہ بنت اشعث۔

اولادِ امجاد سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی اولادِ عظام کے متعلق جو روایات ملی ہیں ان میں آپ کی کل اولاد کی تعداد سترہ اٹھارہ نقوس مقدسہ ہیں۔ جن میں آپ کے تیرہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

- ۱۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ
- ۲۔ حضرت حسن ثنی رضی اللہ عنہ
- ۳۔ حضرت حسین الاثرم رضی اللہ عنہ
- ۴۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ
- ۵۔ حضرت اسمعیل رضی اللہ عنہ
- ۶۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
- ۷۔ حضرت یعقوب رضی اللہ عنہ
- ۸۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ
- ۹۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ
- ۱۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
- ۱۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
- ۱۲۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ

آپ کی شہزادیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ۱۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
- ۲۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- ۳۔ حضرت ام عبداللہ رضی اللہ عنہا
- ۴۔ حضرت ام الحسین رملہ رضی اللہ عنہا
- ۵۔ حضرت ام الحسن رضی اللہ عنہا (۲)

میدانِ کربلا میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے شہزادوں میں سے شہید ہونے والوں کی تعداد اور ان کے اسمائے مبارکہ

ثابت ہوا ہے کہ حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے کل فرزندانوں میں سے چار شہزادوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا:

۱۔ حضرت سیدنا ابوبکر ابن امام حسن رضی اللہ عنہما

۲۔ حضرت سیدنا عمر ابن امام حسن رضی اللہ عنہما

۳۔ حضرت سیدنا عبداللہ ابن امام حسن رضی اللہ عنہما

۴۔ حضرت سیدنا قاسم ابن امام حسن رضی اللہ عنہما

یاد رہے کہ شیعہ حضرات کی کتب میں بھی ان مقدس ہستیوں کے کربلا میں شہید ہونے کا ذکر موجود ہے۔ (تاریخ الائمہ) آئندہ اسی کتاب میں آپ ان عظیم شخصیتوں کی شہادت کا مفصل علیحدہ علیحدہ بیان ملاحظہ فرمائیں گے کہ کس طرح ان حضرات نے اپنی جانیں قربان کیں۔ یہاں پر صرف اتنا واضح کرنا مقصود تھا کیونکہ یہاں پر آپ کی اولادِ امجاد کا ذکر زیرِ نظر ہے۔

احوال و خصائل حضرت زید بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما:

حضرت سیدنا زید بن سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہما ان کی دو بہنیں ام الحسن رضی اللہ عنہما اور ام الحسین رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ حضرت فاطمہ بنت ابوسعود عتبہ بن عمر بن ثعلبہ الانصاری کے بطن سے ہیں۔

حضرت سیدنا زید رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ امام ہمام سیدنا امام حسن کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ نہایت جلیل القدر، پاکیزہ نفس اور کثیر الاحسان تھے اور حضور علیہ السلام کے حسن کے صدقات کے متولی تھے۔ جب سلطنت حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو ملی تو انہوں نے مدینہ کے گورنر کو لکھا کہ:

أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ شَرِيفُ بَنِي هَاشِمٍ فَإِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا رُدِّ عَلَيْهِ صَدَقَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعِنِّهِ مَا اسْتَغَاكَ

حضرت زید بن حسن بنی ہاشم کے سردار ہیں۔ جب میرا یہ خط تمہیں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی تولیت صدقات انہی کو لوٹا دینا اور جس طرح کی مدد طلب کریں ان کی مدد کرنا۔

پس دوسری مرتبہ صدقاتِ نبوی ﷺ کی تولیت انہی کے سپرد ہوئی۔ انہوں نے نوے سال عمر مبارک پائی۔ جب انہوں نے دنیا سے رحلت فرمائی تو کثیر جماعت نے آپ کی شانِ اقدس ان الفاظ کے ساتھ بیان فرمائی۔

فَإِنْ يَكْ زَيْدٌ غَابَتْ الْأَرْضُ شَخْصَهُ

فَقَدْ بَانَ مَعْرُوفٌ هُنَاكَ وَجُودُ

ترجمہ: اگرچہ حضرت زید کی شخصیتِ عظیمہ سطحِ زمین سے روپوش ہوگئی مگر اس جگہ ان کی نیکیوں کا وجود ظاہر و باہر ہے۔

واضح رہے کہ اہل تشیع کے یہاں بھی دو گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک امامیہ اور دوسرا زیدیہ امامیہ فرقہ وہ ہے جو صرف حضرت امام حسین ؑ اور ان کی اولاد سے پیدا ہونے والوں کو امام جانتا ہے۔ زیدیہ فرقہ وہ ہے جو حضرت سیدنا علی المرتضیٰ بن ابی طالب اور حضرات حسین کریمین عظیمین سعیدین کے بعد حضرت سیدنا زید بن سیدنا امام حسن ؑ کو امام تسلیم کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فرقہ امامیہ حضرت سیدنا امام حسن ؑ کے صاحبزادے حضرت سیدنا زید ؑ کو اس لیے امام تسلیم نہیں کرتا کہ انہوں نے امیہ خاندان سے اپنے تعلقات جاری رکھے۔ یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ گروہ صرف امام حسن ؑ ہی کے جگر پارہ سیدنا زید ؑ سے ہی بغض نہیں رکھتا بلکہ ان کے والد بزرگوار سید المتقین سیدنا حسن مجتبیٰ ؑ، نواسہ رسول جگر گوشہ علی المرتضیٰ ؑ، نخت جگر سیدۃ النساء ؑ سے بھی بغض رکھتا ہے۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے حضرت معاویہ ؓ سے صلح کر لی اور ان کا وظیفہ بھی قبول کرتے رہے۔

معلوم ہوا کہ پھر ان کا محبانِ اہل بیت کا مدعی ہونا سراسر فریب ہے ایک طرف تو کھلاوا محبت کا جھوٹا پرچار اور دوسری طرف انہی نفوسِ عالیہ سے بغض اب میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اور ان کے عقیدہ کے مطابق ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اہل بیت اطہار سے رائی برابر بھی بغض رکھتے ہیں تو ان کو بالاتفاق علی الاطلاق بالخص تسلیم کرنا پڑے گا کہ: **خَصِمُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَفِي كُلِّ حَفَّتِهِ** کے مصداق بن رہے ہیں۔

حضرت سیدنا زید بن امام حسن ؑ بھی کثیر الاولاد تھے اور متقدمین نے ان کا بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ دنیا میں آج بھی ان کی نسل جاری و ساری ہے یاد رہے کہ حضرت سید محمد گیسو دراز خلیفہ حضرت سیدنا خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی علیہم الرحمہ بھی حضرت سیدنا زید بن سیدنا امام حسن ؑ کی اولاد سے ہیں۔ ان کا مزار اقدس بمقام گلبرکہ (علاقہ سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ) میں ہے (۱)

فضائلِ جلیلہ حضرت حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن ؑ

وازواج و اولاد

حضرت سیدنا امام حسن ؑ کے صاحبزادے حسن مثنیٰ ؑ وہ ہیں جن کا نام گرامی مشہور و معروف ہے۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت خولہ بنت منقر بن ریان بن عمرو بن جابر بن عقیل بن سبی بن حازن بن فزادہ ہیں۔

حضرت حسن مثنیٰ بن سیدنا امام الحسن ؑ کی کنیت ابو محمد تھی آپ کے نکاح میں حضرت فاطمہ جو حضرت امام حسین ؑ کی بیٹی ہیں اور یہی حضرت فاطمہ حضرت امام حسین ؑ کی بڑی شہزادی تھیں واقعہ کر بلا کے وقت یہ مدینہ طیبہ میں اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ کے پاس بمعہ بچوں کے آپ کے گھر میں موجود تھیں۔

حضرت حسن مثنیٰ بن امام حسن ؑ اور حضرت فاطمہ صغریٰ بنت حضرت امام حسین ؑ کے بطن سے آپ کے ہاں تین لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ یعنی کل پانچ اولادیں تھیں۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ ؑ ۲۔ حضرت ابراہیم ؑ

۳۔ حضرت حسن مثلث ؑ

بیٹیوں کے نام

۱۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا (یہ پانچوں از بطن بنت الحسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں) (۱)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک اور بیوی تھی جو ام ولد حبیبہ اہل روم سے تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں دو فرزند پیدا ہوئے ایک حضرت داؤد رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تیسری بیوی رملہ تھیں جن کے بطن سے آپ کے ہاں ایک فرزند حضرت محمد رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی چوتھی بیوی ایک اور تھیں جن کے بطن سے حضرت کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ایک حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حسن عمری۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ایک پانچویں بیوی تھی جن کے بطن سے آپ کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ جن کا نام حضرت قسیمہ رضی اللہ عنہا تھا۔

نتیجہً مندرکہ یہ ہوا کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی کل اولاد امجاد گیارہ نفوس مقدسہ ہیں جن میں حضرت کے کل چھ فرزند ہیں اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ (۲)

حالاتِ صاحبزادگان حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے چھ فرزندوں میں سے تین فرزند ابراہیم رضی اللہ عنہ ۲۔ حسن رضی اللہ عنہ ۳۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ المحض رضی اللہ عنہ۔ یہ تینوں وہ اصحاب ہیں جو طرفین سے فاطمی ہیں۔ یہ شرف اوروں میں نہیں پایا جاتا۔

حضرت عبداللہ المحض:

یاد رہے کہ ان کا نام عبداللہ المحض ہے کیونکہ ان کے والد حسن رضی اللہ عنہ بن امام حسن رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین علیہ السلام ہیں۔ یہ شکل و صورت میں بھی شبیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے قبیلہ بنی ہاشم کے شیخ تھے۔ نہایت خوبصورت اور نہایت قوی اور سخاوت مند تھے۔ یہ منصور کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔ اَنَّا لِلّٰہِ وَاَنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ ان کے چھ فرزند تھے۔

۱۔ حضرت محمد انفس الزکیہ رضی اللہ عنہ ۲۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ ۳۔ حضرت موسیٰ الجون رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت یحییٰ رضی اللہ عنہ ۵۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ ۶۔ حضرت ادیس رضی اللہ عنہ

اور پانچ بیٹیاں

۱۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ۲۔ زینب رضی اللہ عنہا ۳۔ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ۴۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۵۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

حضرت امام مالک کے دور میں حضرت محمد انفس الزکیہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا اور انہوں نے ان کی رفاقت کا فتویٰ دیا تھا حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دعویٰ خلافت کیا تھا حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے ان کو چار ہزار درہم بطور تحفہ دیے تھے اور ان کی رفاقت فرمائی تھی۔ ان کے دو بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ دنیا میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت موسیٰ الجون ابن عبداللہ المحض بن حسن رضی اللہ عنہ کی نسل دنیا میں بہت پھیلی ہے۔

حضرت پیران پیر سلطان الاولیاء غوث الغیاث، قطب الاقطاب، فرد الافراد، سید السیادات سیدی وسیدی شیخ ابو محمد عبدالقادر الحسینی الحسینی گیلانی سرکار بغداد: حضرت موسیٰ الجون کی ہی نسل مبارک سے ہیں آپ کا سلسلہ عالیہ اس طرح ہے محمد عبدالقادر بن موسیٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ الذہاد بن داؤد بن موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن موسیٰ علی المرتضیٰ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

حضرت ابراہیم العمریؒ:

حضرت ابراہیم بن حضرت حسن مثنیٰ کا لقب عمر، کثرتِ جود کی وجہ سے پڑ گیا۔ ان کی کنیت ابو اسمعیل ۱۳۵ھ میں انہتر سال کی عمر میں انتقال فرمایا تھا ان کی نسل اسمعیل و بیاج سے جاری ہوئی۔ اسمعیل و بیاج کی کنیت ابو ابراہیم اور لقب شریف الخاص تھا ان کے فرزند حضرت حسن کی نسل اور ابراہیم طباطبائی سے جاری ہے اور بکثرت موجود ہے۔ ساداتِ معیہ کا۔ ایہ نسب انہی میں آ کر شامل ہوتا ہے۔ بنو معیہ میں سے سید عماد الدین محمد بن محمد حسین بن قریش کی اولاد دہلی میں موجود ہے۔

حضرت حسن المثلثؒ:

حضرت حسن المثلث بن حسن مثنیٰؒ کی کنیت ابو علی ہے ۱۳۵ھ میں انتقال فرمایا ان کی نسل دنیا میں موجود ہے۔

حضرت داؤدؒ:

حضرت داؤد بن حضرت حسن مثنیٰ اور حضرت سیدنا امام جعفر صادقؒ باہم رفیق تھے ان کی نسل حضرت سلیمان اور حضرت داؤدؒ سے جاری ہے۔ سلیمان کی والدہ ام کلثوم بنت حضرت علی اوسط امام زین العابدینؒ ہیں حضرت سلیمانؒ کی نسل چار فرزندوں، موسیٰؒ، داؤدؒ، اسحاقؒ، حسنؒ سے دنیا میں موجود ہے۔^(۱)

حضرت جعفرؒ:

حضرت جعفر بن حسن مثنیٰ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ ۷۰ھ میں انتقال فرمایا ان کے ہاں ایک بیٹے حسنؒ تھے جس کی نسل عبد اللہؒ اور جعفرؒ اور محمدؒ الشلیقؒ سے جاری ہے۔

حضرت ادريسؒ:

حضرت ادريس بن حسن مثنیٰؒ کی نسل دنیا میں موجود ہے خاص کر اہل مصر میں تو اکثر لوگ انہی کی نسل سے ہیں۔
محققینِ بیہم رحمہ نے تو حضرت سیدنا امام حسنؒ کے صاحبزادوں، پوتوں، نواسوں، پڑپوتوں کے تمام احوال بعد اسمائے گرامی درج کیے ہیں جن کے لیے ایک مخصوص کتاب بھی تیار کی جائے تو کم ہے۔ لیکن یہاں پر چند مختصر اور ضروری حالات بیان کیے گئے جن کا تعلق اس کتاب سے ہے۔

آخری لمحات شدید زہر سے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

ابن سعد عمران بن عبد اللہ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الاتقیاء حضرت سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ آپ کی دونوں چشم مبارک کے درمیان قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لکھا ہوا ہے۔ آپ کے اہل بیت عظام یہ خواب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب یہ خواب حضرت سعید بن المسیب کے سامنے بیان کیا گیا تو انہوں نے فرمایا اگر واقعی یہ خواب دیکھا ہے تو مَا يَكُنِي مِنْ اَجَلِهِ اِلَّا اَيَّامٌ حَتَّى مَاتَ (۱)
حضرت امام کی عمر اقدس چند روز ہی باقی رہ گئی یہاں تک کہ وہ ہم سے جدا ہو جائیں گے۔ (۲)

چنانچہ خواب اور اس کی تعبیر صحیح ثابت ہوئی اور کچھ ایام کے بعد ہی دشمنوں نے آپ کو زہر پلا دیا۔ زہر کے شدید اثر سے حضرت امام جلیل نواسہ رسول ﷺ کی انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔

”اور آپ کی بیماری یہ تھی کہ جگر اور انتڑیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دستوں میں نکلتی تھیں اور جب آپ کا وصال ہونے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے آکر عرض کیا اے میرے بھائی کون تھا جس نے یہ حرکت کی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اسے مارنا چاہتے ہو امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا قاتل وہی ہے جو میرے گمان میں ہے تو میرا اللہ تعالیٰ سخت بدلہ لینے والا ہے اور اگر وہ قاتل نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ تم کسی بے گناہ کو قتل کرو۔ بعد اس کے آپ نے فرمایا مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا۔ لیکن ایسا سخت کبھی نہیں پلایا گیا“ (۳)

مذکورہ بالا روایت صحیح سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا و سید الصالحین امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلانے سے اسہال کبیدی لاحق ہو گیا اس تکلیف میں آپ کئی روز مبتلا رہے۔ اہل بیت کے تمام نفوس آپ کے پاس جمع ہوئے اور جو نبی یہ خبر پھیلتی گئی لوگ جوق در جوق جمع ہوتے گئے آپ کی شدید تکلیف سے اہل بیت و اصحاب کے آنسو نہ ٹھم سکے۔ یہ کیسا عظیم وقت تھا کہ نواسہ رسول جگر گوشہ بتول کی آنتیں کٹی جا رہی ہیں اور جگر ٹوٹ رہا ہے اور منہ سے قے در قے آ رہی ہے اور حلق خشک ہو چکا ہے ایسے موقع پر امام حسین رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ بھائی جان آپ کو کس نے زہر پلایا ہے تو آپ فرماتے ہیں تم اسے قتل کرو گے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان جس کی طرف ہے اگر درحقیقت وہی قاتل ہے تو اللہ تعالیٰ مستقم حقیقی ہے اور اس کی گرفت سخت ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میرے سب سے کوئی بے گناہ بتلائے مصیبت ہو۔ مجھے کئی بار زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ کا زہر زیادہ سخت اور جان لیوا ثابت ہوا ہے۔ (۴)

اللہ اکبر اللہ اکبر۔ ناظرین ذرا دل سے عقیدت کے آنسو بہاتے ہوئے غور فرمائیں کہ حضرت امام المتقین سید الصالحین منیعِ جود و سخا، راکبِ دوشِ مصطفیٰ، سیدِ الاحیاء، نختِ جگر سیدۃ النساء، جگر گوشہ مولیٰ المرتضیٰ، سیدِ کونین، برادرِ حسین سیدنا امام حسن علیہ السلام کے زہر کے اثر سے دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں اور آنتیں کٹ کٹ کر باہر آرہی ہیں اور زندگی کا چراغ نزع کی حالت میں ہے۔ مگر انصاف کا بادشاہ اس وقت بھی اپنی عدالت و انصاف کا نہ مٹنے والا نقشِ صفحہ تاریخ پر ثبت فرماتا ہے۔ اس کی احتیاط اس بات پر اجازت نہیں دیتی کہ جس کی طرف گمان ہے اس کا نام بھی لیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آپ کی زوجہ جعدہ بنتِ اشعث پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے زہر پلایا تھا بالکل سراسر بہتان ہے۔ جب خود حضرت امام و اہل بیت اطہار نے کسی کا نام نہیں لیا تو آج ان لوگوں کو کس نے آپ کی بیوی کا نام بتا دیا ہے؟ یہ ظلم عظیم ہے۔ (۱)

حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام سید الانام پہ لاکھوں درود و سلام۔ ایسا صبر و تحمل اور ایسی بردباری اور ایسا عظیم حوصلہ اور ایسی شانِ کرامت و منزلت اور ایسا عدل جس کی مثال روئے زمین پر نہیں مل سکتی۔ بوقتِ انتقال حضرت امام حسن کی گھبراہٹ اور بے قراری زیادہ بڑھ گئی۔ نفوسِ اہل بیت کی آنکھوں میں بارش کی طرح آنسو ہیں۔ امامِ عالی مقام نے زندگی سے مایوس ہو کر اپنی سگی بہن سیدہ زینب علیہا السلام کو اپنے قریب کر کے فرمایا۔ اے میری بہن دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمادے۔ میرے ماں باپ میرا انتظار کر رہے ہیں۔ اللہ تمہارا بہترین نگہبان ہے۔ تم بڑی ہو تمام خاندان کا خیال رکھنا اور کسی کو میرے بعد کوئی تکلیف نہ ہونے دینا۔ بہن زینب علیہا السلام کی آہ و بکا اور تیز ہو گئی لیکن دامنِ صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس لیے کہ رضائے الہی پر شاکر ہونا انہی کی صفت ہے یہ منظور دیکھ کر امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی جان امام حسن علیہ السلام کے گلے سے پٹ کر روتے رہے اور عرض کیا اے میرے پیارے برادر گرامی! آپ کیوں رنجیدہ ہیں آپ کو عنقریب نانا جان حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باریابی حاصل ہوگی اور حضرت مولیٰ المرتضیٰ علیہ السلام اور خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام اور حضرت فاطمہ الزہرا علیہا السلام اور حضرت قاسم و طاہر و حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین کا دیدار نصیب ہوگا۔

جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا

اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ اے برادر عزیز میں کچھ ایسے امر میں داخل ہونے والا ہوں جس کی مثل اب تک داخل نہیں ہوا اور خلقِ الہی میں سے ایسی خلق کو دیکھتا ہوں جس کی مثل میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ اِنِّیْ اَرٰی خَلْقًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰهِ لَمْ اَرِ مِثْلَهُ قَطُّ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا اے حسین علیہ السلام میں تمہارے اس وقت کو دیکھ رہا ہوں جب کہ تمہارے ساتھ کوئی ماسوا خدا کے مددگار نہ ہوگا۔ یاد رکھنا اس وقت نانا جان اور ابا جان کی وصیت کے مطابق صبر کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا اور تم بھی بہت جلد ہمارے پاس پہنچ جاؤ گے۔ (۲)

اس ارشادِ اقدس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حضرت امامِ عالی مقام شہزادہ کونین نبی کے نور العین امام حسن علیہ السلام کے سامنے کر بلا کا ہولناک منظر اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی تنہائیِ تشہ تھا اور کوفیوں کے مظالم کی تصویریں آپ کو نگین کر رہی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے فرمایا۔

میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضہ اطہر سائی کوثر میں دفن کی جگہ عنایت کی جائے تو انہوں نے نہایت خوشی سے منظوری فرمادی۔ میرے وصال کے بعد دوبارہ ان سے اجازت طلب کر لیتا۔ وہ اجازت تو ضرور دے دیں گی لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ قوم اس پر مانع ہوگی اگر وہ ایسا کریں تو تم ان سے تکرار نہ کرنا۔ (۱)

امام الاتقیاء سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے پینتالیس سال چھ ماہ چند روز ۴۹ھ ربیع الاول کی پانچ تاریخ کو اس دارِ ناپائیدار سے مدینہ الرسول ﷺ میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ (۲)

تجہیز و تکفین و نمازِ جنازہ و تدفین سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ:

جس روز مدینہ طیبہ میں نواسہ رسول امام حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ مدینہ طیبہ میں ہر طرف گریزاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ یہ رحلت کوئی معمولی نہ تھی۔ یہ رحلت ان کی تھی جو سبط سید المرسلین، سید الصالحین، پیکرِ صلح و مصالحت، مرکزِ حلم و عفو، منبعِ صبر و تحمل، خزانہِ جود و سخا، عاملِ فرائض و سنن، مولائے مساکین، سید شباب اہل الجنۃ، خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ تھے۔ بازار بند ہو گئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا اور ایک مہینہ تک اس غمِ جدائی کا تذکرہ ہوتا رہا کہ ہم میں سے وہ شخصیت جدا ہو گئی جس کو دیکھ کر چہرہ رسالت مآب کا نقشہ سامنے آ جاتا تھا۔ جس کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پکار پکار کر فرمایا آج رولو جس آنکھ نے رونا ہے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے محبوب دنیا سے اٹھ گئے ہیں۔ (۳)

ثعلبہ بن مالک جو امام حسن کے جنازے میں شریک تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ کے جنازہ پر انسانوں کا اس قدر بے پناہ ہجوم تھا کہ اگر سوئی جیسی مہین چیز بھی پھینکی جاتی تو کثرتِ اثر و دھام سے زمین پر نہ گرتی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ بالاتفاق خود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کی تجہیز و تکفین کا انتظام نفوسِ اہل بیت عظام نے ہی کیا تھا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق دوبارہ سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روضہ اطہر مصطفیٰ ﷺ کے اندر دفن کرنے کی اجازت مانگی گئی تو حضرت ام المؤمنین نے بخوشی امام حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ضرور امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ پاک میں ہی دفن کرو۔ لیکن جب مروان کو اس کا علم ہوا تو اس نے کہا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے لئے بہتر ہے کہ بقیع قبرستان میں ہی دفن کیا جائے۔

یہ جھوٹ کہ معاذ اللہ حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو روضہ اطہر میں دفن ہونے کی اجازت نہیں دی تھی۔ حالانکہ ان ہی کی اکثر کتابوں میں صاف یہ ذکر موجود ہے کہ سیدہ نے اجازت دی تھی لیکن مروان مانع ہوا۔ چنانچہ تمام اصحاب نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق زیادہ تکرار نہ کیا اور آپ کو جنت البقیع کے مبارک قبرستان میں ان کی والدہ خاتونِ جنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ دفن کیا۔

ان کے مولیٰ کے ان پہ کروڑوں درود

ان کے اصحاب و عمرت پہ لاکھوں سلام

(۱) تذکرہ الہمام و مرآۃ الشہادتین (۲) تذکرہ الہمام۔ مرآۃ الشہادتین۔

(۳) تہذیب الکمال ص: ۱۸۹

زہر خورانی کی تحقیق اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی زوجہ پر جھوٹے الزام کی تردید:

ناظرین کے لیے صدرالافاضل فخرالامثل سید المفسرین حضرت علامہ سید حکیم محمد نعیم الدین رحمۃ اللہ علیہ مراد آبادی کی سوانح کر بلا کا ایک ورق پیش ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو زہر ان کی بیوی نے نہیں دیا۔ حضرت صدرالافاضل نے پوزی تحقیق کے بعد سوانح کر بلا میں اس بیان کو قلمبند کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”مؤرخین نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ بنت اشعث بن قیس کی طرف کی ہے اور اس کو حضرت امام کی زوجہ بتایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ زہر خورانی یزید کی وجہ سے ہوئی تھی اور یزید نے اس سے نکاح کا وعدہ کیا تھا۔ اس طمع میں آ کر اس نے حضرت امام کو زہر دیا تھا لیکن اس روایت کی کوئی سند صحیح دستیاب نہیں ہوئی۔

اور بغیر کسی سند کے کسی مسلمان پر قتل کا الزام اور عظیم الشان انسان کے قتل کا الزام کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ روایت کے لیے کوئی سند نہیں ہے اور مؤرخین نے بغیر کسی معتبر ذریعہ اور حوالہ کے لکھ دیا ہے۔

یہ خبر واقعات کے لحاظ سے بھی ناقابلِ اطمینان معلوم ہوتی ہے۔ واقعات کی تحقیق خود واقعات کے زمانہ میں جیسی ہو سکتی ہے مشکل ہے کہ بعد کو ویسی تحقیق ہو۔ خاص کر جب کہ واقعہ اتنا اہم ہو۔ مگر حیرت ہے کہ اہل بیت اطہار کے اس امام جلیل کے قتل کی خبر غیر کو تو کیا ہوتی خود امام حسین رضی اللہ عنہ نام نہیں لیتے۔ یہی تاریخیں بتاتی ہیں کہ وہ اپنے برادر معظم سے زہر دہندہ کا نام دریافت فرماتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زہر دینے والے کا ذکر نہ کیا۔ اب رہی یہ بات کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خود کسی کا نام لیتے انہوں نے بھی ایسا نہیں کیا۔

تو اب جعدہ کو قاتل ہونے کے لیے معین کرنے والے کون ہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو یا امین کے صاحبزادوں میں سے کسی صاحب کو اپنی آخر حیات تک جعدہ کی زہر خورانی کا کوئی ثبوت نہ پہنچا نہ ان میں سے کسی نے اس پر شرعی مؤاخذہ کیا۔

ایک اور پہلو اس واقعہ کا قابلِ لحاظ ہے وہ یہ کہ حضرت امام کی بیوی کو بغیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی تمہت شیعہ کے ساتھ متہم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک بدترین تبرا ہے عجب نہیں کہ اس حکایت کی بنیاد خارجیوں کی افتراء ہو۔ جب کہ صحیح اور معتبر ذرائع سے یہ معلوم ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیرالازواج تھے اور آپ نے سو کے قریب نکاح کیے اور طلاقیں دیں۔ اکثر ایک دو شب کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اور حضرت امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بار بار اعلان فرماتے تھے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی عادت ہے کہ یہ طلاق دے دیا کرتے ہیں کوئی اپنی لڑکی ان کے ساتھ نہ بیاہے۔ مگر مسلمان بیبیاں اور ان کے والدین یہ تنہا کرتے تھے کہ کینز ہونے کا شرف حاصل ہو جائے اسی کا اثر تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ جن عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے وہ اپنی باقی زندگی حضرت امام کی محبت میں شیدا یا نہ گزار دیتی تھیں اور ان کی حیات کا لحوہ لحوہ حضرت امام کی یاد اور محبت میں گزرتا تھا۔ ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ امام کی بیوی حضرت امام کے فیضِ صحبت کی قدر نہ کرے اور یزید پلید کی طرف ایک طمع فاسد سے امام جلیل کے قتل جیسے سخت جرم کا ارتکاب کرے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ (۱)

باب نمبر ۱۱

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا مشترکہ بیان

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے خطبہ و منبرِ اقدس چھوڑ دیا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق ہم نے دیکھا حضور ﷺ ہم میں خطبہ فرما رہے تھے کہ۔

جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قِيَصَانِ أَحْمَرَانِ
يَمْشِيَانِ وَيَعْتَرَانِ فَكَرَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنَ الْمَنْبَرِ فَجَعَلَهُمَا قَوْضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (۱)

حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما اس حال میں آ رہے ہیں کہ وہ چل رہے ہیں اور گر رہے ہیں اور دونوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی ہیں (یعنی سرخ دھاری والی)۔ پس جب مصطفیٰ ﷺ نے دیکھا کہ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ اس حالت میں گرتے چلے آ رہے ہیں تو آپ منبر شریف سے اترے اور دونوں کو اٹھالیا اور اپنی آغوش میں بٹھالیا (اور پھر منبر پر چڑھ گئے)

پھر آپ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ حیران ہو گئے کہ میں نے ایسا کیوں کیا ہے؟

نَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْتَرَانِ فَلَمْ
أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي فَرَفَعْتُهُمَا (۲)

جب میں نے اپنے ان دو بچوں حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آ رہے ہیں اور گرتے گرتے چل رہے ہیں تو مجھ سے رہا نہ گیا یہاں تک کہ مجھے اپنا خطبہ چھوڑنا پڑا اور منبر کو بھی چھوڑنا پڑا، اور ان دونوں بچوں کو اٹھالیا۔

اس حدیث صحیح سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ان شہزادوں کے ساتھ اس قدر پیار و محبت تھا کہ آپ سے اتنا بھی برداشت نہ ہو سکا کہ میرے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما گرتے چلے آ رہے ہیں لہذا آپ کو اپنا خطبہ اور منبر چھوڑنا پڑا۔ لیکن پیارے حسنین کریمین کا گزنا برداشت نہ فرمایا۔

(۱) صحیح ابن حبان: ۱۳: ۴۰۳، رقم: ۶۰۳ (۲) صحیح ابن حبان: ۱۳: ۴۰۳، رقم: ۶۰۳

یہ واقعہ بچپن شریف میں رونما ہوا لیکن اس کی لاج سیدنا امام حسین علیہ السلام نے میدانِ کربلا میں رکھی۔ ایک وقت وہ تھاجب ہم گر رہے تھے تو نانا جان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ و منبر چھوڑ دیا اور ہمارا گرنابر داشت نہ کیا۔ آج جب ہمارے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین اسلام کو گرانے کے لیے یزید پلید ملعون کو کش کر رہا ہے میں حسین علیہ السلام اپنا کنبہ اور چھوٹے بچے اور نو جوان بیٹے قربان کر دوں گا اور اپنی جان دے دوں گا لیکن اپنے نانائے پاک سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو نہیں گرنے دوں گا کہ اے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے حسین کریمین علیہ السلام کا گرنابر داشت نہ کیا تو ہم نے آپ کے دین کو گرنے سے بچا لیا ہے۔

جس نے نانا کا وعدہ وفا کر دیا اس حسین ابن حیدر پہ لاکھوں سلام
نیز ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حسین علیہ السلام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جس حسین علیہ السلام کا آپ نے گرنابر داشت نہ کیا۔
سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کملی مبارک میں بوقتِ شب:

ترمذی کی حدیث میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک رات سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کسی حاجت کی خاطر جانا پڑا تو میں نے دیکھا۔

فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسْتَبِيلٌ عَلَيَّ
فَقِي لَا أُخْرِى مَاهُو
آپ اس حالت میں باہر تشریف لائے کہ آپ نے اپنے اوپر کملی اور بھی
ہوئی تھی اور کوئی چیز اس میں حرکت کرتی نظر آ رہی تھی۔ تعجب ہوا کہ کملی
اقدس میں کون سی شے حرکت کر رہی ہے؟ میں نہ جان سکا۔

آگے حضرت اسامہ فرماتے ہیں کہ پس جب میری ضرورت پوری ہوئی اور میں فارغ ہوا اس کام سے جس کی خاطر آپ کی خدمت
اقدس میں حاضر ہوا تھا تو میں نے آپ سے پوچھا:

مَا هَذَا الَّذِي أَتَتْ مُسْتَبِيلٌ عَلَيْهِ^(۱)
یہ کیا چیز ہے جو آپ اپنی کملی میں چھپائے ہوئے ہیں اور حرکت نظر آ
رہی ہے؟

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبانِ اطہر سے بغیر کچھ فرمائے ہوئے کملی مبارک کھول دی۔
فَإِذَا هُوَ حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى قَيْدِيهِ.

پس میں نے دیکھا کہ آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ و حضرت حسین
رضی اللہ عنہ دونوں کو اپنی ران مبارک پر اٹھائے ہوئے ہیں۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

هَذَا ابْنُ ابْنَتِي وَإِنِّي ابْنَتِي، اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْبَبْتُهُمَا فَأَحْبَبْتَهُمَا
وَأَحْبَبْتُ مَنْ يُحِبُّهُمَا^(۲)
یہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے میرے اللہ مجھے
ان دونوں سے محبت ہے اور تو بھی ان کے ساتھ محبت فرما اور جو ان
سے محبت کرے تو اس سے بھی پیار فرما۔

معلوم ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے حسین کریمین علیہ السلام کو رات کے وقت تھوڑی دیر کے لیے بھی اپنے سے جدا نہ فرماتے اور
دروازہ سے باہر اس حال میں آئے کہ شہزادے اپنے سینہ اقدس سے لگائے ہوئے ہیں اور ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ مجھے ان سے محبت ہے

اور اللہ تعالیٰ کو بھی یقیناً محبت ہے اور میری دعا ہے کہ جو ان سے پیار رکھے اے اللہ تو اس کے ساتھ پیار رکھے۔ معلوم ہوا کہ جس دل میں حسین کی محبت ہوگی اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے محبت فرماتے ہیں۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کو مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گتھتے اور بوسہ دیتے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہل بیت اطہار میں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس قدر محبت تھی۔ الفاظِ حدیث ملاحظہ فرمائیں:

سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَى أَهْلِي بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ ؟ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ. وَكَانَ يَقُولُ لِقَاطِئَةٍ أَدْعَى إِلَيَّ ابْنَتِي فَيَشْهُمَا وَيَضْهُمَا إِلَيْهِ. (۱)

حضور علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سے سب سے زیادہ کس سے محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ سے مجھے زیادہ محبت ہے۔ اور قاطئہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کرتے تھے میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ۔ پس آپ دونوں کو لے کر سیدنا اقدس سے لگاتے اور ان کے جسم کو سو گتھتے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دنیا میں دو پھول ہیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا زَيْنَا عَمَلِي مِنَ الدُّنْيَا. تحقیق میرے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ دنیا میں سے میرے پھول ہیں۔

یاد رہے کہ جنت کے پھولوں کا نام ریحان ہے وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ. کہ جنت کے پھول ریحان ہیں اور سرور کائنات کے ریحان یعنی پھول حسین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔

سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما

جنت کے نو جوانوں کے سردار ہیں .

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا أَهْلِ الْجَنَّةِ. تحقیق میرے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ جنت کے نو جوانوں کے سردار ہیں۔ (۲)

معلوم ہوا کہ حضرت حسین کریمین سیدین رضی اللہ عنہما جنت کے نو جوانوں کے سردار ہیں اور نو جوانوں کا اس لیے فرمایا گیا ہے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا سب جوان ہوں گے اور ان سب اہل جنت کے سردار سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

پارہ ہائے صفحہ غنچہ ہائے قدس
اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جن کے پودے جے
اس ریاضِ نجات پہ لاکھوں سلام
خونِ خیرِ الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
ان کی بالا شرافت پر اعلیٰ درود
ان کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

(از امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ)

حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا تختیاں لکھنا اور خدائی فیصلہ:

امام صفوری نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ و سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بچپن میں تختیاں لکھیں اور پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور پھر سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائے کہ فیصلہ کریں خط کس کا اچھا ہے:

حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ نے دو تختیوں پر لکھا اور ان میں سے ہر ایک کہنے لگا کہ میرا خط اچھا ہے پھر اپنے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فیصلہ چاہا انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس فیصلے کے لیے بھیجا سیدہ نے اپنے بچوں کو مانا جان رضی اللہ عنہما کی بارگاہ میں بھیجا رسول کریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ جبریل علیہ السلام کریں گے۔ جناب جبریل علیہ السلام نے کہا سوائے رب العزت کے ان دونوں شہزادوں کا فیصلہ کوئی نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے جبریل علیہ السلام جنت سے ایک سیب لے کر ان دونوں تختیوں پر ڈال دو جس کی تحریر پر وہ گرے وہی بہتر ہے جب جبریل نے سیب لاکر ڈالا تو خدا تعالیٰ نے اسے حکم دیا کہ دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جا پس وہ آدھا حسن رضی اللہ عنہ کے خط پر اور آدھا حسین رضی اللہ عنہ کے خط پر گر پڑا (فیصلہ خداوندی یہ ہوا کہ دونوں کا خط اچھا ہے)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں شہزادوں کے خط کی تعریف کی اور انہیں اچھا قرار دیا اس لیے کہ ان دونوں شہزادوں میں سے کسی ایک کی دل شکنی نہ ہو۔ یاد رہے کہ اس واقعہ کو علامہ عبدالرحمن صفوی علیہ الرحمۃ نے نقل کیا ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ یہ کہتے ہیں یا اپنی غیر معتبرہ مجموعوں میں جو یہ لکھتے ہیں یا بیان کرتے ہیں کہ ایک موتیوں کی بالی گری اور وہ پھر نصف نصف ہو کر تختیوں پر پڑی۔ اس کی کچھ اصل نہیں اور نہ ہی کسی معتبر مستند کتاب میں موجود ہے۔ جو اصل واقعہ تھا وہ درج کر دیا گیا یہ ہے شانِ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی۔

باب ۱۲

سید الشہداء و امام ثالث

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

آپ کا اسم گرامی حسین کنیت ابو عبد اللہ لقب سبط الرسول اور ریحانۃ الرسول نسب مبارک اس طرح ہے۔ حسین بن علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء بنت محمد رسول اللہ ﷺ۔

بشارت:

مشکوٰۃ شریف میں حضرت سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے ایک پریشان خواب دیکھا تو اس حالت پریشانی میں بارگاہِ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ۔

میں نے بہت سخت عجیب خواب دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے جو تم نے دیکھا؟ عرض کیا وہ بہت ہی ڈراؤنا خواب ہے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم بیان کرو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام الفضل یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے یہ تو بڑا مبارک خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ انشاء اللہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرما دے گا۔ جسے تم اپنی گود میں لوگی۔

مذکورہ بالا حدیث صحیح سے صاف معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کو مافی الارحام کا علم تھا اور یہ بھی بشارت فرمادی کہ میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے گا۔

ولادت باسعادت:

حضرت سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا جو حضور علیہ السلام کی چچی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ یعنی نبی علیہ السلام کے چچا کی بیوی تھی اپنا خواب سنا کر اور اس کی تعبیر سن کر چلی گئیں۔ زمانہ گزرتا گیا۔ یہاں تک کہ ۴۴ھ کے ماہ شعبان المعظم کی پانچ تاریخ ہوئی تو حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں مدینہ طیبہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے یعنی آپ کی بشارت کے مطابق حدیث میں آتا ہے۔

فَوَلَدَتْ فَاطِمَةُ الْحُسَيْنَ وَكَانَ فِي حَجْرِي كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ^(۱)۔

نام حسین رضی اللہ عنہ وادائے عقیقہ از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین پیدا ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صاحبزادے کی پیدائش کی خبر پہنچی تو آپ سیدہ سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے اور فرمایا میرے بیٹے میرے جگر کے ٹکڑے کو میرے پاس لاؤ۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک سفید کپڑے میں لپیٹ کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ نے اپنی گود میں لیا۔
وَإِذْ فِي أُذُنِهِ وَتَفَلَّ فِي فُجْهِهِ وَدَعَا لَهُ حُسَيْنًا يَوْمَهُ
السَّابِعِ وَعَقَّى عَنْهُ بِكَتَشٍ وَقَالَ احْلِقِي رَأْسَهُ وَتَصْرِفِي
يَوْمَ نَهْ شَعْرَهُ فِطْصَةً كَمَا فَعَلْتَ بِأَلْحُسَيْنِ^(۲)۔

پس نبی علیہ السلام نے حضرت حسین کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہی اور اپنا لعاب اقدس ان کے منہ میں ڈالا اور آپ کے حق میں دعا فرمائی اور آپ کا نام حسین رکھا اور حکم دیا کہ ساتویں روز ان کا عقیقہ کرو۔ اور بالوں کو اتار کر ان کے ہم وزن چاندی خیرات کرو۔

چنانچہ ساتویں روز یہ عمل کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب فرمایا۔

پرورش:

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تھی تو اس وقت آپ کے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی مدت رضاعت یعنی دودھ پلانے کا زمانہ ختم نہیں ہوا تھا۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی چچی ام الفضل سے فرمایا آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا کرو۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کا نہیں بلکہ ام الفضل کا دودھ پیا۔ اسی لیے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا ٹکڑا ام الفضل رضی اللہ عنہا بنت حارث کی گود میں آ گیا کے الفاظ ہیں۔ حضرت ام الفضل نے حضرت حسین سے ایسی ہی محبت فرمائی جیسی حقیقی بیٹے سے ہوتی ہے۔ آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پرورش میں نہایت والہانہ محبت فرما کر آپ کے لیے اپنے تمام آرام قربان کر دیے جیسا کہ ایک حقیقی ماں کرتی ہے۔

تعلیم و تربیت:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کے سات سال سات ماہ اور سات دن اپنے نانا جان حضور رسالت مآب علیہ السلام کی آغوش میں رہے۔ گو آپ کو زیادہ مدت نانا جان کی زیر تربیت رہنے کا موقع نہ ملا کہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ظاہری پردہ فرما گئے لیکن پھر بھی سات سال اور سات ماہ کا جو موقع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے حاصل ہوا وہ کسی کو نہیں ملا۔ آپ اکثر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ ہی رکھتے اور خود ہر چیز کے آداب سکھاتے تھے۔ چنانچہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں ایک واقعہ درج فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں زکوٰۃ کی کھجوروں کا ٹوکرا آیا سننے میں امام حسین تشریف لائے۔ اور بچے ہی تھے کہ ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی وقت آپ کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور نکالتے ہوئے فرمایا کس مع۔ نبی کے اہل بیت زکوٰۃ نہیں کھایا کرتے۔ (۱) سبحان اللہ

اس سے معلوم ہوا کہ گو امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی بچے ہی تھے اور ایک کھجور اٹھا بھی لی تھی تو کیا حرج تھا۔ لیکن آپ نے اسی وقت خود انگلی ڈال کر وہ کھجور نکال دی۔ محض اس لیے کہ اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم پر زکوٰۃ سے ادنیٰ تر ادنیٰ لقمہ بھی حرام ہے آج کل اکثر جھوٹے سیادت کے دعویٰ کرنے والے سب زکوٰتیں و صدقات ہضم کر جائیں تو بھی کچھ فرق ان کی سیادت میں نہیں آتا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ۔ پھر دعویٰ یہ کہ ہم حسنی ہاشمی ہیں اور آگے معلوم نہیں کیا کیا ہیں۔

اللہ محفوظ رکھے ہر بلا سے

خصوصاً ہر جھوٹی سیادت کے دعویٰ سے

علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ نے ایک اور روایت درج فرمائی ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ الْحُسَيْنُ وَالْحُسَيْنُ يَصْطَرِ عَانِ بَيْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ كَمَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے سامنے کشتی لڑا کرتے تھے۔

تو ظاہر ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی اکثر تعلیم و تربیت تانا جان مصطفیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری پردہ فرما جانے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی تربیت سیدۃ النساء العالمین رضی اللہ عنہا اور سیدنا مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی جن کی ساری زندگی محبت نبوی رضی اللہ عنہ میں ہی گزری۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصطفیٰ رضی اللہ عنہ کا والہانہ پیار:

احادیث صحیحہ اور روایات مصدقہ پر جب غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام حسین رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی۔ الاصابہ اور الاستیعاب میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ان آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا حضور رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور حسین کے پاؤں حضور علیہ السلام کے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے اور حضور رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے اے ننھے منھے قدموں والے چڑھ آ چڑھ آ۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ جسم اطہر پر چڑھتے گئے یہاں تک کہ اپنے قدم حضور رضی اللہ عنہ کے سینہ پر رکھ دیے پس آپ نے فرمایا منہ کھول۔ پھر آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے منہ میں ڈالا اور منہ چوم لیا۔ پھر فرمایا اے اللہ تو اسے محبوب رکھ میں اسے محبوب رکھتا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَبْصَرْتُ عَيْنًا جَاهِلِيًّا وَتَمَعْتُ أَذُنًا جَاهِلِيًّا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَهُوَ آخِذٌ بِكَفِّي حُسَيْنٍ وَقَدَمَاهُ عَلَى قَدَمَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَهُوَ يَقُوْلُ تَرُقِي تَرُقِي (....) بِقَعِهِ قَالَ فَزَقِّي الْغُلَامُ حَتَّى وَضَعَ قَدَمَيْہِ عَلَى صَدْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فَافْتَحَ فَآلَ ثُمَّ قَبَّلَهُ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اَجِبْہِ فَاِنِّیْ اُجِبُّہُ

نسبتِ خصوصی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔

حُسَيْنٌ مِثِّيْ وَ اَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ اَحَبُّ اَللّٰهُ مِنْ اَحَبِّ الْحُسَيْنِ حُسَيْنٌ سَبَطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ (۱)
حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین سے محبت کرے گا اللہ اس کے ساتھ محبت کرے گا۔ حسین میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کو خاص تعلق ہے اور اسی تعلق کی بنا پر یہاں تک فرمادیا ہے کہ جو میرے اس حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا۔

راکب دوشِ نبوت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

عَنْ بَرَاءِ ابْنِ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلًا الْحُسَيْنَ عَلَى عَاتِقِهِ وَهُوَ يَقُولُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُ فَاجِبْهُ (۲)
براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں اے اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔

آغوشِ نبوت اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ فَجَاءَ الْحُسَيْنُ يَمْشِي حَتَّى سَقَطَ فِي حِجْرِهِ فَجَعَلَ اَصَابِعُهُ فِي حِجْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحقیق نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور آپ کی آغوشِ اقدس میں لیٹ گئے اور اپنی انگلیاں حضور علیہ السلام

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيَّهٖ الْحُسَيْنُ فَاَدْخَلَ قَافَا فِي حِجْيَةِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُ فَاجِبْهُ وَ اَحَبُّ مِنْ يُحِبُّهُ (۳)
کی ریش اقدس میں ڈالنے لگے۔ حضور علیہ السلام نے اپنا منہ مبارک کھولا اور اپنا منہ ان کے منہ میں ڈالا۔ پھر فرمایا اے میرے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ اور جو اس کے ساتھ محبت کرے تو بھی اس کے ساتھ محبت فرما۔

مصطفیٰ ﷺ اور لعابِ حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے اس حال میں دیکھا کہ:
لُعَابُ الْحُسَيْنِ كَمَا يَمْتَصُّ الرَّجُلُ تَمْرَةً (۴)
آپ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لعابِ دہن کو اس طرح چوس رہے ہیں جیسے آدمی کھجور چوستا ہے۔

اس حدیث سے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت حسین رضی اللہ عنہ واضح ہے کہ آپ ان کے منہ اقدس کا لعاب دہن چوستے ہیں۔

جگر گوشہ رسالت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ:

حضرت زید ابن زیاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْتِ أَهْلِ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ فَمَرَّ عَلَى بَابِ الْفَاطِمَةِ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يَبْكِي فَقَالَ أَلَمْ تَعْلَمِي أَنَّ بَكَاءَهُ يُؤْذِيَنِي^(۱)

پس رسول اللہ ﷺ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے تو آپ کا گزر حضرت فاطمہ علیہا السلام کے گھر کے دروازہ سے ہوا تو آپ نے سنا کہ حضرت حسین رورہے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کیا تم نہیں جانتی ہو کہ حسین رضی اللہ عنہ کے رونے سے میرے دل کو تکلیف ہوتی ہے۔

سردارِ اہل جنت رضی اللہ عنہ:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى سَيِّدِ شَبَابٍ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ^(۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اہل جنت کے سردار کو دیکھنا چاہیے وہ حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کمالات یعنی ان کے ذاتی اخلاق و اطوار اور فضائل و مناقب

اخلاقِ حسنہ:

حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے اخلاق نہایت اعلیٰ اور عادات نہایت پاکیزہ تھیں کیونکہ آپ نے اس فخرِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش میں پرورش پائی جن کو خدائے بزرگ و برتر نے اِنَّكَ لَعَلَّيْ خُلِّعَ عَظِيمٍ کا لقب عنایت فرمایا ہے تو ایسی آغوشِ رحمت میں کھیلنے والے کی عادات عین سید عالم علیہ السلام کے نقشِ مبارک پر تھیں۔ چنانچہ ایک بار ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا تو اسے شناخت کے طور پر بتایا کہ جب تم مدینہ میں پہنچ کر مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو گے تو وہاں تمہیں لوگوں کا ایک حلقہ نظر آئے گا اس حلقے میں لوگ نہایت باادب طریقے سے بیٹھے ہوں گے تو سمجھ لینا کہ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے معلوم ہوا کہ آپ کی اخلاقی خصوصیات اتنی بلند تھیں کہ لوگوں میں آپ بہت مقبول تھے اور لوگ آپ کا ادب و احترام کرتے تھے۔^(۳)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک کنیز نے پھولوں کا گلہ دستہ لا کر پیش کیا گلہ دستہ ہاتھ میں لے کر حضرت نے سوگھا اور کنیز سے ارشاد فرمایا جاؤ تم اللہ کی راہ میں میری طرف سے آزاد ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا: آپ نے ایک گلہ دستہ پر ہی اتنی اچھی خبر و کنیز کو آزاد کر دیا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(۱) الترمذی، ۳: ۱۱۶، رقم ۲۸۳۷ (۲) صحیح ابن حبان، ۱۵: ۴۲۱، رقم ۶۹۶۶ (۳) تاریخ ابن عساکر، ۴: ۳۲۲

وَإِذَا حَضَيْتُمْ مِنْ حَيْثُ فَأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا (النساء: ۴۰۸)
جب تمہیں اچھا تحفہ پیش کیا جائے تو تم اس جیسا یا اس سے بہتر تحفہ دیا کرو۔

پس اس کے لیے سب سے اچھا تحفہ یہی ہو سکتا تھا کہ میں اسے اللہ کے لیے آزاد کر دوں (۱)

تواضع:-

حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ میں نہایت عاجزی اور انکساری تھی۔ تکبر سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ آپ کو کسی کام کے کرنے میں یا کسی طبقہ کے لوگوں میں بیٹھنے سے کبھی کسی قسم کا کوئی عار نہ تھا۔ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں چند غریب لوگ کھانا کھا رہے تھے انہوں نے آپ کو جو دیکھا تو دوڑتے ہوئے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا حضور آئیے اور کھانا تناول فرمائیں۔ آپ اس وقت ان غرباء کے حلقہ میں جا بیٹھے اور ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ فرمایا مجھے کھانے کی حاجت تو نہیں تھی لیکن تمہاری خوشی کی خاطر چند لقمے تناول کر لیے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ (۳)

(لقمان، ۳۱، ۱۸)

مقرضوں و بیکسوں کی اعانت اور سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین رحمۃ اللہ علیہ اہل بیت کے سخی گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ سخاوت کرنا غریبوں اور مساکین کی مدد کرنا یہ آپ کی خاندانی وراثت تھی۔ کبھی کوئی سائل آپ کی بارگاہ سے خالی نہ گیا۔

○ حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار یتیموں اور محتاج لوگوں کے گھروں پر خود کھانا لے کر جاتے تھے۔ اس کام میں اس قدر مشقت اٹھاتے تھے کہ آپ کی پیٹھ پر نشانات پڑ جاتے تھے (۴)

○ ابن عساکر روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک سائل حضرت امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے نماز کو مختصر کر کے دروازہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ سائل واقعی محتاج ہے آپ نے اسی وقت خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر میں کتنی رقم ہے عرض کیا دو سو درہم۔ فرمایا وہ لے آؤ۔ عرض کیا یہ تو صرف اہل بیت کے خرچ کے لیے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہمارا گزارا ہو جائے گا اس محتاج کو دینا اولین فرض ہے چنانچہ دو سو درہم منگوا کر آپ نے سائل کو پیش کیے اور ساتھ ہی فرمایا اس وقت ہم تنگ دست ہیں تمہاری زیادہ خدمت نہیں کر سکتے۔ (۵)

○ ایک مرتبہ آپ کو بیت المال سے بڑی رقم ملی، آپ وہ رقم لے کر مسجد میں بیٹھ گئے اور ایک ضرورت مند کا انتظار کرنے لگے۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور آپ کے کپڑے پھٹے ہوئے ہیں آپ یہ رقم اپنے لباس اور ضروری اشیاء پر خرچ کریں۔ آپ نے فرمایا اپنے آرام و آرائش سے بہتر یہی ہے کہ یہ رقم کسی محتاج کی حاجت میں صرف کی جائے۔ چنانچہ ایک حاجت مند آیا تو آپ نے تمام رقم اسے عنایت فرمادی۔ (۶)

○ ایک بار ایک ضرورت مند محتاج دیہاتی آپ کے دروازے پر حاضر ہوا اور چند گزارشات لکھ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں جن کے الفاظ یہ تھے۔

لَمْ يَبْقَ لِي شَيْءٌ يُبَاعُ بِمَتْنَةٍ فَكُنَّاكَ مَظْهَرٌ حَالِي عَنِ
فَجَرِحِي أَبْقِيَّتْ مَاءِ الْوَجْهِ كُنْتُ صَنَنْهَا، مَا إِن يُبَاعَ
فَقَدْ وَجَدْتُ الْمُسْتَوْرِيَّ۔
میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہی جس سے ایک دانہ خریدا جا سکے۔ میری حالت آپ پر ظاہر ہے بتانے کی حاجت نہیں۔ میں نے اپنی آبرو بچا رکھی تھی اسے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہیں کرتا تھا گرا ب خریدا مل گیا ہے۔

اتفاق سے جواب آنے میں کچھ دیر لگ گئی تو اعرابی دیہاتی نے چار مصرعے اور لکھ بھیجے۔
مَاذَا أَقُولُ إِذْ جَعْتُ وَقِيلَ لِي مَاذَا أَصْنَعُ مِنَ الْجَوَادِ
الْمُفْضِلِ إِنْ قُلْتُ أَعْطَانِي كَذَبْتُ فَإِنْ أَقُولُ بِحُلِّ
الْجَوَادِ يَمَاتُ لَمْ يُقْبَلِ۔
جب میں لوٹوں گا تو مجھ سے پوچھیں گے کہ صاحبِ فضل سخی سے تجھے کیا ملا ہے تو کیا جواب دوں گا۔ اگر کہوں گا کہ مجھے دیا ہے؟ تو جھوٹ ہو گا اور اگر کہوں کہ سخی نے اپنا مال روک لیا ہے تو یہ بات مانی نہ جائے گی۔

سیدنا امام عالی مقام نے دس ہزار درہم کی تھیلی اس سائل کو بھیجی اور ساتھ ہی اس کو اشعار میں ہی جواب دیا۔
عَاجِلْتَنَا فَاتَاكَ أَقْلَلْ بَوَاكَ، كَلَّا وَإِنْ أَمْهَلْتَنَا لَمْ تَقْلَلْ
خُلْدُهَا وَكُنْ أَنْتَ كَمَا لَمْ تَسْأَلْ وَتَكُونُ نَحْنُ كَمَا لَمْ
تَفْعَلْ۔
تم نے جلدی چا دی ہے سو تمہیں یہ قلیل حصہ مل گیا ہے اگر تم جلدی نہ کرتے تو تمہیں اور زیادہ ملتا۔ اب لے لو اور یوں سمجھنا کہ سوال کیا ہی نہیں اور ہم سمجھیں گے کہ گویا ہم نے کچھ دیا ہی نہیں (۱)

○ ایک مرتبہ حضور سید عالم رضی اللہ عنہ کے محبوب صحابی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اس وقت اسامہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔ "وَاعْمَاكَ وَاعْمَاكَ آه کتنا بڑا غم ہے۔ آہ کتنا بڑا غم ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ اے میرے بھائی آپ کو کس بات کا غم ہے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ موت سامنے گھڑی ہے اور میں بہت لوگوں کا مقروض ہوں اس قرض کی عدم ادائیگی کے صدمے نے سخت مصیبت اور تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پریشان نہ ہوں اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ میں لیتا ہوں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس بات کا خوف ہے کہ میں مقروض ہونے کی حالت میں نہ مر جاؤں۔ حضرت امام عالی مقام نے مزید تسلی دی اور فرمایا کہ میں گھر جاتے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں گا۔ چنانچہ آپ گھر پر آئے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے تمام قرض خواہوں کو بلوایا اور ان کی ساری رقم اسی وقت ادا کر دی کل رقم آپ نے ساٹھ ہزار تقسیم فرمائی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور امام عالی مقام کو دعائیں دیتے رہے۔ (۲)

○ ایک بار عرب کے مشہور شاعر فرزوق کو مدینہ کے گورنر مروان نے شہر بدر کر دیا وہ اسی حالت میں بالکل بے سرو سامان تھا۔ جب وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنی مصیبت بیان کی تو آپ نے بہت سی رقم اسے عنایت فرمادی۔ (۳)
آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے۔ ان خیر المال ما وقی به العرض۔ مال کا سب سے بڑا مصرف یہی ہے کہ اس سے کسی کی عزت و آبرو محفوظ ہو جائے۔ (۴)

پاکیزگیِ قلب:

حضرت سیدنا امام حسین ؑ کے قلب کو ظاہر و باطن کی پاکیزگی حاصل تھی۔ سب سے بڑی مومن کے قلب کی پاکیزگی یہ بھی ہے کہ وہ کسی مسلمان کے بارہ اپنے دل میں کینہ نہ رکھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنے بھائی محمد اکبر ؑ سے جن کو ابنِ حنیفہ کا لقب حاصل تھا ناراض ہو کر چلے آئے آپ کے چلے آنے کے بعد کچھ دوستوں نے حضرت امام عالی مقام کے متعلق نازیبا باتیں کیں تو حضرت محمد اکبر ابنِ حنیفہ نے فرمایا نہیں اگر تم لوگ کہو تو میں ابھی حسین ؑ کو اپنے پاس بلا کر بتا دوں یہ کہہ کر آپ نے حضرت امام حسین ؑ کو لکھا۔ اے برادرِ معظم! ہم دونوں کے والد بزرگوار مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اس لحاظ سے نہ مجھ کو آپ پر اور نہ آپ کو مجھ پر کوئی فضیلت حاصل ہے۔ لیکن ہاں آپ کی والدہ محترمہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شہزادی تھیں۔ میری ماں کے قبضہ میں تمام کمالات آجائیں تو بھی آپ کی والدہ کی شان و عظمت کے برابر نہیں ہو سکتی۔ پس اس لحاظ سے آپ کو مجھے پر فزیلت حاصل ہے اور آپ بڑھے ہوئے ہیں۔ اس لیے آپ میرے پاس آنے میں بھی سبقت کریں۔ کیونکہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر دو مسلمانوں میں ناچاکی ہو جائے تو جو کوئی دونوں میں صلح کرنے میں سبقت کرے گا اسے اللہ تعالیٰ پہلے جنت میں داخل کرے گا۔ میری خواہش ہے کہ اپنی فضیلت کی وجہ سے جنت میں جانے میں بھی آپ ہی سبقت کریں۔ والسلام۔

حضرت امام حسین ؑ حضرت امام محمد اکبر ابنِ حنیفہ کا یہ خط پڑھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے اور اسی وقت جا کر اپنے بھائی سے بغل گیر ہوئے۔

شجاعت:

حضرت سیدنا امام حسین ؑ شجاعت میں بھی نہایت بلند مقام رکھتے تھے خود حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے حسین کو بہت اور جرأت عطا کی ہے۔ آپ کی جوانمردی اور بہادری کا اس سے بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب ۳۵ ہجری میں باغیوں اور مقصدوں نے حضرت سیدنا عثمان غنی ؓ و ذوالنورین ؓ کے مکان کا محاصرہ کیا تو مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے امام حسن اور امام حسین ؑ دونوں کو آپ کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔ چنانچہ اس موقع پر امام عالی مقام نے نہایت نمایاں خدمت سرانجام دی اور باغیوں کے ساتھ جنگ کی۔ لیکن دروازہ حضرت عثمان ؓ سے کسی کو نہ جانے دیا۔ بالآخر باغی لوگ دوسرے راستہ سے آپ کے مکان میں داخل ہوئے۔ اس طرح آپ نے جنگ جمل اور جنگ صفین اور معرکہ نہروان میں اپنی حیرت انگیز شجاعت سے متعدد معرکے سر کیے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک جنگ میں سب سے آگے بڑھ کر فرمایا تھا ہَلْ مِنْ مُّبَارَکٍ؟ ہے کوئی تم میں سے میرے مقابلہ میں آئے۔ حضرت امام عالی مقام کا یہ چیلنج سن کر ایک بہت بڑا بہادر زبرقان مقابلہ کے لیے نکلا اور پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

میں حسین بن علی ؑ ہوں۔ اس پر زبرقان نے کہا اے میرے بیٹے تم میدان سے ہٹ جاؤ کیونکہ ایک دن میں نے دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ اوٹنی پر سوار ہو کر قبا کی طرف جارہے تھے اور تم نبی علیہ السلام کے آگے بیٹھے ہوئے تھے میں حضور علیہ السلام سے

فَقَالَ اَنَا الْمُحْسِنُ بْنُ عَلِيٍّ فَقَالَ لَهُ الزَّبَرَقَانُ اِنْصَرِفْ يَا بَنِيَّ فَإِنَّي وَاللَّهِ نَظَرْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ مُقْبِلًا وَمِنْ تَأْخِيَةِ قُبَا عَلَى ثَاقِبَةِ حُمْرَاءَ وَأَنْتَ يَوْمَئِذٍ قَدَامَةٌ فَمَا كُنْتُ لَا لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِدَمِكَ.

اس حالت میں ملاقات کرنا نہیں چاہتا کہ میرے ہاتھ تمہارے خون سے رنگین ہوں۔^(۱)

جنگِ صفین میں تحکم کے موقع پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے درمیان جو عہد نامہ لکھا گیا تھا اس میں بھی گواہ کی حیثیت سے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے دستخط ثبت فرمائے تھے۔^(۲)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت و امارت میں ممالکِ غیر کو جو مہمات بھیجی گئی تھیں ان میں سے ایک مہم میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بھی حصہ لیا یہ قسطنطنیہ کی مہم تھی اور ۴۹ھ میں بھیجی گئی تھی اس مہم کے کمانڈر انچیف سفیان بن عوف تھے۔ (الحسین) بعض مؤرخین نے بنو امیہ کی خوشامد کی خاطر یزید بن حضرت معاویہ کا نام اس مہم کے کمانڈر کی حیثیت سے درج کیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں جو چند جھوٹ بولے گئے ہیں ان میں سب سے بڑا جھوٹ یہ بھی بیان کیا ہے۔ جیسا کہ اس کا ذکر آئے گا آپ نہایت شجاع دل غازی اور مجاہد تھے اور سب سے بڑا کارنامہ شجاعت تو امام عالی مقام کا کرب و بلا میں تھا جس کا نام تاقیامت جاری رہے گا۔ جیسا کہ آئندہ آ رہا ہے۔

علم و فضل:

سیدنا حضرت امام حسین نے بابِ مدینۃ العلم مولیٰ البر فی کرم اللہ وجہہ کی آغوش میں بچپن سے لے کر جوانی تک تعلیم و تربیت پائی بابِ مدینۃ العلم نے جس کو خود تعلیم دی ہو۔ صحبتِ رسالت مآب علیہ السلام کے تربیت یافتگان سے جس نے براہِ راست کسبِ فیض کیا ہو اس کو اگر علم و فضل کا بحر بیکراں کہا جائے تو مبالغہ کیونکر ہوگا؟ علماءِ سیر و تاریخ متفق ہیں کہ امام عالی مقام اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور فاضل تھے۔ (اسد اللہ الغالب) آپ کے معاصرین بھی آپ کے بحرِ علمی کے معترف تھے اور آپ کی فقہی بصیرت کے مداح تھے۔ جب کبھی کوئی علمی مشکل پیش آتی تھی تو حلِ مشکل کے لیے آپ ہی کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو دودھ پینے والے بچے کا وظیفہ مقرر ہونے کے متعلق مسئلہ معلوم کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مسئلے میں بھی انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ بطنِ مادر سے نکلنے کے بعد جب بچہ آواز دے اس وقت سے وہ وظیفہ کا مستحق ہو جاتا ہے۔^(۳) غرضیکہ آپ علم و حکمت کے بہت بڑے فاضل و عالم تھے۔

عبادت و ریاضت:

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی رضائے الہی کے حصول اور عبادتِ الہی میں صرف کر دی۔ آپ کے دن تدریسِ دین اور راتیں قیام و سجود میں بسر ہوتیں۔ اکثر لوگوں نے دیکھا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہوتے تو خشوع و خضوع اور تقصیر کا عالم یہ ہوتا تھا کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بندھ جاتیں۔ میدانِ کربلا کے عظیم مصائب کے وقت بھی آپ نے دن اللہ کے کلام کی تلاوت اور رات اللہ کے حضور رکوع و سجود میں گزاری۔ آپ نے اپنی زندگی میں امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرح خود پچیس حج پیدل ادا کئے۔^(۴)

مجسمہ اوصاف جلیلہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ محبت و نشانی خداوندی:

ابن عربی اور ابن ابی شیبہ بیان کرتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان اوصاف جلیلہ کے حامل تھے۔ علم و حلم، عمل، عبودیت، صبر و استقلال، اولوالعزمی، سخاوت، شجاعت و تدبر، عاجزی و انکساری، حق گوئی، حق پسندی اور راضی برضائے مولیٰ۔ مزید فرماتے ہیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ قرآن کے عالم باعمل، زاہد، متقی، منزہ عن المعاصی، متورع، صاحب جو دو کرم، صاحب فصاحت و بلاغت، عارف باللہ اور ذات باری تعالیٰ کی حجت تمامی تھے

حضرت حسین نواسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے نشانی تھے۔ (۱)

معلوم ہوا یہ وہ شخصیت ہیں کہ جو سراپا فضائل، جس کی ہر ادا، جس کا ہر فعل، جس کا ہر عمل، جس کا خلق اور جس کا کرکٹر سرچشمہ فضیلت ہو، اس کے فضائل مجھ جیسا کیا لاکھوں اور کروڑوں افراد بھی ضابطہ تحریر میں نہیں لاسکتے۔ مگر پھر بھی حصول برکت و سعادت دارین کی خاطر تبرکا اور تیمنا اس بحر فضائل کے دو چار قطرات محض اس لیے لکھے جا رہے ہیں کہ سرشاران محبت اہل بیت رسول کے دلوں کو تسکین ہو سکے۔

اخبار عن الغیب شہادت در کربلا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بارشاد نبوت صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت طیبہ کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کربلا مشہور ہو گئی۔ احادیث صحیحہ کثرت کے ساتھ اس پر شاہد ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی ام الفضل بنت حارث حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوئیں اس حال میں کہ گود میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تھے آپ نے انہیں سید عالم علیہ السلام کی گود اقدس میں دیا تو میں نے دیکھا کہ:

فَإَمِنْ عَيْنَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْرُ
يَقَانِ الدُّمُوعُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ بِأَيِّ آتٍ وَأَيُّ
مَالِكَ قَالَ أَتَانِي جِبْرَائِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ أُمَّتِي سَتُقْتَلُ
الْبَنِي هَذَا.

آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا بات ہے؟ تو آپ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں پس انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت میں سے اس بیٹے کو شہید کر دیا جائے گا۔

حضرت سیدہ ام الفضل نے عرض کیا واقعی ایسا ہوگا تو آپ نے فرمایا:

هَذَا فَقُلْتُ هَذَا قَالَ وَآتَانِي بِتَرْبَةٍ مِنْ تَرْبَتِهِ حَمْرَاءُ.

ہاں میرے پاس اس جگہ میں سے وہ مٹی بھی لائی گئی ہے اور وہ مٹی سمرخی مائل ہے۔ (۲)

ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین السلام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر بھی مشہور ہو چکی تھی۔ شیرخوارگی کے ایام میں حضور اقدس ﷺ نے حضرت ام الفضل کو آپ کی شہادت کی خبر دی۔ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا نے اپنے اس نوہال کو زمین کر بلا میں خون بہانے کے لیے اپنا خون جگر (دودھ) پلایا۔ علی المرتضیٰ نے اپنے دل بند جگر کو خاک میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لیے سینہ سے لگا کر پالا۔ مصطفیٰ ﷺ نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنی آغوشِ رحمت میں تربیت فرمائی۔ یہ آغوشِ کرامت و رحمتِ فردوسی چمنستان اور جنتی ایوانوں سے زیادہ بالا مرتبت ہے اس کے رتبہ کی کیا نہایت ہے جو اس گود میں پرورش پائے اس کی عزت کا کیا اندازہ؟ اس وقت کا تصور دل لرزادیتا ہے۔ جب کہ اس فرزندِ ارجمند کی ولادت کی مسرت کے ساتھ ساتھ شہادت کی خبر پہنچی ہوگی۔ سید عالم رحمتِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چشمِ اقدس نے اشکوں کے موتی لگا دیے۔ (۱)

اس خبر نے صحابہ کبار جانِ ثارِ اہل بیت کے دل ہلا دیئے اس درد کی لذت علی المرتضیٰ کے دل سے پوچھئے۔ صدق و صفا کی امتحان گاہ میں سنتِ خلیل ادا کر رہے ہیں۔ حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی خاکِ زیرِ قدمِ پاک پر قربان، جن کے دل کا ٹکڑا نازنین لاڈلا سینہ اقدس سے لگا ہوا ہے۔ محبت کی نگاہوں سے اس نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں وہ اپنے سرورِ آفرین تبسم سے دلربا کی کرتا ہے۔ ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے ماں کی گود میں کھیل کر شفقتِ مادری کے جوش کو زیادہ موجزن کرتا ہے۔ میٹھی میٹھی نگاہوں اور پیاری پیاری باتوں سے دل بھاتا ہے، عین اسی حالت میں کر بلا کا نقشہ آپ کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ (۲)

جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا، بھوکا پیاسا، بیابان میں بے رحمی کے ساتھ شہید ہو رہا ہے نہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں، نہ حسن مجتبیٰ ساتھ ہیں، عزیز و اقارب، برادرِ عزیز و فرزندِ قربان ہو چکے ہیں تنہا نازوں کا پالا حسین ہے کہ تیروں کی بارش سے نوری جسم لبو لبان ہو رہا ہے۔ کر بلا کی زمین مصطفیٰ ﷺ کے پھول سے رنگین ہو رہی ہے۔ (۳)

باوجود اس کے بارگاہِ الہی میں اس حادثہ ہائلہ سے محفوظ رہنے اور دشمنوں کے برباد ہونے کی دعائیں فرماتے۔ کیونکہ اصل مقصود امتحان میں ثابت قدمی تھا۔ (۴)

ہاں یہ دعائیں کی گئیں کہ اس حسین رضی اللہ عنہ نور عین مقامِ صدق و صفا میں ثابت قدم رہو تو فیتھ الہی مساعدا رہے۔ مصائب اور آلام کا انبوہ اس کے قدم کو پیچھے نہ ہٹا سکے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کی شہرت میں کثرت کے ساتھ احادیث موجود ہیں۔ ایک حدیث حضرت سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو مٹی مجھے حسین کے قتل گاہ کی دی گئی ہے وہ میں تمہیں دیتا ہوں اس مٹی سے دکھ اور مصیبت کی بو آتی ہے اس کو اپنے پاس سنبھال کر شیشی میں رکھ لو۔

وَقَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِذَا تَحَوَّلَتْ هَذِهِ التُّرْبَةُ دِمَاقًا عَلَيَّ
إِنَّ ابْنِي قَدْ قُتِلَ
اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا جب یہ مٹی سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین کر بلا میں شہید ہو گیا ہے۔ (۵)

اس وجہ سے کربلا کی مٹی سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ واقعہ کربلا کے وقت میری یہ بیوی مدینہ طیبہ میں موجود ہوں گی اور اس وقت تک ان کی حیات ہوگی۔ اس لیے انہی کو یہ کربلا کی مٹی دینی چاہیے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں دوسرے مقام پر حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عین واقعہ کربلا میں جب سیدنا امام حسین شہید ہو گئے تو وہی شیشی جس میں کربلا کی مٹی تھی وہ خون بن گئی۔ جس کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے دیکھا اور روئیں اس سے معلوم ہوا کہ شہادتِ امام عالی مقام کا بار بار تذکرہ ان کے عہد طفولیت سے ہی حضور علیہ السلام نے فرمایا اور یہ شہادت مشہور ہو چکی تھی سب کو معلوم ہو گیا کہ ان کی مشہد کربلا ہے۔ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ تحقیق اس میں کچھ شک نہیں رہا اور اہل بیت با اتفاق جانتے تھے کہ حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوں گے (۱)

ابونعیم نے یحییٰ حضری سے روایت کی ہے کہ سفر صفین میں حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ تھے۔ جب نینوی کے قریب پہنچے جہاں سیدنا یونس علیہ السلام کا مزار اقدس ہے تو آپ نے فرمایا اے ابو عبد اللہ فرات کے کنارے ٹھہرو۔ بعد ازاں آپ اس مقام پر آئے جہاں آج سیدنا امام حسین کا مزار اقدس کربلائے معلیٰ میں ہے میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ روئے آپ سے دریافت کیا کہ آپ اس مقام پر کیوں رو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا:

فَقَالَ لَهُمَا مَنَاحُ رِكَابُهُمَا وَمَوْضِعُ رِحَالِهِمَا وَمِهْرَاقِ
دَمَائِهِمَا فَمِنَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يَقْتُلُونَ بِهَذِهِ الْعُرْصَةِ تَبَيُّكَ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ
یہاں شہیدوں کی سواریاں باندھی جائیں گی اور یہاں پر خیمے نصب ہوں گے اور یہاں پر خون بہائے جائیں گے آل محمد رضی اللہ عنہم کے کتنے ہی خون یہاں پر ہوں گے اور اس وقت زمین و آسمان روئیں گے۔ (۲)

یاد رہے کہ اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ اصبح بن نباتہ نے بھی بیان کیا ہے۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت در کربلا سب جانتے تھے بالخصوص اہل بیت اطہار اس مقام پر پہاڑ بھی ہوتا تو وہ بھی گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو جاتا مگر طالب رضائے حق مولیٰ تعالیٰ کی مرضی پر خدا ہونے اور جان قربان کرنے اور صبر و استقامت کے ساتھ منتظر ہیں۔ کہ کونسا وہ وقت آئے گا جب کہ فرزند ان مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو یہ عظیم درجہ شہادت کا حصہ ملے گا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج اور اولادِ امجاد کا بیان:

نواسہ سیدالابرار سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ازواج و اولادِ امجاد کے متعلق روایات شاہد ہیں کہ آپ کی کل ازواج کی تعداد پانچ تھی اور اولادِ امجاد کی تعداد چھ ہے۔ آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا
- ۲۔ حضرت معطرہ لیلیٰ رضی اللہ عنہا
- ۳۔ حضرت رباب رضی اللہ عنہا
- ۴۔ حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا
- ۵۔ حضرت قضا عیہ رضی اللہ عنہا

آپ کی اولادِ امجاد کے نام یہ ہیں۔

- ۱۔ حضرت علی اوسط المعروف امام زین العابدین ؑ۔ ۲۔ حضرت علی اکبر ؑ۔
 - ۳۔ حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر ؑ۔ ۴۔ حضرت جعفر ؑ۔
 - ۵۔ حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون ؑ۔ ۶۔ حضرت سکینہ خاتون ؑ۔
- اب ازواج کی تفصیلات ملاحظہ فرمائیں جن کو سرکارِ امام حسین کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔

۱۔ حضرت شہر بانو:

حضرت شہر بانو ؑ یزدجرد بن شہر یار بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسریٰ نوشیرواں العادل۔ یزدجرد شاہانِ فارس میں سے آخری بادشاہ سے تھیں۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر ابن الخطاب فاروقی ؑ کے دورِ خلافت میں جب اس ملکِ فارس میں فتح حاصل ہوئی تو اس وقت یہ محترمہ اسیر ہو کر مالی غنیمت میں لائی گئیں۔ سیدنا عمر ابن الخطاب فاروقی ؑ نے اسے اپنے خلیفہ۔ المسلمین امیر المؤمنین نے اس محترمہ حبیبہ جلیلہ کی بمعززین ہیرے و جواہرات و زیورات کے سیدنا امام حسین ؑ کے ساتھ تنزیل فرمادی۔ گویا کہ شہنشاہِ کسریٰ کی بیٹی کو شہزادہ کو نین سیدنا امام حسین ؑ کے ساتھ زوجیت کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے سیدنا امام حسین کے ہاں حضرت علی اوسط المعروف امام زین العابدین متولد ہوئے۔

۲۔ حضرت لیلیٰ ؑ:

حضرت لیلیٰ بنت مرۃ بن عروہ بن مسعود ؑ بن مغتبہ الشقی سے تھیں۔ ان کو سیدنا امام حسین ؑ کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا ان کے بطن سے سیدنا امام حسین ؑ کے ہاں حضرت علی اکبر ؑ متولد ہوئے۔

۳۔ حضرت رباب ؑ:

حضرت رباب بنت امراء القیس بن عدی الکلبیہ حضرت امام حسین کو اپنی ازواج میں سے زیادہ محبوب تھیں اور ان کا بہت زیادہ اکرام و احترام فرماتے تھے۔ حضرت امام ؑ کے یہ اشعار بہت مشہور ہیں جو آپ نے حضرت رباب ؑ کے متعلق فرمائے تھے۔

لَعَنُوكَ اِنِّیْ لَا حُبَّ اَرْضًا

تَحُلُّ بِهَا سَكِیْنَةُ وَالزَّهَابُ

مجھے تیری زندگی کی مجھے محبت ہے اس زمین سے جہاں رباب و سکینہ ٹھہری ہوئی ہیں۔

اُحِبُّهُمَا وَابْزُلْ جَلَّ مَا لِي

وَلَيْسَ بِعَاتِبٍ عِنْدِي عِتَابُ

مجھے ان دونوں سے محبت ہے ان پر دولت کثیر خرچ کرتا ہوں اور عاتب کے عتاب کی پرواہ نہیں کرتا۔

فَلَسْتُ لَهُمْ وَاِنْ غَابُوا مُضِيْعًا

حَيَاتِي اَوْ يُغَيِّبُنِي التَّرَابُ

گوہر یہاں موجود نہیں مگر ان کی پرداخت سے بے خبر نہ رہوں گا۔ جب تک زندہ ہوں اور مٹی مجھے نہ چھپالے۔

كَانَ اللَّيْلُ مَوْصُولٍ بِلَيْلٍ
إِذَا ذَارَتْ سَكِينَتُهُ وَالزَّبَابُ

جب سکینہ اور رباب اپنے اقارب سے ملنے گئی ہوں تو رات ایسی لمبی نظر آتی ہے کہ گویا دوسری رات مل گئی۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام عالی مقام علیہ السلام کو حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اور ان کی والدہ ماجدہ سے کس قدر محبت تھی۔ حضرت سکینہ خاتون رضی اللہ عنہا انہی کے بطن سے تھیں اور حضرت عبداللہ المشہور علی اصغر رضی اللہ عنہ بھی ان ہی کے بطن سے متولد ہوئے۔ یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی سیدہ سکینہ خاتون اور ایک صاحبزادے عبداللہ یعنی علی اصغر رضی اللہ عنہ یہ بہن بھائی انہی سے پیدا ہوئے۔

حضرت رباب کے دردناک اشعار بعد شہادتِ امام علیہ السلام:

مہر و وفا کی پتلی نے واقعہ کربلا کے بعد اپنے عظیم شوہر کی جدائی پر یہ کلمے ارشاد فرمائے۔

أَنَّ الَّذِي كَانَ اسْتِضَاءَ بِهِ
يَكْزَبَلَا قَتِيلَ غَيْرَ مَدْفُونٍ

وہ نور جو روشنی پھیلاتا تھا کربلا میں مقتول پڑا ہے اسے مدفون بھی کسی نے نہ کیا۔

سَبَّطُ النَّبِيِّ جَزَاكَ اللَّهُ صَاحِبُ

عَنَادٍ حَيْثُ حُسْرَانِ الْمَوْزِينِ

اے سبطِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ ہماری طرف سے تجھے بہترین جزا دے آپ میزانِ عمل کے نقصان سے بچائے گے۔

قَدْ كُنْتُ لِي جَبَلًا صَعْبًا أَلُوذُ بِهِ

وَكُنْتُ تَصْبِيحًا بِأَلِّ الرَّحْمِ وَالذِّينِ

میرے لیے آپ بلند پہاڑ کی چوٹی تھے۔ جس کی پناہ میں تھی آپ کا برتاؤ رحم اور دین تھا۔

مَنْ لِي لِيَتَمَلَّى وَمَنْ لِي لِسَائِلِينَ وَمَنْ

يَعْنِي وَيَا وَجِي كُلَّ مُسْكِينٍ

اب کون رہ گیا جس کے پاس ہر مسکین، یتیم اور فقیر کو پناہ ملے گی اب مسکینوں کا کون ہے۔

وَاللَّهُ لَا أَبْغِي بَعْدَ صَهْرٍ كُمْ

حَتَّى أُغَيَّبَ بَيْنَ الرَّمْلِ وَالطِّينِ

اب اس قربت کے بعد اور کوئی خوشی پسند نہیں کروں گی۔ حتیٰ کہ ریت اور مٹی کو جا چھوؤں۔

۴۔ حضرت ام اسحاق رضی اللہ عنہا:

یہ محترمہ طلحہ بن عبد اللہ سے ہیں۔ ان کے والد معظم حضرت طلحہ عشرہ مبشرہ سے ہیں ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ زوجیت کا شرف ملا اور ان کے بطن سے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحبزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

۵۔ حضرت قضاعیہ:

یہ محترمہ قبیلہ بنی قضاعیہ سے ہیں اسی نام قضاعیہ سے مشہور ہیں۔ ان کو سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرف زوجیت حاصل ہوا۔ ان کے بطن سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحبزادے جعفر پیدا ہوئے۔ اب آپ کی اولاد امجاد کا اجمالی ذکر ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی ان مذکورہ ازواج میں سے آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

۱۔ حضرت علی اوسط ابن الحسین المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ حضرت شہر بانو رضی اللہ عنہا ہیں۔ واقعہ کربلا میں سیدنا علی اوسط المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور ان کی والدہ محترمہ کربلا میں موجود تھیں۔

۲۔ حضرت علی اکبر ابن الحسین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ ام لیلیٰ ہیں۔ واقعہ کربلا کے وقت جوان تھے اور عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور کربلا میں اپنے والد بزرگوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جام شہادت نوش فرما گئے۔

۳۔ حضرت عبد اللہ المشہور علی اصغر:

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا تھیں واقعہ کربلا میں ان کی عمر چھ ماہ تھی اور یہ شیر خوارگی کے عالم میں تھے۔ سخت شدت پیاس پر پانی کی بجائے ان کے حلق اقدس پر ایک خالم نے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ کر اپنے والد بزرگوار کی آغوش میں جان دے دی گویا کہ سرکار امام کے اس طفل شیر خوار کی شہادت ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا کے وقت موجود تھیں۔

۴۔ حضرت جعفر ابن الحسین رضی اللہ عنہ:

ان کی والدہ محترمہ حضرت قضاعیہ رضی اللہ عنہا تھیں سرکار امام کے قیام مدینہ طیبہ میں بچپن میں ہی انتقال فرما گئے تھے بعد کئی سالوں کے واقعہ کربلا پیش آیا۔

۵۔ حضرت فاطمہ صغریٰ خاتون:

ان کی والدہ محترمہ ام اسحاق تھیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے قیام مدینہ طیبہ کے وقت یہ جوان تھیں اور ان کا نکاح حضرت حسن ثنی ابن امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو چکا تھا اور یہ جمعہ اپنے بچوں کے اپنے شوہر حسن ثنی کے ساتھ اپنے گھر میں تھیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینہ طیبہ

رحلت فرمانے پر ان کو ہمراہ نہ لے جانے کی یہی وجہ مانع ہوئی کہ یہ شادی شدہ اپنے گھر والی ہیں۔ دوسرا ان کے شوہر تجارت پر باہر تشریف لے گئے تھے ان کی بغیر اجازت کے ان کا لے جانا بھی مناسب نہ تھا۔ واقعہ کر بلا کے وقت سیدہ خیر و عافیت کے ساتھ مدینہ طیبہ میں اپنے گھر پر تھیں۔ حضرت فاطمہ صغریٰ کے بطن سے حسن ثنی ابن امام حسن کے ہاں تین صاحبزادے ہوئے جن کی نسل روئے زمین میں ہے۔ عبد اللہ الحنفی، ابراہیم العمر، حسن المثلث، جیسا کہ اس کی تفصیل امام حسن علیہ السلام کے باب میں بیان کی جا چکی ہے۔

۶۔ حضرت سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا:

ان کی والدہ محترمہ حضرت رباب رضی اللہ عنہا تھیں اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ واقعہ کر بلا میں موجود تھیں۔ لیکن ان کی عمر مبارک اس وقت ۷ سال تھی۔ کر بلا میں ان کے نکاح کی جو روایت مشہور ہے بالکل غلط ہے اس کی کچھ اصل نہیں۔ کچھ ایسے کم عقل لوگوں نے یہ روایت وضع کر دی جنہیں اتنی تمیز بھی نہ تھی کہ وہ یہ سمجھ سکتے کہ یہ وقت اہل بیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توجہ الی اللہ اور شوق شہادت و اتمام حجت کا تھا اس وقت شادی یا نکاح کی طرف التفات ہونا بھی ان حالات کے منافی ہے۔ پھر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی وفات راہ شام میں مشہور کی جاتی ہے یہ بھی بالکل غلط ہے۔ بلکہ واقعہ کر بلا کے بعد عرصہ تک حیات رہیں اور ان کا نکاح حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ یہ وہ صاحبزادی سکینہ ہیں جن کے ساتھ سرکار امام علیہ السلام کو شدید محبت تھی۔ اور ان کی والدہ کے ساتھ بھی محبت تھی۔ واقعہ کر بلا کے خونی منظر میں یہ شہزادی اور ان کی والدہ موجود تھیں۔

جہاں تک محققین کی تحقیق کے مطابق آپ کی ازواج و اولاد و امجاد کا تعلق پایہ ثبوت تک پہنچا ہے اس کے مطابق ذکر کر دیا گیا ہے۔ گو بعض نے کچھ اختلاف بھی پیدا کیے ہیں لیکن اس کی صداقت کا معیار علمائے محققین کے نزدیک جو درست ہے وہی قابل قبول ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ کی نسل روئے زمین میں آپ کے صاحبزادے سیدنا علی اوسط المعروف امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے پھیلی ہوئی ہے اور شہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ سے بھی آپ کی نسل روئے دنیا میں آج تک موجود ہے۔

یاد رہے کہ یزید عتید کی بہت اولاد ہوئی تھی بعض نے لکھا ہے کہ اس کے چودہ لڑکے تھے اور چودہ میں آج تک نسلِ لعین کا کہیں کوئی نام و نشان بھی موجود نہیں۔ کتب عربی و فارسی و تواریخ معتبرہ کی ورق گردانی کے باوجود کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ ثابت ہوا کہ پروردگارِ عالم نے اس کی نسل تک بھی ختم کر کے رکھ دی اور سرکار امام کے صرف ایک ہی صاحبزادے سے کل روئے زمین میں نسل مبارک موجود ہے۔ (۱)

باب ۱۳

یزید کی تخت نشینی

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ رابع کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد مسندِ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اہل کوفہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور آپ نے وہاں چند ماہ چند روز قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے امرِ خلافت کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو تفویض کرنا مسطورِ ذیل شرائط پر منظور فرمایا۔

۱۔ بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلافت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملے گی۔
۲۔ اہل مدینہ و حجاز و اہل عراق میں کسی شخص سے بھی زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کوئی مواخذہ و مطالبہ نہ کیا جائے۔

۳۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ تمام شرائط قبول کیں اور باہم صلح ہو گئی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ظاہر ہوا جو آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزندِ ارجمند کی بدولت مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح فرمادے گا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے تختِ سلطنت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خالی کر دیا۔^(۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ۶۰ھ میں بمقام دمشق لقوہ میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ آپ کے پاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ازار شریف، ردائے اقدس قمیص مبارک، موئے شریف اور تراشہائے ناخن ہمایوں تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازار شریف و ردائے مبارک و قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے ان اعضاء پر جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موئے مبارک اور ناخن اقدس رکھ دیے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑ دیا جائے۔

کور باطن یزید نے دیکھا تھا کہ اس کے باپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور بدنِ اقدس سے چھو جانے والے کپڑوں کو جان سے زیادہ عزیز رکھا تھا اور تادمِ آخر تمام زرد مالِ ثروت و حکومت سب سے زیادہ وہی چیز پیاری تھی اور اس کو ساتھ لے جانے کی تمنا حضرت امیر کے دل میں تھی۔^(۲)

اس برکت سے انہیں امید تھی کہ اس ملبوسِ پاک میں بوئے محبوب ہے یہ مقامِ غربت میں پیارا رفیق اور بہترین مونس ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور تبرکات کے صدقہ میں مجھ پر رحم فرمائے گا۔ اس سے وہ سمجھ سکتا تھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے بدن پاک سے چھو جانا ایک کپڑے کو ایسا بابرکت بنا دیتا ہے تو حسین کریمین جو بدنِ اقدس کا جزو ہیں ان کا کیا مرتبہ ہوگا اور ان کا کیا احترام لازم ہے۔ مگر بد نصیبی اور شقاوت کا کیا علاج۔ (۱)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید تختِ سلطنت پر بیٹھا اور اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ سلطنت میں مکتوب روانہ کیے۔ یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بد نصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بیگناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن میں دنیائے اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ (۲)

یہ بد باطن، سیاہ دل، تنگ خاندان ۲۵ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر بختِ مجدلِ کلیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بدنما، کثیر الشعر، بد خلق، تند خو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب اور گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور یہود گیاں ایسی ہیں جن سے بد معاشوں کو بھی شرم آئے۔ عبد اللہ بن حنظلہ الفیل الملائکۃ نے فرمایا خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب سے آسمان سے پتھر نہ برسنے لگیں محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے علانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ مکہ مکرمہ کی علانیہ بے حرمتی کرائی۔ اربابِ فراست اور اصحابِ اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے جب کہ عمانِ سلطنت اس شقی کے ہاتھ میں آئے۔ (۳)

اس نے اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ سلطنت میں مکتوب روانہ کیے مدینہ طیبہ کا عامل جب یزید کی بیعت کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کے فسق و ظلم کی بناء پر اس کو نا اہل قرار دیا اور بیعت سے انکار فرمایا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی بیعت سے انکار فرما دیا بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَّأْسِ السَّیِّئِیْنَ وَاِمَارَةِ الصَّیْبِیَّانِ۔ (۴)

یا رب میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۶۰ھ کے آغاز اور لڑکوں کی حکومت سے۔

اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو حاملِ اسرار تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ۶۰ھ کا آغاز لڑکوں کی حکومت اور فتنوں کا وقت ہے ان کی یہ دعا قبول ہوئی انہوں نے ۵۹ھ میں بمقامِ مدینہ طیبہ رحلت فرمائی۔ (۵)

اب حدیث کی روشنی میں یزید کے دورِ سلطنت کے بارے ملاحظہ فرمائیں۔

ارشادِ نبوت ﷺ امارۃ الصبیان اور امت کی ہلاکت

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

هَلَكَةُ اُمَّتِیْ عَلٰی یَدَیْ غِلْمَہٖ مِنْ قَرِیْبٍ فَقَالَ مَرْوَانُ
لَعَنَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ غِلْمَہُ فَقَالَ اَبُو ہُرَیْرَۃٌ لَوْ شِئْتُ اَنْ
اَقُوْلَ نَبِیُّ فُلَانٍ وَنَبِیُّ فُلَانٍ لَفَعَلْتُ فَکُنْتُ اَخْرَجُ مَعَ
جَدِیْ جِیْنٍ مَّا مِلْکُوْا بِالشَّامِ فَاِذَا اَرَاھُمْ غِلْمًا اَحَدًا فَا
میری امت کی ہلاکت قریش کے لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی۔ عمرو بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔ انہی میں سے ایک مروان لونڈا ہے اور کہا ابو ہریرہ نے اگر تم چاہو تو میں بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں لونڈے ہوں گے اور عمرو بن یحییٰ نے کہا

قَالَ لَنَا عَسَى هَؤُلَاءَ إِنْ يَكُونُونَ مِنْهُمْ قُلْنَا أَتَ أَعْلَمُ.

اس حدیث کے تحت ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ أَحَدَانَا آتَى شَبَابًا وَأَوَّلَهُمْ يَزِيدٌ عَلَيْهِ مَا يَسْتَحِقُّ وَكَانَ غَالِبًا يَنْتَزِعُ الشُّيُوخَ مِنْ إِمَارَةِ الْبُلْدَانِ الْكِبَارِ وَيُؤَيِّدُهَا الْأَصَاغِرَ مِنْ أَقَارِبِهِ. (۱)

مزید اسی حدیث بالا کے تحت ملا علی قاری فرماتے:

قَوْلُهُ عَلَى يَدَيَّ غِلْمَةٍ آتَى أَيَّدِي شَبَابِ الدِّينِ مَا صَلُّوا إِلَى مَرْتَبَةٍ كَمَالِ الْعَقْلِ وَأَحْدَاثُ أَسَنَ الدِّينِ لَا مُبَالَاهُ لَهُمْ بِأَصْحَابِ الْوَقَارِ الظَّاهِرِ أَنَّ الْمُرَادَ مَا وَقَعَ بَيْنَ عُثْمَانَ وَ قَتْلَتُهُ وَ بَيْنَ عَلِيٍّ وَ الْحُسَيْنِ وَ مِنْ قَاتِلِهِمْ قَالَ الْمَطْهَرُ لَعَلَّهُ أُرِيدَ بِهِمُ الَّذِينَ كَانُوا أَبْعَدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ مِمَّنْ يَزِيدُ وَ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَرْوَانَ وَ غَيْرِهِمَا. (۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

تَعْبُدُوا بِاللَّهِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ وَ إِمَارَةِ الصَّبِيَّانِ (۳)

اس کی شرح میں علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

آتَى إِمَارَةَ الصَّبِيَّانِ مِنْ حُكُومَةِ الشُّفَهَاءِ الْجُهَالِ كَبُرَ يُدْبِنُ مُعَاوِيَةَ وَ أَوْلَادُ حُكْمِ بْنِ مَرْوَانَ وَ أَمَّا لَهُمْ قِيلَ رَأَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ تَعَالَى وَ سَلَّمَ فِي مَنَامِهِ يَلْعَبُونَ عَلَى مِنْبَرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَ السَّلَامُ. (۴)

اس حدیث مذکورہ کے متعلق علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

وَ كَانَ لِآبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِلْمٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ بِمَا مَوْعَنَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فِي يَزِيدٍ

کہ شام میں اپنے دادا کے ساتھ جاتا تھا تو میں نے ان کو خیر چھو کروں کو دیکھا یہ انہیں میں سے ہیں جن کی خبر دی گئی۔ شاگردوں نے کہا آپ خوب جانتے ہیں۔

احداث یعنی جوان ہوں گے ان کا پہلا شخص یزید علیہ ما یستحق ہے اور یہ عموماً بڑی عمر والوں کو شہروں کی امارت سے علیحدہ کرتا تھا اور اپنے رشتہ داروں میں کم عمر والوں (چھو کروں) کو حکمران بناتا تھا۔

غلمہ سے مراد وہ نو جوان ہیں جو کمال عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچتے اور وہ نو عمر جو وقار والوں کی پرواہ نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ یہاں وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی و حضرت حسین کو قتل کیا۔ مظہر نے کہا کہ ان لوگوں سے مراد وہی ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد تھے جیسے یزید اور عبد الملک بن مروان وغیرہ۔

اے لوگو ستر سال کی ابتدا اور چھو کروں کے امیر ہونے سے پناہ مانگو۔

امارۃ الصبیان سے مراد جاہل چھو کروں کی حکومت ہے۔ جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور ان کے ہم مثل ایک روایت میں آتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں اپنے منبر پر کھیل کود کرتے ملاحظہ فرمایا ہے (یعنی اس سے وہی لوگ مراد ہیں)

یزید کے متعلق جو باتیں مذکور ہیں جن کو حضور اقدس علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے ان کا علم آپ کے بتانے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تو

قَوْلُهُ كَانَ يَدْعُ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِينَ
وَأَمَارَةِ الصَّبِيَّانِ فَاسْتَجَابَ اللَّهُ لَهُ فَتَوَفَّاهُ سَنَةَ تِسْعٍ
وَأَرْبَعِينَ وَكَانَتْ وَفَاةٌ مُعَاوِيَةَ وَوَلَايَةُ ابْنِ سَنَةَ
سِتِّينَ۔
وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی امارت
سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی یہ
۵۹ھ ہجری میں وفات پا گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی
حکومت ۶۰ھ میں ہوئی۔ (۱)

ان احادیث کے ماتحت علامہ شیخ محقق شاہ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اشاراتِ زمانِ یزید بے دولتِ کرد کہ ہم رسالتین بر سریر
شقاوتِ نشت واقعہ حرہ در زمانِ شقاوتِ نشان او وقوع
یافت (۲)
بھی ہے اور یہی نشانیاں ہیں اس میں اور یزید اس سے مراد ہے۔

احادیثِ صحیحہ اور محدثین کرام علیہم الرحمۃ سے ثابت ہوا کہ ساٹھ ہجری میں جو حکومت قائم ہوگی وہ یزید کی ہی حکومت تھی اور
امت کو برباد کرنے والے اور اس امت کی تباہی کا ذریعہ چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ لڑکوں کا لفظ تصغیر کے ساتھ لایا جانا ان کی تحقیر کی
طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ امت جیسی عظیم و جلیل چیز کو تباہ کرنے والا تعظیم و توقیر کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے اس لیے ان کو سفہاء سے تعبیر کیا
گیا ہے۔ یعنی یہ تباہی لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی جن میں سفاہت ہوگی۔ جس سے ان کی بد نظری واضح ہے اور بد نظروہ ہے جس کا دل
درست نہیں وہ نیک کام کیا کر سکے گا۔ اس لیے ان لڑکوں کو صبیان سے تعبیر کرتے ہوئے ان کی عملی کیفیت بیان کی گئی ہے کہ وہ
نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہواتِ نفس کی پیروی کریں گے اور جہنم میں وادی غی میں پھینک دیے جائیں گے۔ (۳)

ثابت ہوا کہ گواس حدیث میں یزید کا نام تو نہیں آیا لیکن محدثین کرام اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا اور یزید کے افعالِ شنیعہ
نے نصف النہار کی طرح یزید کو ظاہر کر دیا ہے کہ ایسی احادیث کا اولین مصداق یزید کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

سنتِ رسول ﷺ کو بد لنے والا پہلا شخص یزید ہوگا

حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

لَا يَزَالُ أُمَّتِي قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتَّى يَكُونَ أَوَّلُ مَنْ يَقْعُدُ
رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ يَقَالُ لَهُ يَزِيدُ۔ (۴)
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ: أَوَّلُ مَنْ يُبَدِّلُ سُنَّتِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ
يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ۔ (۵)
ہمیشہ میری امت میں انصاف کا دور دورہ رہے گا یہاں تک کہ سب سے
پہلے اس میں سوراخِ امیہ کا ایک شخص کرے گا جس کا نام یزید ہوگا۔
حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے
سنا کہ میری سنت کو بد لنے والا پہلا شخص بنی امیہ سے ہوگا جس کو
یزید کہا جائے گا۔

مذکورہ بالا حدیث سے یزید پلید کی اصل صورت سامنے آ جاتی ہے کہ امت کی بربادی کا سبب اور سنتِ رسول ﷺ کو بد لنے والا
اولین شخص یزید پلید ہے۔ اس کا انکار رسول اللہ ﷺ کی احادیث سے انکار ہے جس کی جسارت کوئی مسلمان نہیں کر سکتا۔

(۱) الصواعق المحرقة: ۳۲ (۲) جذب القلوب: ۳۳ (۳) جذب القلوب: ۳۳

(۴) مسند ابی یعلیٰ: ۲۰، ۱۷۱، رقم: ۸۷۱ (۵) تاریخ ابن عساکر، ۶۵: ۲۵۰

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا اقدام جہاد نہ طلبِ خلافت نہ حصولِ جاہ و اقتدار۔ باغیانہ الزام کی تردید۔ یزید کے حقیقی خدوخال

نواسہ رسول جگر گوشہ بتول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے دین اسلام اور ملتِ اسلامیہ کے تحفظ کی خاطر اپنے اور اپنے خاندان والوں کے خون سے میدانِ کربلا میں جو نقشِ ثبوت کئے افسوس کہ اسے فراموش کر دیا گیا اور ان کی اس عظیم قربانی کے اعلیٰ ترین مقصد کو قابلِ التفات ہی نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ بدبختوں نے یزید کی حمایت کر کے اسے خلیفہ رسول ثابت کرنا اپنی زندگی کا مقصد بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کا حشر بھی یزید عنید کے ساتھ کرے (اور یقیناً کرے گا) جنہوں نے شہیدِ انسانیت کے احسان کو بھول کر محض یزید کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے سرکارِ سید الشہداء نواسہ سیدالابرار امام حسین رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا الزام عائد کیا ہے۔ ان جاہلوں کو پہلے بغاوت کی شرعی تعریف معلوم ہونی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح وارث و جانشین کے خلاف علمِ مخالفت بلند کرنا۔

نیز کسی شخص پر بغاوت کا الزام عائد کرنے سے پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جس کے خلاف اس نے کوئی اقدام کیا ہے۔ آیا اس کی خلافت صحیح طریقہ پر ثابت بھی ہے یا کہ نہیں اس اصول کے تحت اگر یزید کا جائزہ لیا جائے تو وہ قواعدِ حقہ کے مطابق کسی طرح درست ثابت نہیں ہوتی اور اس کی کئی وجوہاتِ حقہ ہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِي ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَكُونُ مَلَكَاً^(۱)
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔

اس ارشاد کے مطابق خلافت کی مدت بعد از نبوت تیس برس بتائی گئی ہے جس کو خلافت علی منہاج النبوت بھی کہا جاتا ہے اور یہ سلسلہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شروع ہو کر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ملوکیت ہے چنانچہ اس حدیث کے تحت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

خلافت ابوبکر چنانچہ در جامع الاصول وغیرہ مذکور است دو سال و چہار ماہ است و خلافت عمر دہ سال و شش ماہ است و خلافت عثمان دوادہ سال الاچند روز خلافت علی چہار سال و نہ ماہ و بایں حساب خلافت خلفائے اربعہ بست و نہ سال و ہفت ماہ تمام می شود پنج ماہ از سی سال باقی ماند کہ بامام المسلمین حسن بن علی تمام می گردد۔

ترجمہ: یہ بات جامع اصول اور دیگر مستند کتب سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو سال اور چار ماہ ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال اور چھ ماہ ہے۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور کچھ روز کم ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال اور نو ماہ ہے اور اس حساب سے خلفائے اربعہ کی خلافت اسی سال سات ماہ ہوتی ہے اور امام المسلمین امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پانچ ماہ شامل ہو کر مکمل پورے تیس سال ہوتے ہیں۔

اس حدیث کے مطابق جب کہ خلافت ہی باقی نہ رہی تو سیدنا امام حسین ؑ اس کی طلب کیسے فرما سکتے تھے کیونکہ اس حدیث میں خلافت سے مراد خلافتِ راشدہ ہے جس کی عمر تیس سال بتائی گئی ہے اس لیے اسی خلافت کو خلافت علی منہاج النبوة کہتے ہیں اور اس کے بعد کا سلسلہ حکومت آمریت کہلاتا ہے۔

خلافتِ راشدہ یا خلافتِ نبوت تو ایسی چیز تھی کہ اہل دین و دیانت کے لیے اس کی طلب اور اس کے مل جانے پر جماد کے ساتھ اس پر استقامت دکھانا عقلی اور شرعی تقاضا ہو سکتا تھا اور اس پر جماد ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ ایمان اور اسلام کی طلب اور اس پر استقامت بہر صورت ضروری ہوتی ہے پس وہ ایک ایسا دینی مقام ہے کہ اگر پاک قلوب میں اس کی طلب ہو تو وہ زیبا ہے اگر اس کے حصول کے بعد اس پر استقامت دکھائی جائے کہ کچھ بھی ہو جائے دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے مگر اس نعمت کو ایمان اور اسلام کی طرح ہاتھ سے دینا نہیں اور یہی زیبا ہے۔

جیسا کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عثمان ابن عفان ؓ کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے خلافت کی قمیص پہنائے گا، خواہ کچھ بھی ہو جائے اسے تم خود نہ اُتارنا چنانچہ سیدنا عثمان ابن عفان ؓ نے مظلومیت کے ساتھ جان دے دی لیکن قمیص خلافت بدن سے نہیں اتاری، اس میں اصولا ہدایت حاصل ہوئی کہ خلافتِ نبوت ہی ایک ایسا عظیم اخلاقی و ایمانی مقام ہے جو کسی حالت میں نہیں چھوڑا جاسکتا۔ یہی وجہ ظاہر ہوتی ہے کہ سیدنا امام حسین کے ؑ بڑے بھائی امام حسن ؑ نے ابتدائے امر میں خلافت سنبھالی اور چھ ماہ بعد اسے چھوڑنے کے لیے تیار ہو گئے۔

غور کیا جائے جیسا کہ شیخ محقق نے فرمایا ہے تو چھ ماہ ہی پر وہ تیس سال مدت پوری ہوتی ہے جو خلافتِ نبوت کی عمر بتلائی گئی ہے۔ جس کے معنی یہ نکلتے ہیں کہ جب تک خلافتِ راشدہ کا دور قائم رہا۔ قبول کیے رہے جب نہ رہا تو اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اگر خلافتِ راشدہ کا دور ختم نہ ہوتا تو وہ اسے حضرت سیدنا عثمان ابن عفان ؓ کی طرح ترک نہ فرماتے۔ خواہ حضرت معاویہ ؓ سے کتنا ہی سخت مقابلہ ہو جاتا۔ جیسا کہ شیر خدا حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی سخت مقابلوں کے باوجود منصبِ خلافت سے دست برداری اختیار نہ فرمائی۔

لیکن خلافتِ راشدہ کی مدت گزر جانے کے بعد اگر مطلق ملکیت کے لیے جان کی بازی لگائی جاتی تو اس میں محض اپنا ذاتی مفاد پیش نظر ہوتا اور مسلمانوں کا خون ضائع ہوتا اس لیے آپ نے خلافت ترک فرما کر مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کو آپس کی خونریزی سے بچالیا اور ان میں صلح پیدا فرما کر اپنی سیادت کا وہ عملی ثبوت پیش فرما دیا جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت دی تھی۔

إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ يُصْلِحَ بَيْنَ فِئَتَيْنِ
عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ (۱)
یہ میرا بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام حسن ؑ نے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث پر عمل فرماتے ہوئے کہ خلافتِ راشدہ کی عمر تیس سال ہے اس کی عمر پوری ہونے پر خلافت ترک فرمادی۔ (۲)

گویا خلافت پر اس وقت تک جبر ہے جب تک کہ اس کے رشد کا دور قائم رہا اور اس کے ختم ہوتے ہی علیحدہ ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ جس کا یہ ثمرہ نکلتا ہے کہ انہیں راشدہ خلافت مطلوب تھی جو اہل اللہ کے خواہش کرنے کی چیز ہے اور اس پر جہاد اور استقامت ان کے دین کا منقضی ہوتا ہے۔ مطلق حکمرانی انہیں مطلوب نہ تھی۔ شہزادہ امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ عمل کر کے عین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی تفسیر پیش کر دی۔ جس کا تعلق صلح سے تھا اور شہزادہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جہاد کا عمل کر کے کربلا میں اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کی عملی تفسیر پیش فرمادی۔ دونوں شہزادگان سرور کو نبین صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل عین حکم خداوندی و مصطفوی کے مطابق ہوئے۔ اس سے پتہ چلا کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ خلافت نبوت کا دور ختم ہو چکا ہے۔ تو اس کی طلب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کے کربلا کے اقدام کو مطلب خلافت پر محمول کرنا اول درجہ کی جہالت اور بے دلیل ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خروج امام حسین بناء بر دعوائے خلافت راشدہ پیغامبر کہ درسی سال منقضی گشت نبود بلکہ بنا بر تخلص رعایا از دست ظالم بود اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات (۱)

ترجمہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا دعوائے خلافتِ راشدہ کی بنا پر نہ تھا جو تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی۔ بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے چھڑانے کی بنا پر تھا اور ظالم کے مقابلہ میں مظلوم کی اعانت و اجابت (دین) میں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ جب یزید کا خلیفہ ہونا شرعاً درست و ثابت نہیں تو اس کے خلاف اقدام کرنے والا کیونکر باغی قرار دیا جاسکتا ہے اقدام امام نہ طلب خلافت کے لیے تھا نہ حصول جاہ و اقتدار کے لیے۔ بلکہ یہ ایک عظیم جہاد تھا جو کہ مظلوموں کو ظالموں کے پنجوں سے رہائی دلانے کے لیے تھا۔

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

وَأَمَّا (.....) بَعْضُ الْجَهْلَةِ مِنْ أَنَّ الْحُسَيْنَ كَانَ بَاغِيًّا تَحْتَهُ تَوَاضَعُ السُّنَّةُ وَالْجَمَاعَةُ وَلَعَلَّ هَذَا مِنْ هَذِيكَا تِلْكَ الْخَوَارِجِ اور یہ جو بعض جہلانے افواہ اڑا رکھی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے تو اہل السنۃ و الجماعت کے نزدیک باطل ہے شائد یہ خاریجیوں کے ہذیانات ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

عبارت مذکورہ سے واضح ہوا کہ وہ لوگ جاہل ہیں۔ جنہوں نے سیدنا امام عالی مقام پر بغاوت کا الزام لگانے کی کوشش کی ہے۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا صحابی اور اہل بیت رسول اور افضل المسلمین ہوتے ہوئے کربلائی اقدام کسی حصول جاہ و اقتدار کے لیے نہ تھا بلکہ عظیم جہاد تھا جس کو معرکہ کربلا میں عملی شکل میں پیش فرمایا۔ جب یزید خلیفہ ہی نہیں تو اس کے خلاف اقدام کیونکر باغیانہ ہو سکتا ہے۔ ہر چیز کا کوئی نہ کوئی معیار ہوتا ہے آخر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بھی تو کوئی معیار ہونا چاہیے ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ شتر بے مہار دعوائے خلافت کر دے اور لاشی کے زور سے خلافت کے تخت پر بیٹھ جائے اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بن جائے۔ اگرچہ شراب خور، زنا کار، تارکِ صوم و صلوٰۃ غرضیکہ پکا فاسق و قاجر بلکہ عقائد بھی کافرانہ و ملحدانہ رکھتا ہو کیا کوئی سچا فقیہ مسلمان اس دھاندلی کی اجازت دے سکتا ہے۔ حاشا و کلامِ گر نہیں۔

یزید کے بعض کافرانہ عقائد و نظریات

یزید کے کفریہ عقائد بیان کرتے ہوئے ائمہ لکھتے ہیں کہ یزید کہا کرتا تھا:

لَيْتَ أَشْيَاخِي يَبْدُرُ شَهْدَاءَ

جَزَعُ الْخُزُرِجِ مِنْ وَقْعِ الْأَسَلِ

کاش میرے بدروا لے وہ بزرگ جنہوں نے تیر کا کر بنی خزرج کی فزع و جزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔

قَدْ قَتَلْنَا الْقَوْمَ مِنْ سَادَاتِكُمْ

وَعَدَلْنَا مِثْلَ بَدْرِ فَأَعْتَدِلْ

اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (امام حسین) کو قتل کر کے بدروا کی بجی کو سیدھا کر دیا۔

فَاهْلُوا وَاسْتَعْلُوا فَرْحًا

ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تَقْتُلْ

اس وقت خوشی کے مارے ضرور باواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔

لَسْتُ مِنْ خُنْدَفٍ إِنْ لَمْ أَنْتَقِمِ

مِنْ بَنِي أَحْمَدَ مَا كَانَ فَعَلَ (۱)

میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد سے ان کے کیے ہوئے کا بدلہ نہ لے لوں۔

لَعَبْتُ بَنُو هَاشِمٍ بِالْمَلِكِ فَلَا

خَيْرَ يُجَاءَ وَلَا وَجْهَ نَزَلَ

بنی ہاشم نے ملک گیری کے لیے ایک ڈھونک رچایا تھا اور نہ کوئی خبر آسمانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ (۲)

یہ ہیں یزید کے کفریہ عقائد و نظریات جو دین اسلام اور اس کے حقائق کا انکار کرنے کے ساتھ اپنے نجس و ناپاک خیال کا اظہار کرتا ہے کہ میں نے بدروا لوں کا آلِ رسول ﷺ سے بدلہ لیا ہے۔ علامہ آلوسی اپنا فیصلہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَنَّ الْخَبِيثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرِسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ. هَذَا هُوَ الْمَرْوِيُّ مِنَ الدَّيْنَيْنِ وَقَوْلُهُ مَنْ لَا يَزِجُ إِلَى اللَّهِ وَلَا إِلَى دِينِهِ وَلَا إِلَى كِتَابِهِ وَلَا إِلَى رَسُولِهِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَلَا بِمَا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ. (۳)

کہ یہ خبیث یزید تو رسالت مقدسہ نبی علیہ السلام کا بھی قائل تھا۔ یعنی یہ ہے دین اسلام سے کھلم کھلا خارج ہونا یزید کا اور اس کا یہ قول کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور نہ ہی اس کے دین کی طرف اور نہ ہی اس کی کتاب کی طرف اور نہ ہی اس کے رسول کی طرف اور نہ ہی اللہ پر اور جو کچھ اس کی طرف سے

آیا ہے رجوع نہیں کرے گا۔

(۲) تفسیر روح البانی: علامہ آلوسی، ج: ۲۹، ص: ۷۲۔

(۱) تفسیر روح البانی: علامہ آلوسی، ج: ۲۹، ص: ۷۲۔

(۳) تذکرہ خواص الامم، ص: ۱۳۸، ج: ۱، ص: ۲۲۲، طبری، ص: ۲۵۸۔

یزید کا حلتِ شراب کے متعلق نظریہ آیت قرآنی کا تمسخر

یزید علانیہ شراب کے دور چلاتا تھا اور عیش و عشرت کرتا تھا جب اس کو شراب سے روکا جاتا تھا تو کہا کرتا تھا کوئی بات نہیں۔

فَإِنْ حَزَمْتَ يَوْمًا عَلَى دِينِ أَحْمَدٍ

فَقَدْ عَلَى دِينِ مَسِيحِ بْنِ مَرْيَمَ

اگر دین احمد میں شراب نوشی حرام ہے تو پھر مسیح بن مریم (علیہ السلام) کے دین پر پی لو۔

مَا قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِلَّذِينَ شَرَبُوا

بَلْ قَالَ رَبُّكَ وَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ

خدا نے شراب خوروں کے بارے میں ویل للشاربین نہیں کہا۔ البتہ نماز گزاروں کے متعلق قرآن میں ویل للمصلین موجود ہے۔ یعنی ہلاک ہو جاویں شرابی نہیں کہا بلکہ ہلاک ہو جاویں نمازی کہا ہے۔^(۱)

العیاذ باللہ۔ خدا اور رسول اور قرآن کا کیسا کھلا تمسخر کیا گیا ہے اور آیات خداوندی کو کس طرح اپنی شراب نوشی پر دلیل بنانے کی کوشش کی۔ جیسے آج کل بھی شراب نوشی کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ شراباً طہورا جنت میں بھی جنتی لوگوں کو شراب ملے گی کون سی طہورا پاک۔ اس لیے ہم شراب پیتے ہیں خدا نے اس کی تعریف کی ہے۔

یزید اور محرماتِ شرعیہ، زنا، ترکِ نماز، شراب کا ارتکاب

حضرت عبداللہ بن حنظلہ (غلیل ملائکہ علیہ السلام) بیان کرتے ہیں:

واقدی نے متعدد طریق سے یہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ ابن حنظلہ نے فرمایا کہ واللہ ہم نے یزید کی بیعت کو اس وقت فسخ کیا جب ہم کو اپنے اوپر آسمان سے پتھر برسائے جانے کا خطرہ پیدا ہوا کہ وہ (یزید) اپنی اولاد کی ماؤں سے بیٹیوں سے اور بہنوں سے نکاح کرتا ہے اور نماز ترک کرتا ہے۔

فَقَدْ أَخْرَجَ الْوَاقِدِيُّ مِنْ طَرِيقِي أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حَنْظَلَةَ بْنَ الْغَيْلِ قَالَ وَاللَّهِ مَا خَرَجْنَا عَلَى يَزِيدَ حَتَّى خُفِّتَا أَنْ تَرَى بِالْحِجَارَةِ مِنَ السَّمَاءِ أَنَّهُ رَجُلٌ يَنْكِحُ أَقْهَاتِ الْأَوْلَادِ وَالْبَنَاتِ وَالْأَخَوَاتِ وَيَشْرِبُ الْخَمْرَ وَيُدْغِ الصَّلَاةَ.^(۲)

یزید گانے باجے، ناچ، راگ، کتوں، بندروں کا دلدادہ

یزید کی عیش و عشرت اور عادات و اطوار کا یہ حال تھا:

یزید بڑا عیش و عشرت پسند، شکاری، جانوروں، کتوں، بندروں اور چیتوں کا دلدادہ تھا اور ہر وقت اس کے ہاں شراب خوری کی بزمیں لگی رہتی تھیں۔

وَكَانَ يَزِيدُ صَاحِبَ طَرَبٍ وَجَوَارِحٍ وَكِلَابٍ وَقُرْدُوْدٍ يَهْمُوْنَ وَمَنَادِمَةً عَلَى أَشْرَابٍ.

(۱) تفسیر مظہری، ج: ۲، ص: ۱۹۱۲، ابن اثیر کا مل، ج: ۳، ص: ۳۶۰

(۲) تاریخ الخلفاء، ص: ۷۰۲

جب یزید کی بدکرداریوں کی عام شہرت ہوئی تو مدینہ کے لوگوں پر یہ بات بالخصوص شاق گزری۔ حاکم عثمان بن محمد بن ابی سفیان نے معاملہ کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اشرف مدینہ کا ایک وفد مرتب کر کے یزید کے پاس بھیجا جس میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری اور حضرت منذر ابن زبیر رضی اللہ عنہ شامل تھے عثمان کا خیال تھا کہ یہ لوگ یزید کی عطا و بخشش سے مطمئن ہو جائیں گے مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوا۔ ان حضرات نے واپس آ کر یزید کے کردار کو بالکل طشت از بام کر دیا۔ اگرچہ یزید نے رخصت کے وقت حضرت عبداللہ کو ایک لاکھ اور ان کے ہمراہوں کو دس دس ہزار درہم دیے۔ یزید کا خیال تھا کہ اس حیلہ سے ان کو اپنے دام میں پھانسنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ مگر اس کی توقع کے خلاف جب یہ حضرات واپس لوٹ کر مدینہ طیبہ پہنچے تو کھلے بندوں یزید کی برائیاں آنکھوں دیکھی بیان کیں۔

فَظَهَرَ وَأَظْلَمَ يَزِيدٌ وَعَبِيهِ وَقَالُوا قَدِمْنَا مِنْ عِنْدِ رَجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِينٌ يَنْفَرُ بِالْحَمْرِ وَيَطْرُبُ بِالطَّنَائِدِ عِنْدَهُ الْفَقِيهَانِ وَالْمَعَارِفُ وَمُلْعَبٌ بِالْكَلَابِ وَيُسِيرُ عِنْدَهُ الْحَرَابُ وَهُمْ اللَّصُوصُ وَأَنَا شَهِدْتُكُمْ أَكَاثِدَ خَلْعَنَا. (۱)

یزید کے متعلق یہ برائیاں ظاہر کیں کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے ہو کر آئے ہیں جو بالکل بے دین ہے۔ شراب پیتا ہے طنبورے بجاتا ہے اس کے سامنے کنیزیں بالے بجاتی ہیں کتوں کے کھیل سے دل بہلاتا ہے رات بدمعاشوں اور چوروں کے گروہ میں جنگی کہانیاں بیان ہوتی ہیں۔ ہم تمہیں گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔

چنانچہ دیگر اہل مدینہ نے بھی یزید کی بیعت توڑ دی۔ جس کے نتیجہ میں وہ واقعہ ہوا۔ جو واقعہ حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

وَقَدْ رَوَى أَنْ يَزِيدَ كَانَ قَدْ اشْتَهَرَ بِالْمَعَارِفِ وَشَرِبِ الْخَمْرِ وَالْغَنَاءِ وَالصَّيْدِ وَاتِّخَاذِ الْغُلَمَانِ وَالْفَقِيهَانِ وَالْكَلَابِ وَالنِّطَاحِ بَيْنَ الْكِبَاشِ وَالذَّبَابِ وَالْقِرْدِ وَمَا مِنْ يَوْمٍ أَلَا يَصْبِحُ فِيهِ تَحْمُورًا وَكَانَ يَشْدُ الْقِرْدَ عَلَى قَرَسٍ مَسْرَجَةٍ بِمَالٍ وَيَسْوِقُ وَيَلْبَسُ الْقِرْدَ قِلَاسَ الذَّهَبِ وَكَذَلِكَ الْغُلَمَانُ وَكَانَ يَسَابِقُ بَيْنَ الْحَيْلِ وَكَانَ إِذَا مَاتَ الْقِرْدُ حَزِنَ عَلَيْهِ. (۲)

اور تحقیق روایات سے ثابت ہے کہ یزید سرود و نغمہ، ساز و راگ، شراب نوشی اور سیر و شکار کے اندر اپنے زمانہ میں مشہور تھا نو عمر لڑکوں، گانے والی دو شیرازوں اور کتوں کو اپنے گرد جمع رکھتا تھا۔ سینک والے لڑاکا مینڈھوں، ساندھوں اور بندروں کے درمیان لڑائی کا مقابلہ کرواتا تھا۔ ہردن صبح نشہ میں مخمور رہتا تھا۔ زین کے ہوئے گھوڑوں پر بندروں کو رسی سے باندھ دیتا تھا اور پھراتا تھا۔ بندروں اور نو عمر لڑکوں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا۔ گھوڑوں کے درمیان دوڑ کا مقابلہ کرواتا تھا۔ جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کا سوگ منایا جاتا تھا۔

سیدنا امام عالی مقام کا جہادِ عظیم

حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظالم و جابر بادشاہ سے نجات حاصل کرنے پر اس کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ فرمایا حضور رسول اللہ ﷺ نے کہ پہنچیں گی آخری زمانہ میں میری امت کو سختیاں نجات نہیں پائے گا مگر وہ شخص جو کہ بچائے اللہ کے دین کو پس جہاد کیا اس نے اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے دل سے۔ پس یہی شخص ہے جو نیکیوں میں سابق ہے۔

اس حدیث سے روشن الفاظ میں ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے جابر و ظالم بادشاہ کی سختیوں سے نجات کی بنیاد جہاد پر رکھی جس میں جابر فرماں روا کے ساتھ بھی جنگ کرنا جہاد شمار کیا گیا ہے۔

سرکار رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری مشہور حدیث میں بھی اس طرف اشارہ بیان فرمادیا۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ^(۱)
سب سے بہتر جہاد وہ کلمہ حق ہے جو کسی جابر غیر عادل بادشاہ کے سامنے بر ملا کہا جائے۔

تیسری حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مَنَكْرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ
فَبِلِسَانِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ
الْإِيمَانِ.

علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

وَصِفَةُ الْإِمَامِ أَنْ يَكُونَ مُجْتَنِبَ الْكِبَائِرِ وَمُسْتَعِزًّا
بِالصِّغَائِرِ عَالِمًا بِحُسْنِ السِّيَاسَةِ لِأَنَّ هَذَا الَّذِي
كُلِّفَ بِهِ

اس کے پھر کچھ آگے علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

فَإِنْ قَامَ عَلَى الْإِمَامِ الْقَرْشِي مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْهُ أَوْ مِثْلُهُ
أَوْ دُونَهُ قَاتِلُوا كُلَّهُمْ مَعَهُ لَمَّا دُكِرْنَا قَبْلَ الْآنَ يَكُونُ
جَائِرًا فَإِنْ جَائِرًا فَقَامَ عَلَيْهِ مِثْلُهُ أَوْ دُونُهُ قَاتِلُوا مَعَهُ
الْقَائِمَ لِأَنَّهُ مُنَكَّرٌ زَائِرٌ فَإِنْ قَائِمٌ عَلَيْهِ أَعْدَلُ مِنْهُ
وَجِبَ الْقِتَالُ مَعَ الْقَائِمِ لِأَنَّهُ تَغْيِيرُ مُنَكَّرٍ^(۲)

تم میں جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے ہاتھ سے
مٹا دے اور اگر اس کی قدرت نہیں تو زبان سے مذمت کرے اور
اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل میں برا سمجھے یہ ایمان کا
نچلا درجہ ہے۔

امام کی شان یہ ہے کہ وہ کبار سے اجتناب کرے اور صغائر کا
اظہار نہ کرے حسن سیاست اور تدبیر مملکت کی خصوصیات کو جانتا
ہو کیونکہ اس بات کا وہ مکلف ہے۔

پس اگر قریبی امام کے خلاف ایسا شخص کھڑا ہوا جو اس سے بہتر یا اس
کے مثل ہو یا اس سے کم ہو تو چاہیے کہ سب متحد ہو کر اس کے ساتھ قتال
کریں۔ جہاں اس کے کہ وہ امام غیر عادل ہو پس اگر وہ امام غیر عادل ہے
اور اس کے مقابلہ میں ایسا شخص کھڑا ہوا جو اس کے مثل یا اس سے کم
ہے تو چاہیے سب مل کر اس کے ساتھ قتال کریں اور اگر اس کے

مقابلہ میں ایسا شخص کھڑا ہوا ہو جو اس سے بہتر ہے تو چاہیے کہ سب اس کھڑے ہونے والے کے ساتھ متحد ہو کر اس امامِ جائز کے خلاف قتال کریں کیونکہ یہ امر منکر کی تعمیر ہے۔

معلوم ہوا کہ امام المسلمین ہونے پر جن چیزوں کی اہلیت و صلاحیت ہونا ضروری ہے وہ یزید میں ہرگز نہ تھیں اور امامِ عالی مقام کا اقدام بالکل شرعاً جہادِ عظیم ہے۔ اس اصول اور ارشادِ نبوت ﷺ کے مطابق امامِ عالی مقام پر لازم ہو گیا کہ وہ یزید عنید کے خلاف جہاد کریں۔

چنانچہ علامہ ابنِ خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

فَإِمَّا الْحُسَيْنَ فَإِنَّهُ لَمَّا ظَهَرَ فُسِقُ يَزِيدَ عِنْدَ الْكَافَّةِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِهِ بَعَثَتْ شِيعَةُ أَهْلِ الْبَيْتِ بِالْكُوفَةِ لِلْحُسَيْنِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ فَيَقُومُوا بِأَمْرِهِ فَرَأَى الْحُسَيْنُ أَنَّ الْخُرُوجَ عَلَى يَزِيدَ مُتَعَيِّنٌ مِنْ أَجْلِ فَسِقِهِ لَا سِيَّامًا مِنْ لَهُ الْقُدْرَةُ عَلَى ذَالِكَ وَظَلَمَهَا مِنْ نَفْسِهِ بِأَهْلِيَّةٍ وَشَوْكَةٍ فَأَمَّا الْأَهْلِيَّةُ فَكَانَتْ كَمَا ظَنَّ وَزِيَادَةً وَأَمَّا الشَّوْكَةُ، فَغَلَطَ يَزِيدُ رَحِمَهُ اللَّهُ فِيهَا لِأَنَّ عَصَبِيَّةَ مُضَرٍّ كَانَتْ فِي قُرَيْشٍ وَعَصَبِيَّةَ قُرَيْشٍ فِي عَبْدِ مَنَافٍ وَعَصَبِيَّةَ عَبْدِ مَنَافٍ إِمَّا كَانَتْ فِي بَنِي أُمَيَّةَ تَعْرِفُ ذَالِكَ لَهُمْ قُرَيْشٌ وَسَائِرُ النَّاسِ وَلَا يَنْكُرُونَهُ (۱)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تو جب یزید کا فسق و فجور اس کے دور کے سب لوگوں کے نزدیک نمایاں ہو گیا تو کوفہ کی اہل بیت کی جماعت نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اہل کوفہ کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں کھڑے ہو جائیں گے تو اس وقت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا اب یزید کے خلاف کھڑے ہو جانا متعین ہے اس کے فسق کی وجہ سے۔ (اور مقابلہ کی قوت فراہم ہو جانے سے) بالخصوص اس شخص کے لیے جسے کھڑے ہونے کی قدرت حاصل ہو جائے اور اہلیت بھی موجود ہو اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے اندر اس قوت کا طعن غالب پیدا ہو گیا مع اپنی صلاحیت و اہلیت کے جہاں تک تعلق ہے صلاحیت کا تو وہ بلاشبہ ان میں یعنی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ میں تھی جیسا کہ انہوں نے گمان کیا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن جہاں تک یزید کے مقابلہ کی قوت کا تعلق تو اپنے اندر اس کے سمجھنے میں نہ پہنچ سکے کیونکہ اس وقت مضر کی ساری جماعتیں طاقتِ قریش میں تھیں اور قریش کی جماعتی طاقت عبد مناف اور عبد مناف کی ساری قبائلی طاقت بنی امیہ میں تھی۔ پس قبائلی اور خاندانی طاقتیں کل کی کل یزید کو حاصل تھیں جسے قریش اور سب لوگ برملا پہچانتے تھے اور کسی کو اس سے انکار نہ تھا۔

عبارت بالا سے واضح ہو گیا کہ یزید کے فتن کے متعلق صحابہ میں دورائیں نہ تھیں بلکہ اس کے خلاف کھڑا ہونے میں دورائیں تھیں اور سیدنا امام عالی مقام کے شرعی موقف کی پوری وضاحت ہوتی ہے کہ ان کا خروج مذہبی نقطہ نگاہ سے اقتدارِ یزید کے خلاف جہادِ عظیم تھا۔

نیز مقام بیضہ راہِ کربلا پر جو خطبہ امام عالی مقام نے اپنی زبانِ حق ترجمان سے بیان فرمایا اسے بھی بغور جانا جائے۔

اَنَّ الْحَسَنِ خُطِبَ اَصْحَابَهُ وَاَصْحَابَ الْحَزَنِ بِالْبَيْضَةِ مُحَمَّدٌ
اللّٰهُ وَاَتْلُوْا عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَأَى سَلْطَانًا
جَائِرًا مُّسْتَجْلِبًا لِّحُرْمِ اللّٰهِ تَاكِفًا لِّعَهْدِ اللّٰهِ مُخَالِفًا لِّسُنَّةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْصِلُ فِي عِبَادِ
اللّٰهِ بِالْاَرْثِ الْعُدُوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ مَا عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَلَا قَوْلٍ
كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَدْخُلَهُ مَدْخَلُهُ اِلَّا وَاِنْ هُوَ لَا قَدْ
لِزُمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوْا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَاَظْهَرُ
وَالْقِسَادُ عَطَلُوْا الْحُدُوْدَ وَاَسْتَاثَرُوْا بِالْقِيَمِ وَاَحْلَوْا
حَرَامَ اللّٰهِ وَحَرَمُوا حَلَالَ اللّٰهِ وَاَنَا اَحَقُّ مِنْ غَيْرِيْ۔

امام عالی مقام نے مقام بیضہ میں خطبہ دیا جس میں خُراور آپ کے
ساتھی بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پھر فرمایا اے لوگو! رسول اللہ
ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی سلطان جائز کو دیکھے کہ اس نے خدا
کی حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرا لیا ہے اور عہدِ الہی کو توڑ رہا ہے اور
سنتِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر رہا ہے اللہ کے بندوں کے ساتھ ظلم
اور زیاتی کا معاملہ کرتا ہے۔ پس یہ سب کچھ دیکھتے جانتے بھی اپنے
قول و عمل سے اس شر کو مٹا کر اپنا فرض ادا نہیں کرتا تو خدا کا تقاضائے
عدل ہے کہ اسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دے۔ غور سے سنو کہ ان
یزیدیوں نے شیطان کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور خدا کی
بندگی کو چھوڑ رکھا ہے ان لوگوں نے ہر طرف فساد پھا کر دیے ہیں اور
شریعت کی حدود کو معطل کر دیا اور سرکاری مال کو ذاتی مفاد پر خرچ کیا خدا
کے حرام کو حلال کیا اور اس کے حلال کو حرام کر دیا اور یزیدیوں کے
شرمنانے والوں میں سے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں۔

صحابہ پر یزید کا فسق و فجور مسلم

اور عدم شرکتِ امام پر موقفِ صحابہ نیز کربلائی اقدام پر اتفاق

اب رہا یہ کہ جب سرکارِ سیدنا امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ نے اقدامِ جہاد کیا تو اس وقت کے دور کے دوسرے صحابہ ان کے ساتھ
کربلائی اقدام میں کیوں شریک نہ ہوئے کیا وہ یزید کو خلیفہ جانتے تھے اور اس کے خلاف خروج کو جائز نہ جانتے تھے۔ اگر صحابہ پر
یزید کا فسق مسلم تھا تو وہ ضرور سیدنا امام کے ساتھ ہوتے۔ یہ الزام بھی بالکل سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ صحابہ پر یزید کا فسق مسلم ہو چکا
تھا۔ لیکن صرف فتنہ و خونریزی کے اندیشہ کے پیش نظر اس کے خلاف خروج نہیں کیا اور یہ ان کا اپنا اجتہاد تھا۔
چنانچہ اس کے متعلق مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔ جو یزیدی پادری کے نزدیک مہتمم علیہ موزع ہیں۔

وَمَا حَدَّثَ فِي يَزِيدٍ مَا حَدَّثَ مِنَ الْفُسْقِ اِخْتَلَفَ
الصَّحَابَةُ جَبْنِيْدِي فِي شَأْنِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ رَأَى الْخُرُوْجَ
وَنَقَضَ الْبَيْعَةَ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَمَا فَعَلَ الْحَسَنِ

اور جب یزید میں وہ بات پیدا ہو گئی جو پیدا ہونی تھی یعنی فسق
و فجور۔ تو صحابہ اس کے بارہ میں مختلف آرا ہو گئے بعضوں نے اس کی
بیعت توڑ دی اور اس کے خلاف کھڑے ہو جانے کو ضروری سمجھا اس

فسق کی وجہ سے جیسا کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا اور بعض نے فتنہ اور کثرتِ قتل کے خطرات اور اس کی روک تھام سے عجز محسوس کرنے کی وجہ سے اس سے انکار کیا۔ کیونکہ اس دور میں یزید کی شوکت و قوت بنی امیہ کی عصبيت تھی اور اکثر اہل حل و عقد قریش تھے اور اس کے ساتھ مضر کی ساری کی ساری عصبيت اور جماعتی قوت بھی لگی ہوئی تھی اور وہ سب قوتوں سے بڑے قوت تھے جس کی تاب و مقاومت کوئی نہیں لاسکتا تھا اس لیے کہ جو لوگ (یزید کے مخالف بھی تھے) وہ اس وجہ سے اس کے مقابلہ سے رک گئے اور اس کے لیے دعا (ہدایت) مانگنے اور اپنے کو اس سے راحت دینے میں رہنے لگ گئے عام طور سے (اس وقت) مسلمانوں کی اکثریت کا بھی یہی طریقہ رہا اور سب کے سب مجتہد تھے کوئی دنیوی غرض درمیان میں حاصل نہ تھی۔ فریقین میں کوئی ایک دوسرے پر ملامت نہیں کرتا تھا۔ پس مقاصد ان کے نیک تھے اور حق کی جستجو ان کی نیک تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء ہمیں بھی نصیب کرے۔

اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا دوسرے صحابہ جو حجاز میں تھے اور یزید کے ساتھ شام اور عراق میں تھے اور جو لوگ ان کی رائے کے تابع تھے یزید کے خلاف خروج کرنا ناجائز سمجھتے تھے اگرچہ یزید (ان کے نزدیک) فاسق تھا۔ کہ اس خروج سے قتل و خون ریزی کافی ہوتی تو یہ حضرات اس خون ریزی سے رک گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ ہوئے۔ مگر حضرت پر کوئی انکار اور ملامت بھی نہ کیا اور نہ ہی انہیں گنہگار سمجھا کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ مجتہد تھے (اور یہ حضرات بھی) اور مجتہدوں کا یہی طریقہ ہے کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد پر ملامت نہیں کرتا۔ اگرچہ رائے میں اسے خاطی بھی سمجھتا ہو۔

وَعَبَدَ اللَّهُ ابْنَ زُبَيْرٍ وَمَنْ تَبِعَهُمَا فِي ذَلِكَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَبَاهُ مَا فِيهِ مِنْ آثَارِ الْفِتْنَةِ وَكَثْرَةِ الْقَتْلِ مَعَ الْعِزِّ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِ لِأَنَّ شَوْكَةَ يَزِيدَ يَوْمَئِذٍ هِيَ عَصَابَةُ بَنِي أُمَيَّةَ وَجَهْلُورُ أَهْلِ الْحِلِّ وَالْعُقْدَةِ مِنْ قُرَيْشٍ وَكَشَبَعُ عَصِيَّةٍ مُضَرٍّ أَجْمَعٍ وَهُوَ أَعْظَمُ مِنْ كُلِّ شَوْكَةٍ وَلَا يَطَاقُ مَقَاوِمَهُمْ ... عَنْ يَزِيدٍ بِسَبَبِ ذَلِكَ وَأَقَامُوا عَلَى الدُّعَاءِ بِهَذَا يَدِ الرَّاحَةِ مِنْهُ هَذَا كَانَ شَأْنُ جَهْلُورِ الْمُسْلِمِينَ وَكُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يُنْكَرُ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْفَرِيقَيْنِ مَا قَصَدَهُمْ إِلَّا فِي الْبِرِّ وَتَحْزِي الْحَقِّ مَعْرُوفَةٌ وَقَفَقْنَا اللَّهَ لَا فِتْنًا بَيْنَهُمْ. (۱)

اس کے آگے چل کر علامہ لکھتے ہیں:

وَأَمَّا غَيْرُ الْحُسَيْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ كَانُوا بِأَحْجَازٍ وَمَعَ يَزِيدٍ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ وَمِنَ التَّابِعِينَ لَهُمْ فَرَأَوْا أَنَّ الْخُرُوجَ عَلَى يَزِيدٍ وَإِنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَجُوزُ لَهَا يَنْشَأُ عِنْدَ مِنَ الْجَرْجِ وَالذِّمَاءِ فَاقْصُرُوا عَنْ ذَلِكَ وَلَمْ تُبَايَعُوا الْحُسَيْنِ وَلَا أَنْكَرُوا عَلَيْهِ وَلَا أَعْمُوهُ لِأَنَّهُ مُجْتَهِدٌ وَهُوَ أَسْوَأُ الْمُجْتَهِدِينَ.

ایک اور مقام پر حافظ ابن کثیر وضاحت کرتے ہیں:

وَأَمَّا الْحُسَيْنِ بْنُ عَلِيٍّ فَإِنَّ وَلِيْدَ تَشَاغَلَ عَنْهُ بِابْنِ الزُّبَيْرِ وَجَعَلَ كُلَّمَا بَعَثَ إِلَيْهِ يَقُولُ حَتَّى تَنْظُرَ وَمَنْظُرُ

اور ہا معاملہ سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کا تو ولید جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں لگ کر حسین رضی اللہ عنہ سے کچھ غافل ہوا اور جب بھی ان سے

ثُمَّ جَمَعَ أَهْلَ بَيْتِهِ وَرَكِبَ لَيْلَةً الْإِحْدَ الْثَلَاثِينَ بَقِيَّةً
مِنْ رَجَبٍ مِنْ هَذِهِ السَّنَةِ بَعْدَ خُرُوجِ ابْنِ زُبَيْرٍ بَلَيْلَةً
وَلَمْ يَتَخَلَّفْ عَنْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِهِ سِوَى مُحَمَّدِ ابْنِ
الْحَنَفِيَّةِ فَإِنَّهُ قَالَ لَهُ وَاللَّهِ يَا أَخِي لَأَنْتَ أَغْرَأَ أَهْلَ
الْأَرْضِ عَلَيَّ وَإِنِّي تَأَمِّعُ لَكَ لَا تَدْخُلَنَّ مِصْرًا مِنْ هَذِهِ
الْأَمْصَارِ وَلَكِنْ أَسْكُنِ الْبَوَادِي وَالرَّمَالَ وَابْعَثْ إِلَى
النَّاسِ فَإِذَا تَأَيَّعُوا وَاجْتَمَعُوا عَلَيْكَ فَأَدْخِلِ الْمِصْرَ
وَإِنْ أَيْبَسْتَ إِلَّا سَكُنِ الْمِصْرَ فَأَذْهَبَ إِلَى مَكَّةَ فَإِنْ
رَأَيْتَ مَا تُحِبُّ وَالَا تَرْفَعْتَ إِلَى الرَّمَالِ وَالْجِبَالِ فَقَالَ
لَهُ جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا فَقَدْ نَصَحْتَ وَأَشْفَقْتَ
وَسَارَ الْحُسَيْنُ إِلَى مَكَّةَ.

بیعت کے لیے کہتا تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ جواب دیتے رہے کہ تم بھی سوچ
سمجھ لو۔ ہم بھی غور کر رہے ہیں اس کے بعد انہوں نے اپنے اہل و عیال
کو جمع کیا اور اس سنہ کے رجب کی دو راتیں رہ گئی تھیں کہ وہ روانہ
ہو گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی روانگی کے ایک رات بعد اور ان کے
خاندان میں سے کوئی بھی ساتھ سے نہیں رہا سوائے محمد بن الحنفیہ کے
تو محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا خدا کی قسم
میرے بھائی میں تمہیں اپنی نظر میں ساری دنیا سے عزیز جانتا ہوں
اور میں تمہاری خیر خواہی سے یہ کہتا ہوں کہ اول تو تم کسی بھی شہر میں ان
شہروں میں سے مت جاؤ بلکہ دیہات و ریگستان میں قیام کرو اور
لوگوں کو اطلاع دو اگر وہ تم سے بیعت کر لیں اور تم پر جمع ہو جائیں تب
شہروں کا رخ کرو اور اگر بہر صورت تم اور شہروں میں رہنا چاہتے ہو تو
مکہ چلے جاؤ اگر وہاں وہ بات پوری ہو جائے جو تم چاہتے ہو
تو فہما۔ ورنہ ریگستانوں اور پہاڑوں میں ہی قیام رکھو۔ اس پر سیدنا
حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم نے
نیک مشورہ دیا ہے اور شفقت کی اور کہہ کاراستہ لیا۔

اور علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

وَلَا يَذْهَبُ بِكَ الْغَلَطُ أَنْ تَقُولَ بِتَأْيِيدِهِ هُوَ لَا
يُمُخَالَفَةُ الْحُسَيْنِ وَقَعُودُهُ هُمْ عَنْ نَصْرِهِ فَإِنْ كَثُرَتْ
الضَّحَابَةُ كَانُوا مَعَ يَزِيدَ وَلَمْ يَرَوْا الْخُرُوجَ عَلَيْهِ وَكَانَ
الْحُسَيْنُ يَنْتَشَهُ بِهُمْ وَهُوَ يَقُولُ فِي كَرْبَلَا عَلَى فَضْلِهِ
وَحَقِّهِ وَيَقُولُ سَلُوا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبَا سَعِيدَ
الْخُدْرِيَّ وَأَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَسَهْلَ بْنَ سَعِيدٍ وَزَيْدَ ابْنَ
أَرْقَمَ وَأَمْثَالَهُمْ وَلَمْ يَنْكُرْ عَلَى قَعُودِهِمْ عَنْ نَصْرِهِ وَلَمْ
تَعْرِضْ لِدَالِكَ لِيُعْلِمَهُ إِنَّهُ عَنْ اجْتِهَادٍ مِنْهُمْ كَمَا كَانَ
فَعَلَهُ عَنْ اجْتِهَادٍ مِنْهُ - (۱)

کہیں تم اس غلطی میں نہ پڑ جانا کہ تم ان لوگوں کو جو سیدنا حسین کی
رائے کے مخالف تھے اور ان کی مدد کے لیے (عملاً) کھڑے نہیں
ہوئے گنہگار کہنے لگو۔ اس لیے کہ گوصحابہ کی اکثریت ہے جو یزید
کے ساتھ تھے اور اس پر خروج جائز نہیں سمجھتے تھے اور خود سیدنا امام
حسین رضی اللہ عنہ اپنے حق اور اپنی فضیلت کے بارہ میں انہیں میدان
کربلا میں قتال کرتے ہوئے بطور گواہ کے پیش فرما رہے تھے
تو جب وہ انہیں گنہگار نہیں سمجھتے تھے بلکہ متقی و عادل جانتے تھے
جیسا کہ گواہی میں پیش کرنے سے ثابت ہے تو انہیں گنہگار سمجھنا
کب جائز ہے اور کہہ رہے تھے کہ میرے حق اور فضیلت اور
اہلیت کے بارہ میں پوچھو جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اور ابو سعید

خدری رضی اللہ عنہ سے اور انس رضی اللہ عنہ مالک رضی اللہ عنہ سے اور سہل رضی اللہ عنہ ابن سعید رضی اللہ عنہ سے اور زید بن ارقم سے اور ان جیسے دوسرے حضرات سے۔ نیز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹھ رہنے پر اور ان کو اپنا مددگار نہ دیکھ کر ان پر ملامت کی اور نہ ان سے تعرض کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان حضرات کا یہ رویہ اجتہادی ہے۔ (کسی دنیوی غرض سے نہیں ہے) جیسا کہ خود ان کا اپنا رویہ اپنے اجتہاد سے تھا۔

اہل کوفہ کے پیہم اصرار پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ رختِ سفر میں جب مصروف ہوئے تو اکابرین صحابہ اہل کوفہ کی بے وفائی کے پیش نظر انہیں کوفہ سے باز رکھنے کی تجویز میں لگے رہے کیونکہ امام عالی مقام کا نقصان ملتِ اسلامیہ کا نقصانِ عظیم تھا۔ جس کی تلافی میں کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے جو خط امام عالی مقام کو سفر کوفہ سے باز رکھنے کے لیے لکھا اس میں اس چیز کا ذکر کیا گیا ہے۔

إِنْ هَلَكْتَ الْيَوْمَ ظَلَى الْاَرْضُ قَرَانَكَ عِلْمَ الْمُهْتَدِينَ وَرَجَاءَ الْمُؤْمِنِينَ۔
اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔

لَقَدْ فُيْ هَذَا الْبَلَدِ فَيَا نَكَ سَيِّدًا اَهْلَ الْحِجَازِ۔
اس شہر میں قیام کیجیے کیونکہ آپ باشندگانِ حجاز کے امام ہیں۔
ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے روکنے میں جو حضرات پیش پیش تھے اس کی یہ وجہ نہیں کہ وہ یزید کے خلاف سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو ناجائز سمجھتے تھے بلکہ اسبابِ خروجِ مہیانہ ہونے کی بنا پر امام عالی مقام کو روکنے میں کوشاں رہے کیونکہ اہل کوفہ کے وعدوں پر ان حضرات کو کوئی اعتماد نہ تھا۔ جیسا کہ سفر کوفہ میں راستہ پر فرزدوق نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دریافت کرنے پر اہل کوفہ کی حالت کا ان الفاظ سے تعارف کرایا۔

قُلُوبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسَيُوفُهُمْ مَعَ بَنِي اُمَيَّةَ۔
لوگوں کے دل تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

اس لیے اختلاف صرف اسبابِ مہیانہ ہونے پر مبنی تھا نہ کہ اقدامِ امام پر۔

یزید کو امیر المؤمنین کہنے پر ایک شخص کو بیس کوڑے

وقَالَ تَوَقَّلْ بَنِي اَبِي نَضْرَاتٍ كُنْتُ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فَذَكَرَ رَجُلٌ يَزِيدَ فَقَالَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ تَقُولُ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَاَمْرِي بِهِ
نوفل بن ابونضرات نے فرمایا کہ میں عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر تھا۔ پس ایک شخص نے یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کو یوں کہا امیر المؤمنین یزید بن معاویہ یہ سنا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز

فَضْرِبْ عَشْرِينَ سَوْطًا^(۱)

غضب ناک ہوئے آپ نے فرمایا آیا تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے پھر آپ کے حکم پر اس کو بیس کوڑے مارے گئے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ خود بھی بنی امیہ میں سے ہیں مگر حق پرست بنی امیہ میں سے ہیں مطلقاً بنی امیہ میں سے نہیں اور حق گو کی علامت یہی ہے کہ خود حق پر ہو اور حق کو حق کہے اور باطل کو باطل۔ خود نیک ہو تو نیک کو نیک کہے اور بد کو بد کہے خواہ وہ اپنا ہی کیوں نہ ہو اور خواہ پرایا ہو حق گو اس کا قطعاً لحاظ نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کو بیس کوڑے مروائے اور امیر المؤمنین جیسا اعلیٰ خطاب حق ایک یزید پلید کے متعلق گوارا نہ فرمایا۔ کاش اگر آج بھی وہی دور ہوتا تو ایسے لوگ جو پمفلٹ اور کتابچے اور مجموعات میں یزید عنید کو امیر کہہ رہے ہیں ان کی پیٹھوں پر کوڑے مارے جاتے تو زبانیں یزید کی مدح سے رک جاتیں اور مجموعات و کتابچے ضبط ہی نہ ہوتے بلکہ ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جاتا اور دین فروش لوگوں کو بھی سمجھ آ جاتی۔

فاسق بادشاہ یا امیر حاکم کے خلاف خروج

اب رہا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جہادِ عظمیٰ کے بارے میں یہ کلام کرنا کہ یزید ایک حاکم تھا اور حاکم وقت کے خلاف یا امیر پر خروج کرنے سے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے وہ یہ کہ امیر پر خروج کسی صورت نہ کیا جائے جب تک کہ وہ کافر نہ ہو جائے۔ اس لیے امام کا خروج یا اقدام معاذ اللہ ایک امیر کے خلاف خروج تھا ان جہلاء اور ہوا خواہان یزید کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ امیر کے کافر ہو جانے پر اس کے خلاف خروج کا جواز رہتا ہی نہیں ہے کیونکہ اس حالت میں امیر باقی ہی نہیں رہتا۔ جب کہ امیر کے لیے اسلام شرط اول ہے اگر وہ اسلام سے خارج ہو جائے تو اسے معزول کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے۔ اس کے جواز یا عدم جواز کا سوال ہی نہیں رہتا اور ایسی صورت میں سیدنا امام عالی مقام کے اقدام پر بھلا کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ یہ ہے:

وَلَا تَنَازَعُوا أَمْرَ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحِظَدَ كُمْ
مِنَ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ^(۲)

اور یہ کہ حکومت کے بارے میں جو برسرِ اقتدار شخص ہے جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے بارے میں قطعی کوئی دلیل موجود ہو۔

اس ارشادِ نبوت میں کفرِ ابواخا سے مراد کفر بمعنی عصیانِ خداوندی (نافرمانی) ہے کہ حقیقی کفر جس سے انسان حدودِ اسلامی سے خارج کیا جاتا ہے۔

۱۔ مجمع البحار میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اور مراد اس سے معاصی ہیں یعنی نہ جھگڑو، حاکمانِ وقت سے مگر یہ کہ دیکھو ان سے برائی ظاہر پس نکیر کرو اس پر

وَالْمُرَادُ بِهِ الْمَعَاصِي أَيْ لَا تَنَازَعُوا الْوَلَاةَ إِلَّا أَنْ تَرَوْا مِنْهُمْ مُذَكِّرًا حَقِّقًا فَانْكَرُوهُ

اور علامہ نووی قاضی عیاض علیہ الرحمہ سے نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِيُ عِيَاظُ أَمَجُّ الْعُلَمَاءِ عَلَى أَنَّ الْإِمَامَةَ لَا تَنْعَقِدُ لِلْكَافِرِ وَعَلَى أَنَّهُ لَوْ ظَرَأَ عَلَيْهِ الْكُفْرُ انْعَزَلَ قَالَ وَكَذَلِكَ تَرَكَ أَقَامَةَ الصَّلَاةِ وَالِدُعَاءَ إِلَيْهَا قَالَ وَكَذَلِكَ عِنْدَ جَمْعٍ هُوَ هُمُ الْبِدْعَةُ (۱)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ امامت کافر کی منعقد ہو ہی نہیں سکتی اور اگر امامت کے بعد اس پر کفر طاری ہو جائے تو وہ خود بخود معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی جب کہ وہ اقامتِ صلوٰۃ چھوڑ دے اور اس کی طرف بلانا ہی ترک کر دے اور ایسے ہی جمہور علماء کے یہاں بدعت کا یہی حکم ہے (کہ اسے رائج کرنے لگے)

اس کے کچھ آگے لکھتے ہیں:

قَالَ الْقَاضِيُ فَلَوْ ظَرَأَ عَلَيْهِ كُفْرٌ أَوْ تَغْيِيرٌ لِلشَّرْعِ أَوْ بَدْعَةٌ خَرَجَ عَنْ حُكْمِ الْوَلَايَةِ أَوْ بَدْعَةٌ خَرَجَ عَنْ حُكْمِ الْوَلَايَةِ وَبَدْعَةٌ سَقَطَتْ طَاعَتُهُ وَوَجَبَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ الْقِيَامُ عَلَيْهِ وَخَلْعُهُ وَتَصِيبُ إِمَامٍ عَادِلٍ إِنْ أَمَكْتَهُمْ ذَلِكَ فَإِنْ لَمْ يَقَعْ ذَلِكَ إِلَّا لِطَائِفَةٍ وَجَبَ عَلَيْهِمْ الْقِيَامُ بِخَلْعِ الْكَافِرِ وَلَا يَجِبُ فِي الْمُنْتَبِذِ إِلَّا إِذَا ظَنُّوا الْقُدْرَةَ عَلَيْهِ فَإِنْ تَحَقَّقُوا الْعِجْزَ كَمْ يَجِبُ الْقِيَامُ وَالْيُهَا جِرِ الْمُسْلِمُ عَنْ أَرْضِهِ إِلَى غَيْرِهَا وَيُفَرِّقُ بَيْنَهُ (۲)

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر یا شرع کو بدلنا یا بدعت طاری ہو جائے تو وہ امام (خود بخود) ولدیت و امامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہونا اور اس کی امامت سے ہٹانا اور اس کی جگہ امامِ عال کا مقرر کرنا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اس کی قدرت و طاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو (کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں) بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور متبرع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب اس جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو میں اگر ان کو اپنا عجز و کمزوری متحقق ہو تو (اس کے خلاف) کھڑا ہونا واجب نہیں اور مسلمان اس کے ملک سے کسی دوسری زمین میں ہجرت کر جائے اور اپنے دین و ایمان کے ساتھ (وہاں سے) بھاگ جائے۔

اب اس کے مطابق شرعی اصول اور مسائل فقہیہ پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوگا کہ امیر پر خروج کے جواز کی صورت کفر سے پہلے ہی ہو سکتی ہے کہ وہ امیر باقی رہے مگر مستحقِ عزل ہو جائے نہ کہ کفر کے بعد کہ نہ امیر رہے نہ اس کے عزل کے احقاق کا سوال درمیان میں آئے اور یہ صورت فسق کی نہیں کفر کی ہو سکتی ہے۔

پھر اس حدیث کی یہ مراد خود حدیث سے متعین ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اسی حدیثِ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ میں جہان بن النصر رضی اللہ عنہ کی روایت سے شرح کرتے ہوئے اِلَّا اَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا اَوْ لَا اَنْ تَرَوْا مَعْصِيَةً بَوَاحًا۔ نقل کیا ہے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہاں کفر بواح سے شارع علیہ السلام کی مراد معصیت اور کھلا ہوا منکر ہے۔

علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری فرماتے ہیں۔

۴. وَقَعَ فِي رِوَايَةِ جَبَّانِ أَبِي النَّظْرِ الْمَذْكُورَةِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْصِيَةَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ (۱)

اور اسی حدیث میں بروایت حبان بن النضر یہ جملہ آیا ہے۔ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَعْصِيَةَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ

جائز ہے کہ وہ کھلی ہوئی معصیت میں گرفتار ہو جائے۔

اس سے صاف واضح ہوا کہ کفر بواح سے معصیت بواح مراد ہے نہ کہ کفر اصطلاحی حدیث کی اسی بینہ مراد کو سلف و خلف نے قبول کیا ہے اور علامہ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

۵. وَالْمُرَادُ بِالْكَفْرِ هَهُنَا الْمَعَاصِي وَمَعْنَى عِنْدَ كُمْ مَن يَكُونُ مَعْصِيَةَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ تَعْلَمُونَهُ مَن دِينِ اللَّهِ تَعَالَى.

اور یہاں کفر سے مراد معاصی ہیں اور معنی عندکم من اللہ فیہ برہان کے یہ ہیں کہ تم امام کی معصیت کو تو بعدِ شریعہ سے جان لو کہ یہ دینی خلاف ورزی ہے۔

اور بھی کئی متعدد مقامات پر شرعی استتمالات میں معاصی پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے جیسے حدیث میں مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَتِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ عَمْدًا تَارِكَ الصَّلَاةَ كَمُرْتَكِبٍ كَفَرًا کہا گیا ہے۔ یا کاہن و ساحر کے پاس آنے جانے والے کو پوری شریعت کا منکر اور اس کے ساتھ کفر کنندہ فرمایا گیا۔ اس طرح اس حدیث میں بھی معصیت بواح کو جس میں آدمی کافروں کی طرح بر ملا حقوق شرعیہ کو ضائع کرنے لگے کفر بواح فرمادیا گیا کہ وہ عمل بلاشبہ کفر کے قریب تر کر دینے والا ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس حدیث کے بارے فرماتے ہیں۔

۶۔ آنچہ در مشکوٰۃ شریف ثابت است از حضرت ﷺ کہ خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آن وقت است کہ آن بادشاہ ظالم بلا منازع و مزاحم تسلط پیدا کردہ باشد و هنوز اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نشدہ بودند و مثل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بیعت نہ کردہ بالجملہ خروج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط و آنچہ در حدیث ممنوع است آں خروج است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائز باشد و الفرق بین الدفع و الرفع ظاہر مشہور فی المسائل۔

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف میں ثابت ہے کہ حضرت ﷺ نے بادشاہ وقت کے مقابلہ میں کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے اگرچہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو اس وقت کے لیے ہے کہ وہ ظالم بلا کسی کے بھگڑے اور مزاحمت کے مکمل غلبہ پیدا کر لے حالانکہ یہاں ابھی تک اہل مدینہ اور اہل مکہ اور اہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی نہ تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ و عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات نے بیعت ہی نہ کی تھی۔ حاصل یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے (ظالمانہ) تسلط کو دفع کرنے کے لیے تھا اس کے رفع کرنے کے لیے نہ تھا (کیونکہ تسلط مان کر خروج ہوتا تو رفع ہوتا اور ماننے سے پہلے جب کہ خروج ہوا تو دفع کی صورت ہوئی جو ممنوع ہیں اور وہ خروج جو حدیث شریف میں ممنوع ہے وہ ہے جو کے بادشاہ کا تسلط رفع کرنے کے لیے ہو۔) نہ کہ دفع کرنے کے لیے (اور دفع اور رفع میں ایک روشن فرق ہے اور مسائل فقہیہ میں مشہور ہے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

وَأَعْلَمُ أَنَّهُ إِنَّمَا يُقَدَّرُ مِنْ أَعْمَالِ الْفَاسِقِ مَا كَانَ مَشْرُوعًا وَقَتْلًا بَغَايَةً عِنْدَهُمْ مِنْ شَرْطِ أَنْ يَكُونَ مَعَ الْأَمَامِ الْعَادِلِ وَهُوَ مَفْقُودٌ فِي مَسْئَلَتِنَا فَلَا يَجُوزُ قِتَالُ الْحُسَيْنِ مَعَ يَزِيدَ وَلَا لِيَزِيدَ بَدَلٌ هِيَ مِنْ فِعْلَاتِهِ الْمَوْكِدَةُ وَالْحُسَيْنُ فِيهَا شَهِيدٌ مَثَابٌ وَهُوَ عَلَى حَقِّ وَاجِبِهِادِ وَ الصَّحَابَةُ الَّذِينَ كَانُوا مَعَ يَزِيدَ عَلَى حَقِّ وَاجِبِهِادِ (۱)

فَقَدْ تَدَيَّنَ غُلُطُ الْحُسَيْنِ إِلَّا أَنَّهُ فِي أَمْرِ دُنْيَوِي لَا يَصْرِفُهُ الْغُلُطُ فِيهِ وَأَمَّا الْحُكْمُ شَرْعِي لَمْ يَغْلُطْ فِيهِ لِأَنَّهُ مَنُوطٌ بِظَنِّهِ وَكَانَ ظَنُّهُ الْقَدَرَةُ عَلَى ذَلِكَ.

صاحبِ اتحاف لکھتے ہیں:

وَأَمَّا إِذَا خَالَفَ أَحْكَامُ الشَّرْعِ فَلَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ كَمَا فِي الْبُغَارِيِّ وَسُتْنِ الْأَرْبَعَةِ الْكُتُبِ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِي مَا أَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَإِذَا أَمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ (۲)

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جب حکم شرعی کی نافرمانی (معصیت) حاکم یا امیر وقت میں پائی جائے تو اس کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ جب کہ اس کی طاقت ہو تو معلوم ہوا کہ سرکارِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدامِ جہاد کو کیسے ناجائز سمجھا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس حدیث کو سب سے بہتر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ کفر بمعصیت کے ہے اور ایسے شخص کے متعلق تو آپ نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث سے واضح کیا جا چکا ہے۔

اور جان لو کہ (فاسق امیر) کے وہی اعمال و احکام عند اللہ نافذ ہو سکتے ہیں جو مشروع ہوں اور باغیوں سے قتال کرنے میں اہل شرع کے نزدیک شرط یہ ہے کہ امام عادل ہو تب اس کے ساتھ ہو کر باغیوں سے جنگ کی جاسکتی ہے کیونکہ یزید امیر عادل ہی نہ تھا اس لیے حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ قتال کرنا یزید کے ساتھ ہو کر یا یزید کے لیے جائز نہ تھا۔ بلکہ یہ حرکتیں یزید کے فسق کے لیے زیادہ مؤید اور موکد ثابت ہوئیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اس قتال میں شہید اور اجر یافتہ ہوئے جو حق اور اجتہاد پر تھے اور جو صحابہ یزید کے ساتھ تھے وہ بھی حق اور اجتہاد پر تھے۔

پس تم پر اتنا واضح ہو گیا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بمقابلہ یزید اپنی مادی شوکت و قوت سمجھنے میں غلطی کی۔ لیکن یہ غلطی ایک دنیوی امر (یعنی جنگی تدبیر) میں تھی جو ان کے لیے کچھ بھی مضرت تھی کیونکہ اس کا دار و مدار ان کے گمان پر تھا اور گمان یہ تھا کہ انہیں یزید کے مقابلہ کی قدرت ہے تو ان کی نیت اور گمان کے لحاظ سے یہ خطا اجتہادی تھی۔ کسی حکم شرعی کے خلاف معصیت نہیں تھی کہ اسے مضرت کہا جائے۔

اور جب امیر احکام شریعت کی خلاف ورزی کرنے لگے تو پھر مخلوق کی اطاعت خالق کی معصیت میں نہیں ہے جیسا کہ بخاری اور سنن اربعہ میں ہے کہ امیر کی سمع و طاعت مرد مسلم پر واجب ہے خوشی اور ناخوشی میں مگر جب تک کہ اسے معصیتِ خداوندی کا امر نہ کیا جائے۔ پس جب اسے کسی معصیت شرعی کا امر کیا جائے تو اب سمع و طاعت نہیں۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جب حکم شرعی کی نافرمانی (معصیت) حاکم یا امیر وقت میں پائی جائے تو اس کے خلاف جہاد ضروری ہے۔ جب کہ اس کی طاقت ہو تو معلوم ہوا کہ سرکارِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدامِ جہاد کو کیسے ناجائز سمجھا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس حدیث کو سب سے بہتر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بخوبی جانتے تھے کہ یہ کفر بمعصیت کے ہے اور ایسے شخص کے متعلق تو آپ نے جہاد کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ کی حدیث سے واضح کیا جا چکا ہے۔

اب رہا یہ کہ ایک اور حدیث میں آتا ہے:

فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَقَرِّقَ أَمْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيعُ فَاطِمَةَ يُؤَدِّهَا
السِّيفُ كَأَنَّ مَنْ كَانَ. (۱)

اگر کوئی شخص اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے
اور امت متفق ہو چکی ہو تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی ہو۔

اس حدیث میں بھی احکامِ اسلامی میں ممانعت و خروج اس وقت ہے جب کہ کسی کا اقتدار مکمل طور پر ملک میں جم چکا ہو اور قوم اس
کے اقتدار کو بغیر کسی مزاحم کے طوعاً یا کرہاً تسلیم کر چکی ہو جیسا کہ الفاظِ حدیث وہی جمع سے ظاہر ہے۔ لیکن اقتدارِ یزید ابھی نامکمل تھا اس
لیے کہ اہلِ مدینہ و اہلِ کوفہ تا حال اقتدارِ یزید سے راضی نہ ہوئے تھے۔ مثلاً جیسا کہ خواصِ امت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن
عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے کہ کسی چیز کی صحت و عدمِ صحت کا مدار صرف خواص
امت پر ہوا کرتا ہے نہ کہ عوام الناس پر۔

لہذا عوام الناس کا اقتدارِ یزید کو قبول کرنا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ جب کہ خواصِ امت اس کے خلاف ہوں۔ تو ایسی صورت میں
سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو ناجائز قرار دینا کس طرح صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟

بالفرض اگر اقتدارِ یزید اختلافِ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا بیعتِ جمہوریت کی بنا پر تسلیم کر لیا جائے کہ اقتدارِ یزید مکمل ہو چکا تھا
تو پھر بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج میں کلام نہیں کیا جاسکتا تو اس صورت میں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سرکارِ نواسر
سیدالابرار امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو کافر سمجھ کر اس پر خروج کیا تھا۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ میں امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں
اور مفسرین کی جماعت میں علامہ آلوسی بھی کفر کے قائل ہونے اور محققین و محدثین مثل علامہ سعد الدین تفتازانی اور علامہ ثناء اللہ پانی
پتی اور دیگر مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کفرِ یزید کی طرف گئے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد تو یزید کی حالت میں ایسی نمایاں تبدیلی
ہو گئی کہ وہ غیر شرعی امور کا اعلانیہ ارتکاب کرنے لگا اور کفریہ الفاظ کا زبان سے اظہار کرنے لگا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وقتِ آخر تک تین قبیلوں سے کیوں بیزار تھے؟

قبیلہ بنی حنیفہ، مسیلہ کذاب، قبیلہ ثقیف حجاج، قبیلہ بنی امیہ یزید اور ابن زیاد۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ يَكْرَهُ فَلَا فِئَةَ أَحْيَاءٍ (۲)

ترجمہ: عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وصال فرمایا کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ ایک
قبیلہ ثقیف ہے۔ جس قبیلہ میں مشہور ظالم حجاج بن یوسف گزرا ہے۔ دوسرا قبیلہ بنی حنیفہ ہے جس قبیلہ کا مسیلہ کذاب فرد تھا اور تیسرا قبیلہ
بنی امیہ ہے جس قبیلہ سے یزید اور ابن زیاد کا تعلق ہے جو امام شہید سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا بانی فاعل تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین قبیلوں کو جو ناپسند فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان تینوں قبیلوں میں ایسے افراد گزرے ہیں جن کے
سیاہ کارناموں کی وجہ سے ان سے ناخوش تھے۔ یہ سیاہ افراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے لیکن قبیلہ موجود تھے اور آپ کو ان
کے کرتوتوں کا علم باعلامِ الہی تھا اس لیے آپ کے قلبِ مبارک پر یہ قبائل گراں تھے۔

شیخ محقق علی الاطلاق آگے چل کر یزید کا حال بیان کرتے ہیں:

وعجب است از این قائل کہ یزید را نہ گفت کہ امیر عبید اللہ ابن زیاد بود و ہر چہ کرد با مردے و رضائے وے کرد باقی بنی امیہ ہم در کار ہائے خود تقصیر کردہ اند یزید و عبید اللہ را چہ گویند و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت در خواب دید کہ بوزنہ ہار منبر شریف وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازی می کند و تعبیر آن یہ بنی امیہ کردہ دیگر چیز ہا بسیار است چہ گوید۔^(۱)

اور اس قائل کے حال پر تعجب ہے کہ یزید کا نام نہ لیا حالانکہ ابن زیاد کا امیر یزید ہی تھا۔ باقی بنی امیہ نے بھی اپنے اپنے سیاہ کارناموں میں کوئی کمی نہیں کی ہے صرف یزید و ابن زیاد کو کیا کہا جائے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بندر کھیل رہے ہیں آپ نے اس خواب کی تعبیر بنی امیہ کو ہی قرار دیا اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں بنی امیہ کے متعلق حدیثوں میں ہیں اس کے متعلق کیا کہا جائے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ کہ ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اولادِ حکم کو دیکھا کہ میرے منبر پر کود رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس خواب کے بعد حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی میں نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

ثابت ہوا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ ان قبائل میں ایسے ظالم اشخاص پیدا ہوں گے چنانچہ اس کے متعلق محدثین کرام نے واضح کر دیا ہے کہ قبیلہ بنی حنیفہ میں مسیلہ کذاب ہوا اور قبیلہ ثقیف میں حجاج بن یوسف اور قبیلہ بنی امیہ سے یزید بن معاویہ ہوا۔ اور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے ظلم باعلام الہی معلوم تھے۔ جس کی بناء پر آپ رنج و غم سے اس دنیا سے وصال فرما گئے۔

آپ اندازہ کریں کہ ایسے ظالم لوگوں کا کیا حال ہوگا جن پر خدا کے محبوب علیہ السلام نے ان کے ظلم و ستم پر رنج رکھا اور وصال فرما گئے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔
آیتِ بقرہ آتی اور احادیث نبویہ ﷺ سے یزید کے ظلم و ستم پر گہری روشنی پڑتی ہے۔

اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے پر لعنتِ خداوندی

امام مسلم نے اس حدیث کو بیان کیا کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

مَنْ أَحَافَ أَهْلَ الْمَدِیْنَةِ ظُلْمًا أَحَافَهُ اللّٰهُ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِکَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِیْنَ۔^(۲)
اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔

اس حدیث سے اول بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جس نے بھی مدینہ والوں کو ظلماً ستایا یا ڈرایا یا دھمکایا اللہ تعالیٰ اس پر خوف ڈالے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور لوگوں کی لعنت ہے۔

ثابت ہوا کہ ایسا کرنے والے غضبِ خداوندی و لعنتِ خداوندی کے مستحق ہیں۔ اس کے آگے ہے۔

وَلَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرَفًا وَلَا عَدْلًا۔ اور اللہ کے ہاں اس کا کوئی عمل جانی و مالی فرضی و فلی قبول نہ ہوگا۔

مقام زیت (حرہ) مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا۔

كَيْفَ آتَتْ إِذَا رَأَيْتَ أَحْجَارَ الزَّيْتِ قَدْ غَرَّقَتْ بِالْأَمِّ (۱) جب تو دیکھے گا کہ زیت کے پتھر خون میں ڈوب جائیں۔ اس وقت اے ابوذر تیرا کیا حال ہوگا۔

اس حدیث کے تحت شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ احجار زیت مدینہ منورہ میں ایک جگہ ہے جسے حرہ کہتے ہیں اور اس میں واقعہ حرہ کی طرف اشارہ ہے جس کا وقوع یزید کے دور حکومت میں ہوا۔ اس کے حکم پر مدینہ طیبہ خون سے رنگین ہوا تھا اور جو کچھ ہونا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبل از وقت اس کی بشارت فرمادی۔ (۲)

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں واضح فرمایا گیا کہ جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور سرکارِ دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ کے مقام زیت کے خون سے رنگین ہونے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔ اہل علم واقعہ حرہ کے متعلق خوب جانتے ہیں کہ یہ اس وقت پیش آیا جب یزید کی بدکرداریوں کی بنا پر اس کی بیعت کو فسخ کیا گیا تو یزید کے حکم پر اس کے بد بخت لشکریوں نے اہل مدینہ کے مقدس ترین خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین کیا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس حکومت کا مصداق یزید پلید اور اس کے لشکری نہیں تو اور کون ہے؟ اگر اہل مدینہ کو ظلماً قتل کر کے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی کے بعد بھی یہ لعنت کا مستحق نہیں تو اور کون ہے، اور یہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق ملعون ہوا اور اس کے اعوان و انصار ملعون ہوئے۔

یزید کا سہ سالہ دور حکومت

اب رہا یزید کا مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں لشکرِ جرار بھیج کر اہل مدینہ کو ڈرانا اور دھمکانا اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھانا تو یہ تاریخ کا وہ مسلم الثبوت اور دردناک و کرناک واقعہ ہے کہ جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس بارہ ہزار اور بروایت دیگر بائیس ہزار کے لشکرِ جرار یزیدیوں نے مدینہ طیبہ میں وہ طوفان پھا کیا کہ العظمۃ للہ قتل و غارت اور طرح طرح کے مظالم ساکنین کے گھر لوٹ لیے۔ سات سو جلیل القدر قاریان قرآن کو شہید کیا گیا اور ایک ہزار صحابہ کرام کو شہید کیا گیا اور ایک ہزار کے قریب باکرہ عورتوں کے ساتھ زنا کا ارتکاب کیا۔ لڑکوں کو قید کیا اور ان کے ساتھ وہ بدتمیزیاں کیں جن کا ذکر کرنا ناگوار ہے مسجد نبوی ﷺ کے ستونوں کے ساتھ گھوڑے باندھے اور گوبر و پیشاب کی غلاظت پھیلائی۔ تین دن تک لوگ مسجد نبوی شریف میں نماز سے شرف نہ ہو سکے اور اذان و جماعت نہ ہو سکی۔ مدینہ الرسول ﷺ کی وہ ہتک و بے حرمتی کی جو بیان سے باہر ہے۔ (۳)

”ایک گروہ نے میرے نانائیں جوزی سے یزید کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ بھلا تم ایسے شخص کے بارہ میں کیا کہتے ہو جس نے اپنے سہ سالہ دور حکومت میں سے پہلے سال میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور دوسرے سال مدینہ منورہ والوں کو خوف زدہ کیا اور مدینہ طیبہ کی ہتک کی اور تیسرے سال خانہ کعبہ کو منجیقوں سے اڑا دیا۔ انہوں نے کہا ہم اس پر لعنت کریں؟ تو فرمایا یہاں اس پر لعنت کرو۔“ (۴)

(۱) تاریخ الخلفاء ص ۱۴۶، ابوداؤد کتاب الفتن، صواعق مرقۃ ص ۱۳۲ (۲) اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۲۸۸ (۳) صواعق مرقۃ

(۴) قسطلانی شرح بخاری ج ۵ ص ۸۴، ۸۵، ۱۰۷ ص ۱۳۹

اور بلاشبہ یزید نے شدید ترین اور بہت بڑی غلطی کی کہ جو مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ مدینہ منورہ کو تین دن تک مباح الدم قرار دے (یعنی خون بہائے) یہ وہ غلطی تھی جس کے ساتھ مزید یہ اضافہ ہوا کہ ایک بڑی تعداد صحابہ اور اہل بیت کی قتل ہوگئی اور یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ اس نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو عبداللہ بن زیاد کے ہاتھوں سے قتل کرایا ان تین دنوں میں مدینہ منورہ میں بڑے عظیم فساد و فتنہ ہوئے جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کیفیت بیان کی جاسکتی ہے انہیں اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ بھیج کر تو یہ چاہا تھا کہ اس کا ملک مضبوط ہو جائے اور اس کی حکومت دیر پا ہو جائے جس میں کوئی شریک نہ ہو۔ لیکن خدا نے اس کے ان منصوبوں کے خلاف سزا دی اور جو چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا اس کو خدا نے اسی طرح پچھاڑا جس طرح اس نے جابروں کو پچھاڑا ہے اور قضا کے پتھروں سے اسے پکڑا اور ظالم بستیوں کے لیے تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہوتی ہے اس کی گرفت بے انتہا الم انگیز اور شدید ہوتی ہے۔ (۱)

حفاظِ قرآن، عوام الناس کا قتل لوٹ مار کا بازار گرم

حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے بعد سب سے شہنشاہِ افواج واقعہ جو یزید پلید بن حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں رونما ہوا وہ واقعہ حرہ ہے۔ اس کو واقعہ حرہ اور حرہ زہرہ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ طیبہ رونق و آبادی میں مرتبہ کمال تک پہنچا ہوا تھا۔ صحابہ اور انصار و مہاجرین و علمائے کبار تابعین سے مالا مال تھا۔ یزید نے حکم دیا کہ اگر وہ لوگ میری اطاعت کر لیں تو فہماور نہ جنگ کرو فتح کے بعد تین دن تک مدینہ تمہارے لیے مباح ہے۔ مسلم بن عقبہ آیا اور مقام حرہ پر پڑاؤ ڈالا اہل مدینہ تاب مقابلہ نہ لا کر خندق کھود کر محصور ہو گئے۔ یزیدی مدینہ میں گھس آئے پہلے پہل حرم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پناہ گزینوں نے بڑے شہد و مد کے ساتھ مدافعت کی مگر کب تک۔ عبداللہ بن مطیع رئیس قریش مع اپنے سات فرزندوں کے شہید ہو گئے آخر میں یہ شامی درندے حرم پاک میں گھس گئے۔ نہایت بے دردی کے ساتھ قتل عام کیا۔ ایک ہزار سات سو مہاجرین و انصار صحابہ کرام اور کبار علمائے تابعین کو، سات سو حفاظ کو اور دو ہزار ان کے علاوہ عوام الناس کو ذبح کیا۔ بوڑھوں، بچوں عورتوں اور مردوں کو پامال کیا، مال و متاع جو کچھ ملا سب لوٹا۔ ہزاروں دوشیزگان حرم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت دری کی مسجد نبوی شریف میں گھوڑے دوڑائے۔ روضہ جنت میں گھوڑے باندھے۔ گھوڑوں کی لید و پیشاب سے اسے ناپاک کیا۔ تین دن تک کسی اہل مدینہ کو جرأت نہ ہو سکی کہ مسجد نبوی شریف میں جا کر نماز و اذان ادا کرے نہ یزیدی درندوں کو اس کی توفیق ہو سکی۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک کوچ لی گئی۔ **تَعَاذُ السَّمَوَاتُ يَتَفَقَّظْنَ مِنْهُ** **وَتَلْشَقُ الْأَرْضُ وَتَجْرُ الْجِبَالُ هَذَا**۔ قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے زمین پھٹ جائے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ جان اس کی بچی جس نے ان الفاظ کے ساتھ یزید کی بیعت کی۔ **ثُمَّ دَعَا إِلَى بَيْعَةٍ يَزِيدُ وَهُمْ عَبْدُكَ فِي طَاعَةِ اللَّهِ وَمَعْصِيَتِهِ فَأَجَاخَهُ** **إِلَّا وَاحِدٌ مِّنْ قُرَيْشٍ فَقَتَلَ** مدینہ والوں کو یزید کی اس بیعت کی دعوت دی گئی کہ یہ لوگ یزید کے غلام ہیں۔ اللہ عز و جل کی اطاعت و

معصیت میں ہے۔ ان درندوں کے ظلم و ستم سے مرعوب ہو کر سب نے بیعت کر لی۔ ایک قریشی نے نہ کی تو اسے قتل کر دیا گیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کو جو کبار تابعین اور قراء سبعہ میں سے ہیں پکڑا ان سے یزید کی بیعت لینے چاہی۔ انہوں نے فرمایا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر بیعت کرتا ہوں۔ ابن عقبہ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اس نے ان کے مجنوں ہونے کی گواہی دی، تب کہیں جا کر ان کی جان بچی۔ پھر یزید کے حکم کے بموجب یزیدی لشکر مکہ معظمہ پر حملہ آور ہوا اس ارض پاک کا جس کے جنگلی جانور کو اٹھا کر اس کی جگہ سایہ میں نہیں بیٹھ سکتے محاصرہ کر لیا آتش بازی کر کے کعبۃ اللہ کی چھت کو جلایا۔ فدیہ اسمعیل علیہ السلام کے سینک جل گئے اسی اثناء میں ان سارے مظالم کے بانی مہابی یزید کو اپنے کفرِ کردار تک پہنچنے کا وعدہ آ گیا اور وہ اپنے ٹھکانے لگا۔

یزیدی ظلم سے مسجد نبوی شریف تین یوم بے اذان و بے نماز رہی

سعید بن عبد العزیز روایت کرتے ہیں:

جب واقعہ حرہ ہوا تو تین دن مسجد نبوی شریف میں آذان نہ ہوئی اور سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نہ نکلے اور وقتِ نماز کا پتہ نہ چل سکتا تھا تو قبرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ آواز سننے تھے (یعنی وقتِ نماز کی اذان) (۱)

یزیدیوں نے کعبۃ اللہ کو آگ لگادی

یزیدی لشکر مدینہ طیبہ کی تاراجی کے بعد مکہ معظمہ آیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا اور ان سے قتال کیا اور ان پر یغنیق کے ذریعہ آتش بازی کی۔ یہ واقعہ صفر کے مہینہ ۴۶ ہجری کو رونما ہوا۔ جس آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے اور اس کی چھت جل گئی اس مینڈے کے دو سینک بھی جل گئے جو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت سے بھیجا تھا یہ سینک دونوں کعبۃ اللہ کی چھت میں تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یزید کو اسی سال ربیع الاول کا مہینہ گزرتے ہی ہلاک فرما دیا۔ (۲)

یزید کے ظلم و ستم اور افعالِ قبیحہ

اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کی زبانی

یزید بن معاویہ نے اپنے ایک بیٹے کا نام اپنے باب کے نام پر رکھا تھا۔ جس کا نام معاویہ تھا۔ یعنی معاویہ ابن یزید۔ جب یزید لعین مر گیا تو اس کے بیٹے کو تختِ سلطنت پر بٹھایا گیا تو اس نے لوگوں کے سامنے اپنے باپ یزید کے متعلق ایک طویل خطبہ دیا جس کا حاصل یہ ہے:

پھر میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہو گئی پھر وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اپنی قبر میں دفن ہو گیا یہ کہہ کر رونے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں گزری ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عترت کو قتل کیا شراب کو حاصل کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا۔

ثُمَّ قُلْدَ ابْنِ الْأَمْرِ وَكَانَ غَيْرَ أَهْلٍ لَهُ وَتَلَاغَ ابْنِ بَنَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَصَفَ عُمَرُوهُ وَأَنْبَتَ عَقْبُهُ وَصَارَ فِي قَبْرِهِ دَهِيئًا بِدُونِهِ ثُمَّ بَلَى وَقَالَ إِنَّ مِنْ أَعْظَمِ الْأُمُورِ عَلَيْنَا عَلَيْنَا بِسُوءِ مَصْرَعِهِ وَبِئْسَ مَنَقَلِبُهُ وَقَدْ قَتَلَ عِثْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَاحَ الْخُمْرَ وَصَرَّبَ الْكَعْبَةَ. (۳)

یزید کی رضامندی اور واقعہ کربلا

جہاں تک یزید کے ذاتی فسق و فجور کا تعلق ہے اس ذاتی فسق سے محض ذاتِ تباہ ہو جاتی ہے۔ لیکن اجتماعی فسق سے امت اور اجتماعیت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے اس لیے علمائے اکابرین نے زیادہ تر یزید کے اسی فسق کا ذکر کیا اور اس پر احکام مرتب کیے۔ پھر اس میں بھی فیج ترین فسق یہ تھا کہ اس نے نواسہ رسول اور خاندانِ نبوت ﷺ پر ظم و ستم کئے اور پھر ان کو قتل کیا۔ اب اس اقدامِ ظلم اور اس کے حمایتیوں نے مشہور کر رکھا ہے کہ اس قتل میں یزید شریک نہیں۔ بھلا جو شخص عنانِ سلطنت پر بیٹھا ہے کیا اس کی مرضی کے بغیر ایسا عظیم واقعہ ہو سکتا تھا ہرگز نہیں۔ واقعہ کربلا میں جو کچھ دن دھاڑے یومِ عاشور ۶۰ھ کو ہوا وہ سب یزید کی رضامندی سے ہوا اور اس کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے دور تھا مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا کیونکہ کوئی کام بھی اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔ سرکارِ نواسہ سیدالابرار امام حسین و علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔

اب یہاں پر ایک مشہور کتاب شرح عقائد علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ کی عبارت وہ ہے جو سب پر ایک شافی کی حقیقت کا مقام رکھتی ہے۔

وَالْحَقُّ أَنَّ رَضَايَ يَزِيدَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتِثْبَارِهِ
بِذَلِكَ وَأَهْلِهِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِمَّا تَوَاتَرَ مَعْنَاهُ وَإِنْ كَانَ تَفَاصِيلُهَا أَحَادًا أَفْتَحُنْ
لَا نَعْوَقُ فِي شَأْنِهِ بَلْ فِي إِجْمَاعِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَى
أَنْصَارِهِ وَأَعْوَابِهِ۔
اہم نقطہ:

شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے اور علم عقائد کی کتابوں میں سے صرف اسی شرح عقائد کو نصابِ تعلیم میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالمِ دین نے اس کتاب کو نصابِ تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

وَتَقَدَّمَ أَنَّهُ قَتَلَ الْحُسَيْنَ وَأَصْحَابَهُ عَلَى يَدَيْ عَمِيهِ اللَّهِ
ابْنِ زِيَادٍ۔
اور یہ گزر چکا ہے کہ یزید نے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے
ساتھیوں کو عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یزید کی رضا سے عبید اللہ ابن زیاد کے ہاتھوں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا۔
یہ عبارت مذکورہ امام قسطلانی شارح بخاری نے علامہ سعد الدین تفتازانی سے نقل کی ہے قسطلانی کا بلا تکثیر تفتازانی سے یہ عقیدہ اور
واقعہ نقل کرنا اس واقعہ اور عقیدہ سے خود ان کی موافقت کی کھلی دلیل ہے کیونکہ نہ انہوں نے اس قول کی تردید کی ہے اور نہ انکار۔ پھر اس
کے کفر و جوازِ لعن کو واضح کیا ہے اور اس واقعہ کو یزید کی رضا بقتلِ حسین کو معنی متواتر فرما رہے ہیں اور یہ اجماعی بات ہوئی اور ایک
متواتر عقیدہ واجب ہوا۔

بعد از شہادتِ سیدنا امام حسین علیہ السلام کے جب شہدائے کربلا کے سرہائے مبارک اور سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک عبید اللہ ابن زیاد نے یزید کے پاس بھیجا تو اس وقت یزید نے امام عالی مقام کے لب و دندان مبارک پر چھڑی ماری اور بے ادبی کی۔ ابن ابی الدنیانے ابو الولید سے انہوں نے خالد بن یزید بن اسد سے انہوں نے عمار وہبی اور انہوں نے حضرت جعفر علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ کہ:

لَمَّا وَضَعَ رَأْسَ الْحُسَيْنِ بَيْنَ يَدَيْ يَزِيدَ وَعِنْدَهُ أَبُو بَرْزَةَ وَجَعَلَ يَنْكُثُ بِالْقَضِيبِ وَقَالَ لَهُ اِرْفَعْ قَضِيبَكَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْعَنُهُ (۱)

سیدنا حسین علیہ السلام کا سر اقدس یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس کے پاس ابو برزہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے، یزید نے سیدنا حسین علیہ السلام کے منہ مبارک پر چھڑی سے چوکے مارنے شروع کیے تو صحابی نے دیکھ کر کہا یزید اپنی چھڑی کو ہٹالے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ بوسہ دیتے دیکھا ہے۔

کیا سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد چہرہ مبارک کو چھڑی سے چوکا لگا کر قتل امام علیہ السلام سے ناخوشی کی دلیل ہوگی اور آیا یہ گستاخانہ نازیبا اور تحقیر آمیز رویہ وہ شخص اختیار کر سکتا ہے جو اس قتل سے ناخوش ہو یا وہ کرے گا جو دل میں انتہائی خوشی کے جذبات لیے ہوئے ہو؟

بلاشبہ یزید عنید کا سر کار امام حسین علیہ السلام و علی جدہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک سے تحقیر آمیز رویہ جو ایک دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کسی طرح سے بھی اس قتل سے یزید کی ناخوشی کا ثبوت نہیں بن سکتا بلکہ اس کی خوشی و رضا کی کھلی علامت ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِيمَا مَعَاكَ سَبْطُهُ عَنْهُ لَيْسَ الْعَجَبُ مِنْ قِتَالِ ابْنِ زَيْدٍ لِلْحُسَيْنِ وَأَمَّا الْعَجَبُ مِنْ خُذْلَانِ يَزِيدَ وَضَرْبِهِ بِالْقَضِيبِ ثَمَّا يَا الْحُسَيْنِ وَحَمْلِهِ آلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَايَا عَلَى أَفْتَابِ الْجِبَالِ وَذَكَرَ أَشْيَاءَ مِنْ قَبِيحٍ مَا أُشْتَهَرَ عَنْهُ وَرَدَّهَ الرَّائِيسُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَتَدَاغَيْتِ رِيحُهُ ثُمَّ قَالَ وَمَا كَانَ مَقْصُودَهُ إِلَّا الْفَضِيحَةَ وَإِظْهَارَ الرَّأْسِ فَيَجُوزُ أَنْ يُفْعَلَ هَذَا بِالْخَوَارِجِ وَالْبَغَاةِ يُكْفَنُونَ وَيُصَلَّى عَلَيْهِمْ وَيُدْفَنُونَ وَلَوْ لَمْ يَكُنْ فِي قَلْبِهِ أَحْقَادُ جَاهِلِيَّةٍ وَأَضْغَانٌ بَدْرِيَّةٍ لَأَحْتَرَمَهُ الرَّأْسَ لَمَّا وَصَلَ إِلَيْهِ وَكَفَّنَهُ وَدَفَّنَهُ وَأَحْسَنَ إِلَى آلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۲)

ابن جوزی نے کہا جیسا کہ ان کے پوتے نے اُن کے سے بیان کیا کہ ابن زیاد کا امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنا اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا خاندان ہے اور اس کا امام عالی مقام سیدنا حسین علیہ السلام کے دانتوں پر لکڑی مارنا اور آلِ رسول علیہ السلام کو قیدی بنا کر اونٹوں کے پالانوں پر بٹھانا ہے اور ابن جوزی اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں کا ذکر کیا ہے جو اس یزید کے بارے میں مشہور ہیں پھر یزید نے امام علیہ السلام کا سر اس وقت مدینہ منورہ میں واپس لوٹا یا جبکہ اس کی بوجہ ہو چکی تھی تو اس سے اس کا مقصد سوائے فضیحت اور سر انور کی توہین کے اور کیا تھا حالانکہ خارجیوں اور باغیوں کی تمجید و تکفین اور نمازِ جنازہ بھی جائز ہے اور اگر اس کے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگِ بدر کا انتقالی جذبہ نہ ہوتا تو جب اس کے پاس امام کا سر انور پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اس کو کفن دے کر دفن کرتا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا۔

ثابت ہوا کہ یزید عنید نے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے بغض و کینہ کا اظہار کیا اگر وہ ناخوش ہوتا تو کبھی ایسی ادبی نہ کرتا بلکہ احترام کرتا نماز جنازہ پڑھتا اور سر مبارک دفن کرتا۔ لیکن ایسا نہ کیا بلکہ خوشی کے ساتھ شعر بولے کہ آج میں نے بدر کے اپنے بزرگوں کا بدلہ لے لیا کاش وہ آج دیکھتے ہوتے۔

اسی لیے علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ اور قسطلانی اور علامہ ابن جوزی نے یزید کی خوشی بقتل حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ اس پر کفر اور اس کو بے ایمان اور اجتماعی طور پر لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے اور یہ بات بھی واضح ہو گئی جو یزیدی ہوا خواہاں کہتے ہیں کہ سر مبارک امام رضی اللہ عنہ یزید کے پاس آیا ہی نہیں تھا کہاں تک یہ داغ مٹایا جاسکتا ہے اور یزید کی پوزیشن صاف ہو سکے گی؟

ابن زیاد اور حادثہ کربلا

رہا یہ کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بعد از شہادت عبید اللہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچا تو یزید کے پاس کیسے پہنچ سکتا تھا۔ یزیدی ہوا خواہوں نے اب اس داغ کو مٹانے کے لیے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھی سر مبارک پہنچنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ صحیح بخاری سے اس کا بین ثبوت واضح ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں تاریخی قیاسات کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ محمد بن حسین بن ابراہیم رضی اللہ عنہ نے کہا ہم سے بیان کیا اس کو انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ابن زیاد کے پاس موجود تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور لایا گیا تو وہ ایک چھڑی سے آپ کے ناک مبارک پر مارنے لگا اور کہا کہ میں نے ان جیسا حسین نہیں دیکھا تو پھر ان (امام حسین رضی اللہ عنہ) کا ذکر کیوں ہوتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا وہ ان لوگوں میں سے تھے جو آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زَيْدٍ فَمَجِيءُ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَعَلَّ يَنْكُتُ بِقَضِيبٍ فِي أَلْفِهِ وَيَقُولُ مَا زَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا حَسَنًا لَوْ كُنْتُ قُلْتُ أَمَّا أَنَّهُ كَانَ مَنْ أَشَبَّهُهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ.

علامہ بدر الدین عینی نے مسند بزار سے اس پر اتنے جملہ کا اضافہ کیا ہے۔

قَالَ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْقُهُ حَيْثُ يَقَعُ قَضِيبُكَ. (۱)

(اور بزار نے ایک دوسرے طریقہ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ جملہ اور زائد روایت کیا کہ) میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اس جگہ کو چومتے تھے جس جگہ پر تیری چھڑی لگی ہے۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی اس روایت کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

وَالطَّبْرَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ فَعَلَّ قَضِيبًا فِي يَدِهِ فِي عَيْنِهِ وَأَنْفِهِ فَقُلْتُ إِزْفَعُ قَضِيبُكَ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي مَوْضِعِهِ وَلَهُ مِنْ وَجْهِ آخَرَ عَنْ أَنَسِ نَحْوَهُ. (۲)

اور طبرانی کی روایت سے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں یہ ہے کہ ابن زیاد نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے یہ شروع کیا کہ چھڑی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی آنکھ مبارک و ناک مبارک میں دینے لگا تو میں نے کہا کہ اپنی چھڑی اٹھا تحقیق میں نے رسول اللہ ﷺ کے وہن مبارک کو اس موقع پر رکھے ہوئے دیکھا ہے۔

اور طبرانی ہی کی ایک اور روایت اور طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

پھر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے لگے تو ابن زیاد نے کہا خدا تیری آنکھوں کو دھاتا ہوا رکھے خدا کی قسم اگر تو بوڑھا نہ ہوتا تو میں تجھے جلد دیتا اور تیری عقل نہ چلی گئی ہوتی تو تیری گردن اڑا دیتا تو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور یہاں سے نکل گئے تو میں نے لوگوں کو دیکھا اور سنا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ واللہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر ابن زیاد اسے سن لیتا تو اسے قتل کرویتا تو میں نے کہا کہ کیا کلمہ ہے جو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے تو کہا کہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جب ہم پر سے گزرے تو کہہ رہے تھے کہ اے گروہ عرب! آج کے بعد سمجھ لو کہ تم غلام بن گئے ہو۔ تم نے ابن فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو شہید کیا اور ابن مرجانہ (یعنی ابن زیاد کو جو) تم میں بہترین لوگوں کو قتل کرے گا اور بدترین لوگوں کو پناہ دے گا۔

ثُمَّ انْفَع فَقَالَ لَهُ ابْنُ زَيْدٍ اَبْكِي اللَّهَ عَيْنَكَ فَوَلَّاهُ لَوْ لَا اَنَّكَ شَيْخٌ قَدْ حَزَقْتَ وَخَفَعْتَ عَقْلُكَ لَحَزَمْتُ عَنْقِيكَ فَقَامَ وَخَرَجَ فَسَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ وَاللَّهِ لَقَدْ قَالَ زَيْدٌ بِنَاؤُكُمْ قَوْلًا لَوْ سَمِعْتَهُ ابْنُ زَيْدٍ لَقَتَلَهُ فَقُلْتُ مَا الَّذِي قَالَ قَالَ هُوَ يَقُولُ اَنْتُمْ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ عُبِيدٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَقُلْتُُمُ ابْنُ فَاطِمَةَ وَاَمَرَكُمْ ابْنُ مَرْجَانَةَ فَهُوَ يَقْتُلُ خِيَارَكُمْ وَيَسْتَعْبِدُ شَرَّكُمْ. (۱)

میں تو کہتا ہوں کہ اللہ بھلائی کرے زید ابن ارقم انصاری خزر جی کا جوا کار صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سترہ جہاد کیے اور جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ رہے اور خواص صحابہ میں سے تھے اور کوفہ میں وفات پائی ۶۶ھ میں اور ایک قول کے مطابق ۶۸ھ میں۔ اور یہ صحابی جلیل القدر اور صاحب مناقب تھے اور ابن زیاد نے ان کی بھی قدر و منزلت کی بجائے ان کو بڑھے اور سٹھیا گیا اور تیری عقل ماری گئی جیسے جملے کہے۔

قُلْتُ فَلِلَّهِ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ الْأَنْصَارِيِّ الْخُزَرِيِّ مِنْ عِيَانِ الصَّحَابَةِ غَزَامَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ عَشْرَةَ غَزْوَةً وَشَرِيكَ صَفِيْن مَعَ عَلِيِّ ابْنِ طَالِبٍ وَكَانَ مِنْ خَوَاضِ الصَّحَابَةِ وَمَاتَ بِالْكُوفَةِ سَنَةَ سِتٍّ وَسِتِّينَ وَقِيلَ مُتَابِعَةً وَسِتِّينَ. (۲)

مذکورہ دلائل سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لایا گیا اور ابن زیاد نے امام کی بھی بے حرمتی کی اور روکنے والے صحابی کی بھی گستاخی کی اور اپنی کور باطنی کونمایاں کیا۔ جن کو محدثین کی جماعت کثیرہ، بخاری، بزار، طبرانی، ابن حجر عسقلانی بدر الدین عینی نے پیش کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے روایت کیا۔ یہ سرکار امام کے سر اقدس کو تن اقدس سے جدا کرنے اور اظہار خوشی و رضا کے بیس دلائل ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد کا جو شر ہوا اس کو سزاؤں کے باب میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

یزید کا قتل امام کے بعد خطراتِ رسوائی تا قیامت کی

بنا پر اظہارِ ندامت اور ابنِ زیاد کو لعنت و ملامت

اور یہ کہ سیدنا امام حسین ؑ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ کا سر مبارک جب یزید کے پاس پہنچا تو وہ غم میں نڈھال ہو گیا اور اس نے ابنِ مرجانہ یعنی عبید اللہ ابنِ زیاد پر لعنت کی یہ کہنا کہ اس کی قتلِ امام میں ناخوشی کا مین ثبوت ہے یہ بالکل سراسر غلط ہے۔ یزید خوش ہوا لیکن یہ خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی اور فوراً ابنِ زیاد کو برا کہنا صرف اس لیے شروع کر دیا کہ قیامت تک کے آنے والے لوگ مجھے برے طریقہ سے یاد کریں گے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:

جب ابنِ زیاد نے سیدنا حسین ؑ کو مع ان کے ساتھیوں کے قتل کر دیا اور ان کے سر یزید کے پاس بھیجے گئے تو اس قتل سے خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابنِ زیاد کا رتبہ اسکے یہاں بلند ہو گیا اس خوشی پر تھوڑی دیر نہ گزری کہ نادم ہوا۔

لَمَّا قَتَلَ ابْنُ زَيْدٍ الْحُسَيْنَ وَمَنْ مَعَهُ بَعَثَ رُؤُسَهُمْ إِلَى زَيْدٍ فَسَرَّ بِقَتْلِهِ أَوَّلًا حَسَنَتْ بِذَلِكَ مَنَازِلُهُ ابْنُ زَيْدٍ عِنْدَهُ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثْ إِلَّا قَلِيلًا حَتَّى نَدِمَ. (۱)

یزید نے ابنِ زیاد پر لعنت تو کی اور اسے برا بھلا کہتا رہا اس پر کہ آئندہ کیا ہو گا اور کیا بنے گا اور لوگ کیا کہیں گے لیکن نہ تو اس ناپاک فعل پر اسے معزول کیا نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج دیا کہ وہی اس کی طرف سے جا کر اس کا یہ شر مناک عیب اسے جتائے اور قاتل کرے۔

وَلَعَنَ ابْنُ زَيْدٍ عَلَى قَتْلِهِ وَبَشَّرَهُ فِي مَا يَظْهَرُ وَيَتَدَا وَلَكِنْ لَمْ يَعْزِلْهُ عَلَى ذَلِكَ وَلَا آخِذَهُ وَلَا أَرْسَلَ أَحَدًا يَعِيبُ عَلَيْهِ ذَلِكَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ. (۲)

ابنِ مرجانہ نے وہ نہ ہونے دیا جو سیدنا حسین چاہتے تھے (کہ یا انہیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں یا انہیں سرحدات کی طرف جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں۔ یا انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے کہ وہ خود اس سے معاملہ طے کریں) بلکہ گھیر گھار کر انہیں مقتول ہونے پر مجبور کر دیا اور قتل کر دیا۔ اس سے ابنِ مرجانہ (یعنی ابنِ زیاد) نے مجھے لوگوں کی نگاہوں میں بغض بنادیا ہے اور مسلمانوں کی طرف سے عداوت کا بیج بو دیا ہے جس سے ہر ایک نیک و بد مجھ سے عداوت رکھے گا۔ جب کہ سیدنا حسین ؑ کو میرا قتل کر دینا لوگوں کے دلوں پر شاق اور بھاری گزرے گا۔ مجھے اس کم بخت ابنِ مرجانہ سے کیا واسطہ خدا اس کا برا کرے اور اس پر خدا کا غضب نازل ہو۔

فَلَمْ يَفْعَلْ بَلْ أَبِي عَلَيْهِ وَقَتَلَهُ فَبَغَفَنِي بِقَتْلِهِ إِلَى الْمُسْلِمِينَ وَذَرَعَ لِي فِي قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ قَالَهُ قَصِيصِي الْبُرِّ وَالْفَاجِرُ مِمَّا اسْتَغْظَمَ النَّاسُ مِنْ قَتْلِ حُسَيْنًا مَالِي وَلَا بَنٍ مَرَجَانَةَ فَبَغَاهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ (۳)

اس سے یہ واضح ہوا کہ یزید حقیقتاً قتلِ امام سے خوش ہوا کہ رقیب باقی نہ رہا۔ اس لیے ابن مرجانہ قاتل کا رتبہ اپنے یہاں بلند کیا۔ لیکن یہ وقتی خوشی دیر پا ثابت نہ ہوئی۔ فوراً ہی اس پر نام بھی ہو گیا اور یہ ندامت قتلِ امام پر نہیں بلکہ اپنی رسوائی کے خطرات پر جو قیامت تک اس کے حصہ میں آنے والی تھی اور آئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ یزید قتلِ امام سے راضی نہ تھا۔ خود یزید کی منشاء کے خلاف ہے۔ اس کی خوشی اور چیز پر تھی اور ناخوشی اور چیز پر تھی۔ اسی لیے اس نے اپنی رسوائی کے خیال سے یہ الفاظ نکالے اور بڑے سوچ سمجھ کر۔ پھر اگر وہ ناخوش تھا تو ابنِ زیاد کو سزا دینا اور معزول کروانا یا کم سے کم باز پرس کرتا۔

زبان سے ملعون و مغضوب خداوندی کہہ کر کچھ اپنا مغضوب بھی تو بناتا۔ ابنِ زیاد تو یزید کا ملازم تھا۔ اور یزید مطلق العنان ہوتے ہوئے یہ جرأت نہ کر سکا کہ ابنِ زیاد کو پوچھتا پھانسی نہیں تو تعزیر دیتا۔ ایسے زور آور آدمی سے یہ بے زوری عجز کے سبب سے نہیں بلکہ قتلِ امام حسین ؑ کی خوشی میں تھی کہ کام تو اپنا ہی ہے ابنِ زیاد کو صرف زبان سے ملعون یا مغضوب کہنا یہ یزید کی بہت بڑی سیاست تھی۔

حدیثِ قسطنطنیہ کا تحقیقی بیان

یزید لعین کے ساتھ محبت کرنے والے بہت ہاتھ پیر مارنے کے بعد بموجب، ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، اپنے یزید لعین کی صفائی پیش کرنے کے لیے بخاری کی اس حدیث کو پیش کیا کرتے ہیں کہ حضور سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ
میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر (بادشاہ روم) کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گا وہ بخشا ہوا ہے۔

چنانچہ ۴۹ھ میں حضرت معاویہ ؓ نے ایک فوج سفیان بن عوف کی کمان میں قسطنطنیہ بھیجی تھی اور چونکہ یزید لعین اس لشکر میں شامل تھا۔ لہذا وہ بمشر بالجینہ قرار پاتا ہے۔ یہ دلیل دے کر یزید کی صفائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

اولاً یہ روایت سند کے اعتبار سے مجروح ہے کیونکہ اس کے راوی بوجہ بدعقیدہ یا بدعمل ہونے کے ناقابلِ اعتبار ہیں اس روایت کا سلسلہ سند اس طرح ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يَزِيدَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّزَةَ بْنِ وَاقِدٍ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا قُورَيْبُ بْنُ يَزِيدَ الْحُمْصِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ الْحُمْصِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ الْأَسْوَدِ الْحُمْصِيِّ۔

اس سلسلہ کا پہلا راوی اسحاق ہے جو کہ علمائے رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۲۰ میں لکھتے ہیں:

قَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ كَتَبَ عَنْهُ أَبِي سَمْعَتٌ أَبَا زُرْعَةَ
يَقُولُ أَخَذَ كُنَاهُ وَلَمْ يَكْتُبْ عَنْهُ۔

ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں میرے باپ نے اس (اسحاق) سے حدیث لکھی اور میں نے ابوزرعه (راوی) سے سنا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا ہے مگر (بوجہ ضعیف ہونے کے) اس سے حدیث نہیں لکھی۔

دوسرا راوی یحییٰ ہے اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۰۰ پہ لکھا ہے۔

كَانَ يُدْعَى بِالْقَدْرِ رُوحٍ عَنْ ابْنِ مُعِينٍ أَنَّهُ كَانَ قَدْرِيًّا۔ اسی پر قدری ہونے کا الزام لگایا جاتا ہے اور ابی معین (بڑے نقاد) سے روایت ہے کہ یہ قدری تھا۔

اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

الْقَدْرِيَّةُ مَجْمُوسٌ هَذِهِ الْأُمَّةُ۔ قدر یہ میری امت کے مجوسی ہیں۔ (۱)

تیسرا راوی ثور ہے۔ اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے۔

يُقَالُ أَنَّهُ قَدْرِيًّا وَكَانَ جَدُّهُ قَيْلٌ يَوْمَ صِفِّينَ مَعَ مَعَاوِيَةَ وَكَانَ قُوْرًا إِذَا ذَكَرَ عَلِيًّا قَالَ لَا أَحِبُّ رَجُلًا قَتَلَ حَيِّي نَفَاةً أَهْلَ الْحَبِصِ لِكُونِهِ قَدْرِيًّا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شخص قدری المذہب تھا اس کا دادا جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں مارا گیا۔ چنانچہ جب ثور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ کا ذکر کیا کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا۔ اہل حبص نے اس کو قدری ہونے کی وجہ سے شہر بدر کر دیا تھا۔ (۲)

معلوم ہوا کہ یہ شخص قدری ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت کا دشمن بھی تھا اور یہ امر بجائے خود راوی کے لیے قاذب ہے لہذا ایک قدری و ناصبی کی روایت کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے۔

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے۔ اس کے متعلق تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۲۲ میں تصریح موجود ہے۔ کہ یرسل کثیراً یہ شخص روایت کرتے وقت ارسال سے بہت کام لیتا تھا۔ اس بناء پر یہ بھی ناقابل اعتماد ہو کر رہ جاتا ہے۔

علاوہ ازیں ان تمام راویوں کا دمشق، شامی، حمصی ہونا باری طرح کھٹکتا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان راویوں نے اپنی طرف سے یا حکومت وقت کے اشارے پر ایسی روایات وضع کر کے اسلامی شہروں میں پھیلا دیں جن سے سلاطین وقت کی خوشنودی ہو سکے۔ ان حقائق قویہ کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ یہ روایت بالکل وضعی و جعلی اور ناقابل استدلال ہے۔

ثانیاً

اگر اسے بالفرض صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں پہلے لشکر کی فضیلت وارد ہوئی ہے اور جس لشکر میں یزید شامل تھا۔ وہ پہلا نہ تھا یزید ۵۵ھ میں شریک ہوا۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے ۲۷ھ میں ایک مہم مدینہ طیبہ سے قیسر قسطنطنیہ کے خلاف روانہ کی جا چکی تھی اور سالہا سال بعد میں بھی برابر ہمیں روانہ ہوتی رہیں۔ جیسا کہ ابن خلدون اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے۔

ثالثاً

واقعات شاہد ہیں کہ یزید نے اس مہم میں بادل ناخواستہ شرکت کی تھی۔ ظاہر ہے کہ جو عمل قلبی رضامندی سے نہ ہو وہ شرعاً ناقابل اعتنا نہیں ہوتا۔ چنانچہ کامل ابن اثیر میں ہے کہ حضرت معاویہ نے یزید کو شرکت جہاد کا حکم دیا مگر اس نے سستی سے کام لیا اور کوئی بہانہ کر کے رہ گیا۔ ادھر لشکر میں بخارا اور چچیک کی دبا پھوٹ پڑی۔ جب یزید لعین کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے خوب بغلیں بجائیں اور عیاں شانہ اشعار کہے:

جن کا ترجمہ یہ ہے:

مَا اِنْ اَبَانِي بِمَا لَا قَتَّ مُجُوعُهُمْ
بِالْقَدْفِ التَّيِّدِ مِنَ الْحَمَى وَمِنْ شَتُوْمِ
اِذَا تَكَلَّتْ عَلَى الْاَتْمَاطِ مُزْتَفِعًا
بِيَدِي مَرَانِ عِنْدِي اَمْ كَلْفُوْمِ

ترجمہ: مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخارونگی کی بلائیں فرقد نہ (نام مقام) میں آ پڑیں۔ جب کہ میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم و بنت عبد اللہ ابن عام (یزید کی بیویاں) کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔

یزید کے یہ اشعار جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہنچے فَأَقْسَمَ عَلَيْهِ لِيُحَقِّقَ سُفْيَانُ فِي أَرْضِ رُوْمٍ يُصِيبُهُ مَا أَصَابَ النَّاسَ۔ تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب میں اس یزید کو ضرور بھیجوں گا سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں تاکہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکروں کو ملا ہے۔

رابعاً

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ جہاد ماضی کے گناہ دھوتا ہے۔ مستقبل کے گناہوں اور بد اعمالیوں کو نحو نہیں کرتا یزید سے جو گناہ بعد میں سرزد ہوئے ان کا حساب و کتاب جزا اور سزا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جو انہیں بہت اچھی طرح جانتا ہے۔ (عمدة القاری ج: ۶، ص: ۶۳۹) یہ ہے

لَا يَلُومُهُ مِنْ دُخُولِهِ فِي ذَالِكَ الْعُتُوْمِ اَنْ لَا يَخْرُجَ
بِنَدِيْلٍ غَاوِسٍ اِذْ لَا يَخْتَلِفُ اَهْلُ الْعِلْمِ اَنْ قَوْلُهُ عَلَيْهِ
السَّلَامُ وَالصَّلٰوةُ مَقْفُوْرَةٌ لَهُمْ مَشْرُوْطٌ بِاَنْ يَكُوْنُوْا
مِنْ اَهْلِ الْمَغْفِرَةِ حَتّٰى لَوَارِثَتَا مَن غَزَاهَا بَعْدَ ذٰلِكَ لَمْ
يَدْخُلْ فِي ذٰلِكَ الْعُتُوْمِ اِتِّفَاقًا۔

اس بخشش والے عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دلیل خاص کے ذریعہ نکل نہ سکے کیونکہ اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ وہ لشکر بخشا ہوا ہے۔ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ شامل ہونے والا شخص مغفرت کی قابلیت بھی رکھتا ہو۔ لہذا اگر کوئی بھی اس لشکر والوں میں سے بعد میں مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بخشش کے عموم میں داخل نہ ہوگا اور یزید نے چونکہ بعد میں وہ افعال شنیعہ کیے ہیں کہ اگر پہلے اس کا اسلام بالفرض تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر اس کا مرتد ہونا ثابت ہے لہذا وہ اس عموم سے خارج ہوگا۔

سبط ابن جوزی نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ۔

قُلْنَا فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ لَعَنَ اللَّهُ مَنْ أَخَافَ مِدْيَنِيَّةً
وَالْآخِرُ يُنْسِخُ الْأَوَّلَ۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد بھی ہے کہ جس نے میرے مدینہ والوں کو ڈرایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اور واقعہ حرہ جو یزید کے حکم سے مدینہ طیبہ میں رونما ہوا وہ غزوہ قسطنطنیہ کے بعد میں ہوا لہذا آخری حدیث نے پہلی کو منسوخ کر دیا۔

ایک مشہور شبہ بہ متعلق یزید

رہا یہ کہ علامہ حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید میں بہت اچھی خصلتیں تھیں۔ لیکن جو پوری بات حافظ ابن کثیر نے لکھی ہے اس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

اب حافظ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَدْ كَانَ يَزِيدٌ فِيهِ خِصَالٌ مُمَوَّدَةٌ مِنَ الْكَرَمِ وَالْجَلَمِ وَالْفَصَاحَةِ وَالشَّعْرِ وَالشَّجَاعَةِ وَحُسْنِ الرَّأْيِ فِي الْمُلْكِ وَكَانَ ذَا جَمَالٍ وَحُسْنِ الْمَعَاشَرَةِ.

اور یزید میں کچھ ایسی خصلتیں بھی تھیں جیسے حلم و کرم اور فصاحت اور شعر گوئی اور شجاعت اور عمدگی رائے ملک و سیاست کے بارہ میں اور صاحب جمال اور حسن المعاشرت تھا۔

اب خود ہی حافظ ابن کثیر خصلتیں بیان کرنے کے ساتھ ہی جو لکھتے ہیں وہ بھی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

وَكَانَ فِيهِ اقْبَالٌ عَلَى شَهَوَاتٍ وَتَرَكَ بَعْضَ الصَّلَواتِ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَأَمَّا تَتَمُّهَا فِي غَالِبِ الْأَوْقَاتِ.

اور یزید میں یہ عادتیں بھی تھیں کہ شہوت رانی پر جھکا ہوا تھا۔ بعض اوقات کی نمازیں بھی نہیں پڑھتا تھا اور وقت گزار کر پڑھتا تو بہت زیادہ تھا۔

دیکھا یزید کی کسی خصلتیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ شہوت پرست اور نمازوں کو ضائع کر دیتا تھا اور اگر کوئی پڑھتا بھی تو وقتِ نماز گزار کر۔ اب یزید کا نمازوں کو ضائع کرنا اور شہوت پرست ہونا ہی اس کے فصیح و بلیغ و شاعر ہونے نیز اس کے حلم و کرم اور سیاست کو خاک میں ملا دینے کے لیے کافی ہے کیا ان باتوں سے یزید کے متقی اور پرہیزگار ہونے پر روشنی پڑی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ خود حافظ ابن کثیر آگے چل کر اس حدیث کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے تو ان کا انجام ”غی“ جہنم کی ایک وادی میں ہوگا۔

اس حدیث کے ساتھ ہی یہ لانا ثابت کر رہا ہے کہ حافظ ابن کثیر کا یہ ارشاد یزید کی پارٹی کی طرف ہے جو ساٹھ ہجری کو ابھری۔ اور ناخلف لوگ اور جہنم کے مستحق یہی لوگ ہوں گے۔ بلکہ یہ بات قرآن میں بھی ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيًّا. (مریم: ۵۹)

اس کے بعد ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوں گے جو شہوات پرست اور نمازوں کو ضائع کرنے والے ہوں گے۔ قریب ہے کہ ایسے لوگ جہنم کے (غی) ذلیل نالے میں ڈالے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یزید کے پرکھنے کی کسوٹی یہی تھی اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی نماز عبادت اور بالفاظ دیگر تعلق مع اللہ ہی درست نہ ہو۔ تو اس کا حلم و کرم، شعر گوئی، سیاست، خوبصورتی، بہادری، فصاحت، اور اس کی زندگی اور معاشرت دین کی حیثیت سے کیا درست ہو سکتی ہے۔

اب دیکھئے سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں اپنے عمال و حکام کے نام جو فرمان جاری کر رہے ہیں اس کے متعلق امام مالک علیہ الرحمہ نے موطا میں نقل کیا ہے۔

أَنَّ عَمْرَأَيْنِ الْخَطَّابَ كَتَبَ إِلَى عَمَّالِهِ إِنَّ أَهَمَّ أَمْرٍ كُمْ
عِنْدِي الصَّلَاةُ فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافِظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِينَهُ
وَمَنْ ضَيَعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضَيَعُ.

عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کے نام فرمان جاری کیے اور لکھا
کہ میرے نزدیک تمہارے کاموں میں اہم ترین کام نماز کی پابندی
ہے جو اسے صحیح طور پر ادا کرے گا اور اس کی پابندی رکھے گا وہی اپنے
دین کو محفوظ رکھ سکے گا اور جو اسے ضائع کر دے گا تو وہ نماز کے
سوا (اپنی زندگی کی) ہر چیز کا اور بھی زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا (یعنی
جس کا تعلق مع اللہ درست نہیں اس کا تعلق مع اخلاق بھی کبھی صحیح
بنیادوں پر استوار نہیں رہ سکتا)۔

معلوم ہوا کہ جو شخص شہوات پر جھکا ہوا اور تارک الصلوٰۃ ہے اس کی متذکرہ خصلتیں کچھ معنی نہیں رکھتیں۔ کر بلائے معلیٰ اور حرمین
شریفین میں اس کے کئے جانے والے مظالم کے بعد اس کی ان خصلتوں کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔

یزید کے متعلق دنیائے اسلام کی رائے

(۱) علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

اِخْتِلَافٌ فِي اِتِّفَاقٍ يَزِيدٌ قِيلَ نَعَمْ لَمَّا رُوِيَ عَنْهُ
مَا يَدُلُّ عَلَى كُفْرِهِ مِنْ تَحْلِيلِ الْخَمْرِ وَلَعَلَّهُ وَجْهٌ مَا قَالِ
الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَتَكْفَرُ بِهِ لَمَّا قُبِلَتْ عَنْهُ (۱)

یعنی کفرِ یزید کے بارے میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ہاں
وہ کافر ہے کیونکہ اس سے ایسے اقوال و افعال نقل ہوتے ہیں جو
اس کے کفر پر دلالت کرتے ہیں جیسے شراب کو حلال سمجھنا وغیرہ اور
شائد ان ہی وجوہ کی بنا پر امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ نے اس کے کفر پر
فتویٰ دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کے یہ کفرانہ اقوال و افعال
ثابت ہو گئے تھے۔

علامہ سعد الدین قنقازانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

أَطْلَقَ اللَّعْنُ عَلَيْهِ لَمَّا أَنَّهُ كَفَرَ حَتَّى أَمَرَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ
وَاتَّفَقُوا عَلَى جَوَازِ اللَّعْنِ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ وَأَمْرِهِ وَأَجَاوَزَهُ
وَرَضَى بِهِ.

یزید پر لعنت بھیجی علی لاطلاق جائز ہے اس لیے کہ اس نے سیدنا
امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم دے کر کفر کیا اور تمام اس پر متفق
ہیں جس نے یہ فعل کیا یا اس کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا۔ اس پر
لعنت بھیجے کا جواز ہے۔

اور سچی بات یہ ہے کہ یزید سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر
راضی ہوا اور خوش ہوا اور اس نے عترتِ رسول کی بے حرمتی کی۔

أَلْحَقُوا أَنْ رَضَى يَزِيدُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ وَاسْتَبْشَارَهُ بِذَلِكَ
وَأَهْلَانِكَ أَهْلَ بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ.

فَعَنْ لَا تَتَوَقَّفُ فِي شَأْنِهِ بَلْ فِي إِجْمَاعِهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ
وَعَلَى أَنْصَارِهِ وَأَعْوَانِهِ (۱)
ہم یزید پر لعنت کرنے کے جواز بلکہ اس کے بے دین اور بے ایمان ہونے میں کسی قسم کا توقف نہیں کرتے اور شک و شبہ نہیں رکھتے۔ اس پر اور اس کے اعوان انصار پر خدا کی لعنت ہو۔

اس کے حاشیہ پر ہے۔

أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ وَفَسَقَ فِي دِينِهِ وَأَنَّهُ يَزِيدُ أَرْسَلَ الْجُنْدَ
عَلَى الْحُسَيْنِ فَقَتَلُوهُ وَأَهْلًا وَأَهْلًا بَيْتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ۔
یزید شراب پیتا تھا اور یہ بات تو اس سے ثابت ہے کہ یزید نے امام کے قتل کے لیے لشکر بھیجا اور پھر اس لشکر نے قتل کیا اور آل رسول ﷺ کی توہین کی۔

۲۔ ابن جوزی علیہ الرحمہ نے یزید کے کفر پر اور اس پر لعنت بھیجنے پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے۔ الرَّدُّ عَلَى الْمُعْتَصِبِ
الْعَبِيدِي فِي جَوَابِ اللَّعْنِ عَلَى يَزِيدَ۔ اس سے انہوں نے دلائل قاطعہ برائین ساطعہ سے ثابت کیا ہے کہ یزید پر لعنت اور اس کے کفر میں کچھ شک و شبہ نہیں۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

لَعْنُ اللَّهِ قَاتِلَهُ وَابْنُ زَيْدٍ۔
خدا تعالیٰ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ابن زیاد اور یزید پر لعنت کرے۔

۴۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ واقعہ حرہ کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے اس حدیث کئیف ینک پنا
آتاکم۔ اے ابوذر رضی اللہ عنہ تو اس وقت کیا کرے گا جب مدینہ منورہ خون سے رنگین ہوگا۔ کے تحت فرماتے ہیں۔ آں شتی بدار البوار رفت
کہ وہ بے سعادت یعنی یزید جہنم میں گیا۔ اور اس یزید کو ملعون و کافر و جہنمی لکھا ہے اور شیخ محقق نے یزید کے نام کے ساتھ ملعون کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۵۔ علامہ سید امیر علی علیہ الرحمہ مترجم کتب کثیرہ نور الہدایہ و شرح وقایہ و فتویٰ نہدیہ و بخاری اپنی تفسیر پارہ اٹھائیسواں سورہ حشر میں فرماتے ہیں۔ کہ حضور اقدس ﷺ جانتے تھے کہ آپ کے بعد سیدنا ابوبکر پھر عمر و عثمان و علی و حسن رضی اللہ عنہم ترتیب خلفاء ہوں گے اور سیدنا علی المرتضیٰ کی خلافت میں ایک گروہ قریش و بنی امیہ سخت مناقشہ کریں گے۔ چنانچہ آئندہ حدیث لا اراکم فاعلمین میں ظاہر ہوگا۔ بلکہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید اور ولید و جاج وغیرہ کی مانند ایسے ظالم ہوں گے کہ قرآن پر ایمان لانے سے منحرف ہو کر توہین کرنے لگیں گے اور آپ کی پاک عترت کے ساتھ ظلم سے پیش آئیں گے۔ اصل حدیث میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی محبت کا ذکر ہے جو مومنوں پر لازم ہے اور آپ نے یہ حجت تمام فرمائی۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ یزید پلید ایسے بدکار ہوں گے جن پر قیامت تک لعنت ہوتی رہے گی۔ کیونکہ یزید مردود اور اس کے ساتھیوں کی ذات سے اہل بیت کے حق میں شہید کرنے اور تعظیم نہ کرنے کی بدذاتی سرزد ہوئی۔ حتیٰ کہ امام الدین والدین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ائمہ کرام نے یزید پلید سے بیعت کو منظور نہ فرمایا۔

۶۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ قاضی ابویعلیٰ نے کتاب المعتمد الاصول میں اپنی سند سے

روایت کی ہے کہ صالح بن احمد حنبل نے کہا اپنے باپ سے کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں۔ پس احمد نے کہا اے بیٹے جو اللہ پر ایمان رکھے اسے چاہیے کہ وہ یزید سے اس طرح لعنت کی محبت کرے جس طرح اللہ نے اس پر لعنت کی محبت کی ہے۔ میں نے کہا کہ یزید پر اللہ تعالیٰ نے کہاں لعنت بھیجی ہے۔ تو آپ نے کہا اس آیت میں۔

فَقُلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَعُوا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔
 زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی۔ (محمد: ۲۳)

یزید فساد ہی تھا اور اس نے خون ریزی کی اور اس نے نواسر سیدالابرار رضی اللہ عنہ کو بھی اور ان کے خاندان کو بھی قتل کرنے سے گریز نہ کیا اور مدینہ طیبہ میں بھی قتل عام کرایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيَقْطَعُونَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوَصَّلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰٓسِرُونَ۔
 وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔

اس کے آگے علامہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ دوسرے مقام پر سورت ابراہیم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

قُلْتُ اَمَّا بَنُو اُمَيَّةٍ فَتَمَتَّعُوا بِالْكَفْرِ حَتّٰى اَسْلَمَهُ اَبُو سُهَيْبَانَ مِثْلُ الْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمْ ثُمَّ كَفَرُوْا بِدَوْنٍ وَمِنْ الْبُخَارِيِّ اَبُو سُهَيْبَانَ اور معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ مسلمان مَعَهُ يَمَّا اَنَعَمَ لِّلّٰهِ عَلَيْهِمْ وَاَتَتْجُوا الْعَدَاوَةَ اَلْ مُحَمَّدِيَّةَ وَقَتَلُوْا اَحْسَنًا ظَلَمْنَا وَكَفَرُوْا بِدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر کیوں اور انہوں نے آل محمد رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی کی اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم اور کفر سے قتل کیا اور یزید نے دین مصطفیٰ کے ساتھ کفر کیا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ۔

۷۔ علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ صاحب۔ روح المعانی زیر آیت اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصْحَمَهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت کرتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں، اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

وَ اَنَا اَقُوْلُ الَّذِيْنَ يَغْلِبُ عَلٰى ظُلْمِيْ اَنَّ الْخُبَيْثَ لَمْ يَكُنْ مُصَدِّقًا بِرَسَالَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَّ مَجْمُوْعَ مَا فَعَلَ مَعَ اَهْلِ حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَهْلِ حَرَمِ نَبِيِّهِ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَعِزَّتِهِ الْقَلِيْدِيْنَ الظَّاهِرِيْنَ فِي الْحَيَاةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ وَمَا صَدَرَ عَنْهُ مِنَ الْمَعَارِضِ لَيْسَ بِاَضْعَفِ دَلَالَةٍ عَلٰى عَدَمِ تَصْدِيْقِهِ وَمِنْ الْاَلْقَاءِ وَرَقَّةٍ مِنَ الْمَصْعَفِ الشَّرَفِ فِي قَدْرِ

وَلَوْ سَلِمَ اَنَّ الْخُبَيْثَ كَانَ مُسْلِمًا فَهُوَ مُسْلِمٌ مَجْمَعٌ مِنَ الْكُتُبِ مَا لَا يُحِيْطُ بِهِ بِظُلْمِ الْبَيَانِ

میں کہتا ہوں اور میرا ظن غالب یہ ہے کہ ہو خبیث (یزید) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کو ماننے والا نہ تھا اور جو کچھ اس

نے مکہ و مکرمہ و مدینہ منورہ کے بانیوں اور اہل بیت اطہار کے ساتھ ان کی زندگی اور بعد از وفات کیا اور جو کچھ اس نے دیگر افعال کئے وہ اس کے عدم ایمان پر قرآن مجید کے اور اق گندگی پر ڈالنے سے کم دلالت نہیں کرتے۔۔۔ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ وہ غیبتِ مسلمان تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اتنے زیادہ گناہ کبیرہ کیے جو بیان کی حدود سے باہر ہیں۔

۸۔ حضرت سیدنا محمد الف ثانی احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں وہ کم بخت یزید اصحاب میں سے نہ تھا۔ اس کی بدبختی میں کسی کو کام نہیں جو کام اس بد بخت نے کیا کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔ ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب ہے اور اس کی تردید کی کیا حاجت ہے اس میں کون سا حیل اشتباہ ہے اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا۔ (یعنی لعنت) تو بیشک جائز تھا۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کہنا برا ہے۔

۹۔ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جری علی الکبار تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اطلاق اور اتفاق ہے۔ امام احمد بن حنبل اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے ہیں اور یہ تخصیص نام اس پر طعن کرتے ہیں اس کے فسق و فجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریاتِ اہل سنت مذہب کے خلاف ہے اور ضلالت و بے دینی ہے۔ بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے نہیں جس میں محبتِ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون شک نہیں کہ اس کا قائل ناجی ہو بلکہ مردود اور اہل سنت کا عدو و عنود ہے اور ان کلماتِ شنیعہ سے حضرت بول نہ رہا رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ و الثناء کا دل دکھا چکا ہے۔ **اللّٰهُ وَاحِدٌ قَهَّارٌ کَوَیْدُ اَدُوِّ چکا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْخُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ، اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْخُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَہٗ لَکٰفِرٌ کَبِیْرٌ** **اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مَّهِیْنًا۔**

۱۰۔ یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین اقوال ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان جانتے ہیں تو اس پر کتنا عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔

۱۱۔ سید المفسرین حکیم الامت رئیس التحقیق صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یزید بن معاویہ ابو خالد اموی وہ بد نصیب شخص ہے جس کی پیشانی پر اہل بیت کرام کے بیگناہ قتل کا سیاہ داغ ہے اور جس پر ہر قرن (زمانہ) میں دنیاۓ اسلام ملامت کرتی رہی ہے اور قیامت تک اس کا نام تحقیر کے ساتھ لیا جائے گا۔ یزید بد باطن، سیاہ دل، تنگ خاندان ۲۵ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر مسیون بنت نجد کلبیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ نہایت موٹا، بد نما، کثیر الشعر، بد خلق، تند خو، فاسق، فاجر، شرابی، بدکار، ظالم، بے ادب، گستاخ تھا۔ اس کی شرارتیں اور یہود گیاں ایسی ہیں جن سے بد معاشوں کو شرم آئے عبداللہ بن حنظلہ الغسیل نے فرمایا خدا کی قسم ہم نے یزید پر اس وقت خروج کیا جب ہمیں اندیشہ ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کے سبب آسمان سے پتھر نہ برسے لگیں۔ (واقعی)

محرمات کے ساتھ نکاح اور سود وغیرہ منہیات کو اس بے دین نے اعلانیہ رواج دیا۔ مدینہ طیبہ و مکہ مکرمہ کی بے حرمتی کرائی۔ ایسے شخص کی حکومت گرگ کی چوبانی سے زیادہ خطرناک تھی۔ اربابِ فراست اور اصحابِ اسرار اس وقت سے ڈرتے تھے۔ جب کہ عنانِ سلطنت اس کے ہاتھ آئی۔

۱۲۔ علامہ قاضی شہاب الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تَوَاتَرٌ عَنْ يَزِيدٍ مَنْ إِذَاءَ النَّبِيِّ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ مَا يُؤْجِبُ
اللَّعْنُ فَرَحِمَ اللَّهُ مَنْ جَوَّزَ لِعْنَهُ. قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا.

۱۳۔ علامہ دمیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

سُئِلَ الْكِنْيَا الْأَهْرَاسِيُّ الْفَقِيهَ الشَّافِعِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ
مُعَاوِيَةَ هَلْ هُوَ مِنَ الصَّحَابَةِ أَمْ لَا هَلْ يُجُوزُ لِعْنُهُ أَمْ
لَا فَجَابَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنَ الصَّحَابَةِ لِأَنَّهُ وَلِدٌ فِي أَيَّامِ
عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَمَّا قَوْلُ السَّلَفِ فَضِيحَةٌ
لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَمَالِكٍ وَأَحْمَدَ قَوْلَانِ
تَصْرِيحٌ وَتَلْوِيجٌ وَلَنَا قَوْلٌ وَاحِدٌ تَصْرِيحٌ كُنْ التَّلْوِيجُ
وَكَيْفَ لَا يَكُونُ كَذَلِكَ وَهُوَ الْمُتَقِيدُ بِالْفَقْهِ
وَاللَّاعِبُ بِالتَّنْدِ وَمَرِبَ الْخَبَرُ وَمِنْ شِعْرِهِ فِي الْخَمْرِ
قَوْلُ الصَّحْبِ قَمَتِ الْكَلَسُ شَلَّتْ لَهُمْ وَدَاعَى حَبَابَاتِ
الْهُوَى يَتَمُّ ثُمَّ خَلُّوا بِنَصِيبٍ مِنْ نَعِيمٍ وَلِرَّةٍ فَكَلَّ
وَأَنْ طَالِ الْمَدَى يَتَصَوَّمُ وَكَتَبَ فَضْلًا وَطَوِيلًا
أَضْرَبْنَا عَنْ ذِكْرَةِ قُلُوبِ الْوَرَقَةِ وَكَتَبَ وَلَوْ مَدَوْتَ
بِيَدِيَا حُضْرٍ لَطَلَعَتِ الْعَنَانُ وَسَبَّطَتِ الْكَلَامُ فِي فُتَا زِي
هَذَا الرَّحْلُ

یزید کے متعلق یہ بات بالذات ثابت ہے کہ اس نے حضور اقدس علیہ
السلام کو بوجہ قتل اہل بیت اذیت پہنچائی اور یہ بات موجب لعنت ہے
اور اللہ رحم کرے ان لوگوں پر جو یزید پر لعنت جائز سمجھتے ہیں اللہ فرماتا
ہے کہ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر
اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اکیلاہر اسی فقیہ شافعی سے سوال کیا گیا کہ یزید بن معاویہ صحابہ میں
سے ہے یا نہیں اور آیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ تو انہوں
نے جواب دیا کہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا۔ کیونکہ اس کی ولادت
زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ میں ہوئی تھی۔ اب رہا سلف صالحین کا قول اس پر
لعنت کے بارہ میں تو اس میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ امام مالک اور احمد
بن حنبل رضی اللہ عنہ کے دو قسم کے قول ہیں ایک تصریح کے ساتھ اور ایک
تلویح کے ساتھ اور ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ
کرنا بلکہ تلویح۔ (یعنی صراحتاً لعنت کا جواز) اور کیوں نہ ہو جب
کہ یزید کی کیفیت یہ تھی کہ وہ چھیتوں کے شکار میں رہتا اور نرؤ سے
کھیلتا اور شراب خوری کرتا۔ چنانچہ اس کے اشعار میں سے ہے کہ
میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کی جماعت کو دور جام و شراب
نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی سرگرمیاں ترنم کی آواز سے پکار رہی
ہیں کہ اپنے نعمتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم
ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کی کتنی ہی عمر طویل کیوں نہ ہو۔ لہذا وقت
تھوڑا ہے جو عیش کرنی ہے کر لو کہ پھر یہ زندگی ہاتھ نہیں آئے
گی۔ اس پر اہر اسی فقیہ نے ایک فصل لکھا ہے جسے طول کی وجہ سے
ہم نے چھوڑ دیا ہے پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس
ورق میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی کر دیتا اور اس
یزید کی رسوائیاں کافی تفصیل سے لکھتا۔

۱۵۔ مؤرخ جلیل سعودی لکھتے ہیں:

وليزيد وغيره اخبار عجيبة ومشالبة كغيره من
شرب الخمر وقتل ابن الرسول ولعن الوهمي وهم
البييت وسفك الدماء والفسق والفجور وغيره ذالك
مما ورد فيه الوعيد يا ايها الناس من عفوانه كوروده
فيمن حمد التوحيد وخالف رسوله.

يزید اور اس کے ہمراہوں کے اخبار و آثار عجیب اور مصائب
و مشائب کثیر ہیں۔ جیسے شراب پینا، فرزندِ رسول کو قتل کرنا ان پر لعن
وطن کرنا۔ خانہ کعبہ کا گرانا۔ مسلمانوں کا خون بہانا اور مختلف قسم
کے ایسے فسق و فجور کے کاموں کا ارتکاب کرنا جن کے ارتکاب
کرنے والوں کے لیے اس طرح رحمتِ خداوندی سے ناامیدی کی
وعید تہدید وارد ہوئی ہے جس طرح منکرینِ توحید و مخالفینِ رسل
کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

قال الامام احمد بكفره وكاهليك به ورعا وعلما انه
لم يقل ذالك الا لما ثبت عنده امور صريحة وقعت
منه توجب ذالك ووافقه على ذالك جماعة كابن
الجوزي وغيره واما فسقه فقد اجمعوا عليه وازار
قوم من العلماء لعنة مخصوص اسمه ورى ذالك عن
الامام احمد قال ابن الجوزي صنف القاضي ابو يعلى
كتابا ممن يستحق اللعنة وذکر منهم يزيد.

امام احمد بن حنبل نے یزید کو کافر کہا۔ اپنے علم و ورع کے اعتبار سے وہ کافی
ہیں ان کے علم و ورع اس بات کے گواہ ہیں کہ یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا
جب کہ مرتع موجب کفر باتیں اس سے واقع ہوئی ہوں گی ایک
جماعت کا جن میں ابن جوزی وغیرہ ہیں یہی فتویٰ ہے۔ یزید کے فسق
پر اجماع ہے بہت سے علمائے کرام نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت
کرنے کو جائز رکھا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی مروی ہے ابن جوزی
نے بتایا کہ قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقین لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی
ہے اس میں یزید کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

کچھ دلائل سابقہ بھی بیان ہوئے، اب تک دنیائے اسلام کی رائے متعلق یزید لکھی گئی ہیں۔ مفسرین، محدثین، محققین، مجتہدین،
ائمہ اربعہ، فقہاء، فضلا، علما اکابرین امت کے حوالہ جات کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

خدا اور فرشتوں، مومن مردوں اور مومن عورتوں کی ہر لحظہ ہر لمحہ زبان اس ملعون پر اور اس کے پیروکاروں یا رومد دگار اور اس کے
لشکر اور اس کے خادموں پر بے حد لعنت ہو۔ علمائے سلف و مشائخ خلف کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ جملہ اہلسنت کے نزدیک کافر ہو چکا
ہے۔ پس جب یزید کا کافر ہونا ثابت ہو گیا تو اس پر لعن کرنا بھی جائز ہو گیا۔ حوالہ کے لئے دیکھو سعادة الکونین فی فضائل الحسنین از مفتی
محمد اکرام الدین علیہ الرحمہ بندہ شیخ محقق محدث دہلوی علیہ الرحمہ از حوالہ مناقب السادات مترجم انجی المکرم مولانا محمد ضیاء اللہ صاحب
سلمہ، قادری کوٹلوی کتب خانہ قادری تحصیل بازار سیالکوٹ شریف)

یزید عثمان سلطنت پر اور بیعت لینے پر اصرار اور سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کا انکار

یزید پلید نے ۶۰ ہجری بقولے ۲۲ جب کی تاریخ کو تختِ شام پر قدم رکھتے ہی اپنی بیعت لینے کے لیے اطرافِ ممالک میں
مکتوب روانہ کئے اور سب سے زیادہ توجہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ اور بالخصوص سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی

طرف دی۔ اگر یہ حضرات بیعت قبول کر لیں گے تو ان کی پیروی میں تمام لوگ میری بیعت کر لیں گے چنانچہ اس نے اس کام کے لیے مدینہ طیبہ کے اس وقت کے گورنر ولید بن عتبہ کو ایک خط بذریعہ قاصد روانہ کیا جس میں اپنے والد کے انتقال اور اپنی جانشینی کی اطلاع دی اور ساتھ یہ ہدایت کی کہ جتنی جلدی ہو سکے۔

فَقَدْ حُسَيْنًا وَعَمْدًا اللَّهُ بْنُ عَمْرِو وَعَمْدًا اللَّهُ ابْنُ الزَّيْدِ
بِالْبَيْعَةِ أَخْلًا شَدِيدًا لَيْسَتْ فِيهِ رُحَصَةٌ حَقِّي
يُبَايَعُوا^(۱)

حضرت حسنیٰ اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کو میری بیعت پر مجبور کرو۔ جب تک یہ میری بیعت نہ کریں ان کو ہرگز نہ چھوڑیں۔

بعض روایات میں اس کے مزید الفاظ بھی درج ہیں:
فَمَنْ لَمْ يَبَايَعْكَ إِلَى يَوْمِ أُسَيْبٍ مَعَ جَوَابٍ كِتَابِي هَذَا۔

ان کے سامنے میرا خط پیش کرو اور ان میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اس کا سر قلم کر کے میرے اس خط کے جواب کے ساتھ بھیج دو۔

ولید بن عتبہ گورنر مدینہ فطرتاً صلح پسند اور خون ریزی و فساد کو پسند نہ کرتا تھا اور جب اس نے یہ خط پڑھا تو وہ ڈر گیا کہ یزید نے کیا حکم دیا ہے۔ اس نے مروان بن حکم کو مشورہ کے لیے بلایا اور یزید کا حکم نامہ پڑھ کر سنایا اور پوچھا تمہاری کیا رائے ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مروان مفسد اور بد باطن تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور ابن علی رضی اللہ عنہ دونوں کو بلاؤ اور یزید کی بیعت پر آمادہ کرو اگر انکار کریں تو گردن اڑادو۔ کیونکہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ مدعی خلافت بن جائیں اور پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔ ولید بن عتبہ گورنر مدینہ نے جب یہ بات سنی تو اس نے کہا:

قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَقْتُلُ ابْنَ بَيْتِ نَبِيِّهِ وَلَوْ جَعَلَ يَزِيدُ
إِلَى الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔

خدا مجھے اس حال میں نہ دیکھے گا کہ میں اس کے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کروں خواہ مجھے یزید ساری دنیا کی سلطنت کیوں نہ دے دے۔

لیکن ہاں میں ان کو بلوا کر بات کروں گا۔ چنانچہ ولید بن عتبہ نے ان حضرات کو بلوانے کے لیے ایک قاصد بھیجا۔ جب قاصد ان کو بلانے کے لیے گیا تو مسجد نبوی شریف میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اور یہ رات کا وقت تھا جب دونوں کو یہ پیغام ملا تو اپنی ذہانت سے یہی اندازہ ہوا کہ اس وقت بے وقت طلبی کا مقصد یزید کی بیعت کرنا مقصود ہے کیونکہ یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ یزید تخت نشین ہو گیا ہے۔ لہذا یقیناً اسی بات کے لیے بلوایا گیا ہے۔ ان حضرات نے قاصد کو فرمایا کہ تم چلو اور ہم آ رہے ہیں۔ حضرت امام علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سمیت باقی چند اصحاب کو ہمراہ لے کر ولید بن عتبہ والی مدینہ کے پاس پہنچ گئے۔ گورنر ولید نے کہا کہ حضور میں نے آپ کو تکلیف دی ہے اس کی معذرت چاہتا ہوں۔ میں نے نہایت مجبور ہو کر اور پریشان ہو کر آپ کو بلوایا ہے میرے دل میں اہل بیت عظام کا احترام ہے خود حاضر ہونے کی بجائے آپ کو بلا نا مناسب نہ تھا۔

بات دراصل یہ ہے کہ مجھے یزید نے یہ حکم نامہ بھیجا ہے جسے آپ خود پڑھ لیں میری زبان تو زیب نہیں دیتی جو الفاظ یزید بن معاویہ نے تخت نشین ہوتے ہی آپ حضرات کے متعلق لکھ بھیجے ہیں۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال پر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ بانی ابو کحہ یزید نے اُکھا ہے کہ یہ حضرات میری بیعت کر لیں تو اس کا جواب یہ ہے۔

اے والی مدینہ! ہم اہل بیتِ نبوت و رسالت ہیں ہمارے گھر فرشتوں کی آمد و رفت ہے۔ خدا نے ہمارا گھر اند بلند و بالا بنایا ہے یزید بن معاویہ فاسق، فاجر، شراب الخمر (شراب کا عادی) اور ظالم، قاتل اور معین فاسق ہے۔ ہم جیسے (پاکباز) گھرانے والے ایسے شخص کی بیعت نہیں کر سکتے کیونکہ میں حسین اسی پاک خاندان سے ہوں۔

أَيُّهَا الْأَمِيرُ إِنَّا أَهْلُ بَيْتِ النَّبِيِّ وَمَعْنَى الرَّسَالَةِ وَمُعْتَلِفُ الْمَلَائِكَةِ وَيَزِيدُ بَيْنَ الْمَعَاوِيَةِ وَجَلْ فَاسِقُ شَارِبُ الْخَمْرِ قَاتِلُ الْقَتْلَى الْمُعَرَّمَةِ مُعَلِّنُ بِالْفَسْقِ وَمُعَلِّنُ لَا يُبَايَعُ

خلاصہ یہ ہوا کہ پاک کا کیا کام ہے کہ وہ پلید کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ خاندانِ نبوت و رسالت پر تو یہ سب سے عظیم داغ ہوگا کہ نواسرہ رسول ﷺ نے ایسے پلید لعین کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو مسلمانان اسلام کا خلیفہ مان لیا۔ اس کے بعد حضرت امام نے فرمایا ہاں۔

وَلَكِنْ نَصَبُحُ وَتَصَبُّحُونَ وَنَنْظُرُونَ وَتَنْظُرُونَ أَئِنَّا أَهْلُ خِلَافَةِ الْبَيْعَةِ وَالْخِلَافَةِ

صبح ہونے دو ہم غور کریں گے اور آپ بھی غور کریں کہ ہم میں کون بیعتِ خلافت کا حق دار ہے۔

سبحان اللہ حضرت امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ جواب ساٹھ ہجری بتاریخ ۲۷ رجب المرجب بروز شنبہ کی شب کو والی مدینہ کوئی اصحاب کی موجودگی میں ملا۔ یہ وہ جملہ تھا جس پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جان دے دی لیکن دین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر داغ نہ آنے دیا ورنہ آئیہ تطہیر کی چادر پر وہ دھبہ لگ جاتا تھا جس سے قیامت کو بھی بچاؤ نہ تھا۔ نواسرہ رسول ﷺ کی یہی وہ حق بات تھی جس نے کربلا کے پتے ہوئے میدان میں آپ کو آزمایا اور آزمائش کرنے والے نے دیکھ لیا کہ وہ اس بات پر قائم رہے اور جان دے دی۔ لیکن نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر داغ نہ آنے دیا۔ گویا کہ کربلا کی پہلی سیڑھی کی ابتداء ہو چکی ہے۔

جب حضرت امام عالی مقام یہ جواب دے کر بمعہ اپنے اصحاب کے واپس دولت سرائے اقدس میں پہنچ گئے تو مروان بن حکم نے والی مدینہ کو پھر کہا کہ تم نے کوئی سخت اقدام ان کے جواب میں نہیں کیا بہتر تھا کہ تم اس کی گردن اڑا دیتے جس نے صاف انکار کر دیا ہے تو پھر والی مدینہ ولید بن عتبہ نے اس کو کہا۔ مجھے تجھ پر افسوس ہے کہ تو مجھے بار بار مفسدانہ و سفاکانہ مشورہ دیتا ہے۔ باقی جہاں تک اس امر کا تعلق ہے تو میری بات یاد رکھو۔

الَّتِي فِيهَا هَلَكَ دِينِي وَدُنْيَاوِي وَاللَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا قَتَلْتُ حُسَيْنًا لَوْ أَنَّ مَالِي الدُّنْيَا وَمَلَكَهَا

میں اپنا دین اور دنیا ہلاک نہیں کرنا چاہتا خدا کی قسم اگر مجھے دنیا کی بادشاہی اور دنیا کی دولت مل جائے تو مجھی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایسا اقدام نہ کروں گا۔

معلوم ہوا کہ یہی وہ اصل حقیقت تھی جس کے مطابق والی مدینہ نے کئی بار ایسا ہی کیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اہل بیتِ اطہار کا کس قدر بلند مقام ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میری طرف سے اس عظیم ہستی کی رائی برابر گستاخی ہو اور اگر ایسا ہوتا تو دنیا و آخرت تباہ اور عذاب الیم کا مستحق ٹھہراؤں گا، کاش اگر اتنی بات بھی یزید بن معاویہ یا اس کے حواریوں کے دل میں آ جاتی تو یہاں تک نوبت نہ آتی لیکن یہ بد نما داغ جس کے لیے تھا اسے مل کر رہتا تھا اور اب تک ہے اور روزِ حشر تک یہ داغ مٹ نہ سکے گا۔

باب ۱۴

حضرت امام عالی مقام کی مدینہ طیبہ سے رخصت کی حکمتیں

پھر سیدنا امام عالی مقام نے اہل بیت اطہار اور اصحاب و رفقاء اہل مدینہ سے یزید کی ساری بات بیان فرما کر ان سے اور اپنے بھائی حضرت محمد ابن الحنفیہ سے مشورے طلب کیے۔ سب نے آپ کا خیال دریافت کیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ نے والی مدینہ کو دیا تھا کہ میں خاندانِ نبوت کا چشم و چراغ ہرگز ایسے فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا اور اسکی خلافت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس پر سب نے اتفاق کیا اور مشورہ دیا کہ آپ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ چلے جائیں۔ حضرت امام عالی مقام کا بھی یہی ارادہ ہوا کہ مدینہ طیبہ میں رہنا درست نہیں۔ کیونکہ اب یہ خطرہ یقینی کسی حد تک پہنچ چکا ہے کیونکہ حضرت امام جانتے تھے کہ میرا انکار بیعت یزید کے اشتعال کا باعث بنے گا اور نابکار جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا۔ جس کا نتیجہ یہ بھی نکلے گا کہ مدینہ الرسول کہیں میری وجہ سے رنگین خون نہ ہو جائے اور یہ تو بین برداشت سے باہر ہے۔

لیکن حضرت امام کی دیانت و امانت و تقویٰ نے اجازت نہ دی کہ اپنی جان کی خاطر یا عزیز و اقارب یا وطن کی خاطر نااہل کے ہاتھ پر بیعت کر لیں اور مسلمانانِ اسلام کی تباہی اور شرع و احکام کی بے حرمتی اور دین کے نقصان کی پرواہ نہ کریں اور یہ امام جیسے جلیل القدر فرزندِ رسول ﷺ سے کیونکر ممکن ہو سکتا تھا۔ اگر امام اس وقت یزید کی بیعت کر لیتے تو ظاہر ہے کہ یزید آپ کی قدر و منزلت کرتا اور آپ کی عافیت و راحت میں کوئی فرق نہ آنے دیتا اور بہت سی دنیاوی دولت کے انبار آپ کے قدموں پر بچھا کر دیتا۔ لیکن اسلام کا نظام درہم برہم ہو جاتا اور اس پر داغ لگ جاتا اور یزید کی ہر بدکاری کے جواز کے لیے حضرت امام کی بیعت سند ہوتی اور شریعت اسلامیہ و ملتِ حنیفہ کا نقشہ مٹ جاتا۔ یہاں پر ان حضرات کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت امام نے اپنی جان خطرہ میں ڈال دی اور رقیہ کا تصور بھی خاطر پر نہ گزرا۔ اگر رقیہ جائز ہوتا تو اس کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس اور کونسا وقت زیادہ ضرورت کا تھا۔ حضرت امام ابن عمر و ابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بیعت کی درخواست اسی لیے سب سے پہلے کی گئی کہ اگر ان حضرات نے بیعت کر لی تو پھر کسی کو تامل نہ ہوگا۔ لیکن ان حضرات کے اس انکار سے وہ منصوبہ خاک میں مل گیا اور یزید یوں کی آتش عناد بھڑک اٹھی اور اسی ضرورت پہ حضرت امام عالی مقام کو مدینہ طیبہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا پڑا۔ کہ واقعی اب ولید بن عتبہ نے یزید کے تحریری حکم میں کچھ دیر کر دی تو اسے معزول کر کے دشمنِ اسلام کو گورنر بنادے اور ایسا ہو سکتا تھا جیسا کہ آئندہ آئے گا اور انکارِ بیعت امام کی صورت میں مدینہ الرسول کے بازار اور گلیاں خون سے رنگین نہ ہو جائیں اور عظیم تبرکاتِ عظیمہ کی توہین نہ ہو جائے یقیناً طرفین سے یہ کام

شروع ہو جائے گا۔ حضرت امام کے حمایتی ایک طرف اور یزیدی ایک طرف اس سے مدینۃ الرسول کی اہانت ہوگی اور یہ داغ بھی حضرت امام کی وجہ سے نہیں آنا چاہیے۔

اس لیے حضرت امام عالی مقام نے متفقہ طور پر مصمم ارادہ فرمایا کہ جتنی جلدی ہو سکے اب مدینۃ الرسول سے کوچ کر جائیں۔

ریاضِ جنت میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری رات

مدینہ طیبہ سے حضرت امام عالی مقام کی رحلت کا دن اہل مدینہ اور خود حضرت امام کے لیے غم و اندوہ کا دن تھا۔ اطرافِ عالم سے تو لوگ وطن ترک کر کے اعزہ و احباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں اور دربارِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بحر و بر کا طویل و خوف ناک سفر اختیار کرنے کے لیے بیقرار بنادے۔ ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہو۔ اور فرزندِ رسول علیہ السلام جو ابرارِ رسول سے جانے پر مجبور ہو اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے لیکن یہ وہی جانتے ہیں جن پر یہ وقت آیا کہ ان پر کیا گزری۔ روایات صحیحہ و معتبرہ اس پر موجود ہیں کہ دن کو مکمل تیاری فرمائی اور احبابِ اہل بیت اطہار کو اپنے ہمراہ لے جانے کے لیے تیار کر لیا اور شب کو ریاضِ جنت میں عبادت و نوافل میں مشغول رہے اور بارگاہِ رب العزت و ذوالجلال میں دعا فرمائی۔

اے میرے اللہ: یہ تیرے نبی ﷺ کی قبرِ اطہر ہے اور میں تیرے نبی ﷺ کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ میں جن حالات سے مجبور ہو کر جا رہا ہوں تو جانتا ہے میں نیکی کو اختیار اور بدی سے اجتناب کو پسند کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ سے صاحبِ قبر کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تو میرے لیے وہ راستہ پیدا فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضامندی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا قَبْرِ نَبِيِّكَ وَاَنَا ابْنُ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَحَضَرْتِيْ
مِنْ الْاَمْرِ مَا قَدْ عَلِمْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَجِبُ الْاَمْرَ
بِالْمَعْرُوفِ وَاَنْكِرُ الْمُنْكَرَ وَاَسْتَلْكَ يَا ذَا الْجَلَالِ
وَالْاِكْرَامِ بِحَقِّ الْقَبْرِ وَمَنْ فِيْهِ وَاُخْتَرْتِيْ مَا هُوَ لَكَ رِضْوٰی
وَلِرَسُولِكَ۔

حضرت امام عالی مقام علیہ السلام یہ دعا فرماتے رہے اور روتے رہے۔

دربارِ رسالت مآب ﷺ پر رات کی پچھلی گھڑی

نوافل و عبادت اور دعوات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان آقا و مولیٰ سرکارِ محمد رسول اللہ ﷺ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوئے اور ہدیہ درود و سلام پڑھتے اور روتے رہے اور قبرِ انور کے ساتھ لپٹ گئے اسی حالت میں آپ دیکھتے ہیں کہ فرشتوں کی جماعت کثیرہ ہے اور حضور پر نور ﷺ جلوہ افروز ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ نے اپنی آغوش میں لیا اور سینہ اقدس سے لگایا اور چوما اور فرمایا:

اے میرے پیارے حسین! میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب تم خاک و خون میں تڑپائے جاؤ گے اور میری امت کے چند اور ساتھیوں کے ساتھ زمینِ کربلا میں ظلم کے ساتھ ذبح کیے جاؤ گے

حَسْبِيْ يَا حَسِيْنُ كَآلِيْ اَزَالَكَ عَنْ قَرِيْبٍ مَّرْمَلًا يَدِمَائِكَ
مَذْبُوْحًا يَّارِضٍ كَرْبَلَا بَيْنَ اَحْبَابِهِ مِنْ اُمَّتِيْ وَاَنْتَ مَعَ
ذٰلِكَ عَظَمَانَ وَظُلْمَانَ لَا تَرَوْنِيْ وَهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

يَزْجُونَ شَفَاعَتِي لَا يَكُنْ لَهُمُ اللَّهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ
حَبِيبِي يَا حَسَنُ إِنَّ أَبَاكَ أَمَّكَ وَهُمْ مُشْتَقُّ الْيَاكِ (۱)
اور تم سب پیارے بھی ہو گے اور تمہیں پانی میسر نہ ہوگا اور اس کے
باوجود قاتل میری شفاعت کے امیدوار ہوں گے خدا کی قسم ان کو
میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ گھبراؤ نہیں تم عنقریب اپنے ماں
باپ کے پاس پہنچ جاؤ گے سب تمہارے مشتاق ہیں۔

اسی حالت میں حضرت امام اپنے نانا جان علیہ السلام سے روئے اور عرض کرتے ہیں۔
يَا جَدَّاهُ لَا حَاجَةَ لِي فِي الرُّجُوعِ إِلَى الدُّنْيَا فَخُذْ بِي الْيَاكِ
وَادْخُلْنِي فِي قَبْرِكَ (۲)
اے پیارے نانا جان علیہ السلام! میری دنیا میں جانے کی کوئی
خواہش نہیں سوائے اس کے کہ آپ مجھے یہیں اپنے ہمراہ قبر میں
جگہ دے دیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حسین رضی اللہ عنہ کو تسلی دی اور فرمایا:
لَا بَدَلَكَ مِنَ الرُّجُوعِ إِلَى الدُّنْيَا حَتَّى تَرُزُقِيَ الشَّهَادَةَ
لِيَكُونَ مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكَ فِيهَا مِنَ الْغَوَابِ الْعَظِيمَةِ (۳)
نہیں اے پیارے بیٹے تمہارے لیے دنیا میں ابھی رجوع ہے
کیونکہ تمہیں شہادت کا وہ مرتبہ پانا ہے جو خدا نے تمہارے لیے
لکھ دیا ہوا ہے جس کا عظیم ثواب تم کو ملنا ہے۔

اسی حال میں حضرت امام عالی مقام قبر اطہر سے اٹھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور کہا اے پیارے نانا جان علیہ السلام
اب حسین رضی اللہ عنہ کی آخری حاضری ہے امید نہیں کہ اب دوبارہ قبر اطہر کی حاضری مجھ کو نصیب ہو۔ امام تر دامن لیے ہوئے پھر حضرت
سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم کی قبر اطہر پر روئے اور سلام عرض کیا۔

حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات

حضرت سیدنا امام حسین نے اس سلسلے میں اپنے بھائی حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے بزرگ اور جید
عالم تھے اور آپ کے بھائی تھے ان سے ملاقات کی اور تمام ماجرا بیان فرمایا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ
نے کہا اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ جہاں تک یزید کی بیعت کا تعلق ہے تو آپ نے جو والی مدینہ کو فرما دیا ہے بالکل درست ہے واقعی وہ اس کا
اہل نہیں ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں بلکہ تمام مدینہ والے آپ کے ساتھ ہیں اور کسی صورت اس یزید کی بیعت کو تیار نہ ہوں گے۔
اب رہا یہ معاملہ کے آپ مدینہ طیبہ سے چلے جائیں اور مکہ معظمہ میں قیام فرمائیں واقعی جیسا آپ نے ذکر کیا ہے کہ کہیں مدینہ
الرسول کی توہین نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ اگر مدینہ الرسول سے کوچ کرنا ہے تو کر جائیں لیکن مجھے بیماری سے صحت یابی ہونے
تک ٹھہریں تاکہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں کیونکہ اے بھائی حسین رضی اللہ عنہ آپ جانتے ہیں کہ سب سے زیادہ مجھے آپ ہی عزیز ہیں
اور آپ سے بہتر کوئی نہیں اور میری جان بھی آپ پر قربان ہو جائے تو میں تیار ہوں۔

روایات صحیحہ سے ثابت ہوا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ نے مکمل اتفاق فرمایا اور آپ نے ان کو مکہ معظمہ
جانے کا بھی مشورہ اسی لیے دیا تاکہ مدینہ الرسول کی اہانت نہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہنے پائے اس کے بعد حضرت سیدنا امام عالی
مقام نے فرمایا۔

اسے بھائی جان! میں پھر مدینہ طیبہ سے کوچ کر جاتا ہوں اور مکہ معظمہ قیام پذیر ہو جاتا ہوں۔ لیکن آپ میرے ساتھ نہ چلیں آپ کا مدینہ میں رہنا بہتر ہے تاکہ حالات کا جائزہ لیتے رہیں۔

أَمَّا أَنْتَ فَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَقِيَمَ بِالْمَدِينَةِ تَكُونُ عَقًا
عَلَيْهِمْ لَا تُخْفِي عَنِّي شَيْئًا مِنْ أُمُورِهِمْ (۱)
جو باتیں مجھے معلوم نہ ہوں آپ مجھے ان کی خبر گیری کرتے رہیں
گے اس طرح مجھے کیسے پتہ چل سکے گا کہ کیا حالات ہیں آپ کو کچھ
خرج نہیں اور آپ ویسے بھی سخت بیمار ہیں آپ کا مدینہ طیبہ میں ہی
رہنا بہتر ہے۔

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ ضرور حضرت امام کے ساتھ جاتے لیکن ان کے سامنے ایک خاص وجہ معقول تھی۔ اول یہ کہ وہ بیمار تھے۔ دوم یہ کہ مصلحتاً ان کا ٹھہرنا بقول حضرت امام بھی بہتر تھا۔ اگر کوئی وجہ معقول نہ ہوتی تو کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں ٹھہرتے۔

اس کے بعد آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور آپ کے سینے سے لپٹ گئے۔
فَبَكَى الْحُسَيْنُ ابْنَ عَلِيٍّ وَ أَخِيَهُ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِيٍّ الْمَعْرُوفِ
ابْنِ الْحَنْفِيَةِ شَدِيدًا.
پھر حضرت محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پھوٹ
پھوٹ کر رو پڑے۔

پس سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو الودع کیا اور حضرت محمد ابن الحنفیہ نے یہ کلمات کہے:

فَقُلْتُ لَهُ وَاللّٰهُ مَا مِنْ مُسَافِرٍ

يَسِيرُ وَلَا أَكْرَهِي مَا بِهِ الدَّهْرُ صَانِعٌ

عَسَىٰ مِنْ قَطْعِي بِالْبُعْدِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ

يَجْمَعُنَا وَالْقَلْبُ فِي ذَٰلِكَ ظَامِعٌ (حیات)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو مسافر مدینہ سے مکہ کا سفر کر رہا ہے میں نہیں جانتا کہ زمانہ اس کے ساتھ کیا کرے گا۔ اور جس نے ہم کو ایک دوسرے سے جدا کیا ہے وہی ہم کو پھر ملا دے گا کیونکہ میرے دل کی محبت اس کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری ملاقات

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اب سیدہ ام سلمہ ام المؤمنین کے پاس ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور سارا ماجرا سنایا۔ حضرت سیدہ ام سلمہ یہ سن کر کہ اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جانے کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں تو آپ نے فرمایا مجھے اس سفر پر جانے کا سنا کر میرے دل کو تکلیف نہ دو اور مجھے غمزدہ نہ کرو کیونکہ میں نے تو آپ کے جد کریم اور اپنے آقا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے سنا ہے۔

فَإِنِّي سَمِعْتُ جَدَّكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَقُولُ يُقْتَلُ وَلَدِي الْحُسَيْنُ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ فِي أَرْضِ
میرا بیٹا حسین رضی اللہ عنہ عراق کی سرزمین میں شہید کیا جائے گا اور اس
پر ظلم و ستم کیا جائے گا اور اس زمین کے ٹکڑے کو کر بلا کہا جائے گا

يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَا وَعِنْدِي تُرْبَتُكَ فِي قَارُورَةٍ دَفَعَهَا نِي
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

اور میرے پاس تو وہ مٹی بھی شیشی میں محفوظ ہے جو خود مصطفیٰ ﷺ
نے مجھے دی تھی کہ اس کو سنبھال کر رکھنا۔ (جب یہ خون بن جائے تو
سمجھ لینا کہ حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں)

لہذا اے پیارے حسین آپ کا سفر مجھے مکہ معظمہ کا معلوم نہیں ہوتا بلکہ کر بلا کا سفر ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کیا۔
اے امی جان میں جانتا ہوں کہ یقیناً مجھ پر ظلم و جفا ہوگا اور اسی ظلم
کے ساتھ قتل کیا جاؤں گا۔

اس کے بعد سیدہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے اور باتیں بھی فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ پھر آپ اپنے اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیں تو
آپ نے فرمایا بیشک آپ کا فرمان حق بجانب ہے کہ بچوں کو ہمراہ نہ لیجاؤں لیکن مشیت الہیہ اسی طرح ہے۔
کہ مجھے ظلم و جفا کے ساتھ شہید ہوتا دیکھے اور میرے اہل و عیال کو
وطن سے دور دیکھے اور ان کو مصائب میں مبتلا دیکھے کہ ان میں کوئی
اس کی راہ میں ذبح ہو رہا ہو اور کوئی طرح طرح کی مصیبتوں میں
ہو اور جب مدد کے لیے پکاریں تو کوئی ان کا حامی و ناصر نہ ہو۔

حضرت سیدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر بہت روئیں اور اس تمام معاملہ کو سپردِ خدا کرتے ہوئے اور دعائے استقامت
فرماتے ہوئے آپ نے ان کو الوداع فرمایا۔

مزارِ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری حاضری

جب حضور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان تمام ملاقاتوں سے فارغ ہوئے تو مدینہ الرسول کے درود یوار کو دیکھتے اور آنکھوں سے آنسو
بہاتے ہوئے امام الانبیاء محبوب رب العالمین رحمۃ اللعالمین سرکار سیدنا آقا مولیٰ محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ اطہر پر حاضر ہوئے
اور نہایت بے بسی کے عالم میں اور حسرت و یاس کے لہجہ میں عرض کرتے ہیں:

اے میرے پیارے سردار یا رسول اللہ اور پیارے نانا جان یا حبیب
اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں نہایت مجبور ہو کر آپ
کے جوارِ اقدس سے جا رہا ہوں میرے اور آپ کے درمیان ظاہری
جدائی ہو رہی ہے۔ باطنی تو نہ ہونے والی ہے یہ ظاہری جدائی اسی لیے
ہے کہ مجھے مجبور کیا جا رہا ہے کہ میں حسین رضی اللہ عنہ یزید بن معاویہ
شاربِ خمر، فاسق و فاجر کی بیعت کروں اور اگر میں ایسے شخص کی بیعت
کروں تو کافر ہوتا ہوں اور اگر انکار کرتا ہوں تو قتل ہوتا ہوں اور مجھے خود
قتل ہونے کا ڈر نہیں ہاں البتہ آپ کے شہر مدینہ کی اہانت کا خطرہ
یَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَيَا جَدِّي يَا حَبِيبَ اللَّهِ يَا نِيَّ أَتَيْتُ
وَأَجِئْتُ لَقَدْ خَرَجْتُ جَوَارِكَ كَرْهًا وَفَرَّقَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ
وَأَخَذْتُ بِالْيَدِ قَهْرًا أَنْ أَتَابِعَ يَزِيدَ ابْنَ مَعَاوِيَةَ شَارِبِ
الْخَمْرِ وَزَاكِبِ الْمَفْجُورِ فَإِنْ فَعَلْتُ فَكَفَرْتُ وَإِنْ
أَبَيْتُ فَقَتَلْتُ فَمَا أَكَا بِخَارِجٍ مِنْ جَوَارِكَ عَلَى الْخَطَرَةِ
أَهَانَةُ الْمَدِينَةِ فَعَلَيْكَ مِثْنِي السَّلَامُ يَا جَدِّي يَا رَسُولَ
اللَّهِ (ایضاً)

ہے اس مجبوری کی بنا پر جو ار رسول انور ﷺ سے رخصت ہو رہا ہوں میری طرف سے حضور آخری حاضری کا سلام ہو۔

اس حالت میں روضہ اطہر سے لپٹ گئے اور اس حال میں دیکھا کہ ہر کار باقر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو آغوش میں لے کر سینہ اقدس سے لگاتے ہیں اور چومتے ہیں اور فرمایا۔

اے فرزند حسین رضی اللہ عنہ! معتریب ظالم تجھے بھوکا اور پیاسا کر بلا کے میدان میں شہید کر ڈالیں گے اور تیرے خاندانِ اہل بیت پر مصائب ڈھائیں گے اہل بیت کے چھوٹے بڑے شہید کر دیے جائیں گے۔ بہشت تمہارے لیے آراستہ ہے اس میں تمہارے اور تمہارے رفیقوں کے درجات عالیہ ہیں جو شہادتِ عظمیٰ کے بغیر آپ کو نہیں مل سکتے۔ بیٹا صبر و رضا پر قائم رہنا اور میرے دین پر داغ نہ آنے دینا اور جامِ شہادت کے بعد میرے پاس آ جاؤ گے۔ میری دعا ہے۔

اے میرے اللہ میرے حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔

یہ منظر پر انوار دیکھنا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا حوصلہ بلند ہوا اور عزم و ہمت و استقامت و صبر و رضا کو اپنے دامن اقدس میں لیے ہوئے آخری ہدیہ صلوٰۃ و سلام پیش کرتے روضہ اطہر سے جدا ہوتے ہیں۔

آنسو آنکھوں سے لگاتار ہیں جاری

یہ عمر میں شبیر کی ہے آخری باری

قبرِ انور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا و قبورِ اصحابِ جنت البقیع رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آخری حاضری

حضرت امام عالی مقام اس کے بعد جنت البقیع میں تشریف لائے اور اپنی والدہ ماجدہ خاتونِ جنت سیدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے قبر کو دیکھنا تھا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ قبرِ اطہر سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے عرض کیا۔

اے پیاری اتی جان! آپ کا ناز و دل پا لا ہوا حسین اور آپ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے دل کا سرور وہ حسین جس کی ذرہ برابر آپ تکلیف برداشت نہ کر سکتی تھیں اب وہ حسین مجبور ہو کر مدینہ طیبہ سے جا رہا ہے اتی جان آج سے پہلے قبر پر حاضری دے کر دل کو تسکین دے لیا کرتا تھا اب حاضری کی سعادت سے محروم ہو رہا ہوں آپ کی جدائی سے دل ٹوٹ رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں میں مجبور ہوں اور اب آپ کے لاڈلے حسین کی آزمائش کا وقت قریب آ گیا ہے امی جان میرے لیے دعا فرمائیے کہ میری جان چلی جائے لیکن نانا جان علیہ السلام کے دین پر داغ نہ آنے پائے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ ان کلماتِ طہیات کی ادائیگی اور آخری ہدیہ سلام کے بعد جنت البقیع سے رخصت ہوئے۔

غلط افتراء اور اس کی تردید

یاد رہے کہ اس واقعہ مذکورہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ اطہر پر حاضری کے متعلق بھی بعض غیر ذمہ دار افراد کی تقریریں یا تحریریں کہ امام کی آنکھوں نے سادون بھادوں کی جھڑی لگا رکھی تھی۔ یا یہ کہ قبر سے آواز آئی کہ اپنی آنکھوں کو پونچھو اگر ایک قطرہ میری قبر پر پڑ گیا تو قبر پھٹ جائے گی یا عرشِ الہی کا نپ اٹھے گا یا یہ کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ننگے سر قبر پر بیٹھی ہیں اور بین کرتی تھیں وغیرہ وغیرہ..... یہ سب افتراء

جملے اور اہل بیت کی شان کے منافی ہیں۔ کئی مجموعات میں سخت ناجائز کلمات استعمال کیے گئے ہیں ان کا کچھ اصل نہیں ہے ان کے اپنے ہی الفاظ خود غلط ہونے کی ترجمانی ہیں۔

واقعہ سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا بنت الحسین رضی اللہ عنہ

تحقیق کی کسوٹی پر

حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو شہزادیوں میں سے ایک سیدہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا اور دوسری شہزادی سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا ہیں اس دوسری شہزادی حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق یہ مشہور کیا گیا ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے تو ان کو بیماری کی حالت میں مدینہ میں ہی رہنے دیا یا یہ کہ ان کو مدینہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑ گئے اور یا یہ کہ اکیلے تہا ایک کمرے میں ٹوٹی ہوئی چارپائی پر چھوڑ گئے۔

اس واقعہ کو بڑی شد و مد اور رقت آمیز پیرایہ میں نظماً و نثر اُبیان ہی نہیں کیا جاتا بلکہ غیر معتبرہ مجموعوں میں غیر ذمہ دار افراد نے درج کر دیا ہے۔

نہایت افسوس کے ساتھ اور مجبور ہو کر لکھنا پڑا ہے کہ ان افراد نے کیسے اس بے بنیاد واقعہ کو اتنا لبا و چوڑا بنا کر پیش کر دیا ہے۔ عربی و فارسی کی مستند کتابیں اور تواریخ و سیر اور معتبرہ کتب میں واقعہ کا کہیں نام و نشان نہیں ملتا اور اردو کی معتبر کتابوں میں بھی کہیں اس کی اصل نہیں ملتی۔

اگر اس واقعہ کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو بالکل بے اصل، بے بنیاد اور سراسر غلط ہے۔ بلکہ جب اس واقعہ کی عام ہوا پھیلی شروع ہوئی تو اکابرین نے اس کی تردید میں اپنی تالیفات میں صراحتاً یہ واضح کر دیا کہ یہ واقعہ من گھڑت بنایا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ ایسے افراد یہ جانتے ہوئے بھی کیوں ایسا کرنے پر آمادہ ہوئے۔

جن غیر معتبرہ مجموعوں میں یہ واقعہ درج کیا گیا ہے وہاں پر بھی کوئی مسلسل سند مذکور نہیں ہے اور کسی ایک بھی معتبر کتاب کا حوالہ نہیں ہے۔ بلکہ دلائل قویہ اور روایات معتبرہ مستندہ اس پر شاہد ہیں۔

کہ سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ بنت الحسین رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ہو چکی تھی جن سے آپ کی اولاد ہوئی جس کا ذکر میں نے اولادِ امجاد کے باب میں مفصل بعد ناموں کے بیان کیا ہے حضرت امام کی روانگی از مدینہ تا مکہ کے وقت سیدہ حضرت فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابن امام حسن ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں مدینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

کیا یہ شانِ اہل بیت بیان ہو رہی ہے یا کہ توہینِ عقل و علم کے اندھوں اور مسلک و عقائد سے بے بہروں کو اور بزرگانِ دین و اکابرینِ اسلام کی حدوں کو توڑنے والوں نے خود ہی اپنی زبانی بارہ بارہ صفحے متذکرہ واقعہ پر سیاہ کر ڈالے اور کہیں اس کی اصل ثابت نہ کر سکے کیوں کہ ان کی بنائی ہوئی کہانی اپنی زبانی بالکل من گھڑت ہونے کا ثبوت دے رہی ہے۔ عربی و فارسی کے حوالا جات کی بجائے یہاں پر وہ حوالہ پیش کئے دیتا ہوں جس کو بخوبی وبا آسانی یہ حضرات دیکھ سکیں۔ دیکھو سوانح کربلا: صفحہ ۸۹ سطر نمبر ۱۶: مطبع

کراچی للعلامہ سیدی صدرالافاضل علیہ الرحمۃ۔ عربی کی معتبر و مستند جامع کتاب الحیات النخعی للعلامہ سید محمد شاہ ابن احمد دہلوی علیہ الرحمۃ جلد اول صفحہ: ۷۸ سطر ۲۵ تا ۲۹ مطبع مصر۔

کیسی عجب بات ہے کہ تندرستوں کو حضرت امام ہمارا لے جائیں اور سیدہ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا بیمار کو چھوڑ جائیں۔ کیوں اور کن وجوہات پر؟ فقط اس لئے ان کے پاس کچھ نہیں؟ پھر اول تو ایسا ہوا ہی نہیں اگر ہوا تو جو واسطے فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کے بیان کئے گئے ان پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کیا شرعی دلیل تھی کہ وہ ان کے اتنے واسطوں کے باوجود نہ لے گئے۔ پھر اگر ایسا ہی تھا تو پھر مدینہ الرسول میں ان کا کیوں نہ کوئی پرسان حال ہوا۔ پھر جب یہ بھی ہو گیا تو چار ماہ کا عرصہ مکہ معظمہ میں حضرت امام مقیم ہوئے اور پھر سفر کر بلا پر روانہ ہو گئے۔ اتنے طویل عرصہ میں سب آتے جاتے رہے ان کو کیوں نہ منگوا لیا گیا یا آ کر خود لے جاتے۔ پھر ان کو ایک سو چار ڈگری کا بخار لکھنے اور کہنے والے بتائیں کہ وہ بخار بدستور اس طرح اس وقت ایک سو چار ڈگری کا بخار پانچ ماہ تک رہا جو کہ وہ واقعہ کر بلا کے موقعہ پر مدینہ میں وہ چلاتی اور روتی تھیں اور ایک گھوڑ سوار سے واسطے ڈال کر یہاں تک کہہ رہی تھیں کہ مجھے کر بلا جانا ہے خدا کے لیے گھوڑوں کی نانگوں سے چٹ جاتی ہوں لے جاؤ اور وہ چٹھیاں بھیج کر حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کا حال پوچھتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔

ناظرین کرام: اگر میں ان جملوں کو بیان کروں جو ان افراد نے بیان کیے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ جملے دہرانے بھی اہل بیت اطہار کی شان کے منافی ہیں کیونکہ تمام باتیں تو ہین آمیز اور اوٹ پٹنگ ہیں کہ خدا کی پناہ۔ یہ چند باتیں بطور نمونہ خود کو محتاط رکھتے ہوئے پیش کی ہیں کیونکہ آل رسول کی شان اقدس میں وہ الفاظ جو انہوں نے استعمال کیے ہیں وہ نوک قلم پر نہیں لاسکتا۔ آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا۔ دلائل قویہ اور روایات معتبرہ اس پر گواہ ہیں۔

کہ حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت حسین رضی اللہ عنہا کی شادی سیدنا حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے ہو چکی تھی اور آپ مدینہ الرسول میں اپنے شوہر حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر پر بمعہ بچوں کے موجود تھیں۔ اس لیے نہ آپ ان کو ہمراہ لے گئے اور نہ ہی اصولی طور پر ان کو لے جانا ضروری تھا۔ آپ تندرست تھیں کوئی وجہ مانع نہ تھی۔ اگر ان کو حضرت امام لے جانا چاہتے تو لے جاسکتے تھے لیکن ایسا کرنا حضرت امام کی شان کے خلاف تھا۔ (اس لیے کہ اس وقت ان کے شوہر تجارت کے سلسلہ میں کسی دوسرے ملک گئے ہوئے تھے اور ان کی اجازت کے بغیر بیٹی اور بچوں کو لے جانا شرعاً ناجائز اور غیر مناسب تھا)۔ دوسرا اگر وہ خود جانا چاہتیں تو بھی جاسکتی تھیں۔ جیسا کہ اس کا ذکر آپ کی اولاد امجاد کے باب میں بالتفصیل بیان ہوا ہے۔ الحیات النخعی، جلد اول، سوانح کر بلا، از مطبع مصر سطر ۲۱ تا ۲۶۔

باب ۱۵

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ ہجرت

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس صبح کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہونا تھا اسی رات کا کچھ حصہ اپنے نانا (مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) اور اپنی محترمہ والدہ معظمہ طیبہ و طاہرہ رضی اللہ عنہما اور برادر مکرم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور امہات المؤمنین اور اصحاب عظام جو بقیع قبرستان میں ہیں ان کی حاضری اور ہدیہ سلام میں صرف فرمایا۔ یہ تھا وہ ایک مسلسل فکری جہاد اور عقلی جہاد اور پھر اپنے وطن مدینہ طیبہ کے حسین منظر کو چھوڑ کر مکہ معظمہ کے دشوار گزار سفر کو بمعہ اہل و عیال رخصت ہونا یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے بلکہ یہ بھی حضرت امام کا بہت بڑا جہاد تھا جس کو آپ نے عملی شکل دے دی۔ آج جو آپ مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ ہجرت فرما رہے ہیں وہ آج سے ٹھیک ساٹھ برس پہلے حضرت امام کے جد امجد سرکار سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کے ساتھ عجیب مشابہت رکھتی ہے۔ اس وقت سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو جہل وغیرہ جیسے شرپسندوں کی شرارتوں سے تنگ آ کر ہجرت کرنی پڑی اور آج اسی ذات ستودہ صفات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے خاندانِ نبوت یزید لعین کی شرارتوں کی وجہ سے ہجرت کرنے پر مجبور ہو رہے۔

ہجرت مصطفوی کے کچھ عرصہ بعد فتح مکہ کے بعد کفار مکہ کی شیطانیت ختم ہو گئی اور اسی طرح سیدنا امام عالی مقام کی شہادتِ عظمیٰ کے کچھ دیر بعد یزیدیت تباہ ہو گئی۔

عام انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنا وطن چھوڑتے وقت وطن کی ہر پسندیدہ چیز حتیٰ کہ اس کے آب و گیاہ اور خاک سے بھی پیار کرتا ہے اور ان پر حسرت و یاس کی نگاہ ڈالتا ہے۔ روایات شاہد ہیں کہ حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام و آلہ الکرام مکہ معظمہ سے روانہ ہوتے وقت مڑ مڑ کر بار بار درود یوار پر نگاہ ڈالتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی۔

اس طرح جب حضرت امام عالی مقام اپنے خاندانِ مقدسہ کو لئے ہوئے ۶۰ ہجری ماہِ رجب کی ستائیس ۲۷ تاریخ بروز اتوار ۳ مئی ۶۸۰ء کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے تو مدینہ پاک سے حضرت امام کی رحلت اہل مدینہ اور خود امام عالی مقام کے لیے کیسا رنج و اندوہ کا وقت تھا۔ اطرافِ عالم سے تو مسلمان وطن ترک کر کے اعزہ و احباب کو چھوڑ کر مدینہ طیبہ حاضر ہونے کی تمنائیں کریں اور دربارِ سرکارِ ابد قرصیب کردگارِ شان پر وقارِ سیدالابرار سرکارِ رسالت مآب علیہ السلام کی حاضری کا شوق دشوار گزار منزلیں اور بری و بحری اور ہوائی کا سفر طویل اور نمانِ نفقہ و زائراہ کا بار اور خوفناک سفر اختیار کرنے کے لیے بے قرار بنادے ایک ایک لمحہ کی جدائی انہیں شاق ہوا اور فرزندِ رسول جگر گوشہٴ بتول اور نورِ نظر مولا علی جو ارِ نبوت و رسالت سے جدا ہونے پر مجبور ہو۔ یہاں پر ہی حضرت کی ولادت اور یہاں پر

ہی حضرت کی بلندی عظمت اور یہاں پر ہی راکبِ دوشِ نبوت کی شان کا اظہار ہوا۔ (الحسین ج ۱، ص: ۱۵، سوانحِ کربلا)
اس وقت کا تصور دل کو پاش پاش کر دیتا ہے۔ جدِ کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے روضہ طاہرہ سے جدائی کا صدمہ حضرت امام کے دل پر رنج و غم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

اہلِ مدینہ کی بھی مصیبت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دیدارِ حبیب کے فدائی اس فرزند کی زیارت سے اپنے مجروحِ قلوب کو تسکین دیتے تھے۔ ان کا دیدار ان کے قلب کا قرار تھا۔

اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ كَاَنَّا اَشْبَهَهُمْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حسین کریمین مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے مشابہ تھے

یقیناً آج اہلِ مدینہ کا حال بے حال ہو رہا ہے کہ آج یہ قرارِ دل بے قرار ہی نہیں بلکہ جہانوں کا یہ قرارِ دل مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہا ہے۔ امامِ عالی مقام الوداعی نظروں سے اپنے مدینہ کے حسین درو دیوار پر نگاہ ڈالتے ہوئے اور اپنے جدِ کریم کے گنبدِ اقدس کی بہارِ رحمت کا مزہ دیکھتے ہوئے بہزار غم و اندوہ بادلِ ناشادہ یہ سلام پیش کرتے ہوئے رحلت فرماتے ہیں۔ تو زبانِ اطہر سے قرآنِ حکیم کی یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱)
سوموی (علیہ السلام) وہاں سے خوف زدہ ہو کر (مددِ الہی کا) انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے عرض کیا: اے میرے رب مجھے ظالم قوم سے

نجات عطا فرما۔

(اس آیت کی تلاوت بھی حضرت امام کے علم و فضل کی اور ایک عظیم پیرائے کی ترجمانی اور عظیم نشانی تھی۔ اول: یہ کہ اس آیت میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا وہ ذکر ہے جب کہ فرعون کے ظلم و تشدد سے بیزار ہو کر مصر سے باہر نکلے۔

گویا حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام اس طرف اشارہ فرما رہے تھے کہ ہم یزید کے ظلم و ستم سے بیزاری کی بنا پر مدینہ طیبہ سے رخصت ہو رہے اور آپ بارگاہِ الہی میں آنے والے مصائب و مظالم پر صبر و استقامت کی آرزو فرما رہے تھے۔ دوم: یہ کہ تدبیر کا اقتضاء یہی تھا کہ مدینہ میں قیام ممکن نہیں رہا۔ جب کہ فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنا ہے تو اب اپنے اصول اور اپنے مقصد اور اپنی قربانی کو اسی افق پر لے جا کر پیش کرنا چاہیے۔

سوم: یہ سفر کوئی معمولی سفر نہ تھا بلکہ یہ کربلا کی منزل کا پہلا مرحلہ اور سفرِ آخرت و شہادت کا پہلا قدم تھا جس پر قرآن کی تلاوت فرمائی۔

قاری قرآن کی کمالِ شان پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب مدینہ طیبہ سے رخصت ہوئے تو زبانِ پر قرآن اور جب مکہ معظمہ پہنچے تو زبانِ پر قرآن اور جب سفرِ کربلا پر روانہ ہوئے تو زبانِ پر قرآن اور جب ماہِ محرم عاشورا کی رات میدانِ کربلا میں آئی تو زبانِ پر قرآن اور جب جامِ شہادت نوش فرمایا تو زبانِ پر قرآن اور جب سرِ اقدس تنِ اقدس سے جدا ہو چکا اور نیزے کی نوک پر رکھا تو بھی زبانِ پر قرآن جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت امام ہمام علیہ السلام نے ہر مقام پر ویسی ہی تلاوتِ قرآن فرمائی جو آپ کے اس موقع پر شایانِ شان تھی۔

رمز قرآن از حسین آموختم
ز آتش او شعله اندوختم

(علامہ اقبال سیالکوٹی)

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں قیام

حضرت سیدنا امام عالی مقام مدینہ طیبہ سے شاہراہ عام کے راستہ پر سے چھٹے روز بروز جمعہ ۳ شعبان المعظم ۶۰ ہجری ۹ مئی ۶۸۰ء کو مکہ معظمہ میں پہنچے تو اہل مکہ آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی آپ کے استقبال اور دیدار کے لیے جمع ہو گئے تو اس وقت آپ نے قرآن پاک کی اس آیت کی تلاوت فرمائی: وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سُبُوَاءَ السَّبِيلِ (۱)

اس آیت کی تلاوت میں بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہ ذکر ہے جب آپ نے وادی مدین میں پناہ لی تھی۔ ترجمہ اس کا یہ ہے: اور جب وہ مَدْيَن کی طرف رخ کر کے چلے (تو) کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے (منزل مقصود تک پہنچانے کے لیے) سیدھی راہ دکھا دے گا گویا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت فرما کر مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ پناہ گزین ہونے اور صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کی آرزو کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ آپ نے تین شعبان المعظم سے لے کر آٹھویں ذوالحجہ ۶۰ھ تک برابر تقریباً چار ماہ اور چھ دن شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مقیم ہوئے جب قریش نے آپ سے جدائی کی اور بنو ہاشم کو یہاں پر رہنا پڑا۔ آج اسی رسول علیہ السلام کے نواسے کو بھی قیام کرنا پڑا اس قیام کے دوران تمام اہل مکہ و اطرافِ عالم کے لوگ جوق در جوق آپ کی خدمت میں آتے رہے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر فیوض و برکاتِ علمیہ و علمیہ سے استفادہ کرتے رہے اور دیدارِ شہزادہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دلوں کو تسکین دیتے رہے۔ اس قیام سے ظاہری طور پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور پر امن زندگی گزارنے کے خواہشمند رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی موافقت میں کوئی فوجی طاقت بنائی اور نہ ہی کوئی امدادی پارٹی بنانے کی کوشش کی اور نہ ہی تحریر و تقریر یا دیگر ذرائع ابلاغ سے لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کی کوشش کی۔ مگر بہت جلد ایسے حالات پیدا کئے گئے کہ حضرت امام کا یہاں زیادہ دیر رہنا ناممکن ہو گیا۔

جب یزیدی حکومت کو حضرت امام کے مکہ معظمہ پہنچنے کا علم ہوا تو اس نے مدینہ کے والی ولید بن عتبہ کو معزول کر دیا اور عمرو بن سعد کو مقرر کر دیا اور مکہ معظمہ میں یحییٰ بن حکیم بن صفوان تھے ان کو معزول کر کے نیا والی بنادیا جیسا کہ کوفہ میں نعمان بن بشیر کو معزول کر کے عبداللہ بن زیاد کو مقرر کیا گیا۔

اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں یزید کا طرزِ عمل اتنا غیر منصفانہ اور جارحانہ اقدام تھا کہ اسے اس مقصد کی تکمیل کے لیے وہ آدمی نہ ملتے تھے اور خود اس کے گورنر اس کے احکام کی تعمیل اس کی خواہش کے مطابق نہ کر سکتے تھے اس صورتِ حال سے ظاہر ہے کہ یزید کے عمالی حکومت میں سے جو بھی حضرت امام کے ساتھ مراعات برتنے کا رجحان ظاہر کرتا اسی وقت اسے عہدہ سے برطرف کر دیا جاتا۔ اسے صرف ان لوگوں کی ضرورت تھی جو اہل بیت کے ساتھ کسی مراعات کی جگہ اپنے دل میں نہ رکھتے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمالِ حکومت کی تمام ذمہ داری بھی یزید پر ہی تھی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کے دعوتی خطوط

تمام شہروں اور بالخصوص کوفہ و بصرہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ معظمہ میں تشریف آوری و قیام پذیر کی خبر پھیل چکی تھی تو کوفہ کے رؤسا اور عمائدین نے سلیمان بن صرد خزاہی کے مکان پر اجتماع کیا اور باہم جان و مال کے ساتھ نصرتِ امام کا عہد و پیمان کیا اور پھر چند افراد کی طرف سے اس مضمون کا ایک خط لکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ
سُلَيْمَانَ بْنِ صُرْدٍ الْمُسَيَّبِيِّ بْنِ نَجْبَةَ رُقَاعَةَ ابْنِ
شَدَّادِ الْجَلِيِّ وَحَبِيبِ ابْنِ مَظَاهِرٍ وَشَيْعَتِهِ الْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُسْلِمِينَ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَتَحَمَّدُ اللَّهُ
الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَا بَعْدُ... إِنْ لَيْسَ عَلَيْنَا إِمَامٌ
فَأَقْبِلْ لَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكَ عَلَى الْحَقِّ وَالنُّعْمَانِ بَيْنَ
بَشِيرٍ فِي قَصْرِ الْأَمَارَةِ... وَلَا تَخْرُجْ مَعَهُ إِلَى عَيْدٍ وَجُمُعَةٍ
وَلَوْ قَدْ بَلَغْنَا إِنَّكَ قَدْ أَقْبَلْتَ إِلَيْنَا أَخْرَجْنَا حَتَّى نَلْقَاهُ
بِالشَّامِ انْشَاءً اللَّهُ (۱)

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ یہ خط حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے از جانب سلیمان بن صرد مسیب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب ابن مظاہر کوفہ کے شیعہ و دیگر مؤمنین و مسلمین کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔ ہم اس خدا کی حمد و ثناء کرتے ہیں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ گزارش یہ ہے کہ ہم میں کوئی امام نہیں۔ آپ یہاں جلدی تشریف لائیں شائد اس طرح ہم کو اللہ تعالیٰ حق پر جمع کر دے۔ نعمان بن بشیر قصر دارا لامارت کوفہ میں موجود ہے۔ مگر ہم نہ تو اس کے پیچھے نماز عید و نماز جمعہ پڑھتے ہیں اور اگر ہم کو اطلاع مل گئی کہ آپ تشریف لارہے ہیں تو ہم اسے نکال کر شام بھیج دیں گے انشاء اللہ۔

مذکورہ بالا خط لکھے جانے کے بعد عبد اللہ بن سمع ہمدانی عبد اللہ بن وال تمیمی، کے بدست حضرت امام کی خدمت میں مکہ معظمہ روانہ کیا گیا۔ یہ خط حضرت امام کو دس رمضان المعظم ساٹھ ہجری کو وصول ہوا اس کے بعد یکے بعد دیگرے خطوط کا تانتا بندھ گیا۔ اس اول خط سے لے کر آخری خط تک حضرت امام کو ایسا ہی یقین دلایا گیا۔ چنانچہ آپ کو جو آخری خط موصول ہوا اس کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کے نام ہے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شیعوں کی طرف سے لکھا جاتا ہے۔ صورتحال یہ ہے کہ لوگ آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں اور آپ کے سوا کسی اور کے متعلق کسی قسم کا حق امامت نہیں رکھتے۔ اے ابن رسول جلدی کیجیے جلدی آئیے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ إِلَى الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ
شَيْعَةِ أَبِيهِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ سَلَامٌ عَلَيْكَ. أَمَا بَعْدُ
فَإِنَّ النَّاسَ يَنْتَظِرُونَكَ وَلَا رَاحِي لَهُمْ فِي غَيْرِكَ
الْعَجَلُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ الْعَجَلُ.

غرضیکہ امام عالی مقام کی خدمت عالیہ میں اسی طرح کے کئی خطوط یکے بعد دیگرے پہنچتے رہے۔ خطوں کی تعداد کے بارے میں کچھ اختلاف ہے۔ سبط ابن جوزی، ابن اثیر کامل، طبری نے ڈیڑھ سو لکھی ہے اور دیوبند نے لکھا ہے کہ دو درجیاں بھری ہوئی حضرت امام کے پاس تھیں۔

جو قاصد آپ کی بارگاہ میں خطوط لے کر آتے رہے ان کے اسماء یہ ہیں۔ قیس بن مصری صیداوی، عمارہ بن عبداللہ، ہانی بن ہانی سمعی، سعید بن عبداللہ، یہ وہ اشخاص ہیں جو خود خطوط بھی لاتے رہے اور حضرت امام کو بار بار یقین بھی دلاتے رہے۔ اس کے علاوہ بصرہ سے ایک وفد یزید بن سبط، عبید اللہ بن یزید اور عبداللہ بن یزید پر بھی مشتمل حاضر ہوا اور انہوں نے بھی بار بار آپ کو سب کی طرف سے یقین دلایا۔

اہل کوفہ و بصرہ کے دعوتی خطوط پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب

دلائل قویہ کے بعد یہ بات روشن ہوگئی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر اہل کوفہ و بصرہ اور دیگر مختلف مقامات سے بار بار اصرار پر اتمام حجت کی خاطر ان کی دعوت پر لبیک کہنا شرعاً ضروری ہو گیا۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے تمام خطوط کا ایک ہی جواب موجود قاصدین جو ان مقامات سے آئے ہوئے تھے کو ذیل کے مضمون کا خط لکھ کر روانہ فرمایا:

یہ خط حسین ابن علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ مسلمان و مومن گروہ کے ساتھ نام اللہ تعالیٰ کے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا۔ ہانی اور سعید سب سے آخر میں ہمارے پاس تمہارے خطوط لے کر پہنچے اور جو کچھ تم نے ان خطوط میں لکھا میں نے سمجھا کہ اس وقت ہمارا کوئی امام نہیں آپ آئیے شاید اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی وجہ سے ہدایت اور حق پر جمع فرمادے اس لیے اب میں اپنے چچا زاد بھائی امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جو اپنے خاندانِ عالیہ کے مخصوص اور مسلمہ ہیں روانہ کر رہا ہوں میں نے انہیں مامور کر دیا ہے کہ وہ تمہارے صحیح حالات مجھے لکھیں لہذا اگر انہوں نے مجھے وہاں سے لکھ دیا کہ تمہارے ارباب بست و کشاد اور صاحبان عقل و خرد اس بات پر متفق ہیں جو تم نے بذریعہ فرستادگان اپنے خطوط میں ظاہر کیا ہے تو میں خود بہت جلدی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم امام برحق نہیں ہے مگر وہی جو کتاب اللہ کے مطابق اور عدل و انصاف پر قائم رہے اور دین حق کا سپرد کار رہے اور اپنے نفس کو رضائے الہی پر وقف کر چکا ہو۔ فقط والسلام۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ اِلَى الْهَلَاءِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ هَٰذَا وَسَعِيدًا قَدِ مَّا عَلٰی بِكِتَابِكُمْ وَكَانَ اٰخِرٌ مِّنْ قَدْ عَلٰی مِنْ رَّسُلِكُمْ وَقَدْ فَهَمْتُ كُلَّ الَّذِي قَصَصْتُمْ وَذُكِّرْتُمْ مَقَالَةً جَعَلْتُمْ اِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامًا؛ فَاَقْبَلْتُ فَلَعَلَّ اللّٰهُ اَنْ يَّهْتَمَّ بِكَ عَلٰی الْحَقِّ وَالْهُدٰى وَاَنَا تَابِعْتُ اِلَيْكُمْ اَمْحٰ وَابْنِ عَمِّي وَثِقَتِي مِنْ اَهْلِيْ بَيْتِ مُّسْلِمٍ بَنٍ عَقِيلٍ فَاِنْ كَتَبَ اِلٰى اَنَّهُ قَدْ اَجْمَعَ رَاٰى بِلَادُكُمْ وَخَوَالِجُ عَلٰی مَعْلٰى مَا قَدَّمْتُ بِهِ اَرْسَلَكُمْ وَقَرَأْتُ فِيْ كِتَابِكُمْ فَاِنِّيْ اَقْدَمُ اِلَيْكُمْ وَشَيْكََا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَلَعَنَ رٰى مَا اَلَامَام وَلَا الْحَاكِمَ بِاَلْكِتَابِ بِالْقَسْطِ يَدِيْنِ بَدِيْنِ الْحَقِّ الْجَابِسِ نَفْسِهِ عَلٰى ذٰلِكَ لِلّٰهِ وَالسَّلَامِ۔^(۱)

مذکورہ بالا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا تحریری خط یہ ثابت کرتا ہے کہ آپ نے اہل کوفہ و اہل بصرہ کے شدید اصرار پر ناچار اپنے چچا زاد بھائی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی روانگی کسی حرب و خرب و اختلاف کی خاطر نہیں فرمائی۔ بلکہ وہاں کے لوگوں کے اصرار کے پیش نظر اور حالات کا صحیح جائزہ لینے کی یہ تجویز فرمائی تھی۔ اگرچہ حضرت امام کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی اور کوفیوں کی بیوفائی کا پہلے ہی سے تجربہ ہو چکا تھا۔ مگر جب یزید نے سلطنت سنبھال لی اور یہ سلطنت دین اسلام کے لیے خطرہ تھی اور اس کی وجہ سے اس کی

بیعت ناروا ہو چکی تھی اور وہ طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے چاہتا تھا کہ لوگ اس کی بیعت کریں۔ ان حالات میں کوفیوں کا پیاس ملت یزید کی بیعت سے دست کشی کرنا اور سیدنا امام ہمام سے طالبِ بیعت ہونا حضرت امام پر لازم کرتا تھا کہ ان کی درخواست کو قبول فرمائیں۔ جب ایک قوم ظالم و فاسق کی بیعت پر راضی نہ ہو اور صاحبِ استحقاق سے بیعت کرنا چاہیں تو اس پر اگر وہ ان کی استدعا قبول نہ کرے تو اس کے یہ معنے ہوتے ہیں کہ وہ اس قوم کو ایک ایسے جابر کے حوالہ کرنا چاہتا ہے۔

سیدنا امام اگر اس وقت کوفیوں کی درخواست قبول نہ فرماتے تو غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ سیدنا امام کے لیے کوفیوں کے اس مطالبہ پر بارگاہ میں کیا جواب ہوتا کہ ہم ہر چند درپے ہوئے مگر حضرت امام ابن رسول علیہ السلام بیعت کے لیے راضی نہ ہوئے۔ بریں وجہ ہمیں یزید کے ظلم و تشدد سے مجبور ہو کر اس کی بیعت کرنا پڑی اور اگر امام ہاتھ بڑھاتے تو ہم ان پر جانیں قربان کرنے کو تیار تھے۔

یہ مسئلہ ایسا درپیش آیا کہ بجز اس کے اور کوئی حل نہ تھا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر لبیک فرمائیں اگرچہ اکابر صحابہ آپ کی اس رائے پر متفق نہ تھے اور انہیں کوفیوں کے عہد و بیثاق کا اعتبار نہ تھا لیکن حضرت امام کی محبت و شہادت ان سب کے دلوں میں اختلاف پیدا کر رہی تھی۔ گویا یقین کرنے کی بھی کوئی وجہ نہ تھی کہ شہادت کا یہی وقت ہے اور اسی سفر میں یہ مرحلہ پیش ہوگا لیکن اندیشہ مانع تھا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے مسئلہ کی یہ صورت درپیش تھی کہ اس استدعا کو روکنے کے لیے عذر شرعی کیا ہے؟ ادھر جلیل القدر صحابہ کے شدید اصرار کا لحاظ اور ادھر اہل کوفہ کی شدید استدعا رد نہ فرمانے کے لیے کوئی عذر شرعی نہ ہونا حضرت امام کے لیے نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا جس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہ تھا کہ پہلے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھائی کو بھیجا جائے اگر کوفیوں نے بدعہدی کی یا ہوفائی کی تو عذر شرعی مل جائے گا اور اگر وہ اس عہد پر قائم رہے تو صحابہ کو تسلی دی جاسکے گی۔ چنانچہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے آخری دو قاصدوں ایک ہانی دوسرے سعید کے بدست ان کے خطوط کا جواب با صواب دے کر روانہ کر دیا۔ (۱)

باب ۱۶

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی بجانب کوفہ روانگی

جیسا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خط میں اہل کوفہ کو واضح فرما چکے تھے۔ اس کے مطابق آپ نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے کے لیے تیار فرمایا اور ادھر آپ کے پاس مزید اور قاصد آچکے تھے جن کو آپ نے فرمایا کہ اب تمہاری استدعا اور بار بار اصرار پر میں نے اپنے چچا زاد بھائی کو تیار کر لیا ہے اور میں سعید اور ہانی نامی افراد کے بدست اپنا جوابی خط بھیج چکا ہوں اب بہتر یہی ہے کہ تم خود ہی میرے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے جاؤ۔ ان کی نصرت و حمایت تم پر لازم ہے انہوں نے عرض کیا بیشک ہم اس کی ایفاء کریں گے۔ چنانچہ پندرہ رمضان المبارک کو قیس بن حدادی عمارہ بن عبداللہ سلولی، اور عبدالرحمن بن عبداللہ ازدی ان آخری تین قاصدوں کے ہمراہ سیدنا امام بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔ (۱)

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آخری سلام و آخری ارشادات کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور سب سے پہلے روضہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر حاضری دی اور پھر ریاضِ جنت میں نوافل ادا فرمائے اور پھر اپنے گھر تشریف لائے اور سب ماجرا سنایا اور اپنے کوفہ جانے کا ذکر فرمایا اور آخری وصیت فرمائی اور فرمایا تم سب مکہ معظمہ چلے جاؤ تا کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ آئیں تو تم سب ان کے ہمراہ آجانا۔ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو چھوٹے صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت ابراہیم دونوں اس بات پر مصر ہوئے کہ ابا جان ہم کو ہمراہ لے چلو۔ بالآخر آپ نے ان کے اصرار کی بنا پر انہیں ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرمادی۔ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا آپ کی زوجہ ان بچوں کی امی جان چاہتی تو نہ تھی لیکن امام مسلم کی تسلی پر انہوں نے بھی اجازت عنایت فرمادی کہ چھوٹے بچے اپنے ابا جان کے ہمراہ چلے جائیں۔

ان امور سے فراغت کے بعد آپ کوفہ کے سفر پر روانہ ہو گئے اور شوال کی پانچ تاریخ کو کوفہ پہنچ گئے اور آپ نے مختار بن عبیدہ ثقفی کے ہاں اپنی اقامت فرمائی۔ آپ کے کوفہ پہنچنے کی خبر آنا تمام شہروں میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق ملاقات و زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے یہاں تک کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض نے بارہ ہزار اور بعض نے اٹھارہ ہزار اور بعض نے پچیس ہزار لکھی ہے کہ ان سب نے آپ کی حمایت کا وعدہ کر لیا اور کہا کہ آپ بلا خوف و خطر اب ہمارے رویہ سے سیدنا امام حسین ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کریں اور ان کو جلدی بلا لیں آپ کے لکھنے پر ہی وہ تشریف لائیں گے۔ (۲)

سیدنا امام مسلم بن عقیل کا خط از کوفہ بنام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

اٹھارہ ہزار افراد کی بیعت کرنے اور حالات سازگار ہونے کی کیفیت سیدنا امام مسلم بن عقیل نے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ دی اور تشریف لانے کی استدعا فرمادی۔ اس تحریر کا مضمون جن باتوں پر مشتمل تھا اور جسے آپ نے مکہ معظمہ بھیجا وہ حسب ذیل تھا:

اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا اور سب تعریفیں اسی کے لائق ہیں اور سلام و درود ہو اس کے نبی علیہ السلام پر اور ان کی آل اطہار پر اے حسین رضی اللہ عنہ آپ پر سلام اور رحمت و برکت ہو میں نے اہل بیت سے ہو کر کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ اہل بیت نے کبھی جھوٹ بولا۔ تمام اہل کوفہ آپ کے ساتھ ہیں اٹھارہ ہزار نفوس نے میری بیعت کر لی ہے۔ میرا خط پڑھتے ہی آپ جلدی تشریف لے آئیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَجَّهَنَا
وَسَلَّمَ عَلَيَّ تَبِيَّتِهِ وَآلِهِ السَّلَامَ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ
وَبَرَكَاتُهُ يَا أَعْيُنَ الْحُسَيْنِ أَمَا بَعْدُ فَإِنَّ..... لَا يُكَذِّبُ أَهْلَهُ
وَأَنْ يَجِيعَ أَهْلُ الْكُوفَةِ مَعَكَ وَقَدْ يَأْبَغِي مِنْهُمْ ثَمَانِيَّةَ
عَشَرَ أَلْفًا فَعَجَلِ الْإِقْبَالَ بِقَرَاءَةِ كِتَابِي وَالسَّلَامَ
مُسْلِمَ ابْنِ الْعَقِيلِ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ مِنَ الْكُوفَةِ

یہ خط حضرت سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے عابس بن شیبہ شاکری اور قیس بن مسر صیدادی کے ہاتھ روانہ کر دیا اس خط سے صحیح تعداد اٹھارہ ہزار ثابت ہو گئی کیونکہ یہ تعداد سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریری خط میں ذکر فرمائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کا مقصد لوگوں کی رشد و ہدایت اور مذہبی و اخلاقی اصلاح مقصود تھی ورنہ اتنے عرصہ میں جو کچھ ہوا اس میں اگر کوئی حکومت یا سلطنت کا لالچ ہوتا تو آپ ایسا کر سکتے تھے اور اگر کوئی فتنہ و فساد مقصد ہوتا تو آپ حکومت سے ٹکر لے سکتے تھے۔ لیکن ایسا نہ کیا۔^(۱)

کثرتِ حمایت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور والی کوفہ نعمان بن بشیر کی تقریر

دوسری طرف مقامی حکومت کا رویہ نرم تھا وہ اس طرح کہ گورنر کوفہ نعمان بن بشیر جو کہ حضرت معاویہ کے دور میں ہی والی کوفہ مقرر تھے اور یزید کے عہد میں اسی عہدہ پر تھے یہ محبِ اہل بیت اور صلح جوار اور امن پسند تھے۔ جب ان کو سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی جوق در جوق حمایت لوگوں میں نظر آئی کہ ان کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو بحیثیت عہدہ گورنری کے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک صلح کن خطاب کیا مگر ان کی تقریر اور رویہ یقیناً حمایتِ امام پر مبنی تھا اور صلح جوی کے جوہر نمایاں نظر آ رہے تھے۔ ان کی تقریر کا مضمون ذیل ہے:

اے اللہ کے بندوں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور فتنہ و فساد اور باہمی خلفشار و انتشار سے اجتناب کرو کیونکہ ایسا کرنے میں لوگ ہلاک ہوتے ہیں خون بہتے ہیں اور مال تباہ ہوتے ہیں میرا اصول تو یہ ہے کہ کوئی شخص مجھ سے نہیں ڈرتا میں اس سے گمانوں اور غلط تہمتوں پر تمہارا مواخذہ کروں گا اور اگر تم نے کھل کھلا مخالفت شروع کر دی

فَاتَّقُوا اللَّهَ عِبَادَ اللَّهِ وَلَا تَعَاوُوا إِلَى الْفِتْنَةِ وَالْفِرْقَةِ
فَإِنَّ فِيهَا فِتْنَةً لِكُلِّ رَجُلٍ وَيَسْهَكُ الدِّمَاءُ يَغْصِبُ
أَمْوَالِ إِيَّانَا قَاتِلِينَ مِنْ لَا يُقَاتِلُ مِنْ وَلَا آتَى عَلَى مَنْ لَمْ
بَالَ عَلَى وَلَا أَمَةٍ فَاْمُكُمُ وَلَا تَمْوِشُ لَكُمْ وَلَا
أَحَدُكُمْ وَالتَّقْرِيبُ وَلَا ارْتَعَابُ تَبِيَّتِهِ وَلَا التَّقَاتُكُمْ
وَلَكِنَّكُمْ أَنْ أَبْدِيْتُمْ فِعْهَكُمْ لِي وَلَكِنَّكُمْ بَيَعْتُمْ

یاسنت کے

وَحَلَقَهُمْ اِمَّا حَكَمَ فَوَلَّاهُ الَّذِي لَا اِلَهَ اِلَّا عِنْدَهُ وَلَا

فَرِيَتَكُمْ سَيَقِي هَذَا۔

یہ تقریر جو میانہ روی کی تھی یہ ان یزیدیوں کو نہ بھائی۔ تو انہی میں سے ایک شخص عبداللہ بن مسلم بن سعد حضرمی نے کھڑے ہو کر صاف صاف کہہ دیا

اِنَّهُ لَا يُصْلِحُ مَا تَرَى اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَهَذَا الَّذِي اَنْتَ عَلَيْهِ فِي مَا يَمْنُكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ رَاى الْمُتَضَعِّفِينَ (۱)

نعمان بن بشیر نے معترض کا جواب یہ دیا:

اِنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْتَضْعِفِينَ فِي طَاعَتِ اللّٰهِ اَجِبْ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْاِعْزِزِّينَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ

یزید کی طرف سے شکایتی خطوط پر نعمان بن بشیر کی معزولی

اور عبید اللہ ابن زیاد کی تقرری

اس وقت تو عبداللہ ابن مسلم ابن سعید حضرمی کچھ نہ کر سکا لیکن بعد میں اس نے ایک خط یزید کو لکھا کہ آپ کا گورنر نعمان بن بشیر کمزور شخص ہے اگر آپ کوفہ کو قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی دلیر آدمی کو مقرر کرو اس کے علاوہ عمرو بن سعد اور عمارہ بن عقبہ نے بھی اسی طرح کے یزید کو خطوط لکھے۔

ان شکایتی خطوط کے ملنے کے بعد یزید نے سرجون بن منصور ایک شخص سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے تو اس نے عبید اللہ ابن زیاد کا نام لیا اس لیے کہ یہ عبید اللہ ابن زیاد کا دوست تھا اور یزید پلید کسی بات پر اس سے ناراض تھا اس نے یہ موقعہ پا کر کہا کہ یہ شخص بہت مفید ثابت ہوگا اور کسی کا لحاظ نہ کرے گا۔ میری رائے ہے کہ اس کو گورنر کوفہ مقرر کر دیں۔

یزید نے اس بات کو مان لیا اور عبید اللہ ابن زیاد جو اس وقت بصرہ کا گورنر تھا۔ اس کو مندرجہ ذیل مضمون کا خط روانہ کر دیا۔

فَاِنَّهُ كَتَبَ اِلَى شَيْعَتِي مِنْ اَهْلِ الْكُوفَةِ يُخْبِرُونَنِي اَنْ ابْنَ عَقِيلٍ بِالْكُوفَةِ يَجْمَعُ الْجُمُوعَ شَقَّ عَصَاءِ الْمُسْلِمِينَ سَرَّ حَسَنَ تَقَرُّا مَابِي هَذَا اَحَقُّ تَأَيُّ الْكُوفَةِ فَتَطْلُبُ اَمِنْ عَقِيلٍ طَلَبَ الْخِزَاةِ فَيَنْقِفُهُ فِتْوَتُهُ اَزْ ثَقْلَهُ اَوْ تَنْفِيهِ۔

چنانچہ حضرت نعمان بن بشیر کو معزول کیا جاتا ہے اور ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا حاکم بنایا جاتا ہے یہ پروانہ چلنا تھا کہ عبید اللہ ابن زیاد تیار ہو گیا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو قاتل مقام کر دیا۔ معلوم ہوا کہ یہاں پر بھی یزید نے وہی کام کیا جو مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے

گورنروں کے ساتھ کیا۔ ان کو بھی معزول کیا اور نئے مقرر کئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ اہل بیتِ نبوت کا عظیم دشمن تھا اور خاندانِ نبوت کو ختم کرنے کے لیے ظالم لوگوں کا تقرر کرتا رہا۔

عبید اللہ ابن زیاد بصرہ سے کوفہ دارالامارت تک

عبید اللہ ابن زیاد بصرہ سے کوفہ کے سفر پر روانہ ہوا تو اس وقت پانچ سو کے قریب افراد اس کے ساتھ تھے اور اس کا خاندان اور چشم و خدام بھی ساتھ تھے اپنے حالات کو مخفی رکھتے ہوئے رات کے وقت کوفہ کے قریب پہنچ کر اس نے اپنی ظاہری ہیئت بدل کر مجازی وضع قطع اختیار کر لی۔ جب یہ کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے سر پر سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور شجاعانِ عرب کے دستور کے مطابق منہ پر ڈھاسا باندھا ہوا تھا اس فریب اور مکر کا مقصد یہ تھا کہ لوگ مجھے امام حسین رضی اللہ عنہ خیال کریں اور استقبال کرنے آئیں تو مجھے اس چالاک و مکاری سے پتہ چل جائے گا کہ ان کو کتنی حماقت حاصل ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ چونکہ اہل کوفہ جانتے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس ظالم کی عیاری و مکاری نے فی الحقیقت لوگوں میں یہ بات پیدا کر دی کہ یہ جو قافلہ آ رہا ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کا ہوگا۔ لوگ بڑی کثرت سے اشتیاق امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر نعرے لگاتے ہوئے جمع ہو گئے۔ اور حجازی لباس دیکھ کر تو لوگوں کو پورا یقین ہو گیا مگر ظالم دل میں جلتا رہا اور اسے اتنا معلوم ہو گیا کہ اکثریت امام حسین ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ اسی اثنا میں عمرو بن بابلی نامی نے کہا ہٹ ہٹ ہڈا ہڈا میرے عبید اللہ ابن زیاد۔ یہ سننا تھا کہ لوگ واپس مایوس ہو کر لوٹ گئے کہ یہ ظالم کس طرح یہاں آ گیا۔ کیونکہ لوگ اس کے ظلم و ستم سے واقف تھے۔ سخت مایوس اور پریشان ہو گئے کہ اس کا آنا ظلم و ستم کی چکی چلانے کے سوا اور کچھ نہیں اور یزید نے اس کو اسی لیے یہاں کا گورنر بنا کر بھیجا ہے۔ بالآخر یہ سیدہ دارالامارت کوفہ میں گیا۔ حضرت نعمان بن بشیر نے بھی یہی سمجھ کر دروازہ نہ کھولا۔ جب عبید اللہ ابن زیاد نے پورا پیغام اندر پہنچایا تو یہ جان کر نعمان بن بشیر نے قصرِ امارت کھول دیا۔ جب یزید کا حکم نامہ دکھایا تو حضرت نعمان بن بشیر اپنے وطن واپس دمشق چلے گئے اور ابن زیاد نے انتظام سنبھال لیا۔

ابن زیاد نے شہر کے رؤساء کو جمع کیا اور کہا کہ مخالفین حکومت کی فہرستیں تیار کرو اور تقریر کر کے کوفہ کے لوگوں میں خوف و ہراس پیدا کر دو کہ اگر تم لوگ باز نہ آئے تو تم کو پٹس کر رکھ دیا جائے گا۔

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا مختار بن عبید ثقفی کے گھر سے منتقل ہو کر ہانی بن عروہ کے ہاں قیام

عبید اللہ ابن زیاد کے کوفہ کے گورنر کے تقرر اور کوفہ کے لوگوں میں خوف و ہراس کی لہر کا سیدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے مصلحتاً مناسب سمجھا کہ میں ان حالات کے پیش نظر اپنی جائے اقامت تبدیل کر دوں۔ چونکہ ویسے بھی اس اقامت گاہ مختار بن عبیدہ ثقفی کے ہاں کا سب کو علم تھا اس لیے آپ نے اس جگہ کو تبدیل کیا اور نمازِ عشاء کے بعد ہانی بن عروہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ایسے تشددانہ حالات میں آپ کا وہاں جانا ثابت کرتا ہے کہ حالات آن کی آن میں بدل گئے ہانی نے کہا حضور جہاں تک ایسے حالات اور آپ کی حفاظت اور خدمت کا تعلق ہے میں اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑوں گا۔ آپ اطمینان سے رہیں جو بھار آئے مجھ پر آئے لیکن آپ کو کوئی تکلیف نہ ہونے دوں گا۔ (ان کے حالات کا تفصیلی ذکر ہانی کی شہادت میں آئے گا)

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو چند یوم گزرے تھے کہ ہانی بیمار ہو گئے اور عبید اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ ہانی بیمار ہو گئے ہیں

چونکہ آپ رؤسائے کوفہ میں سے تھے لہذا دوستانہ تعلقات کی بنا پر اس نے پیغام بھیجا کہ آج شام آپ کی عیادت کے لیے آؤں گا۔ اس موقع پر عمارہ بن سلول نے کہا کہ موقع بڑا شاندار ہے کہ جب یہ عیادت کے لیے آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ ہانی نے کہا گھر آئے ہوئے مہمان کے ساتھ ایسا کرنا درست نہیں۔ چنانچہ ابن زیاد آیا اور عیادت کر کے چلا گیا اسے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ امام مسلم بن عقیل یہاں کسی کمرے میں محفوظ ہیں۔ چند دنوں کے بعد دوسری مرتبہ پھر ابن زیاد ہانی کی عیادت کے لیے آیا۔ تو پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ حضور اسے قتل کر دیا جائے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے آقا سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کو یہ روا نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو چپکے سے مارے۔ ہانی نے اس کی تائید کی اور کہا ایسا کرنا تو آسان ہے لیکن اسے بزدلانہ اور غیر شریفانہ فعل قرار دیا۔

ناظرین! یہ تھا وہ سلوک جو سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ کا کہ اتنے بڑے ظالم قاتل کے گھر آنے پر اس کو مہمان کا درجہ خیال دیتے ہوئے ایسا کوئی وار نہیں فرماتے۔ یہ تھی مثال ان کے حسن سلوک کی۔

لیکن ابن زیاد نے جو ناروا سلوک اہل بیت کے امام جلیل ابن عقیل رضی اللہ عنہ اور انہی کے میزبان ہانی بن عروہ کے ساتھ کیا جو ابن زیاد کے بھی گھر سے دوست تھے لیکن ظالم نے نہ احترام اہل بیت ملحوظ رکھا اور نہ ہی ہانی پر ظلم کرتے وقت ان کی دوستی کا خیال رکھا۔

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش اور عبید اللہ ابن زیاد کے جاسوس

عبید اللہ ابن زیاد نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی تلاش کے سلسلہ میں کئی دن لگا دیے لیکن کہیں سے آپ کی جائے اقامت کا پتہ نہ چل سکا۔ حیرت ہے کہ کسی کے ذریعہ بھی ان کا کہیں جائے مقام کا پتہ نہیں چلتا۔ بالآخر اس نے بنو تمیم کے ایک آزاد غلام معقل کو تین ہزار درہم دے کر سراغ رسانی پر مقرر کیا۔ معقل نے سر توڑ کوشش شروع کر دی۔ یہ شخص جامع مسجد کوفہ میں آیا اور وہاں ایک آدمی مسلم بن عوہجہ کو نماز نوافل میں مشغول دیکھا۔ معقل نے اس کی کثرت عبادت سے اندازہ کیا کہ یقیناً یہ آدمی یزیدی، زیادی نہیں بلکہ کوئی حسینی اور دینی جماعت کا ہے جب وہ فارغ ہوا تو اس نے آگے بڑھ کر حال پوچھا اور بڑے احترام سے کہا میں ایک شامی ہوں میرے دل میں اہل بیت اطہار کی محبت ہے مجھے معلوم ہے کہ یہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے معتمد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آئے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کی زیارت کروں اور ناچیز ہدیہ بھی پیش کروں۔ یہ مسلم بن عوہجہ اس کی منافقانہ باتوں میں آگئے اور چال نہ سمجھ سکے منافق ایسے ہی چٹ پٹی میٹھی باتیں کر کے راز لے لیتے ہیں اور بھولے بھالے لوگ بڑی جلدی ان کی ایسی باتوں میں آجایا کرتے ہیں۔ بالآخر مسلم بن عوہجہ نے اجازت لے کر چند روز کے بعد معقل کو سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کے حضور پیش کر دیا اس نے بیعت کر لی اور ہدیہ پیش کیا آپ نے انکار فرمایا تو ابو تمحامہ صیداوی نے لیا۔ یہ روزانہ سب سے اول حاضر ہوتا اور آخر میں جاتا۔ تاکہ سب آمد و رفت والوں کو جانوں اور رازوں۔ پھر ابن زیاد کے پاس جایا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ عبید اللہ ابن زیاد کو تمام حالات اور جائے اقامت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ معلوم ہو گئی۔ (امیات)

حضرت ہانی بن عروہ کا مختصر تعارف

ہانی بن عروہ یہ وہ صاحب ہیں جو اپنے قبیلہ کے سردار تھے اور بڑے بزرگ اور صاحب اقتدار تھے۔ جب کسی مہم کے لیے نکلتے تو

چار ہزار زرہ پوش اور آٹھ ہزار پیادہ آدمی ان کے ساتھ ہوتے تھے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں کئی جنگوں میں شریک ہوتے رہے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر اٹھانوے برس تھی جیسا کہ آگے ان کی شہادت کا ذکر آ رہا ہے۔ غرضیکہ ہانی بن عروہ رومانے کوفہ میں بڑی اعلیٰ شخصیت تھے۔ ان کی اسی سرداری کی وجہ سے ابن زیاد خود ان کے پاس ملنے آیا کرتا تھا اور آپ بھی دوستانہ تعلقات کے پیش نظر اس کے پاس آتے جاتے تھے لیکن جب سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ان کے ہاں رہائش پذیر ہوئے تو انہوں نے آنا جانا کم کر دیا تھا کہ کہیں ان کو میرے ہاں حضرت کی رہائش کا علم نہ ہو جائے اور کوئی بات سامنے نہ آئے۔

مہمانِ جلیل سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پناہ دینے پر حضرت ہانی بن عروہ کی گرفتاری اور ظلم عبید اللہ ابن زیاد

عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ کو اپنے جاسوس معقل کی زبانی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ آپ ہانی بن عروہ کے گھر مقیم ہیں چنانچہ ابن زیاد نے محمد ابن اشعث، اسما ابن خارجہ کو بلا یا اور کہا کہ ہانی کئی روز سے نہیں آئے ان کو بلا کر لاؤ۔ (ابیات)

انہوں نے کہا معلوم نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی بیماری سے صحت یاب نہ ہوئے ہوں کہنے لگا اچھا تم جاؤ اور ان کو ضرور ساتھ لے کر آؤ۔ پھر یہ دونوں اشخاص ہانی کے پاس آئے اور ابن زیاد کا پیغام دیا کہ وہ آپ کو بلا رہا ہے اور آپ کو چلنا چاہیے۔ وہ بھی اس معاملہ میں بے خبر تھے۔ حضرت ہانی بغیر کسی کو اطلاع دیے ہوئے تھا حسب روایات چلے گئے تو دیکھا کہ ابن زیاد کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ ابن زیاد دیکھتے ہی کہنے لگا موت کے منہ میں آ گئے ہو آپ نے فرمایا کیوں کیا بات ہو گئی؟ کہنے لگا تم نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ حضرت ہانی نے کہا تم کو اس کی کس نے خبر دی۔ اس نے اشارہ کیا اپنے جاسوس معقل کی طرف کہ یہ کہتا ہے جو روزانہ تمہارے ہاں آتا جاتا ہے اسی نے مجھے تمام حالات بتائے ہیں۔ حضرت ہانی نے جب اس شخص کو دیکھا تو سمجھ گئے اور واقعہ کی تہ تک پہنچ گئے کہ یہی جاسوس ہے جس نے یہ خبر ان تک پہنچائی۔ آپ نے بر موقعہ جواب دیا مہمان کو میں نے پناہ دی ہے تو کیا حرج ہے مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ مہمان کو اپنے گھر سے نکالوں۔ ابن زیاد نے کہا اچھا یہی بات ہے تو مسلم کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت ہانی نے جواب دیا یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہنے لگا پھر یہاں آپ کا چھٹکارا مشکل ہے جب تک ان کو میرے پاس نہ لاؤ۔ آپ نے فرمایا۔ واللہ لا جینک بہ ابداً اچینک بضمیفی تفتلہ اللہ کی قسم میں ان کو ہرگز تمہارے پاس پیش نہیں کروں گا اس لیے کہ تو میرے مہمان کو قتل کر ڈالے۔ جب بات باہمی تکرار میں شدت اختیار کر گئی اور آپ انکار کرتے رہے تو ایک شخص مسلم ابن عمرو بابلہ جو پاس کھڑا تھا اس نے علیحدہ کر کے حضرت ہانی کو کہا کہ آپ کی اس طرح بڑی ذلت ہے جب یہ کہتے ہیں کہ ان کو حاضر کر دو تو اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ حضرت ہانی نے کہا خدا کی قسم اگر میرے ساتھ کوئی نہ ہو تو بھی کٹ مروں گا لیکن اپنے مہمان کو کسی قیمت پر خود ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ یہ بات بھی ابن زیاد نے سن لی تو کہنے لگا۔ اِنْ لَا تَأْتِيَنِي لَأَخَذَنَّ عُنُقَكَ اگر تم نے اس کو حاضر نہ کیا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ہانی نے فرمایا اِذَا وَاللّٰهُ تَكْفُرُ الْبَارِقَةَ۔ خدا کی قسم اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے قصر کے ارد گرد تلواریں ہی تلواریں چمک اٹھیں گی۔ یہ سن کر ابن زیاد آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا اَخَذَ فَنِي بِالْبَارِقَةِ تم مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں جیسا تم مجھے ڈراتے ہو۔ اسی حال میں ابن زیاد جلتا اٹھا اور اپنے عصا سے حضرت ہانی کو اس قدر مارا کہ ان کے رخسارے پھٹ گئے اور

ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی اور خون کے فواروں نے تمام بدن بمحلباس کے رنگین کر دیا۔ چونکہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ نے ایک تلوار کو جو وہاں پڑی ہوئی تھی پکڑنا چاہا وہ چھین لی گئی۔ اس زخمی بے چارگی کی حالت میں سکتے ہوئے آپ کو کمرے میں قید کر لیا گیا اور دروازہ مقفل کر دیا۔ تاکہ لوگوں کو ان کا حال معلوم نہ ہو جائے۔ اگر واقعی کسی کو معلوم ہو گیا تو تمام کوفہ تلواریں لے کر آجائے گا۔ عبد اللہ ابن زیاد ایسا کرتا تو چکا تھا لیکن اب خائف تھا اور کوئی تدبیر یعنی چالاکی سوچتا رہا۔^(۱)

عبد اللہ ابن زیاد کا محاصرہ

تھوڑی ہی دیر کے بعد سارے کوفہ میں خبر پھیل گئی کہ حضرت ہانی قتل کر دیا گیا ہے تو ہانی کے برادر نسیتی عمرو بن حجاج زبیدی یہ خبر سنتے ہی بہت بڑی جماعت لے کر قصر دارالامارت کو آ کر گھر لیا۔ اب ابن زیاد کو اپنی شامت نظر آرہی تھی اس نے ایک ترکیب سوچی تھی کہ قاضی شریع کو بلوایا اور کہا دیکھو فلاں کمرے میں ہانی زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ انہوں نے دیکھا زندہ ہیں لیکن زخمی اور بیمارگی کی حالت میں۔ ہانی نے شریع سے کہا کہ خدرا قوم کو میرے متعلق صحیح بات سے آگاہ کرو کہ میرے ساتھ یہ سلوک ہوا ہے۔ اگر دس آدمی آجائیں تو آج اس کا مقابلہ ہو جائے گا کہاں گئی میری قوم اور کہا گئے مددگار یہ الفاظ آپ کہہ رہے تھے کہ قاضی شریع نے کہا میں اس نے میرے ساتھ اپنے جاسوس ہمراہ بھیجے ہیں تاکہ کسی کو اصل حقیقت سے خبردار نہ کر دے۔ اس کے بعد ابن زیاد نے بڑی منت سماجت کر کے قاضی شریع سے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو یہاں سے لے جانا ہے اور ان کی تسلی کرنی ہے اور کہنا کسی مصلحت کے تحت انہوں نے ان کو پاس بٹھایا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے دوستانہ تعلقات ہیں۔ چنانچہ قاضی شریع نے باہر لوگوں کو تسلی دی اور کہا کہ تم اپنے اپنے گھروں میں چلے جاؤ ایسی کوئی بات نہیں۔ ہانی بخیریت و سلامت ہیں تو عمرو بن حجاج نے کہا الحمد للہ اگر وہ خیرت سے ہیں تو ہم کو یقین آ گیا لہذا سب چلتے ہیں۔ گویا کہ یہ بھی ایک کرنامہ تھی کہ شامد حضرت ہانی بچ جاتے لیکن یہ کرن نمودار ہوتے ہی آن کی آن میں غائب ہو گئی۔ یہ خبر تو پہلے ہی مشہور ہو چکی تھی لیکن ہانی کے گھر سب رورہے تھے۔ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ معزز میزبان انہی کی خاطر مصائب میں گرفتار ہیں اور وہ ابھی تک گھر نہیں آئے چنانچہ امام باہر نکل آئے اور چند افراد کو ہمراہ لے کر سیدھے قصر دارالامارہ پہنچ گئے اور کچھ لوگ بھی ساتھ شامل ہو گئے جب ابن زیاد کو پتہ چلا کہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شکر لے کر آ رہے ہیں اور قلعہ کا محاصرہ کرنے لگے ہیں۔ تو اس نے کوفہ کے رؤساء جن کی تعداد بیس تک تھی اور کچھ اور دس افراد تھے اور کچھ باہر اس کام پر مامور تھے کہ وہ لوگوں کو ڈرائیں اور دھمکائیں چنانچہ وہ بیس افراد قلعہ کے اوپر چڑھ کر لوگوں کو ڈرانے لگے کہ ہم رؤساء کوفہ ہو کر تم کو بتا دینا چاہتے ہیں۔

آيِيَا النَّاسِ اَلْحِقُوا يَا هَلِيْكُمْ فَاِنَّ هٰذِهِ جُنُوْدُ
اٰمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدٌ قَدْ اَقْبَلَتْ.
لوگو اپنے گھروں میں چلے جاؤ جلدی کرو یزید کے لشکر آ رہے ہیں
اور وہ تمہارا قلعہ قمع کر دیں گے اور تمہاری اولاد اور تم کو ایک
دوسرے سے جدا کر دیں گے یعنی قتل کر کے اڑا دیں گے اور تمہاری
کوئی کوئی مدد نہیں کرے گا۔

اس شیطانی مکر و فریب کا کافی اثر ہوا کہ لوگ متفرق ہوئے اور بھاگنے شروع ہو گئے یہاں تک کہ عورتیں آدمیوں کو اور لڑکے باپوں کو اور باپ لڑکوں کو مائیں بیٹوں کو انفراس اپنے اپنے قریبیوں کو بلا بلا کر لے گئے کیونکہ خوف و ہراس لشکرِ یزید سے بڑا ڈرایا دھمکا یا گیا کہ کوئی یتیم ہوگا کوئی بیوہ اور کوئی بے اولاد۔

كَانَتْ الْمَرْأَةُ فَنَاتِي بِهَا وَإِنْ هَلْ قَتَبَعُولَ انْصَرَفَ
النَّاسُ يَكْفُونَكَ وَيُجِئُ الرَّجُلُ إِلَى أَجْنِهِ وَأَجْنِيهِ
قَبْعُولُ غُرَايَا أَهْلَ الشَّامِ فَمَا تَصْنَعُ بِالْخَرْبِ وَالسَّيْرِ
انْصَرَفَ

عورتیں اپنے مردوں اور بیٹوں اور بھائیوں کے پاس آئیں اور
کہتیں واپس چلو واپس چلو شام کا لشکر آجائے گا کیا
کرو گے۔ (ایضاً)

یہ عیاری مکاری رفتہ رفتہ کارگر ہوئی اور لوگ جانے شروع ہو گئے یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا اور ہزاروں میں سے
صرف پانچو کے لگ بھگ آدمی رہ گئے۔

جامع مسجد کوفہ میں بحالتِ نماز مغرب آخری افراد کا سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے فرار

اب چند سو آدمیوں کی تعداد سیدنا امام مسلم بن عقیل کے ہمراہ ہے آپ نے خیال کیا کہ اور تو لوگ ڈر اور لالچ انعام و اکرام کی
خاطر چلے گئے ہیں امید ہے کہ یہ نہیں جائیں لیکن معلوم نہیں کہ یہ بھی وقتِ آخر ساتھ چھوڑ دیں گے اسی اثناء میں جب نماز مغرب کا وقت
ہوا تو جامع مسجد انبیاء کوفہ میں آپ نماز کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے اور یہ افراد جن کی تعداد پانچ سو کے قریب تھی وہ بھی ساتھ
رہے جب آذان کے بعد جماعت کھڑی ہوئی اور امامت کے فرائض سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہی فرما رہے تھے تو سب آپ کے پیچھے
کھڑے تھے لیکن جب آپ نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ پیچھے تو ایک شخص بھی موجود نہیں۔ (ایضاً)

فَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَى خَلْفٍ فَإِذَا قَرَعَتِ الصَّلَاةُ الْمَغْرِبَ
لَيْسَ النَّاسُ مِنْ وَاحِدٍ رَجُلٍ

پس جب آپ نے فراغتِ نماز کے بعد پیچھے دیکھا تو صفوں پر
لوگوں میں سے کوئی ایک آدمی بھی آپ کے پیچھے نہ رہا۔

یہ تو تھا ان کا حال اور جو دیگر محلوں میں تھے ان کی ناکہ بندی کر دی گئی تھی کہ کوئی شخص امام مسلم رضی اللہ عنہ کی نصرت کے لیے نہ آ سکے
بلکہ جو نکلے ان کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ آٹھویں ذوالحجہ ساٹھ ہجری کا ہے۔

ان مذکورہ حالات سے معلوم ہوا کہ ساٹھ ہجری کے دورِ منحوس میں یزید کے پیروکاروں نے جلیل امام اہل بیت کے پیچھے سے نماز
توڑ کر اور جامع مسجد اللہ کے گھر جو کئی فیوض و برکات کی حامل ہے جس کو مسجد انبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ اس طرح چھوڑنے والے اس عظیم
شرف سے محروم ہو گئے اور یہی ان کی تباہی کا اصل سبب تھا۔ جس کی ابتدا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلوا کر پھر ان کا ساتھ چھوڑ کر ہوئی اور
حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ تہارات کی تاریکی میں رہ گئے اور کوئی راستہ بتانے والا بھی نہ رہا۔

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی بیکسی اور خاتون طوعہ مسلمہ

اس غربت میں سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جامع مسجد کوفہ سے باہر نکلے تو دیکھا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ آج ہمبر کوفہ کی عظیم گنجان
آبادی میں سرگرداں پھر رہے ہیں اس پریشانی کے عالم میں کہ کدھر جائیں اور کہاں رات گزاریں کوفہ کے وسیع خطہ میں دو چار گز زمین
کا کلکرا شب گزارنے کے لیے نظر نہیں آتا۔ اب سوچتے ہیں کہ واقعی بدعہد قوم نے بیوفائی کا وہی مظاہرہ کیا ہے جس کا مشہور ہے حیرت
ہے کہ کوفہ کے تمام مہمان خانوں کے دروازے مقفل ہو چکے ہیں۔ جہاں سے ایسے محترم مہمان کو مدعو کرنے اور رسل و رسائل کا تانتا بند
گیا تھا اور آج کوئی ایک ہمد نظر نہیں آ رہا۔ (ایضاً)

اسی بے کسی اور بے بسی کے عالم میں بنی کنده کے قبیلہ بنی جہلہ کے محلہ میں جاٹکے اور چلتے چلتے ایک عورت طوعہ نامی کے دروازے پر جا پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ عورت تاریکی رات میں نہ معلوم اپنا دروازہ کھول کر کیوں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے اس عورت کو اس طرح دیکھ کر فرمایا۔ اَلْسَلَامُ عَلَیْكَ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اَسْقِیْنِیْ مَاءً اے اللہ کی بندی تجھ پر سلام ہو مجھے کچھ پانی تو پلا دو۔ اللہ اکبر۔ جس گھر سے دنیا کو بھیج ملتی ہے آج وہ امام جلیل بھوک اور پیاس سے کوفہ کی گلیوں میں پھر رہے ہیں اور ایک عورت سے پانی کی تمنا کر رہے ہیں۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ درحقیقت اس عورت کی قسمت روشن فرما رہے ہیں۔ اور سخت پریشانی اور مصیبت و غم میں بھی شریعتِ مطہرہ کا لحاظ ان کی رگِ ہاشمی میں موجود ہے۔ جب عورت سے پانی طلب فرماتے ہیں تو بغیر السلام علیکم کے نہیں فرماتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آقا و مولا سرکار محمد رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ کسی مسلمان سے کوئی بات نہ کرو جب تک اسے سلام نہ کر لو۔ ایسی حالت میں بھی ایک لمحہ خلافِ شریعت کلمہ نہیں فرماتے۔

اس عورت نے اسی وقت پانی کا پیالہ پیش کیا حضرت نے پانی پیا تو فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جَزَاكَ اللّٰهُ يَا اَمَةَ اللّٰهِ اللہ کا شکر ہے اے پانی پلانے والی خدا تجھ کو جزائے خیر دے۔ اب پانی پی کر حضرت کے قدم اٹھتے نہیں اور وہیں ٹھکے ماندے دروازہ کے نزدیک دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ کون کیا بتائے جو ان کے دل پر گزری۔ عورت نے جب آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھا کہ یہ اب جاتے نہیں تو کہنا پڑا کیا بات ہے آپ کہاں بیٹھ گئے اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟ سیدنا امام مسلم نے فرمایا يَا اَمَةَ اللّٰهِ مَا لِيْ هٰذَا الْبَصَرُ مَنْزُوْلٌ وَلَا عَشِيْرَةٌ فَهَلْ لَّكَ اَجْرٌ وَمَعْرُوْفٌ وَلَعَلَّیْ اَكْفَيْتُكَ بَعْدَ الْیَوْمِ۔ اے اللہ کی بندی جاؤں کہاں اس شہر میں نہ تو میرا کوئی گھر ہے اور نہ کوئی میرا ہمسرا ہے کیا تو مجھے اپنے گھر ٹھہرا سکتی ہے؟ (ایضاً)

ہو سکتا ہے کہ آج کے بعد اس نیکی کا بدلہ تجھے دے سکوں۔

امام کی زبان سے یہ کلمات نکلنے تھے کہ طوعہ عورت گھبرا کر کہنے لگی يَا عَمَلُ اللّٰهِ مَا ذَاكَ وَمَنْ اَنْتَ الرَّجُلُ اے اللہ کے بندے ماجرا کیا ہے اور آپ کون شخص ہیں؟

حضرت امام مسلم رحمہ اللہ نے بحالتِ زار فرمایا ہمارا کیا حال پوچھتی ہو کچھ بتانے کے لیے نہیں رہا اَکَا مُسْلِمٌ ابْنُ عَقِیْلٍ مِنْ اَهْلِ الْبَيْتِ کَذَبَنِيْ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمُ وَعَزَوْنِيْ وَآخَرُ جَوْنِيْ۔ میں مسلم بن عقیل رحمہ اللہ اہل بیت سے ہوں اور مجھے ان لوگوں نے یہاں بلوا کر دھوکا دیا اور اب سب بھاگ گئے ہیں۔

اس نام کا سننا تھا کہ طوعہ عورت آپ کے قدموں میں گر گئی اور نہایت عزت و تکریم کے ساتھ اپنے گھر کے اندر لے گئی اور اپنی لاعلمی کی معافی چاہی۔ بستر آرام بچھایا اور کھانا تیار کر کے پیش خدمت کیا۔ زہے نصیب۔

حضرت امام مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے کھانا نہ کھایا بڑے اصرار کے باوجود آخر آپ نے فرمایا نہیں مجھے بھوک نہیں۔ ہاں مجھے وضو کے لیے کسی برتن میں پانی ڈال کر میرے پاس رکھ دو۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا تھا کہ اس عورت کا لڑکا بلال نامی آیا اس نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ طوعہ نے کہا یہ امام مسلم بن عقیل رحمہ اللہ اہل بیت سے ہیں ہماری خوش نصیبی ہے کہ مہمانِ عظیم کے قدمِ اقدس ہمارے گھر میں آ گئے ہیں ان کی خدمت اور تعظیم و تکریم دنیاوی و اخروی بھلائی ہے اس کے بعد وہ لڑکا بلال سو گیا۔

سیدنا امام مسلم کی آخری شبِ عبادت، شرفِ زیارت، بشارتِ شہادت

صبح ہونے کے بعد طوعہ خاتون نے سیدنا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کیا حضور آپ رات کو سوئے نہیں اکثر وقت آپ عبادتِ خداوندی میں مصروف رہے ہیں آپ نے فرمایا اللہ کی جتنی یاد کی جائے بہتر ہے طوعہ خاتون نے عرض کیا کھانا تیار کر لیا ہے آپ نے رات کو بھی کھانا نہ کھایا اب تو کھائیں میں کھانا لائی ہوں۔ آپ نے فرمایا کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ بڑے اصرار پر یہی فرمایا۔ طوعہ خاتون نے کہا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ خدا کے حضور اسی حالت میں جاؤں۔ گھبرا کر کہا ایسا کیوں فرماتے ہیں آپ نے فرمایا پس آج مسلم کا آخری دن ہے اس لیے کہ

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ
عَلَيْهِ السَّلَامُ نَفَرًا يَأْتِيهِ مُسْلِمٌ جَلْدِي جَلْدِي كَرُو۔ میرا گمان یہی ہے

اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ دنیا میں آخری دن ہے۔

طوعہ گھبرا گئی اور کہا ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا دشمن میری تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کو میری خبر ہو جائے۔ اس نے کہا ایسا نہیں کون ہے جو یہ بتائے۔ آپ نے فرمایا یہ خبر اقامتِ مسلم اب کیسے چھپی رہ سکتی ہے؟ اس کے بعد آپ پھر نوافل اور اذعیہ الہیہ میں مصروف ہو گئے۔

مسلم لشکرِ ابنِ زیاد اور طوعہ کے گھر کا گھیراؤ

اسی دن عبید اللہ ابنِ زیاد کے اس اعلان پر کہ مسلم بن عقیل رحمۃ اللہ علیہ کی تلاش کرو وہ کہاں ہے اور عمرو بن حریش نامی کو اس کام پر مامور کر دیا رات بھر شہر کی ناکہ بندی رہی اور گھروں کی تلاشی شروع ہوئی دارالامارت میں ابنِ زیاد نے پوچھ پگچھ شروع کر دی۔ ان میں خاتون طوعہ کا لڑکا بلال بھی پہنچا جب اسے معلوم ہوا کہ یہ تو اسی شخص کی تلاش میں ہیں جو ہمارے گھر میں ہیں اور اگر بتادوں گا تو بہت بڑا مال و متاع پاؤں گا، بدطینت اس لالچ میں اسی لیے آیا کیونکہ ابنِ زیاد یہ اعلان عام کر چکا تھا۔

فَإِنَّ ابْنَ عَقِيلٍ السَّقْفِيَّةَ الْجَاهِلِ فَعَلَ مَا رَأَيْتُمْ مِنْ
الْخِلَافِ الشَّقِيقَةِ فَبَرَأَتْ ذِقْنَهُ مِنْ رَجُلٍ وَجَدْنَاهُ فِي دَارِهِ
اس نے جس کے گھر سے پالیا اس کی جان و مال تباہ کر دیں گے اور جو اسے پکڑ کر ہمارے پاس لے آئے گا اس کو دیت دی جائے گی (یعنی

دیت کے برابر انعام اور مال و متاع)

بد بخت عبدالرحمن ابنِ محمد ابنِ اشعث کے پاس گیا اور کہا کہ مسلم ہمارے گھر میں رات کے موجود ہیں اور ابنِ زیاد کو کہہ کر انعام حاصل کریں۔ یہ فوراً جا کر ابنِ زیاد کو کہتا ہے مسلم بلال کے گھر میں ہیں ابنِ زیاد نے چھڑی مار کر کہا جاؤ جلدی کرو اس کو پکڑ کر لاؤ۔ اس نے کہا میں اس کو اکیلے نہیں لا سکتا آپ مجھے پورا دستہ فوج دیں تاکہ اسے پکڑ سکیں اس نے کہا ایک آدمی کے لیے یہ کوئی معمولی بات ہے ابنِ زیاد نے کہا اچھا اس کے بعد ستر آدمی تواریس اور گھوڑے لے کر دوڑے (بعض نے ان کی تعداد تین سو کے قریب بھی لکھی) اس لشکر نے بکفِ اسلحہ جنگی سامان سے بھر پور ہو کر طوعہ خاتون کے گھر تک پہنچ کر تمام گھر کا محاصرہ کر لیا۔

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ پر سنگباری اور شجاعتِ ہاشمی اور گرفتاری

اچانک گھوڑوں کی ٹاپوں اور لوگوں کے شور و غل کی آواز کانوں تک پہنچی کہ یزیدی فوجیں آگئیں۔ سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور اپنی تلوار حماں کی اور طوعہ کو کہا یہ تمہارے بد بخت لڑکے کا حال ہے کہ میری اقامت کی اس نے خبر دے دی ہے لیکن کیا کر سکتی تھی۔ آپ نے فرمایا اس کو اپنی کارگزاری کا صلہ ہے اور تم کو اپنی نیکی کا ملے گا۔ آپ باہر نکلے لگے تو طوعہ خاتون نے کہا آپ باہر نہ جائیں آپ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ ظالم مکان کو آگ نہ لگا دیں یا گراندہ دیں میں خود ہی ان کے سامنے چلا جاتا ہوں یہ کہہ کر طوعہ کو فرمایا آخری سلام مسلم کا قبول ہو۔

قَدْ رَأَيْتُ مَا عَلَيْنِكَ مِنَ الْبُرْءِ وَالْإِحْسَانِ وَجَدْتُ
نَصِيْبَكَ مِنْ شَفَاعَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تو نے میرے ساتھ نیکی کر کے سید الانس والجان سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اپنے نصیب میں کر لی ہے۔

سَيِّدِ الْاَنْسِ وَالْجَانِ
طوعہ خاتون روٹی رہ گئی۔ سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو دیکھا کہ لشکر اپنے ناپاک ارادوں میں تیار ہے اور زبانِ حال سے فرمایا
اُخْرِجِي الْمَوْتَ الَّذِي لَيْسَ مِنْهُ فَيْحِيصُ - "اے جان نکل موت کی طرف جس سے کچھ چھٹکارا نہیں۔"
ظالم حضرت کو دیکھتے ہی درندوں کی طرح آپ پر حملہ آور ہو گئے۔ شجاعتِ ہاشمی کے پیکرِ عظیم نے منہ تنہا اپنی تلوار سے مقابلہ کیا اور اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے کئی لوگوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آپ کی زبانِ اطہر سے یہ کلمات جاری تھے۔

هُوَ الْمَوْتُ فَاصْنَعْ مَا أَنْتَ صَانِعٌ
مَا أَنْتَ بِكَائِسٍ الْمَوْتُ لَا شَتَكَ جَارِعٌ
فَصَبِّرْ لَا أَمْرَ لِلَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ
مَحْكُمٌ قَضَاءُ اللَّهِ فِي الْخَلْقِ وَالْقِيَعِ

جو کچھ کرنا ہے کر لے موت موجود ہے اور یہ موت کا پیالہ تم نے ضرور پینا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنا لازمی ہے سب مخلوقات پر اسی کا حکم نافذ العمل ہے۔

یہاں تک کہ آپ نے اکتالیس یزیدیوں کو مار ڈالا وہ گھبرا گئے۔ محمد ابن اشعث گھبراتا ہوا گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ابن زیاد کے پاس گیا کہ ہمارے اکتالیس آدمی اکیلے مسلم نے مار ڈالے ہیں اور ہمیں اور آدمی دیے جائیں ابن زیاد آگ بگولہ ہو کر محمد ابن اشعث پر ٹوٹ پڑا اور کہنے لگا۔

أَبَعَثْنَاكَ إِلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ لِنَأْتِيَنَا بِهِ فَكَيْفَ
إِذَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَى غَيْرِهِ
ہم نے تم کو ایک آدمی پکڑنے کے لیے بھیجا اور تمہارا یہ حال ہوا اگر تم کو کسی فوج کے مقابلہ پر بھیج دیا جائے تو پھر تمہارا کیا حال ہوگا؟

ابنِ اشعث نے کہا:

أَيُّهَا الْأَمِيرُ أَظَنُّكَ إِنَّكَ بَعَثَنِي إِلَى بِقَالِ الْكُوفَةِ وَإِلَى
أَمْرِ مَقَانِي مِنْ جَرَامَقَةِ الْحَبَرَةِ أَوْ لَمْ تَعْلَمْ أَيُّهَا
الْأَمِيرُ إِنَّكَ بَعَثَنِي إِلَى أَسَدِ صَرْغَامٍ وَسَيْفِ حَسَامٍ فِي
كَفِّ بَظْلٍ هَمَامٍ مِنْ آلِ خَدِيرِ الْكَامِرِ.

اے امیر کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے کسی کوفہ کے گنڈ پیاز
اور سبزی فروش کے پاس بھیجا ہے یا قومِ مقانی بزدل (موصل میں
ایک قوم کی طرف اشارہ ہے) کی طرف بھیجا ہے کیا آپ نہیں
جانتے کہ آپ نے کس کی طرف بھیجا ہے جو شیرِ شبیرِ شجاعتِ عام اور
اس کی تلوارِ حسام ہے اور جو جلیلِ امامِ ہمام ہے اور وہ نسلِ حضورِ خیر
الانام ہے۔

ابنِ زیاد یہ سن کر چکرا گیا کہنے لگا اعْطِهِ الْأَمَانَ فَإِنَّكَ لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا بِهِ۔ اس کو امان و سلامتی کا دھوکا دے کر اس بہانے
سے میرے پاس لے آؤ کہ ابنِ زیاد امان دے گا آپ کو کچھ نہ کہا جائے گا۔ ورنہ اس کے بغیر تم اس پر قابو نہ پاسکو گے۔ ابنِ اشعث
گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا تو دیکھا کہ مقابلہ ہو رہا ہے اور سیدنا امامِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شدید زخمی ہیں زخموں کی کثرت اور خون کے زیادہ بہہ
جانے سے اور شدتِ پیاس سے نڈھال ہو کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔ اسی اثناء میں آپ نے طوعِ خاتون کو آواز دی کہ
تھوڑا سا پانی پلا دو وہ جلدی سے پانی لے کر آئی کہ حضرت پانی پینے نہ پائے کہ ایک ظالم نے اس قدر زور سے پتھر مارا کہ حضورِ امامِ مسلم
بن عقیل رضی اللہ عنہ کے منہ پر لگا اور ہونٹ مبارک چھید گیا اور اگلے دانت ٹوٹ گئے آپ نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَوْ كَانَ يَرِي زُفْيَ
الْبُقْسُومِ شَكَرَ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی اگر یہ دنیاوی پانی ہماری قسمت میں نہیں ہے تو حوضِ کوثر سے سیراب ہو جائیں گے۔ پھر ایک ظالم نے اور
پتھر مارا جو سیدنا امامِ مسلم رضی اللہ عنہ کی پیشانی پر لگا کہ خون کا فوارا پھوٹ پڑا بدنِ اقدس لہو لہان ہو گیا داڑھی مبارک اور چہرہ خون
آلود ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا مَا لَكُمْ تَرْمَوْنِي بِالْأَجْحَارِ كَمَا تَرْمَوْنَ الْكُفَّارَ وَأَكَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَكْبَارِ لَا تَرْحَمُونَ
حَقَّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ تمہیں کیا ہو گیا مجھے تو پتھر اس طرح مار رہے ہو جیسے کفار کو مارے جاتے ہیں۔ حالانکہ
میں تو انبیاء و ابرار کے خاندانِ اہل بیت سے ہوں اور تم کو خاندانِ مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء کے معاملہ میں ان کے خاندان و اولاد کا کچھ
پاس نہیں۔

اس کے بعد ایک ظالم نے پیچھے سے اچانک اس قدر زور کا پتھر مارا جو کمرِ اقدس پر لگا اور گر گئے اور زبانِ حال سے بے بس ہو کر
فرمایا:

يَا حُسَيْنُ هَلْ عَلِمْتَ أَخِيهِ الْمُسْلِمَ مُظْلِمًا مَاذَا بِهِ
النَّاسُ مِنَ الْكُوفَةِ مَا أَخْبَرَ بِحَالِ إِلَيْكَ.....
ہائے اے حسین رضی اللہ عنہ کیا اپنے بھائی جگر سوختہ مسلم کی آپ کو خبر ہے
کون ہے جو آپ کو خبر کرے کہ مجھ پر کیا ظلم ڈھائے جا رہے ہیں اور
کون ہے جو آپ کو اس سرزمین میں آنے سے روکے۔

ظالموں نے خستہ بدنِ حالت میں لاچار دیکھ کر آپ کو پکڑا اور گھوڑے پر سوار کرنے لگے آپ نے فرمایا کہاں لے جانے لگے ہو
ابنِ اشعث نے کہا ابنِ زیاد آپ کو امان دے گا آپ نے فرمایا ظالموں اب بھی مجھے امان کا دھوکا دے کر لے جانا چاہتے ہو۔ کہنے لگا نہیں
نہیں۔ آپ نے فرمایا تم پر کچھ اعتبار نہیں لیکن اب بھی تمہارا پتہ چل جائے گا سیدنا امامِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو دارالامارت کوفہ ابنِ زیاد کے

پاس لے آئے۔

سیدنا امام مسلم رحمہ اللہ کے آخری مکالمات اور ابن زیاد

تمام معتبر روایات اس پر شاہد ہیں کہ صاحب علم و فضل و صاحب کمال، حسن عبادت و غیرت ہاشمی کے پیکر سیدنا امام مسلم بن عقیل رحمہ اللہ جب فحی حالت میں دربارِ ابن زیاد میں آئے تو آپ نے نہ اشارۃً اور نہ کنایتاً اور نہ زبانِ اطہر سے سلام کہا۔ ایک شخص نے کہا امیر کو سلام کہو تو آپ نے فرمایا۔

إِنْ كَانَ يُرِيدُ قَتْلِي فَمَا سَلَامِي وَإِنْ كَانَ لَا يُرِيدُ لِي كَيْدًا سَلَامِي عَلَيْهِ۔
اگر ابن زیاد میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کو میرا سلام نہیں اور اگر ایسا نہ کرے جیسا کہ رہا ہے تو پھر سلام و کلام ہوتا ہی رہے گا۔

ابن زیاد نے کہا کہ اَلْعَرَبِي لَيَفْقَهُنَّ مجھے قسم ہے اپنی عمر کی تجھ کو ضرور قتل کروں گا۔ سیدنا امام مسلم نے فرمایا اِنَّا أَقْتُلُ لِهَذِهِ فِي قَتْلِ هُوَ نَبِي كَيْ لِي بَلَوَا يَأْتِيَا هُوَ ابْنُ زِيَادٍ نَعْلَمُ مَا كَيْدُ ابْنِ زِيَادٍ لَمْ يَكُنْ يَهْمُ جَمْعُ قَصْرِ قَتْلِهِمْ جَمْعُ شَدِيدِ لُغُوں مِثْلِ آكَر تَوْنِ تَفْرِقِ ذَالَا۔ سیدنا امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا كَلَّا وَلَكِنْ أَهْلُ الْبَصَرِ رَعَوْا أَنَّ لَنَا مَرْبَا الْعَدْلِ وَنَدْعُو إِلَى الْحُكْمِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ تَهْمَارِ الزَّمَامِ غُلَطٍ هِيَ يِهَاهُ كَ لُغُوں نَعْلَمُ هُمْ كُودَعُوتٍ دَعَا كَرَبَلَا يَأْتِي هُمْ يِهَاهُ آتَا كَ لُغُوں مِثْلِ عَدْلٍ وَانصَافٍ كَ سَاتِحِ حَكْمٍ هُوَ اَوْرَ كِتَابِ اللّٰهِ اَوْرَسَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ پَر غُلَّ هُو۔ ابن زیاد نے کہا اَمِيرِ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ اَهْلُهُ وَاَنَا اَهْلُهُ اس کا حق دار امیر المؤمنین یزید ہے اور میں حقدار ہوں۔ (ایضاً)

سیدنا امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا يَزِيْدُ وَاَنْتَ وَهُوَ يَتَدَلُّ سُنَّتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَهَوَ فَاَسِقُ شَارِبِ الْخَمْرِ وَقَاتِلِ النَّفْسِ لَا هَلْ كَذَا اَهْلُهُ۔ یزید نے اور تم نے فتنہ و فساد مچایا اور اتحاد کو برباد کیا اور سنت رسول کو بدلنا چاہا اور کیا وہ یزید جو شارب الخمر اور فاسق و فاجر اور قاتل ہے کیا یہ ہے اہل امیر المؤمنین ہونے کے حقدار؟

ابن زیاد کے پاس کچھ جواب نہ رہا اور کہنے لگا اب تم کو برسرِ عام قتل کیا جائے گا سیدنا امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا تو میری موت سے پہلے میری چند وصیتیں ہیں اگر تم اس کو سن لو۔ کہنے لگا ہاں ضرور بیان کریں۔ فرمایا

۱۔ جب سے کوفہ آیا ہوں سات سو درہم مجھ پر قرض ہے میری موت کے بعد میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے میرا قرض ادا کر دیں اعلان کر دیں کہ جو قرض کسی نے مسلم کو دیا تھا وہ آکر لے جائے۔

۲۔ میرے قتل کے بعد میری لاش کو رنگین خون کے اسی لباس میں دفن کر دینا۔

۳۔ مکہ معظمہ سیدنا امام حسین رحمہ اللہ کو پیغام بھیج دیں کہ مسلم نے کہا ہے کہ یہاں نہ آئیں کیونکہ میں ان کو پہلے بلوا چکا ہوں۔

ابن زیاد کا جواب :- جہاں تک قرض کا تعلق ہے وہ ادا کر دیا جائے گا جیسا کہ آپ نے کہا ہے۔ نمبر ۲۔ جہاں تک لاش کا تعلق ہے تو اس سے ہم کو کوئی سروکار نہیں دفن کر دیا جائے انہی کپڑوں میں نمبر ۳۔ جہاں تک سیدنا امام حسین رحمہ اللہ کا تعلق ہے اگر وہ ہماری طرف قصد نہ کریں گے تو ہم بھی ان کی طرف قصد نہیں کریں گے۔

قارئین نے دیکھا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رحمہ اللہ نے کس جرأت مندانہ اور حقیقت پسندانہ اور قوت ایمانی و جوش ہاشمی کا ابن زیاد ظالم والی کوفہ کے ساتھ کلام فرمایا باوجودیکہ آپ زخموں سے چور ہیں اور شہادت کا وقت قریب ہے لیکن پیکرِ صبر و رضا نے ثابت کر دیا کہ

جان دے دوں گا لیکن دین نبوی ﷺ کے خلاف قطعاً اقدام نہیں کیا جائے گا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اسی مقصد پر قائم رہے۔

جان دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

عبید اللہ ابن زیاد نے پھر اعلان عام کرایا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو قصر امارت پر برسر عام قتل کیا جا رہا ہے آکر دیکھو کہ جو کوئی حکومتِ یزیدیت کی مخالفت کرے گا اس کا یہی حال کیا جائے گا لوگ قصر امارت کے باہر بڑی تعداد میں جمع ہو گئے۔ آخر کار عبید اللہ ابن زیاد نے ایک شقی ازلی بکیر بن حمدان الاحمری ملعون کو کہا کہ قصر امارت کی بلندی پر لے جا کر ان کو تلوار مار دو۔ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ظالم ہمراہ لیے ہوئے بالائی منزل پر لے جانے لگے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ قرآن جاری تھے۔

اللَّهُمَّ افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ. قَوْمُنَا غُرُوتًا وَكَذَبُوتًا. (۱)

اے اللہ تو ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما بیٹک تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے یہ قوم وہ ہے جس نے دھوکا دیا جھوٹ بولا ہے۔

جب آپ نے اوپر چڑھ کر نیچے دھیان فرمایا تو دیکھا کہ جم کثیر کا جھوم ہے لیکن کوئی یار مددگار نہیں رہا۔ اس کے ظالم احمری لعنة اللہ دنیا کے کتے نے آپ پر اس قدر زور سے تلوار کا وار کیا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل کا سر انور تن اقدس سے جدا کر دیا سر انور نیچے گر اتو ظالم نے تن اقدس نیچے گر ادیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ صَلَوةُ اللّٰہِ وَسَلَامُہُ۔ یہ واقعہ شہادت روز چہار شنبہ ۹ ذوالحجہ ۶۰ھ کا ہے کہ آفتاب ہدایت غروب ہو گئے۔

شہید مسلم بیکس ہوئے ہزار افسوس
فرشتے کرتے ہیں اس غم سے ہزار افسوس
شقی نے کچھ نہ ان کی غربت کا پاس کیا
چلائی حلق پر شمیرِ آبِ دار افسوس
کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام
اس مسلم ابن عقیل پہ لاکھوں سلام

سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کا مزار مسجدِ انبیاء در کوفہ مرکزِ برکاتِ عامہ و خاصہ

شہادتِ عظمیٰ کے بعد سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جد اطہر اور سر اقدس کو کوفہ کی جامع مسجد میں دفن کیا گیا جسے مسجدِ انبیاء بھی کہتے ہیں اس لیے کہ یہاں پر مختلف انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے نمازیں ادا فرمائیں اور ان کے مصلوں کے نشان دکھائی دیتے ہیں اس مسجد کے صحن کے بائیں جانب (مشرقی دیوار کے ساتھ خوبصورت قبر کے ساتھ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ہے۔ اب تک صبح و شام لوگوں کا تانا آپ کے روضہ اطہر پر حاضری دے کر فیوضات و برکات سے مالا مال ہوتا ہے اور آپ کی قبر اطہر پر ہدیہ فاتحہ پیش کرتے ہیں۔ (۲)

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شدید گستاخی اور اس کی تردید

یہاں پر یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک شخص نے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی شانِ اقدس میں جس جرات کے ساتھ گستاخی کی ہے وہ کسی ایک بھی مستند کتاب میں موجود نہیں اور بالکل بے اصل اور سراپا بنی طرف سے بنائی ہوئی توہین آمیز عبارت ہے۔

اگر کوئی شخص اپنی جہالت کی بنا پر ایسی غلط اور توہین آمیز باتیں لکھے تو اس کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ پورا مذہب اس کا ذمہ دار ہے یا ایسا عقیدہ یا خیال و نظریہ پورے مذہب کا ہے۔ اصولاً تو ہر شخص کو بات لکھتے وقت اپنے مذہب کا پاس ہونا ضروری ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ اس کے متعلق مکمل چھان بین اور تحقیق کے بعد وہ بات نوکِ قلم پر لائے تاکہ پورے مذہب و عقیدہ اور اس سے منسلک افراد اس کا شکار نہ ہوں۔

اب اس شخص کی توہین آمیز عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

صاحبِ مجموعہ اپنے مجموعہ کے صفحہ ۱۳۰ سطر ۱۲، ۱۴ پر تحریر کرتے ہیں۔

”سرکٹ کردار الامارت کے باہر لٹکا دیا گیا اور لاشِ مبارک کتوں سے نچوادی گئی ہے۔“

العیاذ باللہ۔ ناظرین نے دیکھا کہ مصنف مذکورہ نے کس قدر صریحاً دریدہ دہنی اور بد زبانی کے ساتھ گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے کہ لاشِ مبارک کتوں سے نچوادی گئی ہے۔ اب تک ہزاروں کتابیں اس موضوع شہادت پر لکھی گئی ہیں لیکن کسی ایک نے ایسا جملہ حضرت کے متعلق نہیں لکھا اور پھر سینکڑوں عربی و فارسی کی مستند معتبر کتابیں ہیں جن میں اس کی کچھ اصل تو درکنار ایسا جملہ مذکور نہیں۔ میں ایسی بات کو پس پشت رہنے دیتا لیکن مجبور ہو کر ذکر کرنا پڑا کیونکہ احبابِ اہل سنت و جماعت و اہل مذہب حق کو اس شدید توہین پر سخت تکلیف ہوئی اور پھر اس کی تردید نہ کرنا سرِ اسرار ایک ایسی بات کے ساتھ اتفاق ثابت کرتا ہے۔ مجھے خود اہل سنت کے دو افراد کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ بعض ذاکرین نے اپنی عشرہ محرم کی مجالس میں لاؤڈ سپیکر پر مذکورہ حوالہ دے کر اہل سنت کے علمائے حق اور احبابِ اہل سنت کی پوری جماعت کو برا کہا اور اہل مجلس حاضرین کی زبانی بڑے ناجائز الفاظ کہلوائے گئے۔ گواہ موجود ہیں۔ میں نے اپنے موضوع شہادت کی تقریروں میں اس کی تردید کی اور اب تحریری طور پر پوری ذمہ داری سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم اہل سنت و جماعت کا اس توہین آمیز عبارت سے کچھ تعلق نہیں۔ اگر ایک شخص نے ایسی غلطی کی ہے تو اس کا یہ معنے نہیں کہ تم پوری جماعت کو اس کا نشانہ ٹھہراؤ۔

صاحبِ تفسیر خازن نے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن کے خون کا چوسنا اور جسم کا نوچنا جانوروں پر حرام کر دیا ہے۔ اسی لیے انبیاء و اولیا کے اجسام ان سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ بلکہ یاد رہے کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی جو مشہور ہے کہ بدنِ اقدس میں کیڑے پڑ گئے یہ بھی شانِ نبوت کی توہین اور ایسے امتحان میں ہونا ناممکن ہے۔ بلکہ ایسا نہ ہونا نبوت اور ولایت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ سید عالم علیہ السلام کے بدنِ اقدس پر کبھی بھی بیٹھی نہ دیکھی گئی اور صحابہ کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ انبیاء پر اللہ تعالیٰ نے غلیظ چیزوں کا آنا حرام کیا ہوا ہے۔ چنانچہ یہی شخص مذکورہ صفحہ ۳۴ پر لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے تنِ اقدس میں کیڑے پڑ گئے اب جس شخص نے مقامِ نبوت کا لحاظ نہ کیا اس

کے آگے سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے جسمِ اطہر کو کتوں سے بچانا کیا مشکل خیال کیا جاسکتا ہے۔ (یہ بھی کوئی دلیل ہے کہ امتحان کیڑوں کے ہی پڑنے سے ہوتا ہے) العیاذ باللہ۔

حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت کا بیان:

حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت ہانی بن عروہ جن کو پہلے ہی زخمی کر کے قید کر رکھا تھا صرف اس بناء پر کہ انھوں نے حضرت مسلم کو پناہ دے رکھی تھی۔ اس واقعہ امام مسلم میں حضرت ہانی نے جس بلند کردار کا مظاہرہ کیا ہے اس کی نظیر دنیا کے بڑے بڑے لوگوں کے ہاں کہیں نہیں مل سکتی۔ اہل بیت کا وفادار ہوتے ہوئے انہوں نے اہل بیت پر جان نثار کر دی۔ حضرت ہانی کے کردار کا جو ہر اس وقت بھی نمایاں نظر آتا ہے کہ جب عبید اللہ ابن زیاد ان کی عیادت کے لیے گھر پر آتا ہے تو ان سے ابن زیاد کے قتل کا کہا جاتا ہے اور قتل کر دینے کی اجازت مانگی جاتی ہے لیکن اس موقع پر اس اقدام کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں گھر آئے ہوئے مہمان کو قتل کرنا درست نہیں۔ حالانکہ اس وقت ان کے ایک ادنیٰ اشارے پر ابن زیاد کا سر قلم ہو جاتا۔ ان کی عظمتِ کردار کے جو ہر اس وقت بھی نمایاں نظر آتے ہیں کہ جب عبید اللہ ابن زیاد نے ان کو کہا کہ مسلم کو ہمارے حوالہ کر دو تو فرمایا اپنے مہمان کو دشمن کے حوالہ نہیں کروں گا ایسی صورت میں بھی ان کی جان بچ جانے کا امکان تھا لیکن ان کی شرافت وغیرت اپنے مہمان کو دشمن کے حوالہ کرنے کو گوارہ نہیں کرتی باوجودیکہ آپ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں کربلا کے میدان میں شہید ہونے کی سعادت نہیں ملی۔ مگر انہوں نے کوفہ میں ہی جن دشوار گزار مرحلوں سے گزر کر موت کو مرحبا کہا اس بنا پر انہیں شہدائے کربلا میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ چنانچہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت ہانی کو قید کے کمرے سے نکالا اور حکم دیا کہ اس کی مشکلیں باندھ دو جب مشکلیں باندھ دی گئیں تو حکم دیا ان کو برسرِ بازار لے جا کر قتل کر دو تا کہ لوگ اس کا بھی حال دیکھ لیں۔ جب حضرت ہانی کو اس حالت میں کوفہ کے بازار میں لے جایا جا رہا تھا تو دیکھا کوئی ہمسریار و مددگار نہیں ہے تو اس وقت زبان سے کہہ رہے تھے۔ کہاں ہیں میرے قبیلہ مذحج والے آہ آج کوئی قبیلہ مذحج کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ ہائے اتنے بڑے سردار کو ایسی حالتِ زار کے ساتھ قتل گاہ کی طرف لے جایا جا رہا ہے کہ کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکا۔ عین اس جگہ پر جہاں گوسفندوں کی خرید و فروخت ہوتی ہے حضرت ہانی بن عروہ کو مارنا چاہا تو اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے اِلٰی اللّٰهِ الْمَبِیْعَادُ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ رَحْمَتُکَ رِضْوَانُکَ وَاِنَّا لِلّٰهِ۔ وعدہ کے مطابق میں اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں اور میرے اللہ یہ تیری رحمت ہے جو مجھ پر ہے میں اس تیری رحمت و خوشی کی طرف بڑھ رہا ہوں۔ ابن زیاد کے ایک غلام رشید تری نامی نے حضرت ہانی بن عروہ کو تلوار کا نشانہ بناتے ہوئے اس زور سے تلوار ماری کہ آپ کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔ گویا کہ میزبانِ عظیم بھی اپنے مہمانِ جلیل کے پاس جا پہنچے اور اپنے مہمان پر جان قربان کر دی۔ کمالِ شان اور کمالِ محبت کی نشانی یہ بھی ہے کہ شہادت کے بعد حضرت ہانی کو بھی سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن کیا گیا۔

حضرت ہانی کی قبر امام مسلم کے ساتھ

جامع مسجد کوفہ المعروف مسجدِ انبیاء (علیہم السلام) اس مسجد کے صحن کی مشرقی دیوار کے ساتھ جہاں سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آرام فرما ہیں ان کی قبرِ اطہر کے ساتھ اس کے متصل ہی حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزارِ اقدس ہے۔ صبح و شام لوگ آپ کی

قبر پر حاضر ہوتے اور فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔ (۱)

فرزند ان امام مسلم رضی اللہ عنہ حضرت محمد اور حضرت ابراہیم کی کوفہ میں بیکی اور شہادت

سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو شہزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی اپنے والد معظم کے ہمراہ کوفہ تشریف لائے تھے جب کوفہ کے حالات سنگین صورتحال اختیار کر گئے اور حضرت ہانی کی گرفتاری پر آپ کو ان کی خاطر ان کے گھر سے باہر نکلنا پڑا تو اس وقت آپ نے حضرت ہانی کے گھر والوں کو فرمایا کہ میرے دونوں بچوں کو پاس ہی رکھیں اور اگر میں قتل ہو جاؤں تو ان کو کسی طریقہ سے کسی کے ہمراہ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھیج دینا۔ جب خطرہ شدت اختیار کر گیا اور سیدنا امام مسلم دارفانی سے دایر بقاء کو چلے گئے تو پھر یہ بچے یہاں سے کسی کے ذریعہ اپنی طرف سے بھجوا دیے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب حضرت امام مسلم اور حضرت ہانی کے قتل سے عبید اللہ ابن زیاد فارغ ہوا تو اس کو یہ خبر بھی پہنچی کہ امام مسلم کے دو شہزادے جو ان کے ہمراہ آئے تھے وہ یہاں کوفہ میں ہی ہیں یا کہیں چلے گئے ہیں۔ تو عبید اللہ ابن زیاد نے اعلان کر دیا کہ جو ان کو بھی پناہ دے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ لہذا وہ بچے خود بخود ہمارے پاس پیش کر دے ہم اس کو انعام و اکرام دیں گے اور اسے کچھ نہیں کہیں گے۔ ان حالات میں شام کے وقت ہانی کے گھر والوں نے مناسب جانا اور کہا کہ بچو! آپ کے باپ کو اور ہمارے عظیم سردار کو عبید اللہ ابن زیاد نے شہید کر ڈالا ہے اور اب ایسا نہ ہو کہ تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی ناروا سلوک ہو بہتر یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو کوفہ سے باہر چل پڑو اور راستہ مکہ مدینہ اختیار کر لیتا۔

شہزادوں نے جو نبی اپنے پدر شفیق کی شہادت کی خبر سنی تو وہ یا ابتاہ یا ابتاہ کہنے لگ گئے ہائے ابا جان ہائے ابا جان۔ اور روتے رہے۔ لیکن اب وہ معظم شفیق کہاں سے آکر ان کو دلا سے دے سکتے ہیں۔ ماں اور بہن بھائیوں سے چھوٹے اور دشمن کے نرنے میں آگئے اب کون ہے جو ان روتے ہوئے شہزادوں کو تسکین دے سکے۔ جہاں موجود ہیں وہاں سے بھی ان کو جانے کو کہا جا رہا ہے اب شہزادے سوچتے ہیں اور اسی غم و یاس و بیکسی میں دونوں شہزادے نکل پڑے اور رات کی تاریکی میں کوفہ سے بچتے ہوئے باہر کی جانب آگئے تو دیکھا کہ راستہ تاریکی میں نظر نہیں آتا اب کہاں جائیں اور کیا کریں چلتے چلتے ایک بڑھیا اپنے مکان کے باہر بیٹھی ہوئی دکھائی دی تو شہزادے کہنے لگے۔

يَا عَجُوزُ اَنَا غُلَامَانِ صَغِيرَانِ غَرِيبَانِ حَدَثَانِ غَيْرِ
نَاطِرَيْنِ بِالطَّرِيقِ. وَهَذَا اللَّيْلُ قَدْ جَنَدَا أَصْفِينَا سَوَادَ
لَيْلًا هَذَا اللَّيْلُ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا أَلَزَمْنَا الطَّرِيقَ.
ضعیفہ نے ان بچوں کو پا کر اور ان کی بات سن کر کہا۔

أَنَّمَا يَا حَبِيبِي. فَقَدْ شَمْتُ الرَّوَّاحَ كُلَّهَا فَمَا شَمِيتُ رَاحَةً
هِيَ أَظْلَبُ مِنِّي رَاحِيَتُكُمْ.
میرے پیارو! مجھے یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو میں نے دنیا کی خوشبوئیں
دیکھی ہیں لیکن جو خوشبو تم سے آ رہی ہے وہ عجیب خوشبو ہے۔

يَا عَجُوزُ نَحْنُ مِنِّي عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ هَوْنًا مِن خَوْفِ عَبِيدِ اللَّهِ ابْنِ زِيَادٍ عَنِ الْقَتْلِ.
اے ضعیفہ ہم تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں بخوف قتل
ابن زیاد تجھ سے تعاون مانگ رہے ہیں۔

ضعیفہ نے جب یہ سنا تو اس نے شہزادوں کو سینے سے لگا لیا اور پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں تمہیں اپنے گھر رکھ لیتی ہوں لیکن میرا ایک داماد ہے وہ لشکرِ ابنِ زیاد میں شامل ہے اور جو کچھ آپ کے باپ اور بانی کے ساتھ ہوا وہ اس میں تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے پتہ چل جائے تو آپ کو یہاں پا کر کوئی تکلیف نہ دے۔ شہزادوں نے کہا رات اندھیری ہو گئی ہے صبح صادق ہوتے ہی ہم چلے جائیں گے۔ بڑھیا نے شہزادوں کو کھانا و پانی پیش کیا پھر ان کو بستر برائے آرام دیا دونوں شہزادے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر سو گئے۔ آدھی رات کے وقت دروازہ کھٹکا اور بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ تو وہی اس کا داماد تھا بڑھیا نے کہا کہ آدھی رات جہاں گزاری باقی رات بھی وہاں گزار لیتے اتنی دیر کیوں لگا کر آئے ہو؟ کہنے لگا پس سارا دن اب تک کئی گھروں میں پھر کر آ رہا ہوں اور تھک گیا ہوں اس نے کہا کیوں؟ کہنے لگا: ابنِ زیاد نے دو ہزار روپے کا اعلان کر دیا ہے کہ جو مسلم کے بچوں کو جہاں کہیں سے پکڑ کر ہمارے پاس لائے۔ تو میں ان کی تلاش میں رہا بڑھیا نے کہا تم ایسا نہ کرو اس لیے کہ اہل بیت اطہار پر ظلم اور پھر یتیم بچے۔ یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت کا خسارہ ہے کہنے لگا وہ دو ہزار روپیہ ملے گا اور کیا چاہیے اور یہ اس وقت دو لاکھ کے برابر تھا۔ ظالم ملعون کہنے لگا تیری اس باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تو ان کی حمایت کرتی ہے تیرا بھی پھر وہی حشر ہوگا جو دوسروں کے ساتھ ابنِ زیاد نے کیا ہے۔ بڑھیا نے کہا مجھے کیا کر سکتا ہے کہنے لگا اٹھو کہنے لگی کیوں میں اپنے گھر کوفہ کے بالکل باہر صحرا میں رہ رہی ہوں میں کیوں جاؤں اور میرا کیا سرکار ہے۔ پھر ظالم روٹی کھاپی کراؤنٹ کی طرح بڑبڑاتے لیتا ہوا سو گیا جب اس کی آنکھ کھلی تو شہزادوں کی دھیمی دھیمی سانس کی آواز رات کی خاموشی میں اس کے کانوں تک پہنچی تو حیران ہوا یہ آواز کیسی ہے اٹھا اور دوسرے کمرہ میں جہاں شہزادے آرام فرما تھے اس کمرہ میں ہاتھ مارتا مارتا شہزادوں تک جا پہنچا اور ظالم پلید کا ہاتھ پا کاں عترت کے جسمِ اطہر پر جا لگا۔ حیران ہوا یہ کون ہیں۔ (الحیات)

حضرت محمد کی آنکھ کھل گئی اور حضرت ابراہیم کو کہنے لگے۔

پیارے بھائی اٹھو جس مصیبت سے ڈر کر یہاں آئے وہ مصیبت آگئی۔

يَا آخِي وَحِبِّي وَاللّٰهُ وَقَعْنَا فِيمَا كُنَّا نَحْذَرُ.

ظالم ان شہزادوں سے کہنے لگا تم کون ہو؟ شہزادوں نے کہا۔

نَحْنُ مِنْ عَتَرِ نَبِيِّكَ وَآلِئَاءِ الْمُسْلِمِ وَأَخَافُ مِنْ قَتْلِ عَمِيْدِ اللَّهِ ابْنِ زِيَادٍ۔

ہم تمہارے نبی کے خاندان سے ہیں اور قتلِ عبید اللہ ابنِ زیاد کے خوف سے یہاں آ گئے ہیں۔

ظالم کہنے لگا سارا دن اور رات گئے تک میں تمہاری تلاش میں تھا کہ مجھے دو ہزار روپیہ انعام ملے گا اور تم یہاں پر موجود ہو میں تو اب اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ (الحیات)

ظالم ملعون نے دونوں شہزادوں کو صبح کے وقت کھینچا اور باہر لے آیا۔ بڑھیا بہت ہاتھ پیر مارتی رہی لیکن وہ ملعون باز نہ آیا۔

کھینچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے

منہ کے بل گر گئے وہ برج شرف کے تارے

اور شہزادوں کو باندھ کر اپنے غلام سیاہ فام کو کہا کہ ان کو فرات کے کنارے لے جا کر قتل کر دو اور سر میرے پاس لے آؤ تا کہ ابنِ زیاد کو دے کر انعام لیا جائے وہ غلام شہزادوں کو لے کر دریا فرات پر چلا گیا شہزادوں سے کہنے لگا مجھے آقا نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا

ہے اس لیے اب تم کو قتل کر دوں گا شہزادوں نے کہا۔ لَا تَأْخُذْ بِهِنَّ وَبِعِزَّتِ نَبِيِّكَ اے شخص ہم کو ایسا نہ کر کیا تو اپنے نبی ﷺ کی عزت کے ساتھ یہ ظلم کرنا چاہتا ہے۔ جب غلام نے یہ جملے سنے تو فوراً قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا۔ نَفْسِي نَفْسُكَمَا الْفَدَاءُ وَوَجْهِي بِوَجْهِكَمَا الْوَقَاءُ يَا عِزَّتِ نَبِيِّ اللَّهِ الْمُصْطَفَى لَا يَكُونُ مُحَمَّدًا حُمِي فِي الْقِيَمَةِ۔ میری جان آپ پر قربان ہو میں ہرگز اب ایسا نہیں کروں گا نبی اللہ مصطفیٰ کی عزت کو دکھ دے کر ان کو قیامت کے روز کیا جواب دوں گا۔ ملعون نے یہ منظر دیکھ کر اس سے کہا غلام ہو کر تم نے میرا بھی تک یہ کام نہیں کیا غلام نے کہا خدا کی قسم میں خدا کی نافرمانی میں تمہاری فرماں روائی نہیں کر سکتا اور میں ہمیشہ کے لیے تم سے بیزار ہوں۔ پھر اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تم ان کو قتل کر دو یہ مال تمہارے لیے ہی ہو گا جو اس کے بدلہ میں انعام ملے گا۔ جب نوجوان لڑکے نے جرأت کی اور تلوار لے کر سامنے ہوا تو شہزادوں نے کہا يَا شَبَابُ مَا أَخَوْفَنِي عَلَى شَبَابِكَ مِنْ تَارِجَهْتِهِ۔ اے نوجوان تمہاری جوانی کا یہ خطرہ ہے کہ یہ آتشِ جہنم کا ایندھن نہ بن جائے۔ عزتِ رسول کے ساتھ ایسا نہ کر۔ لڑکے کے دل پر یہ اثر پڑا وہ بھی قدموں میں گر گیا اور تلوار پھینک دی۔

اب وہ ملعون آگ بگولہ ہو کر تلوار پکڑ کر جب شہزادوں کو قتل کرنے لگا تو شہزادوں کو یقین ہو گیا کہ اب یہ ہم کو نہیں چھوڑے گا۔ شہزادوں نے کہا۔

يَا زُجْلُ انْطَلِقْ بِنَا إِلَى أَسْوَئِ وَأَسْمَعِ وَلَا تَكُنْ أَنْ يَكُونَ مُحَمَّدًا خَصْمِكَ۔ اے شخص ہمیں بازار میں لے جا کر فروخت کر دے اور پیسے کما لے لیکن ہم کو قتل کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کو ناراض نہ کر۔ ملعون نے کہا ضرور قتل کر دوں گا اور دو ہزار ابنِ زیاد سے انعام پاؤں گا۔

شہزادوں نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ أَمَا تَحْفَظُ قَرَابَتَنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ قَابِ يَأْتِي إِلَى عَمِي عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ زَيْدٍ حَتَّى يَحْكُمَ فِينَا بِأَمْرِهِ۔ اے شخص تجھ کو ہماری قرابتِ رسول کا کچھ پاس نہیں ہے ہمیں زندہ عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس لے جاتا کہ وہ ہمارے متعلق فیصلہ کرے۔

ملعون کہنے لگا ایسا بھی نہیں ہو گا تمہیں قتل کر کے ابنِ زیاد کے پاس سر لے کر جاؤں گا شہزادوں نے فرمایا۔ أَمَا تَرَى حَمَّ صَغِيرٍ سَيَأْتِيَا تَجْهَ كَوْنِ صَفْرَسِي بِرَتْسِ نَيْسِ آتَا۔ ظالم نے کہا نہیں۔ شہزادوں نے جان لیا کہ اب یہ کتا ہماری جان نہیں چھوڑے گا۔ شہزادوں نے فرمایا ہمیں مہلت دے کہ آخری نفل نماز ادا کر لیں اس نے موقعہ دے دیا۔ چار رکعت نماز نفل شہزادوں نے ادا فرمائی اور اونچی آواز سے کہایا اَيُّ يَاحْلِيْمُ يَا اَحْكَمُ اَلْحَاكِمِيْنَ اَحْكَمُ هَيْئَتُنَا وَبَيِّنَتُهُ يَاحْلِي۔ اے حی اے حلیم اے احکم الحاکمین تو ہمارے اور اس کے درمیان برحق فیصلہ فرما۔ اتنے کہنے کی دیر تھی کہ ظالم چپکا اور تلوار اس قدر زور سے ماری کہ حضرت سیدنا محمد شہزادہ مسلم کے لاڈلے کا سر انور تن سے جدا کر دیا۔ سیدنا براہیم چھوٹے بھائی کے تن اقدس سے خون کے فواروں پر جا گرے ظالم نے تلوار مار کر لپٹے ہوئے تڑپتے ہوئے شہزادے کے بھی سر انور کو تن اقدس سے جدا کر دیا شہزادوں کے تن اور سر تڑپتے رہے اور چند لمحوں کے بعد ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور اپنے آقا و مولا علیہ السلام کی آغوش میں جا پہنچے اور جنت میں والدِ معظم کے پاس سدھارے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (امیات)

ظالم کا انجام

دونوں سرہائے مقدسہ کو لے کر ظالم ملعون کتاب عبید اللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ تو دیکھتے ہی وہ کرسی پر بیٹھا تین بار اٹھا اور کہنے لگا تو نے ان بچوں کو کہاں سے پایا۔ کہنے لگا ایک بڑھیا کے ہاں شام کو آئے اور رات کو پا کر اب قتل کر کے ان کے سر لارہا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تو نے ان کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ خاموش ہو گیا۔ ابن زیاد نے کہا انہوں نے کچھ کہا تھا۔ کہنے لگا ہاں انہوں نے کہا تھا کہ ہمیں قتل نہ کرو اور بازار میں فروخت کر کے ہماری قیمت وصول کر لو یا ابن زیاد کے پاس زندہ لے جاتا کہ وہ ہمارا فیصلہ کرے۔ میں نے کہا میں دو ہزار روپیہ انعام پاؤں گا اور تمہیں قتل کروں گا۔ اور پھر کہا ہماری قربت رسول اور صغریٰ کا لحاظ کر میں نے کہا نہیں پھر انہوں نے نماز کا کہا وہ نماز چار رکعت نفل پڑھ چکے۔ ابن زیاد بولا: پھر انہوں نے کیا کہا؟ کہنے لگا پھر وہ ان الفاظ کے ساتھ یہ دعا کر رہے تھے۔ اے جی اے حلیم اے حکم الحاکمین حکم بینا و بینہ بالحق۔ یا جی حلیم حکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان فیصلہ کر۔ ابن زیاد نے کہا پھر انہوں نے تجھ سے کچھ کہا تھا؟ ہنے لگے نہیں میں نے یہ الفاظ سنتے ہی ایک کوتلو مار کر اس کا سر قلم کر دیا دوسرا بھائی لاش تڑپتی پر گرا تو میں نے دوسرے کا بھی اسی حالت میں سر قلم کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کتے کہیں کے۔ اب پھر تجھ کو فیصلہ ملتا ہے کرسی سے اٹھا اور کہنے لگا کون ہے تم میں جو اس کتے کو ابھی وہاں پر جا کر قتل کرے جہاں ان شہزادوں کو قتل کیا اور ان کے خون و جسم کے ساتھ اس کا خون و جسم نہ ملنے پائے۔ اور اس کو وہیں پانی میں پھینک دو اور شہزادوں کے تن اقدسوں کو اٹھا کر لے آؤ تاکہ رؤس مقدسہ کے ساتھ محفوظ کیا جاسکے۔ (احیات)

ایک شامی نے اٹھ کر کہا اے جناب امیر آپ کے اس فیصلہ سے میں خوش ہوا خدا کی قسم اگر ساری دنیا کی بادشاہی مجھے دیدیتے تو اس سے زیادہ خوش نہ ہوتی جو اس کتے کو مار دینے کے حکم سے ہوئی ہے چنانچہ آدی ساتھ لیے اور اس کو پکڑ کر لے گئے۔ کوفہ کے بازاروں اور سڑکوں پر عورتیں اور مرد دروہے تھے اور کئی بچوں نے کتے پر پتھر برسائے۔ ابن زیاد کے درباریوں نے کہا ہم اس کو قتل کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ (احیات)

جب ظالم کو اس جگہ فرات کے کنارے قتل کر کے دریا میں پھینکا تو مردود کی لاش پانی میں جاتے ہی پانی میں اس زور کی لہریں اٹھیں کہ لاش باہر کنارہ پر آگئی۔ اندازہ ہوا کہ اس کی لاش کو پانی نے قبول نہیں کیا۔ ابن زیاد کو پیغام دیا گیا کہ اب اس کی لاش کا کیا کرنا چاہیے۔ دریائے فرات نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا ہے۔ کہنے لگا گڑھا کھود کر اوپر مٹی ڈال دو جب گڑھا کھودا اور اس میں لاش رکھی تو مٹی اچھلی پھر لاش باہر۔ پھر پیغام بھجوایا کہ اب کیا کریں اس کو تو مٹی بھی قبول نہیں کرتی۔ کہنے لگا لکڑیاں رکھ کر آگ لگا دو۔ لکڑیوں کی آگ میں اس کی لاش جلا کر رکھ کر دی گئی۔ گویا کہ سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ظلم و ستم کرنے والے کو دنیا میں ہی نہ مٹی و پانی نے قبول کیا اور دنیا میں ہی آگ رسید ہوا اور ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوا۔

فرزند ابن امام مسلم بن الحنفیہ سیدنا محمد بن الحنفیہ اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مزار است مقدسہ

کر بلائے معلیٰ اقدس کے قریب اسکندریہ ایک آبادی کا نام ہے اس کے تھلوی دو مسیب ایک جگہ ہے۔ مسیب کے بائیں جانب ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ہے جن کا نام ہے قریہ اولاد مسلم۔ (تاریخ کر بلا) یعنی اس آبادی کا نام ہی حضرت سیدنا امام

مسلم بن عقیل کی اولاد کے نام پر ہے۔ اس بستی میں کافی لوگ آباد ہیں۔ اس آبادی میں شہزادگانِ مسلم آرام فرما ہیں اور ان کے مزارات مقدسہ ہیں۔ مزاراتِ مقدسہ کے بیرونی دروازہ سے داخل ہونا پڑتا ہے اور بیرونی دروازہ کے بعد ایک بہت بڑا گھن ہے جس کے بائیں جانب کمرے اور سامنے برآمدے ہیں اور برآمدے میں مزارات کا دروازہ ہے۔ مزارات نہایت خوبصورت بنے ہوئے ہیں دونوں بھائیوں کی قبریں ساتھ ساتھ ہیں۔ مزارات پر بہترین گنبد بنا ہوا ہے اور گنبد پر سبز رنگ ہے اور اس کے اوپر سونے کا عکس چڑھا ہوا ہے۔ (تاریخِ کربلا) صبح وشام لوگ فاتحہ خوانی کرنے اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے حاضری دیتے رہتے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض لوگوں نے ان مزارات کے اندرونی حصہ میں تصویریں لگادی ہیں۔ ایسا ہونا تو نہیں چاہیے ان تصاویر میں دونوں شہزادوں کو دکھایا گیا ہے اور ظالم قاتل کو بھی ہاتھ میں خنجر لے کر ذبح کرتا دکھایا گیا ہے۔ لیکن یہ سب اہانت ہے اور خلافِ حقیقت تصویر ہے۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگوں نے بعض شخصیتوں کی تصویریں بنا کر کینڈروں میں پیش کی ہیں نہ تو وہ اصل تصاویر ہیں اور نہ ہی اس طرح انسانی تصویریں پیش کرنا جائز ہے۔ اس لیے بعض بناوٹی تصاویر کو اصل سمجھ لیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

یاد رہے کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور فرزندِ امام مسلم رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کی شہادتوں پر بھی بعض مجموعات میں مختلف طریقوں سے ذکر کیا گیا اور بعض نے تو فرزندِ امام مسلم کے کوفہ میں شہید ہونے کا بھی انکار کیا۔ لیکن میں پوری تحقیق کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا اس کے مطابق اصل حقائق ذکر کئے ہیں۔

ان شہداء کوفہ کا بیان جن کا واقعہ کربلا کے ساتھ بالواسطہ گہرا ربط ہے

یہاں پر ان حضرات کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے جو کربلا کے میدان میں تو شہید نہیں ہوئے لیکن کوفہ میں حضرت امام رضی اللہ عنہ کی حمایت پر شہید کئے گئے۔ گویا کہ یہ شہدائے کوفہ ہیں جن کا واقعہ کربلا کے ساتھ بلا واسطہ یا بالواسطہ گہرا ربط و تعلق ہے اور ان کی شہادتیں سانحہ کربلا کا ایک حصہ ہیں۔

سرفہرست تو آپ جان چکے ہیں کہ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد ان کی حمایت میں حضرت ہانی بن عمرو قبیلہ مذحج شہید ہوئے اس کے بعد قیس بن مسہر صیداوی نمبر ۴۔ عبداللہ بن عقیف نمبر ۵۔ عبداللہ بن یقطر۔ ان حضرات کو بھی امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام مسلم رضی اللہ عنہ کی حمایت پر عبداللہ ابن زیاد کے حکم سے شہید کیا گیا پھر سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دو شہزادے حضرت محمد رضی اللہ عنہ و حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ عبداللہ بن یزید العلوی کو بھی کثیر بن شہاب نے کوفہ کے خباہتِ سبع میں لے جا کر شہید کر ڈالا۔ عبید اللہ بن عمرو الکندی کوفہ کے شجاعان میں سے تھے۔ اور امام مسلم کی حمایت میں لوگوں کو حق و باطل کی تبلیغ کرتے تھے حویر بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس پیش کیا تو اس کے حکم پر آپ شہید ہوئے۔ ابوذر بن سلیمان جو حضرت امام کا خط مکہ معظمہ سے بصرہ لے کر آئے تھے انہیں بھی گرفتار کر کے شہید کر دیا گیا۔ عبید اللہ ابن الحارث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ رہتے تھے اور کوفہ میں لوگوں کو بیعتِ امام پر آمادہ کیا ان کو کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور ابن زیاد نے شہید کر دیا۔ الامارہ بن صلح ابی الازدی کو کوفہ کے محلہ میں بحالتِ اسلحہ جب حالات سنگین صورت اختیار کر گئے تو عمارہ بنی کے محلہ میں چل رہے تھے کہ محمد ابن اشعث کو پتہ چلا اس نے آپ کو گرفتار کر کے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پیش کیا بالآخر پھر آپ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ ان تمام شہدائے کوفہ پر اللہ وانا الیہ راجعون کے ساتھ بدیہ سلام و رحمت۔

اب ان حضرات شہدائے کوفہ کے علیحدہ اسماء درج ہیں۔

- ۱ حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ۔
- ۲ حضرت سیدنا محمد ابن مسلم رضی اللہ عنہ
- ۳ حضرت ہانی ابن عروہ رضی اللہ عنہ
- ۴ حضرت قیس ابن مسہر صیداوی رضی اللہ عنہ
- ۵ حضرت عبید اللہ ابن عقیف رضی اللہ عنہ
- ۶ حضرت عبد اللہ ابن عقیف رضی اللہ عنہ
- ۷ حافظ حضرت عبد اللہ ابن یزید القاری رضی اللہ عنہ
- ۸ حضرت عبید اللہ ابن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ
- ۹ حضرت ابو ذر ابن الحارث رضی اللہ عنہ
- ۱۰ حضرت عبید اللہ ابن الحارث رضی اللہ عنہ
- ۱۱ حضرت عمارہ ابن صلیح الازدی رضی اللہ عنہ

سلام براصحاب سیدنا الامین الحملین (۱)

جہاد و ہجرت قرآن کی روشنی میں

اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کسی طرح لوگ جانتے۔

وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔

بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ تو بہ والے عبادت والے سراہنے والے روزے والے رکوع والے سجدہ والے بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔

آیات بالا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کرنا اور ہجرت کرنا افضل ترین عمل ہے۔ اور پروردگار عالم دنیا و آخرت میں ان کو اس کا بہترین صلہ عنایت فرمائے گا۔ اور وہ مرتبہ بخشے گا جس کا وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اہل ایمان نے اللہ تعالیٰ سے جان و مال کا سودا کر لیا ہے کہ وہ اس کی راہ میں قتل کریں گے اور خود بھی اس کی راہ میں شہید ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا بھی ان سے پختہ وعدہ ہے کہ انہیں کامیابی و کامرانی نصیب فرمائے گا۔

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنُبَوِّئَهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَلَا جَزَاءَ لَاحِزَةً أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ^(۱)

الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجْهَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمَ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ^(۲)

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ. الثَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنْ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ^(۳)

باب ۷۱

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ معظمہ سے رخصت کی حکمتیں

اب وہ وقت قریب آ گیا ہے جب کہ اطرافِ عالم اور اکنافِ عالم سے مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کے لیے مکہ معظمہ کا رخ کر رہے تھے اور ابنِ رسولِ دلہندِ ہر اہلِ بیتِ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جن کے ذوقِ عبادت و شوقِ حج کا یہ عالم تھا کہ بچپن سے حج پیدل کر چکے تھے اور اب حج میں صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں اور آپ عمرہ متع کو عمرہ مفردہ کے ساتھ تبدیل کر کے مکہ مکرمہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہ آپ کو سیدنا امام مسلم بن عقیل کا وہ خط جو انہوں نے ۱۲ ذیقعدہ کو عابس بن شیبہ شاکری کے ہاتھ بھیجا تھا مل چکا تھا لیکن کوفہ کے اندونی حالات کی بجائے ظاہری حالات کچھ مشکوک بھی نظر آتے تھے۔ اب حج میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے ہیں۔ کیا سیدنا امام حسین جیسی شخصیتِ عظیم کا یہ غیر متوقع اقدام غیر معمولی حالات و اسباب کے پیدا ہونے کی غمازی نہیں کرتا۔ یہ شخصیتِ امام سے ناواقف آدمی تو کہہ سکتا ہے بلکہ کہا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اہل کوفہ کے پیہم اصرار اور ان کے دعویٰ خلوص و محبت نے آپ کو تکمیلِ حج بھی نہ کرنے دیا اور سفرِ عراق پر روانہ ہو گئے۔ مگر جو لوگ اہل بیتِ اطہار کے مقام کی کچھ بھی معرفت رکھتے ہیں وہ تو ہرگز ایسا گمان بھی نہیں کر سکتے لیکن ان سب کا تعلق ظاہری حالات کے مطابق ہے اور بغورِ نظرِ حقیقت کی تہہ تک پہنچا جائے تو یہ معلوم ہو گا کہ یزید پلید نے حاجیوں کے لباس میں کئی آدمی بھیجے ہوئے تھے کہ موقع پا کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شمعِ حیات کو گل کر دیں۔ چنانچہ کتبِ سیر و تاریخ سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔

وَكَانَ فِيهِ خُرُوجُ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى بَعْدَ أَنْ طَافَ وَسَعَى وَأَحْلَى مِنْ أَحْرَامِهِ وَجَعَلَ حَجَّةَ عُمْرَةٍ مُفْرَدَةً لِأَنَّهُ لَمْ يُمْكِنْ مِنْ اِتِّمَامِ الْحُجَّجِ مُخَافَةَ أَنْ يَبْطِشَ بِهِ وَيَقَعُ الْفَسَادُ فِي الْمَوْسِمِ لِأَنْ يَزِيدَ أَرْسَلَ مَعَ الْحُجَّاجِ ثَلَاثِينَ رَجُلًا وَأَمَرَهُمْ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ (ابیات)

اس تاریخ ۸ ذوالحجہ ۶۱ھ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے روانہ ہوئے طوافِ سعی کے بعد اپنے حج کو عمرہ مفردہ کے ساتھ بدل کر عازمِ سفر ہو گئے تھے کیونکہ تکمیلِ حج نہ کر سکتے تھے اس لیے کہ یزید نے تیس آدمی حج کے بہانہ سے حاجیوں کے لباس میں بھیجے تھے اور ان کو حکم دیا کہ بہر حال موقع پا کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیں۔

لہذا اگر آپ مکہ معظمہ سے تشریف نہ لے جاتے تو اس میں سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ مکہ معظمہ کی اور بالخصوص بیت اللہ کی ہتک ہوتی۔ جسے آپ ہرگز پسند نہیں کر سکتے تھے کہ میری وجہ سے حرمِ خدا کی اور مکہ معظمہ کی توہین ہو۔ آپ نے خود بھی فرمایا تھا کہ اگر میں مکہ

معتزم سے ایک باشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے پسند ہے لیکن مکہ معظمہ میری وجہ سے رنگین ہو تو میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ (۱)

دوسرے اس طرح دشمن بڑی آسانی کے ساتھ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر پردہ ڈالنے اور اپنی برأت کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ممکن تھا کہ طواف کعبہ اور وقوف عرفات، قربانی مٹی یا صفا و مردہ کے درمیان سعی کرتے وقت آپ شہید کر دیے جاتے اور اس ہنگامہ آرائی میں قاتل گم ہو جاتے تو پھر کون باور کر سکتا تھا کہ یزید کے آدمی قاتل ہیں یا کہ اور افراد۔ اس طرح یزید کا قاتل ہونا ثابت نہ ہو سکتا تھا اور اس پر خود یزید نے پردہ ڈالنے کی کوشش کرنی تھی لیکن حضرت سیدنا امام عالی مقام یزید پلید کے ان حالات سے مکمل طور پر واقف تھے۔ جب مدینہ طیبہ کا قیام بھی انہی وجوہات پر ترک کیا تو اب مکہ معظمہ میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے مکہ معظمہ سے خروج کرنے کا مقصد بھی یہی تھا اس وقت جب کہ تمام اطراف عالم اور اکناف عالم کے مسلمان فریضہ حج ادا کرنے کے لیے وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ احرام حج کو توڑتے ہوئے سفر عراق پر روانہ ہو کر لوگوں کے جمود کو توڑ دیا اور ان کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ آخر کن حالات سے متاثر ہو کر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ اقدام کیا ہے۔ اہل و عیال سمیت نانا جان کا جو اردینہ کیوں ترک کیا اور صرف دودن باقی تھے کہ حرم خدا میں حج بھی نہ کر سکے اور یہاں پر رہنا بھی ان کے لیے مشکل ہو گیا کہ حسین رضی اللہ عنہ کیوں اور کہاں جا رہے ہیں۔ ہر آدمی کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ غور کرے کہ وہ کون سے حالات تھے جنہوں نے حرم خدا میں بھی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو آرام و سکون کا سانس نہ لینے دیا اور یہ کہ ان حالات کا ذمہ دار کون ہے۔ یہ اقدامات حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے صلہ پسندانہ اور حکیمانہ طریقہ عمل پر بین ثبوت ہیں۔ ان کی وجہ سے یزید لعین کا ظلم و ستم طشت از بام ہو کر رہ گیا۔ (امیات)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ مکہ معظمہ کے احباب و اصحاب نے آپ کے اس ارادہ پر آپ کو سفر عراق پر جانے سے منع کیا۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کو فیوں کا کچھ اعتبار نہیں ان پر قطعاً اعتبار نہ کریں یہ وہی لوگ ہیں جن کا ہاتھ آپ کے باپ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور آپ کے بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت میں تھا اس لیے آپ وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔ لیکن حضرت امام اس بات کو بھی سن کر اپنے ارادہ میں متزلزل نہ ہوئے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رشتہ سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچا تھے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ سے نانا تھے۔ اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے عمر میں تقریباً نو سال بڑے تھے اور بزرگ بھی تھے۔ ان کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو فیوں نے بلایا اور آپ ان کے بلاوے پر وہاں جا رہے ہیں تو آپ نے فوراً خود آ کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ راز مجھ سے تو بیان کرو آپ کو فہ جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں مصمم ارادہ کر چکا ہوں کیونکہ چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے مجھے خط لکھ دیا ہے اور کوفہ سے قاصدین کی جماعتیں اور درخواستیں آچکی ہے اور ان سے وعدہ کر چکا ہوں اب مجھے جانا چاہیے اور دوسرا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رضی اللہ عنہ خواب میں خاص حکم فرمایا ہے۔ اَن رَّسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ بِاَمْرِ اَنَا مَا ضِيْفِيْوْ۔ میں اس حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا۔ اچھا تو میری ایک بات تو مان لو وہ یہ کہ اپنے ہمراہ بیوی بچوں اور خاندان کو نہ لے

جاؤ مجھے خطرہ ہے کہ آپ قتل نہ ہو جائیں اور جس طرح حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بیوی بچے ان کو دیکھتے ہی رہ گئے اور وہ ان کے سامنے شہید کر دیے گئے۔ یہ عظیم صدمہ خواتین اور بچے نہیں دیکھ سکیں گے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: زندگی کے آخری لمحات میں میں چاہتا ہوں کہ سب میرے ساتھ ہوں ان کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا جب تک میں شہید نہ ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت بھی یہی ہے کہ میرے بچے اور خاندان والے بھی اس ابتلا میں مبتلا ہوں اس گفتگو کو سیدہ زینب بھی سن رہی تھیں آپ نے فرمایا اے بزرگوار بے شک آپ درست فرما رہے ہیں اور قلبی احترام رکھتے ہیں۔ لیکن میں اپنے بھائی کو ایسے موقع پر اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گی اگر یہ جائیں گے تو زینب بھی ضرور جائے گی اس لیے کہ بھائی کو تنہا نہیں جانے دیا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا یہ تو ظاہر ہے کہ جب یہ اس سفر کو ترک نہیں کریں گے تو آپ کس طرح زوگ سکتے ہیں۔ (امیات)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے عمر میں تقریباً سولہ سال بڑے تھے۔ ان کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بھی بڑی کوشش کی کہ آپ نہ جائیں۔ کوئی دغا باز ہیں لیکن ان کو بھی اس کوشش میں کامیابی نہ ہوئی۔ واقعہ کربلا کے بعد ایک مرتبہ ایک عراقی نے آپ سے مسئلہ دریافت کیا کہ حالت احرام میں کبھی کا مارنا جائز ہے یا کہ ناجائز۔ تو آپ نے فرمایا اے اہل عراق تمہیں کبھی کی جان کا تو خیال آیا مگر تم کو نواسہ رسول اور اس کے خاندان کی جانوں کا خیال نہ آیا۔ تم وہی تو آج کبھی پر مسئلہ چھیڑ رہے ہو۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مکہ معظمہ میں آخری خطبہ

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ میں اپنی روانگی سے قبل جو خطبہ حاضرین کے سامنے دیا اس کا مضمون یہ تھا۔

موت فرزندِ آدم (علیہ السلام) کے لیے اس طرح لازم اور باعث (زینت) ہے جس طرح نوجوان عورت کے گلو کے لیے قلادہ (ہار) مجھے اپنے بزرگوں کے دیدار کا اس قدر سخت اشتیاق ہے جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام دیدارِ یوسف علیہ السلام کے مشتاق تھے میرے لیے ایک مقتل تیار کیا گیا ہے جسے میں ضرور دیکھوں گا گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ جنگل کے بھیڑیے (فوج یزید کے بھیڑیے بصورتِ سپاہی) میرے جوڑوں کو جدا کر رہے ہیں۔ اور مجھ سے (اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کے) شکم پر کر رہے ہیں۔ اس دن سے بچنے کا کوئی چارہ نہیں جو قلمِ قضا سے لکھ دیا گیا ہے۔ ہم اہل بیت خدا کی رضامندی پر راضی ہیں ہم اس کی آزمائش مصیبت و بلا پر صبر کریں گے اور وہ ہمیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جدِ امجد سے ان کے پارہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا مَآ شَاءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہِ خَطَّ الْمَوْتِ عَلٰی وَلَدِ اَدَمَ کَلَّحِطَ الْقِلَادِ عَلٰی حَبِیْدِ الْفَتَاۃِ وَمَا اَرْطَعْنٰی اِلٰی اَسْلَافِیْ فِیْ اَسْتِیَاقِ یَعْقُوْبَ اِلٰی یُوْسُفَ وَخَیَّرْنِیْ مَضَرَ اِنَّا اِلَا قَبْہِ کَافِیْ بِاَوْصَالِیْ شَقِطْعُہَا عَسْلَانِ الْفُلُوْاۃِ بَیْنَ النُّوْاۃِ وَنَسِیْ وَکَرَبَلَا فِیْمِلَانِ مِیْنِیْ وَاجْرَبَۃِ سَبْغَالَا حِیْصِ عَنِ یَوْمِ خَطِّ بِالْقَلَمِ رَضِیَ اللّٰہُ رِضَانَا اَہْبِیْہِ لَصَبْرٍ عَلٰی بَلَاۃِہِ وَیُوْضِیْتَا اَجْرَ الْقَابِرِیْنِ کَنْ تَشَدُّ عَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ لَحْمَۃٌ وَہِیْ مَجْبُوْعَۃٌ لَّہٗ فِیْ خَطَرِۃٍ الْقَدِیْسِ تَقْرِہُمْ عِیْنُہٗ وَتَجْزِہُمْ وَعَدَۃٌ مِّنْ کَانَ بَاۡزِلًا مَّحْبَہٌ وَمَرْمَطْنَا عَلٰی لِقَاعِہِ اللّٰہِ نَفْسُہٗ فَلَرَّجَلٌ مَّعْنَا فَاۡتٰنِیْ وَاحْلُ وَمَضْبَحًا اِنْشَاءَ اللّٰہِ

سرشت میں وہ سب ان کے پاس جمع ہوں گے اور ان کی وجہ سے میرے نانا جان علیہ السلام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ خدا ان سے کئے ہوئے وعدے پورے فرمائے گا جو ہمارے بارے میں اپنی جان قربان کرنا چاہتا ہے اور ملاقاتِ حق کے لیے اپنے نفس کو آمادہ کر چکا ہے وہ ہمارے ہمراہ چلے میں کل انشاء اللہ روانہ ہو رہا ہوں۔

امام عالی مقام کے مذکورہ خطبہ جلیلہ سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ اور حادثہ کرب و بلا کا خونی منظر سامنے آ جاتا ہے۔ سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ اسی روز اپنے اہل بیت کے علاوہ اور موالی و خدام اور احباب جن کی کل تعداد دو سو کے قریب تھی اپنے ہمراہ لے کر سفرِ عراق کو روانہ ہوئے مکہ معظمہ بیت الحرام سے اہل بیت رسالت کا یہ چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوتا ہے تو ان کی جدائی نے باشندگانِ مکہ کو مغوم و آبدیدہ کر دیا۔ مگر وہ جانبازوں کے امیر لشکر اور فداکاروں کے قافلہ کے سالارِ مردانہ ہمت کے ساتھ اہل مکہ اور حرمِ خدا کو الوداع الوداع کہتے ہوئے زبانِ اطہر سے قرآن کی یہ آیت پڑھتے ہیں:

قُلْ لَّنْ يُصِيبَنَا آلَآ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللّٰهِ
مُؤْتَوٰی ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے۔ (العوبہ)

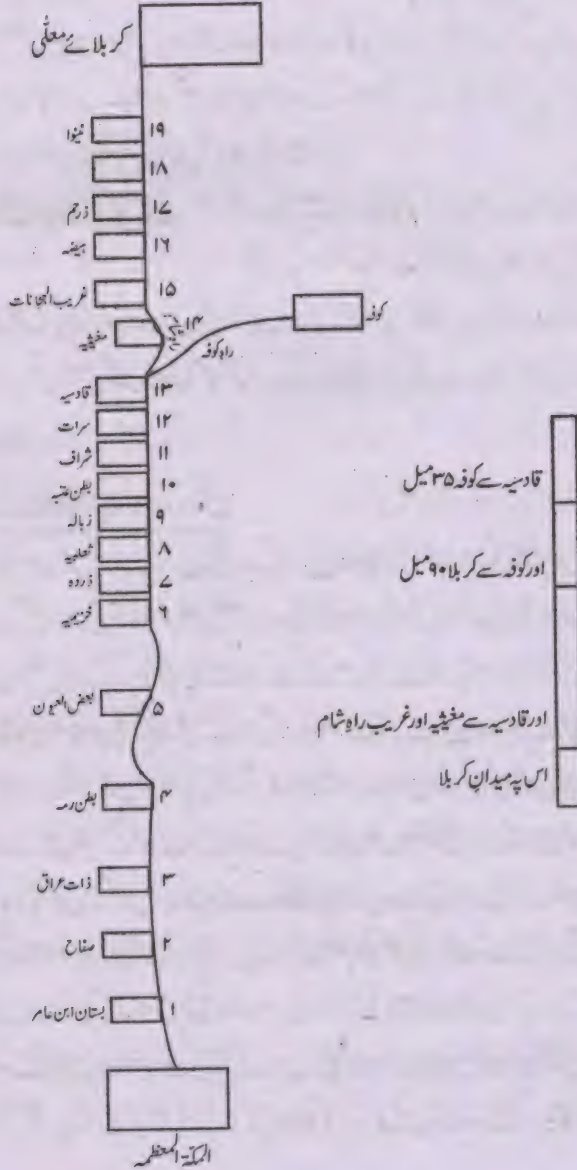
جب مکہ معظمہ سے باہر نکلے تو مدینہ طیبہ یاد آ گیا اور مدینہ کی طرف منہ کر کے امیرِ قافلہ سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں۔ ”اے نانا جان آپ کا نواسہ اس قابل نہیں چھوڑا گیا کہ اب مکہ سے جاتے ہوئے روضہ اطہر پر حاضری دے سکے اب میری طرف سے دور سے ہی آخری سلام ہو۔“

سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کی مکہ معظمہ سے بجانب کوفہ روانگی

ہلالِ عید الاضحی نمودار ہو چکا تھا اور یومِ عید میں صرف دو دن باقی رہ گئے ہیں۔ دنیائے اسلام عید کی خوشیوں میں ہے اور حجاج کرام روزِ حج کی خوشی میں ہیں اور اسکتھ ہجری کی صبح صادق ۸ ذوالحجہ طلوع نہیں ہوئی کہ نواسہ رسولِ راکبِ دوش رسول سیدنا امام حسین رحمۃ اللہ علیہ رات کی تاریکی میں خانہ خدا بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ دو نفل پڑھے اور سجدے میں گرے اور باؤز بلند عرض کیا اے معبودِ حقیقی۔ اس وقت جب کہ عید الاضحیٰ سر پر ہے اور مسلمانانِ اسلام حج کیلئے تیرے اس گھر کی طرف آرہے ہیں اور تیرے محبوب کا نواسہ تیرے اس گھر سے جدا ہو رہا ہے۔ آج ان درودِ دیوار سے جن میں عمر کا ایک حصہ گزارا تھا بچھڑ رہا ہوں اور جہاں شب و روز تیری رحمت و برکات کے نزول تھے وہاں سے اوجھل ہو رہا ہوں۔ میں تیرے محبوب اپنے نانائے پاک کی اس پیشگوئی پر کہ مکہ میں خون بہایا جائے گا اور اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ یہاں سے جا رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پیشگوئی مجھ پر صادق آ جائے اور کتبہ اللہ المقدسہ میری وجہ سے خون سے لبریز ہو جائے اور مسلمانانِ مکہ کا خون بے گناہ بہایا جائے۔ اے احکم الحاکمین تو مجھے معاف فرما تجھے علم ہے اور تو جانتا ہے کہ میرا جانا کسی حکومتِ وقت کا مقابلہ نہیں اور نہ کسی کے خلاف کوئی اقدام ہے اور نہ کوئی اقتدار کا لالچ ہے۔ میرا سفر تیرے گھر کا احترام ہے اور میں اس سخت سفر میں چھوٹے چھوٹے بچوں اور محرمات کی تکلیف اس لیے گوارا کر رہا ہوں کہ وہ پیشگوئی میرے واسطے پوری نہ ہو جائے۔ اے اللہ العالمین تو مجھ پر رحم فرما تو جانتا ہے کہ میں نے فاسق و فاجر کی بیعت نہیں کی اور نہ کروں گا اس لیے کہ یہ تیرے اور

تیرے محبوب کے حکم کی تعمیل ہے وہ ہاتھ جس کو تیرے محبوب نے بوسہ دیا وہ پلید کے ہاتھ میں نہ جائے گا اور وہ زبان جس کو تیرے محبوب نے چوسا اس سے خوار کو امیر تسلیم نہ کروں گا۔ تو میری خطاؤں کو معاف فرما اور دشمنوں کے مظالم میں صبر و رضا پر قائم رکھنا۔ صبر و رضا میرا شیوا ہے اور استقامت میرا راستہ ہے۔ کعبہ کے درو دیوار کو بوسہ دیتے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے کعبہ کے تحفظ و آبرو کو لیے ہوئے نمازِ فجر کے بعد یہاں سے جدا ہوتے اپنے مقام پر آتے ہیں اور اب سفر کی تیاری میں خود بھی اور اپنے خاندانِ مقدسہ کے چھوٹے بڑے سب تیاری میں ہیں کہ آج حرمِ خدا سے جدا ہونا ہے۔ (سوانحِ کربلا)

نقشہ راہ سفر



باب ۱۸

مکہ معظمہ سے کربلا تک منازل سفر اور درمیان میں رونما ہونے والے واقعات کا بیان

اب مکہ معظمہ سے کربلا تک درمیانی منزلوں کی تفصیل اور تعداد اور اس کے درمیانی واقعات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مکہ معظمہ سے کربلا تک معالیٰ تک کل منازل کی تعداد میں کچھ اختلاف اور اس کے درمیان ہونے والے واقعات میں بھی فرق پایا جاتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی اصل تحقیق کی گئی اس کے مطابق ان منازل اور پیش آنے والے واقعات درج ذیل ہیں۔

پہلی منزل بستان ابن عامر

مکہ معظمہ سے پہلی منزل بستان ابن عامر ہے بعض نے تنعیم لکھی ہے لیکن یاد رہے کہ یہ منزل مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے آتی ہے۔ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ عثمان کے راستہ تنعیم منزل سمت مغرب ہے اور مکہ سے کوفہ شمال مشرق کی طرف پہلی منزل بستان ابن عامر ہے اس پہلی منزل پر جب قافلہ آل رسول علیہ السلام پہنچا تو یہاں پر حضرت عبداللہ ابن جعفر جو مدینہ طیبہ میں موجود تھے کو یہ خبر ملی کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بمعہ اہل و عیال اور دیگر اصحاب کوفہ کے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ لہذا آپ نے ایک خط حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْأَلُكَ بِاللهِ لِمَا أَنْصَرَفْتُ فَإِذَا
تَفَرَّقَ ابْنَتَانِي هَذَا فَأَتَانِي مُشْفِقٌ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ إِنْ
يَكُونُ فِيهِ هَلَاكُكَ وَاسْتَيْصَالَ أَهْلَبَيْتِ إِنْ أَهْلَكْتَ
الْيَوْمَ ظَلَمْتُ نَوْرَ الْأَرْضِ فَإِنَّكَ عَلِمَ الْمُهْتَدِينَ وَرَجَاءُ
الْمُؤْمِنِينَ فَلَا تَعْجَلْ بِالتَّسْيِيرِ فَإِنِّي فِي أَشْرَ كِتَابِي
أما بعد خدا را۔ جب میرا یہ خط آپ کو ملے تو پڑھنے کے بعد اس سفر کو
ترک کریں۔ کیونکہ مجھے اس سفر میں آپ کی اور آپ کے اہل خانہ
کی ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اگر آپ کی موت واقع ہوگئی تو زمین کا
نور بجھ جائے گا کیونکہ آپ ہی ہدایت کرنے والوں کے نشان راہ
ہیں اور اہل مؤمنین کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ جلدی نہ کریں اور میرا
مکتوب پڑھ کر غور کریں۔

یہ خط حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بیٹے حضرت محمد اور حضرت عون کے بدست روانہ کیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر تمہارے ماموں حضرت امام عالی مقام سفر کا ارادہ ترک کر دیں تو ان کے ساتھ واپس آ جانا اور اگر وہ اس سفر کو ترک نہ کریں

تو پھر میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تم دونوں اپنے ماموں جان کے ساتھ چلے جانا اور اپنی امی سیدہ زینب کا بھی خیال رکھنا تاکہ اس کو تمہارے ساتھ ہونے سے تسلی رہے اور اے میرے بیٹو! اگر وقت آنے پر حضرت امام کو ضرورت پڑے تو اپنی جان بھی ان پر نثار کر دینا میں اگر طاقت رکھتا تو ضرور تمہارے ساتھ چلتا۔ (ایات)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے یہ دونوں بیٹے محمد، عون، نوجوان تھے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے اور مجموعوں میں یہ غیر معتبر بات لکھ دی ہے کہ یہ دونوں بیٹے بچے تھے۔ اس سلسلہ میں کافی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ چھوٹی عمر کے شہزادے نہیں تھے۔ جیسا کہ اس کی پوری تفصیل مزید آگے بیان ہوگی۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی اجازت سے تو پہلے ہی سے حضرت امام عالی مقام کے ہمراہ تھیں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پڑھا اور غور فرمایا بالآخر فیصلہ یہی کیا کہ یہ سفر ملتوی نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کے حاکم عمرو بن سعید نے ایک خط لکھی ابن سعید کے بدست بھی روانہ کیا اس خط کا خلاصہ یہ ہے کہ:

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور جو چیز بہتر ہو اس میں آپ کی رہبری فرمائے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ سفر عراق پر جارہے ہیں اور میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں لیکن اس کے باوجود مجھے اس بات میں ہلاکت پوشیدہ معلوم ہوتی ہے۔ میں آپ کی طرف جس کو بھیج رہا ہوں آپ اس کے ساتھ واپس مکہ آجائیں۔ میں آپ کو امان اور صلہ رحمی اور حسن سلوک کا یقین دلاتا ہوں اللہ تعالیٰ گواہ اور دلیل ہے اور کفیل فقط اور سلام ہو آپ پر۔

أَتَاكَ بَعْدَ فَلَانِي أَسْأَلُ اللَّهَ أَنْ يُصَوِّنَكَ وَأَنْ يَهْدِيكَ لِمَا يَرْضِيكَ بَلَّغْنِي إِنَّكَ قَدْ تَوَجَّهْتَ إِلَى الْعِرَاقِ وَإِنِّي أُعِذُّكَ بِاللَّهِ مِنَ الشَّقَاقِ فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ فِيهِ الْهَلَكُ فَاقْبَلْ مَعَهَا فَإِنَّ لَكَ عِنْدَ الْأَمَانِ وَالصَّلَاحَةِ وَأَبْرَؤَ حَسَنِ الْجَوَارِكِ اللَّهُ عَلَى يَدَاكَ شَهِيدٌ وَكَفِيلٌ وَمَرَاعٌ وَكَيْلٌ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ. (الحیات)

اس خط کو بھی حضرت امام عالی مقام نے پڑھا اور زبانی پیغام بھی لے لیا۔ آپ نے والی مکہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی یحییٰ ابن سعید کے بدست یہ کہلا بھیجا کہ میں اس سفر کو ترک نہیں کر سکتا اس لیے کہ رَآیْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ وَأَمَرَنِي بِمَا أَتَمَّا ضِلُّ لَهْ میں نے خواب میں حضور اقدس ﷺ کو دیکھا ہے آپ نے مجھے ایک حکم فرمایا ہے جس کی تعمیل پر اس کو ہر صورت پورا کروں گا۔ یحییٰ ابن سعید کو کہہ دیا کہ تم پیغام والی مکہ کو دے کر کسی طریقہ سے مدینہ طیبہ میں حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی پہنچا دینا اور ساتھ یہ بھی کہہ دینا کہ آپ کے دونوں فرزند محمد و عون آپ کی اجازت کے مطابق میرے اور اپنی امی جان کے ہمراہ جارہے ہیں۔

دوسری منزل صفاح

اس منزل صفاح پر جب قافلہ آلِ رسول پہنچا تو ایک مشہور شاعر فرزدق جو اپنی والدہ کے ہمراہ کوفہ سے آ رہا تھا اس کی یہاں امام عالی مقام سے ملاقات ہوئی آپ نے فرزدق سے کوفہ کے حالات دریافت فرمائے تو اس نے عرض کیا۔ قُلُوبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسَيُوفُهُمْ عَلَيْكَ وَالْقَضَاءُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَاللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔ لوگوں کے دل آپ کی طرف ہیں اور ان کی تلواریں آپ کے برخلاف قضا آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تم نے سچ کہا بے شک تمام کام اللہ تعالیٰ کے ہی قبضہ و اختیار میں ہیں اور ہمارا رب ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے اگر ہماری خواہش کے مطابق قضاء نازل ہوئی تو اس کے احسان پر شکر گزار ہیں اور اگر حالات ہماری منشاء کے خلاف ہوئے تو پھر جس کی نیت حق و تقویٰ کے ساتھ ہو اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں۔

صَدَقَتْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ وَكُلَّ يَوْمٍ رَبُّنَا فِيْ شَاْنٍ اَنْ تَزَلَ الْقَضَا بِمَا فَعَمَدَ اللّٰهُ عَلٰى نُعْمَائِهِ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى اَكْدَاءِ الشُّكْرِ وَاِنْ حَالَ الْقَضَاءُ ذُوْنَ الرِّجَاءِ فَلَمْ يَعْقِدْ مَنْ كَانَ الْحَقُّ نَيْبَتِهِ وَالتَّقْوٰى سِرِّيَّتُهُ (الحیات)

اس کے بعد فرزدق اپنے سفر کو روانہ ہو گیا اور حضرت امام بمعہ اپنے قافلہ کے سفر پر چل پڑے۔

تیسری منزل ذاتِ عرق

اس منزل ذاتِ عرق پر قافلہ آلِ رسول ﷺ پہنچا تو کچھ دیر آرام فرمانے کی غرض سے خیمے نصب فرمالیے اور قیام فرما رہے تھے کہ ایک شخص بشیر ابن غالب نامی نے اس طرح بیابان میں خیموں کو لگا ہوا دیکھا تو وہ تعجب سے قریب گیا اور پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں تو جواب ملا کہ یہ اہل بیت نبی ﷺ کا قافلہ بغرض آرام قیام پذیر ہے اور یہ کوفہ کے سفر پر ہیں یہ سن کر اس نے سیدنا امام حسین سے جا کر ملاقات کا شرف حاصل کیا اور عرض کی حضور یا ابنِ رسول اللہ ﷺ۔ آپ کو کس چیز نے اس صحرا میں آنے پر مجبور کر دیا ہے تو سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا۔

یہ میرے پاس خرچی ہے ان خطوط کی جو اہل کوفہ کے ارسال کردہ ہیں۔ مجھے انہوں نے دعوت دی ہے وہاں آنے کی۔ پس اگر وہ ہمارے قتل میں شریک ہوئے تو یہ جرم اور اہانتِ حرمت ہوگی اور ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص کا تسلط ہوگا جو ان کو قتل و غارت کر دے گا تو وہ ذلیل قوم ہوں گے۔

اِنَّ هٰؤُلَاءِ كَتَبَ اِلَيّْ وَهُمْ قَاتِلِيْ قَاْدَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ لَمْ يَدْعُوْا اللّٰهَ مُحَرِّمًا اِلَّا اَلْتَكْهُوْا بَعَثَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَّقْتُلُهُمْ حَتّٰى يَكُوْنُوْا اَوَّلَ مَنْ قَوْمِ الدِّلَّةِ

اس بیان میں دو چیزوں کی پیشگوئی ہے۔ ایک یہ کہ ان لوگوں کی دعوت پر کوفہ کو جارہے ہیں پس اگر وہ مجھے قتل کریں (یقیناً اشارہ طرف ہے کربلا کے) تو پھر ایسا شخص مسلط ہوگا ان پر کہ یہ قتل و غارت و ذلیل ہوں گے۔ یعنی مختار بن عبید ثقفی جو ان کو قتل کرے گا اور تاقیامت ذلت سے یاد کیے جائیں گے۔

چوتھی منزل بطنِ رمہ

اس منزل بطنِ رمہ کو دوسرے نام حجاز سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن مشہور یہی ہے یہاں پر آلِ رسول کے قافلہ نے کچھ دیر آرام فرمایا اور حضرت امام عالی مقام نے قیس بن مصہر صیداوی کے بدست ایک خط اہل کوفہ کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا۔

الحاصل اس خط کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم فرمانے والا۔ از طرف حسین ابن علی۔ سلام ہو تم پر اے مومنو! اور مسلمان بھائیو! سب تعریف اس ذاتِ باری تعالیٰ کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ اِخْوَانُهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ. حَمْدُ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ كِتَبْتُ مُسْلِمًا ابْنِ

لیے ہے وہ ذات جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی حقیقی اللہ ہے بعد اس کے کہ مجھے مسلم بن عقیل اپنے چچا زاد بھائی کا مکتوب ملا اور تمہارے حالات کی درستی معلوم ہوئی تمہارے درمیان ہماری نصرت و حمایت اور طلب حق پر اتفاق پایا جاتا ہے ہماری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ انجام بخیر کرے اور اس پر تم کو اجر ملے اگر تم اسی پر قائم رہے میں آٹھویں ذوالحجہ کو تمہاری طرف مکہ سے روانہ ہو چکا ہوں جس وقت تم کو قاصد میرا خط پہنچا دے تو تم اپنی جگہ منتظر رہو میں اب بہت جلد انہی دنوں تمہاری طرف آ رہا ہوں۔ فقط والسلام۔

عَقِيلَ جَائِئِي يُنَجِّرُ فِيهِ مُحْسِنٌ وَإِنَّكُمْ إِجْتِمَاعَ
مَلَايِكُمْ لَا جُرِّ عَلَى نَصْرِنَا وَالطَّلَبُ بِحَقِّكَ فَسَاءَ لَكَ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ أَنْ يَحْسَنَ لَنَا الصَّنْعَ وَإِنْ سَكَمَ عَلَى ذَالِكَ
أَجْرٍ وَقَدْ شَغَصْتُ إِلَيْكُمْ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الْغَلَا تَالِيَمَانِ
خَلَوْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ يَوْمٍ وَيَحْتَهُ فَإِذَا قَدِمَ عَلَيْكُمْ
وَسِرِّي فَأَمْكِشُوا فِي أَمْرِكُمْ وَجَدُوا فَإِنِّي تَأْتِيهِمْ عَلَيْكُمْ
فِي أَيَّامِي وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ۔

یہ خط قیس بن مسہر صیداوی جب لے کر کوفہ روانہ ہوئے تو ان کو وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ نے حضرت امام کی آمد پر ہر طرف ناکہ بندی کی ہوئی ہے تاکہ ان کو یہاں پہنچنے ہی گرفتار کر لیا جائے جس کی بناء پر قیس کو پکڑ لیا گیا اور ان کو دالئی کوفہ کے ہاں پیش کر دیا گیا وہ خط ان سے چھین لیا اور کہا کہ اگر تم اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دو۔ انہوں نے کہا کہ جان دے دی جائے گی لیکن آل رسول ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ بالآخر قیس بن مسہر صیداوی کے ہاتھ و پاؤں باندھ کر ان کو دارالامارت کوفہ لے جایا گیا اور عبدالملک بن عمر نامی نے ان کے سر کو قلم کر دیا۔ اِقَاتِلُوا وَاآلِیَهُمْ رَاجِعُونَ۔ شہدائے کوفہ میں یہ بھی شامل ہیں۔

پانچویں منزل بعض العیون

یہ منزل بعض العیون کے نام سے مشہور ہے اور عربوں کا یہاں پر ایک چشمہ ہے اور اس چشمہ کی بناء پر اس جگہ کا نام بعض العیون پڑ گیا ہے۔ یہاں پر کچھ لوگوں نے امام عالی مقام سے ملاقات کی اور سفر کوفہ سے منع کیا لیکن آپ نے انکار فرمایا۔

چھٹی منزل خزیمہ

اس منزل خزیمہ پر حضرت امام عالی مقام نے خیمہ نصب فرمایا اور دن رات قیام فرمایا۔ آل رسول ﷺ کے اس قافلہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رات گزارنے کے بعد فرمایا کہ میں نے رات ایک عجب بات سنی ہے وہ یہ کہ ہاتف غیب سے یہ آواز سنائی دی اور یہ کہا گیا۔

اے آنکھ پوری کوشش سے آنسو بہا لے بھلا میرے بعد شہداء پر کون روئے گا اس کے بعد کون روئے گا اس گروہ پر جو ایفائے عہد کیلئے جارہے ہیں۔

آلَا يَأْتِي عَيْنٌ فَاحْتَمِلُنِي بِجَهْدٍ وَمَنْ يَتَّبِعْ عَلَى الشَّهَدَاءِ
بَعْدِي عَلَى قَوْمٍ لَسَوْفَهُمُ الْمُنَاتَا يَمْقَدَارٍ عَلَى أَنْجَارٍ
وَعِدَةٍ۔

ان کلمات کو سن کر امام عالی مقام نے فرمایا:

جو بات قضاء و قدر میں ہے وہ تو آخر ضرور ہو کر رہے گی۔

يَا أَخْتَاهُ زَيْنَبُ ذَلِكَ الَّذِي قَطَعِي فَهُوَ كَائِنٌ۔

ساتویں منزل زروود

اس منزل پر جب قافلہ آلِ نبی ﷺ پہنچا تو مکہ معظمہ سے حج کی ادائیگی کے بعد ایک شخص جو کہ سیدنا عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ ذوالنورین خلیفہ سوم کے خاص اقرباء میں سے تھے واپس آرہے تھے ان کا نام زہیر بن القیس بجلی تھا۔ انہوں نے حضرت امام عالی مقام کو اس حال میں دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ میں بھی آپ کے ہمراہ ہی چلتا ہوں اس ارادہ سے سیدنا امام عالی مقام کو ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ چاہتے ہیں تو ضرور چلیں۔ چنانچہ آپ ان کے ساتھ ہوئے ان کی شہادت کر بلا میں جس شان سے ہوئی اس کا ذکر ان کے باب میں تفصیل کے ساتھ آ رہا ہے۔

آٹھویں منزل ثعلبیہ

اس منزل ثعلبیہ پر آپ نے قیام فرمایا اور خیال ہوا کہ رات گزالیں اور پھر صبح سفر جاری رکھا جائے خیمے نصب فرمائے۔ اسی اثناء میں عجب خبر یہ پیش آئی کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا نظر آیا۔ حضرت امام عالی مقام نے فرمایا کہ یہ جو سوار آ رہا ہے اس کو ٹھہر کر دریافت کرتے ہیں ممکن ہے کہ اگر یہ کوفہ سے آ رہا ہوگا تو وہاں کے تازہ ترین حالات کی خبر پوچھیں گے۔ چنانچہ وہ سوار جب قریب آیا تو حضرت امام عالی مقام نے اس سے فرمایا کہ تم کہاں سے آرہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا وہاں کے کیا حالات ہیں۔ سوار نے جب دیکھا کہ یہ نواسہ رسول ہیں جن کے چہرہ پر رات کی تاریکی میں بھی نور چمک رہا ہے وہ بطور احترام گھوڑے سے نیچے اترا آیا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ سلام عرض کیا اور پوچھا آپ کہاں جارہے ہیں فرمایا کوفہ۔ اس لیے تم سے وہاں کے حالات پوچھ رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا یا ابنِ رسول اللہ ﷺ وہاں کے حالات بیان کرنے کے قابل نہیں والی کوفہ عبید اللہ ابن زیاد نے یزید کی مخالفت کرنے والوں کو سخت تنگ کر دیا اور بالآخر سب لوگ اس کے ظلم کے خوف سے یزید کی حمایت میں ہو گئے۔ اور وہ شخصیت عظیمہ جو آپ کے چچا زاد بھائی سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ تھے ان کو دارالامارت کوفہ کی بلندی پر لے جا کر برسرِ عام شہید کر دیا گیا ہے اور جن کے گھر مقیم تھے وہ ہانی بن عروہ رئیس کوفہ اور مذحج کے سردار تھے ان کو بھی شہید کر دیا گیا اور اس کے علاوہ جو بھی حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کی حمائت میں تھے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا گیا۔ اس خبر دردناک نے سیدنا امام کی حالت بدل کر رکھ دی آپ نے فرمایا مسلم کے بچے ایک چھ سال اور ایک آٹھ سال ان کے ہمراہ گئے تھے وہ کہاں ہیں عرض کیا حضور ایک ظالم کوئی نے ان دونوں بھائیوں کو شہید کر کے ابن زیادہ کو سر مبارک دے دیے اور پھر اس قاتل کو بھی مروا دیا۔ اور دونوں بچوں اور ان کے باپ کو دفن کر دیا گیا ہے۔ (الحیات)

سیدنا امام عالی مقام روتے اور مسلم اور ان کے بچوں کو یاد فرماتے جب خیموں کی طرف بڑھے تو سب جمع ہو گئے اور عرض کیا حضور کیا ہوا؟ آپ نے جب یہ خبر سنائی کہ ظالموں نے میرے مسلم اور اس کے بچوں کو بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا ہے بس یہ خبر سننا تھا کہ آلِ رسول واجب نے گریہ و زاری شروع کر دی۔ ارجح الموضع البكاء یقتل مسلماً بن عقیل سألَتِ الدُّمُوعُ كُلَّ سَائِلٍ کہ وہ زمین کا حصہ اہل بیت کے رونے سے کانپ رہا تھا اس قدر آہ و بکاء بلند ہوئی حضرت امام پھر خواصین اہل بیت کی طرف یہ دردناک خبر لے کر گئے جبکہ پہلے ہی سیدنا امام مسلم رضی اللہ عنہ کی زوجہ سیدہ رقیہ جو اپنے عظیم شوہر اور دل کے کلڑوں کو یاد کر کر کے رو رہی

تھیں اور سیدہ حمیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا امام مسلم کی بڑی نوجوان صاحبزادی اپنے شفیق باپ اور چھوٹے بھائیوں کو یاد کر کے رورہی تھیں۔ آپ نے ان کو بڑے صبر و تحمل کی تلقین فرمائی اور فرمایا اللہ ان ظالموں سے بدلہ لے گا اور ظالم جہنم رسید ہوئے اور میرے مسلم تو رَحِمَ اللہُ مُسْلِمًا فَلَقَدْ صَارَ عَالِي رُوحِ اللہِ وَرَحْمَتُهُ وَجَنَّةُ وَرَحْمَتُهُ قَلْبِي عَلَيْهِ وَبَقِيَ مَا عَلَيَّتَا۔ اللہ تعالیٰ میرے مسلم کے حال پر رحم فرمائے وہ اللہ کے ہاں اور اس کی جنت کے رضوان کو روانہ ہو گئے جو کچھ ان کے ذمے تھا وہ پورا کر چکے اور اب جو کچھ ہے وہ ہمارے ذمہ ہے۔ سب اہل بیت کے نوجوان میں ولولہ و جذبہ شوقِ شہادت بھرا آیا۔ امام مسلم کے دونوں جوان بیٹے بھی جو ہمراہ تھے انہوں نے بھی امی جان اور بہن کو تسلی دی۔ ان کی شہادت کا ذکر آگے آ رہا ہے گویا کہ اس دردناک خبر نے جو آلِ نبی ﷺ پر صدمہ کا پہاڑ ڈھایا اس کا کچھ اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اس کے برعکس صبر و رضا و تحمل بھی دیکھا جائے تو اس کی مثال بھی نہیں مل سکتی۔ صبر کا دامن لیے صابرین نے اپنا سفر پھر شروع کر دیا۔

بلوا کے حرم سے ہم کو خود رخصت ہو گئے
آخر بار تو کچھ کہہ دیتے یہ حسرت بھی ساتھ لے گئے

نویں منزل زبالہ

اس مقام زبالہ پر قافلہ اہل بیت رسول ﷺ نے کچھ دیر آرام فرمایا اور لوگوں سے ملاقاتیں بھی ہوئیں اور کچھ لوگ نواسہ رسول کے ہمراہ بھی ہوئے۔ (الحمیات)

دسویں منزل بطنِ عقبہ

اس منزل بطنِ عقبہ پر ایک شخص عمرو بن لوزان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اس سے فرمایا۔ تم مجھے کوفیوں کے حالات کی وجہ سے روکتے ہو کہ یہ سفر ترک کروں۔ لیکن واللہ غَالِبٌ عَلٰی أَمْرِهِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر معاملہ میں امیر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے ہیں۔ اِنِّیْ زَائِتٌ وَلَا جَائِشَتُنِیْ اَشَدُّهَا عَلٰی کَلْبِیْ اَبْقَعُ۔ میں ان کتوں کو دیکھ رہا ہوں جو کاٹ رہے ہیں ان میں ایک کتا سفید داغ ہے اس میں تمثیل ہے ظالموں کے کتوں کی مثل ہونے کی اور دوسری نشانی ہے سفید داغ شمر ذی الجوشن کی طرف اس جگہ یہ رات گزاری۔ (ایضاً)

گیارہویں منزل شراف

اس منزل شراف تک آپ پہنچے اور کچھ دیر ٹھہرے اور پانی وغیرہ اپنے متکینوں میں بھرا اور رات اسی جگہ پر قیام فرمایا اور دوپہر تک اسی جگہ رہے پھر سفر یہاں سے جاری فرمایا۔ شراف منزل قادسیہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔

بارہویں منزل سرات

اس منزل پر جب سیدنا امام عالی مقام کا قافلہ پہنچا تو اس سے پہلے ہی عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ نے حرا بن یزید ریاحی کو ایک ہزار کا لشکر دے کر روانہ کر دیا اس لیے کہ اسے یہ خبر ہو چکی تھی کہ قافلہ آلِ رسول کوفہ کی طرف آ رہا ہے لہذا ان کو تم جہاں کہیں پاؤ اسی وقت گرفتار کر کے میرے پاس لے آؤ۔ حراس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایک ہزار کا لشکر لے کر آ رہے تھے کہ اس جگہ پر ایک عجیب واقعہ

پیش آیا جو مندرجہ ذیل ہے۔

مقام سرات اور حرا بن یزید ریاحی

حرا ایک ہزار کا دستہ فوج لے کر پہنچ گئے۔ مگر بغیر آب و گیاہ اس ریگستانی علاقہ میں حضرت سیدنا امام حسین ؑ اور آپ کے اصحاب کے سدرہ ہونے پر حرا اور ان کی فوج اور ان کی سوار یوں کا برا حال ہو رہا تھا۔ ریگستانی علاقہ میں دھوپ اور شدید پیاس سے بے بس ہو رہے تھے۔ جب حضرت امام نے ان کی یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ ان کو پانی بھر کر پلاؤ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حرا کی فوج کو پانی پلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ تمام سوار اور سواریاں سیر ہو کر پانی پی چکے۔ علی بن طمعان حرا کا ایک سپاہی بیان کرتا ہے کہ میں سب سے آخر میں تھا اور میں اور میری سواری شدت پیاس سے نڈھال تھے تو میری اور سواری کی خستہ حالت دیکھ کر سیدنا امام آگے بڑھے اور فرمایا میں نے راویہ کا مطلب مشکیزہ سمجھا یعنی اصل مطلب نہ سمجھ سکا۔ پھر امام نے فرمایا اونٹ کو بٹھاؤ میں نے اونٹ کو بٹھایا حضرت امام نے مشکیزہ پیش کیا اور فرمایا پانی پو۔ مگر میری حالت یہ تھی کہ پانی پینے لگا تو پانی بہہ جاتا یعنی اس قدر میری حالت خراب تھی سیدنا امام نے فرمایا دھانے کو اپنی طرف کرو میں پھر بھی ایسا نہ کر سکا۔ سیدنا امام نے پھر خود دھانے کو میرے منہ کے قریب کر کے مجھے پانی پلا دیا۔ (الحیات)

گویا کہ نواسہ سیدالابرار سرکارِ ابد قرار علیہ جہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام پر دشمن کی فوج کو پانی پلا کر ثابت کر دیا کہ **إِذْفَعُ بِاللَّيْنِ هِيَ أَحْسَنُ**۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دشمن کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اپنا دفاع کرو تا کہ وہ جان جائے کہ میرا کیا ارادہ ہے اور اس کا میرے ساتھ اچھا سلوک ہے یہ ہے شان آل اطہار۔ اسی حال میں نماز ظہر کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے بیٹے سیدنا علی اکبر ؑ کو حکم دیا کہ اذان کہو۔ جب اذان ہو گئی اور سب نماز کے لیے جمع ہو گئے اور سیدنا امام اپنے مخصوص لباس عربی جب پہنے ہوئے تشریف لائے۔ اس وقت حرا بن یزید ریاحی اور اس کی تمام فوج بھی وہاں پر موجود تھی تو سیدنا امام نے اس ریگستانی علاقہ میں خطبہ فرمایا۔

اے لوگو! میں اس وقت تک تمھاری طرف نہیں آیا۔ جب تک تم نے خطوط لکھ کر اور درخواستیں بذریعہ قاصد نہیں بھیجیں کہ یہاں آئیے ہمارا کوئی امام نہیں۔ شاید آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت دے دے اور حق پر آجائیں۔ پس اگر تم عہد و پیمان پر قائم ہو تو میں آ گیا ہوں۔ اب مجھے اپنے ایفائے عہد کا یقین دلاؤ اور اگر تمہیں میرا آنا پسند ہے تو میں جہاں سے آیا ہوں واپس چلا جاتا ہوں۔

اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي لَمْ اُتِكُمْ حَتَّى اَتَيْنِي كِتَابِكُمْ وَقَدْ تُمْتُ رُسُلَكُمْ اَنْ اَقْدِمَ عَلَيْنَا فَاِنَّهٗ لَيْسَ عَلَيْنَا اِمَامٌ لَّعَلَّ اللّٰهُ يَجْمَعُنَا بِكَ عَلَى الْهُدٰى وَالْحَقِّ فَاِنْ كُنْتُمْ عَلَى ذٰلِكَ فَقَدْ جِئْتُمْكُمْ فَاَعْطُوْنِي كُمْ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلُوْا كُنْتُمْ لَقَدْ وُجِى كَارِهِيْنَ اَنْصَرَفْتُ عَنْكُمْ اِلَى الْمَكَانِ الَّذِي جِئْتُ مِنْهُ اِلَيْكُمْ۔ (الحیات)

آپ کے اس خطبہ کو سن کر کسی ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے حرا سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ نماز پڑھو گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ کے پیچھے تمام لشکر حرا نے نماز پڑھی۔ نماز ظہر کی فراغت کے بعد سیدنا امام اپنے خیمہ میں چلے گئے اور حرا اپنے خیمہ میں۔ باقی تمام لشکر حرا دھرا دھرا اپنے اپنے سواروں کے ہمراہ بیٹھا رہا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ پھر اذان کہلائی اور سب جمع ہو گئے نماز عصر بھی لشکر حرا نے آپ کی اقتداء میں پڑھی اس کے بعد پھر آپ نے خطبہ دیا۔

أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّكُمْ إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ وَتَعَرَفُوا الْحَقَّ لِأَهْلِيهِ
تَكُنْ أَرْضَى اللَّهُ عَنْكُمْ أَهْلِيَّتِ مُحَمَّدٍ وَأَوَّلِ بَوْلَايَةِ
هَذَا الْأَمْرِ عَلَيْكُمْ مِنْ هَؤُلَاءِ وَكَانَ رَأْيُكُمْ الْآنَ غَيْرَ
مَا تَتَنَّى بِهِ قَدْ مَثُ بِه عَلَى رَسُولِكُمْ إِنْصَرَفْتُ
عَنْكُمْ.

مزید فرمایا: اے لوگو! اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق دار حق پہنچاؤ تو یہ
بات اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوگی آل رسول اسلامی نظام کی بنا پر ان
لوگوں سے زیادہ حقدار ہے اور جو لوگ دعویٰ دار ہیں وہ غلط ہیں اور
ظلم کر رہے ہیں لیکن اگر تم ہم کو ناپسند کرتے ہو اور ہم کو نہیں پہچانتے
اور تمہاری رائے اس کے مخالف ہے جو تم نے اپنے خطوط اور
قاصدوں کے ذریعہ ظاہر کیا تو پھر میں واپس چلا جاتا ہوں۔ (اہیات)

سیدنا امام کے اس خطبہ پر حزنے عرض کیا انا واللہ ما اُخْرِجَ مِثْلُ هَذِهِ الْكِتَابِ وَالرُّسُلُ الَّتِي كَذَبُوا۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا
ہوں آپ یقین کریں مجھے ان خطوط یا قاصدوں کے متعلق کچھ علم نہیں جن کا آپ ذکر فرما رہے ہیں۔ سیدنا امام نے ایک شخص عقبہ ابن
سمعان کو فرمایا کہ خیمہ سے خطوط والی خرچیاں لاؤ چنانچہ وہ دو تھیلے لائے جو اہل کوفہ و بصرہ کے خطوط سے بھرے ہوئے تھے۔ سیدنا امام
نے نکال کر کر کے آگے پھیلا کر رکھ دیے تو حزنے نے کہا اِنَّا لَنَسْنَاهُ هَؤُلَاءِ الَّذِي كَتَبُوا إِلَيْكَ ہم ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو
خطوط لکھے ہیں ہم تو عبید اللہ ابن زیاد کے حکم پر آئے ہیں اس والی کوفہ کا حکم ہے کہ اس قافلہ والوں کو پکڑ کر ہمارے سامنے پیش کرو لیکن
ابھی تک ہم نے آپ کو کچھ نہیں کہا حزنے نے کہا یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیں اور عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے پیش ہو جائیں اور اگر ایسا
نہیں تو آپ کسی اور راستہ کو اختیار کر لیں آپ نے پھر تمام قافلہ والوں کو فرمایا کہ یہ راستہ چھوڑ دو اور ہم دوسرے راستہ کی طرف نکل
جاتے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ امام عالی مقام نے پھر ایک اور خطبہ دیا۔ جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

فَإِنَّهُ قَدْ نَزَلَ مِنَ الْأَمْرِ قَدَرٌ وَهِيَ إِنْ الدُّنْيَا تَغَيَّرَتْ
وَتُنَكَّرَتْ وَأَمْرٌ بِمَعْرُوفِهَا وَاسْتَمَرَّ تَخْدَاءُ فَلَمْ يَبْقَ
مِنْهَا إِلَّا حَبَابَةٌ لِكَلْبَابَةِ الْإِنَاءِ وَنَحْمِيسُ عَيْشُ
كَالْمُرْعَى الْوَبِيلُ لَا تَزُولُ أَنْ الْحَقُّ لَا يَعْمَلُ وَبِهِ أَنْ
الْبَاطِلُ لَا يَتَنَاهَى سُرَّاعِبُ الْمُؤْمِنِ فِي لِقَاءِ اللَّهِ مُحَقَّقًا
فَإِنِّي لَا أَرْجِي الْمَوْتَ إِلَّا سَعَادَةَ الشَّهَادَةِ وَلَا الْحَيَاةَ مَعَ
الظَّالِمِينَ إِلَّا بَرَمًا.

اے لوگو! جو مصیبت اور بلا نازل ہوئی ہے وہ آپ نے دیکھی ہے دنیا
کی حالت بدل گئی اور لوگ منہ پھیر گئے اور اگر کوئی باقی ہے تو اس طرح
جیسے پیالہ میں ایک قطرہ۔ اسی حالت میں زندگی گزارنا اس طرح
مشکل ہے جیسے چراگاہ میں چراگاہ گوار ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے نہیں
دیکھا کہ حق پر کچھ عمل نہیں رہا اور باطل پر عمل ہو رہا ہے اس حال میں
مردم مؤمن اللہ وحدہ کے حضور حاضر ہونے کی تمنا کرتا ہے۔ میرا خیال
ہے کہ ان حالات میں مرجانا اور درجہ شہادت کی سعادت حاصل کر لینا
اس سے بہتر ہے کہ ظالموں کی جماعت میں رسوائی ہو۔

اس کے ساتھ ہی سیدنا امام کے ساتھیوں میں سے ایک شخص زہیر بن القیس کھڑے ہو گئے اور مخاطب ہو کر عرض کیا:

قَدْ سَمِعْنَا هَذَاكَ اللَّهُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مَقَالَاتِكَ
إِلَّا لَوْ كَانَتْ الدُّنْيَا لَنَا بَاقِيَةً وَلَنَا فِيهَا فَخْدَيْنِ إِلَّا أَنْ
خَرَّاقَهَا فِي نَصْرِكَ مَرَّافَتِكَ لَا تَكُنَّا الْخُرُوجَ مَعَكَ عَلَى
الْإِقَامَةِ فِيهَا.

اے ابن رسول۔ ہم نے آپ کی بات سنی خدا کی قسم اگر یہ دنیا
ہمیشہ کی زندگی ہوتی اور کبھی مرنا بھی نہ ہوتا تو بھی ہم آپ کی
نصرت اور تابعدار حق میں اس ہمیشہ کی زندگی کو آپ کے ساتھ
مرنے پر ترجیح دیتے۔

سیدنا امام عالی مقام نے ان کے حق میں یہ کلام سن کر دعا فرمائی۔ اس کے بعد ایک ساتھی نافع نے کھڑے ہو کر کہا:

وَاللّٰهُ مَا كَرِهْنَا لِقَاءَ رَبَّنَا وَكَانَ اَعْلٰی نِيَاتِنَا وَبَصَائِرِنَا
خدا کی قسم ہم بارگاہ رب العزت میں ہونا پسند کرتے ہیں اور ہم اپنی
دینی بصیرت اور صاف نیت پر قائم ہیں۔ ہماری دوستی ان سے ہے
لَوَالِیْ مِنْ ذٰلِكَ وَلِعَادِیْ مَنْ عَادَاكَ۔

جو آپ کا ہے اور جو آپ کا دشمن ہوگا ہم اس کے دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد پھر برید بن خفیر نے کھڑے ہو کر کہا۔

وَاللّٰهُ يٰ اَبْنَ رَسُولِ اللّٰهِ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ بِكَ عَلَيْنَا وَاَنْ
اَعْلٰی بَيْنَ يَدَيْكَ فَيَقْطَعُ فِيمَكَ اَعْصَانِنَا لَمْ يَكُنْ
اے ابن رسول خدا ﷺ کی قسم یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ
اس نے ہم کو توفیق دی کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں اور دین اسلام کے
دشمنوں سے جہاد کریں اور اس میں ہمارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں
جَدَّكَ شَفِيعُنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

اور پھر روزِ قیامت آپ کے نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے شفیع ہوں گے۔

پھر اس کے بعد سیدنا امام عالی مقام نے یہاں پر چلنے کا حکم دیا کہ اب ہم بجائے کوفہ جانے کے شام کا سفر اختیار کر لیتے
ہیں۔ چنانچہ آل رسول ﷺ کا یہ قافلہ اور آپ کے رفقاء و اصحاب نے یہ راستہ چھوڑ دیا اور دوسری جانب شمال مغرب کی طرف روانہ
ہو گئے اور حراب بن یزید ریاحی نے کہا بالکل درست ہے اور عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ کو میں سنبھال لوں گا۔ میں جانوں اور وہ جانے۔

کوفہ کی بجائے راہِ شام درحقیقت شام کر بلا

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ معظمہ سے کوفہ کے سفر کو اگر بغور دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب آپ سرات کے مقام پر پہنچے جو کہ
قادسیہ کے بالکل قریب ہے تو آپ کو حراب بن یزید ریاحی کی نگرانی میں جو یزیدی لشکر گرفتار کرنے کے لیے آیا تھا انہوں نے تو ایسا نہ کیا
لیکن حضرت امام عالی مقام نے باہمی اتفاق پر کوفہ کا راستہ تبدیل فرمایا قادیسیہ سے کوفہ کم و بیش ۳۵ میل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف
ہے اس راستہ کو چھوڑ کر مغنیہ قصر بنی مقاتل، غریب الجہانات، نینوا کی راہ شمال مغرب کی طرف سیدنا امام عالی مقام کے قافلہ کا جانا ثابت
کرتا ہے کہ جب کوفہ والوں کی غداری کا پورا پورا علم ہو چکا تو آپ نے کوفہ کا خیال اور اس طرف جانے کا ارادہ ترک فرما دیا اور شام کی
طرف روانہ ہو گئے اور کوفہ سے کر بلا بطرف شام کا فاصلہ بعض نے صرف ۶۳ میل لکھ دیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے، لیکن میں پوری تحقیق
اور ذمہ داری سے لکھنا اور واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کوفہ سے کر بلا ۱۵۰ کلومیٹر انگریزی اور ۹۰ میل فاصلہ پر ہے۔ (۱)

تجربہ ہے کہ ان لوگوں نے نوے میل کو چوبیس میل اتنا فرق کیسے لکھ دیا ہے اور یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام عالی مقام نے کوفہ کا سفر اور
یہ راستہ ہی چھوڑ دیا اور جو راستہ ملک شام کی طرف جاتا تھا اس کی طرف روانہ ہو گئے لیکن ظالموں نے پھر آپ کا پیچھا کیا اور اس میں کوئی
کسر باقی نہ چھوڑی۔

تیرہویں منزل قادیسیہ اور چودھویں منزل مغنیہ

سے گزرتے ہوئے آپ نے اور قافلہ والوں نے پانی پیا اور پھر یہاں سے سفر جاری رکھتے ہوئے آگے روانہ ہوئے۔

پندرہویں منزل غریب الجانات

اس منزل سے بھی بغیر قیام سفر جاری رکھا۔

سولہویں منزل بیضہ

یہاں پر بھی کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔

سترہویں منزل زرحم

اس منزل سے بھی گزرتے ہوئے قصر بنی مقاتل کی منزل پر پہنچ گئے۔

اٹھارہویں منزل قصر بنی مقاتل

یہاں پر شام ہوگئی اور سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے اور رفقاء نے رات گزاری اور پھر صبح یہاں سے روانہ ہوئے تو زبان پر یہ کلمات جاری تھے **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔ سیدنا علی اکبر علیہ السلام نے آگے بڑھ کر پوچھا ابا جان کیا بات ہے فرمایا: بیٹا میں نے بحالت قیلولہ ابھی دیکھا ہے کہ عالم غنودگی میں گھوڑے پر بیٹھے ہوئے۔

إِنِّي خَفَقْتُ خَفَقَةً فَفَعَنْ لِي قَارِيسٌ عَلَى قَارِيسٍ وَهُوَ يَقُولُ ایک گھوڑے سوار کہہ رہے ہیں یہ لوگ تو چل رہے ہیں اور **إِنَّهُمْ يَسِيرُونَ وَالْمَنَائِلُ تَرَى إِلَيْهِمْ فَعَلِمْتُ إِنَّهَا أَكْثَرُ إِلَيْنَا** موت ان کی طرف آرہی ہے پس میں نے معلوم کر لیا ہے کہ ہمیں موت کی اطلاع دی گئی ہے۔

شہزادہ علی اکبر علیہ السلام نے عرض کیا یا بٹ لآ أَرَاكَ اللَّهُ سُبُوًّا لَنَا عَلَى الْحَقِّ۔ اے پیارے ابا جان اللہ آپ کو کوئی دکھ نہ دے اور کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بٹلی علی الحق۔ ہاں ہم حق پر ہیں۔ شہزادہ نے عرض کیا فَاثِنَا إِذَا لَانَبَا لِي أَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ۔ پس اگر ہم حق پر ہیں اور یقیناً ہیں تو پھر موت سے کچھ ڈر نہیں۔ سیدنا امام نے شہزادے کی اس بات کو سن کر فرمایا۔ **حَظَّكَ اللَّهُ خَيْرَ مَا جَزَى وَلَكِنَّ أَعْنَ وَالْإِدْبَ**۔ جو بہترین جزا کسی بیٹے کو اپنے باپ سے مل سکتی ہے وہ جزا اللہ تعالیٰ تم کو عطا فرمائے۔

ہولناک میدان میں حسینی قافلہ کا محاصرہ انیسویں منزل مینوا

مینوا کے قریب پہنچے جہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار اقدس بھی ہے اور دریائے فرات بھی نزدیک ہے۔ اس کے قریب غازیہ اور شیفہ اس زمانہ میں چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی تھیں۔ یہاں پر سیدنا امام عالی مقام کو وہ منظر یاد آنے لگا جو اپنے والد بزرگوار سے سنا کرتے تھے کہ مینوا کے قریب دریائے فرات کے مغربی کنارے نشیب کی طرف مجھے حسین علیہ السلام اور اس کے بچے خون میں تڑپتے نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ ابھی تھوڑی ہی فاصلہ طے فرمایا تھا کہ ایک ریگستانی میدان نظر آیا۔ ابھی یہ منظر قیامت آنکھوں میں منڈلا رہا تھا کہ حرمع یزیدی لشکر جس کی تعداد ایک ہزار تھی پہنچ گیا اور حرنے آگے بڑھ کر سیدنا امام حسین علیہ السلام کو سلام عرض کر کے کہا حضور میں اس لیے یہاں دوبارہ آیا ہوں کہ مجھے عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ نے اور عمرو ابن سعد سپہ سالار فوج یزیدی نے یہ خط دے کر روانہ کیا ہے۔ (جس کا ترجمہ یہ ہے)

جب تمہیں میرا یہ خط ملے تو حسین علیہ السلام کو وہیں روک لو اور ان کو بے آب و گیاہ جگہ پر اتارنے پر مجبور کر دو میں نے اپنے قاصد کو کہہ

دیا ہے کہ یہ تمہارے ساتھ رہے یہاں تک کہ میرے حکم کی تعمیل کی مجھے اطلاع دے۔

یہاں پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ والی کوفہ کو حر کے نرم رویہ کے متعلق اطلاع ہو چکی تھی اس لیے کہ مقامِ سرات پر بھی یہی آکر ملے لیکن قافلہ اہل بیت کے ساتھ کوئی کاروائی عمل میں نہ لائی گئی بلکہ اس راستہ سے ہٹا کر راہِ شام اختیار کرادی اور نہ ہی انہیں موجود پاؤں گرفتار کیا گیا۔ ان تمام باتوں سے وہ بخوبی واقف تھا جبھی ایک جاسوس کو ان کے ہمراہ روانہ کیا گیا اور تاکید کی گئی کہ جہاں انہیں پاؤں روک لو۔

ورودِ کربلا و محرم الحرام پنجشنبہ روز ۶۱ ہجری (میسویں منزل کر بلا)

اس چٹیل ریگستانی میدان میں قافلہ اہل بیت نبوت اور ان کے اصحاب رکے تو سیدنا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا ہم یہاں ہی رک جاتے ہیں اتنا تو بتاؤ کہ اس ہولناک میدان کا کیا نام ہے۔ مَا اسْمُ هَذِهِ الْأَرْضِ۔ جواب دیا گیا هَذِهِ الْأَرْضُ كَرْبُ وَبَلَاء۔ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں۔ یعنی مصیبتوں اور تکلیفوں والا میدان یا جگہ۔ سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكَرْبِ وَالبَلَاء۔ اے میرے اللہ ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں اس کرب و بلا سے۔ سیدنا امام عالی مقام نے یہ کہہ کر اپنے احباب اور خاندان کو فرمایا هُمْنَا مَحَلٌّ قُبُورِنَا بِهَذَا حَدَّثَنِیْ جَدِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ یہی وہ ہماری جگہ ہے جہاں ہم نے لنگر ڈالنے ہیں اور ہمارے خون بہائے جانے ہیں اور یہی ہماری قبروں کے محل ہیں اور یہی وہ مقام ہے جس کے متعلق میرے جدِ تاجدار آقا سیدالابرار سرکار سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دے دی ہے۔ (الحیات)

چنانچہ خیمے نصب کر لیے گئے اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اور چھوٹوں نے اپنی قیام گاہ پسند کر لی اور رفقاء و احباب حسین علیہ السلام نے اپنے اپنے ٹھکانے بنالے۔ یہ محرم الحرام کی ۶۱ ہجری بروز پنجشنبہ کا روز ہے کہ قافلہ اہل بیت رسول بنے کر بلا کی اس زمین میں ورودِ مسعود فرمایا۔ حرنے جب ان کو یہاں ٹھہرایا اور آگے نہ جانے دیا تو پھر اس کی اطلاع عبید اللہ ابن زیاد اور سپہ سالارِ فوج عمرو ابن سعد کو کر دی گئی کہ ہم نے نواسہ رسول اور ان کے خاندان اور احباب کو اس جگہ پر گھیر لیا ہے انہوں نے کہا تھا کہ مجھے کچھ آگے چلنے دو لیکن ہم نے ان کو نہیں جانے دیا۔

ناظرین نے متذکرہ بالا بیان پر غور کیا ہے کہ نواسہ رسول نے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن ابتلائے خداوندی و رضائے مصطفوی کس طریق اور کس رنگ میں آ پڑی اور اس جگہ جس کے متعلق کئی سال پہلے وقتِ پیدائش امام پر ہی شہرت ہو چکی تھی وہ کس طرح آج عمل میں آ چکی ہے یہ وہی کربلا ہے جس کی مٹی سیدہ ام سلمہ ام المؤمنین سلام اللہ علیہا کو دی گئی۔

سیدنا امام حسین علیہ السلام کا پہلا خطبہ اور خاندان و رفقاء

محرم الحرام کی دوسری تاریخ ۶۱ ہجری کو سیدنا امام عالی مقام نے میدانِ کربلا میں خیمے نصب فرمانے کے بعد سب سے پہلے اپنے اہل بیت و رفقاء و احباب کو جو خطبہ اور نصیحتیں فرمائیں اس کا مضمون یہ تھا۔

جَمَعَ وَلِيَّهُ وَأَخُوهُ وَأَهْلَ بَيْتِهِ وَنَظَرَ إِلَيْهِمْ سَاعَةً وَبَكَى
وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنَا عِتْرَةُ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ وَقَدْ أَخْرَجْنَا عَنْ حَرَمِ جَدِّنا وَتَعَدَّتْ عَلَيْنَا
اللَّهُمَّ فَخَذَلْنَا مَبْهِتَنَا وَانْصَرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
وَقَالَ أَكْثَرُ النَّاسِ عِبِيدُ الدُّنْيَا وَالْدِينِ لَعِقَى عَلَى
السِّنَنِهُمْ يَظُنُّونَهُ مَا حَرَبَتْ مَعَايِشُهُمْ فَإِذَا
مَهَرِا بِالْأَلَاءِ أَقْلَ الدِّيَانُونَ.

آپ نے اپنی اولاد اور بھائیوں اور تمام اہل بیت کو جمع کیا اور ایک
ساعت ان کی طرف دیکھتے رہے اور رو پڑے اور بارگاہِ خداوندی
میں یوں عرض کیا اے اللہ ہم تیرے نبی کی عترت ہیں اور ہم کو
زبردستی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر اور حرم سے دور کیا گیا
اور ہم پر ظلم و ستم کیا گیا ہے تو ہمارے حق کو پورا فرما اور ظالموں پر فتح
و نصرت عطا فرما۔ عام لوگ دنیا کے بندے ہیں اور انہوں نے دین کو
ایک چاٹ بنایا ہوا ہے اور وہ دین میں ظاہری طور پر اس وقت تک
رہتے ہیں جب تک ان کی مالی حالت بہتر رہتی ہے۔ لیکن جب کسی
آزمائش کا وقت آتا ہے تو دیندار بہت کم لوگ ثابت قدم رہتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا میں تجھ کو اس کی خاص نصیحت کرتا ہوں کہ جب ہم پر مصیبت اور تکلیف اور موتِ شہادت آئے تو۔

میری مصیبت اور مفارقت پر صبر کرنا اور جب میں مارا جاؤں (یعنی شہید
ہو جاؤں) تو خبردار اپنے رخساروں پر طمانچہ نہ مارنا اور اپنے چہروں کو نہ
نوچنا اور اپنے بالوں کو نہ نوچنا اور اپنے کپڑے نہ پھاڑنا اور واویلا کی
صدائیں بلند نہ کرنا۔

وَقَالَ أَصْبِرْ عَلَى مَصَائِبِي وَفِرَاقِي وَإِذَا أَكَامَيْتُ
لَا تَلْطِمَنَّ خَدًّا وَلَا تَحْمِشَنَّ وَجْهًا وَلَا تَنْقُفَنَّ شَعْرًا وَلَا
تَسُوذَنَّ ثَوْبًا وَلَا تَدْعِينَ بَوِيلًا. (ایضاً)

اور اے میری بہن زینب تم فاطمہ زہرا کی شہزادی ہو اور جیسا
انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مفارقت پر صبر کیا تھا تم بھی اسی
طرح صبر کرنا اور جیسا کہ صبر کیا میری مصیبت پر۔

وَيَا أُخْتِي زَيْنَبُ أَنْتِ بِذُنُ الْفَاطِمَةِ
وَأَصْبِرِي كَمَا صَبَرَتْ إِذَا فَرَّقَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ صَبَرَتْ عَلَى مُصِيبَتِي.

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس خطبہ کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے مصائب اور موتِ شہادت کے بعد ماتم نہ کرنا۔ کیونکہ ایسا کرنا اللہ
تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی صریحاً خلاف ورزی اور صبر کے منافی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس ماتم کی ممانعت کے متعلق کے خطبہ ان
لوگوں نے بھی اپنی کتب میں لکھا ہے لیکن افسوس کہ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ و اہل بیت کا دعویٰ اور ان کے حکم کی خلاف ورزی بلکہ
ان کے ساتھ سرگردشی کی دلیل ہے۔

(فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) کے معنی ماتم نہیں

بعض جہلا ماتم کو شرعی حیثیت دیتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت **فَصَكَّتْ وَجْهَهَا** سے یہ مراد لیتے ہیں کہ ماتم جائز ہے حالانکہ اس
آیت میں اس واقعہ کا بیان ہے جب حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ولادتِ فرزند کی بشارت دی گئی تو سیدہ
سارہ نے اظہارِ تعجب کے طور پر اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھ لیا جیسا کہ عموماً عورتوں کی عادت ہوتی ہے لیکن ان لوگوں نے اس کو ماتم کا ثبوت

بنالیا حالانکہ ان کی کتابوں میں بھی فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا کا یہی مفہوم واضح الفاظ میں مذکور ہے۔ ملاحظہ کریں۔

(فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا) قِيلَ فَلَطَمَتْ أَظْرَافَ الْأَصَابِعِ عَلَى جَبْهَيْهَا فَعَلَّ الْمَتَعَجِبُ وَقَالَ الْقَتْنِي غَطَّتْهُ (۱)
 ”فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا“ کہا گیا ہے (اس کے معنی یہ ہیں) پس سارہ نے بطور تعجب اپنی انگلیوں کے پورے اپنے ماتھے پر مارے قتی نے کہا کہ حیا کرتے ہوئے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔

فَأَقْبَلَتْ امْرَأَةً فِي مَرَّةٍ فِي جَمَاعَةٍ (طبرسی عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي جَمَاعَةٍ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا آخَى غَطَّتْهُ لِمَا بَشَّرَهَا جَبْرَائِيلُ بِالسُّحْقِ) (۲)
 حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی عورت سارہ علیہا السلام جماعت میں آئی علی ابن ابراہیم نے کہا فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا یعنی جبرائیل علیہ السلام نے حضرت اسحق کو بیٹے کی خوش خبری دی تو سارہ نے اپنے منہ کو شرم سے ڈھانپ لیا۔

(فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا) آخَى جَمَعَتْ أَصَابِعَهَا فَعَوَّيْتُ جَبِيئَهَا تَعَجُّبًا فَصَّكَتٌ وَجْهَهَا۔
 جب یہ حوالہ دیا ہے تو پھر یہ بھی شبہ ڈالا جاسکتا ہے کہ بعض مفسرین نے فَصَّكَتٌ کا ترجمہ لَطَمَتْ یعنی طمانچے بھی کیا ہے وہ تفاسیر ملاحظہ ہوں۔

لَا تَنْهَأُ وَجَدَتْ حَرَارَةَ النَّارِ فَلَطَمَتْ وَجْهَهَا مِنَ الْحَيَاءِ۔
 (تفسیر جوامع الجوامع للطبرسی ص: ۷۷۷)
 اس لیے کہ اسی وقت خون حیض کی گرمی حضرت سیدہ کو معلوم ہوئی تو حیاء سے انہوں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

(فَصَّكَتٌ) پس طمانچہ زدہ سر انگشتان وَجْهَهَا بروئے خود مقاتل وکلی گفت اند کہ انگشتان جمع کر دو ہر دو جین خود زوایں از عادت زناں است در وقت تعجب و گویند ایں مژدہ کہ شنید حرارت دم حیض را بر خود یافت و طمانچہ بروئے خود زد۔ (۳)
 ترجمہ: پھر انگلیوں کے پوروں سے اپنے منہ پر سارہ نے طمانچہ مارا مقاتل اور وکلی نے کہا کہ انگلیوں کو اٹھا کر کے اپنے ماتھے پر مارا اور یہ تعجب کے واسطے عورتوں کی عادت ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ خوشخبری جب حضرت سارہ نے سنی تو اسی وقت خون حیض کی گرمی حضرت سیدہ کو اپنی ذات پر محسوس ہوئی اور حیاء کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔

عمر بن مقدم کہتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ الرحمۃ نے مجھ سے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کیا جانتے ہو۔
 وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ قُلْتُ لَا قَالَ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ إِذَا أَكَامَتْ لَا تَخْبِشِي عَلَى وَجْهٍ وَلَا تَرْنَحِي عَلَى شَعْرٍ وَلَا تُنَادِي بِالْوَيْلِ وَلَا تُقْبِعِي عَلَى تَاخِيَةٍ قَالَ ثُمَّ قَالَ هَذَا الْمَعْرُوفُ الَّذِي قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ - (۴)
 عمر بن المقدم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تم جانتے ہو اللہ کے فرمان وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ کہ عورتیں نیکی میں اللہ کی نافرمانی نہ کریں میں نے عرض کیا کہ حضور میں نے نہیں سنا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ جب میرا وصال ہو جائے تو تم مجھ پر اپنے منہ کو نہ نوچنا اور مجھ پر اپنے بالوں کو نہ کھولنا اور مجھ پر واویلا کر کے نہ پکارنا اور مجھ پر نوحہ کرنے والی کھڑی نہ کرنا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر نبی ﷺ نے حضرت فاطمہ کو فرمایا کہ یہ مطلب ہے معروف کا جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ۔

ام حکیم بنت حارث بن عبدالمطلب کھڑی ہوئیں تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے معروف کے متعلق یہ کیا حکم فرمایا ہے کہ ہم اس معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں تو مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ خداوندی فرمان معروف کے متعلق یہ ہے کہ تم اپنے منہوں کو نہ نوچو اور اپنے رخساروں کو طمانچے نہ مارو اور اپنے بالوں کو بھی نہ نوچو اور نہ اپنے کرتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرو اور اپنے کپڑے سیاہ نہ بناؤ اور واویلا دہلاکت نہ پکارو۔ اور قبر کے پاس کھڑی نہ ہو تو رسول اللہ ﷺ نے ان شروط پر بیعت فرمائی۔ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ سے مراد یہ لیا گیا ہے کہ نوحہ سے رکنا کپڑے پھاڑنے سے باز رہنا بال اکھاڑنے سے منع رہنا، کرتے نہ پھاڑنا اور منہ نوچنے سے باز رہنا مقتولین پر واویلا کر کے نہ پکارنا۔

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے چھ امور پر عورتوں سے بیعت لی۔

لَا تَلْطَمَنَّ خُدًّا۔
وَلَا تَخْمِشَنَّ وَجْهًا۔
وَلَا تَنْقُضَنَّ شَعْرًا۔
وَلَا تُسَوِّدَنَّ ثَوْبًا۔
وَلَا تَدْعَيْنِ بَوَيْلٍ۔

تو معلوم یہ ہوا کہ امام نے اپنے اس خطبہ میں ماتم کی ممانعت اس لیے فرمائی کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانگی ہے۔

فَقَامَتْ أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ ابْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذَا الْمَعْرُوفُ الَّذِي أَمَرَكَ اللَّهُ بِهِ أَنْ لَا تَعْصِيَنَّكَ فِيهِ فَقَالَ أَنْ لَا تَخْمِشَنَّ وَجْهًا وَلَا تَلْطَمَنَّ خُدًّا وَلَا تَنْقُضَنَّ شَعْرًا وَلَا تُمَزِّقَنَّ جَيْبًا وَلَا تُسَوِّدَنَّ ثَوْبًا وَلَا تَدْعُوْنَ بِالْوَيْلِ وَالْعُبُورِ وَلَا تُقِيمَنَّ عِنْدَ قَبْرِ فَبَايَعَهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ عَلَى هَذِهِ الشُّرُوطِ۔^(۱)

وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ عَنِ الْمَعْرُوفِ أَنْتَهُ عَنِ التَّوَجُّعِ وَتَمْدِيدِ الثِّيَابِ وَجَوِّ الشَّعْرِ وَشَقِّ الْجَيْبِ وَخَمِشِ الثَّوْبِ وَالِدَّاعَاءِ بِالْوَيْلِ عَنِ الْمُقَاتِلِينَ۔

صابرین کی فضیلت از روئے قرآن

اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔ انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جولا لاق ہوں ان کے باپ دادا اور بیویوں اور اولاد میں اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہنے آئیں گے سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرُءُونَ بِالْحَسَنَةِ
السَّيِّئَةِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۚ جَنَّتٌ عَدْنٌ يَدْخُلُونَ
نَهَاوَمَن صَلَاحٍ مِن آبَائِهِمْ وَآزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ
وَالْبَلَائِ كَيْدٌ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِّن كُلِّ بَابٍ ۝ سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَبِعَمِّ عُقْبَى الدَّارِ ۝

(الرعد: ۲۳-۲۴)

صابروں ہی کو ان کا ثواب بھر پور دیا جائے گا بے گنتی۔
اور ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام بدلہ ان کے صبر کا اور
وہاں مجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔

اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے
جبکہ انہوں نے صبر کیا۔

إِنَّمَا يُوفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً
وَسَلَامًا

وَأَجْعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يُهْتَدُونَ بِأَمْرِ تَالِبًا صَابِرًا

(السجدة: ۲۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی دنیا و آخرت میں شان بیان فرمائی ہے کہ ایمان والے صابرین کو امام ہدایت بنایا ہے اور
جنت میں انہیں بلند مقام نصیب ہوگا۔ اور سلام کے ساتھ انہیں عزت بخشی جائے گی۔ اور انہیں بے حساب اجر حاصل ہوگا۔ اٹھتر مقامات پر
اللہ تعالیٰ نے صابرین کی تعریف فرمائی ہے۔

قرآن اور کرب و بلا

یہاں پر صرف چند آیات پیش کی جاتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو کس طرح کرب و بلا میں مبتلا کر کے ان کو جانچتا ہے اور پھر عظیم انعام سے نوازے جاتے ہیں تاکہ لوگ کسی غلط وہم و گمان کے شکار نہ ہو جائیں۔

(۱) اَمَّ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّقْلُ
الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمْ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ
وَزَلْزَلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى
تَصْرُ اللَّهُ الْآلَانَ تَصْرُ اللَّهُ قَرِيبًا (البقرة: ۲۱۳)

کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی
رویداد نہیں پہنچی کہ وہ سختی اور شدت سے ہلا ہلا ڈالے گئے یہاں تک
کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے کب آئے گی اللہ کی مدد
؟ سن لو بے شک اللہ تعالیٰ کی مدد فریب ہے۔

(۲) اَمَّ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ
الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ (آل عمران: ۱۳۲)

کیا اس گمان میں ہیں کہ چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہیں ہم ایمان
لائے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی اور بیشک ہم نے ان کے اگلوں کو
جانچا تو ضرور اللہ پچھلوں کو دیکھے گا اور جھوٹوں کو دیکھے گا۔

(۳) اَلَمْ أَحْسِبِ النَّاسَ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا
وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ
(العنکبوت: ۲۴)

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں
اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سناؤ ان صبر کرنے
والوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال
ہیں اور ہم نے اسی کی طرف لوٹنا ہے یہ لوگ ہیں جن پر ان کے
رب کی ورد دیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت کی راہ پر ہیں۔

وَلَتَبْلُوَنَّهُمْ بَشِيٍّ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ
الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالْعِمَارَاتِ وَيَبْقُرُ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ
إِذَا أَصَابَهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا لِيَوْمِ رُجْعُونَ ○
أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُونَ (البقرة: ۱۵۵-۱۵۶)

ان آیات طیبات سے ثابت ہوا کہ پروردگار عالم اپنے بندوں کی آزمائش فرماتا ہے اور آزمایا بھی اپنوں کو ہی جاتا ہے۔ غیروں
کو نہیں۔ اسی لیے جتنے بھی امتحان آئے نیکوں پر یہی آئے برون پر نہیں اور سخت ترین امتحانات میں مبتلا فرما کر پھر ان کو ان انعامات و
درجات سے نوازا جاتا ہے جن کا شمار نہیں۔ اسی لیے سابقہ اہل مؤمنین اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی سخت ترین امتحان
آئے جن کا قرآن پاک میں ذکر موجود ہے اور حضور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور ان کے ایمان والے تبعین پر امتحانات آئے
جیسا کہ احد، بدر، جین، لیکن تمام امتحانوں سے سخت ترین اور ایسا سخت امتحان جو صرف ایک یا دو کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ آخری
مذکورہ آیت میں تو تمام امتحانات کو جان کر پتہ چلتا ہے کہ یہ امتحانات ایک ہی وقت میں میدان کربلا میں نواسہ سیدالابرار سرکار سید

الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اعزاء و اصحاب و احباب پر آئے اتنا سخت امتحان کہ بیویاں اور بچے اپنی آنکھوں سے پھر منظر دیکھ رہے ہیں۔ خوف، بھوک، پیاس، مال، اولاد جان پر تنگی مسلط ہے اور مصائب و آلام کے پہاڑ ایک وقت میں پرچے بن کر آگئے تو نواسہ سیدالکونین سیدنا امام حسین علیہ السلام نے صبر کے ساتھ برداشت فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ بشارت فرمادی کہ ہماری طرف سے ایسے ہی حضرات پر برکتیں اور رحمتیں ہوئی ہیں اور یہی

ہدایت یافتہ ہیں۔ گویا کہ ان امتحانات میں پاس ہونے والوں کو سند دے دی گئی اور بے شمار آیات ہیں۔

(نوٹ) یاد رہے کہ انبیاء مرسلین علیہم السلام پر یا ان کے تبعین پر جو مصائب آئے وہ ان کے درجات کی بلندی اور آزمائش ہے اور یہ اگر گنہگار پر آجائیں تو گناہوں کا کفارہ اور اصلاح آخرت ہے۔

باب ۱۹

دو محرم سے روز عاشورا تک کے حالات

سیدنا امام عالی مقام کے نام عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ کا خط

سیدنا امام عالی مقام امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کے درودِ کربلا کا جب والی کوفہ عبید اللہ ابن زیاد کو علم ہوا تو اس نے اولین سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔

الحاصل یہ ہے کہ اے حسین رضی اللہ عنہ مجھے آپ کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی ہے اور امیر یزید نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک نرم تکیہ پر سر نہ رکھوں اور نہ عمدہ خوراک کھاؤں جب تک آپ کو قتل نہ کر لوں مگر یہ کہ آپ میرے اور یزید کے حکم کے آگے سر خم تسلیم نہ کریں۔

لَقَدْ بَلَغْنِي يَا حُسَيْنُ نَزْوِيكَ بِكَزْبَلَا وَقَدْ كَتَبْتُ إِلَى أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ يَزِيدَ أَنْ لَا أَلْوَ سَدَ الْوَشِيرَ وَلَا أَتَّبِعُ مِنَ الْخَيْرِ الْحَقِّكَ بِاللَّطِيفِ الْخَيْرِ وَتَرْجِعُ إِلَى حُكْمِي وَحُكْمِ يَزِيدَ. (۱)

خط کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت امام کو قتل کی دھمکی دے دی اور واضح کر دیا کہ اگر آپ امیر یزید کے آگے سر خم نہ کریں گے تو اس وقت تک میں آرام کی غذا نہیں کھا سکوں گا یا جب تک آپ کو قتل نہ کر دیا جائے دو چیزیں ہی ہیں یا تو بیعت یزید اور یا قتل ہونا۔ اس خط کو پڑھنے کے بعد سیدنا امام عالی مقام نے اس کو پھینک دیا اور زبانِ اطہر سے یہ جملے فرمائے۔

وَهُ تَوْ مَ كَبْهِي كَا مِيَابَ نَهِيْ سَكْتِي جَوَ اللّٰه تَعَالٰى خَالِقِ حَقِيْقِي كِي نَارِ اَشْكِي كِي غَوْضِ مَخْلُوْقِي رِضَا مَنْدِي خَرِيْدِي

لَا أَفْلَحَ الْقَوْمُ وَاشْتَرَوْا مَرَضَاتٍ لِّمَخْلُوقِي بِسُخْطِ الْخَالِقِ.

جب قاصد نے جواب کا تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا:

مَا لَه عِنْدِي جَوَابٌ فَقَدْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ. (۲)

میرے پاس اس خط کا کچھ جواب نہیں ہے۔ پس ایسا شخص عذاب خداوندی میں مبتلا ہوگا۔

جب قاصد نے عبید اللہ ابن زیاد کو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے رویہ سے آگاہ کیا تو اس کو یہ یقین ہو گیا کہ میری قاتلانہ دھمکیوں سے آپ مرعوب نہیں ہوئے اور ان کو کسی قیمت پر امیر یزید کی بیعت کرنا گوارہ نہیں۔ اب بجز اس کے کچھ اور چارہ نہیں کہ ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے تو عبید اللہ ابن زیاد نے پھر دوسرا کام یہ کیا کہ اب آپ کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجنے پر تل گیا۔

عبید اللہ ابن زیاد کا مختصر تعارف

اب رہا عبید اللہ ابن زیاد والی کوفہ تو اس کے متعلق بھی اکثر دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ کون تھا؟ اور اس کو ابن زیاد کیوں کہا جاتا ہے تو عبید اللہ ابن زیاد یزید ابن معاویہ کا چچا زاد بھائی تھا اصل نام عبید اللہ ہے اور باپ کا نام زیاد ہے عام طور پر اس کو ابن زیاد کہا جاتا ہے لیکن مراد یہی ہے کہ عبید اللہ۔ عبید اللہ کے باپ کو جو زیاد تھا اس کو بھی ابن ابوسفیان کہا جاتا ہے۔ زیاد کی ماں کا نام سمیہ تھا۔ یزید جب تختِ سلطنت پر آیا تو اس نے عبید اللہ کو بصرہ کا گورنر لگا دیا (اس کی ایک خاص وجہ تھی) اس وقت عبید اللہ کی عمر ۳۳ سال تھی پھر اس نے کچھ دیر بعد جیسا کہ آپ جان چکے ہیں کہ کوفہ کا بھی گورنر بنادیا یہ وہی عبید اللہ ہے جس کے باپ زیاد نے ۵۶ھ ہجری میں یزید کی بیعت لیے جانے کی سخت مخالفت کی تھی۔ عبید اللہ ابن زیاد مر جانے لوندی کا لڑکا تھا اور یزید اسے اپنے منہ نہ لگا تا تھا مگر خراسان اور بصرہ کا اس کو حاکم بنادیا اور پھر اسے معزول بھی کر دیا۔ جب یزید کو ہوشیار، عیار، تیز، مکار کوئی اس سے زیادہ نظر نہ آیا تو اس نے عبید اللہ ابن زیاد کو بصرہ اور کوفہ کا گورنر بنادیا یہی یزید کی توقعات تھیں جو اس نے اس سے پوری کرائیں اور اس نے یزید کی ناراضگی کو خوشی میں بدلنے کے لیے ایسے ہی کام کر دکھائے جس سے یزید خوش ہو جائے (آگے انجام بھی ملاحظہ کریں گے)۔

۳ محرم اور کربلا میں عمرو بن سعد بمعہ چار ہزار لشکرِ یزید

یاد رہے کہ عبید اللہ ابن زیاد نے کربلا میں فوجیں بھیجنے سے قبل عمرو بن سعد سپہ سالار کو کہا کہ میں تجھے قزوین کا (علاقہ) بطور انعام دیتا ہوں اور تو ان لوگوں کی سرکوبی اور مقبوضہ علاقہ کی بازیابی کی مہم پر روانہ کرتا ہوں جنہوں نے سرحد علاقہ دشتی پر قبضہ کر رکھا ہے اور یہ پورا علاقہ بھی تیرا ہوگا۔ چنانچہ عمرو بن سعد چار ہزار کا لشکر مسلح لے کر روانہ ہوا اور ابھی وہ بمقامِ حمام العین لشکر سمیت پہنچا تو اسی اثناء میں عبید اللہ ابن زیاد نے فوراً عمرو بن سعد کو بلا کر کہا کہ کربلا والوں سے پہلے نمٹ لو بعد میں کوئی اور کام کریں گے عمرو بن سعد نے بطور معذرت کہا کہ میں جس کام کے لیے جا رہا ہوں مجھے جانے دو اس کام کے لیے کسی اور کو مامور کر دیں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا جو کام تم کر سکتے ہو وہ اور کون کرے گا بہتر یہی ہے کہ وہی چار ہزار لشکر لو اور واپس کربلا لے آؤ۔ ابن سعد نے کہا اچھا پھر آج کی رات مجھے کچھ غور کر لینے صبح سوچ کر قدم اٹھائیں گے۔ (احیات)

ابن سعد گھڑ آ یا اور احباب و اقارب سے مشورہ کیا کہ عبید اللہ ابن زیاد یہ کہتا ہے اور مجھے کچھ اپنی رائے دو۔ سب نے بلکہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے بھی اس کو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم کو روئے زمین کی بادشاہی مل جاوے یا روئے زمین کی بادشاہی پر مسلط ہو اور تجھے چھوڑنی پڑے تو چھوڑ دے۔ لیکن یاد رکھو نواسہ رسول ﷺ اور ان کے خاندانِ عالیہ کے مد مقابل نہ ہونا ابن سعد نے وعدہ کر لیا۔

عمرو بن سعد کا مختصر تعارف

یاد رہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ہیں اور آپ ان دس خوش نصیب صحابہ سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

عمرو ان کا ہی بیٹا تھا اس لیے اس کو ابن سعد کہتے ہیں۔ اصل نام عمرو ہے ابن سعد کے معنی سعد کا بیٹا۔ اور سعد کا بیٹا جو یہاں پر اکثر

استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ عمر وہی ہے۔
(آخر میں انجام بھی ملاحظہ کریں گے)

اب جب اپنے اقربا سے ابنِ سعد یہ وعدہ کر چکا کہ میں آلِ رسول ﷺ کے خلاف قطعاً کوئی اقدام نہیں کروں گا۔ لیکن اس وعدہ کی پابندی اس کے لیے بڑا دشوار مسئلہ بن گئی وہ یہ کہ اس کے دل و دماغ میں ملک کی حکومت کا لالچ آگیا اور یہ بھوت ایسا اس کے سر پر سوار ہوا کہ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بالآخر اس نے یہی سوچا کہ آلِ رسول ﷺ کا احترام جاتا ہے تو جائے ان پر جو ہوتا ہے ہو جائے کچھ پرواہ نہیں لیکن ملک ہاتھ سے نہ جائے۔ گویا کہ حکومت نقد ہے اور اہل بیت اطہار اور جنتِ آدھار ہے۔ اس نقد کو چھوڑ کر ادھار کا سودا کیوں کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ابنِ زیاد سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور ابنِ زیاد نے وہی چار ہزار کا لشکر جرار دے کر جو پہلے تو اسے دلمیوں کی سرکوبی کے لیے دیا تھا۔ اب نواسہ سیدالابرار خاندانِ آلِ اطہار احمد مختار ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے کے لیے تین محرم الحرام ۶۱ھ کو کر بلا پہنچ گیا۔ (۱)

بیعتِ یزید پر اصرار اور نہ موت کے لیے تیار

عمر و بنِ سعد جب چار ہزار لشکرِ یزیدی لے کر کر بلا پہنچ گیا تو حرا بنِ ریاحی کا لشکر جس کی تعداد ایک ہزار تھی وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہوا اور اب محرم الحرام کی تین تاریخ ہے کہ خاندانِ اہل بیت کے مقابلہ کے لیے جمع ہو گیا۔ اب عمرو بنِ سعد نے اپنے ایک خاص قاصد قمر بنِ قیس حنظلی کو سیدنا امام کے پاس بھیجا اور زبانی پیغام دیا کہ آپ یہاں کس طرح تشریف لائے ہیں؟ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَّ أَهْلَ مِصْرَ كُمْ كَتَبُوا إِلَيَّ أَنْ أَقْدِمَ عَلَيْهِمْ
فَأَمَّا إِذَا كَرِهْتُمْ لِي أَنْصَرَفْتُ عَنْكُمْ
تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھے کہ ہماری طرف آئیں تو مجھے آنا پڑا اگر میرا آنا ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

قاصد نے جب عمرو بنِ سعد سپہ سالارِ فوج کو حضرت امام کا یہ جواب دیا تو اس نے کہا کہ یَعَا فِی اللہ مِنْ جَوْبِ مَا مِدَّ ہے کہ اللہ مجھے ان سے جنگ کرنے سے بچائے گا اس کے بعد عمرو بنِ سعد نے عبید اللہ ابنِ زیاد کو لکھ بھیجا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا نظریہ اور خیال بالکل درست ہے وہ یہاں کے لوگوں کے کہنے پر تشریف لائے اور اب وہ کہتے ہیں کہ اگر میرا آنا تم کو ناپسند ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں یہ خط ملنے پر قمر بنِ قیس حنظلی اور ایک شخص حسان بنِ قائد یحییٰ جو اس وقت عبید اللہ ابنِ زیاد کے پاس موجود تھا۔ کہتے ہیں کہ عبید اللہ کہنے لگا واہ اب ہمارے بھڑے میں شکار آ جائے اور پھر وہ ایسے ہی واپس چلا جائے وہ یزید امیر کے آگے سرخم کریں یا مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ عبید اللہ ابنِ زیاد نے عمرو ابنِ سعد سپہ سالارِ فوج کو اس مضمون کا خط لکھا۔

فَقَدْ بَلَغَنِي كِتَابُكَ وَفَقِهْتُ مَا ذُكِرْتُ فَأَعْرِضْ عَلَى
الْحُسَيْنِ أَنْ يُبَايِعَ يَزِيدَ هُوَ وَجَمِيعُ أَصْحَابِهِ فَإِذَا هُوَ فَعَلَ
ذَلِكَ..... (الحیات)

مجھے تمہارا خط ملا اور حالات سے آگاہی ہوئی حسین رضی اللہ عنہ سے یہ کہو کہ وہ خود اور اپنے تمام اصحاب سمیت یزید امیر کی بیعت کر لیں پھر ہم ان کے متعلق دیکھیں گے۔

اب یہ خط عمرو بن سعد کو ملا تو وہ خط پڑھتے ہی کہنے لگا مجھے پتہ تھا کہ عبید اللہ ابن زیاد صلح کو پسند نہیں کرے گا اور وہی ہوا۔ اس خط کا عمرو بن سعد نے حضرت امام کے پاس کچھ ذکر نہ کیا اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ حضرت امام یہ کسی قیمت پر تسلیم نہیں کریں گے۔ کہ وہ یزید لعین کی بیعت کریں۔

خولی بن یزید اور شمر ذی الجوشن کی خیانت (یزیدی گروہ)

ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے کوفہ میں یزید کی حمایت پر لوگوں کو مال و متاع کے لالچ کی مہم تیز کر دی اور ہر آدمی کو یزید کی حکومت کی طرف سے سو سو درہم بطور وظیفہ تقسیم کرنے شروع کر دیے تاکہ لوگ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے درود کربلا میں اس کی خبر پر وہاں ان تک نہ پہنچ سکیں کوئی ان کی حمایت نہ کر سکے اور ساتھ ہی یہ دھمکی دے دی کہ جو کوئی ان کا ساتھ دے گا یا ان کی حمایت کرنے کو ان تک جانے کی کوشش کرے گا اسے قتل کر دیا جائے گا علاوہ ازیں تمام کوفہ والوں اور ارد گردیہاتوں پر ناکہ بندی کر دی کہ کوئی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تک نہ پہنچنے پانے اور خولی بن یزید شمر ذی الجوشن کی نگرانی میں مزید فوجیں کربلا میں بھیجتا رہا ان دونوں خبیثوں کا وہاں پہنچنا تھا کہ انہوں نے دوسری شرارت یہ کی کہ عبید اللہ ابن زیاد کو ایک خط عمرو بن سعد سپہ سالار فوج کے متعلق یہ لکھا۔

يَا أَيُّهَا الْأَمِيرُ إِنَّ عَمْرُو بْنَ سَعْدٍ يَخْرُجُ كُلَّ لَيْلَةٍ وَيَسْبُطُ بِسَاطَا وَيَدْعُو الْحُسَيْنَ وَيَتَحَدَّثَانِ حَتَّى يَمْضِيَ مِنَ اللَّيْلِ وَقَدَّادَرَكْنَهُ عَلَى الْحُسَيْنِ الرَّحْمَةُ وَالرَّافَةُ فَأَمَرَهُ أَنْ يَنْزُلَ عَنْ حُكْمِكَ الْحُكْمُ لِي وَآكَافِيكَ أَمْرٌ (۱)

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اے امیر! عمرو بن سعد ہر رات گواپنے لشکر سے نکلتا ہے اور حسین کے لیے فرش بچھا کر ان کو بلاتا ہے اور رات کافی دیر تک دونوں باتیں کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عمرو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھڑپی و خیر خواہی کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کو حکم دیں کہ وہ اس عہدہ سے سبکدوش ہو جائے اور اس کام کی نگرانی میرے سپرد کریں میں پھر اس کام کو خود انجام دوں گا۔

خولی نے جو خط لکھا تھا شمر اس کو لے کر بذاتِ خود ابن زیاد کے پاس آیا۔ عبید اللہ ابن زیاد کچھ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی خاموشی کو دیکھ کر شمر ذی الجوشن کہنے لگا۔

اتَّقَبْتُ هَذَا مِنْهُ وَقَدْ نَزَلَ بِأَرْضِكَ وَإِلَى جَنْبِكَ الْآنَ رُحِلَ مِنْ بِلَادِكَ وَلَمْ يَقَعْ يَدُهُ فِي يَدِكَ لَيْكُونَ أُولَى الْقُوَّةِ وَلَيْكُونَ أُولَى الضَّعْفِ وَالْعِزِّ فَلَا تُعْطَلْ هَذِهِ الْمُنْزِلَةُ وَلَكِنْ يَنْزِلْ عَلَى حُكْمِكَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ (۲)

کیا اے امیر! حسین رضی اللہ عنہ کی اس بات کو مانتے ہو کہ وہ کسی اور جگہ واپس چلے جائیں جب کہ وہ اس وقت تمہاری گرفت میں آئے ہوئے ہیں اور اگر وہ یہاں سے کسی اور جگہ چلے گئے تو وہ پھر تمہارے ہاتھ نہ آسکیں گے اور وہ طاقتور ہو جائیں گے اور تم لوگ کمزور ہو جاؤ گے پھر ان پر قابو پانا تمہارے لیے ایک مشکل ترین کام ہو جائے گا اس لیے اس کو ہرگز مہلت نہ دو اور نہ بات مانو جب تک وہ امیر یزید کے آگے سر خم نہ کریں۔

ابن زیاد نے یہ بات سنی تو کہنے لگا ہاں بات تو درست ہے لیکن دو روز ہو گئے ہیں ابھی تک مجھے سپہ سالار عمرو بن سعد نے کچھ نہیں لکھا اس کی انتظار کر رہا ہوں۔ شمر کہنے لگا وہ تو حسین رضی اللہ عنہ کی ہمدردی کرتا پھر تا ہے وہ کچھ نہیں کرے گا تم ہم کو حکم کرو۔ عبید اللہ نے کہا اچھا میں عمرو بن سعد کو خط لکھتا ہوں اگر اس نے پھر عمل نہ کیا تو پھر یہ کام تم لوگوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ابن زیاد نے اس مضمون کا خط عمرو بن سعد کو لکھا۔

یہ خط کا یہ ہے۔ اے عمرو بن سعد میں نے تم کو حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے کے لیے نہیں بھیجا اور نہ اس لیے بھیجا ہے کہ تم اس کی سفارشیں کرو اور نہ اس لیے کہ تم اس کے ساتھ رات کی تنہائی میں بیٹھ کر باتیں کرو جیسا کہ مجھے اس کی اطلاع ملی ہے اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی میرے حکم کے آگے سر جھکا لیں تو ان کو سلامتی کے ساتھ میرے پاس بھیج دو اگر وہ انکار کریں تو ان کا پانی بند کر دو یہود و نصاریٰ کے لیے یہ پانی پینا حلال ہے اور حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے حرام ہے ان تک پانی کا ایک قطرہ نہ پہنچنے پائے۔ تم جاننے ہو کہ امام اثنی والثنی عثمان بن عفان امیر المؤمنین و المسلمین کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا تھا اگر وہ پھر بھی میری بات نہ مانیں تو پھر ان کو قتل کر دو اور کوئی لحاظ نہ کرو اگر تم نے میری بات نہ کو نہ مانا اور ایسا نہیں کرنا چاہتے تو ہمارے لشکر سے چلے جاؤ اور یہ بھاگ ڈور شمر ذی الجوشن کے حوالے کر دو اور اگر تم نے ایسا کر لیا جیسا میں لکھ رہا ہوں تو پھر تم کو جیسا کہا گیا ہے اس کا انعام و اکرام اور ملک رے کی حکومت دی جائے گی۔

اس خط کو لے کر شمر ذی الجوشن بڑی خوشی سے ناچتا ہوا جب آیا تو اس نے عمرو بن سعد کے حوالے کیا کہ یہ امیر عبید اللہ ابن زیاد نے بھیجا ہے۔ عمرو بن سعد نے جب یہ خط کھول کر پڑھا تو فوراً یہ الفاظ کہے۔

وَيْلَكَ قَبَحَ اللَّهُ مَا قَدَّمْتَ بِهِ عَلَيَّ وَاللَّهِ إِنِّي أَظُنُّكَ إِنَّكَ تَهْتِكُهُ أَنْ يَقْبَلَ مَا كَتَبْتُ بِهِ إِلَيْهِ. (ایضاً)

خدا تمہیں ہلاک کرے اور اللہ تمہیں دفعہ دور کرے۔ جو کچھ یہ میرے پاس (یعنی ایسا خط) لائے ہو اور اسے غارت کرے مجھے پتہ تھا کہ تم نے ابن زیاد کو ابھارا ہے اور میرے مشورہ سے اسے روکا ہے۔

وہ حسین جس کی رگوں میں حیدر کرار کا خون ہے اور وہ پاک دودھ ہے جو کبھی ایسا کرنے کو تیار نہیں ہو سکتے جیسا تم لوگ چاہتے ہو یعنی یزید پلید کے ہاتھ میں پاک ہاتھ نہیں دیں گے۔

إِلَى يَاعَمْرُو ابْنِ سَعْدٍ إِنِّي لَمْ أَبْعَثْكَ إِلَى الْحُسَيْنِ لِتُكْفِ عَنْهُ وَلَا لِتَعُدَّ لَهُ عِنْدِي وَلَا تَكُونَ لَهُ عِنْدِي شَافِعًا قَدْ بَلَغَنِي أَنَّكَ تَخْرُجُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ وَتَبْسُطُ بِسَاطِائِكَ عَوَّ الْحُسَيْنِ تَتَحَدَّثُ مَعَهُ حَتَّى يَمْحِطَ مِنَ اللَّيْلِ شَطْرَهُ فَإِذَا قَرَأْتَ كِتَابِي هَذَا مَرَّةً أَنْ يَنْزِلَ عَلَى حُكْمِي فَإِنْ أَطَاعَ فَإِنْ أَبِي مَنَعَهُ مِنَ الْمَاءِ فَإِنْ حَلَلْتُهُ عَلَى يَهُودٍ وَالنَّصَارَى وَحَرَمْتُهُ عَلَيْهِ وَأَهْلَ بَيْتِ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابِهِ كَمَا وَضَعَ بِالْثَّقَفِ وَالْثَّقَفِيُّ عُمَانُ ابْنِ عَفَّانٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ الْمَظْلُومُ فَإِنْ نَزَلَ الْحُسَيْنِ وَأَصْحَابُهُ عَلَى حُكْمِي وَاسْتَسْلَمُوا فَابْعَثْ إِلَى مُسْلِمًا وَإِنْ أَبَوْا فَادْحَفْ إِلَيْهِمْ حَتَّى. (۱)

لا يَسْتَسْلِمُ وَاللَّهِ حَسْبُنُ أَنْ نَفْسَ أَبِيهِ بَيْنَ حَبِيبَتِهِ وَبَسْطُ رِجْلِهِ.

شمر ذی الجوشن کچھ نہ کہہ سکا لیکن اتنا ضرور کہا اچھا پھر بتاؤ یہ کام کرنا ہے یا کہ نہیں عمرو بن سعد نے کہا وَلَٰكِنْ اَتَوْتِیْ فَكُنْ اَدْنٰی عَلٰی الْوَحَالَةِ۔ اس کام کو میں خود ہی سرانجام دیتا ہوں پیدل فوج کی ذمہ داری تم خود سنبھال لو یہ تمہارے سپرد ہے۔

ان متذکرہ بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عمرو بن سعد فی طور پر قطعاً امام عالی مقام سے ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اہل بیت کے خونِ مقدس سے اپنے ہاتھوں کو نگین کرے اور ہمیشہ کے لیے اہل بیتِ اطہار کے خون کا داغ اس پر بحیثیتِ عہدہ سپہ سالاری یزیدی فوج آئے اور اس میں ذرا برابر بھی خود کو شریک کرے۔ لیکن بد نصیبی اس کی کہ دنیا کے مال و متاع اور ملک رے کی حکومت کے لالچ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اس قتل و جنگ سے بھی خلاصی چاہتا تھا اور لالچ نے اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ مگر ابن زیاد کی فتنہ پروری اور خونریزی کے ناپاک ارادوں نے عمرو بن سعد کی جو کوشش مصلحانہ تھی اس کو پورا نہ ہونے دیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد کی آخری گفتگو

چنانچہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب عمرو بن سعد کی مایوسی اور خاموشی دیکھی تو آپ نے جان لیا کہ یہ یزیدی حکومت کے ناپاک احکامات جو میرے متعلق کئے گئے ہیں اس پر یہ تفکر میں پڑا ہوا ہے۔ آپ نے خود اس کو پیغام بھیجا کہ آج رات مجھے ملوتا کہ تم سے کچھ ضروری باتیں کروں اس نے کہلا بھیجا کہ میں فلاں علیحدہ مقام پر آپ سے ملاقات کروں گا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب اس وقت رات کو گئے تو شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوالفضل العباس کو بھی ہمراہ لے گئے اور اہر عمرو بن سعد خود اور اپنے ہمراہ اپنا بیٹا حفص اور ایک خاص غلام ہمراہ لے گیا سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اس رویہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ابن سعد کی اس مایوسی کو بھی برداشت نہ کر سکے اور خود اس کو ملنے کی خواہش ظاہر کی تاکہ دشمن کو کسی بات کا کہیں وہ سراغ نہ مل سکے جس سے وہ خود کو بارگاہِ خداوندی میں عذر کر کے بچا سکے اور یہ حکیمانہ اقدام تھا۔ (ایضاً)

جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور عمرو بن سعد کے درمیان گفتگو ہوتی رہی اور موجود صورت حال پر کئی امور زیر بحث آئے اور سلسلہ کلام بڑھتا گیا یہاں تک کہ آپس میں مخصوص باتیں بھی ہوئیں۔ جن کا حاصل یہ ہے۔ کہ امام نے فرمایا:

وَيَلٰك يَا اَبْنِیْ سَعْدًا مَا تَتَّقِیْ اللّٰهَ الَّذِیْ اِلَیْهِ مَعَادُكَ وَتُقَاتِلُنِیْ وَاَنَا بَنُ مِّنْ عَلِمْتُ۔ ذٰلِهُوَ لَءِ الْقَوْمِ وَكُنْ مَعِیْ فَإِنَّهُ اَقْرَبُ لَكَ اِلَى اللّٰهِ۔
تو اس خدا سے نہیں ڈرتا جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے تو مجھ سے جنگ کرتا ہے حالانکہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں کس کا فرزند ہوں اس قوم کو چھوڑ اور میرا ساتھ دے کہ یہ خدا کی خوشنودی کے

زیادہ نزدیک ہے۔

عمرو بن سعد نے کہا اَخَافُ اَنْ یَّهْدِمَ کَارِجِیْ مجھے خوف ہے کہ میرا گھر ڈھادیا جائے گا۔ سرکار امام نے فرمایا اگر ان لوگوں نے تمہارا گھر ڈھایا تو میں تمہیں گھر بنا دوں گا۔ عمرو بن سعد نے کہا مجھے خطرہ ہے کہ میری جائیداد ضبط کر لی جائے گی سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں اپنے مالِ حجاز سے تیری موجودہ جائیداد سے بہتر جائیداد تجھے لے کر دوں گا عمرو بن سعد نے کہا بَیْ عِیَالٍ وَاَخَافُ عَلَیْهِمْ۔ میرے اہل و عیال ہیں مجھے ان کی ہلاکت کا بھی ڈر ہے اس کے بعد ابن سعد خاموش ہو گیا اور سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا مَا لَكَ وَلَا غُفْرَانَكَ یَوْمَ الْحَشْرِ اِنِّیْ لَا اَزْجُوْاَنْ لَا تَاْكُلُ مِنْ بَرِّ الْعِرَاقِی۔ تجھے کیا ہو گیا؟ اللہ تجھے نہ بخشے گا اور تو قہر ہے کہ تو اب زیادہ دیر تک عراق کی گندم نہیں کھا سکے گا۔ عمرو بن سعد نے بطورِ تمسخر یہ کہانی الشَّعْبِیُّ كِتَابَتُهُ عَنِ الْیَزِیْدِ۔ اچھا

گندم نہ ملی تو جو کھا کر گزارہ کر لیں گے (قولہ مستحضر) یہ اس کا ایک مذاق تھا۔ (۱)

یہ تھیں وہ آپس کی باتیں۔ لیکن بعض لوگوں نے اس گفتگو کو کئی طریقوں سے بیان کر دیا اور کئی من گھڑت باتیں بھی بنالیں۔ صاحب الحیات فرماتے ہیں مُخْتَصِرُ النَّاسِ فِي مَا يَكُونُ بَيْنَهُمْ ظَنًّا۔ لوگوں نے اس مابین گفتگو کو قیاس آرائیوں سے بیان کیا ہے۔ جو کچھ صحیح ہے وہ بیان کر دیا گیا ہے۔

یزیدی لشکرِ جرار کی کل تعداد تیس ہزار

عبداللہ ابنِ زیاد بذاتِ خود کوفہ اور کربلا کے درمیان ایک جگہ مقامِ نخیلہ پر آ گیا اور یہاں اقامت اختیار کی۔ تاکہ نوے میل کوفہ۔ دارالامارت تک حالات کے پہنچنے میں جو تاخیر ہوتی ہے وہ دور ہو جائے۔ میں اتنا نزدیک ہو جاؤں کہ تمام کام کی دیکھ بھال بھی ہوتی رہے اور مجھ تک جلدی جلدی خبریں پہنچتی رہیں چونکہ یہ پہلے حرا بنِ ریاحی کی سربراہی میں ایک ہزار کا لشکر بھیج چکا تھا اور پھر اس کے بعد چار ہزار کا لشکر عمرو بن سعد ذی الجوشن چار ہزار، کعب بن طلحہ تین ہزار، شیت بن ربیع ایک ہزار حصین بن نمیر چار ہزار نصر بن حرتہ تین ہزار جبار بن ابجر ایک ہزار مغاریہ بن وثنہ مازنی تین ہزار یزید بن رکاب کلبی دو ہزار، یہ کل تعداد پچیس ہزار ہوتی ہے۔ لیکن اگر تحقیق کی روشنی میں ان کی کل تعداد دیکھی جائے تو وہ اعلیٰ ثبوت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے ملتا ہے آپ سے پوچھا گیا کہ حضور کتنی قومِ اشقیاء یعنی دشمنی لشکر کی تعداد تھی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے جو اس وقت سنا اور جو میری آنکھوں نے دیکھا۔ (۲)

ابنِ ابی زیاد زَلَّ اُرْسَلْ اِلَى ابْنِ سَعْدٍ بِالْعَسَاكِرِ حَتَّى يَكْمُلَ عِنْدَهُ ثَلَاثُونَ اَلْفًا مَابَيْنَ فَارِسَ وَرَاجِلٍ ثُمَّ كَتَبَ اِلَيْهِ ابْنُ زِيَادٍ اِنِّي لَمْ اَجْعَلْ لَكَ عِلَّةً فِي كَثْرَةِ الْحَيْلِ وَالرِّجَالِ..... (۳)

الحاصل کلام سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام ابنِ حسین یہ ہے کہ ابنِ زیاد نے اس قدر لشکر پر لشکر روانہ کیے کہ ان کی تعداد تیس ہزار ہو گئی اور اس کے باوجود عبداللہ نے عمرو بن سعد کو لکھا کہ دیکھو میں نے فوجیں کی فوجیں بمعہ سوار یوں اور تیروں، برچھوں اور تلواروں (اسلحہ جنگ سے لبریز) تمہیں دے دی ہیں اور صبح و شام مجھے تمہارے کام کی خبر ملتی رہنی چاہیے۔ اب تمہیں کسی قسم کے عذر کی گنجائش نہیں رہی (یعنی بہانہ جنگ نہ کرنے کا) اور یہ فوجیں جن کی تعداد تیس ہزار تھی چھ یوم تک پہنچ چکی تھیں۔

معلوم ہوا کہ یزیدی فوج کی کل تعداد تیس ہزار تھی اور یہ تمام لشکرِ جرار صرف اور صرف اس میدانِ کربلا میں اس لیے اکٹھا کیا گیا تاکہ نواسہ سیدالابرار محبتِ جگر بنتِ نبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم اور جگر گوشہ حیدر کرار اور ان کے خاندان و رفقاء احباب و اصحاب کو قتل کر دیا جائے اور کربلا کی زمین ان کے خون سے رنگین ہو جائے۔ پھر حیرت ہے کہ اتنا لشکرِ جرار صرف ایک سو پینتالیس نفوسِ عالیہ کے لیے جمع کیا گیا۔ کہاں تیس ہزار اور کہاں ایک سو پینتالیس۔

سپاہِ حسینی کی کل تعداد ایک سو پینتالیس (اور اقوالِ افراط و تفریط)

مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں پر یہ بات واضح کر دی جائے کہ جہاں تک لشکرِ یزید اور سپاہِ حسینی کا تعلق ہے اس میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے یزیدی فوج کی تعداد بیس ہزار اور بعض نے پچاس ہزار اور بعض نے پینتیس ہزار بعض نے بائیس ہزار اور بعض نے تو اسی ہزار اور بعض نے اٹھارہ ہزار لکھی ہے۔ یہ تمام اقوالِ افراط و تفریط تک گئے اور ایک دوسرے سے بڑھتے یا کم ہوتے گئے۔ لیکن میں نے جو اصل تحقیق کی اس کے مطابق تیس ہزار تک یزیدی لشکر کی تعداد تھی۔ رہا سپاہِ حسینی کی تعداد تو اس میں بھی شدید اختلاف پڑ گیا بعض نے ان کی تعداد بہتر لکھی ہے بعض نے بیاسی بعض نے ستر بعض نے تہتر بعض نے ایک سو چالیس بعض نے دو سو چوبیس بعض نے ایک سو ستر بعض نے ایک سو چودہ بعض نے ایک ہزار یعنی یہ بھی ایک دوسرے سے کچھ کم اور کچھ بڑھ کر لکھی گئی ہیں لیکن مستند کتابوں میں بالتحقیق سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام سے صحیح تعداد کا پتہ چلتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: سپاہِ حسینی کی تعداد کتنی تھی؟ تو آپ نے فرمایا کہ کل تعداد وہی رفقاء و اصحاب و اہل بیت و اہل بیت سمیت ایک سو پینتالیس تھی۔ یہ تھے جملہ سپاہِ حسینی کے نفوسِ عالیہ کی تعداد جو مستندہ کتابوں میں موجود ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر سب شخصیتوں کی شہادتوں کا بمعہ اسماء کے ذکر آئے گا۔

ساتویں محرم خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم پر بندشِ آب

وہ بات جو ۲ محرم سے ۶ محرم تک جاری تھی اب وہ ساتویں محرم کو اس مقام پر آ پہنچی کہ دریائے فرات کا پانی جس کو پانچ یوم تک تو پہلے ہی بڑی دشواری کے ساتھ اس بے آب و گیاہ چنیل میدان میں دریائے فرات سے خاندانِ نبوت پانی استعمال کرتے رہے اور پیتے بھی رہے لیکن اب ساتویں محرم کو مکمل طور پر خاندانِ نبوت کو پانی استعمال کرنے یا پینے کے لیے بندش کو عملی شکل دی جا رہی ہے یزیدی فوج کے سربراہ نے عمرو بن سعد کو سینکڑوں کی تعداد میں فوجی دستہ دیا کہ تم دریائے فرات پر سب کو متعین کر دو اور اتنی دور تک پہرہ لگاؤ کہ سپاہِ حسینی میں سے کوئی بھی کسی حصہ سے بھی پانی نہ لے سکے ایک قطرہ پانی ان تک نہ پہنچنے پائے۔ اَمْنَعَهُ مِنَ الْمَاءِ فَلَا يَذُوقُوا مِنْهُ قَطْرَةً۔ (احیات)

اس بندشِ آب کے بعد قافلہٗ حسینی اور ان کے رفقاء و اصحاب اور بالخصوص خواتینِ مقدسہ اور بچوں پر کیا گزر رہی ہوگی جب زمین آگ اگل رہی ہو اور آسمان تپش دے رہا ہو اور کوئی ٹکڑا سایہ کے لیے نظر نہ آ رہا ہو ایسے چنیل ریگستانی تپتے ہوئے میدان میں جب پانی تک بند کر دیا جائے تو اس کا اندازہ لگانا مشکل نہ ہوگا کہ خاندانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوا ہوگا۔ بوجہ شدتِ پیاس العطش۔ العطش کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور ساقی کوثر کے خاندان کے دلارے آج قطرہ آب کو ترس رہے ہیں۔

حصولِ آب کے لیے برید بن حفص ہمدانی کی کوشش کا رگرتا بت نہ ہو سکی

جب پیاس کی شدت بڑھ گئی تو سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء و اصحاب میں سے ایک شخص برید بن حفص ہمدانی نے سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام سے اجازت طلب کی کہ اس بندشِ آب اور خاندانِ نبوت کی العطش کی صداؤں کے پیش نظر مجھے یزیدی فوج کے سربراہ عمرو بن سعد سے بات کرنے دیں چنانچہ برید بن حفص ہمدانی اجازت لے کر عمرو بن سعد کے پاس گئے تو اسے کوئی سلام وغیرہ نہ

کہا۔ اس نے کہا اے ہمدانی اجازت لے کر میرے پاس آئے ہو اور سلام تک نہیں کیا۔ اے ہمدانی کیا میں مسلمان نہیں ہوں جو تم نے مجھے سلام بھی کیا ہمدانی نے کہا اَنْتَ مُسْلِمًا وَعَمْرُوَةُ رَسُولُ اللّٰهِ تَرِيْدُ قَتْلَهُمْ کیا تم مسلمان ہو جو کہ رسول اللہ ﷺ کی عزت کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ عمرو بن سعد نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا پھر ہمدانی نے کہا۔

فَهَذَا الْمَاءُ الْفَرَاتُ يَشْرَبُ الْوَحُوشُ وَالطَّيُورُ وَحَسْبُ
أَبْنِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَآخَوَانُهُ وَنِسَاءُ أَهْلِ بَيْتِهِ
وَإِطْفَالُهُ يَمُوتُونَ عَطَشًا قَدْ حَلَّتْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَاءِ
الْفَرَاتِ أَنْ يَشْرَبُوا۔
دریائے فرات کا پانی وحوش و طیور پی رہے ہیں لیکن حسین ابن علی
اور ان کے بھائی اور خواتین اور اہل بیت اور بچے پانی نہ ملنے سے
دم توڑ رہے ہیں۔

اس کے جواب میں عمرو بن سعد نے کہا:

وَاللّٰهُ يَا أَحَا هَمْدَانِ إِنِّي أَعْلَمُ لَكِنْ دَعَانِي عَبْدُ اللّٰهِ مِنْ
دُونِ ذَلِكَ. (الحیات)
اے ہمدانی میں خوب جانتا ہوں مگر کروں کیا مجھے عبید اللہ ابن زیاد
نے اس کام پر مامور کیا ہے۔ ہمدانی کو یقین ہو گیا کہ اس پر قطعاً
کچھ اثر نہیں۔ مایوس ہو کر بارگاہِ امامِ علیؑ میں آ گئے۔

نویں محرم اور ایک رات کی مہلت

نویں محرم کی عصر کے وقت عمرو بن سعد نے اپنی فوجوں کو پیش قدمی کا حکم دے دیا اور ظالم کثرتِ سپاہ اور مادی قوت و طاقت کے
نشہ میں سرشار ہتھیاروں کو چھکار تے اور گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آگے بڑھے۔ رفقاء و احباب نے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا
حضور! یہ حملہ کے ارادے سے آرہے ہیں۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان سے جا کر پوچھو کہ تم کیا چاہتے ہو؟ چنانچہ بیس سوار
ان کی طرف بڑھے اور جا کر ان سے کہا ظالمو کیا چاہتے ہو؟ کہنے لگے ہمیں والی کوفہ کا حکم نامہ آیا ہے کہ یا تو یزید کی بیعت کر لو ورنہ فیصلہ
کن جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جب یہ پیغام امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو دیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو کہو کہ ہم یہ تو نہیں کر سکتے لیکن ہاں
اپنی جانیں اس کی راہِ حق میں دینے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ لیکن آج رات ٹھہر جاؤ ہمیں صرف ایک رات کی مہلت دے دو پھر تمہارا
جس طرح جی چاہے کر لینا۔ عمرو بن سعد نے جواب میں یہ کہلا بھیجا ٹھیک ہے اگر آپ کل تک بھی بیعتِ یزید کو قبول کر لیں گے تو ہم کچھ
نہیں کہیں گے ورنہ کل تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

شبِ عاشورا کے دلہ روز واقعات

آلِ رسول ﷺ کے لیے عاشورا کی رات تمام راتوں سے سخت رات تھی۔ تمام ظاہری اسباب منقطع ہو چکے تھے اور سبھی کو اپنی
اپنی شہادت کا مکمل یقین ہو چکا تھا۔ کل کو آنے والے دن کا نقشہ ان کی آنکھوں کے سامنے منڈلا رہا تھا کہ کل شام کیسی قیامت خیز اور
خونی منظر کی ہوگی اور ہر ایک کو ایک دوسرے کی محبت میں یہ جدائی و صدمہ ان کے دلوں کو چھلنی کر رہا تھا۔ یہ قلق اضطراب ایک فطری
تقاضا بھی تھا۔ اس صورت کے مطابق سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے شبِ عاشورہ کی نمازِ عشاء ادا فرما کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

خلاصہ خطبہ یہ ہے میں اللہ تعالیٰ بہترین حمد و ثناء سے اور وہ حمد و ثناء جو ہر حال میں خواہ مخواہ خوشی میں ہوں اس کی تعریف کرتا ہوں اور میں یہی کہتا ہوں اے میرے اللہ تیرا شکر اور احسان ہے جس نے ہم کو آل نبی ﷺ بنایا اور قرآن سکھایا اور دین حق کی سمجھ عطا فرمائی اور اس بصیرت حق پر قائم رکھا ہم اس کے شکر گزاروں میں سے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے ساتھی نہایت وفادار اور اچھے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہتر صلہ عطا فرمائے۔ میرا خیال ہے کہ ہماری جنگ ضرور ہوگی میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی ہے جس کا دل چاہے وہ بخوشی جاسکتا ہے اور اگر کسی کا ہاتھ پکڑ کر بھی ساتھ لے جانا چاہتا ہے تو اسے بھی لے جائے کسی کو کوئی مجبوری نہیں ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کو میری ضرورت ہے۔ جب تک مجھے شہید نہیں کر لیں گے سانس نہ لیں گے۔

اس خطبہ جلیلہ کے بعد خاندانِ اہل بیت اور رفقاء و احباب نے ایک زبان ہو کر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو کہا۔

کر بلا والوں کی جان راہِ حق پر قربان ہے

وَاللّٰهُ لَا تَفْعَلْ ذٰلِكَ وَلٰكِنْ نَقْدِيْكَ اَنْفُسَنَا وَاَمْوَالَنَا وَاَهْلِيْنَا وَنَفَاتِلَ مَعَكَ حَتّٰى يَعْلَمَ اللّٰهُ اِنَّا حَقَقْنَا غَيْبَةَ رَّسُوْلِهِ فِیْكَ اَمَّا وَاللّٰهُ لَوْ عَلِمْنَا اِنَّا قُوْتِلْنَا ثُمَّ اَحْيَاكُم ثُمَّ قُوْتِلْنَا ثُمَّ اَحْيَاكُم ثُمَّ اَحْيَاكُم ثُمَّ نَذٰى يَفْعَلْ بِنَا سَبْعِيْنَ مَرَّةً لِّمَا فَارَقْنَاكَ وَكَيْفَ لَا تَفْعَلْ ذٰلِكَ وَاِنَّمَا هِیْ قَتْلَةٌ وَّاحِدَةٌ ثُمَّ هِیَ الْكِرَامَةُ الَّتِیْ قَضٰ وَلَهَا اَبَدًا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ خدا کی قسم ہم ایسا کبھی نہیں کر سکتے ہماری جانیں، مال، اہل و عیال سب آپ پر قربان ہم آپ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ کریں گے اس زندگی کا برا حال ہو جو آپ کے بعد ہو اور آپ کو اس حال میں چھوڑیں۔ ہم اپنے عملی کردار سے ثابت کریں گے کہ اللہ اور رسول ﷺ پر غیب میں کیسا حق ادا کرتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم کو معلوم ہو کہ ہم قتل کیے جائیں پھر زندہ کیے جائیں پھر زندہ جلا کر رکھ کیے جائیں پھر ستر بار ہماری راکھ اڑادی جائے اور پھر ایسا ہی کیا جائے تب بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتے اور آپ کے ساتھ رہیں گے ہم کو یقین ہے کہ ایک بار قتل ہوں گے پھر اسی پر ابدی عزت و حیات پائیں گے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو یہ یقین ہو گیا کہ تائیدِ حق میں یہ میرے ساتھ دلی طور پر ہیں اور اپنی عزیز جانیں راہِ حق میں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں اور یہ میرے ساتھ اس طرح مانوس ہیں جیسا کہ ماں کے ساتھ بچہ۔

جانشانِ حق اور محلاتِ جنت

جب سیدنا امام عالی مقام نے تمام رفقاء و احباب کو آزمایا تو پھر ان کو فرمایا میں تم کو اب بشارت دیتا ہوں کہ سوائے محرماتِ رسول ﷺ کے تم سب کل شہید کر دیے جاؤ گے اور تمہارے بعد بالآخر میں بھی شہید ہو جاؤں گا۔ اِنَّكُمْ تُقْتَلُونَ عَدَا۔ تم میں کوئی زندہ نہ بچ سکے گا اور سب شہید کیے جاؤ گے۔ سب نے عرض کیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي شَرَّفَنَا بِالْقَتْلِ مَعَكَ۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے آپ کے ساتھ ہم کو جان قربان کر دینے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ سیدنا امام عالی مقام نے فرمایا۔

ارْقَعُوا رُءُوسَكُمْ وَاَنْظُرُوا فَتَعْجَلُوا يَنْظُرُونَ اِلٰى مَوَاضِعِهِمْ وَمَنْ اَزِلَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَهُوَ يَقُولُ هَذَا مَن لِّكَ يَا فَالَسْ يَا فَالَسْ (ایضاً)

آسمان کی طرف سر کو اٹھاؤ اور آنکھوں سے دیکھو اور اپنے اپنے جنتی محل دیکھ لو پھر ایک ایک کا نام اور محل کی طرف اشارہ کر کے فرماتے یہ اس کا ہے یہ اس کا ہے۔

جب سب کی نگاہوں سے حجاب اٹھے تو انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے اپنے مقامات کا نظارہ کیا تو وہ خوش ہوئے یہی وجہ تھی کہ تائبِ حق کے لئے ان جانشانوں نے تیروں، تلواروں اور نیزوں کے حملوں کو اپنے سینوں اور بدنوں سے روکا۔ تاکہ ہم اس مقامِ حقیقی وابدی کو جلد از جلد پہنچ سکیں۔

کر بلا کی سیدزادیوں سے سید کا خطاب

اس کے بعد سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ خیمے کے اندر خواتینِ محرماتِ مقدسہ کے پاس تشریف لائے۔ ایک طرف سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑے ہیں اور دوسری طرف سیدہ زینب رضی اللہا عنہا اور ان کے ساتھ دیگر خواتینِ مقدسہ اور نختِ جگر سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی ہیں اور دیکھ رہی ہیں کہ کل کیا ہوگا؟ اور ہمارا کون ہوگا؟ اس حال میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے آکر فرمایا اے خاندانِ اہل بیت کی سیدزادیو اور سالارِ قافلہ سیدزادیاں زینب رضی اللہ عنہا کل میرے بعد تمہی ان کی سالار ہوگی۔

تُعْزَى بِعِزِّاءِ وَاللّٰهِ وَاعْلَمُوا اَنَّ اَهْلَ الْاَرْضِ يَمُوتُونَ وَاَهْلَ السَّمَاءِ لَا يَمُوتُونَ وَاَنَّ كُلَّ شَيْءٍ مَّلَكٌ اِلَّا وَجْهَهُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِهِ وَيَبْعَثُ الْخَلْقَ وَيُعِيدُهُمْ وَهُوَ وَحْدَهُ جَدَّتِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَاَبِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ وَاَخِيْ خَيْرٌ مِنِّيْ لِكُلِّ مُسْلِمٍ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم اُسُوَّةً (ایضاً)

صبر و ضبط کرو یقین رکھو سب اہل زمین مر جائیں گے اور اہل آسمان بھی زندہ نہ رہیں گے ہر چیز فنا ہو جائے گی سوائے اس اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک کے جس نے اپنی قدرتِ کاملہ سے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا اور پھر سب کو اپنی قدرت سے زندہ اٹھائے گا اور وہ اپنی ذات و صفات میں یگانہ ہے میرے نانا جان جو سب سے بہتر میرے ابا جان جو مجھ سے بہتر میرے بھائی جان جو مجھ سے بہتر ہیں وہ سب اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے اور دارِ بقاء چلے گئے تو میں کیونکر

یہاں رہ سکتا ہوں پس ہر مسلمان کے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی نمونہ ہے۔

اے میری بہن زینب رضی اللہ عنہا تم کو بالخصوص تاکید کرتا ہوں کہ صبر کا دامن تھامے رکھنا اگر سالار قافلہ کا یہ حال ہوگا تو میرے چھوٹے بچوں اور بیویوں کی نگہبانی کون کرے گا پھر آپ نے اس کے علاوہ اور وصیتیں فرمائیں اور فرمایا آج تم اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کرو۔ زمین جگمگا اٹھی جب دل سے کیں عبادتیں

شبِ عاشورا کو وعظ و نصیحت و وصیت کے بعد حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء و احباب نے ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری۔

پس تمام رات نماز و نفل اور استغفار اور دعا و پکار اور گریہ میں اللہ کے حضور گزار دی اور یہی حال آپ کے رفقاء و احباب کا تھا خیام حسین رضی اللہ عنہ سے تسبیح و تہلیل کی یوں جھنجھناہٹ سنائی دیتی تھی جیسے شہد کے چھتہ سے جھنجھناہٹ کی آواز آتی ہے کوئی رکوع میں ہے کوئی سجود میں اور کوئی قیام میں ہے۔

الغرض قافلہ حسینی نے ریگستانِ تپتے ہوئے میدان میں ساری رات عبادتِ خداوندی سے وہ سماں پیدا فرما دیا کہ کربلا کی زمین ذکرِ خدا سے جگمگائی۔

ماہِ محرم الحرام اور فضائلِ یومِ عاشورا

بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے ان میں سے چار حرمت والے ہیں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو۔

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الَّتِيْنَ الْقَيْمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ (پ ۱۰ سورہ بقرہ)

آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ۱۔ محرم، ۲۔ صفر، ۳۔ ربیع الاول، ۴۔ ربیع الثانی، ۵۔ جمادی الاولیٰ۔ ۶۔ جمادی الاخریٰ، ۷۔ رجب، ۸۔ شعبان، ۹۔ رمضان، ۱۰۔ شوال۔ ۱۱۔ ذیقعدہ۔ ۱۲۔ ذوالحجہ۔ اور ان بارہ مہینوں میں چار مہینے بڑے عزت والے ہیں۔ علماء مفسرین نے ان چار مہینوں کے نام یہ بتائے ہیں ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب بعض نے ربیع الاول اور بعض نے رمضان ان دو کو شامل کر کے ذیقعدہ اور رجب شامل نہیں کیے اور بعض نے ذیقعدہ کی بجائے شعبان شامل کیا ہے۔ لیکن ان چاروں میں دو پر اختلاف اور دو پر اتفاق یہ ہے کہ محرم الحرام جو اسلامی مہینوں میں سے پہلا مہینہ اور اسی سے سال کی ابتداء ہوتی ہے وہ مراد ہے اور دوسرا ان مہینوں کا آخری مہینہ ذوالحجہ ایامِ حج کا ہے۔ تمام مہینوں پر افضلیت اور فوقیت محرم الحرام کو حاصل ہے اور تمام دنوں پر یومِ عاشورا کی فضیلت زیادہ ہے۔ بلکہ بعض نے محرم کی دس راتوں کو آیت ولیل عشر سے یہی دس راتیں مراد لی ہیں۔ یا ذوالحجہ

یا محرم۔ لیکن دن دسواں یعنی یومِ عاشورا کی اہمیت سب پر بلند ہے۔

شَرَّفَ عَلَى هَذِهِ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَاشُورَاءَ وَخَلَقَ فِيهَا الْأَنْبِيَاءَ
وَإِذْ عَلَيْنَا السَّلَامُ وَأَمْنًا حَوًّا عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَزْشُ
وَالْكُذْبَى وَاللُّوْحَ وَالْقَلَمَ وَالْجَنَّةَ الْمَأْوَى وَالرَّحْمَةَ
وَالْأَرْوَاحَ وَالْأَرْضَ وَالسَّمَاءَ وَشَرَّفَ فِيهِ بِالنَّبُوءَةِ بَعْضُ
الْأَنْبِيَاءِ (۱)

اور دنوں پر عاشورے کے دن کو شرف دیا ہے اور اس میں نبیوں کو
پیدا کیا ہے اور اس میں آدم اور حوا سلام اللہ علیہما اور عرش و کرسی
لوح و قلم و جنت الماویٰ و رحمت ارواح اور زمین و آسمان کو پیدا کیا
ہے اور بعض نبیوں کو بھی اس دن نبوت کے ساتھ شرف بخشا۔

سرکارِ سیدنا غوث الثقلین پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔

”حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تو یومِ عاشورہ حضرت اور یس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو یومِ عاشورہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی گردن پر چھری چلائی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام کو چھری سے نجات ہوئی تو یومِ عاشورہ اور جنت سے فدیہ دینے کا آ کر ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تو یومِ عاشورہ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر ٹھہری تو یومِ عاشورہ اور خصوصی کروٹ اصحاب کہف جب بدلتے ہیں تو یومِ عاشورہ حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نجات ملی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوئی تو یومِ عاشورہ۔ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت داؤد کو ذنب سے مغفرت ملی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات ہوئی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت داؤد کو ذنب سے مغفرت ملی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت خضر علیہ السلام کو علم باطن ملا تو یومِ عاشورہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکومت کی بادشاہی ملی تو یومِ عاشورہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تو یومِ عاشورہ۔ حضور علیہ السلام کی مدد کی گئی غار میں تو یومِ عاشورہ۔ دنیا میں پہلی بارش ہوئی تو یومِ عاشورہ۔ جنت و نار بنائے گئے تو یومِ عاشورہ۔ آسمان و زمین بنائے گئے تو یومِ عاشورہ۔ پہاڑ اور سمندر بنائے گئے تو یومِ عاشورہ۔ جبریل و میکائیل و عزرائیل و اسرافیل بنائے گئے تو یومِ عاشورہ اور فرشتوں کو بنایا گیا تو یومِ عاشورہ۔ عرش و کرسی بنائی گئی تو یومِ عاشورہ اور لوح و قلم بنائے گئے تو یومِ عاشورہ اور جب سیدنا امام عالی مقام سیدنا امام حسین نواسر رسولِ فرزند علی السلول جگر گوشہ ہر اہلِ قبول اور خاندانِ نبوت و ان کے اعز و اقارب و احباب کربلا کے پتے ہوئے چنیل میدان میں شہید کیے گئے تو اس وقت بھی یومِ عاشورہ اور جب قیامت پر پاہوگی تو بھی یومِ عاشورہ۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ یومِ عاشورہ کی فضیلت اسی لیے زیادہ ہے کہ یہ دن نور علی نور ہے اسی لیے یہ لفظ اصل میں عاش نوراً تھا۔ نون تخفیفاً حذف ہو گیا اور عاشورہ گیا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس دن کی جو عزت کرے گا۔ وہ نور علی نور زندگی بسر کرے گا۔ پروردگار عالم نے جتنے انعام و اکرام کے کام کیے اسی یوم کو کیے تاکہ اسی کی قدر و منزلت جانی اور سمجھی جائے اور اس دن کا ہر کام باعثِ برکت بلکہ اس کا احترام سال بھر کے لیے بہتر ہے۔ روزہ رکھنا صدقہ کرنا، نماز نفل پڑھنا، علماء کی زیارت کرنا، بزرگوں کی بارگاہوں میں حاضری دینا، قبور کی زیارت کرنا، یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا، اپنے اہل و عیال پر مال خرچ کرنا، غسل کرنا، بیمار پر کسی کرنا سب امور مستحب ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عاشورے کے دن اپنے بال بچوں پر فرانی کرے گا اور کھانے پینے میں وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال فرانی فرمائے گا اور رزق میں کشادگی کرے گا۔ (بیہقی)

۱۔ عاشورہ کے روز غسل کرے اور چار رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ پندرہ مرتبہ پڑھے اور ثواب بہارِ وحسنین شہیدین کو کرے۔

۲۔ عاشورہ کے روز غسل کر کے دو رکعت نماز اسی طرح پڑھے کہ دونوں رکعتوں میں الحمد کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھے۔ سلام کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور نو مرتبہ درودِ ابراہیمی پڑھے کہ یہ دعا پڑھے عمر بھر میں خیر و برکت اور زندگی میں فلاح و نعمت حاصل ہوگی۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَأَ الْمِيزَانَ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَرِثَةَ الْعَرْشِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَأَ الْمِيزَانَ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَرِثَةَ الْعَرْشِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَأَ الْمِيزَانَ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَرِثَةَ الْعَرْشِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ عَدَدَ الْخَلْقِ وَمَلَأَ الْمِيزَانَ وَمُنْتَهَى الْعِلْمِ وَمَبْلَغَ الرِّضَاءِ وَرِثَةَ الْعَرْشِ لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا وَلَا خَلَاصَ وَلَا مَنَاصَ وَلَا مَغْرِبَ وَلَا مَفْرَغَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ كَلِمَاتِ اللَّهِ الثَّامَةِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ وَهُوَ حَسْبِي وَنِعْمَ الْوَكِيلُ وَنِعْمَ الْهَادِي وَنِعْمَ النَّصِيرُ غَفَرَ لَكَ رَبُّنَا وَالتَّيْبُ الْبَصِيرُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَنُورِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ وَهُوَ أَزَمُّ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ يَا قَابِلُ تُوْبَةِ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا رَافِعَ إِذِ ابْنِيسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُنْجِيَّ إِسْمَاعِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا جَامِعَ شَمْلٍ يَعْقُوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا غِيَاثَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ نَارِ مُرُودٍ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُخْلِصَ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنَ بَطْنِ إِسْمَاعِيلَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَا سَامِعَ دَعْوَةِ مُوسَى وَهَارُونَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مَسِيكَ سَفِينَةَ نُوحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا كَاشِفَ الطُّرْثُوبِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا غَافِرَ الذَّنْبِ لِدَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا زَاكِرَ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي عَلَيْهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا نَاصِرَ مُحَمَّدٍ رَسُولَ اللَّهِ فِي الْغَارِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُعْطِيَ الشَّهَادَةِ لِلْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي أَرْضِ الْكَرْبَلَاءِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ الْجِبَالِ وَالْغَارِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ الْعَرْشِ وَالْكُرْسِيِّ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ جِبْرَائِيلَ وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيلَ وَعِزْرَائِيلَ وَالْمَلَكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا خَالِقَ آدَمَ وَحَوَّاءَ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُعْطِيَ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلِكَ وَالْحَاكِمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُغْرِقَ فِرْعَوْنَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا مُنْجِيَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيَا غَافِرَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّي اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَا إِلَهَ يَارَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا خَالِقَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ بِحَقِّ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَبِحَقِّ حَيْدَرِ الْكَوَاكِيبِ وَبِحَقِّ فَاطِمَةَ بِنْتِ سَيِّدِ الْأَبْرَارِ خَلِصْنَا مِنَ الْكُفَّارِ يَا عَزِيزُ يَا غَفَّارُ وَيَا قَاضِيَ الْحَاجَاتِ وَيَا وَلِيَّ الْحُسَنَاتِ وَيَا دَافِعَ السَّيِّئَاتِ إِدْفَعْ سَيِّئَاتِنَا بِجَاهِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَيَا مَلِكَ يَوْمَ الدِّينِ يَا تَعَبُدَ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ فِي أُمُورِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ يَا اللَّهُ بِحَقِّ عِزَّةِ

رَسُولِ اللَّهِ وَحُرْمَتِهِ وَبَرَكَتِهِ وَشَانِهِ وَجَلَالِهِ وَجَمَالِهِ نَحْنُ مَنْ شَرِّ حَالِيَدٍ إِذَا أَحْسَدٍ وَنَحْنُ مِنَ الطَّاعُونَ وَالْوَبَاءِ وَمَنْ شَرِّ كُلِّ النَّبَلَاءِ بِحُرْمَةِ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَى الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ آمِينَ ثُمَّ آمِينَ.

ایک خاص نماز نفل

ماہِ محرم الحرام کا چاند نظر آتے ہی پہلی محرم سے دس محرم تک دن یا رات کو بلا قید و وقت روزانہ چار رکعت نماز نفل ہر دو رکعت کے بعد سلام اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد پندرہ مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اور ان کا ثواب سرکارِ سیدنا امام حسین علیہ السلام کو پہنچائے۔
ان دس روز نماز نفل کی فضیلت اور شان بیان کرنے سے قاصر ہوں۔^(۱)

مجرّب عملیات و تعویذات

گریہ اطفال کے لیے

جب کوئی بچہ سوتے میں یا جاگتے میں بہت روتا ہو تو ان آیات کریمہ کو چینی کی طشتری میں لکھ کر دھو کر پلائے اور منہ پر بھی چھینے دے۔ انشاء اللہ بچہ رونے سے باز رہے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ يُحَقِّقُ وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا.
اور ان دونوں نقشوں کو لکھ کر گلے میں ڈال دے۔

۶۸۷

| | | | |
|----|----|----|----|
| ۸ | ۱۱ | ۱۴ | ۱ |
| ۲ | ۴ | ۷ | ۳ |
| ۳ | ۱۶ | ۹ | ۶ |
| ۱۰ | ۵ | ۴ | ۱۵ |

۶۸۷

| | | |
|---|---|---|
| ۶ | ۱ | ۸ |
| ۷ | ۵ | ۲ |
| ۲ | ۹ | ۴ |

حاجت برآری کے لیے

جمع حاجات دینی و دنیوی کے لیے بعد نمازِ مغرب قبلہ رو بیٹھ کر سو بار درود شریف پڑھ کر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الخ پانچ سو مرتبہ پڑھے۔ پھر ایک سو مرتبہ يٰ فَتَّاحُ اور ایک سو بار يٰ وَهَّابُ اور سو بار يٰ اَزِزُ اور ایک سو بار يٰ مُعِزُّ اور ایک سو بار يٰ سَلَامُ پڑھ کر حاجت مانگے پروردگار انشاء اللہ تعالیٰ مراد پوری کرے گا۔

اولادِ زینہ کے لیے

جس کے ہاں اولادِ زینہ نہ ہوتی ہو تو اس کو چاہیے کہ ایک ہزار مرتبہ یا خَالِقِ پڑھا کرے اور اسی اسم شریف کو چاندی پر کندہ کرا کے اپنے مگر طالع برج حمل ہو اور اپنی بیوی سے ہم بستر ہو۔ عورت حاملہ ہوگی اور فرزند زینہ پیدا ہوگا۔ انشاء اللہ۔ اس نقش کو بھی اپنے پاس رکھے۔

۷۸۶

| | | | |
|----|-----|-----|----|
| ق | ل | ا | خ |
| ۹۷ | ۲ | ۳۱ | ۹۹ |
| ۳۲ | ۳ | ۹۸ | ۳ |
| ۲ | ۴۹۹ | ۱۰۱ | ۲۹ |

مفلسی دور کرنے کے لیے

جو شخص مفلس پریشان ہو اس کو چاہیے کہ پہلی ساعت میں جمعہ کے روز یا بائیدٹ کو ایک ہزار بار پڑھے اور ہر روز ورد کرے اور یہ نقش اپنے پاس رکھے۔ انشاء اللہ مفلسی سے نجات پائے اور غنی ہو جائے۔

۷۸۶

| | | | | |
|----|----|----|----|-----|
| ۵ | ۷ | ۱ | ۳ | ۹ |
| ۲ | ۴ | ۶ | ۸ | ۱۰ |
| ۱۱ | ۱۳ | ۱۵ | ۱۷ | ۱۹ |
| ۲۰ | ۲۲ | ۲۴ | ۲۶ | ۲۸ |
| ۲۹ | ۳۱ | ۳۳ | ۳۵ | ۳۷ |
| ۳۸ | ۴۰ | ۴۲ | ۴۴ | ۴۶ |
| ۴۷ | ۴۹ | ۵۱ | ۵۳ | ۵۵ |
| ۵۶ | ۵۸ | ۶۰ | ۶۲ | ۶۴ |
| ۶۵ | ۶۷ | ۶۹ | ۷۱ | ۷۳ |
| ۷۴ | ۷۶ | ۷۸ | ۸۰ | ۸۲ |
| ۸۳ | ۸۵ | ۸۷ | ۸۹ | ۹۱ |
| ۹۲ | ۹۴ | ۹۶ | ۹۸ | ۱۰۰ |

گمشدہ کے لیے

جب کوئی شخص غائب ہو جاوے سورۃ التین کو دو ہزار بار پڑھے اور یہ نقش لکھ کر پتھر کے نیچے دبا دے۔

۷۸۶

| | | | |
|------|------|------|------|
| ۳۱۰۳ | ۳۱۰۷ | ۳۱۱۰ | ۳۰۹۶ |
| ۳۱۰۹ | ۳۰۹۷ | ۳۱۰۲ | ۳۱۰۸ |
| ۳۰۹۸ | ۳۱۱۳ | ۳۱۰۵ | ۳۱۰۱ |
| ۳۱۰۶ | ۳۱۰۰ | ۳۱۹۶ | ۳۱۱۱ |

نَادِ عَلِيًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدُهُ عَوَّالًا فِي النَّوَائِبِ كُلِّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَيَنْجِلِي بَوْلَايَتِكَ يَا عَلِيُّ يَا عَلِيُّ

فضیلتِ شہادتِ قرآن و حدیث کی روشنی میں

قرآن حکیم میں متعدد آیات شریفہ موجود ہیں۔ جن میں شہیدانِ راہِ خدا کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّمْ تَشْعُرُوا.

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ.

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ روزی پاتے۔

اس آگے ارشاد فرمایا گیا۔

فَرِحْنَمَا أَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ.

شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ اپنے پچھلوں کی جو بھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔

ان آیات بالا میں شہدائے کی عظمت و شان کا ذکر فرمایا گیا جو ان کو اللہ تعالیٰ نے رضا جوئی کی خاطر اس کے دین کی بقاء اور شرف و مجد انسانی کے تحفظ کی بنا پر حاصل ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ غرض و غایت دوسری تمام اغراض و غایات سے اشرف و اعلیٰ ہے اس لیے اس کی قدر و منزلت بھی اتنی ہی بلند اور عظیم رکھی گئی ہے۔

حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مَا مِنْ قَطْرَةٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ قَطْرَةٍ دِمٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. (خصائص کبریٰ)

پروردگارِ عالم کو اس قطرہ خون سے زیادہ کوئی قطرہ محبوب نہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بہایا جائے۔

اس قطرہ خون کے بارگاہِ رب العزت میں بلند ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ پوری شہادت کو پہنچے اور وہ شہادت ہی اصل شہادت ہے۔ یعنی پوری شہادت اس کا نام ہے کہ انسان مؤمن سفر اور سختی میں مارا جائے اور اس کے گھوڑے کی کوچیں کاٹی جائیں اس کی لاش میدان میں پڑی رہے۔ اس کے سامنے بہت سے باعزت احباب اور اقارب مارے جائیں۔ اس کا مال لوٹا جائے اس کی پیہیاں اور یتیم بچے قید میں گرفتار ہوں اور یہ سب باتیں اور مصیبتیں اللہ تعالیٰ کے واسطے ہوں۔

مَتَامَ الشَّهَادَةِ أَنْ يَقْتُلَ الرَّجُلُ فِي الْغُرْبَةِ وَالْكَرْبَةِ وَانْ يَعْقُزَ بُوَهُ بِهِمِ جَفَّةً مَطْرُوحَةً وَتَقْبَلَ جَوْلَهُ جَمْعَ كَثِيرٍ مِنْ أَعْرَاقِهِ أَصْحَابِهِ وَأَقَارِبِهِ وَانْ يَنْتَهَبَ مَالَهُ وَانْ تَوَسَّرَ غَاثَهُ وَابْتِئَامَهُ وَكُلَّ ذَلِكَ فِي دَاثِ اللَّهِ. (۱)

اسی لیے پروردگارِ عالم نے مذکورہ بالا مصائب کے بعد شہادت پانے والے کو عظیم مقام اور حیاتِ ابدی کے رتبہ سے نوازا ہے۔

باب ۲۰

روزِ عاشوراً اور کر بلا سپاہِ حسینی اور لشکرِ اشقیاء

دسویں محرم یوم عاشوراء جمعہ کا قیامت نما دن آیا۔ حضرت سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے تمام رفقاء و احباب اور آلِ نبوت علیہم السلام کے ساتھ فجر کے وقت اپنی عمر کی آخری نماز باجماعت نہایت ذوق و شوق تضرع و خشوع کے ساتھ ادا فرمائی اور قرآن پاک کی آخری تلاوت فرمائی۔ بعد فراغت خیمہ کے اندر تشریف لائے۔

دسویں محرم کا سورج طلوع ہو گیا لیکن امام عالی مقام علیہ السلام اور اہل بیتِ نبوت اور رفقاء و احباب تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں ایک قطرہ آب میسر نہیں اور ایک لقمہ حلق سے نہیں اترتا بھوک اور پیاس سے جس قدر ضعف و ناتوانی کا غلبہ ہو جاتا ہے اس کا وہی لوگ اندازہ کر سکتے ہیں جنہیں کبھی دو تین وقت کے فاقہ کی نوبت آئی ہو۔ پھر بے وطنی، تیز دھوپ، گرم ریت، گرم ہوائیں۔ انہوں نے ناز پروردگانِ آغوشِ رسالت علیہم السلام کو کیسا پڑ مردہ کر دیا ہوگا۔ ان پر جو رو جفا کے پہاڑ توڑنے کے لیے تیس ہزار کا لشکرِ جرار تیر و تیر، تیغ و سناں سے مسلح صفیں باندھے موجود ہے جنگ کا نقارہ بجا دیا گیا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند اور فاطمہ زہرا علیہما السلام کے جگر بند کو مہمان بنا کر بلانے والی قوم نے جانوں پر کھیلنے کی دعوت دے دی اور یہ دینِ اسلام کی حمایت اور حق کی تائید اور جذبہ شہادت سے سرشار اور قوتِ ایمانی سے مثلِ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کے اہلِ باطل کی آنکھوں میں آ نکھیں ڈال کر سکینہ و دقار کے ساتھ اذنِ جہاد کے منتظر ہیں۔

عمر و بن سعد نے میمنہ پر عمرو بن ججاج زبیدی، میسرہ پر شمر ذی الجوشن، سواروں پر عزرہ بن قیس اجمسی، اور پیاروں پر شہب بن ربعی کو افسر مقرر کر دیا اور جھنڈا اپنے غلام کے ہاتھ میں دے دیا۔^(۱)

ادھر سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے مختصر ایک سو پینتالیس افرادِ مقدسہ کو اس طرح مرتب فرمایا۔ میمنہ پر زہیر بن قیس، میسرہ پر حبیب بن مظاہر اور جھنڈا سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ہاتھ اور ان کا اعلیٰ افسر مقرر فرما دیا۔ گویا کہ میدانِ کر بلا کے کارزار میں یزیدی فوجِ اشقیاء کے تیس ہزار اور سپاہِ حسینی کے ایک سو پینتالیس نفوسِ عالیہ۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعَلَيْهِ اَتَكْتَبِلُ۔ (ایضاً)

جنگ میں تاخیر کی وجہ

دونوں طرف سے صف بندی ہو جانے کے بعد کافی دیر تک جنگ شروع نہیں ہوئی۔ جس کی وجہ یہ معلوم ہو رہی ہے کہ ہر فریق ابتدائے جنگ دوسرے پر ڈالنا چاہتا ہے۔ قومِ اشقیاء کی یہ خواہش تھی کہ کسی نہ کسی طریقہ سے اس جنگ کی پہل کم از کم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہو جائے اور سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ چاہتے تھے کہ جب ہر معاملہ میں ظلم و جفا کی پہل ان کی طرف سے ہوئی ہے اب اس جارحانہ و ظالمانہ جنگ کی ابتداء بھی انہی کی طرف سے ہونی چاہیے آپ کی تو وقتِ آخر تک یہی کوشش رہی کہ یہاں تک نوبت نہ آنے پائے لیکن انہوں نے آپ کی کسی مصلحانہ راہ کو تسلیم نہ کیا۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کر بلا میں جنگی صف بندی پر خطبہ

اس سلسلہ کی ایک آخری کڑی اور آخری خطبہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا کر بلا میں وہ ہے جو آپ نے فریقین کی جنگی صف بندی کے موقع پر اتمامِ حجت کی خاطر اپنے ہاتھ مبارک میں قرآن پاک لیا اور سرِ انور پر عمامہ باندھا اور عربی جہہ اقدس پہنا اور گھوڑے پر سوار ہو کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو! میری بات سنو اور جلدی نہ چاؤ میں چاہتا ہوں کہ میرا جو حق تمہیں وعظ و نصیحت کرنے کا ہے وہ پورا کر دوں اور اپنے یہاں پہنچنے کی وجہ بیان کروں۔ پس اگر تم نے میری بات کو تسلیم کر لیا تو تم نیک ہو جاؤ گے اور تم کو لڑنے جھگڑنے کا موقع نہ مل سکے گا اور اگر میری بات نہ سنو گے اور انصاف سے کام نہ لو گے پھر تم اپنی طاقت اکٹھی کر لو اور مجھے ہرگز مہلت نہ دو۔ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے قرآن نازل کیا اور وہی اپنے نیک بندوں کا مددگار ہے۔

أَيُّهَا النَّاسُ اِسْمَعُوا قَوْلِي وَلَا تَعْجَلُونِي حَتَّىٰ اَعْطِيَكُمْ بِمَا يَحِقُّ لَكُمْ عَلَيَّ وَحَتَّىٰ اَعِذَّ اِلَيْكُمْ مِنْ مُقَدَّرِي عَلَيْكُمْ فَإِنْ قَبِلْتُمْ عُنْدِي وَصَدَقْتُمْ قَوْلِي وَاعْطَيْتُمُونِي النِّصْفَ كُنْتُمْ بِذَالِكِ اَسْعَدُوْكُمْ يَكُنْ لَكُمْ عَلَيَّ سَبِيْلٌ وَاِنْ لَمْ تَقْبَلُوْا اِمَّتِي الْعُنْدَ وَلَمْ تُعْطُوا النِّصْفَ وَلَا تَنْظُرُوْنَ اِنَّ وَلِيَّ اللّٰهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ (۱)

اس کے بعد یہ فرمایا:

الحاصل یہ ہے کہ اے لوگو! میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو تو سہی میں کون ہوں۔ پھر اپنے آپ پر ملامت کرو اور غور کرو کہ آیا تمہارے لیے میرا قتل کرنا اور میری جگہ کرنا روا ہے کیا میں تمہارے نبی کا بیٹا نہیں ہوں اور کیا میرے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ یہ میرے دو بیٹے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ کیا یہ بات بھی تمہیں اس بات پر مانع نہ ہو گی کہ تم بیگناہ میرا خون نہ بہاؤ۔

وَانْظُرُوْا مِنْ اَنَا ثُمَّ اَرْجِعُوْا اِلَى اَنْفُسِكُمْ فَاَنْظُرُوْا هَلْ يُصْلِحُ لَكُمْ قَتْلِيْ وَ اِنَّهَا لَكَ حُرْمَتِيْ اَلَسْتُ اَبْنُ نَبِيِّكُمْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيْ وَلَا يَحِيْ هٰذَانِ سَيِّدَا اَشْبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مَا فِيْ هٰذَا حَاجَزٌ لَكُمْ عَنْ سَفَاكِ دِمِيْ (۲)

سیدنا امام عالی مقام کا یہ تاریخی خطبہ جو میدانِ کربلا میں دیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے اس خطبہ کے متعلق گو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے لیکن یہاں پر وہی خطبہ جلیلہ درج کیا گیا جو حضرت امام نے فرمایا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ مزید آپ نے آخر میں ان کو یہ بھی فرمایا تھا کو خونِ ناحق حرام اور غضبِ الہی کا موجب ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تم اس گناہ میں مبتلا نہ ہو میں نے کسی کو قتل نہیں کیا ہے کسی کا گھر نہیں جلایا ہے کسی پر حملہ آور نہیں ہوا۔ اگر تم اپنے شہر میں میرا آنا ناپسند کرو تو تم نے خود ہی مجھے اس بے آب و گیاہ میدان میں گھیر لیا پھر بھی میں نے کئی روز کوشش کی کہ مجھے واپس جانے دو لیکن تم نے ایسا بھی نہ کرنے دیا۔ اور اب بھی میں پھر تم کو واضح کر رہا ہوں کہ تم سے کسی چیز کا طلبگار نہیں۔ تمہارے درپے آزار نہیں۔ تم کیوں میری جان کے قتل کے درپے ہو۔ تم نے کیوں میرے بچوں اور رفقاء کے لیے پانی بند کیا اور کیوں میرے مقابل ہزاروں تیر و تلوار لے کر جمع ہوئے ہو۔ تم بتاؤ میرے خون سے قیامت کے روز تک اور قیامت کے دن کیسے بری ہو سکو گے۔ روزِ محشر تمہارے پاس میرے خون کا کیا جواب ہوگا اپنا انجام سوچو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو پھر یہ بھی سمجھو کہ میں بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کس قدر منظور نظر ہوں۔ میرے والدِ معظم کون ہیں میری والدہ معظمہ کس کی نختِ جگر ہیں۔ میں کس کا نور دیدہ ہوں جن کے پل صراط پر گزرتے وقت عرش سے ندا آئے گی اے اہل محشر! اپنے چہرے جھکا لو اور آنکھیں بند کر لو کہ حضرت خاتونِ جنت پل صراط سے ستر ہزار حوروں کو رکابِ سعادت میں لے کر گزرنے والی ہیں۔ میں وہی ہوں جس کی محبت کو سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی محبت فرمایا۔ میرے فضائل و محاسن تمہیں خوب معلوم ہیں۔ (۱)

اس خطبہ جلیلہ برحق سے ارض و سما کانپ رہا ہے اور آلِ رسول ﷺ کے خاندانہ اور حضرت امام کے رفقاء و احباب ان دردناک الفاظ کو سن کر رو رہے ہیں۔ خیامِ حسینی کی حرمت مقدسہ بھی رو پڑیں۔ لیکن ان ظالموں پر پھر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ ہاں جن کے نصیب اچھے تھے ان پر اس دعوتِ حق کا ضرور اثر بھی ہوا۔ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ۔

سپاہِ حسینی میں حرا بن یزید الریاحی

چنانچہ حرا بن یزید الریاحی کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے چاہا کہ اب کسی طریقہ سے فوجِ یزید کو چھوڑ کر سپاہِ حسینی سے جا ملوں۔ حر کو یقین ہو گیا کہ فوجِ یزیدی پر نواسہ رسول ﷺ کے عظیم دردناک خطبہ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ہی ان دنیا پرستوں نے کوئی امن و مصلحتانہ بات کو تسلیم کیا سوائے اس کے کہ جنگ و قتال با محالفت۔ اب حرا نے یزیدی لشکر سے نکلنے سے پہلے عمرو بن سعد کو جا کر کہا اَتَقَاتِلُ اَنْتَ هَذَا الرَّجُلَ کیا تم واقعی اس شخص (یعنی حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کرو گے۔ جنہوں نے یہ خطبہ فرمایا ہے۔ عمرو بن سعد نے کہا ہاں۔ ایسی جنگ کریں گے کہ تیروں کی بارش ہوگی اور ان کے ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گئے اور نتیجہ خیز ہوگی۔ حرا نے کہا: جو تجویز امن پسندی کی انہوں نے بیٹے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے پیش کی ہے کیا تم کو وہ پسند نہیں۔ عمرو بن سعد کہنے لگا ہے تو درست لیکن میں مجبور ہوں کیونکہ والی کوفہ پہلے ہی ایسی باتوں سے انکار کر چکا ہے۔ حرا واپس آ گیا۔ اب حرا اپنے پختہ عزم کے مطابق کوشاں ہیں کہ کس طریق سے ان سے چھٹکارا حاصل کروں اور سپاہِ حسینی میں شامل ہو سکوں حرا نے آہستہ آہستہ اپنے گھوڑے کو خیامِ حسینی کی طرف کرنا شروع کر دیا۔ یزیدی فوج سے ایک شخص نے کہا کیا حسینی قافلہ پر حملہ آور ہو رہے ہو۔ حرا نے جواب نہ دیا۔ جب کافی باہر نکل گئے تو پھر ایک

یزیدی کو حالتِ مشکوک نظر آئی تو کہنے لگا حرکیات ہے تم اتنے بہادر اور جنگجو اور فوجِ یزید کے افسر اعلیٰ ہو آج تمہاری حالت کچھ افسردہ نظر آرہی ہے حرنے کہا ہاں میں پریشان ہوں۔

إِنِّي وَاللَّهِ أَخَذْتُ نَفْسِي بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ فَوَاللَّهِ لَا اخْتَارُ
خدا کی قسم میں اپنے آپ کو جنت و جہنم کے درمیان پارہا ہوں۔ خدا
کی قسم میں جنت پر کسی چیز کو مقدم نہیں سمجھتا چاہے میرے ٹکڑے
ٹکڑے کر دیے جائیں سیما میں جلاد یا جاؤں۔

یہ کہنا تھا کہ حرنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور دوڑاتے ہوئے سپاہِ حسینی میں آئے اور فوراً سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور جَعَلْتُ فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ اَنَا صَاحِبُكَ الَّذِي مَنَعَكَ عَنِ الرُّجُوعِ۔ اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں وہی ہوں جو پہلے روز آپ کو ملا تھا اور آپ کو روکا تھا اس جگہ پر۔ هَذَا الْمَكَانِ۔ وَأَنَا تَائِبٌ إِلَى اللَّهِ اب میں بارگاہِ خداوندی میں توبہ کرتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ پھر یوں دعا کی کہا اَللّٰهُمَّ اَلَيْكَ فَتَنْتُ عَلَى فَقَدْ اَرَعَبْتُ قُلُوبَ اَوْلِيَائِكَ وَاَوْلَادِيْنِيْكَ۔ اے میرے اللہ میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما کیونکہ میں نے تیرے اولیا اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے دلوں کو خوف زدہ کیا۔ سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا فَاَصْنَعْ يَزِيدُ حَتَمَكَ اللَّهُ مَا يَدَّ إِلَيْكَ جو چاہے کرو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

ازالہ وہم

یاد رہے کہ بعض مجموعوں اور بعض تقریروں میں متذکرہ واقعہ کو بڑے بڑے رنگ چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے۔ ناک رگزی، ماتھا رگڑا، پاؤں میں پڑا، سر نہ اٹھایا وغیرہ وغیرہ۔ امامِ عالی مقام علیہ السلام نے بار بار کہا تو کون ہے تو کون ہے دیکھا تو وہ حرقا۔ یہ سب من گھڑت ہے اصل تحقیق کے ساتھ جو صحیح واقعہ تھا وہ بیان کر دیا گیا ہے۔

قومِ اشقیاء سے حرا بن یزید الہریاجی کا خطاب

حرا بن یزید الہریاجی نے پھر سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام سے عرض کیا حضور اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں اب قومِ اشقیاء کو بطور اتمامِ حجت راہِ راست پر آنے کی دعوت دوں۔ آپ نے فرمایا تم جو چاہو مجھے منظور ہے۔ بات کر لو لیکن مجھے ان پر کچھ اعتبار نہیں رہا۔ ہو سکتا ہے کہ ان پر تمہارے راہِ راست پر آنے کا کچھ اثر پڑ جائے یہ بھی آزمائش کر لو۔ حرا بن یزید الہریاجی اجازت لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر قومِ اشقیاء کے سامنے آئے تو آپ نے ان کو جو تقریر کی اس کا خلاصہ یہ ہے:

الصَّالِحُ حَتَّى إِذَا جَاءَهُ كُمْ مُسْلِمَتُوهُ كَانَ وَاَدْعَاكُمْ
اَنْتُمْ قَاتِلُوْا اَنْفُسَكُمْ دُوْنَهُ ثُمَّ عَدُوْكُمْ عَلَیْهِ
لِتَقْتُلُوْهُ وَاَمْسِكْتُمْ بِنَفْسِهِ وَاَحْطَظْتُمْ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ
فَعَاذَ كَالَاَسِيرِ فِيْ اَيْدِيْكُمْ لَا يَمْلِكُ نَفْعًا وَلَا يَنْدِفِعُ عَنْهَا
ضَرًّا وَجَلَا مُمُوْهُ وَنِسَاكُهُ وَصَبِيَّتُهُ وَاهْلُهُ عَنْ مَاءٍ
اے کوفہ والو! تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں۔ تم نے اس
عبدِ صالح کو بلایا جب وہ آئے تو تم نے ان کو دشمنوں کے حوالے
کر دیا اور حالانکہ تم کہتے تھے کہ ہم جانیں قربان کر دیں گے۔ مگر تم
نے اس کا بالکل الٹ یہ کر دیا کہ ان کے خلاف لشکر جمع کر دیا اور تم
نے ان کی آمدورفت بند کر دی اور ان کے لیے قافلہ حیات

الْفَرَاتِ الْجَارِي يَشْرِبُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصْرَى وَالْمَجُوسُ
وَمُتَرَعٌ فِيهِ خَنَازِيرُ الْوَارِدِ كِلَابُهُ نَهَاهُمْ مَا خَلَقْتُمْ
مُحَمَّدًا فِي ذُرِّيَّتِهِ لَأَسْقَاكُمْ اللَّهُ يَوْمَ النِّظْمَاءِ

(زندگی) تنگ کر دیا اور ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور تم نے
خدا کے شہروں میں جانے سے روک دیا وہ شہر جو چاروں طرف
کھلے ہیں اب وہ تمہارے ہاتھوں قیدی کی طرح ہیں اور ان کو
بالکل بے بس کر دیا ہے۔ پھر تم نے ان کے اہل حرم (خواتین
مقدسہ) بچوں اور ان کے ساتھیوں سمیت سب پر آبِ فرات بند
کر دیا ہے جسے یہودی، نصرانی، مجوسی سب پی رہے ہیں اور عراق
کے کتے اس میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہیں جیسے نہا رہے ہیں اور یہ
حضراتِ شدتِ پیاس سے جاں بلب ہو رہے ہیں تم نے محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی اولاد کے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے
اور اللہ تمہیں بھی شدتِ پیاس کے دن سیراب نہ کرے۔

یہ زبردست تقریر جو حق پر مبنی تھی اس نے یزیدیوں میں کھلبلی مچادی۔

لشکرِ اشقیاء سے آغازِ جنگ اور تیروں کی بارش

حرائین یزید ریاحی ابھی یہ آخری الفاظ ہی ادا فرما رہے تھے کہ یزیدی فوجِ اشقیاء نے اثر لینے کی بجائے جواب میں تیر چلانے
شروع کر دیے یہ حالت دیکھ کر حر نے اپنا بیان ختم کر دیا اور واپس سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے پاس حاضر ہو گئے۔ پھر بھی جنگ کا
سلسلہ شروع نہ ہوا۔ عاشوراء کے دن کا کافی حصہ گزر چکا تھا اور دھوپ اپنی پوری شدت پر آ چکی تھی۔ گرمی کی حرارت اپنی اس تیزی پر
تھی کہ کر بلا کارِ یکتائی میدان اوپر اور نیچے سے آگ اگل رہا تھا۔ یزیدی فوجِ اشقیاء کا سربراہ عمرو ابن سعد بھی بعض ناگزیر وجوہات کی
بنا پر تاخیر کر رہا تھا۔ ورنہ وہ تو جلدی اس کام کو ٹھکانے لگانے پر تلا ہوا تھا۔ اب حر کی تقریر نے میدانِ کارزار کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ اب
عمرو ابن سعد نے مزید تاخیر کرنا خلافِ مصلحت سمجھتے ہوئے اس طرح جنگ کا آغاز کیا کہ اپنے ایک خاص غلام کو جو کہ لشکرِ جبار کا علم لیے
ہوئے تھا حکم دیا یا ذَرِیْدُ اُذْنُ رَائِيكَ اے درید علم میرے پاس لاؤ چنانچہ وہ علم قریب لے کر آیا۔ پھر عمرو ابن سعد نے اپنا تیر کمان پر
چڑھایا اور زور سے سپاہِ حسینی کی طرف مارا۔ اور اس کے ساتھ یزیدی فوج سے کہا اَشْهَدُوْا اَنْیَ اَوَّلُ مَنْ رَجَعِيَ گواہ ہو جاؤ سب سے پہلے
تیر جس نے مارا وہ میں ہی ہوں۔ عمرو ابن سعد سپہ سالارِ فوجِ یزید کا تیر چلانا تھا کہ یکا یک فوجِ اشقیاء سے سپاہِ حسینی پر ہزاروں تیروں کی
بارش ہونے لگی وَاَقْبَلَتِ السَّهَامُ مِنَ الْقَوْمِ كَانَتْهَا الْقَطَرُ۔ (ایضاً)

سیدنا امامِ حسین علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا قَوْمُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَى الْمَوْتِ الَّذِي لَا بُدَّ مِنْهُ فَاِنَّ هَذِهِ السَّهَامُ
رُسُلُ الْقَوْمِ اِلَيْكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ موت کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ جس کے بغیر چارہ نہیں یہ تیر درحقیقت اس
قوم کے قاصدِ جانو۔ تیروں کی اس بارش سے سپاہِ حسینی میں کوئی کھلبلی نہ ہوئی بلکہ سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے حکمِ جہاد پر سب اپنی جانوں
کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ بڑی مضبوطی و دل جمعی کے ساتھ تیروں کا جواب تیروں سے دیا یکبارگی فوجِ اشقیاء پر حملہ
کر دیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک یہ حالت رہی کہ تیر پر تیر چلتے رہے۔ یہ جنگ مغلوبہ کہلاتی ہے اور یہ حملہ اولی تھا۔ جب غبارِ جنگ پھینکا

تو معلوم ہوا کہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے پچاس نفوسِ مقدسہ جامِ شہادت نوش فرما چکے ہیں۔

فَلَمَّا زَمَوْهُمْ هَذِهِ الزَّمِيَّةُ قَلَّ أَصْحَابُ الْحُسَيْنِ وَقَتِلَ فِي هَذِهِ الْحِمْلَةِ مَحْسُونٌ رَجُلًا۔
جب فوجِ اشقیاء نے تیر بارانی کی تور فقاءِ حسینی کی تعداد کم ہو گئی اور پچاس احبابِ حسینی شہید ہو گئے۔^(۱)

سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے سپاہ کی تعداد تو پہلے ہی بہت تھوڑی تھی لیکن اب اس حملہِ اولیٰ قبل از نمازِ ظہر دو پہر کے وقت ہزاروں تیروں کی اندھا دھند بارش میں پچاس افراد شہادت پا جانے سے سپاہِ حسینی میں کمی آ گئی۔

اب اس حملہِ اولیٰ کے بعد جب غبارِ جنگ پھٹا تو دیکھا گیا کہ کون سے اصحابِ حسینی شہید ہوئے۔
اب ان شہدائے کربلا درجہِ اولیٰ جنگِ مغلوبہ کے اسماء و حالات درج کیے دیتا ہوں۔

بوقتِ دو پہر روزِ عاشوراء

حملہِ اولیٰ میں شہید ہونے والے انصارِ حسینی

اسماء گرامی و اجمالی حالات

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ روزِ عاشور جب عمرو ابن سعد کے پہلا تیز چلانے کے بعد جنگ کا آغاز ہوا اور فریقِ مخالف کی ہزاروں کمائیں کڑکیں اور ادھر جوابی کاروائی اصحابِ حسینی نے کی۔ تقریباً ایک گھنٹہ کی جنگ کے بعد جب غبارِ جنگ پھٹا تو دیکھا گیا کہ سرکارِ امام کے پچاس اصحابِ با وفا شہادت کی سعادت پر فائز ہو گئے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان کی اسماء گرامی بمعینہ اجمالی تعارف کے درج کیے جائیں۔ تاکہ یہ سعادت بھی حاصل ہو جائے۔

۱۔ حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت زاہر کا سلسلہ حسب و نسب اس طرح ہے زاہر ابن عمرو و سلمیٰ مولیٰ عمرو ابن الحق الخزاعی۔ حضرت زاہر عمر و خزاعی کے مصاحب تھے۔ بعض نے ان کا شمار اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی کیا ہے اور اس کے لیے انہوں نے یہ ثبوت بھی فراہم کیا ہے کہ آپ بیعتِ رضوان بحق سیدنا عثمان ابن عفان اور صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر میں بھی شریک ہوئے جو آپ کی صحابیت کا واضح ثبوت ہے خاندانِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دل میں موجزن تھی۔ ۶۰ھ عمر کے آخری حج کی سعادت کے بعد جب ان کو سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے سفرِ کربلا کا علم ہوا تو بڑی محبت کے ساتھ راستہ میں ہی حضرت نواسہ رسول کے ہمراہ ہو گئے۔ بالآخر حضرت زاہر روزِ عاشور حملہِ اولیٰ میں تیروں سے چھلنی ہوئے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما کر حیاتِ ابدی کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۲۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے متعلق سلسلہ یوں ہے کہ ان کے والد نہان تھے اور سید الشہداء حضرت امیر حمزہ کے غلام تھے۔ بڑے جنگجو اور شہسوار اعلیٰ تھے۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ کی شہادتِ عظمیٰ کے دو سال بعد تک حیات رہے بعد میں وفات پا گئے تو ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند حارث اکثر وقت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ گزارا اور پھر سیدنا امام

حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہتے تھے۔ درودِ کربلا میں مکہ معظمہ سے ہی سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے۔ جب تیروں سے سپاہِ حسینی پر حملہ اولیٰ ہوا تو یہ بزرگ قومِ اشقیاء سے مقابلہ کرتے ہوئے شدید تیروں کی ضربوں سے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۔ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ

حضرت مسلم الازدی الاعرابی کے بیٹے تھے۔ اسماء الرجال میں بعض نے ان کو اصحابِ رسول ﷺ میں بھی لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ جنگِ جمل میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے آپ کے ساتھ تھے جنگِ جمل میں ان کے ایک پاؤں پر تیر لگا جو ایسا کاری تھا کہ آرام کے باوجود صحیح طرح چل نہ سکتے تھے۔ اس کی تکلیف کے باوجود شوقِ جہاد نے ان کو آمادہ کیا کہ گو میں اس قاتل نہیں لیکن پھر بھی اپنی استطاعت کے مطابق نواسرہ رسول ﷺ کی حقانیت پر اپنی جان فدا کروں چنانچہ یہ بڑی مشکل سے کوفہ میں اپنی رہائش گاہ سے کربلا کے میدان میں پہنچے اور سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ جب حملہ اولیٰ قومِ اشقیاء نے کیا تو حضرت مسلم ابن کثیر الازدی نے ان کا مقابلہ کیا اور تیروں کی اندھا دھند ضربوں سے آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۔ حضرت نعیم رضی اللہ عنہ

حضرت نعیم کے والد عجلان انصاری خزرجی ہیں۔ عجلان الانصاری کے تین بیٹے نعمان، نعیم، نعمان اور نعیر یہ دونوں واقعہ کربلا سے کہیں پہلے انتقال کر چکے تھے اور حضرت نعیم کو جب حسینی قافلہ کے درودِ کربلا کا علم ہوا تو یہ خدمتِ امام میں حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں شہید ہو گئے۔

۵۔ حضرت کنانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت کنانہ عتیق تغلی کے فرزند تھے۔ نہایت عبادت گزار شخص تھے ان کی رہائش کوفہ میں تھی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے درودِ کربلا کے وقت حاضر خدمت ہوئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۶۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

حضرت عمار حسان بن شریح الطائی کے بیٹے تھے۔ مکہ معظمہ سے جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا کو آئے تو یہ بزرگ حضرت عمار آپ کے ہمراہ ہی کربلا میں تشریف لائے اور حملہ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۷۔ حضرت سوار رضی اللہ عنہ

حضرت سوار ابی عمیر النہمی کے بیٹے تھے۔ حملہ اولیٰ میں رفقائے حسینی میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۸۔ حضرت جبلة رضی اللہ عنہ

حضرت جبلة علی الشیبانی کے فرزند تھے۔ یہ شجاعت میں بڑے مشہور تھے جب ان کو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے درودِ کربلا کا پتہ چلا تو فوراً بارگاہِ امام میں حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں تائیدِ حق میں شہید ہوئے۔

۹۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن ان کے والدِ گرامی عبداللہ تھے اور ارجی خاندانی مشہور تھے۔ حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے اور کربلا تشریف لائے اور حملہ اولیٰ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۱۰۔ حضرت مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت مسعود حجاج کے فرزند تھے۔ یہ بھی حملہ اولیٰ میں حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں شریک حق ہوئے۔ اور جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۱۔ حضرت زہیر رضی اللہ عنہ

حضرت زہیر کے والدِ بشیر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور تھے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہیوں میں شامل ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۱۲۔ حضرت حلاس رضی اللہ عنہ

حضرت حلاس عمر والا زدی کے فرزند تھے شبِ عاشور کو بڑی دشواری کے بعد کربلا میں حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۳۔ حضرت منیع رضی اللہ عنہ

حضرت منیع اقاد کے فرزند تھے روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں کے ہمراہ جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن مسعود التیمی کے فرزند تھے۔ حضرت عبدالرحمن اور ان کے باپ مسعود جن کا پہلے ذکر آچکا ہے یہ دونوں باپ بیٹا کربلا میں حاضر ہوئے اور سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں شریک ہوئے تو حضرت عبدالرحمن بھی اپنے باپ کی طرح حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ عمیر کے فرزند ارجمند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں روزِ عاشور شریک ہوئے اور حملہ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں جامِ شہادت نوش فرما کر درجہ عظیم کی سعادت حاصل کی۔

۱۶۔ حضرت سلیم رضی اللہ عنہ

حضرت سلیم سیدنا امام حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے غلاموں میں سے تھے ان کی شہادت کے بعد ان کو سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمات کرنے کا موقع ملا اور مکہ معظمہ سے سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں آئے اور حملہ اولیٰ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۱۷۔ حضرت حباب رضی اللہ عنہ

حضرت حباب کے والد حارث تھے۔ سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کی ورو کربلا میں خبر پاتے ہی کسی طریقہ سے میدانِ کربلا پہنچ گئے اور حملہ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۸۔ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ

حضرت ربیعہ کے والد کا نام خوط تھا۔ یہ بھی بزرگ سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۱۹۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر کے والد بزرگوار کناد تھے۔ یہ بھی حملہ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء میں شریک ہو کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۲۰۔ حضرت رمیث رضی اللہ عنہ

حضرت رمیث عمرو کے بیٹے تھے۔ اور کربلا میں حملہ اولیٰ کے موقع پر سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے حق میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۲۱۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عامر کے والد مالک تھے۔ کربلا میں روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء میں شامل ہو کر شہید ہوئے۔

۲۲۔ حضرت منذر رضی اللہ عنہ

حضرت منذر کے والد کا نام سلیمان تھا۔ آپ کو سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء میں شریک ہو کر حملہ اولیٰ میں شہادت کی سعادت حاصل ہوئی۔

۲۳۔ حضرت جوین رضی اللہ عنہ

حضرت جوین کے والد گرامی کا نام مالک تھا تہمی خاندان سے مشہور تھے۔ کربلا میں روزِ عاشور حملہ اولیٰ میں رفقاءِ حسینی میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۲۴۔ حضرت صبیحہ رضی اللہ عنہ

حضرت صبیحہ عروہ کے فرزند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے احباب رفقاء میں شریک تھے اور حملہ اولیٰ میں تیروں کی بارش میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۵۔ حضرت جنادر رضی اللہ عنہ

حضرت جنادہ کے والد کعب تھے اور ان کے دادا حارث انصاری تھے مکہ معظمہ سے سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہو کر کربلا میں حاضر ہوئے اور سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں اپنی جان فدا کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۳۳۔ آٹھ بزرگ

آٹھ غلامانِ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام۔ حملہ اولیٰ میں سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کے آٹھ وفادار غلام جو مکہ معظمہ سے آپ کے ہمراہ کربلا میں آئے اور مسلسل نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے وہ بھی حملہ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۴۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر سلیم کے بیٹے تھے اور ازدی خاندان سے تھے۔ روزِ عاشورہ حملہ اولیٰ میں سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے ہمراہیوں میں شریک ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۳۵۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ

حضرت حارث کے والد امرء القیس تھے جو عابس کنڈی کے فرزند تھے۔ یہ حارث نہایت بزرگ اور عبادت گزار اور بہترین شہسواروں میں سے تھے۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے ورودِ کربلا کی خبر پاتے ہی جذبہ شہادت کے شوق سے کربلا میں حاضر ہوئے اور رفقائے حسینی میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

۳۶۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

حضرت عمار ابی سلامہ کے فرزند تھے۔ جو ہمدانی لا الائی کہلاتے تھے۔ ہمدانی خاندان سے تھے روزِ عاشورہ حملہ اولیٰ میں سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء میں شریک ہو کر شہید ہوئے۔

۳۷۔ حضرت امیہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیہ کے والد سعد تھے اور قبیلہ طائی سے تھے اور بڑے شجاع و شامسوار تھے۔ جب ان کو نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ کربلا کی خبر ہوئی تو جذبہ محبت سے سرشار ہو کر خدمتِ امام میں حاضر ہوئے اور بالآخر حملہ اولیٰ کے دوران شہید ہوئے۔

۳۸۔ حضرت ادہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ادہم امیہ ابن عبدی کے فرزند تھے سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی ورودِ کربلا میں پہنچنے کی خبر پاتے ہی بڑی دشواریوں کے

بعد کر بلا تک پہنچے اور سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء میں شامل ہو کر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۳۹۔ حضرت بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت بکر کے والد جی ابن علی بن قیم اللہ ابن ثعلبہ تھے یہ روزِ عاشورہ حملہ اولیٰ میں شریک ہو کر شہید ہوئے۔

۴۰۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ کے والد یزید ابن شبیط تھے۔ یہ بھی شریک کر بلا ہوئے اور حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۱۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عبید اللہ حضرت عبداللہ کے بھائی تھے ان کے والد یزید ابن شبیط تھے حملہ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۲۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ

حضرت عامر کے والد کا نام مسلم عبدی تھا یہ بھی سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۴۳۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ

حضرت سالم بھی یومِ عاشورہ حملہ اولیٰ میں سپاہِ حسینی کے ساتھ مل کر درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۴۴۔ حضرت سیف رضی اللہ عنہ

حضرت سیف کو بھی سپاہِ حسینی میں شریک ہو کر حملہ اولیٰ میں دولتِ شہادت نصیب ہوئی۔

۴۵۔ حضرت قاسط رضی اللہ عنہ

حضرت قاسط کے والد زبیر تغلبی نے سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔

۴۶۔ حضرت کردوس رضی اللہ عنہ

حضرت کردوس کے والد زبیر تغلبی سپاہِ حسینی میں شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۷۔ حضرت مقسط رضی اللہ عنہ

حضرت مقسط کے والد زبیر تغلبی تیسرے بھائی یہ بھی شامل ہو کر حملہ اولیٰ میں شہید ہو گئے۔

۴۸۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو ضبیہ حمیمی کے فرزند بڑے بہادر و شجاع و شہسوار تھے۔ حملہ اولیٰ میں شریک ہو کر سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے رفقاء

میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

۴۹۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے والد اشیبانی تھے سپاہِ حسینی کے ساتھ مل کر روزِ عاشورہ حملہ اولیٰ میں شہید ہوئے۔

۵۰۔ حضرت عمران رضی اللہ عنہ

حضرت عمران کعب ابن حارث اُتجی کے بیٹے تھے۔ میدانِ کربلا میں سپاہِ حسینی میں شریک ہو کر حملہ اولیٰ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (۱)

افادہ راجع بطریقہائے جنگ

واضح رہے کہ عربوں میں جنگ کے دو طریقے رائج تھے پہلا طریقہ یہ تھا کہ ایک ایک نوجوان میدانِ کارزار میں نکل کر دادِ شجاعت دیتا تھا اور کبھی یہ طریقہ دو دو تین تین اور چار چار کی صورت بھی اختیار کر لیتا تھا۔ اسے مبارزتِ طلبی کہا جاتا ہے اور زیادہ تر ایسی طریقہ پر عمل درآمد ہوتا تھا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ ایک فریق سارے کا سارا یا اس کا کثیر حصہ دوسرے فریق پر یکبارگی دھاوا بول دیتا اور فریقین گھم گھماتا ہو جاتے۔ اس جنگ کو مغلوبہ کہا جاتا ہے۔

روزِ عاشورہ صرف تین بار جنگِ مغلوبہ واقع ہوئی۔ ۱۔ حملہ اولیٰ قبل از ظہر وقتِ دوپہر ۲۔ حملہ ثانی قبل از ظہر تقریباً ایک گھنٹہ پہلے۔ ۳۔ حملہ ثالث قبل از ظہر۔ اس کے علاوہ باقی جنگ پہلے طریقہ (مبارزتِ طلبی) کے مطابق ہوئی۔

قیامت خیز منظر میں وقتِ نمازِ ظہر اور (۱) حضرت حبیب ابن مظاہر کی شہادت

اس قیامت خیز جنگ کے طول کے ساتھ ساتھ اب نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔ ابوشامہ صیدادی نے سیدنا امام عالی مقام کی خدمت میں عرض کیا اے نواسہ رسول نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا ہے میرا خیال ہے کہ زندگی کی یہ آخری نماز آپ کے ساتھ باجماعت ادا کر لیں۔

میں آپ پر جان فدا کر دوں یہ لوگ ہمارے بالکل قریب آ گئے ہیں اللہ کی قسم جب تک میں زندہ ہوں انہیں آپ تک نہیں پہنچے دوں گا میری خواہش ہے کہ بارگاہِ ربی میں حاضر ہونے سے پہلے پھر ایک آخری نماز آپ کے پیچھے پڑھ لوں جس ظہر کا وقت بالکل قریب ہے۔

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ابوشامہ کی ایسی عظیم قیامت خیز خونی منظر میں خواہش دیکھی تو آپ نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبان سے یوں فرمایا۔ ذَکَرْتُكَ الصَّلَاةَ جَعَلَكَ اللَّهُ مِنَ الْمُصَلِّينَ نَعَمْ هَذَا وَقْتُهَا تَوْنِے نماز کو یاد کیا (یعنی ایسے سخت وقت میں) اللہ تبارک و تعالیٰ نمازیوں میں فرمائے۔ ہاں نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے رفقاء و احباب ان لوگوں سے کہو: سَلُّوْهُمْ اَنْ يَكْفُوْا عَنَّا حَتَّى نُصَلِّيَ۔ جنگ اتنی دیر تک بند کر دو یہاں تک کہ ہم نمازِ ظہر پڑھ لیں۔ چنانچہ قوم اشقیاء کو کہا گیا تو حصین بن نمیر نے کہا لَا تُقْبَلُ الصَّلَاةُ تَمْهَارِي

نماز کہاں قبول ہے۔ یہ سن کر حبیب ابن مظاہر نے جواب میں کہا لَا تَقْبَلُ رَغِمَتْ الصَّلَاةُ مِنْ آلِ رَسُولِ اللَّهِ وَأَنْصَارِهِمْ وَتَقْبَلُ مِنْكَ يَا تَحْتَارُ۔ تیرا گمان اے شراب خور یہ ہے کہ آل رسول ﷺ اور ان کے احباب کی نماز قبول نہیں تو کیا تمہاری قبول ہے۔ اب ان دونوں کے درمیان تلخ کلام اور سوال و جواب میں تجاؤز ہو گیا اور ہنگامہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس پر حصین بن تمیم نے حبیب ابن مظاہر پر حملہ کر دیا۔ حبیب ابن مظاہر نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے پر تلوار ماری جس سے گھوڑا بدکا اور وہ نیچے گرا تو اس کے ہمراہی اس کے پاس پہنچ گئے اور حبیب ابن مظاہر پر حملہ کر دیا حبیب ابن مظاہر پھر رجز پڑھتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔

أَنَا حَبِيبٌ وَأَبْنَى مَظَاهِرُ
فَارِسِ هِجَاءٍ وَحَرْبِ تَسْغَرِ
أَنْتُمْ أَعْدَاءُ عِدَّةٍ وَأَكْثَرَا
وَمَحْنِ أَوْفَى مِنْكُمْ وَالصَّبْرِ
وَمَحْنِ أَعْلَى حَجِّهِ وَظَهَرِ
حَقًّا وَاتَّقَى مِنْكُمْ وَاعْتَدَا

سن رسیدہ اور ضعیف العمر ہونے کے باوجود نہایت قوتِ ایمانی سے اپنی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ اشقیاء میں سے جو بھی سامنے آتا اس کا قلع قمع کرتے جاتے یہاں تک کہ جینٹھا اشقیاء مار ڈالے۔ بالآخر آپ پر کئی تلواروں کے وار ہوئے جس سے نڈھال ہو کر گر پڑے تو ایک یزیدی بدیل بن حریم نے آپ کا سر قلم کر دیا اور آپ شہید ہو گئے۔ جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کا پتہ چلا تو آپ ان کی لاش مبارکہ کے قریب آئے اور فرمایا:

كَرَّكَ اللَّهُ يَا حَبِيبُ كُنْتُ قَاضِيًا تَخْتِمُهُ الْقُرْآنُ فِي لَيْلَةٍ
اے حبیب اللہ تعالیٰ تجھ کو اعلیٰ مقام دے تم تو وہ مردِ فاضل ہو کہ
ایک رات میں پورا قرآن ختم کر لیا کرتے تھے۔ (الحیات)

(۲) سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور سپاہِ حسینی کا نماز خوف ادا کرنا، تیروں کی بارش اور حضرت سعید الحنفی کی شہادت
قوم جفاکار نے نواسر رسول ﷺ کو نماز ظہر پڑھنے کی بھی مہلت نہ دی تو پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سعید بن عبد اللہ الحنفی کو فرمایا کہ تم جماعت کی نگرانی کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ نماز خوف بصورت نماز ظہر ادا کر لی جائے۔ جب آپ نے کربلا میں نماز ظہر باجماعت اس حال میں پڑھنی شروع کی تو قومِ اشقیاء نے تیروں و تلواروں سے سعید بن عبد اللہ الحنفی پر وہ حملے کیے کہ آپ کا تن اقدس زخموں سے چھلنی ہو گیا ادھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا اور ادھر سعید بن عبد اللہ الحنفی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے تو زبان پر۔ یہ الفاظ جاری تھے:

اللَّهُمَّ أَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنْ عَادَ وَثَمُودَ اللَّهُمَّ أْبْلِغْ نَبِيَّكَ
عَنِّي السَّلَامَ وَأَبْلِغْهُ مَا لَقِيتُ الْأَكَمَ وَأَبْلِغْهُ مَا لَقِيتُ
الْجُرَاحَ فَإِنِّي أَرَدْتُ ثَوَابَكَ فِي نَصْرَتِ ذُرِّيَّةِ
اے میرے اللہ اس قوم پر لعنت بھیج جس طرح عاد و ثمود کی قوم پر
اے میرے اللہ میری طرف سے مصطفیٰ ﷺ پر سلام ہو اور
میرے غم و تکلیف کی ان کو خبر ہو میں نے اللہ تیرے ثواب کی خاطر
آل رسول ﷺ کی نصرت کی ہے۔ (الحیات)

جب سعید بن عبداللہ الحنفی نے امام عالی مقام علیہ السلام پھرتے دیکھا تو عرض کیا اَللّٰهُمَّ عَلَیْكَ یَا اَبْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ - اے ابن رسول میرا آخری سلام ہو میں جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: وَ عَلَیْكَ السَّلَامُ اَنْتَ اَمَامِنِیْ الْجَنَّةِ - سلام ہو تم پر مجھ سے پہلے جنت میں جا رہے ہو۔ اس کے بعد ایک سردا ہلی اور جنت کو سدھا رکھے۔ آپ نمازِ ظہر تو ادا نہ کر سکے لیکن جنہوں نے ادا کی ان کی مگرانی کرنے پر مامور تھے اسی بنا پر ظالموں نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ (ایضاً)

سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نے ایسے سخت موقع پر بھی نماز کی حفاظت اور پابندی اور باجماعت ادا کر کے اس کی اہمیت و عظمت پر وہ مہر ثبت فرمادی جس کو قیامت تک کوئی توڑ نہیں سکتا۔ کربلا والوں نے دنیا کو بتلادیا کہ کس طرح نماز عشق ادا ہوتی ہے۔

نہ مسجد میں نہ بیت اللہ کی دیواروں کے سایہ میں
نمازِ عشق ادا ہوتی ہے تلواروں کے سایہ میں

پروردگار عالم سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے تمام نام لیواؤں کو آپ کے اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ التبی وآلہ الطہرین۔

۳۔ حضرت عابس بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عابس بن ابی شیبہ بن شا کر بن ربیعہ بن مالک بن صہب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن حشم بن جاحاشد المذنبی سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اے ابن رسول اللہ! اللہ کی قسم اس وقت مجھے تمام روئے زمین پر کوئی رشتہ دار یا تعلق دار آپ سے زیادہ عزیز اور محبوب نہیں ہے کوئی چیز موجود ہوتی جس سے آپ پر ظلم کو دور کرتا اور اس میں کچھ دریغ نہ کرتا سوائے اس کے کہ اپنی جان اپنا خون آپ کی خاطر قربان کر دوں میری طرف سے آخری سلام ہو۔

اب مجھ کو اجازت دیں۔ سیدنا امام علیہ السلام عالی مقام نے ان کو اجازت دی اور یہ قوم اشتیاء پر ٹوٹ پڑے سینکڑوں یزیدیوں کو مار ڈالا۔ ابن سعد نے حکم دیا کہ ایک پوری جماعت ان پر حملہ آور ہو جائے۔ جب ان پر چاروں طرف سے حملے پر حملہ شروع ہوئے تو بالآخر شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

۴۔ حضرت شوزب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت شوزب بن عبداللہ الہمدانی شاکری رفقائے حسینی میں شامل تھے۔ روزِ عاشورہ اجازت لے کر جذبہ شہادت سے سرشار ہو کر کارزار میں تشریف لائے۔ بہت بڑے بہادر اور شہسوار تھے۔ یزیدی فوج میں گھس گئے اور کئی اشتیاء کو مارنے کے بعد خود جام شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۵۔ حضرت سوید بن عمرو بن ابی المطاع سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے جاٹاروں میں سے تھے انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی کہ اب مجھے بھی کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ سب درجہ بدرجہ شہادت کے درجہ پر فائز ہو چکے ہیں اب میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ اس درجہ رفیعہ پر فائز ہو جاؤں آپ نہایت بہادر اور عبادت گزار تھے اور عمر رسیدہ بھی تھے۔ بالآخر نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت مرحمت فرمائی۔ جب یہ کارزار میں نکلے تو ان کی زبان پر جزی جاری تھی۔

أَقْدَمَ حَسْبُكَ الْيَوْمَ خَلْقِي أَحْمَدًا
وَشَيْخَاكَ الْجَنْدَ عَلِيًّا ذَا النَّدَى
وَحَسَنًا كَمَا الْبَدْرُ وَافِي الْإِسْعَدَا
وَعَمَّكَ الْقُرْمُ الْهَمَامُ الْارْشَدَا
وَحَمْزَةُ لَيْثُ اللَّهِ يَدِي أَسَدَا
وَذَا الْجَنَاحَيْنِ بَعَوَا مُعَقَّدَا
فِي جَنَّتِ الْفَرْخُوسِ لِصَبَوَاعِدَا

یزید یوں سے لڑتے لڑتے نڈھال ہو کر مقتولین میں گر پڑے۔ عام لوگوں نے سمجھا کہ وہ شہید ہو گئے ہیں مگر درحقیقت ہنوز کچھ رقی باقی تھی کہ آپ اسی حالت میں بیہوش پڑے رہے جب ان کے کان میں امام الشہداء کی شہادت کی آواز پڑی تو یہ ہوش میں آ گئے اور بے تاب اٹھ کر ایک خنجر جو ان کے پاس تھا وہ پکڑا اور آن کی آن میں پھر قومِ اشقیاء پر حملہ آور ہو گئے پھر آپ اسی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ (ایضاً)

۶۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیی رضی اللہ عنہ

آپ عبداللہ بن عمیر بن عباس بن عبد قیس بن علیم بن کلی العلیی ہے۔ حضرت عبداللہ کی کنیت ابو وہب ہے۔ حضرت عبداللہ ابو وہب ابن عمیر العلیی کوفہ میں محلہ بنی ہمدان کے چاہ جعد میں ان کا مکان تھا اس گھر میں ان کی زوجہ جو بنی تمر بن قاسط سے تھیں وہیں آپ رہائش پذیر تھے۔ (۱)

جب کوفہ میں حالات سنگین ہو گئے تو ان کو پتہ چلا کہ دریائے فرات کے مغربی کنارے ایک ریگستانی میدان میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام عالی مقام صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ اہل و عیال و رفقاء و احباب کے یزیدی فوج کے زرخے میں ہیں اور ان یزیدیوں نے ان کو نہ کوفہ آنے دیا اور نہ ملک شام اور نہ واپس وطن جانے دیا اور اب ان کو قتل کرنے کے درپے میں۔ اور ہزاروں کی تعداد میں وہاں یزیدی فوج جمع کر دی گئی ہے۔ ان کے دل میں فوراً سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے جوش مارا اور خیال آیا کہ میں بھی کسی طریقہ سے آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور جتنا ممکن ہو آپ کا ساتھ دوں اور کچھ نہ ہو تو کم از کم شہدائے کربلا میں شامل ہو کر اس درجہ اعلیٰ کو حاصل کر لوں گا۔ اس

خیال کا اظہار حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیسی نے اپنی زوجہ سے کیا اور کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے زوجہ نے کہا میرا بھی یہی خیال ہے جو آپ کا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھے بھی ہمراہ لے چلیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر العلیسی نے کہا ہاں ہم دونوں چلتے ہیں۔ بالآخر محرم الحرام کی آٹھویں شب کو حضرت عبداللہ اور ان کو بیوی میدانِ کربلا میں نواسہ رسول ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو گئے اور اپنا حسب و نسب اور جذبہ محبت و شوقِ جہاد کا ذکر بھی بیان کیا۔ حضرت عبداللہ نہایت جوان، دراز قد، طاقتور کلاہیاں اور چوڑے کاندھے اور گندی رنگ کے تھے۔ جن کی محبت کو دیکھ کر نواسہ رسول ﷺ خوش ہوئے۔ (ایضاً)

جب نمازِ ظہر کے بعد جنگ کا آغاز دوبارہ شدت اختیار کر گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمیر رضی اللہ عنہ نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب کیا۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی اور فرمایا ہاں اب آپ کو اجازت ہے۔ جب حضرت عبداللہ میدانِ کارزار میں نکلے تو یسار اور سالم دو یزیدی عبید اللہ ابن زیاد کے غلام تھے ان کے مقابلہ میں آئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یسار کو ایک تلوار ماری اور اس کا کام تمام کر دیا اتنے میں سالم یزیدی نے پیچھے سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کے وار کو روکا کہ آپ کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ مگر اس کے باوجود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایسا وار کیا کہ ظالم کا کام تمام کر دیا ان دونوں کو مارنے کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رجز پڑھی اور

أَنْ تَنْكَرُونِي فَأَنَا ابْنُ الْكَلْبِيِّ
حَسْبِي يَتِي فِي عَلِيمِ حَسْبِي
إِنِّي امْرَأَةٌ خَرَّ مَرَّتٌ وَعَصَبٌ
وَلَسْتُ نَجْوَارَ عَبْدِ الْكَتَبِ
إِنِّي ذَعِيمٌ لَكَ أُمُّ وَهَبٍ
بِالْطَّعْنِ فِيهِمْ مَقْدَمًا وَالْغَرْبِ
صَرَبٌ غَلَامٌ مَوْمِنٌ بِالرَّبِّ

ان کی زوجہ جذبہ ایمان سے ہاتھ میں لوہے کا گرز لے کر یہ کہتی ہوئی خیمہ سے نکل پڑیں فِدَاكَ اُمِّي وَأَنِّي قَاتِلٌ دُونَ الطَّيِّبِينَ
آلِ نَبِيِّ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ ان کو خوب قتل کروان لوگوں نے آلِ رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی کی ہے۔ اور اس حال میں حضرت عبداللہ کا کپڑا پکڑا لیا اور اس نے اس کو واپس جانے کو کہا لیکن وہ یہی کہتی رہیں واللہ میں بھی تمہارے ساتھ شہید ہو جاؤں گی۔ (ایضاً)

جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ تو کارزار میں عبداللہ کے پاس چلی گئی ہیں تو آپ نے فوراً اس ہنگامہ جنگ میں پکار کر فرمایا جَعَزَتْهُمْ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ خَيْرٌ أَرَجَعِي رَحِمَكَ اللَّهُ إِلَى النِّسَاءِ فَاجْلِسِي مَعَهُنَّ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَى النِّسَاءِ قِتَالٌ۔ اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر دے۔ عورتوں کی طرف خیموں میں واپس آ جاؤ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ اہل بیت کی عورتوں کے ساتھ آ کر بیٹھ جاؤ عورتوں پر جہاد فرض نہیں۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اس حکم پر وہ مومنہ واپس آ گئیں۔ اسی اثناء میں شمر ذی الجوشن نے سپاہِ حسینی کے میسرہ پر حملہ کر دیا اور سپاہِ حسینی نے ان کا مقابلہ کیا اس وقت بھی حضرت عبداللہ نے خوب جوہر دکھائے اور قومِ اشقیاء کے دو یزیدوں

کا کام ختم کر دیا۔ اسی دوران ہانی بن شیب اور کبیر بن جی کے حملوں سے حضرت عبداللہ ابن عمیر شہید ہو گئے۔

جب ان کی زوجہ کو پتہ چلا تو تاب ضبط نہ رہی اور دوڑ کر اپنے شوہر کے چہرہ سے گرد و غبار صاف کرتی جاتی اور یہ کہتی جاتی تھیں
لَكَ الْجَنَّةُ اَسْأَلُ اللّٰهَ الَّذِي رَزَقَكَ الْجَنَّةَ اَنْ يُصَحِّحَنِي۔ مبارک ہو تجھ کو جنت کی جس اللہ تعالیٰ نے تجھ کو درجہ شہادت پر فائز
کیا۔ دعا کرتی ہوں کہ اللہ مجھے بھی تمہارے ساتھ لے جائے۔ شمر نے اپنے غلام رستم سے کہا کہ اس مومنہ کے سر پر آہنی گر زمار
کر اس کا کام پورا کر دو۔ اس شقی نے اسی حال میں آ کر ایسے زور سے گر زکا حملہ کیا کہ وہ مومنہ خاتون محترمہ بھی وہیں شہید ہو گئیں۔

بے۔ حضرت زبیر بن القین بجلی رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن القین بجلی کی راستہ میں قافلہ حسینی سے ملاقات ہوئی تو پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہی کربلا میں تشریف
لائے۔ نہایت بزرگ اور بہادر تھے۔ انہوں نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی آپ نے ان کو اجازت دی اور کارزار میں
آئے کہ ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

اَنَا زُهَيْرٌ وَاَنَا ابْنُ الْقَيْنِ
اَزَوَدُهُم بِالسَّيْفِ عَنْ حَسَنِ
اَنَا حُسَيْنًا اَحَدُ السَّبْطَيْنِ
مِنْ عَتَرَةِ اَبْرِ الثَّقَلَيْنِ
يَايَسْتَ نَفْسِي قَسَمْتُ نَفْسِي

اور سیدنا امام عالی مقام کو یاد کرتے ہوئے یہ کہتے جاتے۔

اَقْدِمْ هَدَيْتَ هَادِيًا مَهْدِيًا
فَالْيَوْمَ تَلْقَى جَدَّكَ النَّبِيًّا
وَحَسَنًا وَالْمُرْتَضَى عَلِيًّا
وَذُو الْجَنَّةِ حَيَّيْنِ الْفَقِي الْكَمِيًّا
وَأَسَدُ اللّٰهِ الشَّهِيدُ الْحَيَّا (الحیات)

پھر یزیدی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور خوب جہاد فرمایا اس مرد مجاہد نے ایک سو کے قریب یزیدیوں کو مار ڈالا۔ اسی اثنا، میں کشیہ ابن
عبداللہ الشیبی اور مہاجر بن اوس التیمی نے پے در پے حملے کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

۸۔ حضرت مسلم بن عوجہ السعدی رضی اللہ عنہ

مسلم بن عوجہ بن سعد بن ثعلبہ بن رووان بن اسعد بن خزیمہ الاسدی السعدی ابو الجہل کی شخصیت عبادت گزار، زندہ دار، قاری
قرآن اور نہایت بہادر تھی۔ واقعہ کربلا کے وقت ضعیف العمر اور عمر رسیدہ تھے لیکن اس کے باوجود جذبہ جہاد اور شوق شہادت رکھتے
تھے۔ جب طرفین سے جنگ ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت مسلم بن عوجہ میرہ حسینی میں تھے انہوں نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں اذن جہاد طلب کیا۔ سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ نے بالآخر ان کو اجازت دی۔ جب مسلم بن عوجہ قوت ایمانی اور جذبہ شہادت کے شوق سے گھوڑے پر سوار ہو کر جڑ پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں آئے۔

أَنْ تَسْلُرَاعَتِي فَأَيُّ دُولِيدٍ
مَنْ فَرَعَ قَوْمَ مَنْ ذَرِي بَنِي اسد
فَمَنْ بَغَائِي حَائِدٍ عَنْ الرِّشِيدِ
وَكَا فَرِيدِيْنَ جَبَّارِ الصَّمَدِ

اور قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی یزیدیوں کا کام پورا کر دیا۔ یہاں تک کہ پچاس اشقیاء کو مار ڈالا مگر اس دوران حضرت مسلم بن عوجہ شدید زخمی ہو کر گر پڑے ان پر کاری ضربیں عبداللہ الضبائی اور عبدالرحمن بن ابی حشکارہ نے لگائیں۔ جب غبارِ جنگ پھٹا تو دیکھا گیا کہ حضرت مسلم بن عوجہ خاک و خون میں لت پت پڑے ہیں۔ سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس آئے تو فرمایا: **يَا بَنِي حَكَّ** اللہ یا مُسْلِمُ اے مسلم اللہ تجھ پر رحم فرمائے پھر فرمایا: **يَا مِنْهُمْ مَنْ قَطَعِي نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا**۔ کچھ جانے والے جا چکے اور منتظر بیٹھے ہیں۔ کسی نے اپنے عہد و فامیں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ اسی اثناء میں حضرت مسلم بن عوجہ کی روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی اور درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

۹۔ حضرت حنظلہ ابن اسعد الشبامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حنظلہ ابن اسعد الشبامی الہمدانی سیدنا امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینوں میں سے تھے۔ انہوں نے عرض کیا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ کو میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ بالآخر آپ نے ان کو اجازت دی۔ آپ لشکرِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی یزیدیوں کو مارنے کے بعد خود بھی جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (الہیات)

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الیزنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الیزنی رفقاءِ حسینی میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ سے اذن جہاد طلب کیا اور اجازت لے کر میدان کارزار میں آئے اور زبان پر یہ جملہ جاری تھے۔

أَنَا ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ مِنْ آلِ يَزِيدٍ
ذِي نَبِيٍّ وَعَلَى وَحْشِينَ وَحُشْنٍ
أَضْرَبَكُمْ ضَرْبَ فَتًى مِنَ الْيَمِينِ
ارْجُو بِذَاكَ الْقَوْرَ عِنْدَ الْمُؤْمِنِ

میں یزیدی مارے بالآخر خود بھی جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۱۱۔ حضرت برید ابن حفص الہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

برید بن حفص الہمدانی خاندانِ ہمدان کے قبیلہ بنی مشرق کے اشراف میں سے ہیں۔ یہ عمر رسیدہ اور نہایت شجاع اور عبادت گزار

تھے۔ نہایت اعلیٰ قاری زینت القراء تھے۔ کان بَرِیدُ شَہَاحًا قَارِئًا لِلْقُرْآنِ مِنْ شُیُوعِ الْقُرَاءِ۔ مکہ معظمہ سے ہی سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے ہمراہ کربلا میں تشریف لائے۔ دورانِ جنگ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اب مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی قومِ اشقیاء کو مارنے کے بعد جامِ شہادت نوش کر سکوں۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے اس بزرگ اور قاری قرآن کو بالآخر اجازت دی۔ آپ جب میدانِ کارزار میں نکلے تو زبان پر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَنَا بَرِیدُ وَآبِی حَضِیوُ
کَیثَ یَوْفَعُ الْأَسَدِ عِنْدَ الزَّیوِ
یَعْرِفُ فِیْنَا الْخَیوِ هَلْ الْخَیوِ
أَضْرَبَکُمْ وَلَا أَرِی مِنْ خَیوِ
کَذَٰلِکَ فَعَلَ الْخَیوِ مِنْ بُرِیوِ
وَكُلَّ خَیوِ فَلَهُ فَلَمَّ بُرِیوِ

اس کے بعد قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے اَفْتَرِیوْا مَعِی یَا قَتْلَةُ اَوْلَادِ الْبَنَدِیْقِیْنِ اِفْتَرِیوْا مَعِی یَا قَتْلَةُ اَوْلَادِ رَسُوْلِ الْعَالَمِیْنَ وَخَدِیَّةَ السَّابِقِیْنَ۔ اے میرے قریب آؤ مومنوں کو قتل کرنے والو۔ میرے قریب آؤ اہل بدر کی اولاد کو قتل کرنے والو میرے پاس آؤ۔ رسول رب العالمین کی اولاد دوزخیت کو قتل کرنے والو۔ پھر کئی یزیدیوں کو مارا بالآخر کعب نامی کی ضربِ کاری سے زخمی حالت میں زمین پر گر پڑے۔ پھر ان پر حملے کئے گئے پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن اٹھ نہ سکے کہ اوپر سے اس قدر زور کا نیزہ رخی بن مقد نے مارا پھر اٹھنے کی کوشش کی کہ کعب ظالم نے تلوار مار کر حضرت برید ہمدانی کو شہید کر ڈالا۔ (ایضاً)

۱۲۔ حضرت عمرو بن قرظہ الخزرجی

عمرو بن قرظہ بن کعب بن عمرو بن عائد بن زید بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج الانصاری الخزرجی جب آپ کو نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ورودِ کربلا میں آنے کی خبر ہوئی تو یہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ دل میں جذبہٴ جہاد اور شوقِ شہادت رکھتے ہوئے سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور آپ مجھے کارزار میں جانے کی اجازت عطا فرمادیں۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے ان کو اجازت دی تو ایک رجز پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں آئے۔

قَدْ عَلِیْتُ کَتِیْبَتَهُ الْاَنْصَارِ
اِنْ سَوَّفَ اَحْیِ حَرَزَةَ الزَّمَارِ
صَرَبَ غَلَامٍ غَیْرِ نَکَسٍ شَارِحِ
حُوْنٍ حُسَیْنٍ مُهَبِّحِی دَارِی

اور اس قدر قومِ اشقیاء پر حملے کیے کہ ایک پوری جماعتِ کثیرہ کو مار ڈالا اِیْقَایِلْ قِتَالُ الْمُسْتَقَیْقِیْنِ لِلْجِرَاءِ حَتّٰی قَتَلَ جَمْعًا کَثِیْرًا وَجَمَعَ سَرَادِیْجَهَا جَمَاعَتِ کَثِیْرَةٍ کُوْمَارُ دَالِیْہِ کے بعد جب خود زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑے تو سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کو نداء کی۔ امام عالی مقام علیہ السلام کو خبر ہوئی کہ حضرت عمرو گر پڑے ہیں تو آپ جلدی سے ان کے پاس آئے۔ تو حضرت عمرو نے عرض کیا

۱۳۔ حضرت نافع بن ہلال المرادی رضی اللہ عنہ

أَنْ تَنْكُرُونِي فَأَنَا ابْنُ الْجَمِيلِ

ان اقتل أليوم فهذا أملی

۱۴۔ حضرت حمزہ ابن یزید الریاحی رضی اللہ عنہ

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰

کی اس صورت کو دیکھ کر آگے نہ بڑھ سکے۔ تو ان یزیدیوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ اس حال میں حرسیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا اِذَا كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ خَرَجَ عَلَيْكَ فَأُذِنْ لِي اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ قَتِيلٍ بَيْنَ يَدَيْكَ لَعَلَّ اَكُوْنَ فِيْمَنْ يُصْلَحُ جَدَّكَ مُحَمَّدٍ غَدَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔ سوائے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول میں نے آپ پر خروج کیا اب مجھے اجازت دیں تاکہ سب سے پہلے آپ پر جان تر بان کر دوں تاکہ اس سعادت سے روزِ قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کر سکوں مراد یہ تھی کہ اول مجھے شہید ہونا چاہیے تھا اور میرے سے پہلے کئی جامِ شہادت نوش کر چکے ہیں لہذا اب تو مجھے اجازت عطا فرمادیں۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے ان کو اجازت دے دی۔ حضرت حریرہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار میں نکل آئے۔

اِنِ اَنَا الْحَرَوَمَا وَی الضَّيْفِ
اَضْرَبْ فِيْ اَعْنَاقِكُمْ بِالسَّيْفِ
عَنْ خَيْرٍ مِنْ حُلِّ بَارِضِ الْحَيَفِ
اَضْرَبْكُمُ وَلَا اَزِيْ مِنْ حَيَفِ

اس کے بعد وہ یزیدی فوج میں گھس گئے اور اپنی تلوار سے مقابلہ کرتے رہے کہ ان کا گھوڑا بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔ ان کا شعر اس وقت کی موجودہ صورتِ حال کی ترجمانی کر رہا تھا۔

مَا زَالَتْ اَرْمِيْهِمْ بِشَعْرَةٍ نَّحْرَةٍ
وَلَبَّابِهِ حَقِّيْ رَفِیْلُ بَالِدَامِ

ترجمہ: میں ان کو گھوڑے اور اس کے سینے سے برابر مارتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے گھوڑے نے خون کی چادر اوڑھ لی۔
حصین بن تمیم جو یزیدی فوج کا افسر تھا اس نے یزید بن تمیم سے کہا اس حرکت کو مارنا چاہتے تھے اب موقع ہے مار ڈالو۔ جب یزید ابن تمیم حملہ آور ہوا تو حضرت حر نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر واپس سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام سے ملاقات کو آئے اور دوبارہ پھر فوجِ اشقیاء کی طرف بڑھے تو زبان پر یہ شعر پڑھے:

اَلَيْتُ لَا اُقْتُلُ حَتّٰی اَقْتُلَا
وَلَنْ اَصَابَ الْيَوْمَ اِلَّا مُقْبِلَا
اَضْرِبْهُمْ بِالسَّيْفِ ضَرْبًا مُّفَضَّلَا
لَا نَا كِلَا عَنْهُمْ وَلَا مُهْلَلَا
لَا حَاجَزًا عَنْهُمْ وَلَا مُبَدَّلَا
اِحْمِ الْحُسَيْنِ الْمَاجِدِ الْمُؤْمَلَا

اور جب قومِ اشقیاء کی صفوں میں گھس گئے تو زبان پر یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

إِنِّي أَتَا الْجُرْ وَنَجَلِ الْحُرْ
أَشْتَجِعُ مِنْ ذِي بَعْدِ هَزِيرِ
وَلَسْتُ بِالْجِيَانِ عِنْدَ الْكَرْ
الْكَيْنِي الْوَقَافِ عِنْدَ الْكُفْرِ

کئی یزیدیوں کو مارتے رہے۔ بالآخر ایوب ابن مسرع خیوانی نامی نے حضرت حر کے گھوڑے کی کوٹھیں کاٹ ڈالیں۔ گھوڑا گرنے لگا۔ حضرت حر گھوڑے سے نیچے اتر آئے پھر پیادہ پا جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسی یزیدیوں کو مار ڈالا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

أَنْ تَعْقُرُونِي فَإِنَّا بَيْنَ الْحُرْ
أَشْتَجِعُ مِنْ ذِي بَعْدِ هَزِيرِ

تھوڑی دیر تک تو یہی حال رہا پھر قومِ اشیاء نے چاروں طرف سے حضرت حر کو اپنے زغہ میں گھیر لیا اور ایوب بن مسرع خیوانی یزیدی نے آگے بڑھ کر حضرت حر کو شہید کر دیا۔

رفقائے حسینی نے آگے ہو کر حضرت حر کی لاش کو اٹھایا اور امام عالی مقام علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں لے آئے۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے جب اس حال میں حر کو دیکھا تو فرمایا اِنَّتَ الْحُرُّ كَمَا سَمَّيْتُكَ اَمْكُ وَاَنْتَ الْحُرُّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ واقعی حر تم حر ہو یعنی آزاد ہو جیسا کہ تمہاری ماں نے تمہارا نام حر رکھا تم دنیا و آخرت میں آزاد ہو۔ اس کے بعد سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام نے یہ رجز پڑھے۔

نَعَمْ الْحُرُّ حُرِّيِّي رِيَا ح
ضُبُورِ عِنْدَ مُقْتَبِكِ الرِّمَاحِ
وَنَعَمْ الْحَرَّازِ تَأْذِي حُسَيْنَا
وَجَادَ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الصَّبَاحِ
وَنَعَمْ الْحُرُّ إِذْ رَأَسِي حُسَيْنَا
وَقَادَ بِالْهَدَايَةِ وَالْفَلَاحِ
وَنَعَمْ الْحُرُّ فِي دَهْجِ الْمَتَايَا
إِذَا لَا بَطَالُ تَخْفُقُ بِالصَّبَاحِ
خَيَارِ بَافِغَةِ جَنَانِ
كَزْدَجَةِ مَعَ الْحُورِ الْبَلَّاحِ

۱۵۔ حضرت وہب بن عبد اللہ الکلبی رضی اللہ عنہ

حضرت وہب عبد اللہ الکلبی یہ وہ نوجوان ہیں جن کی شادی ہوئے صرف تیرہ روز ہی ہوئے تھے۔ زیبا و نیک خو، گل رخ حسین جوان تھے۔ اٹھتی جوانی اور غفوانِ شباب۔ انگلوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ اس نوجوان کی والدہ اس کے پاس آئی وہ والدہ

جو بیوہ تھیں اور جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی ایک نوجوان تھے۔ اس مشفقہ ماں نے اپنے بیٹے کے گلے لگ کر رونا شروع کر دیا بیٹے کو حیرت ہوئی کہ آج میری ماں کو کون سی تکلیف پہنچی ہے جو اس کی یہ حالت ہو رہی ہے بیٹے نے کہا یہ تو بتاؤ امی جان ہوا کیا ہے اور کیوں روتی ہو کون سا صدمہ ہوا ہے جس نے آپ کو رلایا۔ ساری عمر آپ کی فرمانبرداری میں گزاری اب ہوا کیا، ماں نے روتے ہوئے کہا اے میرے نورِ نظر سعادت مند بیٹے دل کے قرار میرے گھر کے چراغ اور میرے باغ کے پھول اپنی جان گھلا گھلا کر تیری جوانی کی بہار پائی میرے دل کے قرار تو یہی میری جان کا چیلن ہے ایک لمحہ تیری جدائی، تیرا فراق مجھے برداشت نہیں ہو سکتا۔

چوں در خواب باشم توئی در خیال

چو بیدار گروم توئی ضمیر

لیکن بات یہ ہے کہ آج مصطفیٰ ﷺ کے جگر گوشہ اور خاتونِ جنت کے نو نہال دشتِ کربلا میں مبتلائے مصیبت و جفا ہیں پیارے بیٹے کیا تجھ سے ہو سکتا ہے کہ تو اپنی جان ان کی قدموں پر نثار کر دے۔ ایسی بے غیرت زندگی پر ہزار لعنت کہ ہم زندہ رہیں اور سیدِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لاڈ لاظلم و جفا کے ساتھ شہید کیا جائے۔ اگر تجھے میری محنت کچھ یاد ہو اور تیری پرورش میں جو مصیبتیں میں نے اٹھائی میں ان کو نہیں بھولا تو میرے چمن کے پھول تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر پر صدقہ ہو جا۔ وہب نے کہا اے میری امی جان واہ اور کیا چاہیے کہ شہزادہ کو نین پر اپنی جان فدا ہو جائے اور مجھے ناچیز کا یہ ہدیہ وہ قبول کر لیں۔ مجھے اجازت دیں ذرا اپنی اس ریفقہ حیات سے بات کر لوں۔ ماں نے کہا بیٹا عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اس بات کو نہ مانے تو پھر تم کیا کر سکو گے اور مجبور ہو کر اس سعادت سے محروم ہو جاؤ گے۔ عرض کیا اتنا جان اول تو ایسا ہو گا نہیں اور بالفرض ایسا ہو بھی تو اس دل میں جو امام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی گرہ لگی ہے کہ اس کو کوئی کھول نہیں سکتا اور ان کی محبت کا نقش دل پر ایسا جاگزیں ہے کہ دنیا کے پانی سے دھو یا نہیں جاسکتا۔

پھر اپنی ریفقہ حیات سے کہا کہ یہ ماجرا ہے اور تمہارا کیا خیال ہے؟ بیوی نے جو نبی سنا تو ایک سرد آہ بھری اور کہا کاش شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو جہاد کی اجازت دی ہوتی تو میں تمہارے ساتھ اپنی جان ان پر قربان کر دیتی۔ نئی دہن نے کہا میرے ساتھ عہد کر دو کہ جب جنت میں پہنچو گے تو مجھے نہ بھولنا اس نے کہا ہاں ایسی نیک سعادت مند بیوی کو میں کیسے بھول سکوں گا۔ اور تم یقیناً جنت میں مجھے ضرور ملو گی۔

پھر ماں نئی دہن کو لے کر حضرت وہب بن عبداللہ الکلبی کے ساتھ نواسہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دہن نے عرض کیا یا ابنِ رسول اللہ ﷺ شہداء گھوڑے سے زمین پر گرتے ہیں اور حوروں کی گود میں پہنچتے ہیں اور وہ بھر پوری اطاعت شعاری سے خدمت کرتی ہیں۔ میرے یہ نوجوان شوہر حضور پر جانثاری کی تمنا رکھتے ہیں اور میں نہایت تنگس ہوں نہ میری ماں ہے نہ باپ نہ کوئی بھائی ہے اور نہ کوئی قرابتی رشتہ دار جو میری خبر گیری کر سکے۔ التجا یہ ہے کہ عرضہ گاہِ محشر میں میرے اس شوہر سے جدائی نہ ہو اور دنیا میں مجھ کو اپنے اہل بیت اور اپنی کنیزوں میں رکھیں اور میری عمر کا آخری حصہ آپ کی پاک بیبیوں کی خدمت میں گزر جائے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے عہد پورے ہو گئے قطعاً گھبراؤ نہیں۔ (سورجِ کربلا)

ماں نے کہا اٹھو بیٹا اپنا حق ادا کرو فَمَّا تَبَيَّنَتْ وَأَنْصَرَ ابْنُ بَنِي رَسُولِ اللَّهِ - حضرت وہب نے کہا۔ اب ایسا ہی کروں گا گھبراؤ نہیں۔ یہ کہہ کر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی۔ حضرت وہب اجازت

لیتے ہی میدان کارزار میں نکلے۔ قومِ اشقیاء نے دیکھا کہ گھوڑے پر ایک ماہر سوار ہے اور ہاتھ میں نیزہ ہے اور دوش پر سپر ہے اور دل ہلا دینے والی آواز سے یہ رجز پڑھتا ہوا آ رہا ہے۔

أَمِيرٌ حُسَيْنٌ وَنَعْمَ الْأَمِيرُ
لَهُ لُبَّةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيرِ
دَافِعُ الْكُرْبِ إِمَامُ الْكُرْبِ
لَيْسَ جَهَادِي فِي الْوَعَايَا اللَّعِبِ
أَمِيرٌ حُسَيْنٌ وَنَعْمَ الْأَمِيرُ
لَهُ لُبَّةٌ كَالسِّرَاجِ الْمُنِيرِ

برقِ خاف کی طرح اور صرصرِ عاصف کی طرح قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے جو سامنے آتا گیا اس کو اڑاتے گئے ان کے ڈھیروں کے ڈھیر لگا دیئے ادھر تلوار کاٹ رہی اور ادھر زبان پڑھ رہی امیر حسین و نعم الامیر۔ لہ لبعة كالسراج المنير۔

اِس چہ دو قسمت کہ جاں می بازو
وہب کلبی بسک کوئے حسین
دست او تنغ زند تاکہ کند
اوئے اشرار چو گیسوئے حسین

یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑی اور ماں اور بیوی کے پاس آئے۔ بیوی کے سر پر ہاتھ رکھا جو اس وقت بیقرار ہو کر رو رہی تھی صبر دلا یا اور زبان حال سے یہ کہہ رہی تھی۔

جاں زغم سودہ دارم چوں نہ نالم آہ آہ
دل بدر آلودہ دارم چوں نہ گریم زار زار

ماں کو کہا امی جان اب راضی ہو؟ کہا ہاں بیٹا میں راضی ہوں۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چلنے لگے نئی دہن ٹکلی لگا کر دیکھ رہی ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔

از پیش من آن یار چو تمجیل کنان رفت
دل نعرہ بر آورد کہ جاں رفت رواں رقت

حضرت وہب نے پھر قومِ اشقیاء میں گھس کر خوب یزیدیوں کو مارا۔ ایک بہت بڑا بہادر حکم بن طفیل غرور میں سرشار آپ کو قتل کرنے کے لیے آگے بڑھا کہ وہب نے ایک ہی نیزے کے وار سے اس کو نیزہ پراٹھالیا اور اس طرح زمین پر مارا کہ چور کر کے رکھ دیا۔ لشکرِ اشقیاء میں پھر مبارزت کی ہمت نہ رہی اور شور مچ گیا۔ جب دشمن تنگ پڑ گئے تو عمرو ابن سعد نے حکم دیا کہ اس اکیلے نے ہمارے کئی افراد مار ڈالے ہیں اب اس طرح مبارزت کا کام نہیں چلے گا یکبارگی چاروں طرف سے اس پر حملہ کر دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ چاروں طرف سے حضرت وہب کو حملوں کا نشانہ بنالیا پھر بھی ہمت نہ ہاری اور جہاں تک ہو سکا دم آخر تک کئی یزیدیوں

کا کام پورا کیا۔ بالآخر زخموں سے چور ہو کر حضرت وہب زمین پر آگئے تو سیاہ دلاں اور بد باطنوں نے حضرت وہب کا سر قلم کر دیا اور شہید کر دیے گئے۔

۱۶۔ حضرت جون ابن حوی الحبشی رضی اللہ عنہ

حضرت جون ابن حوی مدینہ طیبہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہی رہا کرتے تھے۔ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لائے تو یہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور پھر جب آپ کربلا میں آئے تو بھی حضرت جون ابن حوی آپ کے ہمراہ تھے۔ یہ حبشی نسل سے تھے اور رنگ ان کا سیاہ تھا۔ جب کربلا میں جدال و قتال کا سلسلہ شروع ہوا تو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم یہاں سے جس طرح ہو چلے جاؤ تو انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا حضور میں قطعاً نہیں جاؤں گا۔ یَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ اَکَافِیَ الرَّحَاءِ الْحَسَنِ مَعَكُمْ وَفِیْ اِشْدَاقٍ عِنْدَکُمْ۔ اے ابن رسول اللہ آرام و آسائش کے وقت آپ کے پاس رہوں اور جب تکلیف کا وقت آئے تو میں چلا جاؤں یہ نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کیا مجھے اس لیے میدان کارزار میں جانے کی اجازت نہیں دیتے کہ میں کالے رنگ کا حبشی ہوں اور میں جنت میں نہ چلا جاؤں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے پیارے جون تم نے جنت میں نہیں جانا تو اور بھی کوئی نہ جائے گا اور اے جون اگر سیاہ رنگ کی بات ہے تو بلال حبشی کو دیکھو میرے نانا جان فرمایا کرتے تھے کہ بلال حبشی مجھ سے بھی پہلے جنت میں جائے گا۔ اے جون اللہ تعالیٰ سیاہ رنگ کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کا دل تو سیاہ نہیں۔ رنگ کی بات نہیں۔ یہ رنگ تو سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ خواہ کالا ہو یا گورا دیکھنا تو یہ ہے کہ اس بارگاہِ خداوندی میں قبولیت ہو جائے۔ عرض کیا تو پھر مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی میدان جنگ میں جا کر شہید ہو جاؤں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب اجازت لے کر کارزار کی طرف آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

کَيْفَ تَرَى الْفَجَارَ صَرَبَ الْأَسْوَدِ

بِالْمَشْرِقِ الْقَاطِعِ الْمَهْدِ

أَحْمَى الْخِيَارِ مِنْ نَبِيِّ مُحَمَّدٍ

أَذْبَ عَنْهُمْ بِالْلسَانِ وَالْيَدِ

أَرْجُوا بِذَلِكَ الْفَوْزَ عِنْدَ الْمَوَدِ

مِنْ الْإِلَهِ الْوَاحِدِ الْمَوْجِدِ

أَذِلَّاشَفِيعٍ عِنْدَهُ كَأَحْمَدِ

فوجِ اشقیاء میں گھس گئے اور خوب یزیدیوں کو مارا پیچیس یزیدی مار ڈالے اور خود زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ خبر پاتے ہی اس کے قریب تشریف لائے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهَهُ وَطَيِّبْ رِيْحَهُ وَاحْشُرْهُ مَعَ الْأَكْبَادِ وَعَزِّزْ بَيْنَ نَبِيِّ وَآلِ رَسُولٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ اے اللہ العالمین تو اس کے چہرہ کو سفید کر دے اور اس کے بدن کو خوشبودار کر دے اور اس کا حال اپنے نیک بندے کے ساتھ کر دے اور اس کو نبی اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی میں شامل فرما۔

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ جب شہدائے کربلا کی لاشوں کو دفن کیا گیا تو ان کی لاش نہل سکی دس روز

کے بعد جب ان کی لاش ملی تو ان کے چہرہ پر نور اور بدن سے خوشبو آ رہی تھی۔ (ایات)

۱۷۔ حضرت ابوالشعشاء یزیدی الکندی رضی اللہ عنہ

ابوالشعشاء یزیدی الکندی بن زیاد بن مہاصروہ ہیں کہ جب کربلا میں سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ابوالشعشاء یہ خبر پاتے ہی آل رسول رضی اللہ عنہم کے رفقاء و احباب میں شریک ہو گئے۔ روز عاشوراء جب رفقاء و احباب اپنی جانیں نثار کر رہے تھے تو پھر انہوں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ حضور مجھے میدان کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ سیدنا امام عالی مقام نے ان کو اجازت دے دی تو وہ اسی وقت کارزار کی طرف نکلے تو زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

إِنَّا يَزِيدِي وَأَيْنِي مَهَاصِرِ
أَشْتَعُ مِنْ يَسْتِ بِغَيْلِ نَادِرِ
يَأْرِبِ إِنِّي لِلْحُسَيْنِ نَاصِرِ
وَلَا بَيْنَ سَعْدَ تَارِكٍ وَهَاجِرِ

پھر قوم اشقیاء پر تیر مارنے شروع کئے آپ نہایت اعلیٰ تیر انداز تھے جب تیروں سے کئی یزیدی مار ڈالے اور تیر ختم ہو گئے تو پھر تلوار لے کر یزیدیوں کو مقابلہ کرتے رہے۔ کئی زخمیوں کے علاوہ اسی یزیدی مار ڈالے۔ بالآخر جب کثیر جماعت نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو آپ کو شہید کر دیا گیا۔

۱۸۔ حضرت شعیب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

شعیب بن عبد اللہ الحبشلی نے جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ ہی سفر کیا اور کربلا میں آئے جب کئی رفقاء جام شہادت نوش فرما گئے تو انہوں نے آپ سے اجازت طلب کی۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی تو یہ کارزار میں نکلے اور کئی یزیدیوں کو مار ڈالا بالآخر جب زخموں سے نڈھال ہو گئے تو قوم اشقیاء نے ان پر حملہ کر کے شہید کر ڈالا۔ (ایضاً)

۱۹۔ حضرت زیاد الصامدی رضی اللہ عنہ

حضرت زیاد یہ غریب الصامدی الہمدانی کے فرزند تھے اور بنی سعد میں سے تھے۔ حضرت زیاد نہایت عبادت گزار اور شجاع تھے۔ روز عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے کئی شقی مارنے کے بعد خود جام شہادت نوش فرما گئے۔

۲۰۔ حضرت عائد ابن مجمع رضی اللہ عنہ

حضرت عائد مجمع العائزی کے فرزند ہیں یہ اپنے والد معظم کے ساتھ ہی کربلا میں آئے۔ جس طرح باپ نے جام شہادت نوش فرمایا اس طرح ان کے بعد حضرت عائد بھی اذن جہاد کے بعد قوم اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی شقی مارنے کے بعد بالآخر جام شہادت نوش فرما گئے۔

۲۱۔ حضرت سعید ابنِ حظلہ رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن حظلہ الکیمؓ رفقاء و جاں نثارانِ حسینی میں تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور میدانِ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

صِدًّا عَلَيِ الْأَسْيَافِ وَالْأَلْسِنَةِ
صِدًّا عَلَيْهَا لِدُخُولِ الْجَنَّةِ
وُحُورِ عَيْنٍ فَاعْمَاتِ هَنَّةٍ
لِيَمْنٍ يَرِيدُ الْقَوْزَ لِأَبَا الظَّنَّةِ
يَأْنَفُسُ لِلرَّاحَةِ فَاجْهَدْنَهُ
وَفِي طَلَابِ الْخَيْرِ فَارْغَبْنَهُ
پھر یزید یوں کا مقابلہ کرتے ہوئے کئی افراد کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۲۔ حضرت ابو شامہ الصید اوی رضی اللہ عنہ

حضرت ابو شامہ الصید اوی کا نام عمر و تھا اور عبد اللہ ہمدانی کے فرزند تھے کنیت ابو شامہ ہے۔ نام پر کنیت غالب آ گئی۔ یہ وہی شخصیت ہیں جنہوں نے نمازِ ظہر کے متعلق امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا تھا اور پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی۔ اب یہ اذنِ جہاد طلب کرتے ہیں۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ تو یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

عِزَاءَ لَالِ مُصْطَفَى وَبَنَاتِهِ
عَلَى جِسِّ خَيْرِ النَّاسِ سَيْطِ مُحَمَّدٍ
عِزَاءَ بِنْتِ الْمُصْطَفَى وَزَوْجِهَا
خِزَانَةَ عِلْمِ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ أَحْمَدٍ
عِزَاءَ لَالِ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ كُلِّهِمْ
وَحِزْنَ عَلَى جَيْشِ الْحُسَيْنِ الْمُسَدِّدِ
فَمَنْ مِیْلُغٍ وَعَنِ النَّبِيِّ وَبِنْتِهِ

بَانَ ابْنُكُمْ فِي مَجْهَدِائِ مُحَمَّدٍ (الحیات)

یزیدی فوج میں گھس گئے اور کئی یزیدی مار ڈالے یہاں تک کہ ان کے چچا زاد بھائی قیس بن عبد اللہ نے جو یزیدیوں میں سے تھا وہ پہلے سے ان کے ساتھ عداوت بھی رکھتا تھا ان پر پے در پے حملے کر کے شہید کر دیا۔

۲۳۔ حضرت یحییٰ ابنِ کثیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت یحییٰ بن کثیر انصاری سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

حَسَنَاتِ الْحَنَاقِ بِأَبْنِ سَعْدٍ وَابْنِهِ
بَلَقَاهُمَا الْفُؤَارِسُ الْإِنصَارُ
وَمُهَاجِرِينَ مُنْقَبِينَ رَمَاهُمُ
تَحْتَ الْعَجَابَةِ مِنْ دَمِ الْكَفَّارِ
خَفِبْتَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ
وَالْيَوْمِ تَخْضِبُ مِنْ دَمِ الْفَجَّارِ
خَانُوا حَسِينًا وَالْحَوَارِثُ حَجَّةً
وَرَضُوا يَزِيدًا وَالرِّضَاءُ فِي النَّارِ

پھر خوب یزید یوں کو مارا یہاں تک کہ چالیس یزیدی آپ نے مار ڈالے اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۲۴۔ حضرت سالم ابن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت سالم یہ عمرو کے فرزند اور بنی کلبیہ المدنی کے آزاد کردہ غلام تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ورودِ کربلا کی خبر ملنے پر کربلا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اذنِ جہاد طلب کیا اور کارزار میں نکلے کئی ظالموں کو مارا اور زخمی کیا۔ بالآخر اپنی جان حق پر قربان کر کے شہید ہو گئے۔

۲۵۔ حضرت عمرو بن جندب رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو یہ جندب الحضرمی کے فرزند تھے روزِ عاشوراء سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی میدانِ کارزار میں نکلے اور اشقیاء کے ساتھ مقابلہ کیا کئی شقی مارے۔ بعدہ جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۲۶۔ حضرت حبشہ ابن قیس رضی اللہ عنہ

حضرت حبشہ قیس کے فرزند تھے اور قیس فرزند تھے سلمہ کے اور یہ ظریف ابن ابان ابن سلمہ ابن حارثہ فہم لفہمی ہیں۔ حضرت حبشہ کے دادا کو روایتِ رسول اللہ ﷺ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ حضرت حبشہ روزِ عاشوراء اجازتِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ حاصل کرنے کے بعد کارزار میں نکلے اور کئی شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۲۷۔ حضرت نعمان الراسی رضی اللہ عنہ

حضرت نعمان عمرو الازدی الراسی کے فرزند تھے روزِ عاشوراء امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کی اور قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ اور کئی شقی مارنے کے بعد خود شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

۲۸۔ حضرت شعیب ابن جراد رضی اللہ عنہ

حضرت شعیب کا حسب و نسب یوں ہے شعیب ابن جراد ابن ربیعہ بن وحید بن کعب بن عامر بن کلاب الکلابی۔ یہ حضرت شعیب

شبِ عاشورہ کو کربلا میں پہنچے اور سپاہِ حسینی میں شامل ہوئے اور روزِ عاشوراءِ جازت طلب کی، کارزار میں آئے خوبِ اشقیاء کو مارا۔ بالآخر آپ نے خود جامِ شہادت نوش فرمایا۔ (ایضاً)

۲۹۔ حضرت رافع بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت رافع بن عبد اللہ کے فرزند تھے جو مسلم بن کثیر از دی کے غلام تھے۔ روزِ عاشورہ سپاہِ حسینی میں شامل ہوئے اور سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں آئے اور کئی شتی مارے اور بالآخر خود شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

۳۰۔ حضرت عمر و الجندی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن عبد اللہ الجندی الہمدانی روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور قومِ اشقیاء کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ بعض روایات میں ان کی شہادت سب کے بعد بیان کی گئی ہے اور بعض نے ان کو درجہ بدرجہ دورانِ شہداء شامل کیا ہے۔ بہر صورت آپ کی شمولیت شہدائے کربلا میں ثابت ہے۔ (ایضاً)

۳۱۔ حضرت حباب ابن عامر رضی اللہ عنہ

حضرت حباب کا حسبِ نسب اس طرح ہے۔ حباب ابن عامر ابن کعب بن اللات بن ثعلبہ التیمی۔ یہ بزرگ حضرت حباب شبِ عاشورہ کربلا میں آئے اور سپاہِ حسینی میں شریک ہوئے۔ بعدہ اجازتِ امام حاصل کر کے قومِ اشقیاء کے مقابل گئے اور کئی شتی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۳۲۔ حضرت شعیب نہشلی رضی اللہ عنہ

حضرت شعیب کا حسبِ نسب اس طرح ہے۔ شعیب ابن عبد اللہ نہشلی بن مشکل بن جدیہ۔ بعض روایات میں حضرت شعیب کو صحابی بھی لکھا گیا ہے۔ واقعہ کربلا کے وقت بہت زیادہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ لیکن جذبہٴ جہاد و شوقِ شہادت ان کو کربلا میں لے آیا روزِ عاشورہ اجازتِ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ حاصل کرنے کے بعد قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے اور کئی شتی مارنے کے بعد اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر کے شہید ہو گئے۔ (ایضاً)

۳۳۔ حضرت سلمان ابن مغارب رضی اللہ عنہ

حضرت سلمان یہ مغارب ابن قیس الحلی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ حضرت زبیر ابن العقیں کی شہادت سے پہلے انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ یہ حضرت سلمان زبیر بن العقیں کے چچا زاد بھائی تھے۔ جب یہ حج کر کے واپس آ رہے تھے تو راستہ میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہی شامل قافلہ ہوئے اور کربلا میں تشریف لائے تھے۔ (ایضاً)

۳۴۔ حضرت مرقع الاسدی رضی اللہ عنہ

حضرت مرقع ثمامہ الاسدی الصیدی اوی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے کارزار میں آئے اور قومِ اشقیاء میں سے چند شتی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۳۶/۳۵ حضرت سعد و حضرت ابوالحنوف العجلانی رضی اللہ عنہم

حضرت سعد ابن الحارث (اطرث) العجلانی اور ابوالحنوف ابن الحارث (اطرث) یہ دونوں سکے بھائی تھے۔ عین جنگ میں روزِ عاشورہ جب جنگ زوروں پر تھی تو یہ دونوں بھائی عمرو ابن سعد کی فوج سے نکل کر سپاہِ حسینی میں شامل ہو گئے اور سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازتِ جہاد طلب کر کے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے کئی شقی مارنے کے بعد دونوں بھائی خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۳۷۔ حضرت خرغامہ تغلبی رضی اللہ عنہ

حضرت خرغامہ یہ مالک تغلبی کے فرزند ہیں لشکرِ مخالف میں شریک ہو گئے اور پھر قومِ اشقیاء سے نکل کر سپاہِ حسینی میں آ کر شریک ہو گئے اور کئی شقی مار ڈالے یہاں تک کہ ساٹھ شقی مار دیے اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ ان کی زبان پر اس وقت یہ جرتھی۔

إِلَيْكُمْ مِنْ ابْنِ مَالِكٍ ضَرَّغَامٍ
ضَرْبَ حَقٍّ يَحْمِي عَنْ الرَّامِ
يَرْجُو أَثْوَابَ اللَّهِ بِالْقَبَامِ
سُبْحَانَهُ مِنْ مَلِكٍ عَلامِ

۳۸۔ حضرت معلیٰ ابن علی رضی اللہ عنہ

حضرت معلیٰ یہ علی کے فرزند تھے نہایت بہادر اور مجاہد تھے روزِ عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر میدانِ کارزار کی طرف نکلے تو ان کی زبان پر یہ جرت جاری تھی۔

أَنَا الْمَعْلَى حَافِظًا لَا أَجَلِي
أَذْبَ حَقٍّ يَنْتَفِي أَجَلِي
ضَرْبَ عَلامَةٍ لَا يَخَافُ الْاَوْجَلِي
أَرْجُوا ثَوَابَ الْخَالِقِ الْاَزَلِي
لِيَخْتَمَ اللَّهُ بِخَيْرٍ عَمَلِي

اس کے بعد قومِ اشقیاء سے خوب جنگ کی اور بیس اشقیاء مارنے کے بعد فوجِ اشقیاء نے ان کو گھیرے میں لے کر شہید کر ڈالا۔ (ایضاً)

۳۹۔ حضرت نصر بن ابی نیر رضی اللہ عنہ

حضرت نصر یہ ابی نیر کے فرزند تھے بڑے بہادر تھے۔ یہ مدینہ طیبہ سے ہی امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ میں آئے اور پھر وہاں سے کربلا میں روزِ عاشورہ اذنِ جہاد لے کر قومِ اشقیاء کے ساتھ مقابلہ کیا اور کئی اشقیاء مارے اور اس کے بعد خود شہید ہوئے۔ (ایضاً)

۴۰۔ حضرت جابر بن الحجاج رضی اللہ عنہ

حضرت جابر حجاج کے فرزند تھے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور اشقیاء کا خوب مقابلہ کرنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۱۔ حضرت ہفہناف الراسی رضی اللہ عنہ

حضرت ہفہناف ابن الہمند الراسی یہ وہ بزرگ ہیں۔ جو عین اس وقت کربلا میں پہنچے۔ جب قومِ اشقیاء سب کو شہید کر کے فارغ ہوئے۔ جب انہوں نے یہ حال زار دیکھا تو محبت و جذبہ سے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ کئی ظالم مار ڈالے بالآخر قومِ اشقیاء نے اس بزرگ جو سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی محبت میں اپنی جان قربان کرنے آئے تھے ان کو تلواروں سے حملے کر کے شہید کر ڈالا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

يَا لَهِيَا الْجُنْدِ الْمُجْعَدِ
أَنَا الْهَنَافُ ابْنُ الْمُهْجَدِ
أَحْمَى عِيَالَاتِ مُحَمَّدٍ

۴۲۔ حضرت یزید المشرقی الہمدانی رضی اللہ عنہ

حضرت حصین المشرقی الہمدانی کے فرزند تھے۔ قبیلہ ہمدانی کی ایک شاخ مشرقی کہلاتی ہے اس سے ان کا تعلق تھا۔ جب خیامِ حسین سے العطشِ لعش کی آوازیں آرہی تھیں تو انہوں نے بھی جب عمرو سعد سے آب کی بندش کے سلسلہ میں گفتگو کی تو ان کو ابنِ سعد نے پانی نہ دینے کا جواب دیا تھا۔

دَعَانِي عَمِيْدَ اللَّهِ مِنْ كُوْنٍ قَوْمِهِ
عَلَى خَطَرٍ لَا ارْتَفِيهِ اَمِيْنُ
اَتَرَكَ مَلِكَ الرَّاكِبِ وَالرَّيِّ مَيْلِي
اَمْ اَرْجِعْ مَا تُؤْمَلُ مَا بَقِيْلَ الْحُسَيْنِ
وَفِي اَرْجِعْ مَا تُؤْمَلُ مَا بَقِيْلَ الْحُسَيْنِ
وَفِي قَتْلِهِ النَّارَ الَّتِي لَيْسَ دُوْنَهَا
مُجَابٌ وَمَلِكُ الرَّاكِبِ قُرَّةٌ عَيْنٍ

پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس مایوس ہو کر حاضر ہوئے اور مذکورہ بالا الفاظ بصورتِ اشعار ابنِ سعد کے بیان کئے تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی بات نہیں ہم آبِ حوضِ کوثر سے سیراب ہوں گے۔ پھر یہی یزید ابنِ حصین الہمدانی المشرقی اذنِ جہاد طلب کر کے کارزار میں نکلے کسی شقی مارے اور زخمی کئے۔ بالآخر جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھارے۔

۴۳۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ایک ترکی غلام رضی اللہ عنہ

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک ترکی غلام تھے ان کے نام کے بارے میں بعض نے ”قارب“ لکھا ہے اور بعض نے واضح لکھا ہے اور بعض نے اسلم لکھا ہے۔ یہ مشہور غلام ترکی کی نسبت سے ہی تھے اور قاری قرآن بھی تھے یہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ اور کربلا میں آپ کی خدمت میں ہی رہے جب جاں نثاراں اپنی جانیں فدا کر رہے تھے تو وفادار غلام ترکی نے اذنِ جہاد طلب کیا اور جڑ پڑھتے ہوئے میدانِ کارزار میں نکلے۔

الْجَزَّ مَنْ طَعْنِي وَضَرَنِي يَعْطَلِي
وَالْحَوْسَ سَهْمِي وَتَبْلِي يَمْتَلِي
إِذَا جِسَامِي فِي يَمِينِي يَخْلِي
تَكْشِقُ قَلْبَ الْحَاسِدِ الْبَجَلِي

اور خوب یزیدیوں کو قتل کیا پھر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے گر پڑے اور زخمی حالت میں ابھی کچھ سانس باقی ہی تھے کہ نواسہ رسول ﷺ یہ خبر پاتے ہی ان کے قریب آئے اور اپنا رخسار انور اس غلام کے چہرہ پر رکھا اسی اثناء میں غلام نے آنکھیں کھولیں تو چہرہ امام کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور جنت کو سدھار گئے۔ (درجہ شہادت کے لطف سے مسکرائے)

۴۴۔ حضرت انس الکاہلی رضی اللہ عنہ

حضرت انس یہ حارث الکاہلی کے فرزند ارجمند ہیں اور یہ حارث ابن نبیر ابن کابل بن عمرو بن صعب اسد بن خزیمہ الاسدی الکاہلی تھے۔ حضرت انس کو علامہ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر نے اصحاب رسول ﷺ میں شامل کیا ہے۔

كَانَ اَنْسُ ابْنَ الْحَارِثِ... حِصَابِيًّا كَنِيْدًا رَأَى النَّبِيَّ وَسَمِعَ حَدِيثَهُ.

اور انہی سے وہ حدیث بھی مروی ہے کہ ایک بار امام حسین رضی اللہ عنہ آغوشِ نانا نے جان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اَبْنِيْ هَذَا يُقْتَلُ بِأَرْضٍ يُقَالُ لَهَا كَرْبَلَاءُ فَمَنْ اَكْرَمَكَ مِنْكُمْ فَلْيَنْصُرْهُ۔ یہ میرا بیٹا اس سرزمین میں شہید کیا جائے گا جس کو کربلا کہا جائے گا۔ جو اس کو اس حال میں پائے وہ اس کی نصرت کرے۔

یہ بزرگ اور صحابی ان عظیم شخصیتوں میں سے ہیں جنہوں نے اس حدیث کو خود سنا اور پھر وہ وقت آنے پر اتورات کربلا میں پہنچ گئے۔ آپ نہایت عمر رسیدہ اور ضعیف تھے اور جوانی کے وقت غزوہ حنین و بدر میں شریک ہوئے اور اب جانِ آفرین کے سپرد کرنے کے لیے نواسہ رسول ﷺ سے اجازت چاہتے ہیں۔ اس وقت ان کی کمر پر پٹکا بندھا ہوا تھا اور ایک ٹکاماتھے پر بندھا ہوا تھا اسی حالت میں یہ بزرگ خدمتِ امام میں حاضر ہو کر یہ کہہ رہے تھے۔ تو نواسہ رسول ﷺ کو وہ وقت بھی یاد آ گیا اور کربلا کو خونی منظر بھی اور پھر عظیم بزرگ ایسی ناتوانی کے وقت شوقِ شہادت کی اجازت چاہنا آپ پر سخت غم و اندوہ کا سبب ہوا اور رو پڑے صحابی رسول رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رو کر فرمایا کوئی بات نہیں خدا ہم کو اس آزمائش میں مبتلا کر کے امتحان لے رہا ہے۔ نواسہ رسول ﷺ نے فرمایا شَكَرَ اللهُ يَا شَيْخِمْ اے شیخ اللہ آپ کی اس سعی پر صلہ خیر فرمائے۔ پھر حضرت انس رجز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف آئے۔

قَدْ عَلِمْتُ كَاهِلَهَا وَكُوْدَاكَ وَالْحَنْدَفِيَّونَ وَقَيْسَ عَيْلَانَ

بَانَ قَوْمِي أَقَّةَ لَا الْقُرْآنَ لَدَى الْوَلِيِّ وَسَادَّةَ الْفُرْسَانَ
مَبَاشِرٍ وَالْمَوْتَ بَطْعَنَ أَنْ اذِلْعَاتِي الْعَجَزَ عَنِ الطَّعَانِ
پھر اس مرد کامل نے ضعیفی اور پیرائہ سالی کے باوجود اٹھارہ یزیدیوں کو مارا اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

گیارہ سالہ بچہ اور شوقِ کمال

ایک خاتون اپنا ایک گیارہ سالہ لڑکا لے کر میدانِ کربلا میں آئی اور بچہ اپنی والدہ کے ساتھ کربلا میں سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا اے ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری ماں ہے اس نے کہا ہے کہ تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اپنی جان فدا کر دو۔ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بھی جامِ شہادت نوش کر سکوں۔ امام عالی مقام علیہ السلام اس بچے اور اس کی ماں کے شوق و محبت پر خوش ہوئے۔ پھر ماں نے عرض کیا اے نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ ایک ہی بیٹا ہے اور باپ اس کا فوت ہو چکا ہے میں چاہتی ہوں کہ میرا یہ بیٹا آپ پر جان فدا کر دے گا تو میری دنیا و آخرت سنور جائے گی اور مجھے اس سے بڑھ کر کوئی دولت یا خوشی نہیں ہوگی۔ ماں اور اس کے بچے کے بار بار اصرار پر شوقِ جہاد و محبت آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم و جذبہ شہادت کو دیکھ کر امام عالی مقام علیہ السلام بڑے خوش ہوئے اور اس بچی کی نوعمری دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے۔ اس حال میں آپ نے بچہ کو پیار فرما کر کارزار کی طرف بھیج دیا۔ یہ نوعمر بچہ اجازت لے کر امام عالی مقام علیہ السلام اور اپنی والدہ ماجدہ سے سلام عرض کر کے روانہ ہوئے۔ ہاتھ میں خنجر لیے ہوئے اور زبان پر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں آئے۔

أَمِيرِي حُسَيْنٌ وَنَعَمَ الْأَمِيرُ
سُرُورٍ فَوَادٍ الْبَشِيرُ النَّذِيرُ
عَلَى وَفَاطِمَةَ وَالِدَاتِهِ
فَهَلْ تَعْلَمُونَ لَهُ مِنْ نَظِيرٍ
لَهُ ظَلَعَةٌ مِثْلَ شَمْسِ الضُّحَى
لَهُ غِرَّةٌ مِثْلَ بَدْرِ مُبِيرِ

پھر اس نوعمر بچے نے خوب ظالموں کا مقابلہ کیا۔ چند یزیدی مارڈالے آخر ایک ظالم نے اس بچے کے سر کو قلم کر کے شہید کر دیا۔ اس ماں کو جب پتہ چلا تو اس نے سر کو اٹھایا اور بوسہ دے کر فرمایا۔ أَحَسَّنْتَ يَا مَرْوُوزُ قَلْبِي وَيَا قَرَّةَ عَيْنِي شَابَاشَ رَمِيْرَ دَلِّ الْكَرُورِ اور آنکھوں کی ٹھنڈک۔ پھر سروہیں پر رکھ دیا اور خیامِ حسنی میں وہ مؤمنہ خاتون اس حال میں آئی کہ ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

أَكَا عَجُوزُ سَيِّدِي ضَعِيفَةٌ
خَارِيَةٌ بَالِيَةٌ نَجِيفَةٌ
أَضْرَبَكُمْ بِضَرْبَةٍ عَنِيفَةٍ
دُونَ بَنِي فَاطِمَةَ الشَّرِيفَةِ

بعض نے لکھا ہے کہ اس مؤمنہ خاتون نے دوشقی بھی مارڈالے تھے لیکن سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے بلاوے پر واپس خیام میں

آگئیں۔

وَلَوْ كَانَ اِنْسَاءً كَمَثَلِ هٰذِي
لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ عَلَى الرَّجَالِ

۴۶۔ حضرت قاسم الازدی رضی اللہ عنہ

حضرت قاسم یہ حبیب ابن بشر الازدی کے فرزند ہیں۔ روزِ عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور کئی اشقیاء مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۷۔ حضرت قتب الخیری رضی اللہ عنہ

حضرت قتب یہ عمرو الخیری کے فرزند تھے۔ میدانِ کارزار میں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب کر کے نکلے اور اشقیاء سے مقابلہ کرتے ہوئے کئی افراد کو مارا اور زخمی کیا۔ بعدہ خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۴۸۔ حضرت مالک دودانی رضی اللہ عنہ

حضرت مالک رضی اللہ عنہ داؤد (دودان) کے فرزند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں گئے تو زبان سے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اَلْبِكْمُ مِنْ مَّالِكِ الْفَرَعَامِ
صَدَّبَ فَتَى يَحْتَمِي عَنْ الْكِرَامِ
يَرْجُو ثَوَابَ اللَّهِ ذِي الْاَنْعَامِ
سُبْحَانَهُ مِنْ مَلِكٍ عَلَامِ

خوب اشقیاء سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ ساٹھ اشقیاء کو مار ڈالا پھر اس کے بعد خود شہید ہوئے۔ (الحیات)

۴۹۔ حضرت مجمع الجہنی رضی اللہ عنہ

حضرت مجمع یہ زیاد کے فرزند تھے جو جہنی کہلاتے تھے ان کا وطن جہنہ درمیان مکہ و مدینہ ہے۔ صاحبِ استیعاب نے ان کو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی لکھا ہے کہ غزوہ بدر و احد میں شریک ہوئے یہ راستہ میں کسی مقام سے نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہو گئے اور کربلا میں آئے۔ روزِ عاشورہ اذنِ امام حاصل کرنے کے بعد قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ کئی شقی مارنے کے بعد خود شہادت کا جامِ نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۵۰۔ حضرت بشر الحضرمی رضی اللہ عنہ

حضرت بشر یہ عمرو الحضرمی الکندی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد طلب فرمانے کے بعد کارزار میں نکلے اور کئی اشقیاء مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (ایضاً)

۵۱۔ حضرت منہج سہمی رضی اللہ عنہ

حضرت منہج یہ مولیٰ الحسن کے فرزند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۲۔ حضرت یحییٰ بن ہانی رضی اللہ عنہ

حضرت یحییٰ ابن ہانی بن عروہ یہ حضرت یحییٰ عمرو بن الحجاج زبیدی کے بھانجے تھے۔ کیونکہ عمرو کی بہن روعہ ہانی بن عروہ کی زوجیت میں تھیں ان کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوئے تھے۔ حضرت امام مسلم اور حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد کہیں روپوش ہو گئے تھے۔ جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے دروہ کر بلا کی ان کو خبر ہوئی تو آپ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو گئے اور روزِ عاشورہ اجازت طلب فرمائی اور کارزار کی طرف آئے کئی یزیدیوں کو مقابلہ کرتے ہوئے مار ڈالا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

أَغْفَاكُمْ حَرَبًا بِحَدِّ السَّيْفِ

لَأَجَلَ مَنْ حَلَّ بَارِضُ الْخَيْفِ

بِقُدْرَةِ الرَّحْمَنِ رَبِّ الْكَيْفِ

أَضْرَبَكُمْ حَرَبًا بِغَيْدِ حَيْفِ

بالآخر خود نڈھال ہو کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۳۔ حضرت جنادہ ابن حارث الانصاری رضی اللہ عنہ

حضرت جنادہ ابن حارث الانصاری یہ مکہ معظمہ سے ہی قافلہٴ حسینی میں شریک ہوئے اور کر بلا تشریف لائے۔ اور اجازت طلب کر کے کارزار میں آئے۔ تو ان کی زبان پر یہ رجز تھی۔

اَتَأْجَنَّا دَهْ اِبْنِ الْحَارِثِ

لَسْتَ نَجْوَا رَوَّالًا بِنَائِلِكَ

عَنْ بَيْعَتِي حَتَّى يَرِثَنِي وَآرِي

الْيَوْمَ سَلَوِي فِي الصُّعْدِ مَا لَكَ

پھر لشکرِ جرار میں جو بھی سامنے آیا اس کو مارتے جاتے حتیٰ کہ سولہ اشقیاء کو مارا اور پھر خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۵۴۔ حضرت عمرو بن مطاع الجعفی رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن مطاع الجعفی نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد چاہا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی۔ پھر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف آئے۔

اَكَاثِنَ جَوْفٍ وَآبِي مُطَاعٍ

فِي يَمِينِي مَنْ هُوَ قَطَاعُ

وَاسْمَدٌ فِي رَأْسَيْهِ لِمَاعٍ
يَرَى لَهُ مِنْ ضَوْبِهِ شَعَاعُ
الْيَوْمِ قَدْ طَابَ لَنَا الْقِرَاعُ
دُونَ الْحُسَيْنِ الصَّرْبِ الصِّرَاعُ
يَرْجَى بِذَلِكَ الْفَوْزَ الدِّقَاعُ
عَنْ حَرْثَانٍ حُسَيْنٍ لَا انْتِقَاعُ

اور چند یزیدیوں کو مارنے کے بعد خود جام شہادت نوش فرما گئے۔

۵۵۔ حضرت حجاج الجعفی رضی اللہ عنہ

حضرت حجاج کا حسب و نسب اس طرح ہے کہ یہ مسروق الجعفی کے فرزند اور مسروق ابن عوف ابن عمیر ابن کلب ابن ذہل بن جوف بن سعد العشیرہ المذحجی الجعفی ہے۔ یہ حضرت حجاج مکہ معظمہ میں ہی جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تشریف لائے تھے تو اس وقت آپ حاضر ہوئے اور پھر تمام سفر مکہ معظمہ تا کربلا اور کربلا سے تاروز عاشورہ نماز ظہر تک نماز پنجگانہ کی آذان کے لیے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کا تعین فرمایا تھا تمام نمازوں کی اذانیں آپ نے دیں۔ گویا کہ یہ مؤذن بھی تھے۔ بوقت نماز رفقاء و احباب حسینی اور نماز کے بعد حضرت حجاج سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہتے ہیں۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ پھر یہ کارزار جنگ میں نکلے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

أَقْدِمُ حُسَيْنًا هَادِيًا مَهْدِيًا
الْيَوْمَ الْقِيَّ جَدَّكَ النَّبِيَّا
ثُمَّ أَبَاكَ ذَا الدِّيِّ عَلِيًّا
ذَلِكَ الَّذِي لَعِزَّهُ وَصِيًّا

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ جملے سن کر فرمایا نعم وانا القا حاملی اثرک۔ ہاں تمہارے بعد میں بھی ان ہستیوں کے پاس آ رہا ہوں۔ پھر اٹھارہ یزیدیوں کو مارا اور کئی کو زخمی کیا۔ بالآخر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے یہ مؤذن حجاج شہید ہوئے اور جنت کو سدھار گئے۔ (ایضاً)

۵۶۔ حضرت ابو عمرو الجعفی رضی اللہ عنہ

حضرت ابو عمرو الجعفی یہ بزرگ تہجد گزار متقی اور مرد صالح تھے اور بڑی اعلیٰ شجاعت کے مالک تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب کر کے معرکہ کارزار میں آئے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

أَبَشِرْ هَدَايَتِ الرُّشْدِ تَلْقَى أَحْمَدًا
فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ تَعْلَوْا صَعْدًا

۵۷۔ حضرت عمرو ابن الخالد رضی اللہ عنہ

۶۱۔ حضرت یزید ابن مغفل رضی اللہ عنہ

أَنْ تَنْكُرُونِي فَإِنَّا ابْنُ مَغْفَلٍ
ثَأَلَ لَدَى الْهَيْجَا غَيْرَا عَزَلٍ
وَفِي يَمِينِي لِفُلٍّ كَيْفَ مَنَصَلٍ
أَعْلَوْهُ الْفَارَسُ وَسَطَ الْقَسَطِ

۶۲۔ حضرت جندب ابن ححیر رضی اللہ عنہ

۶۳۔ حضرت حجاج السعدی رضی اللہ عنہ

۶۴۔ حضرت عباد جہنی رضی اللہ عنہ

حضرت عبادیہ مہاجر کے فرزند اور جہنمی کہلاتے تھے۔ جہنم کے رہنے والے تھے جو مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ہے یہ جہنم ہی سے امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مکہ معظمہ اور وہاں سے کربلا آئے اور روز عاشوراء اجازت لے کر کارزار کی طرف نکلے۔ کئی شقیاء کو مارنے کے بعد پھر شہید ہو گئے۔

۶۴۔ حضرت عبدالرحمن خزر جی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن عبد رب الانصاری خزر جی کے فرزند ارجمند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں یہ جہز پڑھتے ہوئے آئے۔

أَصْرِيكُمْ بِضَرْبَةِ عَنِيْفَةٍ
كُنُونِي بِفَاطِمَةَ الشَّرِيفَةِ
وَلَوْ كَانَ النِّسَاءُ كَمَثَلِ الْيَدِي
لَفَضَّلْتُ النِّسَاءَ عَلَى الرِّجَالِ

کئی بڑی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۶۶/۶۷۔ حضرت سیف ابن الحارث رضی اللہ عنہ

حضرت سیف ابن الحارث بن سربیع اور مالک ابن عبد بن سربیع جابری یہ دونوں باپ کی طرف سے چچا زاد اور ماں کی طرف سے بھائی تھے روتے ہوئے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا! کیا وجہ ہے کیوں روتے ہو لَا زُجُوْاَنْ تَكُوْنَا بَعْدَ سَاعَةٍ قَرِيْرِي الْعَيْنِ۔ مجھے امید ہے کہ اب رونے کے بعد تم خوش و خرم ہو جاؤ گے۔ دونوں نے عرض کیا اے ابنِ رسول اللہ ﷺ:

جَعَلْنَا فِدَاكَ مَا عَلَى أَنْفُسِنَا نَبِيْكَ وَلَكِنْ نَبِيْكَ عَلَيْكَ
فِرَاكَ قَدْ أَحْبَبْنَا بِكَ وَلَا نَنْفَعُكَ
ہماری جانیں آپ پر قربان ہوں ہم اپنے لیے نہیں رو رہے بلکہ ہم تو آپ کے حالِ زار پر رو رہے ہیں آپ ہر طرف سے دشمنوں کے گھیرے میں ہیں اور ہم آپ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے بہت فائدہ دیا لیکن اس کی جزا تم کو اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ پھر دونوں نے عرض کیا حضور اب ہم کو اجازت دیں۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی تو یہ دونوں اکٹھے کارزار کی طرف نکلے اور خوب قومِ اشقیاء کو مارا۔ بالآخر یہ دونوں شہید ہوئے اور جنت کو سدھار گئے۔

۶۸/۶۹۔ حضرت عبداللہ و حضرت عبدالرحمن فرزند ان عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ اور حضرت عبدالرحمن فرزند ان عروہ غفاری ان دونوں نے سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازتِ جہاد طلب کی اور یہ جہز پڑھتے ہوئے کارزار کی طرف نکلے۔

قَدْ عَلِمْتُ حَقًّا بَنُو غَفَارٍ
وَحَنَدُنْ بَعْدَ بَنِي فِزَارٍ
لِنَفَرَيْنِ مَعَشَرَ الْفَجَارِ
بِكُلِّ غَضَبٍ ذِكْرٍ تَبَارَ

يَا قَوْمَ ذُو رَاعِن بَنِي الْاَحْيَارِ
بِالْبَشَرِ فِي وَالْقَا الْخَطَارِ
اور کئی اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرمائے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُوْنَ۔

۷۰۔ حضرت انیس الاصحی رضی اللہ عنہ

حضرت انیس معقل الاصحی کے فرزند تھے۔ روزِ عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر معرکہ کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

اَنَا اَيْنِسٌ وَاَنَا بَيْنَ مَعْقِلٍ
وَفِي يَمِينِي فَعَلَ سَيْفٌ مَعْقِلٍ
أَعْلُوهُ الْهَامَاتِ وَسَطُ الْقِسْطِ
عَنْ الْحُسَيْنِ الْمَاجِدِ الْمَفْعِلِ
ابْنِ رَسُولِ اللَّهِ خَيْرِ الرِّسَلِ
پھر قومِ اشقیاء پر خوب حملے کیے یہاں تک کہ بس یزیدی مار ڈالے اس کے بعد خود شہید ہو گئے۔

۷۱۔ حضرت ابراہیم بن حصین رضی اللہ عنہ

حضرت ابراہیم حصین کے فرزند ارجمند تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اکثر رہے۔ جب سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے کربلا میں پہنچنے کی ان کو خبر ہوئی تو یہ روزِ عاشورہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار کی طرف نکلے تو ان کی زبان پر یہ رجز جاری تھی۔

أَضْرَبَ مِنْكُمْ مُفْصِلًا وَسَاقًا
يُهِرِقُ الْيَوْمَ دَمِي مَهْرًا
وَيَرْزُقُ الْمَوْتَ الْوَاسِحًا
اغْنَى بَنِي الْفَاجِرَةِ انْفَا
پھر خوب اشقیاء کو مارا یہاں تک پچاس اشقیاء مار ڈالے۔ بالآخر خود جامِ شہادت نوش فرمائے۔

۷۱۔ حضرت عمیر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمیر یہ عبد اللہ المذحجی کے بیٹے تھے۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے روزِ عاشورہ اجازت لے کر کارزار میں یہ رجز پڑھتے ہوئے قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔

قَدْ عَلِمْتَ سَعْدُوْحِي مَذْحَجٍ
أَنِي لَكَ الْهَيْجَاءُ غَيْرِ مَخْرَجِ

أَعْلَمَ بَيْفَى هَامَةَ الْمَذْجِ
وَاتَرَكَ الْقُرْآنَ لَدَى التَّعْجِجِ
فَرِيقَهُ الزُّنُبِ الْأَزَلِ الْأَعْرَجِ
پھر کئی اشقیاء کو مارا اور زخمی بھی کئے۔ بالآخر خود جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھارے۔

۷۳۔ حضرت عبدالرحمن التیمی رضی اللہ عنہ

حضرت عبدالرحمن مسعود التیمی کے فرزند ہیں ان کے والد معظم حملہ اولیٰ میں قبل از ظہر جامِ شہادت نوش فرما گئے تھے اب بعد از ظہر جنگِ مبارزتِ طلبی میں سیدنا امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار میں نکلے اور چند اشقیاء کو مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔

۷۴۔ حضرت عبداللہ الحشعی رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ یہ بشیر الحشعی کے فرزند تھے جو بڑے بہادر تھے روزِ عاشورہ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر کارزار کی طرف آئے اور کئی شقی مارنے کے بعد خود جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ (امیات النبی ج ۲ ص ۲۷۴)

سپاہِ حسینی شہدائے کربلا کے اسمائے گرامی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

- ۱۔ حضرت عبداللہ بن عمیر کلبی۔
- ۲۔ حضرت حرا بن یزید الریاحی۔
- ۳۔ حضرت مسلم بن عوجہ اسدی۔
- ۴۔ حضرت برید ابن حفیر ہمدانی۔
- ۵۔ حضرت وہب بن حباب الکلبی۔
- ۶۔ حضرت نافع بن ہلال النجلی۔
- ۷۔ حضرت عمرو بن قرظہ الانصاری۔
- ۸۔ حضرت جون بن حوی مولیٰ ابی ذر۔
- ۹۔ حضرت شعیب بن عبداللہ النہشلی۔
- ۱۰۔ حضرت ابوالششاء الکندی۔
- ۱۱۔ حضرت حبیب ابن مظاہر۔
- ۱۲۔ حضرت سعید بن عبدالحفی۔
- ۱۳۔ حضرت سوید بن عمرو۔
- ۱۴۔ حضرت زبیر بن القین بکلی۔
- ۱۵۔ حضرت شوزب بن عبدالہمدانی۔
- ۱۶۔ حضرت عابس بن ابی شعیب۔
- ۱۷۔ حضرت خظلہ ابن اسعد الشامی۔
- ۱۸۔ حضرت عبدالرحمن عبداللہ الیزنی۔
- ۱۹۔ حضرت اسعد بن خظلہ التیمی۔
- ۲۰۔ حضرت ابوشامہ صیداوی۔
- ۲۱۔ حضرت یحییٰ بن سلیم مازنی۔
- ۲۲۔ حضرت یحییٰ بن کثیر انصاری۔
- ۲۳۔ حضرت یحییٰ بن ہانی عروہ۔
- ۲۴۔ حضرت جنادہ ابن الحارث انصاری۔
- ۲۵۔ گیارہ سالہ بچے کی شہادت۔
- ۲۶۔ حضرت امام کے ترکی غلام کی شہادت۔
- ۲۷۔ حضرت انس ابن الحارث الکابلی۔
- ۲۸۔ حضرت حجاج ابن المروق الجعفی۔
- ۲۹۔ حضرت ابوعمر والنہشلی۔
- ۳۰۔ حضرت انیس ابن المعقل الاصحی۔
- ۳۱۔ حضرت ابراہیم بن الحسین۔
- ۳۲۔ حضرت عمیر بن عبداللہ المذحجی۔
- ۳۳۔ حضرت عمرو بن المطاع الجعفی۔
- ۳۴۔ حضرت سیف بن الحارث۔
- ۳۵۔ حضرت مالک بن عبد۔
- ۳۶۔ حضرت عبداللہ عروہ۔
- ۳۷۔ حضرت عبدالرحمن عروہ الغفاری۔
- ۳۸۔ حضرت عمرو بن الخالد۔
- ۳۹۔ حضرت سعد غلام عمرو بن الخالد۔
- ۴۰۔ حضرت جابر بن الحارث سلمانی۔
- ۴۱۔ حضرت مجمع بن عبداللہ العاذی۔
- ۴۲۔ حضرت یزید بن المغفل عامری۔
- ۴۳۔ حضرت جندب بن حجیر النولانی۔
- ۴۴۔ حضرت جاج السعدی۔
- ۴۵۔ حضرت عبد مہاجر الحمینی۔
- ۴۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عبد رب انصاری۔

- ۴۷۔ حضرت عبدالرحمن بن مسعود الکسبی۔
 ۴۸۔ حضرت عبداللہ بن بشر الخثمی۔
 ۴۹۔ حضرت قاسم بن حبیب ابی بشر الازدی۔
 ۵۰۔ حضرت قتب بن عمرو الخیری۔
 ۵۱۔ حضرت مالک ابن ابن داؤد ودوانی۔
 ۵۲۔ حضرت مجمع بن زیاد الجہنی۔
 ۵۳۔ حضرت بشر بن عمرو الحضرمی۔
 ۵۴۔ حضرت منجھن سہم مولیٰ الحسین۔
 ۵۵۔ حضرت عبدالرحمن الکدری۔
 ۵۶۔ حضرت معلیٰ ابن العلی۔
 ۵۷۔ حضرت نصر بن ابی نذر۔
 ۵۸۔ حضرت جابر بن الحجاج۔
 ۵۹۔ حضرت ہشام بن الہمد الراسی۔
 ۶۰۔ حضرت یزید بن الحسین المشرقی۔
 ۶۱۔ حضرت سالم بن عمرو مولیٰ نبی المدینہ۔
 ۶۲۔ حضرت عمرو بن جندب الحضرمی۔
 ۶۳۔ حضرت حبشہ بن قیس النہمی۔
 ۶۴۔ حضرت نعمان بن عمرو الازدی۔
 ۶۵۔ حضرت شعیب بن جراد الکلابی الوحیدی۔
 ۶۶۔ حضرت رافع بن عبداللہ غلام مسلم بن کثیر الازدی۔
 ۶۷۔ حضرت عمرو بن الہمدانی۔
 ۶۸۔ حضرت حباب بن عامر التمیمی۔
 ۶۹۔ حضرت شعیب بن عبداللہ نہشلی۔
 ۷۰۔ حضرت عقبہ بن الصلت الجہنی۔
 ۷۱۔ حضرت سلیمان بن مغارب الجلی۔
 ۷۲۔ حضرت مرقع بن شامہ الاسدی۔
 ۷۳۔ حضرت ابو الحنفیہ بن الحارث العجلانی۔
 ۷۴۔ حضرت سعد بن الحارث العجلانی۔
 ۷۵۔ حضرت خرقامہ بن مالک تغلبی۔
 ۷۶۔ حضرت زیاد بن عریب الصائدی۔
 ۷۷۔ حضرت عائد بن مجمع الغاندی۔
 ۷۸۔ حضرت نعیم بن عجلان انصاری خزرجی۔
 ۷۹۔ حضرت عمران بن کعب بن حارث الاشجعی۔
 ۸۰۔ حضرت خنظلہ بن عمرو الشیبانی۔
 ۸۱۔ حضرت فاسط بن زہیر تغلبی۔
 ۸۲۔ حضرت کردوس بن زہیر تغلبی۔
 ۸۳۔ حضرت مقسط ابن زہیر۔
 ۸۴۔ حضرت کنانہ ابن عتیق۔
 ۸۵۔ حضرت عمرو بن ضبیع التمیمی۔
 ۸۶۔ حضرت بکر بن حمی تغلبی۔
 ۸۷۔ حضرت دہم بن امیہ ابدی۔
 ۸۸۔ حضرت عبداللہ بن یزید بن شعیط۔
 ۸۹۔ حضرت عبید اللہ بن یزید شعیط۔
 ۹۰۔ حضرت عامر بن سلیم عبدی۔
 ۹۱۔ حضرت سالم غلام عامر۔
 ۹۲۔ حضرت سیف ابن مالک عبدی۔
 ۹۳۔ حضرت حارث ابن نہنان۔
 ۹۴۔ حضرت منیع ابن زیاد۔
 ۹۵۔ حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ الاصحی۔
 ۹۶۔ حضرت حلاس بن عمرو الازدی۔
 ۹۷۔ حضرت زاہر ابن عمرو السلی۔
 ۹۸۔ حضرت جبلہ بن علی شیبانی۔

۱۰۶/۸۔ حضرت امام عالمقام کے آٹھ غلاموں کی شہادت۔

۱۲۷۔ حضرت سلیم باوفا غلام۔

۱۰۷۔ حضرت مسعود بن الحجاج تمیمی۔

۱۲۸۔ حضرت شہزادہ علی اکبر بن امام حسین۔

۱۰۸۔ حضرت عبدالرحمن بن مسعود التمیمی۔

۱۲۹۔ حضرت عبداللہ بن امام مسلم بن عقیل۔

۱۰۹۔ حضرت سوار بن ابی عمیر البہمی۔

۱۳۰۔ حضرت محمد بن امام مسلم۔

۱۱۰۔ حضرت زہیر بن بشر الحنفی۔

۱۳۱۔ حضرت جعفر بن عقیل۔

۱۱۱۔ حضرت عمار بن حسان شرع الطائی۔

۱۳۲۔ حضرت عبدالرحمن بن عقیل۔

۱۱۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر۔

۱۳۳۔ حضرت محمد بن سعید بن عقیل۔

۱۱۳۔ حضرت مسلم بن کثیر الاذری الاعرج۔

۱۳۴۔ حضرت محمد بن عبداللہ بن جعفر طیار۔

۱۱۴۔ حضرت زہیر بن سلیم ازدی۔

۱۳۵۔ حضرت عون بن عبداللہ بن جعفر طیار۔

۱۱۵۔ حضرت حارث بن امراء القیس الکندی۔

۱۳۶۔ حضرت قاسم بن امام حسن۔

۱۱۶۔ حضرت امیہ بن سعد الطائی۔

۱۳۷۔ حضرت ابو بکر ابن امام حسن۔

۱۱۷۔ حضرت عمارہ بن ابی سلامہ۔

۱۳۸۔ حضرت عبداللہ (الاصغر) ابن امام حسن۔

۱۱۸۔ حضرت جنادہ بن کعب انصاری۔

۱۳۹۔ حضرت ابو بکر ابن علی المرتضیٰ۔

۱۱۹۔ حضرت جوین بن مالک التمیمی۔

۱۴۰۔ حضرت محمد ابن علی المرتضیٰ۔

۱۲۰۔ حضرت حباب بن حارث۔

۱۴۱۔ حضرت عبداللہ بن علی المرتضیٰ۔

۱۲۱۔ حضرت ربیعہ بن خوط۔

۱۴۲۔ حضرت عثمان ابن علی المرتضیٰ۔

۱۲۲۔ حضرت رمیث بن عمرو۔

۱۴۳۔ حضرت جعفر ابن علی المرتضیٰ۔

۱۲۳۔ حضرت ضبیعہ بن عمر۔

۱۴۴۔ حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ۔

۱۲۴۔ حضرت عامر بن مالک۔

۱۴۵۔ طفل شیر خوار شہزادہ علی اصغر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ۔

۱۲۵۔ حضرت عمیر بن کناد۔

۱۴۶۔ خود بنفس نفیس سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین ۱۲ بن علی

۱۲۶۔ حضرت منذر بن سلیمان۔

المرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

شہدائے کربلا پر ایک خصوصی تبصرہ

سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے احباب و اصحاب و انصار کے تفصیلی تذکرہ شہادتوں کو بیان کیا جا چکا ہے اب یہاں پر ان اشخاص کا ذکر کرنا مقصود ہے جن کو خصوصی مقامات حاصل تھے اور وہ عظیم الشان بھی نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شہید ہوئے۔

اصحاب حسین رضی اللہ عنہ میں اصحاب رسول ﷺ

- ۱۔ حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۲۔ حضرت زاہر بن عمرو اسلمی کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۳۔ حضرت شیبہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۴۔ حضرت عبد الرحمن بن عبد رب انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۵۔ حضرت عمار بن ابی سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۶۔ حضرت مسلم بن کثیر رضی اللہ عنہ۔
- ۷۔ حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۸۔ حضرت انس بن حارث اسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (حیات النبی ج ۲ ص ۲۷۵)

حضور اقدس ﷺ کے وصال اقدس سے واقعہ کربلا تک پچاس برس کا زمانہ گزر چکا تھا اس لیے ان میں سے کسی کی عمر پچاس ساٹھ برس سے کم نہیں قرار پائی جاسکتی۔ ان میں سے بعض کی عمر یقیناً اس سے زیادہ ہوگی اور ان میں اکثر بہت بوڑھے تھے۔ باوجود اس کے انہوں نے جہاد میں شریک ہو کر جذبہ ایمانی و شوق شہادت کا وہ ثبوت پیش کیا جو بیان سے باہر ہے۔

اصحاب حسین رضی اللہ عنہ میں جماعت تابعین رضی اللہ عنہم

یہ حضرات سیدنا موال علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمانہ میں تھے جو اصطلاحاً تابعین میں داخل ہیں اور تابعین کا مرتبہ صحابہ کے بعد ہے۔

- ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۲۔ حضرت مجب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۳۔ حضرت جنادہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۴۔ حضرت جندب بن جمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۵۔ حضرت امیہ بن سعد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۶۔ حضرت جبلة بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۷۔ حضرت حارث بن نہمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۸۔ حضرت حلاس بن عمرو ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۹۔ حضرت شیبہ بن عبد اللہ ہشلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۰۔ حضرت قاسط بن زہیر تغلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۱۔ حضرت نعمان بن عمرو ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

- ۱۲۔ حضرت نعیم بن عجلان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۳۔ حضرت ابوشامہ صاعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۴۔ حضرت شوزب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۵۔ حضرت جون غلام ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۶۔ حضرت حجاج بن مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۷۔ حضرت سعد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۸۔ حضرت یزید بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۹۔ حضرت عمر بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الہیات)

اصحاب حسین رضی اللہ عنہم میں حفاظ و قراء قرآن

- ۱۔ حضرت عبد الرحمن بن عبد رب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۲۔ حضرت حنظلہ ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۳۔ حضرت غلام ترکی رضی تعالیٰ عنہ۔
- ۴۔ حضرت کنانہ بن عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۵۔ حضرت نافع بن ہلال جملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۶۔ حضرت برید بن خفیر ہمدانی جوزینت القراء کے لقب سے مشہور تھے۔ کوفہ میں بچوں کو تعلیم قرآن دیا کرتے تھے۔ (ایضاً)

اصحاب حسین رضی اللہ عنہم میں علماء و فضلاء کرام

- ۱۔ حضرت حبشہ بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۲۔ حضرت سوار بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۳۔ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۴۔ حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۵۔ حضرت شوزب بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۶۔ حضرت مسلم بن عوجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۷۔ حضرت زاہر بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۸۔ حضرت حبیب ابن مظاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۹۔ حضرت انس بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اصحابِ حسینی رضی اللہ عنہ میں مردانِ شجاعت

- ۱۔ حضرت سعید بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۲۔ حضرت عبدالرحمن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۳۔ حضرت حرث بن یزید الریاحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۴۔ حضرت ذہیر بن القین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۵۔ حضرت مسلم بن عوجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۶۔ حضرت عابس بن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۷۔ حضرت زیاد بن عریب ہمہ انی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۸۔ حضرت سدید بن عمرو بن ابی مطاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۹۔ حضرت حارث بن امراء القیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- ۱۰۔ حضرت مسعود بن حجاج تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (الہیات)

باب ۲۱

واقعہ کربلا میں خاندانِ بنی ہاشم کی قربانیاں

اس واقعہ کربلا میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب تک تیروں اور تلواروں کی بارش ہوتی رہی اور کئی بار جنگ مغلوبہ بھی ہوئی۔ کسی کتاب معتبرہ اور کسی تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ سرکارِ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کے تمام رفقاء و احباب کے ہوتے ہوئے خاندانِ بنی ہاشم کے ایک فرد مقدس کو ذرہ بھی ایسی کوئی تکلیف پہنچی ہو جس سے خاندانِ بنی ہاشم زخمی یا شہید ہوئے ہوں۔ ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ سپاہِ حسینی کے ہر ایک فرد نے پر خلوص ایثار و جذبہ جہاد و شوقِ شہادت کا وہ ثبوت دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ سب کی یہی آرزو تھی کہ ہمارے ہوتے ہوئے اس مقدس خاندانِ عالیہ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ ہاں اب جب کہ تمام رفقاء و احباب درجہ بدرجہ شہادت فرما کر جنت النعیم کو سدھار گئے۔ تو اب سرکارِ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے اعزاء و اقارب نے اپنی بے مثال قربانیاں دینا شروع کر دیں۔

شہدائے ہاشم در کربلا کی تعداد

شہدائے بنی ہاشم کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان کی کل کتنی تعداد تھی۔ کتب معتبرہ کے مطالعہ کے بعد جو زیادہ صحیح تعداد معلوم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سرکارِ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کے علاوہ باقی خاندانِ ہاشم کے شہداء کی تعداد کربلا میں اٹھارہ تھی اور آپ کے سمیت کل تعداد انیس ہوئی۔ قَتْلَ مَعَهُ أَهْلَ بَيْتِهِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ رَجُلًا جہاں تک اختلافِ تعداد کا تعلق ہے وہ بعض نے سولہ بعض نے بائیس اور بعض نے انیس لکھا ہے لیکن عربی و فارسی کی معتبر و مستند کتابوں میں صحیح تعداد سیدنا امام حسین علیہ السلام سمیت ۱۹ نفوسِ عالیہ مذکور ہے۔ اور اسی پر اکابرینِ علماء حق کا اتفاق ہے۔ (الہیات)

خاندانِ بنی ہاشم کے پہلے شہید کی تحقیق

شہدائے خاندانِ بنی ہاشم کی قربانیوں میں اس کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ ان نفوسِ عالیہ میں اول شہید کون ہوئے؟ بعض نے کسی شخصیت اور بعض نے کسی شخصیت کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بات بھی معتبر و مستند کتابوں سے بالاتفاق ثابت ہوئی ہے کہ خاندانِ بنی ہاشم کی بے مثال قربانیوں میں اول جو میدان کارزار میں نکلے وہ حضرت علی اکبر ابنِ سیدنا امام حسین علیہ السلام تھے۔ لہذا یہاں پر اس خاندانِ مقدسہ کی شہادتوں کے باب میں شہادتِ شہزادہ علی اکبر کا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت سیدنا شہزاد علی اکبر رضی اللہ عنہ ابن سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

خصوصیات حسب و نسب

شہزادہ حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کا نام مبارک علی ہے اور لقب اکبر ہے اور کنیت ابوالحسن ہے۔ والد ماجد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور والدہ محترمہ ام لیلیٰ بنت ابی مرہ ابن عروہ بن مسعود ثقفی ہیں دادا جان حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ جد اعلیٰ سرکار سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اور جد ماں عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ یہ وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

أَرْبَعَةٌ سَادَةٌ فِي الْإِسْلَامِ بَشَرٌ يَنْ هَلَالِ الْعَبْدِيِّ وَعَدِيٍّ
بُنْ حَاتِمٍ وَسَرِاقَةُ بَنِ مَالِكٍ وَعَرْوَةُ بَنِ مَسْعُودٍ ثَقَفِيٍّ۔
اسلام کے چار شخص سرداری کے مستحق ہیں۔ بشر بن ہلال، عدی بن حاتم، سراقہ بن مالک، عروہ بن مسعود ثقفی۔

اس سے شہزادہ کے جد مادری کی فضیلت عیاں ہے کہ عروہ بن مسعود ثقفی اسلام کے سردار تھے گویا کہ حضرت شہزادہ علی اکبر کو دونوں طرف سے ایک خصوصی نسبت حاصل تھی۔

فضائل و محامد حضرت شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ

شہزادہ والا تبار عالی وقار شکل و صورت۔ اخلاق و خصائل، اور فضائل و شمائل میں حضور سرور کائنات ﷺ کے آئینہ جمال و کمال تھے۔ بالاتفاق اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اپنی فطری استعداد و خصوصیات کے علاوہ نام و کنیت اور شجاعت و شہانت و ہیبت و سیادت و جود و سخا و خودداری اور دلیری میں خاندان مقدسہ کے وارث تھے۔ ایسے عظیم المرتبت شہزادے کے کردار کی بلندی، سیرت کی پاکیزگی، اخلاق کی وسعت، عادات کی رفعت، شمائل کی عظمت، خصائل کی جلالت اور فضائل کامل، غرضیکہ انسان کامل ہونے میں کچھ تامل و کلام ہو سکتا ہی ہرگز نہیں۔

لَمْ تَرَ عَيْنٌ نَظَرَتْ مِثْلَهُ

یہ شہزادہ عالی وقار شہبیر رسول ﷺ تھے۔ اسی لیے اس شہزادہ کو میدان کارزار میں جانے کی جب اجازت ملی تو اس وقت سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رب العزت رضی اللہ عنہ میں یہ دعائے الفاظ سے فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَشْهَدُ عَلٰی هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَقَدْ بَرَزَ اِلَيْهِمْ غُلَامٌ
اَشْبَهَ النَّاسَ خُلُقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُولِكَ وَكُنَّا اِذَا
اَسْتَفْتَيْنَا اِلٰی زِيَارَةِ نَبِيِّكَ نَظَرْنَا اِلَيْهِ وَجْهَهُ۔
اے میرے اللہ! اس ظالم قوم کی خدا کاریوں پر گواہ رہنا کہ اب ان کی طرف وہ نوجوان جارہا ہے جو شکل و صورت و سیرت و کردار میں سب سے بہترین خلایق تیرے محبوب نبی ﷺ کے ساتھ مشابہ ہے جب ہم تیرے نبی ﷺ کے دیدار کو ترستے تھے تو اس کو دیکھ کر پیاس بجھا لیتے تھے۔

(اسد الغابہ نمبر ۷)

معلوم ہوا کہ شہزادہ والا تبار صرف شکل و صورت میں ہی جمال مصطفیٰ کی تصویر نہ تھے بلکہ حرکات و سکنات اور خصائل و عادات میں سر تا پا آئینہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء تھے اور آخری حد تک انسانی صفات کمالیہ کے جامع تھے۔ اور ان کی انہی ظاہری و باطنی خصوصیات

کا نتیجہ تھا کہ سرکار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ آپ سے بے پناہ محبت و الفت فرماتے تھے۔ ان کی دلجوئی اور حاجت برآری کو حاصل حیات سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ابا جان سے انگور کھانے کی خواہش کی اور اس وقت انگوروں کا موسم نہ تھا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ستون کی طرف ہاتھ کو بڑھایا اور ہاتھ واپس کر کے شہزادہ کے ہاتھ میں انگوروں کا گچھا پکڑا دیا اور فرمایا یہ تو معمولی بات ہے میرے اللہ کے پاس اس سے زیادہ ہے جو وہ اپنے ہی نیک بندوں کو بغیر موسم کے پھل عطا کر دیتا ہے اس بیان پر اگر شبہ ہو تو قرآن پاک میں حضرت سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے بھی تو بے موسم پھل اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ ثابت ہوا کہ اولیائے کرام کے لیے بارگاہ رب العزت سے ایسی نعمتوں کا آنا کوئی مشکل نہیں۔ جو ان حقائق کا منکر ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے انعامات کا انکاری ہے اور قرآن کا صریحاً منکر ہے۔

شجاعت و جہاد و ایمان و ایقان شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ

اہل بیت کے نوجوانوں اور ناز کے پالوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں فدا کیں اور تیر و سنان کی بارش میں حمایت حق سے منہ نہ موڑا۔ گردنیں کٹوائیں خون بہائے اور جانیں دیں۔ مگر کلمہ ناحق زبان پر نہ آنے دیا۔ نوبت بہ نوبت شہادتوں کے بعد اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نورِ نظر خاندانِ ہاشم کے چراغ شہزادہ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ حاضر ہیں۔ میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت چاہتے ہیں۔ منت و سماجت جو رہی ہے عجیب وقت ہے کہ لاڈ لاپٹا شفیق باپ سے گردن کٹوانے کی اجازت چاہتا ہے اور اس پر اصرار کر رہا ہے۔ ایسے وقت میں پدر مہربان پر کیا گذر رہی ہوگی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے میدان میں بھیجنے کے لئے تو دیر نہ کی مگر آپ کے باطنی جذبات میں جو تلاطم اور قلبِ حزیں میں جو اضطراب رونما ہوا وہ آپ کے ان کلمات سے ٹپکتا ہے کہ جب شہزادہ نے اجازت چاہی تو:

نَظَرَ إِلَيْهِ نَظْرًا وَآزَلْنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ عَيْنِيهِ وَبَكَى۔
حضرت امام نے اپنے لختِ جگر پر مایوسانہ نظر ڈالی اور پھر رو پڑے۔ (حیات)

بالآخر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو صبر و رضا اپنے شہزادے کے شوقِ شہادت پر اجازت دینی پڑی۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے خود اس شہزادے کو گھوڑے پر سوار فرمایا اور اسلحہ اپنے دستِ مبارک سے لگایا۔ فولادی خود سر پر رکھا تلوار لٹکائی اور نیزہ ہاتھ مبارک میں دیا۔ اس وقت اہل بیت کی بیبیوں پر کیا گریزی کہ ایک جگہ گاتا ہوا چراغ بھی آخری سلام کہہ رہا ہے۔

وَأَمَّا الْعَلَامُ فَقَدْ تَجَلَّى عَلَى الْقَوْمِ بِوَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ
شہزادے اس شان سے میدان میں آئے کہ قومِ اشقیاء نے دیکھا کہ چہرہ تصویرِ رسول ﷺ کے سر پر عمامہ ہے تو رسول ﷺ کا اسلحہ جنگ ہے تو وہ رسول ﷺ کا سواری گھوڑا رسول کا گفتار رسول ﷺ کی۔ (حیات)

جب اس حالت میں شہزادہ میدانِ کارزار کی طرف روانہ ہونے لگا تو حضرت امام نے اشک بھری آنکھوں سے آسمان کی طرف منہ کر کے وہ کلمات کہے جن کو صاحبِ حیات نے نقل فرمایا ہے اور وہ کلمات بمعہ ترجمہ پچھلے صفات پہ گذر چکے ہیں۔

اللَّهُمَّ أَشْهَدُ عَلَى هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ فَقَدْ بَرَزَ إِلَيْهِمْ
عُلَمَاءُ مَا أَشْبَهَ النَّاسَ خَلْقًا وَخُلُقًا وَمَنْطِقًا بِرَسُولِكَ
وَكُنَّا إِذَا أَشْتَقْنَا إِلَى نَبِيِّكَ نَظَرْنَا إِلَيْهِ وَجْهَهُ.

اے میرے اللہ اس ظالم قوم کی جفا کاریوں پر گواہ بنا کہ اب ان
کی طرف وہ نوجوان جا رہا ہے جو شکل و صورت و سیرت و کردار میں
سب سے بہترین خلاق تیرے محبوب نبی ﷺ کے ساتھ مشابہ
ہے اور جب ہم تیرے پیارے رسول کے دیکھنے کے مشتاق
ہوتے ہیں تو اس چہرہ پر نگاہ کر لیتے تھے۔

انہی فقروں سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے قلبی تاثرات و جذبات کا بیا آسانی پتہ چل جاتا ہے لیکن جس کے دل پر گزر رہی
ہے اصل حقیقت تو وہی جانتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی اکبر رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف آئے۔ جنگ کے مطلع میں ایک
آفتاب چکا۔ مشکب کامل کی خوشبو سے میدان مہک گیا۔ چہرہ انور کی تجلی نے معرکہ کارزار کا عالم انوار بنادیا۔ عمرو بن سعد لشکر یزیدی
کے سپہ سالار کو با آواز بلند یہ کہہ کر پکار دی۔

مَا لَكَ قَطَعَ اللَّهُ رَحْمَكَ وَلَا بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَمْرِكَ وَسَلِّطَ
عَلَيْكَ مَنْ يَذْبُحُكَ بَعْدِي عَلَى فَرَاشِكَ كَمَا قَطَعْتَ
رَحْمِي وَلَمْ تَحْفَظْ قَرَابَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَأَلَوْ وَسَلَّمَ. (ایضاً)

تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ تیرے اوپر رحم کو قطع کر دے اور تجھے
اپنے معاملات میں برکت نہ دے اور میرے بعد تجھ پر ایسے شخص
کو مسلط کر دے جو تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے۔ جس طرح
تو نے مجھ سے قطع رحمی کی اور میری قربت داری رسول کا کوئی لحاظ
نہ کیا۔

ادھر اس آواز کا نکلنا تھا کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک پر قرآن پاک کی اس آیت کی تلاوت جاری تھی۔ إِنَّ اللَّهَ
اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ اور ادھر شہزادے
کی یہ آواز ہل من مبارک۔ کیا کوئی ہے جو میرے ساتھ آ کر مقابلہ کرے آؤ تم نہیں جانتے میں کون ہوں۔ شہزادے نے اپنی زبان
مبارک سے اس وقت یہ ججز پڑھی۔

أَنَا عَلَى ابْنِ حُسَيْنٍ ابْنِ عَلِيٍّ
نَحْنُ أَهْلُ بَيْتِ أَوَّلَى النَّبِيِّ
وَاللَّهُ لَا يَجْعَلُ فِينَا ابْنَ الْإِطْعَمِ
أَطْعَمَكُمْ بِالرَّحْمِ حَتَّى نَبْشِي
أَخْرَبَكُمْ بِالسَّيْفِ آمَحْمَى عَنْ أَبِي
صَرَبَ غَلَامِي هَاشِمِي عَلَوِيٍّ

اے بلا کا چنے چپے اور ریگستان کو فہ کا ذرہ ذرہ کانپ اٹھا لیکن ان یزیدیوں کے دل پتھر سے بدرجہا سخت تھے۔ جنہوں نے اس
نوبادہ چمنستان رسالت کی زبان شیریں سے کلمے سنے پھر بھی ان کی آتش عناد سرد نہ ہوئی اور کینے سینوں سے کینہ دور نہ ہوا۔
سید المفسرین صدر الافاضل حضرت علامہ محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

میدان میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

شہزادہ کی شجاعت و ہیبت و جلالت دیکھ کر کسی کو ان کے مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوتی شہزادے کی تلوار قومِ اشقیاء پر اس طرح
چلی جیسے کھیروں اور تروں کو کاٹا جاتا ہے۔ جدھر کا رخ فرماتے کشتوں کے پتے لگا دیتے۔ اہل کوفہ آپ کے قتل و قتال سے کئی کتراتے
تھے۔ عمرو بن سعد اور اس کی فوج مقتولین کی کثرت سے بلبلا اٹھے حتیٰ کہ ایک سو بیس ناریوں کو واصلِ جہنم کیا اسی دوران حضرت شہزادہ
عالی وقار کے جسمِ اقدس پر کافی زخم آچکے تھے پیاس کا شدید غلبہ ہوا گھوڑے کی باگیں موڑیں جسم کے کئے حصوں سے خون نکل رہا ہے کہ
رضوں سے چور ہو کر حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اَبَتَاهُ الْعَطَشُ قَدْ قَتَلَنِي وَثَقُلُ الْحَدِيدُ
أَجْهَدَنِي فَهَلْ إِلَى شِرْبَةٍ مِنَ الْمَاءِ اَبَا جَان مجھے پیاس نے مار دیا ہے اور ہتھیاروں کے بوجھ نے تھکا دیا ہے۔ کیا تھوڑا سا پانی حلق
کو تر کرنے کے لیے مل سکتا ہے تاکہ اس سے تازہ دم ہو کر دشمنوں سے لڑنے کے لیے طاقت حاصل کر سکوں۔

شہادتِ عظمیٰ اور جواں بیٹے کی لاش پر بے کس باپ کی آمد

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جو اس سالہ بیٹے کی بیکسی کی حالت دیکھ کر رو پڑے اور فرمانے لگے

وَاغْوَاہَ لِيُنْتَهِيَ مِنْ آتَيْنِ اَنْتَى لَكَ الْمَاءُ قَائِلٌ قَلِيلًا
فَمَا اسْرَعَ اَنْ تُلْقَى جَدَّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم
فَيَسْقِيكَ بِكَاسِهِ لَا تَظْمَأُ بَعْدَ اَكْبَدَا. (حیات)
افسوس اے پیارے بیٹے! میں کہاں سے تمہارے لیے، پانی
لاؤں۔ بیٹا تھوڑی دیر اور جہاد کرو۔ بہت جلد اپنے جدِ نامدار علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے ملاقات کرو گے اور وہ تمہیں شرابِ طہور یعنی جنت کا وہ جام
پلائیں گے کہ اس کے بعد پھر تم کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

يَا بَنِي هَاتِي لِسَانَكَ۔ اپنی زبان میرے منہ میں دو اور میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ انگوٹھی چاندی کی میرے پاس نشانی
ہے اس کو چوس لو۔ شہزادے نے ایسا ہی کیا اور عرض کیا ابا جان: اب دل کو کچھ تسکین ہوئی ہے۔ شہزادہ پھر واپس میدانِ کارزار میں آیا
اور یزیدی لشکر پر ٹوٹ پڑا اور زبانِ مبارک سے یہ رجز پڑھی۔

الْحَرْبُ قَدْ بَاقَتْ لَنَا الْحَقَائِقُ
وَوَظْهَرَتْ مَنْ بَعْدَهَا مَصَادِقُ
وَاللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ لَا تَفَارِقُ
جَمْعُكُمْ اَوْ لَغَيْرِ الْبَرَارِقُ

اور بائیں دائیں بڑھ کر حملے کیے یہاں تک کہ مزید اسی دشمنانِ اسلام کو واصلِ جہنم کیا اس طرح جب پورے دو سو ناریوں
کو واصلِ جہنم کر چکے تو اشقیاء نے عمرو بن سعد کے کہنے پر یکبارگی شہزادہ حضرت سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ جب چاروں طرف
سے حملے شروع ہوئے تو شہزادہ کا جسمِ نازنین چکنا چور ہو گیا۔ چمنِ فاطمہ علیہا السلام اور گلستانِ رسالت کا یہ پھول اپنے خون میں نہا گیا
تو آپ اس حالت میں پشتِ فرس سے کربلا کی زمین پر آئے تو آواز دی اور شہزادہ کو تڑپتے ہوئے اٹھالیا اور خیمے کی طرف لے کر آئے
اور اپنے دامنِ اقدس سے شہزادے کے چہرہ کو صاف کیا اور ان کے چہرہ پر چہرہ رکھا۔ شہزادے نے آنکھ کھولی تو دیکھا ابا جان کی گود

میں ہے عرض کیا:

يَا أَبَتَاهُ عَلَيْكَ السَّلَامُ هَذَا جَدِّي رَسُولُ اللَّهِ قَدْ سَقَانِي بِكَاسِهِ شَرْبَةً لَا أَطْمَأْئِنُّ بَعْدَهُ أَبَدًا وَهُوَ يَقْرَأُكَ سَلَامًا وَيَقُولُ لَكَ عَمَلُ الْقَدِيمِ الْيَتَامَا.

اباجان میرا آخری سلام قبول ہو یہ میرے جد امجد سرکار محمد رسول اللہ ﷺ ہیں انہوں نے مجھے ایسا جام پلایا ہے کہ مجھے اب کبھی پیاس نہ لگے گی اور فرما رہے ہیں کہ آپ بھی جلدی آجائیں۔

اس کے بعد حضرت امام علیؑ نے اپنی باہیں شہزادے کے گلے میں ڈال دیں اور منہ پر منہ رکھ کر رو پڑے۔

وَوَضَعَ خَدَّهُ عَلَى خَدِّهِ ثُمَّ انْهَمَلَتْ عَيْنًا بِالْأُتْمُوعِ ثُمَّ قَالَ عَلَى الدُّنْيَا بَعْدَكَ الْعَفَا.

اپنا رخسار شہزادے کے رخسار پر رکھ کر زار و قطار روئے اور کہا بیٹا اب تمہارے جانے کے بعد دنیاوی زندگی پر خاک ہے۔

يُبْنَى لَقَدْ اسْتَرَخْتُ مِنْ هَمِّ الدُّنْيَا وَغِيهَا وَيَلِي أَبُوكَ قَرِيدًا. (الحیات)

بیٹا تم تو دنیا کے ہم غم سے نجات پا گئے لیکن تمہارا باپ تمہارہ گیا۔

حضرت امام یہ جملے فرماتے جاتے اور شہزادہ کے رونے کے بوسے لیتے جاتے اور یہاں تک فرمایا۔

لَعَنَ اللَّهُ وَقَتَلَ اللَّهُ قَوْمًا قَتَلُوكَ مَا أَجَزَاهُمْ عَلَى الْقَارِ وَ عَلَى إِهَانَةِ حُرْمَةِ الرَّسُولِ ﷺ.

بیٹا اللہ تعالیٰ اس ظالم قوم پر لعنت کرے اور اس کو ہلاک کرے جس نے تجھے شہید کیا انہیں کس چیز نے جہنم کی آگ میں دھکیلا اور حرمتِ رسول کی توہین کرنے پر جرأت کی۔

اسی اثناء میں شہزادہ عالی قدر حضرت سیدنا علی اکبرؑ نے چند سرد آہیں لیں اور اپنے شفیق باپ کی آغوش میں جان دے دی۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ دار الفناء سے دارالقرار کو چلے گئے۔ حضرت امام عالی مقامؑ نے آسمان کی طرف منہ کیا اور زور کے ساتھ بے اختیار ہو کر رو پڑے

وَرَفَعَ الْحُسَيْنُ صَوْتَهُ وَلَمْ يَسْمَعْ أَحَدًا إِلَى ذَلِكَ الرِّقَانِ صَوْتَهُ نَالِ الْبُكَاءِ۔ کہ ایسا کبھی ان کے رونے کی آواز نہ سنی تھی اور کہا اے باری تعالیٰ یہ تھی حسین کی ساری زندگی کی بچپیس سالدہ نوجوان بیٹا کمائی جس کی قربانی دے دی ہے اے اللہ اس کو قبول فرما۔

بچپیس سال کی ہے یہ دولت حسین کی

اب ہے تیرے سپرد امانت حسین کی

لاشہ اقدس پر پاک پیماں روئیں حضرت امام نے صبر کی تلقین فرمائی اس وقت اہل بیت کی مستورات پر جو گزری اس کو بیان کرنے سے زبان و قلم قاصر ہے۔

دیتے تھے دہائی اہل بیت شہزادے کی لاش پر

تصویر گھر سے جاتی رہی ہے خیر الانام کی

صدر الافاضل سید المفسرین سدا الحقیقین حکیم الامت حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین شاہ صاحب مراد آبادی نور اللہ مرقدہ شہزادہ علی اکبر ابن امام حسینؑ کی شان و شوکت و عظمت پر خود لکھتے ہیں:

نورِ نگاہِ فاطمہ آسماں جناب
 صبرِ دلِ خدیجہ پاک ارمِ قباب
 نختِ دلِ امامِ حسین ابنِ ابی تراب
 شیرِ خدا کا شیرِ وہ شیروں میں انتخاب
 صورت تھی انتخابِ توقامت تھا لاجواب
 کیونکہ تھے مشکِ ناب تو چہرہ تھا آفتاب
 چہرہ سے شہزادہ کے اٹھا جی نقاب
 مہرِ سپہر ہو گیا فحلت سے آبِ آب
 کاکل کی شامِ رخ کی سحرِ موسمِ شباب
 سنبلِ نثارِ شامِ فدائے سحرِ گلاب
 شہزادہ جلیلِ علی اکبر جمیل
 بستانِ حسن میں گلِ خوشِ منظرِ شباب
 پالا تھا اہل بیت نے آغوشِ ناز میں
 شرمندہ اس کی نازکی سے شیشہِ حباب
 صحرائے کونہ عالمِ انوار بن گیا
 چکا جو ان میں فاطمہ زہرا کا ماہتاب
 خورشیدِ جلوہ گر ہو پشتِ سمند ابر
 جب ہاشمی جوان کے رخ سے اٹھا نقاب
 حوروں نے مرجہا کہا شوکت تھی رجزِ خواں
 جرأت نے باگِ تھامی شجاعت نے کی رکاب
 چہرہ کو اس کے دیکھ کر آنکھیں جھپک گئیں
 دل کانپ اٹھے ہو گیا اعداء کو اضطراب
 سینوں میں آگ لگ گئی اعدائے دین کے
 غیظ و غضب کے شعلوں سے دل ہو گئے کباب
 نیزہ جگر شکاف تھا اس گل کے ہاتھ میں
 یا اژدھا تھا موت کا یا اسود العقاب
 چکا کہ تیغِ مردوں کو نامرد کر دیا

اس سے نظر ملاتا یہ تھی کس کے دل میں تاب
کہتے تھے آج تک نہیں دیکھا کوئی جواں
ایسا شجاع ہوتا جو اس شیر کا جواب
مردان کارلرزہ براندام ہو گئے
شیراٹھنوں کی حالتیں ہونے لگیں خراب
پیکروں کو تیغ سے دوپارہ کر دیا
کی ضرب خود پر تواڑا ڈالا تارکاب
تلوار تھی کہ صاعقہ برق بار تھا
یا از برائے رجم شیاطین تھا شہاب
چہرے میں آفتاب نبوت کا نور تھا
آنکھوں میں شان صولت سرکار ابوتراپ
پیاسا رکھا جنہوں نے انہیں سیر کر دیا
اس جود پر ہے آج تیری تیغ زہر آب
میدان میں اس کے حسنِ عمل دیکھ کر نعیم
حیرت سے بدحواس تھے جتنے تھے شیخ و شاب

(سوانحِ کربلا ص ۱۱۵، ۱۱۴)

اولادِ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت عقیل ابنِ عمران ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں سے ایک صاحبزادے حضرت مسلم شہیدِ کوفہ تھے اور باقی آپ کے صاحبزادے جو کربلا میں سرکارِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئے تھے ان کی شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت عقیل سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے حقیقی بھائی از بطن سیدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد تھے۔ گویا کہ اولادِ حضرت عقیل سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے اور اولادِ عقیل میں آپ کے دو پوتے کوفہ میں شہید ہوئے اور ایک پوتے کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی جداگانہ شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ امام مسلم کے بیٹے تھے۔ انہی کے والد معظم کو کوفہ میں ظالموں نے بیدردی سے شہید کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ از بطن سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ میدانِ کربلا میں موجود تھے حضرت سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے نوجوان صاحبزادے تھے۔ حضرت امام عالی مقام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت طلب کی۔ حضرت امام عالی نے فرمایا پیارے عبداللہ رضی اللہ عنہ تمہارے باپ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کوفہ میں ہو چکی ہے تم جہاد کے لیے نہ

جاؤ اور اپنی والدہ محترمہ سیدہ کے ساتھ رہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جس کے باپ نے حق کی خاطر جان دے دی اس کا بیٹا اس عظیم سعادت سے محروم رہے میں یہی چاہتا ہوں کہ جہاد میں ظالموں کا مقابلہ کروں اور خود کو خدا کے سپرد کروں۔ بالآخر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اصرار پر حضرت امام ہمام کو اجازت دینا پڑی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اہل بیت اطہار سے آخری سلام و اپنی والدہ محترمہ سے پیار و دعا لے کر میدان کارزار کی طرف آئے جب آپ دشمنوں کے مقابل ہوئے تو آپ کی تلوار سے تین افراد قومِ اشقیاء واصلِ جہنم ہوئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن صبیح صدائی نے آپ کی پیشانی اقدس پر اس قدر شدید تیر مارا اور آپ نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت یہ کلمات کہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاقْتُلْهُمْ كَمَا قَتَلُوْكَ وَاَذَلْهُمْ كَمَا اسْتَذَلُّوْكَ۔ اے اللہ العالمین ان لوگوں نے ہم کو کمزور سمجھ کر ہم کو ذلیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو ان کو ذلیل کر اور جس طرح انہوں نے ہم کو قتل کیا ہے تو ان کو قتل کر۔ اسی اثناء میں ایک اور ظالم یزید بن قاذلجی نے آپ کے سینہ اقدس پر اس زور سے نیزہ کا وار کیا جو دل پر لگا۔ حضرت عبداللہ شہزادہ امام مسلم بن عقیل جانبر نہ ہو سکے اور جامِ شہادت نوش فرما کر دار البقاء کی طرف سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (امیات)

۳۔ حضرت محمد بن حضرت امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما کی شہادت

حضرت محمد رضی اللہ عنہ حضرت امام مسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی عمر مبارک واقعہ کربلا کے وقت تیرہ سال تھی۔ جب اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو خاک و خون میں ٹرپتے دیکھا تو بے تاب ہو گئے اور حضرت امام ہمام کے پاس اذنِ جہاد کے لیے حاضر ہوئے۔ آخر آپ نے ان کو اجازت فرمادی۔ حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان کارزار میں آئے، قومِ جفا کار کا مقابلہ کیا۔ اسی حالت میں ابو جہم ازدی اور لقیط بن ایاس جہنی کے شدید حملوں سے شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۴۔ حضرت جعفر ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے چشم و چراغ ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام خواصہ ہے۔ کنیت ان کی ام الفضل بنت عمرو بن عامر کلابی ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے اذنِ جہاد لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے لشکرِ اشرا پر ٹوٹ پڑے۔

اَنَا الْعَلَامَةُ الْاِیُّطَلْحٰی الطَّالِبِی
وَمِنْ مَعَشْرِ بَنِی هَاشِمٍ وَغَالِبِ
وَنَحْنُ حَقًّا سَادَةُ الدَّوَابِ
هٰذَا حُسَيْنٌ اَطْيَبُ الْاَطْيَابِ
وَمِنْ عِتْرَةِ الْبِرِّ التَّقِی السَّاقِبِ

کافی دیروم اشقیاء کا مقابلہ کیا اور پندرہ یزیدیوں کو واصلِ جہنم کرنے کے بعد خود بشر بن حوط ہمدانی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

۵۔ حضرت عبدالرحمن ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبدالرحمن بن عقیل اپنے بھائی کی شہادت کے بعد اجازت لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے کارزار میں تشریف لائے۔

أَبِي عَقِيلٍ فَأَعْرِ قَوْمًا كَانِي
مِنْ هَاشِمٍ وَهَاشِمٍ إِخْوَانِي
كَهُولٌ صَدَقَ سَادَةٌ إِلَّا قُرَانِ
هَذَا أَحْسَنَ سَامِعَ الْبَنِيَانِ
سَيِّدَ الشَّبَابِ مَعَ الشَّبَانِي
وَسَيِّدَ الشَّبَابِ فِي الْجَنَانِ

سخت دشمنانِ دین سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ سترہ افرادِ اشیاء کو جہنم رسید کیا۔ آخر کار عثمان بن خالد جہنی اور بشر بن حوط کے سخت حملوں سے آپ دار الفناء سے دار البقاء تشریف لے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۶۔ حضرت محمد بن ابی سعید ابن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت محمد بن ابی سعید بن عقیل رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا میں ابھی سن بلوغ تک نہیں پہنچے تھے کہ میدانِ کارزار میں گئے۔ اور جہاد کی حالت میں لقیط بن ایاس جہنی کے تیرے آپ شہید ہوئے۔

اولادِ جعفر طیار کی قربانیاں

حضرت جعفر طیار حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور ان کے والد عمران ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکرم کے سگے بھائی تھے ان کی اولادِ امجاد میں حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے فرزند ارجمند تھے۔ ان کی زوجیت میں حضرت سیدہ زینب بنت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکرم تھیں۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے کربلا نہ آ سکے لیکن انہوں نے اپنی اہلیہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ اسی وجہ سے مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ اور مکہ سے کربلا تک سیدہ زینب اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہیں اور حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے اپنے دونو جوان صاحبزادوں حضرت عون و حضرت محمد رضی اللہ عنہ کو اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ کربلا بھیج دیا۔ بعض نے ان کی عمر کو واقعہ کربلا پر آٹھ نو سال لکھ دیا ہے لیکن ایسا نہیں تحقیق کی روشنی میں اس وقت ان کی عمر اٹھارہ انیس برس کے لگ بھگ تھی۔ لہذا اب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے دو پوتوں جو حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے ان کی شہادتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۷۔ حضرت محمد ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت

حضرت محمد بن ابی سعید بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ واقعہ کربلا کے وقت جوان عمر کے تھے اپنے ماموں جان سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے اب کارزار میں جانے کی اجازت دیں۔ آپ ان کو دیکھ کر رو پڑے اور شوقِ جہاد و شہادت پر خوش بھی ہوئے۔ بڑے اصرار کے بعد آخر آپ نے ان کو اجازت مرحمت فرمادی۔ حضرت محمد بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ جب

میدان کی طرف نکلے تو زبان سے یہ کلمات پڑھے۔

أَشْكُو إِلَى اللَّهِ مِنَ الْعُدُوِّ
فَعَالَ قَوْمِي فِي الرِّدَى عُمَيَّانِ
قَدَبَدَلُوا مَعَالِيَهُ الْقُرْآنِ
وَمُحْكَمِ النَّزِيلِ وَالتَّبَيَّانِ
وَأَظْهَرَ الْكُفْرِ مَعَ الطُّغْيَانِ

حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شیر بر کی طرح قومِ اَشْقِیاء پر حملہ کیا اور دس افراد قومِ جفا کار کے واصلِ جہنم کئے۔ بالآخر حضرت محمد ﷺ کو ظالموں نے اپنے زرخے میں گھیر لیا اور حملے کرنے شروع کر دیے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہزادے اور جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے اور سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نورِ نظر دل کے قرار ایک ظالم ملعون عامر بن نہشل تمیمی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ حضرت امامِ عالی مقام نے شہزادے کی لاشِ اقدس کو اٹھایا اور خیمے کے پاس لاشوں کے قریب رکھ کر فرمایا۔ اے میری ماں جانی بہن تمہاری حسرت پوری ہو گئی آج تمہارا الخبت جگر میرے نانا جان کے پاس پہنچ گیا ہے۔ ماں نے شہزادے کی لاش کو دیکھ کر کہا بیٹا تو نے میرا دل راضی کر دیا ہے قیامت کو مجھے اور تمہارے باپ و خاندان ہاشمی کو یہ فخر ہوگا کہ جس لال نے میرا دودھ پیا تھا اس نے کربلا میں دینِ حق کی خاطر جان دینے سے گریز نہ کیا۔ بڑے صبر و رضا کے ساتھ اس زخم کو برداشت فرمایا۔ (ابیات)

۸۔ حضرت عون ابن عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہم

حضرت عون رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھانجے ہیں اپنے بھائی حضرت محمد رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہوں نے بھی حضرت امامِ عالی مقام سے اذنِ جہاد طلب کیا اور یہ جرز پڑھتے ہوئے کارزار میں آئے۔

أَنْ تَذْكُرُونِي فَأَنَا بَنُ جَعْفَرٍ
شَهِيدٌ صِدْقٍ فِي الْجَنَانِ أَزْهَرِ

پھر دادِ شجاعت دیتے ہوئے آپ نے تین اشخاصِ اَشْقِیاء کے سوار اور اٹھارہ پیادوں کو کفرِ کردار واصل فی النار کرنے کے بعد عبداللہ بن قطبہ طائی کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ حضرت امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ان کی لاشِ مقدسہ کو اٹھایا اور لاشانِ مقدسہ کے ساتھ رکھا۔ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے شکر ادا کیا کہ اے الہ العالمین تو نے زینب رضی اللہ عنہا کے اس بیٹے کی قربانی کو بھی قبول فرمایا ہے۔

اولادِ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی سیدہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند اور سرکارِ محمد رسول اللہ ﷺ کے نواسے تھے۔ ان کی اولادِ مجاہد میں سے ان کے بیٹے کربلا میں تشریف لائے اور انہوں نے اپنی جانیں قربان

کیں اب ان صاحبزادوں کی شہادتوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ سیدنا امام حسن کثیرالازواج اور کثیرالاولاد تھے ان سب کا تفصیلی ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہاں پر ان کا ذکر کیا جا رہا ہے جو کربلا میں شہید ہوئے۔

۹۔ شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ جوازِ یمن رملہ تھے آپ کی والدہ محترمہ واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ جب شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے میدانِ کربلا میں جانے کے لیے اپنے خیم سے تیاری شروع فرمائی تو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب میرے بھائی راکبِ دوشِ مصطفیٰ کا نورِ نظر جس کو دیکھ کر اپنے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی یاد آ جاتی ہے جن کا چہرہ انور اپنے باپ کے ساتھ ملتا جلتا ہے اب میرا یہ پیارا قاسم میدانِ کارزار میں جہاد کے لیے آراستہ ہو رہا ہے۔ اس منظر کو دیکھتے ہی حضرت امام حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے گلے جا گئے اور اس قدر روئے کہ غشی طاری ہو گئی۔ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے تسلی و تشفی فرمائی۔ اور اپنے شوقِ جہاد اور خونِ حیدری کے جوش کا مظاہرہ کیا اور اجازت چاہی لیکن حضرت امام اپنے بھائی کی اس عظیم نشانی کو اپنے سے جدا کرنے پر پس و پیش کرتے رہے۔ بالآخر شہزادے نے اپنے چچا جان بزرگوار سے بڑے اصرار کے بعد اجازت حاصل کر لی۔ شہزادے اسی حال میں میدانِ کارزار میں نکلے کہ ان کی آنکھیں چچا کے غم میں پر غم تھیں اور چچا کی جتنی بھی جدائی میں، صاحبِ حیات فرماتے ہیں کہ جب شہزادہ چل پڑا تو حضرت امام عالی مقام نے فرمایا۔

اے پیارے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ کیا تم اپنے قدموں سے چل کر موت
یا وَلَدِیْ اَمْسِیْ بِرَجْلِکَ اِلَی الْمَوْتِ۔

کی طرف جاتے ہو۔

شہزادہ قاسم رضی اللہ عنہ نے جواب میں عرض کیا۔

کَيْفَ لَا يَأْعَمُ! وَأَنْتَ بَيْنَ الْأَعْدَاءِ صَرَفَ
وَجِدْنَا فَرِيدًا لَمْ تَحْجِدْ صَاحِبًا وَلَا صَدِيقًا رُوحِي
لِرُوحِكَ الْفِدَاءَ وَنَفْسِي لِنَفْسِكَ الْوَفَاءَ۔ (ایضاً)

اے ہمام یہ جواب سن کر رو پڑے اور قاسم رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگا کر بوسہ دیا اور سپردِ خدا کیا اور فرمایا اچھا ہم بھی تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

شہزادہ آخری سلام فرما کر کارزار میں کود پڑے اور زبانِ اقدس پر یہ رجز پڑھتے گئے۔

أَنْ تَنْكُرُونِي فَأَنَا ابْنُ الْحَسَنِ
سَبَطَ النَّبِيُّ الْمُصْطَفَى الْمُؤْتَمِنَ
كَانَ حُسَيْنٌ فَكَلَّا سَيِّدَ الْمُؤْمِنِينَ
بَيْنَ أَكْأَسِ لَالِغَوَاصُوبِ الْمَزِينِ

یزیدی لشکر نو جوان شہزادہ قاسم رضی اللہ عنہ کے چہرہ انوار کی تابانی و چمک و ہیبت اور رجز سن کر بوکھلا گیا۔ میدانِ کارزار میں ایک آفتاب چمک رہا ہے۔ خَرَجَ الْإِنْسَانُ قَائِمٌ كَانَ وَجْهُهُ كَالْقَمَرِ۔ ہماری طرف ایک قاسم نامی شخص آیا جس کا چہرہ چاند کی مانند تھا گویا کہ چاند نمودار ہوا ہے۔

آپ نے فوجِ اشقیاء کا مقابلہ فرمایا اور ستر ناریوں کو واصلِ جہنم کیا۔ اسی اثناء میں عمرو بن سعد بن نفیر از دی عالم ملعون نے اس قدر زور سے تلوار ماری کہ شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کا سر انور شگافتہ ہو گیا۔ اور بل کھا کر زمینِ فرس سے منہ کے بل فرشِ زمین پر گر پڑے۔ آپ نے عمِ محترم کو آواز دی یا عماہ حضرت امام نے جب حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو آپ دوڑتے ہوئے آئے دیکھا کہ قاتل آپ کے پاس کھڑا ہے آپ نے اسے روکا لیکن باز نہ آیا۔ الناتلوار سے حضرت امام ہمام کو مارنے لگا قدرتِ الہیہ سے اس کا اپنا ہاتھ کٹ کر گر گیا اس نے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے طلب کیا وہ کثرت سے دوڑتے آئے ان کے اپنے گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے ہی وہ کچلا گیا۔ جہنم رسید ہو گیا۔

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ شہزادہ کے قریب کھڑے ہیں کہ شہزادہ تڑپ رہا ہے اور امام غم کی حالت میں فرما رہے تھے۔ بَعْدَ الْقَوْمِ قَتَلُوكَ خَصْمُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيكَ جَدُّكَ۔ ہلاک ہو وہ قوم جس نے تم کو قتل کیا ان کے واسطے جن کے لیے قیامت کے روز آقائے نامدار ان کے دشمن ہوں گے۔ اسی اثناء میں شہزادہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ابنِ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامِ شہادت نوش فرما کر جنت کو سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حضرت امام حسین نے ان کی لاش مبارک کو اٹھایا اور خیام کے پاس لاشانِ مقدسہ کے قریب رکھا جو مر کو سپاہ کی حیثیت رکھتا تھا۔
۱۰۔ حضرت ابو بکر ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں۔ ان کی اور حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ایک تھیں۔ گویا کہ یہ دونوں ماں باپ کی طرف سے گئے بھائی تھے اور حضرت قاسم سے بڑے تھے۔ انہوں نے بھی حضرت امام سے اذنِ جہاد لے کر بڑے اصرار کے بعد میدانِ کارزار کا رخ کیا۔

اَنْ تَنْكَرُوْنِيْ فَاِنَّا اِبْنُ حَبِيْبَةٍ
صَرَغَاہَ اَجَاہَ وَيَسْفَ صُتُوْرَہُ
عَلٰی الْاَعَادٰی وَمِثْلٍ رِّجْحٍ صَرَصَرَہُ
اَكِيْلُكُمْ بِالسَّيْفِ كَيْلِ السَّبَدَةِ

آپ نے بھی بڑی شجاعت کے ساتھ قومِ اشقیاء کا مقابلہ کیا اور چودہ ناریوں کو واصلِ جہنم کیا یا آخر عبد اللہ بن عتبہ الغنوی کے تیرے آپ درجہ شہادت کو پہنچے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (ابیات)

۱۱۔ حضرت عبد اللہ (الاصغر) ابنِ امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ رملہ بنت شلیل بن عبد اللہ بکلی تھیں۔ حضرت شلیل صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ یہ صغیر السن تھے گیارہ سال کی عمر تھی جب یہ کربلا میں شہید ہوئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یوں ہے کہ جب امام الشہداء نواسرہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تیروں سے دشمنوں نے چھلنی کر دیا یہ حالتِ زار دیکھ کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے چچا جان کی حمایت کے لیے دشمن کے نزعہ میں کود پڑے۔ دیکھا کہ ایک تلوار لے کر قاتل الجبر بن کعب کھڑا

ہے آپ نے اس کو جا کر فرمایا۔ **يَا كَاهِلُ اَنْتَ تَقْتُلُ عَمِي**۔ ظالم میرے چچا کو قتل کرتا ہے۔ اس نے طیش میں آ کر حضرت عبداللہ کے تلوار ماری جس سے شہزادہ کا ہاتھ کٹ گیا۔ شہزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا عماہ اے چچا جان امام ہمام نے جب حضرت عبداللہ کو دیکھا تو اس لبو لبان حالت رضی اللہ عنہ میں سینہ سے لگا لیا دلا سادیتے ہوئے فرمایا۔ **يَا اَبْنُ اَيْمَنٍ اَصْبِرْ مَا تَزُولُ بِكَ وَ اَحْتَسِبْ فِي ذَالِكَ الْخَيْرَ قَانَ** اللہ **يُلْحِقُكَ بِاَبَائِكَ الصَّالِحِينَ**۔ اے بھتیجا۔ اس مصیبت پر صبر کرو اور خیر و ثواب کی توقع رکھو۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے نیک آباء و جداد کے ساتھ ملحق کرے گا۔ شہزادہ حضرت عبداللہ ابن امام حسن رضی اللہ عنہ چچا جان کے ساتھ لپٹے ہوئے تھے کہ ایک ملعون ظالم حرمہ ابن کامل نے اس قدر شدید حملہ کیا کہ شہزادہ نے تڑپ کر جان دے دی اور ان کی روح قفسِ عصری سے پرواز کر کے جنت میں شہداء کربلا کے ساتھ ملحق ہو گئی۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ**۔ (ایمات)

اولادِ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قربانیاں

حضرت سیدنا مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں تو کوئی اور نکاح نہ فرمایا لیکن ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آٹھ اور نکاح فرمائے۔ کل نوازواج ہوئیں۔ اور ان سب سے کافی اولادِ امجاد ہوئی۔ جیسا کہ اس کا بھی تفصیلی ذکر ہو چکا ہے ان تمام اولادِ امجاد میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جو صاحبزادے کربلا میں شہید ہوئے اب ان صاحبزادوں کی شہادتوں کی تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

۱۲۔ حضرت ابو بکر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حیدر کرار سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے ہیں ان کی والدہ ماجدہ علیٰ بنت مسعود بن خالد درامیہ ہیں۔ آپ نے حضرت امام الشہداء سے اجازت جہادِ طلب کی اور میدانِ کارزار میں تشریف لائے تو آپ کی زبان پر یہ رجز تھی پھر زبردست دشمنوں سے جنگ فرمائی اور آپ نے اکیس ناریوں کو نازِ جہنم میں رسید کیا ایک ظالم ملعون زجر بن قیس کے ہاتھوں آپ شہید ہو گئے۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ**۔ شہدائے کربلا کی لاشوں کی جماعت میں ان کی بھی لاش مقدس رکھی گئی۔

۱۳۔ حضرت محمد رضی اللہ عنہ ابن سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا محمد رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شہزادے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت عیسٰی انخمیہ تھیں اور یہ حضرت محمد بن الحنفیہ سے چھوٹے تھے۔ آپ نے بھی اذنِ جہاد طلب کیا اور کارزار میں یزیدیوں سے خوب لڑائی کی اور کئی افراد کو جہنم رسید کیا بعد ازاں خود ایک ملعون ذرہ شریک کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ **اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاٰجِعُونَ**۔ قاتل ملعون کا چند گھڑیوں کے بعد پانی پیتے ہوئے پیٹ پھٹ گیا اور واصلِ جہنم ہوا۔

۱۴۔ حضرت عبداللہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ جناب عباس رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی تھے ان کی پیدائش پر آپ نے فرمایا میں اپنے بھائی کے نام پر اس کا نام رکھتا ہوں اور وہ عثمان رضی اللہ عنہ ہے جو

جلیل القدر صحابی ہیں۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت عثمان ابن علی رضی اللہ عنہ کی عمر پچیس سال تھی۔ آپ پورے چودہ سال حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ واقعہ کربلا کے خونی منظر پر آخر حضرت عثمان فرزند علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اذنِ جہاد طلب فرمایا آپ اجازت لے کر قومِ اشقیاء پر ٹوٹ پڑے۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ رجز تھی۔

إِنِّي عُثْمَانُ ذُو الْمَفَاخِرِ
شَيْعِي عَلَى الْفَعَالِ الظَّاهِرِ
هَذَا حُسَيْنٌ خَيْرٌ مِنَ الْآخِرِ
وَسَيِّدُ الصَّغَارِ وَالْكَبَائِرِ

شدید ضرب و حرب کے بعد خولی بن یزید اصبحی ملعون نے آپ کو ایک ایسا تیر مارا کہ شہزادہ عثمان ابن حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرس کی زین سے فرشِ زمین پر آگئے اور تڑپتے رہے اسی اثناء میں موقعہ پا کر ایک ملعون ایان بن درام نے آگے بڑھ کر حضرت عثمان ابن شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نورِ نظر کا سرِ اقدس جسدِ اطہر سے قلم کر دیا۔ اَنَّا لِلّٰهِ وَاَنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (الحیات)

۱۶۔ حضرت جعفر ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے تھے۔ سب بھائیوں سے واقعہ کربلا میں ان کی عمر تھوڑی تھی۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر اکیس سال تھی۔ حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہ سے دو برس چھوٹے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی پیدائش پر نام رکھتے ہوئے فرمایا میں ان کا نام اپنے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھتا ہوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اذنِ جہاد لے کر میدانِ کارزار کی طرف تشریف لائے تو آپ نے یہ رجز پڑھی۔

إِنِّي أَنَا جَعْفَرُ ذَوِّ الْمَعَالِي
ابن علي الخَيْرِ ذِي الْعَوَالِ
حَسْبِي بَقِيَّةُ شَرْقًا وَخَالِي
أَحْمَى حَسِينًا ذِي الْعَدَى الْمِقْضَالِ

آپ نے کئی افرادِ جہنم رسید کئے بالآخر ہانی بن شبیت ملعون کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ اَنَّا لِلّٰهِ وَاَنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ ایک روایت ان کے قاتل کے متعلق یوں بھی آئی ہے کہ خولی بن یزید نے اس قدر زور سے نیزہ حضرت جعفر بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر مارا جس کی کاری ضرب آپ کے لیے شہادت کا سبب بنی۔

۱۷۔ صاحب اللہ ابو الفضل حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا ابو الفضل العباس ابن حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں شعبان المعظم ۲۶ ہجری کو ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین فاطمہ بنت خزام بن خالد بن ربیعہ بن عامر الکلابی تھیں یہ وہ ام البنین تھیں جن کا خاندان عرب میں صفِ ثکنی اور شیرِ افکنی میں مشہور اور معروف تھا تمام قبائل عرب میں یہ خاندان اپنی شجاعت و شہامت میں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چودہ سال تک اپنے والد معظم کی شفقت نصیب ہوئی تھی پھر حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اپنے والد عظیم کی شہادت کے بعد دس سال کا عرصہ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ گویا کہ اس طرح بوقت شہادت آپ کی عمر مبارک چونتیس سال تھی۔ واقعہ کربلا کے وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، عثمان و جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس ان چاروں بھائیوں کی والدہ ماجدہ حضرت ام البنین رضی اللہ عنہا عینہ طیبہ میں موجود تھیں۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی دو کنبتیں بڑی مشہور ہیں۔ ایک ابوالفضل، اور دوسری ابوالقراہ۔ آپ کے القابات بھی بہت مشہور و معروف ہیں۔ آپ کو قرنی ہاشم بھی کہا جاتا ہے اور علمبردار بھی کہا جاتا ہے سقائے اہل بیت بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں باب الحوائج، الشہید، العبد الصالح، صاحب اللواء بھی القابات جلیلہ آپ کے ہیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کشفہ اقامت مناسب اعضاء کے نہایت وجہیہ جو ان تھے تمام ار باب سیر نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ
 حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت حسین و جمیل اور جسم و سیم تھے۔ دور کا بہ
 گھوڑے پر سوار ہوتے تھے تو پھر پائے مبارک زمین پر خط دیتے
 تھے ان کو خدا داد حسن و جمال کی وجہ سے قمر بنی ہاشم کہا جاتا ہے۔
 ۱۱

یعنی بنی ہاشم کے خاندان کے چاند جیسے عباس رضی اللہ عنہ۔ مدینہ الرسول میں جب شہزادہ علی اکبر ابن امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے تو لوگ ان کے چہروں کو دیکھنے کے لیے جمع ہو جاتے۔ سبحان اللہ۔ ظاہری خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا دامن باطنی و روحانی خوبیوں سے بھی لبریز تھا۔ ایمان و ایقان و اعمال و کمال کے اعلیٰ درجہ پر تھے اور مکارم و اخلاق و فضائل کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا ایک عجیب فقیہانہ واقعہ ہوا کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔ آپ اپنے بیٹے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا رہے تھے قُلْ وَاحِدٌ کہو ایک۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وَاحِدٌ ایک۔ پھر آپ نے فرمایا قُلْ اَللّٰہُ کہہ دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ خاموش رہے آپ نے فرمایا بیٹا دو کیوں نہیں کہتے کہہ دو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان اِسْتَجِیْ اَنْ اَقُوْلَ بِاللِّسَانِ الَّذِیْ قُلْتُ وَاحِدًا اِنِّیْ جَسَ زَبَانٍ سے ایک مرتبہ ایک کہہ دیا اب اس سے دو کہتے ہوئے حیا دامن گیر ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، یہ جواب سن کر متاثر ہوئے کیونکہ اس

جواب میں وہ فقہانہ راز تھے جو عام نہیں سمجھ سکتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اہل بیت میں فقیہ کے نام سے بھی مشہور تھے۔ اِنْ الْعَبَّاسُ مِنْ أَكْبَرِ الْفُقَهَاءِ وَأَفْاضِلِ أَهْلِ بَيْتٍ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اکابر فقہاء و فضلاء اہل بیت سے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا نکاح لہابہ بنت عبد اللہ بن عباس سے ہوا جن کے بطن سے آپ کے دو بیٹے فضل رضی اللہ عنہ اور عبید اللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تھے۔ بوقت شہادت کربلا آپ اہل وعیال والے بھی تھے۔

واقعہ کربلا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خصائل کے مطابق حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ جلیل القدر خدمات سرانجام دیں جو بیان سے باہر ہیں۔ شب عاشوراء حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے خطبہ میں انہوں نے سب سے پہلے یہ کہا تھا۔ لَا أَرَا أَنَّ إِلَهًا بَعْدَكَ إِلَهٌ أَبَدًا۔ اللہ ہم کو وہ دن نہ دکھائے جب ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ گویا کہ آپ کا مومنانہ و شجاعانہ جواب جا ثاری و نصرت حق کی تائید اور عہد کی تجدید تھی۔

ابو الفضل صاحب اللوائی، سقائے اہل بیت حضرت عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی شہادت عظمیٰ

حضرت سیدنا عباس ابن حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت طیبہ کے متعلق جو صحیح روایات معتبرہ کتب سے ثابت ہوئی ہے وہ یوں ہے کہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ تمام رفقاء و احباب و اعموان و انصار خاندان اہل بیت کے جام شہادت نوش فرما چکے۔ اور آپ امام الشہداء نواسہ سیدالابرار سیدنا امام حسین تنہا اور یکس ہو چکے ہیں۔ تو حضرت سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا یا اخی ہل من رخصتہ۔ اے پیارے بھائی جان: کیا اب مجھے اجازت مرحمت فرماتے ہیں؟ حضرت امام یہ سن کر رو پڑے اور جواب میں فرمایا یا اخی اَنْتَ صَاحِبُ اللِّوَاۤئِ۔ اے میرے بھائی میرے علم بردار ہو تمہارے چلے جانے سے تمام سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ حالات پر غم کو دیکھ کر میرا دل تنگ پڑ گیا ہے اور اس دنیاوی زندگی کو رکھنا نہیں چاہتا اور چاہتا ہوں کہ ان منافقوں سے مقابلہ کر کے اپنی جان راہ حق پر قربان کر دوں۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اگر آپ کا یہی خیال ہے تو پہلے ایک کام کرو۔ وہ یہ کہ اہلبیت اطہار کی خواتین مقدسہ اور بچے و بیمار پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں ان کے لیے کسی طریقہ سے تھوڑا سا پانی لا دو۔ فَاظْلُبْ لَهُوْلَاءِ قَلِيلًا مِنَ الْمَاءِ۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے حکم سنتے ہی عرض کیا اچھا پہلے میں پانی لے آؤں۔ آپ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر مفکیزہ اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تشریف لے گئے اور قوم اشقیاء کی طرف جا کر آپ نے فرمایا۔ يَا عَمْرُؤُا ابْنِ سَعْدٍ! هَذَا الْحُسَيْنُ بْنُ بَدْرٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَقُوْلُ اِنَّكُمْ قَتَلْتُمْہُمْ وَاَصْحَابَہُمْ وَاَخُوَیَہُ وَبَنِيْنَ اَعْمَامِہِمْ وَبَقِيَ فَرِيْدًا مَعَ اَوْلَادِہِ وَعِيَالِہِ وَهَمْ عَظَایِشٌ قَدْ اَحْرَقَ الظَّمَا قُلُوْبُہُمْ۔ اے پسر سعدیہ حسین رضی اللہ عنہ دختر رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ تم نے ان کے اصحاب و احباب و اولاد کو تو شہید کر دیا ہے اور اب وہ خود تنہا اہالیان عصمت و بچوں کے ساتھ رہ گئے ہیں جن کے دلوں کو پیاس کی شدت نے جلا دیا ہے۔ ان کے لیے کچھ پانی دے دو۔ یزیدی رو پڑے اور بعض نے ندامت سے سر جھکا لیے۔ لیکن دنیا کی حسرت نے ان کو دین سے اندھا کر دیا ہوا تھا کہ آج خانوادہ اہل بیت رسول ﷺ پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ جب یہ صورت حال قوم اشقیاء کی ہوئی تو ایک شخص شرار و مشیت بن ربیع آگے بڑھے اور کہنے لگے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِي كَانَ كُلُّ وَجْهِ الْاَرْضِ مَاءً وَهُوَ يَأْتِيُنَا مَا اسْقَيْنَاكُمْ مِنْ قَطْرَةٍ وَاحِدَةٍ اِلَّا اَنْ تَدْعُوْنِي بِبِعْتَةٍ يَزِيدُ.

اے ابوتراب کے بیٹے اگر بالفرض تمام روئے زمین پر پانی ہی پانی ہو جائے۔ اور پھر وہ ہمارے قبضہ میں ہو تب بھی تمہیں اس وقت تک ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ جب تک تم یزید کی بیعت نہ کر لو۔

ان کا کافرانہ جواب سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ مایوس ہو کر حضرت امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس لوٹ آئے اور ان کے تمام سوال و جواب کا ذکر کیا۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ یہ جواب سن کر شدید رو پڑے۔ اسی اثناء میں خیام حسینی سے الْعَطَشُ، الْعَطَشُ کی آوازیں زور پکڑ گئیں۔ یہ دردناک آواز حضرت عباس کے کانوں تک پہنچی تو رو کر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔

اے الہ العالمین میں چاہتا ہوں کہ اپنی کوشش بروئے کار لاتے ہوئے ان بچوں کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ بھر لاؤں۔

اس کے بعد مشکیزہ و تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نہر فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔ پھر لشکرِ جرار کی صفوں کو چیرتے ہوئے دریائے فرات کی طرف بڑھے جب قومِ اشقیاء اور عمرو بن سعد نے دیکھا کہ حیدرِ کرار کا فرزند بڑے عزم و ہمت کا علم لیے ہوئے آیا ہے تو چار ہزار کا لشکرِ یزیدی جو نہر پر متعین کیا گیا تھا حرکت میں آ گیا۔ یہ حالت دیکھ کر شہزادہ حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے تلوار میاں سے باہر نکال لی اور برقی عاطف اور صرصرِ عاصف کی طرح دشمنانِ اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ کشتوں کے پشنے لگا دیے۔ مینہ کو میسرہ اور میسرہ کو مینہ پر الٹ کر رکھ دیا۔ اسی حالت میں آنے اسی افراد کو جو نہر فرات کی صفوں میں تھے واصلِ جہنم کر دیا۔ اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

أَقَاتِلِ الْقَوْمَ بِقَلْبٍ مُّهْتَدٍ

أَذْبَ عَنْ بَسْطِ النِّهْيِ أَحْمَدُ

اضربكم بالصارم المهند

حتى تحيدوا عن قتال سیری

انی انا عباس ذوالسوداء

فجلی علی المرتضیٰ المرید

حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے فرزند کی ہیبت و شجاعت نے دشمنوں کی صفوں سے راستہ دے دیا یہاں تک کہ آپ نہر فرات کے پاس جا پہنچے۔ جب دریائے فرات کا پانی ٹھاٹھیں مارتا ہوا دیکھا تو حضرت نے فرمایا اے الہ العالمین: دیکھ لے آج اس پانی کو کس ظلم کے ساتھ اہل بیت پر بند کیا گیا ہے کہ آج ان کا بچہ بچہ پانی کے ایک ایک قطرہ کو ترس رہا ہے۔ یہاں پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ میں خود تو چلو بھر کر پانی سیر ہو کر پی لوں اور پھر مشکیزہ کو بھر لوں۔

فَلَمَّا ارَادَ اَنْ يَشْرَبَ غُرَفَةً مِنَ الْمَاءِ ذَكَرَ عَطَشُ الْحُسَيْنِ اَهْلَ بَيْتِهِ فَوَجَّي الْمَاءَ (الحیات)

پس جب یہ ارادہ ہوا ایک چلو بھر کر پانی خود پی لوں۔ تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ و اہل بیت کی پیاس یاد آ گئی اور پانی نہ پیا اور چلو نہ بھرا۔

یعنی چاہا کہ پیسے لیکن اسی وقت امام حسین ؑ اور ان کے اہل و عیال والوں کی پیاس یاد آگئی۔ دوسرا یہ طریقہ شانِ وفاداری کے خلاف ہے تیسرا یہ اہل بیتِ عظام کے شایانِ شان اور ادب کے منافی تھا اس لیے پانی چلو سے انڈیل دیا اس کے بعد مشکیزہ پانی سے پر کر لیا اور چلنے لگے تو افواجِ اشقیاء ان کے راستے کو روکنے کے لیے کھڑی تھی۔ حضرت سیدنا عباس ؑ کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح یہ پانی خیمہ حضرت امام حسین ؑ تک پہنچ جائے۔ دوسری طرف مخالف قوم کی بھرپور کوشش تھی کہ یہ پانی خیمہ حسین ؑ تک نہ پہنچے۔ چنانچہ افواجِ اشقیاء نے حضرت صاحبِ الملۃ سیدنا عباس ؑ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور تیروں کی بارش شروع کر دی۔ مگر حیدرِ کرار ؑ کا فرزند اور نورِ نظر خونِ حیدری کی پوری قوت سے ان کے حملوں پر حملوں کو پسپا کر رہے ہیں۔ کہ اچانک ایک ملعون نے چھپ کر جس کا نام نوفل ابنِ ارزق دوسری روایت کے مطابق زید بن ورقا تھا اس نے حضرت کے دائیں بازو پر ایسا زور سے وار کیا کہ بازوئے اقدس قلم ہو کر زمین پر جا گرا اس کے باوجود شہزادہ عباس ؑ نے نہایت دلیری کے ساتھ مشکیزہ دوسرے کاندھے پر رکھ لیا۔ اور اسی ہاتھ سے تلوار پکڑ کر دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔ اس وقت حضرت اسد اللہ الغالب ؑ کے فرزند کی زبان پر یہ الفاظ آئے۔

وَاللّٰهُ اَنْ قَطَعْتَنِيْ بِمَيْمَنِيْ

اِنِّيْ اُحَامِيْ اَبَدًا عَنْ دِيْنِيْ

ترجمہ: خدا کی قسم اگر میرا دایاں بازو کاٹ گیا تو کچھ پرواہ نہیں۔ میں ہمیشہ پھر دینِ حق پر قائم رہوں گا۔

یعنی ہاتھ جانے کا کچھ غم نہیں۔ مگر دینِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نہ جائے گا اسی پر جان دے دوں گا۔

وَعَنْ اِمَامِ الصّٰدِقِ الْيَقِيْنِ

نَجَلَ النَّبِيُّ الطّٰهَرِ الْاَمِيْنِ۔

بے شک حضرت امام ہمام سے یقیناً برحق ہیں۔ وہ امام برحق جو نبی پاک صاحبِ آئین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسلک ہیں۔

یہ کلمات زبان پر جاری اور ایک ہاتھ سے دشمن پر ضرب کاری و ساری اور کشت و خون کا بازار عام گرم۔ مگر بریدہ بازو سے بکثرت خون نکل جانے سے حضرت عباس ؑ پر قدرے نقاہت کے آثار نمودار ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک ملعون نے حضرت پر پھر اچانک ایسا تلوار سے وار کیا کہ حضرت عباس ؑ کا بایاں بازو بھی قلم ہو گیا۔ اور اس وقت حضرت نے یہ کلمات پڑھے۔

يَا نَفْسِ لِحَافِي مِنَ الْكُفَّارِ

وَالْبَسْرَى بِرَحْمَةِ الْجَبَّارِ

مَعَ النَّبِيِّ سَيِّدِ الْمُخْتَارِ

قَدْ قَطَعُوْا اَبْعِيْهِمْ اَيْسَارِي

فَاَمْلَهُمْ يٰ اَرْبَ حَوَالِ النَّارِ

ترجمہ: اے میری جان ان منکروں سے خوف نہ کھا۔ تیرے لیے اے جان خوشخبری ہے رحمتِ پروردگار کی اس لیے کہ سید المختار حبیبِ کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگی اور جنہوں نے میرا بایاں بازو بھی اور دایاں بازو بھی کاٹا ہے ان کو اے میرے رب تو بھیج جہنم کی ذلت آموز آگ میں۔

یا اللہ۔ اب عجیب منظر ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو قلم ہو چکے ہیں اور اب وہ لڑنے کے قابل تو نہیں رہے۔ مگر مشکیزہ کو دانتوں سے دبا کر رکھا۔ (مشکیزہ کے فیتوں کو دانتوں سے دبائے رکھا) سارے پانی کا وزن دانتوں سے اٹھائے ہوئے ہیں۔ سُبْحَانَ اللہ۔ اب بھی یہی کوشش ہے کہ کسی نہ کسی طرح یہ پانی خیاں حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تک پہنچ جائے۔ مگر افسوس، صد ہا افسوس۔ کہ ستائے اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان امیدوں و آرزوں و تمناؤں پر پانی پھر گیا کہ ایک تیرا کر مشکیزہ میں پیوست ہو گیا کہ سارا پانی مشکیزہ سے زمین پر بہہ گیا اسی اثناء میں ایک دوسرا تیر حضرت عباس کے سینہ اقدس پر لگا اور ایک ملعون حکیم بن طفیل سینی نے آہنی گرز (یعنی لوہے کی گرز) اس زور سے سر اقدس پر ماری کہ شہزادہ حضرت عباس گھوڑے کی زین پر سنبھل نہ سکے اور لاچار ہو کر فرشِ زمین پر تشریف لائے۔ جب گرے تو امام الشہداء ابن رسول اللہ کو آواز دی۔

يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيكَ السَّلَامُ مَيِّتِي۔ (الحیات)

اس آواز کو سن کر حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آپ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ پیکرِ وفاتِ جگر علی المرتضیٰ میرا برادرِ محبتی صاحب اللو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملا ہے اور مجھ سے ہمیشہ کے لیے دنیاوی زندگی سے جدا ہو گیا ہے اور میرے نانا پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور چلا گیا ہے۔ ارواحِ شہدائے کربلا سے جا ملا ہے اور بدنِ اقدس لبو لہان اور جسدِ اطہر ٹوٹ چکا ہے۔ اس حالتِ زار کو دیکھ کر حضرت امام الشہداء رضی اللہ عنہ رو پڑے اور آپ کی لاش اقدس کے ساتھ چٹ کر فرمایا۔

اَلَا اِنْ اَنْكَسَرَ ظَهْرِيْ وَقَلَّتْ حِيَلِيْ۔ اے عباس رضی اللہ عنہ اب میری کمر ٹوٹ گئی ہے اور معاملہ تدبیرِ قوت کا کمزور ہو چکا ہے۔ اَنَا لِّلّٰهِ وَاَنَا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

اس کی دو تو جیہیں ہیں ایک تو یہ کہ غم و اندوہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کی فی الحقیقت کمر ٹوڑنے کے مشابہ ہے۔ دوسرے اب عباس رضی اللہ عنہ جیسے نوجوان کی لاش اٹھانے کی طاقت نہیں رہی۔ جو کمر ٹوٹنے کے مشابہ ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کی لاش اقدس کثرتِ جراحات یعنی زخموں کے اٹھانے کے قابل نہ رہی۔ بہر حال ہر طریق سے حضرت امام ہمام رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ تمام خونی منظر کے غم کو برداشت کرنے کی نشاندہی کرتا ہے۔ چنانچہ فَبِكُلِّ الْحَسَنِ لِقَدْ قُتِلَ الْعَبَّاسُ بِكَاءٍ اَشَدِّ دَاءٍ پس شہادتِ عباس رضی اللہ عنہ پر حضرت امام پھوٹ پھوٹ کر روئے۔“

آپ نہرِ فرات کے کنارہ ہی حضرت عباس کی لاش اقدس کو چھوڑ کر روتے اور حزن و ملال کا پہاڑ اٹھائے واپس اپنے خیاں میں آئے۔ اہل بیتِ اطہار یہ خبر سن کر روئیں۔ حضرت نے صبر کی تلقین فرمائی۔ اور خود بھی دل پر صبر کچیاں باندھ لی۔ لیکن کربلا کی زمین رو رہی ہے۔

اَحَقُّ النَّاسِ اَنْ يَّيْتِيَّ عَلَيْهِ

فَتَيُّ اُبْكِي الْحُسَيْنَ بِكَرْبَلَاءَ

اَخَوْهُ وَاَبْنِ وَالِدِهِ عَلِيٍّ

اَبُو الْفَضْلِ الْمَصْرُوحِ بِالدَّمَاءِ

وَمِنْ وَأَشَاءَ لَا يَفْنِيهِ شَيْ
وَجَادِلُهُ عَلَى عَطَشٍ بِمَاءِ

قیامت نما حادثہ شبیر جہانگیر عرصہ رزم گاہ کر بلا

اب وہ عجیب وقت آ گیا ہے کہ حضرت سیدنا امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کے تمام اصحاب واقارب واعزہ واحباب ایک ایک کر کے داغِ مفارقت دے گئے۔

نہ لشکرے نہ سپا ہے نہ کثرت الناس
نہ قاسم، نہ علی اکبر نہ عباس

محرم کا اصلی وقت آ گیا، سورج ڈھل چکا ہے، عصر کا وقت قریب ہے۔ نواسر سیدالابرار تنہا رہ گئے ہیں۔ دائیں بائیں دیکھتے ہیں
نَظَرٌ يَمِينًا وَشِمَالًا کوئی نظر نہیں آتا۔ سب رفقاء واحباب وانصار واعزہ واقارب کے لاشہ ہائے مقدسہ خاک و خون میں غلطان
پڑے ہیں۔ اور کوئی یار و مددگار اور غمگسار نظر نہیں آتا۔ کئی پیاروں کے نام لے لے کر ان کو پکارتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔

يَا أَبْطَالَ الصِّفَاءِ يَا قَرْمَانَ الْهَيْجَا
مَا لِي كَأَيْدِيكُمْ فَلَا تَجِيبُونِ وَأَدْعُوكُمْ فَلَا تَسْتَجِبُونَ

اے شجاعانِ باصفا و شیرانِ پیشہ و فاء، اے شہیدانِ کرب و بلا۔ میں حسین تم کو نداء دیتا ہوں مگر تم جواب نہیں دے رہے اور میں
تمہیں بلاتا ہوں مگر تم میری آواز اب نہیں سن رہے۔
محرم آ گیا ہے پر امت کے شہزادے نہیں آئے۔

جن کے غم میں سرکار سید الشہداء نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم دل شکستہ ہیں اور پیاروں کے داغِ مفارقت نے ظاہری کمر توڑ دی ہے۔ کئی
دن کی بھوک و پیاس، کربلا کا خونی منظر اور قیامت خیز، تپش، ساڑھے چھین سال کی عمر مقدس، ایسے حالات میں جنگ کریں تو کیوں
کر مگر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسر اور شبیر خدا کے فرزند اور سیدۃ النساء کے شہزادے نے اسلام کے تحفظ اور اپنے فرائض
کو اس خوش اسلوبی سے سرانجام دیا جس کی نظیر آج تک اور قیامت تک نہیں مل سکتی۔ اس لیے کہ معرکہ کربلا میں باطل کے ساتھ حق،
اور ظلم و ستم کے ساتھ مظلومیت، اور تمام تر مادی قوتوں کے ساتھ روحانیت کا مقابلہ تھا۔ اس لیے اس کے تقاضے وہی تھے جن کو حکیم
الامت نباض اسلام امام عالی مقام سرکار سیدنا حسین علیہ السلام نے پورا کیا۔ ایک بار پھر نواسر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اتمامِ حجت کے لیے آوازِ
استغاثہ بلند فرمائی:

هَلْ مِنْ ذَابٍ يُدْبِتُ عَنْ حُرْمَةِ رَسُولٍ قُوَّابًا اللَّهُ هَلْ مِنْ
مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللَّهَ فَيُنِصُّنَا مِنْ مُعَيْيَتٍ يَغِيثُنَا
يَزْجُو اللَّهَ۔
کوئی ہے جو حرمتِ رسول سے دشمنوں کے شر کو دور کرے۔ کوئی خدا
پرست ہے جو ہمارے معاملہ میں خدا سے ڈرے۔ کوئی فریادرس
ہے جو ثوابِ خداوندی کی خاطر ہماری فریادری کرے۔ کوئی مددگار
ہے جو حصولِ اجر کی خاطر ہماری مدد کرے۔

مگر سنگدلوں پر سرکار امام کے اس استغاثہ کا کچھ اثر نہ ہوا۔ مگر امام کی آوازِ استغاثہ سے تمام عالم میں تلاطم برپا ہو گیا۔ کائنات کے

ذره ذرہ میں کھلبلی مچ گئی۔ چونکہ ندائے استغاثہ مطلق ہے۔ اس میں کوئی اشتیاء نہیں ہے۔ بظاہر پروردگار عالم بھی اس اطلاق میں شامل ہے کہ ہے کوئی جو ہماری مدد کرے۔ اس لیے پروردگار جل شانہ، سبحان تعالیٰ نے اس کا عملی ثبوت پیش فرمایا۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی النَّصْرَ حَتّٰی رَفَعَبَ عَلٰی رَاسِ الْحُسَيْنِ
 حُسَيْنِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے سر مبارک پر اپنے پرہلائے اور کہا اللہ تعالیٰ نے
 آپ کو اختیار دیا ہے چاہو تو آپ کو دشمنوں پر ظاہری فتح دے دیتا
 ہوں۔ اور چاہو تو میری ملاقات و لقاء کو اختیار کرلو۔ آپ نے
 برضاء و خوشی و رغبت پروردگار عالم کی لقاء کو اختیار فرمایا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار فرشتے بھی بھیجے کہ حکم دیں تو آپ کی مدد کریں یا لقائے ربی کو اختیار کریں تو آپ نے فرمایا میں اپنے
 پروردگار کی رضاء و لقاء چاہتا ہوں۔ اسی طرح جنات کی جماعت کثیرہ نے بھی حاضر خدمت ہو کر مدد کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے
 انکار فرمادیا۔

سیدنا علی اوسط المعروف بہ امام زین العابدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ سخت بیماری کی حالت میں عصا پر ٹیک لگائے اور لڑکھڑاتے ہوئے خیام سے
 اٹھے۔ سیدہ زینب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے ان کو تھما اور فرمایا اے علی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اس حالت میں کہاں جا رہے ہو؟ عرض کیا ابا جان نے ندائے استغاثہ
 فرمائی تھی۔ یا عمتی اقاتل بین یدی ابن رسول اللہ پھوپھی جان میں ابن رسول اللہ پر جان قربان کرنے جا رہا ہوں۔ امام عالی مقام رَضِیَ اللہُ عَنْہُ
 یہ منظر دیکھ کر فرمانے لگے۔ اُحْبِبِّيْ اَحْبِسْهُ فَلَا تَخْلُوْا الْاَرْضَ مِنْ نَّسْلِ آلِ رَسُوْلٍ۔ اے بہن اس کو روک رکھو ایسا نہ ہو کہ زمین آل
 رسول سے خالی ہو جائے۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد سیدہ زینب رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے امام سجاد زین العابدین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کو روک لیا خیمہ میں لٹا
 دیا۔ پھر امام عالی مقام آئے تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مُتَعَالِ الْمَكَانِ عَظِيْمُ الْجَبَرُوْتِ شَدِيْدُ الْبَحَالِ غَيْبِيْ عَنِ الْخَلَائِقِ عَرِيْضُ الْكِبَرِيَّاءِ قَادِرٌ عَلٰی مَا تَشَاءُ
 قَرِيْبُ الرَّحْمَةِ صَادِقُ الْوَعْدِ سَابِغُ النِّعَمَةِ حَسَنُ الْبَلَاءِ قَرِيْبٌ اِذَا اُوْعِيْتُ مُجِيْبٌ يَّمَّا خَلَقْتَ قَابِلُ التَّوْبَةِ لِمَنْ تَابَ
 اِلَيْكَ قَادِرٌ عَلٰی مَا اَرَدْتَ مُدْرِكٌ مَا طَلَبْتَ وَشَكُوْرٌ اِذَا اُسْكِرْتَ وَذَكُوْرٌ اِذَا ذُكِرْتَ اَدْعُوْكَ مُجْتَبَا وَاَرْغَبُ اِلَيْكَ
 فَقِيْرٌ وَاَفْزَعُ اِلَيْكَ خَائِفٌ وَاَبْيَسُ اِلَيْكَ مَكْرُوْبٌ وَاَسْتَعِيْنُ بِكَ ضَعِيْفٌ وَاَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ كَاثِبٌ اَفْحَكُمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
 قَوْمِنَا فَاَنْهَمْ غُرُوْبًا وَخَدَلُوْنَا وَغَدَرُوْنَا وَقَتْلُوْنَا وَنَحْنُ عِتْرَةُ نَبِيِّكَ وَاَوْلَادُ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ بِنِ عَبْدِ اللّٰهِ الَّذِيْ اصْطَفَيْتَهُ
 يَا اَرْسَالَہُ وَاَمْنَتُهُ عَلٰی وَحْيِكَ فَاَجْعَلْ لَنَا اَمْرًا فَاَرْجَا وَفُجْرًا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ (صحاب)

اس دعائے مبارکہ کو اگر پڑھنا چاہیں تو لفظ کافی تک پڑھیں اور بعد اس کے وحیک تک نہیں پڑھنا بعد اس کے جعل لنا سے
 ارحم الراحمین تک پڑھا جاسکتا ہے۔

۱۸۔ طفل شیر خوار شہزادہ علی اصغر ابن امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی شہادت

اولاد میں سے یہی علی اصغر رَضِیَ اللہُ عَنْہُ چھوٹے تھے۔ حضرت امام عالی مقام ان کے ساتھ پیار اسی لیے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا سب
 سے چھوٹا بچہ ہے کہ بلا کے اسی خونی منظر میں کچھ دیر کے بعد جب بھی آپ خیام میں تشریف لاتے اور فرمایا کرتے تھے مجھے اصغر

دو۔ آپ ان کو لے کر بوسہ دیتے اور پیار کرتے پھر چلے جاتے۔ اب یہ حالت ہے کہ فرزندِ ارجمند نورِ نظر حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے پانی کا نام و نشان تک نہیں ہے۔ اس چھوٹے سے بچے کی تھمی سی زبان باہر آ رہی ہے۔ بچے کے عالم میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ بچہ کھا کھا کر رہ جاتے ہیں ماں کی طرف دیکھتے ہیں اور سوکھی زبان دکھاتے ہیں۔

لیکن یہ نورِ نظر والدہ معظمہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا جانتے ہیں کہ آج میرے باپ کے پاس میرا خشک حلق تر کرنے کے لیے پانی کا قطرہ بھی نہیں ہے۔ ظالموں نے پانی بند کر دیا ہے۔ ماں اور باپ کا دل بے چینی سے پاش پاش ہو رہا ہے اور چھوٹے بچے کی یہ بے تابی دیکھی نہیں جاتی۔ والدہ نے حضرت امام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ اس کا صدمہ مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ اس کو گود میں لے جا کر ظالمانِ سنگ دل کو دکھائیں۔ ہو سکتا ہے اس ننھے سے بچے کی حالت کو دیکھ کر ان کے دل میں رحم آ جائے۔ تو اس کو تو چند قطرے پانی دے دیں۔ اس کا خشک حلق تر ہو جائے اس سے ان کو کیا عداوت ہو سکتی ہے۔ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اسی خیال سے اپنے اس نورِ نظر علی اصغر رضی اللہ عنہ کو سینہ سے لگا کر قومِ اشتیاء کے سامنے لے کر گئے اس وقت بھی شہزادہ شدتِ پیاس سے بلک رہے تھے۔ اسی حالتِ زار میں حضرت امام نے فرمایا۔

يَا قَوْمُ قَدْ قَتَلْتُمُو رَفَقَائِي وَاهْلَ بَيْتِي وَقَدْ بَقِيَ هَذَا الطِّفْلُ وَيَلَكُمْ اَسْقُوا هَذَا الرِّضِيعَ اَمَّا تَرَوْنَهُ يَتَلَطَّى عَظْشًا.
اے قوم تم نے میری ان اہل بیت اور میرے رفقاء و احباب کو قتل کر دیا ہے۔ یہ طفل شیرخوار باقی ہے۔ اسے پانی کا ایک گھونٹ دے دو۔ ذرا دیکھو تو سہی کس طرح یہ بیگناہ شدتِ پیاس سے تڑپ رہا ہے۔

اللہ۔ یہ وہ دردناک آواز تھی جس سے زمین اور آسمان کانپ رہے تھے اور فرشتےِ موحِرت دیکھ رہے تھے کہ جس کے گھر سے ساری دنیا کو رحم و کرم کی جھبک ملتی ہے۔ اس کے گھر کا ایک ننھا ہونہار بچہ علی اصغر رضی اللہ عنہ پانی کے ایک قطرے کو ترس رہے ہیں۔ حضرت امام عالی مقام کا یہ کلام ابھی جاری ہی تھا۔ اَنْ لَّمْ تَرَوْهُمُوْا اِذْ جُمِعُوا هَذَا الطِّفْلُ۔ اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو۔

فوجِ اشتیاء پر اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک دوسرے سے کہنے لگے اگر اس بچے کو پانی دے دیا جائے تو کیا حرج ہے؟ مگر سعد نے اس حالت میں فوج کو دیکھ کر ایک شخصِ حرمہ ابنِ کابل کو حکم دیا۔ يٰ اَحْزَمَلَةُ اِقْطَعِ الْكَلَامَ الْحَسَنِ۔ اے حرمہ حسین رضی اللہ عنہ کے اس کلام کو قطع کر دے۔ حرمہ نے فوراً شعبہ تیراس زور سے نشانہ لگا کر مارا کہ وہ تیر فرٹے لیتا ہوا آیا کہ شہزادہ علی اصغر رضی اللہ عنہ کے نازک کان پر آگیا۔ فَلَذَئِبَةٌ مِّنْ اُذُنِي اِلَى اُذُنِي۔ کہ ایک کان کو چھیدتا ہوا دوسرے کان سے پار ہو گیا۔

نور کا پتلا باپ شوق کی گود میں لیٹا ہوا خون میں نہا گیا اور تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں جان دے دی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اپنے نورِ نظر کی موت شہادت پر شدید غمگین ہوئے اور آسمان کی طرف چہرہ انور کر کے عرض کیا۔ لَا يَكُونُ اَهْوَنُ عَلَيْكَ مِنْ قَصِيْلٍ۔ اے اللہ العالمین تیری نگاہ میں یہ بچہ ناقہ صالح علیہ السلام سے پست مرتبہ نہیں ہے۔ غیب سے نداء آئی۔ يٰ اَحْسَنُ دَعَا لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ۔ اے حسین رضی اللہ عنہ اسے چھوڑ دو اس کے لیے جنت میں دایہ موجود ہے۔ پھر آپ اس شکوے تمنا دل کو خیام میں لائے تو اہل بیت والوں اور ان کی والدہ محترمہ نے اولِ نظر میں دیکھا کہ بچے میں بیتا بانہ حرکتیں نہیں

ہیں۔ سکون کا عالم ہے۔ نہ وہ اضطراب ہے اور نہ وہ بے قراری ہے۔ خاموشی ہی خاموشی ہے۔ گمان ہوا کہ پانی مل گیا ہوگا۔ لیکن جب امام قریب آئے تو والدہ علی اصغر علیہ السلام سے فرمایا لو اپنا بیٹا اصغر اس کو دنیا کا پانی تو میسر نہیں آسکا لیکن ہاں میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام ساقی کوثر کے ہاتھوں اصغر آب کوثر سے سیراب ہو گیا ہے اور اپنے خاندانِ عالیہ کے شہداء میں جنت کو سدھار گیا ہے۔ والدہ محترمہ کا دل پاش پاش ہو گیا۔ اہل بیت کی حرمانِ مقدسہ ننھے کی شہادت پر روئیں۔ کہ ان ظالموں کے ظلم کے انتہا یہ ہے کہ چھوٹے سے بچے پر بھی ترس نہ کھایا اور کس طرح اس کو ظلم کا نشانہ بنایا۔ حضرت امام علیہ السلام نے صبر کی تلقین فرمائی۔

چھوٹے ننھے علی اصغر علیہ السلام کی لاش اقدس کو اٹھایا اور خیمام کے قریب شہدائے کربلا کی لاشانِ مقدسہ کے پاس لاشِ اقدس کو رکھ کر حضرت امام عالی مقام علیہ السلام نے آسمان کی طرف نگاہ فرما کر آنکھوں سے خون کے آنسو بہا کر عرض کیا۔ اے الہ العالمین تیرا شکر ہے کہ حسین کی یہ چھوٹی سی قربانی بھی قبول فرمائی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ وَتَوَابِہٖ۔

نورِ نظرِ اصغر کو لاشوں پہ رکھ کر

شبیر اٹھے دامنِ اقدس کو جھاڑ کر

وقتِ آخر امام عالی مقام اہل بیت کے جھرمٹ میں

نوبت یہاں تک آ گئی کہ جائز سب ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے اور اپنی جانیں حق پر قربان کر گئے۔ اب تنہا سیدنا امام حسین علیہ السلام میدانِ کارزار میں روانہ ہو رہے ہیں۔ یہ گھڑی بڑی قیامت خیز تھی جب سرکارِ سیدنا امام عالی مقام تھوڑی ہی دیر کے بعد اپنی بیویوں اور بچوں اور دیگر اہلِ حرم سے جدا ہو رہے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اب سیدزادیاں جو میرے جھرمٹ میں ہیں غمِ قریب اسیر ہو جائیں گی اور سب کے چہروں پر حسرت و یاس برس رہی ہے کہ ان کے سرداران سے جدا ہو رہے ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

یہ فرزندِ ارجمند حضرت علی اوسط المعروف بہ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام باوجود بیماری اور سفر کی کوفت بھوک و پیاس و متواتر فاقوں اور پانی نہ ملنے سے ضعف اس قدر بڑھ گیا کہ کھڑے ہوتے وقت بدنِ مبارک لڑتا تھا۔ باوجود اس کے ہمتِ مردانہ کا یہ حال کہ عرض کرتے ہیں ابا جان اب مجھے میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت دیں اور میرے ہوتے ہوئے آپ کارزار میں نہ جائیں۔ سرکارِ سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام نے بیٹے کو سینے سے لگالیا اور فرمایا اے میری جان جو کچھ میرے پاس تھا وہ راہِ حق میں قربان کر چکا ہوں اور اب اپنا ناچیز ہدیہ راہِ خدا میں نذر کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تم بیمار ہو اور کھڑے بھی نہیں ہو سکتے اور شائد اس میں یہ بھی حکمت الہیہ تھی کہ تمہی سے میری نسل جاری ہونی ہے اور ان اہل بیت کو وطنِ تمہی نے پہچانا ہے اور ان کی نگہداشت تمہی نے کرنی ہے۔ حسین سیدوں کا سلسلہ تمہی سے جاری ہوگا۔ اس کے آخری چراغ تم ہی ہو۔ تمہاری طلعت سے دنیا مستفیض ہوگی۔ نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دلدادگانِ حسن تمہارے ہی روئے تاباں سے حبیبِ حق کے انوار و تجلیات کی زیارت کریں گے۔ اے نورِ نظر، لختِ جگر یہ تمام کام تمہارے ذمہ ہیں میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے۔ تمہیں میدانِ کارزار میں جانے کی اجازت نہیں۔ بیمار لختِ جگر جس میں بوجہ بیماری پہلے ہی سکت نہ رہی تھی اب حکمِ امام کے آگے کچھ نہ کہہ سکے اور دیکھ رہے ہیں کہ اب میرے عظیم باپ ہمیشہ کے لیے

جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا

یہ جگر خراش منظر کہ امام اپنی محرمات مقدسہ کے جھرمٹ میں ہیں کہ سیدہ حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہیں یہ سات سالہ شہزادی جن کے ساتھ حضرت امام کی بے پناہ محبت ہے اور سیدہ سکینہ دیکھ رہی ہیں کہ میرے ابا جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا امام کی لاڈلی بیٹی اس حال میں معصومانہ انداز میں کہتی ہیں۔ ابا جان کیا آپ موت کی تیاری کر رہے ہیں۔ امام عالی مقام نے فرمایا۔ یَا سَكِينَةُ كَيْفَ لَا يَسْتَلِمُ لِمَوْتٍ مَنْ لَا نَاصِرَ لَهُ وَلَا مَعِيْنٌ۔ اے پیاری سکینہ جس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو وہ موت کے لیے تیار نہ ہو تو اور کیا کرے؟ سیدہ سکینہ کہنے لگی۔ اچھا تو پھر ابا جان۔ رَزَقْنَا اِلٰی حَرَمٍ جَدًّا۔ ہم کو حرم کی طرف بھیج دو۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بصورتِ ضربِ الشَّلِّ هَيْلَاتٍ لَوْ تَرَكَ الْقَطَا لَعَامَ۔ اے پیاری بیٹی۔ کاش اگر قطا (پرندہ) کو آزاد کر دیا جاتا تو آرام کی نیند سو جاتا۔ باپ اور سات سالہ بیٹی کی ان باتوں پر حرمتِ مقدسہ رو پڑیں اور قَبْلُیٰ الْحُسَيْنِ۔ امام بھی رو پڑے۔ آپ نے صبر کی تلقین فرمائی اور سیدہ سکینہ کو بہت پیار اور دلا سے دئے۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا وقتِ آخر زیرِ لباس پہننا

پھر اپنی ایک اہلیہ سے فرمایا مجھے میرا وہ لباس دو جو میں اوپر کے لباس کے نیچے پہنا کرتا ہوں جو جسم کے بالکل ساتھ مل جاتا ہے تاکہ میں جب شہید ہو جاؤں تو ایسا نہ ہو کہ میرا جسم برہنہ ہو۔ اوپر کا لباس پھٹ بھی جائے تو جو جسم کے ساتھ ہوگا اس سے میرا جسم برہنہ نہ ہو سکے۔ اِنِّیْ یَقُوْبُ لَا یَزُوْبُ فِیْهِ اَحَدُ الْقَوْمِ اَجْعَلْهُ تَحْتَ ثِيَابِیْ لِئَلَّا اَجِدَ مِنْهُ بَعْدَ قَتْلِیْ۔ مجھے وہ لباس دو جس میں کوئی رغبت نہ کرے اسے اپنے لباس کے نیچے پہن سکوں۔ تاکہ میری شہادت کے بعد مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔ حرمتِ مقدسہ نے یہ لباس پیش کیا تو سب رو پڑے۔ پھر سرکار سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے زیرِ لباس کو پہنا اور پھر اس کے اوپر اپنا کھلا لباس پہنا پھر اس کے اوپر اپنا جبہ مبارک پہنا اور عمامہ مبارک سر پر کپڑے کی ٹوپی رکھ کر باندھا اور ایک چادر مبارک اپنے کندھوں پر رکھی اور پھر زرہ پہنی اور ہاتھ میں تلوار لی، اور چہرے و ریش اقدس پر دونوں ہاتھ پھیرے اور سرکار سید الشہداء نے فرمایا۔ یَا سَكِينَةُ وَیَا زَيْنَبُ وَیَا اُمَّ کَلْبُومَ وَیَا حُرْمَاتَ وَیَا عَلٰی اَوْسَطِ عَلَیْکُمْ مِتِّی السَّلَامَ۔ میری طرف سے سلام ہو تم پر اب میں جا رہا ہوں۔ یہ ایک عجیب دردناک اور رقت آمیز وقت تھا جب کہ اب ان کے سرداران سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے ہیں۔ سب کی نگاہیں سرکار امام کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اور امام ان کو دیکھتے دیکھتے خیام سے باہر تشریف لائے تو اس وقت اہلِ خیام پر کیا گزری ہوگی۔

عصر کا وقت آ گیا وعدہ وفا ہونے کو ہے

زیرِ خنجر آج سبطِ مصطفیٰ ہونے کو ہے

آج آثارِ قیامت ہیں نمایاں دہر میں

حجۂ خالق میں کس کا سر جدا ہونے کو ہے

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بے مثال شجاعت

سرکارِ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ جو نبی باہر نکلے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی قومِ اشقیاء کی طرف نکل پڑے اور فرمایا **هَلْ مِنْ مُبَارِزٍ** ہے کوئی جو میرے مقابلہ کو آئے۔ شجاعت و شہامت کے وہ جوہر دکھائے کہ قومِ اشقیاء حیران رہ گئی اور لسانِ مبارک پر یہ الفاظ فرما چکے تھے۔

خَيْرَةُ اللَّهِ حَقَّ الْحَقِّ أَنِّي
بَعْدَ جَدِّي وَأَنَا الْخَيْرَتَيْنِ
وَالْيَدِ شَمْسٌ وَأُجَى قَمَرٌ
وَأَنَا الْكَوْكَبُ وَابْنُ السَّيِّدِ
فِضَّةٌ قَدْ صِغَتْ مِنْ ذَهَبٍ
وَأَنَا فِضَّةٌ وَابْنُ الذَّهَبَيْنِ
مَنْ لَهُ جَدُّ كَجَدِّي فِي الْوَرَى
أَمْ كَأَنِّي فِي جَمِيعِ الثَّقَلَيْنِ
قَاطِعَةُ الزَّهْرِ الْإِيطَالُ فِي هَيْجَانِهِ
يَوْمَ بَدْرُثُمُ أَحَدٍ حُنَيْنِ
إِبْنُ عَمِّي الْبُصْطَفَى مِنْ هَاشِمٍ
وَشُجَاعُ حَامِلِ اللَّرَاسَتَيْنِ

نواسہ سیدالابرار فرزندِ حیدر کرار کی بے مثال بہادری کو دیکھ کر قومِ اشقیاء پر وہ خوف طاری ہوا کہ ادھر ادھر بھاگنے شروع ہو گئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ جن کا سارا گھرانہ ان کی آنکھوں کے سامنے شہید کیا گیا پھر بھی حسین ایسے شجاع، ثابت قدم اور مطمئن جبکہ قومِ اشقیاء کی حالت یہ تھی کہ ہر طرف سے ان پر پے درپے حملے کرتے تھے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے جوابی حملے ایسے کیے کہ وہ اس طرح بھاگتے جیسے مڈیاں بھاگتی ہیں۔ اور پھر امام اپنے اصل مرکز کی طرف آتے اور فرماتے۔ **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ**۔

گویا کہ سیدنا امام عالی مقام نے مافوق العادت شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ سینکڑوں کی تعداد میں اشقیاء کو مار ڈالا۔ یہ تھا روحانی طاقت کا کرشمہ کمال۔ اس حالت کو دیکھ کر قومِ اشقیاء کے سپہ سالار عمرو ابن سعد کو یہ کہنا پڑا۔ **وَيْلَكُمْ تَدْرُونَ لِمَنْ تَقَاتِلُونَ هَذَا ابْنُ الْإِزْرَاعِ الْبَطِينِ هَذَا ابْنُ قِتَالِ الْعَرَبِ قَاتِلُوا عَلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ وَكَانَتْ الرِّمَاءُ أَرْبَعَةَ آلَافٍ فَرَمَوْهُ بِالسَّهَامِ**۔ اے اشقیاء! انھوں نے تم پر کچھ جانتے ہو کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہیں۔ یہ ایزراعِ بطین اور عرب کے سب سے بڑے

جنگجو بہادر علی ابن عمران ابو طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان پر چاروں طرف سے ایک ساتھ حملہ کر دو۔

پھر سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہوتے گئے۔ اور حالت غیر ہوتی جا رہی تھی لیکن باوجود اس کے اپنے حوصلہ کو بلند رکھتے ہوئے آپ نے اپنے گھوڑے کو دوڑاتے اور اشتیاء کو نہر فرات کے کنارے سے بھگاتے ہوئے گھوڑے کو نہر فرات میں ڈال دیا۔ چاہا کہ پانی پییں کہ ایک ظالم حصین بن تمیم نے ایسا تیر مارا کہ سرکار امام رضی اللہ عنہ کے حلق مبارک پر آگیا آپ نے تیر کو کھینچا تو خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ امام نے ہاتھ نیچے رکھا اور دونوں چلو خون سے بھر گئے آپ نے خون آسمان کی طرف پھینکا اور زبانِ اقدس سے عرض کیا۔ **يَا إِلَهَ الْعَالَمِينَ إِلَيْكَ الْمُسْتَكِلِي مِنْ قَوْمِ أَرَاؤَادِي جِي وَمَنْعُونِي شَرِّبَ الْمَاءِ**۔ میں اس قومِ اشتیاء ظالموں کا شکوہ تیری ہی بارگاہ میں کرتا ہوں جنہوں نے میرا خون بہایا۔ اور پانی نہ پینے دیا۔ پھر اپنی چادر کو ارد گرد لپیٹ لیا۔ بعض روایات صحیحہ میں یہ بھی آیا ہے کہ جب گھوڑا پانی میں گیا تو اس نے اپنا منہ پانی پینے کے لیے نیچے کیا تو سرکار امام نے فرمایا۔ **أَنْتَ عَظْشَانٌ وَأَنَا عَظْشَانٌ وَاللَّهُ لَا أَذْقُكَ الْمَاءَ حَتَّى تَشْرِبَ**۔ اے گھوڑے تو بھی پیسا ہے تو میں بھی پیسا ہوں۔ خدا کی قسم میں بھی اس وقت تک پانی نہیں پوں گا جب تک تو پانی نہ پیئے گا۔ سرکار سید الشہداء نواسہ رسول ﷺ کا یہ کلام سن کر گھوڑا سمجھ گیا اور وفادار نے فوراً اپنا منہ پانی سے اٹھالیا۔ پھر آپ گھوڑے کو فرات سے باہر لے آئے اور گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے خیام میں آئے۔

سرکار امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جب دوبارہ اپنے خیام میں تشریف لائے تو اپنی اہل حرمت سے فرمایا۔ بس یہ آخری بار حاضری تھی۔ اب اس کے بعد میری واپسی نہیں ہوگی۔ میں تم کو تلقین کرتا ہوں کہ صبر کرنا اور پروردگارِ عالم کا شکر بجالا کر ثوابِ عظیم کے مستحق ہونا۔ اب تم پر بلا اور مصیبت آنے والی ہے۔

یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان اور مددگار ہے وہ تمہیں دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھے گا اور تمہارا انجام و خیر و عافیت کے ساتھ ہوگا اور تمہارے دشمنوں کی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کرے گا۔ اور تمہاری مصیبت کے بدلہ تم کو اعلیٰ انعام و اکرام دے گا۔ تم کسی قسم کا شکوہ نہ کرنا اور کوئی کلمہ منہ سے ایسا نہ نکالنا جو تمہاری شان کے خلاف ہو۔

اِسْتَعِذُّوْا بِالْبَلَاءِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی حَافِظُكُمْ وَحَامِيْكُمْ سَيَنْجِيْكُمْ مِنْ شَرِّ الْاَعْدَاءِ وَيَجْعَلُ عَاقِبَتَكُمْ اَمْرًا اِلَى خَيْرٍ وَيُعَذِّبُ اَعَادِيْكُمْ بِاَنْوَاعِ الْبَلَاءِ وَيُعْزِّضُكُمْ عَنْ هٰذِهِ الْبَلِيَّةِ بِاَنْوَاعِ النِّعَمِ الْكَرَامَةِ فَلَا تَشْكُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا بِالْاِسْتِغْنَاءِ مَا يَنْقُصُ مِنْ قَدْرِكُمْ۔

قبل از شہادت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ فرمودہ دعاءِ حل مشکلات

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دوبارہ مجھ سے میرے ابا جان سرکار سید الشہداء خیام میں ملنے آئے تو اس وقت دامنِ اقدس خون آلودہ تھا اور فرمایا بیٹا یہ دعایا دکر لو جو ہر مصیبت و مشکل کی کنجی ہے اور یہ دعا مجھے میری امی جان سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بتائی اور ان کو میرے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعلیم فرمائی اور اب اس حال میں دنیا سے جاتی مرتبہ تم کو تعلیم دیتا ہوں۔ وہ دعایہ ہے۔

يَحْيٰى يَسُّ وَالْقُرْآنُ الْحَكِيْمُ وَيَحْيٰى طَهَّ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ يَأْمَنُ يَقْدِرُ عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ يَأْمَنُ يَعْلَمُ مَا فِي الصُّبْرِ

يَا مُنْفِسُ عَنِ الْكَرْبِ وَيَنْ يَأْمَقِرْجُ عَنِ الْمُغْمُومِينَ يَا زَائِمَ الشَّيْخِ الْكَبِيرِ يَا رِزْقَ الطِّفْلِ يَا مَنْ لَا يَحْتَاجُ إِلَى التَّفْسِيرِ صَلَّى عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ. (الحیات) (وَأَفْعَلْ بِي كَذَا وَكَذَا) یہاں پر لفظ وَأَفْعَلْ بِي کے آگے جو اپنی حاجت ہو اس کا ذکر کرے اور کذا کذا کا لفظ بعد میں بولا جاسکتا ہے۔ منے ہیں اس طرح اور اس طرح۔ اور أَفْعَلْ کے معنی کر بی کا معنی ہے میرے لیے۔

مسلمانانِ عالم اسلام کے استفادہ کے لیے میں بھی اس دعا کو موجب برکات و حسنات حل مشکلات و حاجات کی برآوری کے لیے پیش کر رہا ہوں اس دعائے مبارکہ کو یاد کر لیں اور بغیر کسی پابندی کے باوضو ہو کر جب چاہیں بارگاہِ الہی میں پیش کریں۔ قادرِ مطلق صدقہ آل رسول علیہ السلام کرم فرمائے گا۔

اس نصیحت و تلقین اور تعلیم دعا کے بعد آخری سلام کہتے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لے آئے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

سرکارِ سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ جو نبی میدانِ کارزار میں آئے تو پھر قومِ اشقیاء کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور کئی ظالموں کو مار ڈالا شمر ذی الجوشن نے اپنے لشکر کو کہا کہ پیادہ لشکر آگے ہو جائے اور سوار لشکر پیچھے ہو جائے اور حکم دیا کہ تیر چلانے شروع کر دو۔ اس حکم کا ملنا تھا کہ قومِ اشقیاء نے نواسہ رسول سرکار امام عالی مقام پر ہر طرف سے تیر چلانے شروع کر دیے تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ يَاقَوْمُ السُّوءِ سَبَّامَا خَلَقْتُمْ مُحَمَّدًا فِي عِزِّهِ اِمَّا اَنْتُمْ لَنْ تَقْتُلُوْا اَبْعَدِيْ عَبْدًا مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ فَتَكْفُرُ بِوَقْتِهَا يُوْا قَتْلَهُ۔ اے اے بری قوی یاد رکھو تم نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی عزت کے ساتھ برا سلوک کیا ہے اور میرے بعد پھر تم کسی ایسے شخص کو قتل نہ کر سکو گے۔ جس کا کوئی خوف محسوس ہو۔ بَلْ يَهُونَ عَلَيْكُمْ عِنْدَ قِتْلِكُمْ اَيُّامِيْ وَآيَةُ اللّٰهِ اِيَّيْ لَا اَرْجُوْاَنْ يَّكْرَمَنِيْ رَبِّيْ بِالْشَّهَادَةِ ثُمَّ يُنْتَظَّمُ لِيْ مِنْكُمْ مَنْ حَيْثُ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ بلکہ میرے عظیم قتل کے بعد تمہیں دوسروں کا قتل کرنا آسان ہوگا واللہ میں شہادت کے درجہ پر فائز ہوں۔ لیکن یاد رکھنا میرے قتل کے بعد تم سے وہ انتقام لیا جائے گا کہ تم اس کو سوچ بھی نہیں سکتے۔

اسی اثناء میں ایک ملعون ابو مثنوف جعفی نامی نے سرکارِ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی پیشانی اقدس پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ امام کا سر چکرا گیا اور خون کا فوارہ بھوٹ پڑا۔ چہرہ اقدس پر خون رواں تھا۔ امام نے چہرہ اقدس آسمان کی طرف کیا اور زبانِ حال سے فرمایا: اے میرے اللہ تو دیکھ رہا ہے کہ تیرے سرکش بندے میرے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَرٰى مَا اَكْفِيْهِ مِنْ عِبَادِكَ الْعَصَاةِ۔ ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں۔

انہوں نے اس پیشانی پر تیر مارا ہے جو تیرے نبی کی بوسہ گاہ تھی اور ندائے غیب آئی ظالموا کس پیشانی اقدس پر تیر مارا ہے۔

مَسَّحَ النَّبِيُّ جَبِيْنَهُ
فَلَهُ الْبَرِيْقُ فِي الْخُدُوْدِ
اَبْوَاهُ مِنْ عَلِيَا قُرَيْشٍ
وَجَدَّهُ خَيْرَ الْجُدُوْدِ

ترجمہ: جس کے ماتھے کو نبی نے چوما اور وہ نور اس سے چمک رہا ہے جس کے ماں باپ بلند درجہ والے اور جن کے نانا جان ساری کائنات سے اعلیٰ ہیں۔

اسی اثناء میں ایک ظالم ملعون نے ایک ایسا سہ شعبہ تیر اس زور سے مارا کہ تین نوکوں والا تیز دھار تیر فرائے کھاتا ہوا آیا۔ سرکار سیدی امام کے سینہ اقدس پر لگا جو سینہ نازنین کو چیرتا ہوا آر پار ہو گیا۔ اس تیر کا لگنا تھا کہ امام تڑپ گئے اور زبان حال سے فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلَى مَلَكَةِ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ۔ اور پھر چہرہ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کیا۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقْتُلُوْنَ رَجُلًا لَيْسَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ اِبْنُ نَبِيٍّ عَزِيزٌ۔ اے الہ العالمین تو جانتا ہے کہ یہ لوگ ایک ایسے شخص کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس وقت کوئی فرزندِ رسول ﷺ نہیں ہے۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن کوشش فرمائی کہ سہ شعبہ تیر سامنے سے کھینچ لوں لیکن جب وہ کھینچا گیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون پر نالے کی طرح جوش مار کر نکلا۔ سرکار امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ہاتھ نیچے رکھا جب خون چلو میں بھر گیا تو اس کو اوپر کی طرف پھینک دیا مگر ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا۔ پھر دوبارہ جوتاہ میں خون لیا اس کو اپنی ریش اقدس اور چہرہ اقدس پر مل لیا۔ اور فرمایا۔ هَكَذَا اَكُوْنَ حَتّٰى الْفِي حَتّٰى رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُحْضُوْبٌ بِدَمِيْ وَاقُوْلُ يٰرَّسُوْلُ اللّٰهُ قَتَلْتَنِيْ فُلَانٌ وَفُلَانًا۔ میں اسی طرح خون کا خضاب لگائے اپنے نامائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور عرض کروں گا یا رسول اللہ مجھے فلاں فلاں نے مارا۔

اسی اثناء میں ایک ظالم ملعون صاع بن وہب مزنی نے آپ کی پشت مبارک میں اس زور سے تیر مارا کہ آپ زمین فرس پر سنبھل نہ سکے اور تڑپ کر فرش زمین پر داہنے رخسار مبارک کے بل تشریف لائے۔

جونہی امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سرکار سیدی زمین پر گرے تو پھر اٹھے تو چلنا چاہا تو پھر گر گئے پھر اٹھے تو پھر گر گئے۔ چند قدم چلنے نہ پائے اور اٹھنے نہ پاتے تو کوئی شقی نیزہ مارتا اور کوئی تلوار حتی کہ سرکار گر پڑے۔ (امیات)

اسی اثناء میں حصین بن نمیر نے وہبن اقدس پر تیر مارا اور زامہ بن شریک نے آپ کے بائیں بازو پر تلوار ماری۔ اور ایک ملعون نے دائیں شانے پر تلوار ماری۔ اور سنان بن انس نخعی نے آپ کی ہنسی کی ہڈی میں نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر اوندھے منہ گرے پھر اٹھے اور حلق سے تیر کو کھینچا۔ اسی حال میں قومِ اشقیاء نے سرکار امام کو گھیر لیا۔ (امیات)

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو جب یہ معلوم ہوا تو خیام سے آواز دی۔ اے بھائی جان، اے سردار، اے اہل بیت، کاش آج آسمان گر پڑتا اور کاش پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔ پھر عمر و ابن سعد کو آواز دی۔ اَيَقْتُلُ اَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَيْهِ۔ اور فرمایا تو دیکھ رہا ہے کہ ابو عبد اللہ الحسین رضی اللہ عنہ قتل کیے جا رہے ہیں۔ عمر و ابن سعد نے اس دردناک آواز کو سنا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ اس وقت عمر و ابن سعد کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ لیکن وہ کچھ جواب نہ دے سکا۔ پھر آپ نے فرمایا وَيَحْكُمُ اَمَّا فَيَكُمُ مُّسْلِمٌ تَم میں کوئی مسلمان نہیں رہا۔ اس آواز نے کربلا کی زمین لرزادی۔ سنگدلانِ اشقیاء خاموش ہو گئے۔ ارض و سما کی ایک عجیب حالت ہو گئی کہ نواسہ رسولِ نخت جگر زہرا بتول فرزندِ رسولِ برحق سلطانِ الشہداء رضی اللہ عنہا سے چور چور اور خاک و خون میں پڑے ہوئے ہیں۔

مجرد و خستہ حالت میں خاک پر تشریف فرما تھے کہ مالک بن نسرکندی ملعون نے آگے بڑھ کر سرکار سید الشہداء کے سر مبارک پر تلوار ماری جس سے عمامہ کے نیچے جو ٹوپی تھی وہ کٹ گئی اور سر مبارک بھی شگفتہ ہو گیا۔ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے خون آلود ٹوپی پر عمامہ پھر باندھ لیا تاکہ یہ پیٹی کا کام بھی دے اور فرمایا۔ لَا اَكَلْتُ مِنْ يَمِينِكَ وَلَا شَرِبْتُ وَحَشَرْتُكَ اللّٰهُ مَعَ الظّٰلِمِيْنَ۔ تجھے اس داہنے ہاتھ سے کھانا پینا نصیب نہ ہو۔ خدا تیرا حشر ظالموں کے ساتھ کرے۔ سرکار امام رضی اللہ عنہ کی اس دعا کا یہ نتیجہ نکلا کہ اس ظالم کے

دونوں ہاتھ مفلوج ہو گئے۔ اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

سرکارِ سیدی امام کو زمینِ اسپ سے فرشِ زمین پر آئے ہوئے کافی دیر ہو چکی ہے دشمن تو چاہتا تھا کہ آپ کو بہت پہلے ہی شہید کر دیا جاتا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہِ عظیم کوئی اپنے سر لینا نہیں چاہتا تھا۔ آخر کار شمر لعین نے کہا کیا انتظار ہے ان کا کام جلد ختم کرو۔ خوی بن یزید صبحی لعین آگے بڑھا اور قریب ہوتے ہی لرز گیا اور چلا گیا۔ شمر نے کہا کانپتا کیوں ہے اس کے بعد یہ ظالم ملعون خود آگے بڑھا (اور ناقابلِ بیان زبانِ و قلم) گستاخانہ طریقہ میں بیٹھ گیا اس ملعون دبر و ص کو سرکارِ سیدی امام نے دیکھا تو فرمایا۔ اللہ اکبر صدق اللہ و رسوله قال رسول اللہ کائی انظر الی کلب ابقع یبلغ فی دمر اهل بیتی۔ رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں ایک سفید داغ والے کتے کو دیکھ رہا ہوں۔ جو میرے اہل بیت کے خون میں منڈال رہا ہے۔ اے شمر تم وہی ہو۔

سرکارِ سیدی امام رضی اللہ عنہ نے زبانِ اطہر سے قرآنِ عظیم کی تلاوت فرمائی۔ قیل اَدْخِلِ الْجَنَّةَ قَالَ یَلِیتُ قَوْحِی یَعْلَمُونَ بِمَا عَفَّرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ۔ مگر اس شقی ملعون نے تلوار کی پیر پیر ضربات سے نواسر سیدالابرار، سید الشہداء سرکارِ سیدنا امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کا پس گردن سے سرِ اقدس تنِ اطہر سے جدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

اُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولَئِكَ هُمُ الْمُتَذَكَّرُونَ۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا اَنِّیْ مُنْقَلَبٌ يَنْقَلِبُونَ۔
تاریخِ عالم کا یہ عدیم النظیر بے مثل شہید جس کی شہادتِ رفیعہ محرم الحرام کے دسویں یومِ عاشورہ تاریخ ۱۰ ہجری جمعۃ المبارک یومِ عید المؤمنین افضل الایام کے عظیم دنِ شہید بوقتِ نمازِ عصر چھپن سال پانچ ماہ پانچ دن کی عمر اقدس میں ہوئی اور آپ نے اس دارِ ناپائیدار سے رحلت فرمائی اور داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

دین است حسین دین پناہ است حسین

سرداؤنہ داد دست در دست یزید

حقا کہ بناء لا الہ است حسین

از خواجہ معین الدین چشتی اجیری سلطان الہند غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

جس نے اپنے نانا کا وعدہ وفا کر دیا

صادقِ جانباز نے عہدِ وفا پورا فرمایا اور دینِ حق پر قائم رہ کر اپنا کنبہ اور اپنی جان راؤ خدا میں اس اولوالعزمی سے نذر کی کہ گلا کاٹا گیا، کربلا کی زمین سید الشہداء کے خون سے گلزار بنی، سرفروں کو خاک میں ملا کر اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقانیت کی عملی شہادت دی اور اس ریگستان کے ورق پر صدق و امانت پر جان قربان کرنے کے نقوش ثبت فرمائے۔ اَعْلٰی اللہُ تَعَالٰی مَکَانَهُ وَاَمَظَرُ عَلَیْہِ شَبَابُہٗ وَرَحْمَتُہٗ وَرِضْوَانُہٗ۔ کربلا کے بیابان میں ظلم و جفا کی آندھی چلی، مصطفائی چمن کے غنچہ و گل بادِ سوم کی نذر ہو گئے۔ خاتونِ جنت کا لہراتا ہوا باغِ عینِ شہک نماز کے وقت کاٹا گیا۔ فرزندِ آلِ رسول ﷺ کے سر سے سردار کا سایہ اٹھا۔ بچے غریب الوطنی میں یتیم ہوئے۔ بیبیوں بیوہ ہوئیں۔ مظلوم بچے اور بیبیوں گرفتار کیے گئے۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

قرآن اور سلام

بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کا رب ان کے ایمان کے سبب انہیں راہ دے گا کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ نعمت کے باغوں میں ان کی دعا جس میں یہ ہوگی اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہے کہ سب خوبیاں سرابا اللہ جو رب ہے سارے جہان کا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ دَعَوْهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ وَآخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (پس: ۱۰۹)

اور سلام ہے اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔
تم کہو سب خوبیاں اللہ کو اور سلام اس کے چنے ہوئے بندوں پر۔

۲. وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى (ط: ۷۷)
۳. قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى (آئل: ۵۹)

سلام ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا ہے۔

۴. سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَبِعَمِّ عَقْلِي الْبَارِ (الرعد: ۲۴)

ان پر سلام ہو گا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

۵. سَلَّمَ قَوْلًا لَمِنْ رَبِّ رَجِيمٍ۔

(پس: ۵۸)

ان کے ملتے وقت کی دعا سلام ہے اور ان کے لیے عزت کا ثواب تیار کر رکھا ہے۔ (الاحزاب: ۴۴)

۶. تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ، وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا۔

ان مذکورہ آیات طیبات سے ثابت ہوا کہ مؤمنین صالحین متقین کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت اور جنت میں سلام سے نوازا ہے۔ جیسے سلام علی نوح، یا سلام علی ابراہیم۔ سلام علی الیاسین، سلام علی موسیٰ و ہارون۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبعین مؤمنین صالحین کو بھی سلام سے نوازا گیا ہے۔ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آل پاک اور سید الشہداء پر سلام بھیجنا جائز ہے اور بھی کئی آیات اس امر کے جواز میں ہیں۔ نماز میں آل رسول علیہ السلام پر درود بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے بغیر نماز نہیں۔ تعجب ہے کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کو احادیث نبویہ ﷺ کے مطابق اسلام علیکم کا حکم ہے اور اس کے جواب میں علیکم السلام کا حکم ہے بلکہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہنے سے بیس نیکیوں کا ثواب ہے کل تیس نیکیوں کا ثواب ہوا۔ اگر اسی طرح اول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہنے والا بھی کہے تو اس کو بھی تیس نیکیوں کا ثواب۔ یہ سلام جائز ہے اور اولیاء صالحین پر کیونکر ناجائز ہو سکتا ہے۔ ہاں خواہ ان کے حق میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا علیہ السلام اور مؤمنہ صالحہ پر علیہا السلام استعمال کیا جائے دونوں طریق سے جائز ہے ناجائز نہیں۔ لیکن انبیاء اکرام علیہم

الصلوة والسلام پر تو مخصوص ہے کسی نبی کا نام لیا جائے اس پر علیہ الصلوٰۃ والسلام استعمال کرنا چاہیے۔

سلام بحضور سید الشہداء امام عالی مقام ﷺ

| | |
|--------------------------------|----------------------------------|
| جس کو دھوکے سے کوفہ بلایا گیا | جس کے بھائی کو زہر پلایا گیا |
| جس کا جنت سے جوڑا منگایا گیا | جس کو دوشِ نبی پر بٹھایا گیا |
| خاصہ ربِ داور پہ لاکھوں سلام | اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام |
| تشنہ آبِ خنجر لاکھوں سلام | نورِ عینِ پیغمبر پہ لاکھوں سلام |
| جس کا جھولا فرشتے جھلاتے رہے | اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام |
| جس کو کندھوں پر آقا بٹھاتے رہے | مالکِ نہر کوثر پہ لاکھوں سلام |
| جو جوانانِ جنت کا سالار ہے | اس شہیدوں کے افسر پہ لاکھوں سلام |
| جو سراپائے محبوبِ غفار ہے | اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام |
| جس کے بچوں کو پیاسے دلایا گیا | جس کا نانا دو عالم کا سردار ہے |
| جس کو تیروں سے چھلنی بنایا گیا | جس کا سر دشت میں زیرِ تلوار ہے |
| | اس صداقت کے پیکر پہ لاکھوں سلام |
| | اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام |
| | جس کی گردن پہ خنجر چلایا گیا |
| | جس کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا |
| | کر لیا نوش جس نے شہادت کا جام |
| | اس حسین ابنِ حیدر پہ لاکھوں سلام |

بعد از شہادتِ امام

واقعہ کربلا پر صدمہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اس واقعہ ہائیکہ سے حضور سید عالم ﷺ کو جو رنج پہنچا اور قلب مبارک کو جو صدمہ پہنچا اندازہ اور قیاس سے باہر ہے۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ میں نے عالم رویا میں حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ سنبھل معبر و گیسوئے معطر بکھرے ہوئے اور غبار آلود ہیں۔ وَعَلَى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ بِيَدِهِ قَارُورَةٌ فِيهَا دَمٌ۔ سر انور اور داڑھی مبارک خاک آلود ہے اور دست مبارک میں خون سے بھری ہوئی ایک شیشی ہے یہ حال دیکھ کر دل بے چین ہو گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ تری بابت شوم یہ کیا حال ہے کہ زلفیں مبارک بکھری ہوئی ہیں۔ داڑھی مبارک اور سر انور پر خاک کے آثار ہیں اور ہاتھ میں خونی قارورہ ہے تو آپ نے فرمایا میں مقتلِ حسین میں موجود تھا وہاں سے اس حال میں آیا ہوں اور هَذَا دَمُ الْحُسَيْنِ وَآخِطَابِهِ۔ یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون مقدس ہے۔ یاد رہے کہ ایک ایسی ہی حدیث حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس خاک کو دیکھو جو تمہیں دے کر گیا تھا۔ کہ شیشی میں رکھ دو جب یہ خون ہو جائے گی تو کھنسا میرا حسین کربلا میں شہید ہو گیا۔ سیدہ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ واقعی وہ مٹی خون بن چکی تھی اور دوسرا میں نے بھی حضور اقدس ﷺ کو اسی حال میں دیکھا۔ پھر اس رویاء کے بعد سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا روتی رہیں۔ (مشکوٰۃ)

شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بعد غضبِ خداوندی کے آثار

بیہقی اور ابونعیم نے بصرہ از دیہ سے روایت کی ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے مَطَرُ السَّمَاءِ دَمًا قَاصِبًا وَجِبَابُنَا وَجَرَارَنَا وَكُلُّ شَيْءٍ لَنَا مَلَأَ دَمًا۔ آسمان سے خون برسا صبح کو ہمارے منکے (گھڑے) اور تمام برتن خون سے بھرے پڑے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج: ۲، ص: ۳۵۴) اور زہری سے روایت ہے کہ جس روز سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ لَمْ يُقْلَبْ حَجَرٌ مِنْ أَحْجَارِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ إِلَّا وَجَدَ تَحْتَهُ عَيْيُظٌ تَوْبِتِ الْمَقْدِسِ میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا۔ اور ام حبان سے روایت ہے کہ جس روز امام عالم شہید ہوئے۔ أَظْلَمْتُ عَلَيْنَا فَلَا قَاتِلِينَ دُنَا تَحْتِهَا دَمٌ۔ اندھیرا ہوا خطرہ ہوا کہ قیامت آجائے اور جس شخص نے منہ پر زعفران (غازہ) ملا اس کا منہ جل گیا۔ بیہقی نے جمیل بن مرہ سے روایت

کی ہے کہ یزید کے لشکریوں نے ایک اونٹ ذبح کیا اور اس کو پکایا تو وہ کڑوا ہو گیا۔ جیسے اندرائن۔ اور وہ اسے نہ کھا سکے۔ فَتَعَزُّوْهَا وَطَبَعُوْهَا فَعَادَتْ مِثْلَ الْعِلْمِ۔ ابو نعیم نے سفیان سے روایت کی ہے کہ مجھ کو میری دادی نے خبر دی کہ جس روز سرکار سید الشہداء امام عالی مقام شہید ہوئے اس دن میں نے دیکھا کہ رس (کسم) عَادَر مَادًا وَلَقَدْ رَأَيْتُ الْلَحْمَ كَانَ فِيْهِ النَّارُ۔ راہک ہو گیا اور گوشت گویا آگ ہو گیا۔ بیہقی نے علی بن شیر سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنی دادی سے سنا وہ کہتی ہیں کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں میں جوان تھی تو میں نے دیکھا فَكَانَتْ السَّمَاءُ آيَاتًا تَبْكِيْ لَكَ۔ چند روز آسمان رویا یعنی آسمان سے خون برسا۔ بعض نے لکھا ہے کہ سات روز آسمان خون رویا اور اس کے اثر سے دیواریں اور عمارتیں رنگیں ہو گئیں اور جو کچھ اس سے رنگیں ہوا اس کی سرخی پر زے پر زے ہونے تک نہ گئی۔ دن دھاڑے تارے نمودار ہو گئے۔ سورج کو گہن لگ گیا۔ تین دن تک اندھیرا چھا گیا۔ خون کی بارش ہوئی۔ وَحِطَّ عَلَى قَبْرِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ لِمَا أَصِيبَ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ يَبْكُونَ عَلَيْهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔ جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے نازل کر دیے جو قیامت تک سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر پر روتے رہیں گے۔

ذکرِ واقعاتِ شہادت اور آنکھوں سے آنسو رحمتِ خداوندی

واضح رہنا چاہیے کہ رونا صبر کے منافی نہیں رونا رحمت ہے اور اس پر ثواب ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ شائد رونے سے صبر یا ثواب جاتا رہتا ہے۔ بالکل سراسر غلط ہے۔ ہاں صبر کا اجر پینے وغیرہ سے جاتا رہتا ہے اور یہ قطعاً جائز نہیں۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام بھی کثیر البکاء ہوئے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرزند حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وصال پر روتے۔ تو آپ نے فرمایا رونا رحمتِ خداوندی سے ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا اصلی نام عبد الغفار تھا۔ کثرتِ نوح و گریہ سے نوح لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی پر روتے ہوئے وہ فرماتے ہیں اِنَّمَا أَشْكُوا وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ۔ میرے رونے اور غم کی شکایت اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اسی طرح امام حسین و شہدائے کربلا کے ذکر مبارک میں رونا بھی باعثِ برکت و رحمتِ خداوندی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ جتنی بھی محبت ہوگی اتنا اس ذکر سے رونا پیدا ہوگا۔ اور جتنا ظالم ہوگا اتنا ہی وہ رونے سے دور ہوگا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پوچھا گیا کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ ایامِ محرم الحرام میں شہادت نامہ کا پڑھنا مجمع عام میں اور حالاتِ سید الشہداء بیان کرنا جائز ہے یا کہ نہیں الجواب فی الحقیقت واقعہً جناب سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ۔ اس قابل ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان، حور و ملک و جن و انس، جمادات، نباتات و حیوانات روئیں تو بھی تھوڑا ہے۔ مگر خیال کرنا ہے کہ بیٹھنا ان کے ساتھ عداوت ہے شاہ عبدالعزیز ہر سال محفلِ شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ منعقد کرتے اور شہادت کا بیان ختم فرما کر سلام پڑھتے۔

(فتاویٰ عزیزیہ)

اہلِ مدینہ کو شہادت کی اطلاع اور غیب سے نداء

واقعہ کر بلا اور شہادتِ امام حسین کے بعد اہلِ مدینہ کو علم ہوا تو زار و قطار روتے رہے اسی طرح مکہ معظمہ میں بھی یہی حال ہوا۔ روایات میں آیا ہے کہ یہ اطلاع اشخاص کے ذریعہ حریم شریفین میں پہنچی۔ لیکن اہلِ مدینہ کے اصحاب کو ایک غیبی آواز بھی سنائی دی۔ جو آتی رہی۔ لیکن کوئی کہنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ چنانچہ وہ روایت نقل کی گئی۔ جس کے کلمات یہ ہیں۔

أَيُّهَا الْقَاتِلُونَ جَهْلًا حُسَيْنًا
أَبْشِرُوا بِالْعَذَابِ وَالتَّكْيِيلِ
كُلُّ أَهْلِ السَّمَاءِ يَدْعُوا عَلَيْكُمْ
مَنْ بَنِي وَمَلَائِكُ وَقَبِيلِ
قَدْ لَعَنَتْكُمْ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ
وَمُوسَى حَامِلِ الْإِنجِيلِ

اور جو غیبی ندا نہیں آئیں۔

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اس طرح نوحہ کرتے سنا۔

مَسَّحَ النَّبِيُّ جَبِينَهُ
فَلَهُ بَرِيْقٌ فِي الْخُلُودِ

اس جبین کو نبی نے چوما تھا۔ ہے وہی نور اس کے چہرہ پر۔

أَبَوَاهُ مِنْ عَلِيَا قُرَيْشِ
جَدُّهُ حَيَّرَ الْخُلُودِ

اس کے ماں باپ بلند ترین قریش۔ اس کے نانا جان جہاں سے بہتر۔ (سوانح کر بلا)

ابو نعیم نے حبیب بن ثابت سے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آج تک کبھی جنوں کو نوحہ کرتے یا روتے ہوئے سنا نہ دیکھا۔ مگر آج سنا تو میں نے جانا کہ میرا فرزند حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گیا۔ میں نے لونڈی کو باہر بھیجا تو معلوم ہوا کہ حضرت امام شہید ہوئے۔ جن اس نوحہ کے ساتھ زاری کر رہے ہیں۔

أَلَا يَأَعِزُّنَ فَأَيْتَمِلِي بِجَهْدِ
وَمَنْ يَبْكِي عَلَى الشَّهْدَاءِ بَعْدِي

رو سکے تو جتنا رو لے اے چشم کون روئے گا پھر شہیدوں کو

عَلَى رَهْطٍ تَقْوُدُهُمُ الْمُنَايَا
إِلَى مُتَجَبَّرٍ فِي مَلِكٍ عُهْدِي

پاس ظالم کے کھینچ کر لائی موت ان بیکسوں غریبوں کو۔ (صواعقِ محرقہ)

بعد از شہادتِ امامِ عالی مقام علیہ السلام

- ۱۔ سورج کی روشنی دیواروں پر کسم میں رنگی ہوئی چادروں کی طرح معلوم ہوتی تھی یعنی دھوپ بالکل پھینکی معلوم ہوتی تھی۔
- ۲۔ ایک ستارہ دوسرے ستارہ پر گر رہا ہے یعنی لگا تار آسمانی تارے ٹوٹ رہے تھے۔
- ۳۔ آپ کی شہادتِ دسویں محرم ۶۱ھ میں ہوئی۔ اس دن شدید ترین سورج گرہن لگا۔
- ۴۔ آپ کی شہادت کے بعد (چھ ماہ تک) آسمان کے کنارے کچھ عجیب طرح سرخ رہے۔
- ۵۔ آپ کی شہادت کے دن بیت المقدس میں ہر پتھر کے نیچے سے تازہ خون نکلا۔
- ۶۔ ظالموں کی فوج میں جو پیلے رنگ کی گھاس رکھی ہوئی تھی وہ راکھ ہو گئی۔
- ۷۔ ان ظالموں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے آگ کی چنگاریاں نکلیں۔
- ۸۔ جب گوشت پکایا گیا تو زہر کی طرح کڑوا ہو گیا۔
- ۹۔ ایک شخص نے حضرت امام کی شان میں گستاخی کی تو اس پر دو ستارے گرے جس سے اس کی قوتِ بصارت جاتی رہی۔
- ۱۰۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمین و آسمان روئے۔ جنات بھی آپ کی شہادت پر روئے۔

سرکارِ امامِ عالی مقام علیہ السلام کی لاشِ مقدس سے لباس کا اتارنا

حضرت سیدنا امامِ عالی مقام علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ نے جو لباس مبارک پہنا ہوا تھا وہ لباس بھی زخموں کے ساتھ تارتا رشہ تھا۔ ظالموں نے وہ بھی اتار لیا۔ چنانچہ بڑا کرتہ مبارک اسحاق بن الحویۃ حضرمی نے اتار لیا، شلوار مبارک الجبر بن کعب تمیمی نے اتاری اور عمامہ اقدس اغنس بن مرشد حضرمی نے اتارا۔ نعلین مبارکہ اسود بن خالد نے اتاری اور چاندی کی انگوٹھی مبارکہ بجدل بن سلیم کلبی نے اتاری اور چادر مبارکہ جو کندھے مبارک پر تھی وہ قیس ابن اشعث نے اتاری اور زرہ عمر و ابن سعد نے لے لی بعض نے لکھا ہے کہ ایک داری نامی نے لی اور بعض نے جہنم اور بعض نے بنی ہشیل کے ایک آدمی فلاس نامی کا ذکر کیا ہے۔

یاد رہے کہ سرکارِ امامِ عالی مقام علیہ السلام نے جو لباس مبارک میدانِ کارزار میں آنے سے قبل نیچے پہنا تھا وہ اسی خطرہ کے پیش نظر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ شہادت کے بعد مجھے برہنہ کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ظالموں نے اوپر کا لباس اتار لیا لیکن جو نیچے لباس اقدس پہنا ہوا تھا اس سے آپ کا جسم اقدس برہنہ نہ ہوا۔

یہ بھی واضح ہو کہ روایات اس پر بھی شاہد ہیں کہ سرکارِ امامِ عالی مقام علیہ السلام کے اوپر والے لباس کو جن ظالموں نے بھی اتارا اور جو جو چیز آپ کی اتاری وہ مختلف قسم کی بلاؤں، بیماریوں اور عقوبتوں میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ (حیات)

سرکارِ امامِ عالی مقام علیہ السلام کی لاشِ مقدس کو پامال کیا جانا

سیدنا امام حسین کے سر اقدس کو تن اطہر سے جدا کرنے کے بعد ظالموں نے اسی پر اکفانہ کیا بلکہ لاش مبارک کو بھی ظالموں نے پامال کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ روایات اس کے متعلق شاہد ہیں کہ قومِ اشقیاء میں سے دس ظالموں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر اور خوشیوں کے نعرے لگاتے ہوئے، گھوڑے دوڑاتے ہوئے لاش مبارک کو پامال کیا۔ قَدْ اسَؤْاَ الْحُسَيْنَ لِجَافِرٍ حَيَوْلَهُمْ حَتَّى

رَضُوْا صَلَٰةً وَظَهَرَهُ - امام حسین کے سینہ اقدس اور کمر مبارک کی ہڈیوں کو کچل دیا گیا اور ان ملعونوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ اسحاق بن حیوۃ - ۲۔ انض بن مرشد - ۳۔ حکیم بن طفیل - ۴۔ عمر بن صبیح صیداوی - ۵۔ رجاء بن منقذ عبدی - ۶۔ واطح بن قائم - ۷۔ ہانی بن شہیت حضری - ۸۔ اسید بن مالک - ۹۔ سالم بن خثیمہ جعفی - ۱۰۔ صالح بن وہب -

ازالہ

واضح ہو کہ بعض غیر معتبرہ مجموعوں میں شیر کا واقعہ بڑی شد و مد سے بیان کیا گیا ہے کہ ایسے موقعہ پر شیر آگیا تھا اور اس کی ہیبت سے سب اشتیاء بھاگ گئے تھے۔ اس کی کچھ اصل نہیں۔ (حیات)

واضح ہو کہ اکثر یہ بھی مشہور ہے کہ سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قوم اشتیاء خیاں حسین میں گھس آئے اور انہوں نے بے تحاشا لوٹ مار شروع کر دی اور جو کچھ ملا وہ لوٹ لیا اور معاذ اللہ اہل بیت اطہار کی خواہینِ مقدسہ کے سروں سے چادریں اور کانوں سے کانٹے اور پاؤں سے جوتے بھی اتار لیے اور ان کو ڈنڈوں کے ساتھ اتنا مارا گیا کہ معاذ اللہ ان کی پشتیں مبارک سیاہ ہو گئیں۔ اور رخسار اقدس اور کانوں مبارک سے خون بہنے لگا۔ العیاذ باللہ۔ اور پھر خیاں کو آگ لگا دی اور خاندانِ نبوت کی خواہینِ مقدسہ نگے سر اور نگے پاؤں چنچ و پکار کرتی باہر نکلیں۔

یہ تمام واقعات بالکل غلط اور ان کی کچھ اصل نہیں۔ سینکڑوں کتب معتبرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے واقعات بالکل بے بنیاد ہیں۔ اور یہ خاندانِ نبوت کی سرسرتوہین ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ایسے غلط اور بے بنیاد واقعات کو بڑی ڈھٹائی اور بڑی شد و مد سے بیان کیا جاتا ہے جن واقعات کی اصل نہیں یہ آلِ نبوت رضی اللہ عنہم کی کھلم کھلا توہین ہے جن کی تطہیر پر قرآن مجید گواہ ہے۔

سرکار امام عالم مقام رضی اللہ عنہ کے زخموں کی تعداد

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم مقدس زخموں سے چور چور ہو چکا تھا۔ بروایت بہترینوں کے اور ۳۳ نیزوں کے اور ۲۴ تلوار کے بروایت دیگر کچھ اس کے اوپر تعداد بھی آتی ہے۔

لیکن یہ حد بندی درست نہیں جب کہ ایک ایک زخم میں کئی کئی زخم موجود تھے تو اس صورت میں صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا کہ زخموں کی تعداد کس قدر تھی۔

اسپہ امام عالم مقام رضی اللہ عنہ کا حال بعد شہادت امام رضی اللہ عنہ

علامہ ابواسحاق علیہ الرحمہ اپنی کتاب نور العین فی مشہد الحسین رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۶۵ اور سطر ۶ پر فرماتے ہیں کہ روایاتِ قویہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا گھوڑا ہنہناتا اور مقتولوں کی لاشوں کو روندتا اور ایک ایک مقتول کو دیکھتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس کے پاس آیا تو دیکھا کہ آپ کا سر اقدس نہیں ہے۔ پھر جسم اقدس کے گرد چکر لگانے لگا اور ان کے خون سے اپنی پیشانی ملنے لگا۔ جب عمرو ابن سعد نے یہ حال دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو کہنے لگا اسے پکڑ کر لے آؤ جب اشتیاء نے اسے پکڑنا چاہا تو یہ گھوڑا جس کا نام مرتجز تھا۔ جب مرتجز نے دیکھا کہ یہ لوگ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں تو اس نے دو لتیاں جھاڑنا اور منہ سے کانٹا شروع کیا یہاں تک کہ چھبیس سوار مارڈالے اور نو گھوڑے ہلاک کر دیے۔ عمرو ابن سعد نے پکار کر کہا اسے چھوڑ دو دیکھیں کیا کرتا

ہے۔ لوگ پیچھے ہٹ گئے تو پھر جسم اقدس کے پاس آیا اور اپنا ماتھا زمین پر ملنے لگا اور لاش انور کو چومنے لگا اور پھر اس زور سے ہنہناتا تھا کہ تمام ریگستان میں اس کی آواز سنائی دیتی تھی۔ پھر عنھنا تا ہوا حرمت مقدسہ اور خیام حسینی کی طرف گیا۔ حرمت مقدسہ باہر نکلیں تو دیکھا گھوڑے کی زین خالی ہے اور وہ خون میں لپٹا ہوا ہے اور زور زور سے چلا رہا ہے اس حالت اور دردناک آواز سے معلوم ہو گیا کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں۔ سب حرمت مقدسہ نے رونا شروع کیا اور مخاطب کر کے سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اَیْنَ تَوَكُّتْ اَیْ یَا مُرْتَجَزُ۔ میرے ابا جان کہاں چھوڑ آیا ہے اور سیدہ زینب نے فرمایا۔ اَیْنَ تَوَكُّتْ اَیْحٰی۔ بھائی کو کہاں چھوڑ آیا ہے اور بیبیوں نے کہا اَیْنَ تَوَكُّتْ سَیِّدِنَا۔ ہمارے سردار کو کہاں چھوڑ آیا ہے؟ ان کے رونے اور صدائیں دینے پر گھوڑا دوڑا اور ہنہناتا ہوا اشتیاء پر حملے کرتا یہاں تک کہ جسم شریف کے پاس آ کر قدموں پر منہ رکھ دیتا اور ساتھ ہی ہنہناتا اور پھر دریائے فرات میں غوطہ لگایا پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ گویا کہ اس مرکب نے اپنے عظیم راکب کے ساتھ وفاداری کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ (احیات)

اسپ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے نام کی تحقیق

اس گھوڑے کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ اس کا نام کیا تھا اور یہ کون سا گھوڑا تھا۔ عام طور پر اس کا نام ذوالجناح مشہور کیا گیا ہے مگر تمام معتبر کتب کی ورق گردانی کے بعد اس کا یہی ثبوت ملا کہ اس کا نام ذوالجناح نہیں تھا۔ اصل میں تحقیق کرنے کے بعد جو اس کا نام ملا ہے وہ مرتجز تھا اور ان لوگوں کی بھی بعض کتب میں صاف صریحاً لکھا گیا ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا کوئی گھوڑا ذوالجناح کے نام کا نہ تھا۔ اب رہا یہ کہ یہ گھوڑا کیا حضور اقدس رضی اللہ عنہ کا تھا؟ اس کے متعلق یہی تحقیق ہوئی کہ یہ گھوڑا وہی تھا۔ روایات معتبرہ میں ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گھوڑا حضور اقدس رضی اللہ عنہ کا تھا اور اس کا نام ”مرتجز“ تھا اور یہی وہ گھوڑا مرتجز وفادار تھا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ (احیات)

تبصرہ

عام طور پر یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس اور تمام اہل بیت کے نوجوانوں کے پاس واقعہ کربلا کے وقت کوئی گھوڑا نہیں تھا۔ اس کی دلیل یہ کہ گھوڑا ریت میں چل نہیں سکتا۔ پھر اس پر بس نہیں بلکہ کہا جاتا ہے کہ دس ہزار روپیہ انعام دیں گے اگر کوئی گھوڑے کے ہونے کا ثبوت دیدے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ سینکڑوں معتبر کتب میں سے کہیں اس بات کا ذکر تک نہیں آیا کہ آپ کے پاس اونٹ ہی تھے اور گھوڑا تھا ہی نہیں۔ بلکہ تمام معتبر کتب شہادت میں اس امر کا واضح ثبوت بار بار ملا ہے کہ گھوڑے تھے اور خود جس پر سوار ہو کر سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کا رزا کو گئے اور اس پر سے گر کر شہید ہوئے وہ گھوڑا ہی تھا۔ اونٹ کا کہیں ذکر نہیں۔ عجب جہالت ہے کہ جس چیز کا کہیں ذکر نہیں اس پر یہ کہنا کہ یہ کتب معتبرہ میں موجود ہیں اور جس کا ذکر موجود ہو اس سے انکار اور اس پر انعام کہ جو گھوڑا ثابت کر دے اس کو دس ہزار روپیہ انعام۔ تو میں ایک کتاب کیا بلکہ ایک سو معتبرہ کتابوں سے ثبوت دے سکتا ہوں۔ جیسا کہ میں اس کتاب میں اس کا ثبوت بھی دے چکا ہوں تو چاہیے کہ فی الفور مجھے دس ہزار روپیہ کم از کم بذریعہ ڈاک منی آرڈر کر دیا جائے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بھلا گھوڑے کے ثابت ہونے پر اس کے انکار سے فائدہ کیا اور دوسرا جو چیز معتبر کتب اور اکابرین اہل سنت سے

ثابت ہو پھر اس کا انکار کرنا درحقیقت ان اکابرین و بزرگانِ دین کی تحقیق پر صریحاً الزام ہے اور ان کی مخالفت ہے۔

اکابرین اور مذہبِ حق اہل سنت کے ساتھ یہ سخت بے وفائی ہے اگر یہ لوگ عربی و فارسی کی کتب نہیں پڑھ سکتے تو کم از کم اردو میں لکھی ہوئی معتبرہ کتابوں کا مطالعہ تو کر سکتے ہیں۔ مثلاً سوانحِ کر بلا جو تالیف لطیف صدرالافاضل سید المفسرین حضرت علامہ حکیم محمد نعیم الدین شاہ مراد آبادی علیہ الرحمہ کی ہے۔ اس میں بار بار کئی مقامات پر اور بالخصوص شہادتِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے باب میں گھوڑے کا ذکر کیا گیا ہے۔ کم از کم اس کا تو مطالعہ کر لیا جاتا۔ اگر یہ بھی پڑھنا دشوار ہے تو کم از کم ایسی غلط باتیں کرنا اور پھر اس پر دعوے مارنا بڑی ڈھٹائی اختیار کرنا۔ ان سب کو پہلے اپنے مسلک کے معتبر علماء سے زبانی پوچھ کر اس بات کو برسرِ عام کرنا چاہیے۔

دفنِ شہدائے کر بلا کی تحقیق

عمر ابن سعد نے روزِ عاشور ہی بوقتِ عصر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک، خولی بن یزید اصبحی نامی اور حمید بن مسلم کی تحویل میں دیا۔ اور دوسرے شہدائے کر بلا کے سر ہائے مبارک، شمر ذی الجوشن اور قیس بن اشعث، اور عمرو بن الحجاج کی سرکردگی میں عبید اللہ ابن زیاد و اپنی کوفہ کو روانہ کر دیے اور خود گیارہ محرم الحرام کو پچھلے پہر کوفہ روانہ ہو گیا۔ اس کے اور اس کے فوجوں کے چلے جانے کے بعد شہدائے کر بلا کی لاشیں اور سرکار سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک جو کفن و دفن کے بغیر خاک و خون میں پڑی ہوئی تھی۔ کر بلا کی نزدیکی بستی غافرہ وغیرہا کے لوگ آئے تو انہوں نے شہدائے کر بلا کی لاشوں کو شناخت کیا اور پھر ان کی تجہیز و تکفین کی اور تکریم کے ساتھ ان پر نماز جنازہ بھی یہ واقعہ بارہ محرم الحرام کا ہے۔ (الہیات)

پھر سرکار سید الشہداء امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو اس جگہ دفن کیا گیا جہاں اس وقت کر بلا میں ان کا مزار اقدس ہے اور ان کے قریب ہی شہزادہ علی اکبر کو دفن کیا گیا اور شہزادہ علی اصغر کو بھی دفن کیا گیا اور دیگر آپ کے خاندان کے شہداء اور اصحاب و احباب کی بھی لاشہائے مبارکہ کو اکٹھا کر کے ان ہی کے قریب ایک بڑا گڑھا کھود کر دفن کیا گیا۔ گویا اصحابِ حسینی کو دنیا و آخرت اور قبر میں بھی قریبی معیت حاصل ہوئی۔ جہاں اب بھی مدفون ہیں۔

صرف حضرت حر رضی اللہ عنہ ہی ایک واحد شخص ہیں جن کو ان کے قبیلہ والے لے گئے۔ جو یہاں سے تقریباً دو تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پر ان کو دفن کیا آج حضرت حر رضی اللہ عنہ کا وہاں پر ہی مزار مبارک ہے۔ (ایضاً)

مزارِ پرانوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ عالمقام اور شہداء کر بلا رضی اللہ عنہم

کر بلا وہ جگہ ہے جہاں ویرانہ ہی ویرانہ ہے گو کر بلا ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کی آبادی چالیس ہزار کے قریب ہوگی۔ زائرین کے لیے بہترین انتظام ہے۔ مگر چاروں طرف ریت کا دریا نظر آتا ہے۔ اس میں سیدہ زینب کا ٹیلا بھی موجود ہے۔ دریائے فرات بھی اپنی جگہ سے سرک گیا ہے پھر بھی اس کو دیکھ کر اب بھی کر بلا کا منظر سامنے آ جاتا ہے اس کر بلا میں ہی سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا روضہ اطہر ہے اس روضہ اطہر میں بہت زیادہ سونا لگا ہوا ہے فرش اور دیواریں سنگ مرمر کی اور چھتیں شیشی کی چمکتی ہیں۔ مزار اقدس کا کثیرا بہت خوبصورت ہے بائیں طرف سیدنا علی اکبر و سیدنا علی اصغر رضی اللہ عنہما کی قبریں اور پائنتی بائیں طرف کسی قدر ہٹ کر باقی شہدائے کر بلا کا مدفن شریف ایک ہی کٹہرے میں ہے۔ بیرونی حصہ پر خوبصورت عالی شان گنبد اور مینار بنے ہوئے ہیں اور کئی میل دور سے سرکار

سید الشہداء کا مینار اور گنبد نظر آتا ہے۔ اور بہت بڑی عالی شان وسیع ترین ارد گرد عمارت اور مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ یہاں سے کچھ دور وہ جگہ بھی ہے۔ جہاں اہل بیت نے دشتِ کربلا پہنچ کر قیام فرمایا۔ (تاریخ کربلا)

سرکارِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سرِ اقدس کے مدفن کی تحقیق و تفصیل

سرکارِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یزید پلید ملعون نے اپنے خزانہ میں کسی صندوق میں بند رکھا اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا آخر جب سلیمان بن عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس کو اس امر کا انکشاف ہوا کہ سرکارِ امام رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس خزانہ کے صندوق میں موجود ہے۔ جب اس صندوق میں سرِ انور کو دیکھا گیا تو اس سے تازہ ترین خون بہہ رہا تھا اور چہرہ انور چمک رہا تھا۔ کچھ عرصہ پاس رکھنے کے بعد اس سرِ اقدس کو دمشق عقلمان بھیج دیا گیا اور اس کے بعد جب ایک خلیفہ کے وقت بدر جلال (جو وزیر اعظم تھا) عقلمان پر قابض ہوا تو سرِ اقدس کی زیارت کے بعد ایک جگہ صندوق رکھا گیا اور اس پر بڑی عالی شان عمارت بنائی گئی جس کا نام مشہدِ بدر رکھا۔ ۳۸۴ھ میں یہ عمارت مکمل ہو گئی اور سرِ مبارک اس میں رہا۔ پھر جب ۵۳۸ھ میں انگریزوں کا تسلط ہوا تو پھر مسلمانانِ عقیدہ مندوں نے سرِ مبارک کا صندوق اس عمارت سے نکال لیا اور مصر لے گئے یہ واقعہ ۵۳۹ھ میں پیش آیا۔ ایک مشہور سیاح علامہ یروی نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے کہ مصر میں سرِ مبارک کو قصرِ زمرد میں رکھا گیا پھر فرمانِ شاہی کے مطابق ایک خوش نما گنبد بنایا گیا اور سرِ اقدس کو اس میں بہترین قیمتی تابوت میں رکھا گیا اس وقت سے اب تک قاہرہ کے اسی مشہد میں سرِ اقدس ہے۔ پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے وقت قاہرہ میں مدارس عربیہ بنائے گئے۔ تو اس مشہدِ عالی نے فریب ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اس میں علامہ بہالی کو صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ یہ واقعہ ۵۶۸ھ کا ہے۔ پھر ۵۷۰ھ میں معین الدین ابن شیخ الشیوخ نے مشہد کے پاس کئی حجرے تعمیر کئے۔ اس وقت ابن جبر سیاح اس مشہد کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ آپ کا سرِ مبارک تقریباً تابوت کے اندر ہے ۶۲۰ھ میں ابن تیمیہ ابن ناصر اسکری ابوالقاسم نے مشہد کو بہت زینت دی اور ایک نہایت ہی بلند منارہ تعمیر کیا۔ ۶۳۶ھ میں مشہد کے بیرونی حصہ میں آگ بھی لگ گئی تھی مگر ایوانِ مرقدِ اقدس کے جبہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ دوبارہ پھر اس کی مرمت کرائی گئی۔ ۶۲۶ھ میں یہاں ابن بطوطہ آیا تو اس نے بھی اس سفر نامہ میں مشہدِ امام کا ذکر کیا۔ ۷۳۰ھ میں خالد بن علی لبادی آئے تو وہ لکھتے ہیں کہ محرابوں میں شیشے، فانوس نفیس ترین قدیل نور فشاں لگے ہوئے تھے۔ خدیو مصر الملک الظاہر ابوسعید چمقاق نے آکر ہر شیشہ پر خطِ طغریٰ میں یہ نام پاک لکھوایا اور ایک عجیب شیشہ جس کی آب و تاب سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں رکھوایا۔ یونہی ہر زمانے میں والیانِ مصر اس کی تزیین کرتے چلے آئے۔ ۱۱۱۵ھ میں امیر حسن عزبان الجلفی نے اس کی توسیع اور چوبِ آب نوی کا خوش نما تابوت بنایا اور اس پر سنہری کام کرایا۔ پھر اس تابوت پر سبز حریر چڑھایا۔ ۱۱۵۶ھ میں عربی کے مشہور شاعر عبداللہ شیرازی نے ہر دروازہ پر اشعار لکھے۔ ۱۱۵۰ھ میں عبدالرحمن کتخدا کے حکم سے اس کی تعمیر میں توسیع کی گئی اور ایک خوبصورت قبۂ تعمیر کیا گیا اور اسی پر تاریخ کا پتھر نصب کیا گیا۔ ۱۲۰۴ھ میں اس کی اور توسیع کی گئی۔ پھر عباس پاشا نے آکر مشہد کو مزید خوبصورت اور توسیع کی پھر اسمعیل پاشا نے استنبول سے عمارتی سامان منگوا کر مشہد کو اور اعلیٰ قسم کی خوبصورتی سے مزین کی۔ پھر یہ سلسلہ ۱۳۲۱ھ تک درجہ بدرجہ چلتا رہا۔ پھر شیخ سید محمود نے اندرونی تابوت کو کھول کر زیارت کی اور کئی لوگوں نے دیکھا کہ سرِ اقدس سے تازہ خون بہہ رہا ہے اور چہرہ انور چمک رہا ہے۔ قاہرہ میں جامعہ ازہر کی عمارت کے شمالی دروازہ کے بالکل سامنے سڑک کے دوسرے کنارے یہ مشہدِ عظیم واقع ہے۔ جو مشہدِ حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے آج بھی مشہور ہے۔

دن رات لوگوں کا ہجوم اور قاری و حفاظ تلاوتِ قرآن پاک کرتے اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اس مشہدِ مظہر کی دیواروں پر دائروں کی شکل میں آیاتِ قرآنی اور مختلف اشعار سنہری حروف میں لکھے ہوئے ہیں۔

ان شہداءِ کربلا کے سرہائے مبارکہ کی تدفین کا بیان جو دمشق بھجوائے گئے

دشمن کے پرانے قبرستان میں بابِ صغیر ہے اس میں ایک قبہ ہے جس میں سولہ شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ جو سرِ اقدس امام حسین ؑ کے ہمراہ دمشق یزید کے پاس بھجوائے گئے تھے جو امام عالی مقام کے سر مبارک کے علاوہ اس جگہ پر مدفون کیے گئے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

- ۱۔ سیدنا ابوبکر ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۲۔ سیدنا عمر ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۳۔ سیدنا عثمان ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۴۔ سیدنا عباس ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۵۔ سیدنا جعفر ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۶۔ سیدنا عبداللہ ابن علی المرتضیٰ ؑ
- ۷۔ سیدنا جعفر و سیدنا عبداللہ ابن عقیل ؑ
- ۸۔ سیدنا محمد ابن مسلم ؑ
- ۹۔ سیدنا حبیب ابن مظاہر ؑ
- ۱۰۔ سیدنا عون بن عبداللہ بن جعفر طیار ؑ
- ۱۱۔ سیدنا حمر بن یزید الریاحی ؑ
- ۱۲۔ سیدنا علی اکبر ابن الحسین ؑ
- ۱۳۔ سیدنا عبداللہ ابن الحسین ؑ
- ۱۴۔ سیدنا قاسم بن الحسن۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (تاریخ کربلا)

باب ۲۳

اسیرانِ اہل بیت کے کر بلا سے کوفہ تک کے حالات

اور لاشِ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دیکھ کر حال

چنانچہ محرم الحرام کے نصف دن گزرنے کے بعد عمر و ابن سعد اپنے لشکروں سمیت کوفہ روانہ ہوا تو خاندانِ نبوت ﷺ کو اسیر کر کے لے جانے لگا خاندانِ نبوت کا یہ مختصر قافلہ چلنے لگا تو شہدائے کر بلا اور سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاشِ مقدسہ سے ان کا گذر ہوا۔ جب خاندانِ نبوت نے بغیر گور و کفن اور خاک و خون میں پڑی ہوئی لاشوں کو دیکھا تو یقیناً وہ گھڑی قیامت سے کم نہ تھی۔ کر بلا کی زمین میں آہ و بکا بلند ہوئی اور کہا اے اللہ العالمین آج یہ حسین تیرے محبوب کے نواسہ اور ان کی آلِ مقدسہ اس صحرا میں خاک و خون میں پڑے ہوئے ہیں اور کل سے آج تک ان کو کوئی اٹھانہ سکا اور ان کی تجہیز و تکفین نہ ہوئی۔ ان کے اعضاء پارہ پارہ اور جسم زخموں سے چکنا چور ہیں۔ اے اللہ، تیرے رسول کی اولاد آج اسیر ہو کر ان کو اس حال میں چھوڑے جا رہی ہے۔ خاندانِ نبوت ﷺ نے صبر و تحمل و ثابت قدمی اور ایمان و استقلال کا یہ ثبوت دیا کہ آسمان کی طرف نگاہ کر کے ہاتھ پھیلا کر دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هَذَا الْقُرْبَانَ۔ اے اللہ ہماری اس قربانی کو قبول فرما۔ ادھر آنکھیں اشکبار ہیں اور یہ دعا فرمائی جا رہی ہے کہ سید الشہداء سرکارِ امام کی لاڈلی شہزادی سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا جو سات سال کی تھی وہ اپنے شفیق باپ کے جسدِ اطہر کے ساتھ جا کر لپٹ گئیں تو گلوئے بریدہ سے یہ نداء آئی۔ (۱)

عَنِیْ مَا اَنْ شَرَبْتُمْ

عَذْبَ مَاءٍ فَادُّ كُرُونِيْ

اَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيْبٍ

اَوْ شَهِيدٍ فَافْدَتُوْنِيْ

سیدہ کو جب کافی دیر ہو گئی کہ وہ اپنے باپ کی لاشِ مطہرہ سے لپٹی ہوئی ہیں اور کسی طرح جدا نہیں ہوتیں ہیں۔ بالآخر زبردستی سیدہ کو اس کے ابا جان کی لاشِ مطہرہ سے جدا کیا گیا۔ (۲)

اسیرانِ اہل بیت کا کوفہ میں داخلہ اور سرہائے شہداء نیزوں پر

جب یہ خاندانِ نبوت کا مختصر سا قافلہ محرم کی بارہ تاریخ کو کوفہ کے قریب پہنچا تو عبید اللہ ابن زیاد نے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ اور سرکارِ سید الشہداء علیؑ کے سر مبارک کو نیزوں اور تلواروں پر سوار کر کے دارالامارت کوفہ سے ایک لشکر کے ہاتھوں عمرو ابن سعد کے پاس بھیج دیا کہ یہ سرہائے مبارکہ آگے آگے ہوں اور ان کے پیچھے اسیرانِ اہل بیت ہوں اور اس حال میں کوفہ دارالامارت میں ان کو لایا جائے تاکہ لوگ اس منظر کو دیکھیں چنانچہ ایسے ہی کیا گیا۔ جب قافلہ اسیرانِ آلِ نبیؑ نے خاندانِ عالیہ کے شہداء کے سرہائے مبارکہ اور سرامام عالی مقام علیؑ کو ایسے حال میں دیکھا تو وہ زار و قطار روتے ہوئے کوفہ میں داخل ہوئے۔ ایک وہ وقت تھا جب کہ خاندانِ نبوت علیؑ کی یہی اولاد کوفہ میں شہزادگان کی حیثیت سے تھے اور آج اسیر ہو کر کوفہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ جب سیدانیوں کا یہ قافلہ شہر میں داخل ہوا تو بازاروں میں، دوکانوں میں، درختوں اور مکانوں کی چھتوں پر مرد، عورتیں اور بچے آلِ نبیؑ کا یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع تھے۔ شہداء کربلا کے سرہائے مقدسہ اور اہل بیت کی نیکی دیکھ کر بعض عورتوں کے دلوں میں ہمدردی پیدا ہوئی تو انہوں نے کھجوریں دینی شروع کیں۔ سیدہ زینب نے فرمایا اَہْلَ الْکُوفَةِ اَهْلَ الصَّدَقَةِ عَلَيْنَا حَرَامٌ۔ اے اہل کوفہ صدقہ ہم پر حرام ہے اور کھجوریں واپس کرا دیں۔ (اہیات)

سر مبارک نیزہ کی نوک پر چہرہ مبارک کی چمک اور ہوا میں ریشِ اقدس کی حرکت

سیدنا امام عالی مقام علیؑ کا سر مبارک جو نیزہ کی نوک پر رکھے ہوئے سب سے آگے تھا اس دل خراش منظر کو دیکھ کر بعض مرد اور عورتیں دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ وَهُوَ أَسُّ الْحُسَيْنِ زُهْرِي قَمَرِي أَشْبَهُ الْخَلْقِ بِرَسُولِ اللَّهِ وَجْهَهُ دَارَةُ قَمَرٍ طَالِعٍ وَالزَّيْجُ تَعَبَتْ بِهَا يَمِينُهُ وَشِمَالُهُ۔ اور اس وقت امام عالی مقام کا سر مبارک چمک رہا تھا اور تمام خلقت سے زیادہ جو رسول اللہ علیؑ کے مشابہ چہرہ تھا اور چہرہ انور ماہتاب کی طرح روشن تھا اور ڈاڑھی مبارک کو ہوا دائیں بائیں حرکت دے رہی تھی یعنی چہرہ چمک دمک رہا تھا اور سر مبارک تابندہ و درخشندہ تھا اور ڈاڑھی مبارک حرکت فرما رہی تھی۔ (اہیات)

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی بوقتِ شہادت ڈاڑھی مبارک بڑی اور گھنی تھی اور اپنے نانا جان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح بڑی گھنی اور پھیلی ہوئی ڈاڑھی تھی اگر آپ کی ڈاڑھی مبارک چھوٹی یا کتری ہوئی ہوتی یا حدِ شرع سے کم ہوتی تو وہ ہوا میں حرکت نہ کرتی۔ ہوا میں وہی ڈاڑھی حرکت کر سکتی ہے جو بڑی ہو اور چھوٹی یعنی کتری ہوئی نہ ہو۔

اس لیے ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھائیں اور مونچھیں پست رکھیں افسوس ہے کہ اکثر بعض علماء اور ذاکرینِ ڈاڑھی منڈے یا کترے یا حدِ شرع سے کم برائے نام ڈاڑھی کے چند بال رکھ لیتے ہیں جو کہ شرعاً ڈاڑھی منڈے کے ہی مشابہ ہے اور ایسے امام کے پیچھے شرعاً نماز جائز نہیں۔ حدِ مشیت کا اطلاق بھی ٹھوڑی کے نیچے سے ہوتا ہے یہ نہیں کہ نچلے ہونٹ پر ہاتھ رکھ کر ٹھوڑی ہاتھ میں دبا کر کتری ہوئی ڈاڑھی کو سمجھ لیا جائے کہ یہ ایک مشیت ہے ایسے لوگ ڈاڑھی منڈوں کے ہم مثل ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھو لعلۃ الفی“ از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ۔



سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی بے تابی

سیدنا امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے چہرہ اقدس کو اور ریش مبارک کے اس منظر کو دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا غم سے بے تاب ہوئیں تو اس وقت اپنے بھائی پر یہ رقت آمیز چند جملے فرمائے۔

يَا هَلَالِك لَنَا اسْتَقِمَّ كُنَّا لَا
غَالَهُ حَقَفَ قَائِدًا غَرُوبًا
مَا تُؤْهِمُ يَا شَفِيعِي قَوَادِي
كَانَ هَذَا مَقْدَرًا مَكْتُوبًا
يَا اُخِي قَلْبِكَ الشَّفِيعِي عَلَيْنَا
مَا لَهُ قَرْتَسِي وَصَادَ اَنْ يَزُوجَا
يَا اُخِي الْوَتَرِي عَلَيْنَا لَدَى الْاَسِيرِ
مَعَ الْيَتَمِ لَا يَطِيقُ وَجُوبًا
كَلِمَا وَاجْعُوهُ بِالْغَرْبِ قَادَا
كَيْفِيضٌ دَمْعًا سَكْرَتَا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا اہل کوفہ سے ہمیشہ خطبہ

جب لوگوں کا ہجوم ہر طرف دیکھا گیا اور آلِ رسول ﷺ کی سیدزادیاں اس حال میں کوفہ کے بازار سے گزر رہی تھیں کہ حضرت سیدہ زینب بنتِ مولا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، الکریم نے دیکھا کہ کچھ لوگ گھور گھور کر بھی دیکھ رہے ہیں تو سیدہ نے بلند آواز سے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ یہ محذرات عصمت و طہارت خاندانِ نبوت ﷺ آرہی ہیں اپنی نگاہوں کو نیچے کرو۔ سیدہ کی اس آواز سے ایسے لوگوں کی نگاہ نیچی ہوئی۔ اور جو شور و غل دیکھا تو سیدہ نے کوفہ کے بڑے بازار میں فرمایا خاموش ہو جاؤ اس کا فرمانا تھا کہ ہر طرف شور و غل ساکت ہو گیا۔ سیدہ نے پھر اونٹنی پر سوار ہو کر کوفہ کے بازار میں مردوں اور عورتوں سے خطبہ فرمایا۔ یہ وہ سیدہ ہیں جو اپنے باپ کے دو خلافِ حقہ میں کوفہ کے اندر اپنے مکان میں درسِ قرآن دیا کرتی تھیں۔ آج شیر خدا کی شہزادی واقعہ کر بلا کے عظیم سانحہ کے بعد حالتِ اسیری میں بھی بازار کوفہ میں خطبہ ارشاد فرما رہی ہیں۔ شیر خدا کی اس شہزادی کا خطبہ شروع کرنا تھا کہ مولائے کائنات باب مدینۃ العلم کالب و لہجہ تازہ ہو گیا۔ سیدہ کی فصاحت و بلاغت اور علومِ قرآنی پر پہلے ہی لوگ واقف کار تھے اور آج کالب و لہجہ اور اندازِ خطابت گویا کہ سرکار سیدنا مولائے کائنات بول رہے ہیں۔ جب ہر طرف خاموشی چھا گئی تو حضرت سیدہ زینب نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ہر قسم کی خوبیاں اور تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لائق ہیں۔ میرے باپ (یعنی نانا جان) محمد ﷺ پر اور ان کی طیب و طاہر و نیک اولاد پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اے کوفہ والو، اے عہد شکنو۔ اپنی زبان سے پھر جانے والو اور اپنے الفاظ بھول جانے والو۔ تم رورہے ہو۔ تم روتے رہو تمہارے آنسو خشک نہ ہوں اور تمہاری آہ و فغان کبھی بند نہ ہو۔ تمہاری مثال اس عورت کی سی ہے

جو سوت کا تتی (کپڑا بنتی) ہے اور پھر اسے ادھیڑ ڈالتی ہے (مکڑے مکڑے) کر ڈالتی ہے۔ کیا تم کہہ سکتے ہو کہ تم میں ایک تنفس بھی ایسا ہے۔ جو جھوٹا اور شیخی خور نہ ہو۔ جس کے دل میں کھوٹ نہ ہو۔ لومڑیوں کی طرح چالوسی اور خوشامدی نہ ہو دشمنوں کا سا کینہ نہ رکھتا ہو جو راہِ حق کو چھوڑ کر بے دینی پر نہ جھگڑتا ہو۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے اپنے اپنے لیے آگے بھیجا ہے وہ بہت برا ہے۔ تم پر خدا کا غیظ و غضب ہے اور تم اس کے قہر میں مبتلا ہو گے۔ اے جھوٹو اے کوفیو۔ تم میرے بھائی پر گریہ اور نوحہ کر رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم روؤ اور خوب روؤ۔ تم کو رونا مناسب ہے۔ ہنسو کم اور روؤ زیادہ۔ تم نے بہت بری بری باتوں کی آرزوئیں کی ہیں جن کو تم رو دھو کر بھی کبھی اپنے دامن سے پاک و صاف نہ کر سکو گے۔ بھلا بتلاؤ تم خاتم النبیین اور معدنِ رسالت کے فرزند کے قتل کے داغ کو کیونکر دھو کر صاف کر سکتے ہو۔ جنت کے نوجوانوں کے سردار کے قتل کے دھبہ کو کیونکر مٹا سکتے ہو۔ وہ تمہاری لڑائیوں میں تمہاری پناہ گاہ تھے۔ تمہاری جماعتوں کے محافظ تھے۔ تمہاری سلامتی کی قرار گاہ تھے۔ تمہارے کلمہ کی اساس اور بنیاد تھے۔ تمہاری مصیبتوں اور تمہارے حوادث میں تمہاری جائے پناہ تھے تمہاری معاشرت درست کرنے والے تھے۔ تمہاری باہمی گفتگو کا مرجع تھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی اَبِیْ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ
الْاٰخِیَارِ۔ اَمَّا بَعْدُ یَا اَهْلَ الْکُوفَةِ وَیَا اَهْلَ الْخِثْلِ
اَتَبْکُوْنَ وَالْعَدَا فَلَآ رَقَابَ اِلَّا مَعَةَ وَلَا هَدَاۃَ اِلْمَا
مِفْلَکُمْ کَمَدَلِ النَّبِیِّ غَزَلَہَا مِنْ بَعْدِ قُوَّةِ اِنْکَاثَا تَبْغِیْوْنَ
اِیْمَانُکُمْ دَخَلَا بَیْنُکُمْ الْاَوْھَلُ فِیْکُمْ وَالَا الصَّلَفُ
وَالْبَطْفُ وَالْعُدُو اَشْنَفُ الصَّلْھَا لِحَبِّبٍ وَاَشْغَفِ

وَالْکَنْدُو مَلْحَقُ الْاِمْوَا وَاَعْمَرُ الْاَعْدَاءُ وَکَثَرَعٰی عَلٰی
دَمْنَةٍ وَلِفِیْہِہِ عَلٰی مَلْعُوْدَةِ الْاِسَاءِ مَا قَدَمْتُ لَکُمْ
اَنْفُسِکُمْ اِنْ سَخَطَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ وَفِی الْعَذَابِ اَنْتُمْ
خَالِدُوْنَ۔ اَتَکْبُوْنَ وَتَحْتَبُوْنَ اٰی وَاللّٰہُ فَاَبْکُوْا کَفِیْرًا
وَاَضْحَکُوْا قَلِیْلًا فَلَقَدْ وُھِبْتُمْ بَصَارُہَا وَشَنَارُہَا وَاَنْ
تَرْحَفُوْہَا یَغْسِلُ بَعْدَہَا وَاِنِیْ تَرْحَفُوْنَ قَتَلَ سَلِیْلُ
خَاتَمِ النَّبُوۃِ وَمَعْدَنِ الرِّسَالَةِ وَسَیِّدِ الشَّبَابِ اَهْلُ
الْجَنَّةِ وَمَلَا زِجْرِیْکُمْ مَضْفُوْعٌ تَاَلَلْتُکُمْ وَمَنَارُ
مُحِبَّتِکُمْ وَمَدْرَہُ سُنَّتِکُمْ وَمَدْرَہُ مُجْجَکُمْ وَمَنَارُ
مُحِبَّتِکُمْ الْاِسَاءِ مَا تَزْرُوْنَ وَبَعْدَ الْکَمِّ وَسَقَا
فَلَقَدْ خَابَ اَسْعٰی وَتُبَّتِ الْاَیْدِیُّ وَخَسِرَتِ الصَّفْھَةُ
وَبُوْتُمْ بِغَضَبِ مَنْ اللّٰہُ وَضَرِبَتْ عَلَیْکُمُ الذِّلَّةُ
وَالْمَسْکِنَةُ وَیَلِکُمْ یَا اَهْلَ الْکُوفَةِ اَتَدْرُوْنَ اَنْی
کَبَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ فَرِیْتُمْ وَاٰی کَرْجَمَہُ لَہُ اَبْرَزَ قَمَّ وَاٰی دَمَّ
لَہُ سَفَکْتُمْ وَاٰی حُرْمَہُ لَہُ اَنْتَہَکْتُمْ وَاٰی حُرْمَہُ لَہُ
اَنْتَہَکْتُمْ اَلْقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا وَاَنْکَا وَاَسْفَاوَاتِ تَفِیْطَرْنَ
مِنْہُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخْرُ الْجِبَالُ هٰذَا وَلَقَدْ جِئْتُمْ
بِہَا صُلْعًا غَفَا سَوْدَا فَقَعَا حَرَقًا شَوْہَا کَطْلَاعِ
الْاَرْضِ اَوْ مَلَاۃِ اِسْمَا اَفْعَجِیْتُمْ اِنْ مَطَرَتْ اَسْمَاءُ
دَمًا وَالْعَذَابُ الْاٰخِرَہُ اُخْرٰی وَاَنْتُمْ لَا تَنْصَرُوْنَ

فَلَا يَسْتَوْفِقُكُمْ الْمَهْلُ فَإِنَّهُ لَا يَحْضُرُهُ الْبَدَاءُ وَلَا يَخَافُ
فَوْتَ الثَّاقَانِ رَبَّكُمْ لِبَالِ مِرْصَادٍ۔

آہ۔ کتنی بری بات ہے جس کو تم آخرت میں بھیج چکے ہو۔ اور کتنی سنگین ہے وہ چیز جس کو تم نے قیامت کے لیے چھوڑا ہے۔ وہ چیز تم کو بڑی دور کرنے والی ہے۔ (یعنی جنت سے) تم کو ڈس لینے والی تم کو اوندھا ڈال دینے والی ہے اور تمہاری کوشش ناکام رہی۔
حسرت جفا کاری نے تمہارے چہرے بگاڑ دیے تم خدا کے غیظ و غضب کا ٹھکانہ بن گئے کوفہ والو۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے کون سے جگر گوشہ کو پھارا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی کون سی بیٹی کی بے حرمتی کی ہے اور کون سے خون کو تم نے بہایا ہے۔ آہ تم ایک بہت بڑے حادثہ کے مرتکب ہوئے تم ایک ایسے جرم کے مرتکب ہوئے ہو جو منہ بگاڑ دینے والا اور مصیبت میں مبتلا کر دینے والا ہے۔ اگر اس موقع پر خون کی بارش ہو تو کیا تم تعجب کرو گے۔ یاد رکھو آخرت کا عذاب تم کو رسوا کرنے والا ہے اور ہاں ایسے لوگوں کی مدد نہ کی جائے گی۔ کوئی طاقت خدا کے کاموں میں دخل نہیں اور نہ انتقام لینے سے کوئی روک سکتا ہے اگر واہیہ، ہیاء و عمیاء پر آسمان سے خون برسا ہے تو تم کو تعجب کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تمہارا رب نافرمانوں کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ آہ تم نے وہ جرم کیا ہے کہ آسمان گر پڑیں زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یہ خطبہ شجاعت و فصاحت و بلاغت سن کر لوگ حیرت میں پڑ گئے اور دشمنوں کو بھی اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مذلم بن کثیر عرب کے مشہور فصحا میں عمر سیدہ بزرگ تھے۔ جب سیدہ نے خطبہ ختم فرمایا تو دیکھا گیا کہ وہ رورہے ہیں اور ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہے۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھا اور وہ کہہ رہے تھے۔ يٰ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ اَيُّهَا الْكُفُوْلُ وَ شَبَابُكُمْ خَيْرُ الشَّبَابِ وَ نِسَاءُكُمْ خَيْرُ النِّسَاءِ وَ نُسْلُكُمْ خَيْرُ النِّسْلِ وَ فَضْلُكُمْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے بزرگ سب سے بہتر آپ کے جوان سب جوانوں سے افضل آپ کی عورتیں سب عورتوں سے اشرف آپ کی نسل سب نسلوں سے اعلیٰ اور آپ کا فضل فضل عظیم ہے۔ جو نہ باطل سے دہتی ہے اور نہ باطل کے سامنے جھکتی ہے اور نہ حق میں جھجکتی ہے۔

كُھُولُهُمْ خَيْرُ الْكُھُولِ وَ نُسْلُهُمْ

اِذَا عَزَّ نَسْلٌ لَا يَمُورُ وَلَا يَخْزِي

بشیر بن خزیمہ اسدی کا بیان ہے کہ سیدہ کی تقریر کے دوران مجمع پر سکوت چھایا ہوا تھا۔ سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دی اور خطبہ سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ سرکارِ بابِ مدینۃ العلم تقریر فرما رہے ہیں۔ (حیات)

دربار میں خطبے کبھی قرآن کی تلاوت

اندازِ تکلم میں بابِ مدینۃ کی سی فصاحت

سرہائے شہداء اور دربارِ ابنِ زیاد اور گستاخی کا مظاہرہ

اس کے بعد یہ مختصر قافلہ دار الامارت کی طرف روانہ ہوا اور ادھر عبید اللہ ابنِ زیاد نے کوفہ کے تمام لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے رکھی ہوئی تھی۔ گویا تماشینوں سے دار الامارت بھرا پڑا تھا۔ سب سے پہلے شہدائے کربلا کے سرہائے مبارک دار الامارت پہنچائے گئے اور سرکارِ سید الشہداء کا سر اقدس ایک طباق میں رکھ کر عبید اللہ ابنِ زیاد کے میز پر رکھا گیا اور دوسرے شہدائے کربلا کے سر مبارک

طشت میں رکھ کر پیش کئے گئے۔ جب سرکار سید الشہداء کے سر اقدس کو اس بدنہاد ابن زیاد ظالم ملعون نے دیکھا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ وہ آپ کے دندان اقدس کو لگا کر سرکار امام عالم مقام رضی اللہ عنہ کے چہرہ مبارک کے حسن و جمال اور لب و دندان مبارک میں کچھ کلام کہا گو وہ امام کی تعریف میں تھا۔ لیکن اس کا چھڑی رکھ کر ایسی بے ادبی کرنا سراسر غلط تھا۔ جس کو دیکھ کر مجمع میں سے ایک صحابی رسول حضرت زید ابن ارقم انصاری نے عبید اللہ ابن زیاد کو کہا۔

إِزْفَعْ قَضِيْبَكَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ فَوَاللَّهِ الَّذِي لَا إِلَهَ
غَيْرُهُ لَقَدْ رَأَيْتُ شَفَتَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ عَلَى هَاتَيْنِ الشَّفَتَيْنِ مَا لَا أَحْصِي كَثْرَةً
يَقْبَلُهَا. (حیات)

اے عبید اللہ! ان مقدس ہونٹوں سے اپنی چھڑی اٹھالے۔ کیونکہ مجھے قسم ہے اس ذات وحدہ لا شریک کی جس کے سوا کوئی دوسرا الہ نہیں تحقیق میں نے بیشمار مرتبہ اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو ان مقدس ہونٹوں پر بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس کے بعد صحابی رسول زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے کہ کاش میرے بس میں کچھ ہوتا تو اس کو اس گستاخی کا مزہ چکھاتا۔ عبید اللہ ابن زیاد یہ سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا تو بوڑھا آدمی ہے ورنہ تمہاری گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد حضرت ارقم رضی اللہ عنہ اٹھ کر چل دیے اور لوگوں کو کہتے گئے۔

أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمْ الْعَبِيدُ قَتَلْتُمْ ابْنَ الْفَاطِمَةِ
وَأَمَرْتُمْ عَبِيدَ اللَّهِ ابْنَ زِيَادٍ وَاللَّهُ لَيَقْتُلَنَّ خَيَارَكُمْ ...
شَرَّارُكُمْ فَبَعْدُ لِمَنْ رَضِيَ بِالذِّلِّ وَالْعَارِ. (ایضاً)

لوگو تم آج کے بعد غلام بن چکے ہو تم نے فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا کے فرزند کو قتل کیا ہے اور عبید اللہ ابن زیاد کو امیر بنایا ہے جو تمہارے اچھوں کو قتل کرتا ہے اور برے لوگوں کو غلام بناتا ہے۔ ہلاکت ہے اس کے لیے جو ذلت و رسوائی اور عار پر راضی ہوتا ہے۔

اسیر اللہ آل نبوت اور عبید اللہ ابن زیاد کو فہ کے دارالامات میں

اب وہ وقت آیا جس وقت خاندان نبوت ﷺ کی محذرات عصمت و طہارت کو بحالت قید و بند ایک فاسق، فاجر، شراب خور، ظالم عبید اللہ ابن زیاد کے دارالامات میں لایا جا رہا ہے۔ کوفہ کے تمام لوگ تماشہ بینی کے لیے اس میں موجود ہیں اور سپاہیوں اور پہرہ داروں کو اسلحہ جنگ سے لبریز لباس فاخرہ سے نوازا گیا ہے۔

جونہی محذرات عصمت و طہارت عبید اللہ ابن زیاد کے دربار میں ایک کونہ میں جا کر بیٹھ گئیں۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اس حال میں تھیں۔ دَخَلَتْ زَيْنَبُ ابْنَةُ فَاطِمَةَ مُتَذَكِّرَةً وَعَلَيْهَا أَوْكَلُ ثِيَابٍ يَتَمَارَا۔ کہ بہت ہی کم قیمت کا لباس پہنے ہوئے تھیں۔ ایسے پست لباس تن سے پہچانی نہیں جاتی تھیں کہ یہ زینب کبریٰ ہیں۔ جب عبید اللہ ابن زیاد نے اس جھرمٹ پر ایک نگاہ پھیری تو سیدہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا مَنَ هَذِهِ؟ یہ عورت کون ہے؟ سیدہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بالآخر کسی نے کہا کہ یہ سیدہ زینب کبریٰ بنت فاطمہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کی عبید اللہ ابن زیاد سے گفتگو

یہ سن کر بدنہاد عبید اللہ ابن زیاد ملعون بدست بجائے شرمسار ہونے کے کہ آج رسول اللہ ﷺ کی نواسی اس حالت میں میرے دارالامارت میں پیش ہیں الناس نے اپنے کفر والحاد کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ اچھا ہوا تم ذلیل ہوئے اور قتل بھی کیے گئے اور تمہارا جھوٹ ظاہر ہو گیا۔

سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا نے فوراً عبید اللہ ابن زیاد کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

أَحْمَدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَكْرَمَنَا مُحَمَّدٍ طَهَّرَنَا مِنَ الرِّجْسِ
تَطَهَّرْنَا إِنَّمَا يَفْتَضَحُ الْفَاسِقُ وَيَكْذِبُ الْفَاجِرُ وَهُوَ
غَيْرُنَا أَحْمَدُ لِلّٰهِ (حیات)

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اس خدا کا شکر ہے
جس نے ہم کو اپنے نبی ﷺ کے ذریعہ عزت و شرف بخشا اور
ہمیں ہر قسم کی پلیدیوں سے پاکیزہ فرمایا ہاں البتہ ذلیل و رسوا
فاسق ہوتا ہے اور جھوٹ بھی فاجر بولتا ہے۔ خدا کا شکر ہے وہ ہم
نہیں ہیں بلکہ ہم سے غیر ایسا ہو سکتا ہے۔

سیدہ سلام اللہ علیہا کا یہ جواب سن کر عبد اللہ ابن زیاد نے طنزاً کہا: رَأَيْتَ فَضْلَ اللَّهِ بِأَهْلِ بَيْتِكَ دیکھا خدا نے تمہارے خاندان
کے ساتھ پھر کیسا سلوک کیا؟

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

مَا رَأَيْتُ إِلَّا جَبِيلًا هَؤُلَاءِ قَوْمٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ
فَكَرَرُوا إِلَى مَصَاجِعِهِمْ وَسَيَجْنَعُ اللَّهُ تَعَالَى بَيْتَكَ
وَبَيْتَهُمْ فَتَحَاجُّونَ وَتَخْتَصِمُونَ عِنْدَهُ فَأَنْظِرْ لِمَنْ
يَكُونُ الْفَلَحُ يَوْمَئِذٍ. (ایضاً)

میں نے تو اپنے خدا کے حسن سلوک کے سوا آج تک کچھ دیکھا ہی
نہیں۔ یہ شہید ہونے والا وہ گروہ ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے
درجہ شہادت قلم قدرت سے لکھ دیا تھا اس لیے وہ اپنی مقتل گاہ
آیا۔ عنقریب اللہ تعالیٰ سب کو جمع کرے گا تو جب حقیقی عادل کی
بارگاہِ ربوبیت سے فیصلہ ہوگا تو پھر معلوم ہو جائے گا کون اس کے
نزدیک کامیاب ہے۔

سیدہ کا یہ جرات مندانہ جواب سن کر عبید اللہ ابن زیاد آگ بگولا ہوا اور اس نے سیدہ کو کچھ گزند پہچانے کا ارادہ کیا مگر عمرو بن
حرith نامی نے اسے یہ کہہ کر ٹھنڈا کر دیا۔ اَيُّهَا الْاَمِيرُ اِنَّهَا اَمْرَاةٌ وَالْمَرْءُ لَا تُولِجُ بَيْتِي..... وَلَا حَذْمَهُ عَلَى خَطَايَاهَا۔
(حیات) اے امیر یہ عورت ہے اور عورت کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کیا جاتا اور نہ اس کے کسی خطاب پر اس کے مذمت کی جاتی ہے
اور بعض نے یہ بھی کہا اے امیر کیا بات ہے اب تجھ میں یہ حمیت بھی باقی نہیں رہی کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے لگا جو ایک بزدل (ڈرپوک
کی نشانی ہے)۔

پھر عبید اللہ ابن زیاد نے سیدہ کو مخاطب کر کے کہا۔ قَدْ شَفَا اللَّهُ نَفْسِي مِنْ طَاغِيَّتِكَ وَالْعَصَاةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِكَ۔ (ایضاً) خدا
نے میرے کو تیرے سرکش بھائی اور تیرے خاندان کے نافرمانوں سے شفا دی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ لَعَمْرِي لَقَدْ قَتَلْتَ كَهْلِي وَكَبَرْتَ أَهْلِي وَقَطَعْتَ فَرْجِي وَأَجْنَنْتُ أَصْلِي فَإِنْ يَشْفِكَ هَذَا فَقَدْ

اشْقَافُ۔ مجھے اپنی جان کی قسم تو نے میرے بڑوں کو قتل کیا۔ اہل و عیال کو خراب کیا فروغ کو قطع کیا اور اصل کو پھیل ڈالا۔ اگر یہ باتیں تیرے لیے شفا ہیں تو یقیناً تو نے شفا حاصل کر لی ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد یہ سن کر کہنے لگا یہ عورت کج اور قافیہ میں بات کرتی ہے یعنی نہایت فصیح اور بلیغ اور صاف گو ہے۔ پھر کہنے لگا تمہارے باپ بھی بڑے فصیح و بلیغ تھے اور خطابت میں ان کو جو ملکہ تھا وہی تم کو حاصل ہے۔ لہذا اس میں کچھ تعجب نہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا ہے یہ خطابت اور فصاحت و کج و قافیہ نہیں بلکہ صداقت ہے۔ شرم کرو تمہیں شرم نہیں آتی فضول باتیں بنا رہا ہے۔

عبید اللہ ابن زیاد پھر خاموش ہو گیا۔

عبید اللہ ابن زیاد کی بے حیائی اور مکالمہ آخری سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور سیدہ زینب سلام اللہ علیہا

اب عبید اللہ ابن زیاد نے حضرت علی اوسط المعروف زین العابدین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ کون لڑکا ہے؟ جواب دیا گیا یہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کے لڑکے ہیں۔ انہیں اس وجہ سے قتل نہیں کیا گیا تھا کیونکہ یہ بیمار ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا اچھا پھر اب ان کو میرے سامنے قتل کر دو۔ یہ سن کر فوراً سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا حَسْبُكَ يَا عَمِيْدُونِ دِمَاءُ نَا مَا سَفَكْتُ وَهَلْ أَبْقَيْتُ أَحَدًا غَيْرُ هَذَا وَاللَّهِ لَا آفَاقَهُ فَإِنَّ أَرَدْتُ فَقَتَلُهُ فَأَقْتُلْنِي مَعَهُ۔ اے عبید اللہ جس قدر تو ہمارا خون بہا چکا ہے وہ تیرے لیے کافی ہے سوائے اس بیمار کے کسی اور کو تو نے زندہ چھوڑا ہے؟ خدا کی قسم میں ان سے جدا نہ ہوں گی اگر ان کے بھی قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی ان کے ہمراہ قتل کر دو۔ سید امام علی اوسط زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میری پھوپھی جان ذرا مجھے بھی جواب دینے دو۔ آپ نے فرمایا اے عبید اللہ ابن زیاد اَبَا الْقَتْلِ يَهْدُونِي اِمَا عَلِمْتُ اَنَّ الْقَتْلَ لَنَا عَادَةً وَكَرَاهَتَنَا الشَّهَادَةَ۔ (حیات) کیا تو مجھے قتل ہونے سے ڈراتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور راہِ حق میں شہید ہونا ہماری فضیلت و کرامت ہے۔ عبید اللہ ابن زیاد پھوپھی اور بھتیجے کی باہمی محبت اور ان کے جواب پر یہ منظر دیکھ کر کہنے لگا۔ تعجب ہے اس محبت پر کہ واقعی اگر میں اس لڑکے کو قتل کرنے کا حکم دے دیتا تو یہ عورت پہلے خود کو قتل کرانے کے لیے تیار ہے۔ اچھا دَعُوْهُ فَإِنِّي اَرَا اِلَيْهَا۔ اسے یعنی علی اوسط کو چھوڑ دو کیونکہ میں دیکھتا ہوں یہ اس کے لیے کافی ہے۔

کوفہ میں اہل بیت کو کہاں اور کتنے دن اسیر رکھا گیا

اس کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے اجلاسِ بزمِ خاست کرتے ہوئے کہا کہ ان اسیرانِ آلِ نبی رضی اللہ عنہم کو جامع مسجد کوفہ کے کمروں میں سے ایک کمرہ میں قید میں رکھا جائے چنانچہ ان کو اس کمرہ میں لے جا کر قید و بند کر دیا گیا اور شہدائے کربلا کے سرہائے مبارکہ کو ایک کمرہ میں رکھ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عبید اللہ ابن زیاد نے اپنے ایک قاصد کے ذریعہ ایک خط دے کر یزید کی طرف دمشق روانہ کر دیا اور یہ واقعہ محرم کی تیرہویں اور بقول بعض چودھویں محرم کا ہے عبید اللہ ابن زیاد نے سرہائے مقدسہ کو دمشق بھیجنے کے بارے میں لکھا کہ اگر حکم ہو تو وہاں بھیج دیتا ہوں اور دوسرے اہل بیت میرے پاس اسیر کیے ہوئے ہیں حکم ہو تو ان کو بھی بھیج دوں۔ اب جب تک وہاں سے یزید کا جواب نہ آنے پائے اس وقت تک اس کو انتظار ہے۔ اب یہاں پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اہل بیت نبوت رضی اللہ عنہم کوفہ میں کتنے دن رہے تو اس کے متعلق مختلف بیانات ہیں لیکن یہاں پر جو صحیح قیام لکھا جاتا ہے اس کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ عام

مؤرخین نے کربلا سے کوفہ کا فاصلہ بیس یا چوبیس میل لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے اور زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ کربلا سے کوفہ کا فاصلہ ڈیڑھ سو کلومیٹر یعنی نوے میل ہے۔ اونٹوں پر نوے میل کا سفر ایک دن میں اہل بیت کے قافلے کا طے کر لینا قیاس میں نہیں آتا۔ دس محرم الحرام کو واقعہ کربلا ظہور پذیر ہوا اور گیارہ محرم کو بعد دو پہر اہل بیت کا مختصر قافلہ کربلا سے کوفہ روانہ ہوا اور کم از کم پچیس یا بیس میل روزانہ کے حساب سے نوے میل کا سفر طے کر کے چودہ محرم کو کوفہ پہنچا اور چودہ محرم کو عبید اللہ ابن زیاد نے یزید کو خط لکھ کر بذریعہ قاصد دمشق روانہ کیا جس میں مفصل رونما واقعات قلمبند کیے اور یہ قاصد کوفہ سے دمشق کو روانہ ہو کر محرم کی آخری تاریخ کو وہاں پہنچا۔ کیونکہ کوفہ سے دمشق سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہے۔ محرم کی آخری تاریخوں میں یہ خط یزید کو ملا تو اس کے صلاح و مشورہ کرنے کے بعد جو جوابی خط اسی قاصد کے ذریعہ روانہ کیا کہ ہاں سرہائے مبارکہ شہدائے کربلا اور اسیرانِ اہل بیت کو میرے پاس بھیج دیا جائے وہ یزید کا خط قاصد دمشق سے کوفہ لایا۔ جو عبید اللہ ابن زیاد کو سولہ دن کے بعد موصول ہوا اور تین دن پھر اہل بیت کو روانہ کرنے میں کوفہ میں ہی لگے اور چوتھے دن شہداء کے سر مبارک اور قافلہ اہل بیت اسیری کی حالت میں کوفہ سے سفر دمشق پر روانہ کئے گئے۔ اس حساب سے ۱۳ محرم الحرام سے ۱۷ صفر المظفر تک تقریباً ایک مہینہ پانچ دن کوفہ میں اہل بیت کا قیام رہا۔ (تاریخ کربلا)

باب ۲۴

کوفہ سے شام اسیرانِ اہل بیت کے حالات اہل بیت کی کوفہ سے روانگی

جب عبید اللہ ابن زیاد کے پاس دمشق سے یزید کا پیغام تحریری طور پر پہنچ گیا کہ سرہائے شہداء اور اسیرانِ اہلبیت کو اس کے پاس دارالامارت دمشق بھیج دیا جائے تو عبید اللہ ابن زیاد نے رجز بن قیس کی نگرانی میں شہداء کے سرہائے مبارکہ ملکِ شام روانہ کر دیے۔ اس کے ساتھ ابو بروہہ بن عوف ازدی اور طارق بن ظبیان اور تقریباً پچاس آدمی روانہ کر دیے۔ اس میں محضر بن ثعلبہ عاندی اور شمر ذی الجوشن بھی تھے۔ (حیات)

کوفہ سے دمشق کی منازل اور اہل بیت کو کس راستہ سے لے جایا گیا

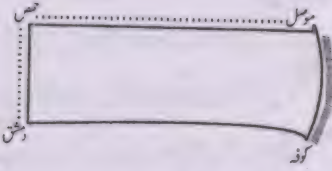
کوفہ و دمشق کے سفر میں کتنی منزلیں ہیں اور اس سفر میں کتنے دن لگے۔ کتب معتبرہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں لیکن سفر کے منازل میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے کوفہ سے دمشق کی کل منازل صرف پندرہ لکھی ہیں اور بعض نے تیس لکھی ہیں اور بعض نے تو چونتالیس تک بھی منزلیں لکھی ہیں۔ کہ قافلہ اہل بیت کا ان منازل سے گذرتا ہوا دمشق پہنچا اب ان منازل کے نام درج کیے جاتے ہیں۔

پہلی منزل نکریت۔ دوسری منزل موصل۔ تیسری منزل حیران۔ چوتھی منزل دعوات۔ پانچویں منزل قنسرین۔ چھٹی منزل سیدود۔ ساتویں منزل حمص۔ آٹھویں منزل بعلبک۔ نویں منزل شیرود۔ دسویں منزل حماۃ۔ گیارہویں منزل حلب۔ بارہویں منزل نصیبین۔ تیرہویں منزل عققلان۔ چودھویں منزل درقیس۔ پندرہویں منزل دیر راہب۔ بعض نے یہ منازل لکھیں:

| | | | |
|----------------|-----------------|------------------|------------|
| ۱۔ نکریت | ۲۔ دوائمِ اعلیٰ | ۳۔ ویرہ عروہ | ۴۔ اصلیا |
| ۵۔ راوی الخنلہ | ۶۔ ارنیاد | ۷۔ لینا | ۸۔ کبل |
| ۹۔ جہینہ | ۱۰۔ تل باعضر | ۱۱۔ جبل سنجار | ۱۲۔ نصیبین |
| ۱۳۔ عین الورود | ۱۴۔ قنسرین | ۱۵۔ معرۃ النعمان | ۱۶۔ شیرود |
| ۱۷۔ کوغاب | ۱۸۔ سیدود | ۱۹۔ حما | ۲۰۔ حمص |
| ۲۱۔ کنیہ قسین | ۲۲۔ بعلبک | ۲۳۔ صومعہ راہب | |

ان منازل کے تذکرہ کے یہ معنی نہیں کہ ان مقامات پر ضرور اہل بیت نے رات قیام کیا ہوگا بلکہ یہ منازل و مقامات سفرِ کوفہ تا دمشق ہیں کہ ان راہوں اور منازل سے گذر ہوا۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کوفہ سے دمشق کا فاصلہ تقریباً چھ سو میل ہے۔ جیسے بغداد شریف سے دمشق اور کتب معتبرہ سے ثابت یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت کا یہ قافلہ سیدھے راستے سے دمشق نہیں گیا۔ بلکہ بڑی پھیر کی گذرگاہوں اور دشوار منزلوں سے طویل راستہ طے کرتے ہوئے جو آٹھ سو میل کے فاصلہ تک ہو سکتا ہے کوفہ سے دمشق جاتا ہے۔ لیکن یہ راستہ اختیار نہ کرایا گیا۔ بلکہ حص والے راستہ سے اہل بیت کو لے جایا گیا۔ قریب



کا راستہ جو جلد طے ہو سکتا تھا وہ کیوں چھوڑا گیا۔ یاد رہے کہ آج کل یہی سیدھا راستہ کوفہ سے دمشق جاتا ہے اور پخت بزرگ بنی ہوئی ہے اور اس پر موٹریں کاریں بسیں چلتی ہیں۔ اور موصل و حص کی راہ کے غیر معروف مقامات کی طرف جو طویل راستہ اور جس کے طے کرنے میں کافی دن لگے یہ کیوں اختیار کیا گیا۔ اس کا سبب معتبرہ کتب سے ظاہر ہوتا ہے کہ راستہ میں اہل بیت اور سرہائے مبارکہ کو دیکھ کر لوگ مشتعل نہ ہو جائیں اور مزاحمت و مخالفت اور جنگ نہ ہو۔ چنانچہ اس کے باوجود بھی بعض مقامات پر لوگوں کو جب یہ معلوم ہوا تو تفسیرین سیبور حص میں مزاحمت ہوئی۔ اور ان مقامات پر بھی مسلمانوں سے جنگ کرتے ہوئے اور ان کی مخالفت سے بچتے بچاتے نامعلوم مقامات سے ہوتے ہوئے دور کے راستے سے دمشق لایا گیا۔ معلوم ہوا کہ خاندانِ نبوت ﷺ کی محذرات عصمت و طہارت کے لیے یہ شدید دشواریوں اور پریشانیوں کا چوتھا دور تھا جو آٹھ سو میل کی طویل مسافت طے کرتے ہوئے دمشق لایا گیا۔

جب دمشق صرف چار میل کے فاصلہ پر رہ گیا تو اسی خطرہ کی بنا پر نامعلوم جگہ پر اہل بیت کو ٹھہرایا گیا اور یزید کو اطلاع دی گئی کہ وہ دمشق میں داخل ہونے سے قبل تمام انتظامات مکمل کر لے تاکہ پھر دمشق میں داخل ہوں۔ چنانچہ یزید کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے ایک دن کا تعین کر کے اور تمام انتظامات مکمل کر کے دمشق آنے کا حکم دے دیا۔ (تاریخ کربلا)

غیبی لوہے کا قلم

ابی نعیم نے بطریق ابن لہیہ ابی حنبل سے روایت کی ہے کہ جب ابن زیاد کے آدمی سرہائے مبارکہ اہل بیت عظام کے مختصر قافلے کو دمشق یزید کے پاس لے جا رہے تھے تو راستہ میں ایک جگہ پر حسب معمول رات کے وقت شراب پینے لگے تو اس وقت ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں لوہے کا قلم تھا۔ پھر اس نے خون سے یہ شعر لکھا۔

اَتْرَجُوا اُمَّةً فَتَلَتْ حَسِيْنًا

شَقَاعَةُ جَدِّهِ يَوْمَ الْحِسَابِ

بھلا وہ امت بھی قیامت کے روز ان کے تاجدار کی شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے جس نے حسینؑ کو شہید کیا۔

سر مبارک انوار و تجلیات اور ایک راہب کا قبولِ اسلام

اس سفر کے دوران ایک جگہ یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ یہ لوگ جب ایک راہب کے دیر کے پاس پہنچے تو انہوں نے یہاں پر قیام

کیا اور وہ نیزہ جس پر سرکار سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس رکھا تھا ایک دیوار کے ساتھ رکھ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو اچانک رات کے وقت راہب نے دیکھا کہ سر اقدس سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں اور سر مبارک سے تسبیح و تہلیل کی آواز آرہی ہے اور کوئی کہنے والا یہ بھی کہہ رہا ہے **السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الْحَسَنِ**۔ راہب یہ عجیب نظارہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر راہب نے لپ بام سے جھانک کر پہرہ داروں سے جا کر دریافت کیا کہ یہ سر مبارک کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ حسین ابن علی علیہ السلام اور نواسہ رسول ہیں۔ نبی اللہ کی بیٹی فاطمہ علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔ راہب نے بصورتِ تعجب کہا کیا وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو تمہارے رسول ہیں تو انہوں نے کہا ہاں۔ تو راہب نے کہا **يُنْسُ الْقَوْمُ أَنْتُمْ لَوْ كَانَ لِلْيَسِيحِ وَلَدٌ لَا سَكَنَاهُ أَحَدًا تَنَاهَ**۔ تم بہت برے لوگ ہو؟ کاش اگر ہمارے عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی آنکھوں پر بٹھاتے ان کی تعظیم و تکریم کرتے۔ پھر کہا یہ سر مبارک صبح تک میرے حوالے کر دو۔ اس پیشکش کو انہوں نے مان لیا اور دیناروں کی تھیلیاں لے لیں اور سر مبارک اس راہب کے حوالے کر دیا۔ راہب نے سر مبارک کو لیا اور پھر اپنے کسی کمرہ میں لے جا کر صاف پاک ریشمی کپڑے سے گرد و غبار صاف کیا اور خوشبو لگائی اور پھر بڑی تعظیم سے اپنے پاس رکھا اور روتا رہا جب صبح کا وقت ہوا تو سر اقدس کو خطاب کر کے کہا۔ **لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَنَا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ جَدَّكَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَأَشْهَدُ أَنِّي مَوْلَاكَ**۔ میں سوائے اپنی ذات کے کسی اور چیز کا مالک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ کے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے رسول ہیں۔ اور میں آپ کا غلام ہوں اور صبح پھر سر مبارک حسب وعدہ ان کو واپس کر دیا اور خود مسلمان ہو کر پہاڑوں میں چلا گیا اور عبادتِ خداوندی میں مشغول ہو کر آخر دولتِ اسلام سے وفات پائی۔ (احیات)

دیناروں کی ٹھیکریاں اور آیاتِ قرآنی بحقِ سزائے ظالمان

یہ واقعہ بھی اس دوران پیش آیا کہ جب یہ لوگ دمشق کے قریب پہنچے تو انہوں نے کہا آؤ اب ہم آپس میں ان دیناروں کو تقسیم کر لیں جو ہم نے راستہ میں اس شخص سے لیے تھے۔ چنانچہ جب دیناروں کی تھیلیاں کھولیں تو دیکھتے کیا ہیں کہ تمام دینار ٹھیکریاں بن چکے ہیں جن کے ایک طرف یہ آیت لکھی ہوئی تھی۔ **وَلَا تَحْسِبَنَّ لِلَّهِ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ**۔ اور دوسری طرف یہ آیت **وَسَعَىٰ عِلْمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَعْيُ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ**۔ ظالم لوگوں کے ظلم سے اللہ تعالیٰ غافل نہیں۔ جو کچھ انہوں نے کیا اور قریب ہے کہ ظالم لوگ جیسا ظلم کر چکے ہیں ویسا ہی ظلم ان پر اوندھا پلٹ آئے گا۔

واقعہ کر بلا اور اصحابِ کہف

ابنِ عساکر نے نہال بن عمرو سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ واللہ میں نے ہجتم خود دیکھا کہ جب سر مبارک سیدنا امام حسین علیہ السلام کو لوگ نیزے پر لیے جا رہے تھے اس وقت میں دمشق میں تھا کہ سر مبارک کے سامنے ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ **إِنْ أَصْحَابُ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا**۔ اصحابِ کہف و رقیم ہماری نشانیوں میں سے تھے اس وقت سر مبارک کو قوتِ گویائی ملی اور بزبانِ فصیح فرمایا۔ **أَعْجَبَ مِنْ أَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتِيلٌ وَحَمِيلٌ**۔ اصحابِ کہف کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لیے پھرنا عجیب تر ہے۔

قافلہ اہل بیت دمشق کے قریب، یزید کے کفریہ اشعار، دارالاماء کی زیبائش

جب امیرانِ اہل بیت مقامِ جیرون پر پہنچے جو دمشق سے کچھ نزدیک تھا تو قومِ اشقیاء نے ان کو یہاں ٹھہرایا اور یزید کو اطلاع دی گئی تو اس نے اپنے دارالامارت کو سجانے اور ڈھولِ باجوں کے انتظام کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ دارالسلطنت دمشق کو سجایا گیا اور انواع و اقسام کی زیبائش و آرائش سے مرصع کیا گیا۔ عورتیں، مرد لباسِ فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تھے اور خوشی سے طبلے بجا رہے تھے۔ یزید کے لیے بہترین زینت سے مرصع چارپائی بچھائی گئی اور ارد گرد بہترین کرسیاں عمائدین کے لیے بچھائی گئی تھیں۔ گویا کہ یہ سب انتظام نواسہ سیدالابرار اور خاندانِ نبوت پر ظلم و ستم و قتل کے بعد ظاہری فتح کی خوشی میں کیا گیا تھا۔ ہر طرف لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ اس حال میں پھر یزید نے اپنے محل کی چھت پر چڑھ کر مقامِ جیرون کی طرف نگاہ کی جب اس نے میزوں کی نوکوں پر شہداء کے سر ہائے مبارک دیکھے تو اس نے یہ شعر کہے۔ جس کو علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ نے تفسیر روح المعانی میں بیان فرمایا ہے۔

لَمَّا بَدَبْتُ تِلْكَ الْحُمُولَ وَاشْرَفْتُ

تِلْكَ الرُّؤُوسِ عَلَى رَبِّي جَدُّونَ

جب سواریاں ظاہر ہوئیں اور سر ہائے مبارک شہدائے کربلا مقامِ جیرون کے ٹیلوں پر نمودار ہوئے۔

لَغَبِ الْغُرَابِ فَقُلْتُ صَحَّ أَوْلَاتُصَحَّ

فَلَقَدْ قَضَيْتُ مِنَ الرَّسُولِ دِيُونِي

(تاریخ کربلا)

تو کوئے نے کامیں کائیں کی میں نے اس سے کہا تو بول یا نہ بول میں نے رسول ﷺ سے اپنے قرضے چکا لیے ہیں۔

ان اشعارِ کفریہ پر ہی علمائے اکابرین نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اس کے متعلق تفصیلات آپ یزید پلید کے باب میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک پیش ہونے پر یزید کے کلماتِ کفریہ

تمام انتظامات مکمل ہونے کے بعد یزید نے مقامِ جیرون میں پیغام بھیج دیا کہ سر ہائے مبارک اور امیرانِ اہل بیت کو دارالسلطنت میں لایا جائے۔ حکم کے ملنے پر اہل بیت اور سر ہائے مبارک کو دمشق میں داخل ہوتے ہی ان کو سیدھے دارالسلطنت میں لایا گیا۔ امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کو ایک طشت میں اور دوسرے شہداء کے سر دوسرے طشت میں یزید کے سامنے پیش کیے گئے۔ اور اہل بیت کو ایک کمرہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ جب امامِ عالی مقام کا سر اقدس یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے یہ شعر کہے۔

لَيْتَ أَشْيَاخِي يَبْدُو شُهَدَا

جَوْعُ الْحُزُوجِ مِنْ وَقَعِ الْأَمَلِ

فَدَقَّتْ لَنَا الْقَوْمُ مِنْ سَادَاتِهِمْ

ثُمَّ قَالُوا يَا يَزِيدُ لَا تَكْشَلُ

لَسْتُ مِنْ خَدَّيْكَ أَنْ لَهْمَ اِنْتَقَمُ
مَنْ نَبِيٍّ أَحْمَدَ مَا كَانَ فَصْلُ

لَعَبْتُ بَنِي هَاشِمٍ بِأَمْلِكَ فَلَا
خَبْرَ جَاءَ وَلَا وَجِي نَزَلَ

ترجمہ: کاش میرے بدروا لے وہ اشخاص جنہوں نے تیر کھا کر بنی خزرج کی جزع فزع اور اضطراب کو دیکھا تھا آج موجود ہوتے۔
اور دیکھتے کہ ہم نے تمہارے سرداروں میں سے بڑے سردار (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے بدروا لے کچی کو سیدھا کر دیا ہے۔
اس وقت وہ خوشی کے مارے ضرور با آواز بلند پکار کر کہتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں۔
میں اولادِ خندف سے نہیں ہوں۔ اگر اولادِ احمد سے ان کے کیے کا بدلہ نہ لے لوں۔ بنی ہاشم نے تو ملک گیری کے لیے ایک ڈھونگ
رچایا تھا۔ ورنہ نہ کوئی خبر آسانی آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔

ان مذکورہ بالا اشعار یزیدی پر بنی علمائے اکابرین نے یزید پلید پر کفر کا فتویٰ دیا اور فرمایا ہے جس نے صاف الفاظ میں کہا کہ میں
نے بدروا لے کچی کا آج بدلہ لیا ہے لَٰذَا هُوَ الْمَرْوِيُّ مِنَ الدِّينِ وَقَوْلُ مَنْ لَا يَزِجُ إِلَى اللَّهِ وَلَا إِلَى دِينِهِ وَلَا إِلَى كِتَابِهِ وَلَا إِلَى
رَسُولِهِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَلَا يَمَّا جَاءَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔ یہ کھلم کھلا دین اسلام سے خروج ہے۔ اور ایسے شخص کا قول ہے جو خدا اور اس کے
رسول اور دین اور اللہ کے کلام کتاب اللہ پر ایمان نہیں رکھتا۔ (کندانی تفسیر روح المعانی ج ۲۹ ص ۷۲)

یزید کا سرِ اقدس امام کی بے ادبی کرنا

پھر یزید پلید لعین نے سرکارِ سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں مبارک پر چھڑی رکھ کر کہا ہاں یہ ہے حسین رضی اللہ عنہ اس گستاخانہ
حرکت کو دربارِ یزید میں ایک صحابی رسول ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود تھے دیکھ کر فرمایا:

يَا يَزِيدُ اِنَّكَ بِقَضِيْبِكَ تُغْرِ الْحُسَيْنِ ابْنَ فَاطِمَةَ
اَشْهَدُ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ
يُرْشِفُ ثَنَائِيَا وَثَنَائِيَا أَخِيهِ الْحَسَنِ وَيَقُولُ اَنَّمَا
سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَقَتَلَ اللَّهُ قَاتِلَهُ وَلَعَنَهُ
وَأَعَدَّ لَهُ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔

اے یزید پلید: تم چھڑی سے سیدنا حسین ابن علی و فاطمہ
رضی اللہ عنہم کے لب مبارک کی بے ادبی کرتے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بھائی امام
حسن رضی اللہ عنہ کے لب اقدس پر بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ
فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار
ہیں۔ خدا تمہارے قاتل کو قتل کرے اور لعنت کرے اور جہنم کے
ذلیل عذاب میں ڈالے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اس کلام حق کو سن کر یزید نے اپنے دربار سے نکالنے کو کہا تو اس کے حواریوں نے انہیں کھینچ کر باہر نکال
دیا۔ (حیات، صواعق)

زحربن قیس یزیدی کا واقعہ کر بلا کو مسخ کر کے بیان کرنا

اس کے بعد یزید پلید کو عبید اللہ ابن زیاد کے مقرر کردہ زحربن قیس نے واقعہ کر بلا میں جو کچھ ہوا اور جس طرح ہوا اس کو بالکل مسخ کر کے بیان کیا اور کہا اے امیر یزید یہ حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے کچھ ساتھی جو سو افراد پر مشتمل تھے اور اس کے اپنے خاندان کے اٹھارہ افراد کر بلا میں آ گئے تو ہم نے ان سے کہا کہ دو باتوں میں سے ایک بات مان لیں۔ یا تو بلا مشروط طریقہ سے اپنے آپ کو عبید اللہ ابن زیاد کے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں تو انہوں نے جنگ کو اختیار کیا۔ پھر ہم نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور خوب حملے کیے یہ ادھر ادھر بھاگتے پھرتے تھے مگر یہ بچ نہ سکے۔ پھر آن کی آن میں ہم نے ان کو ذبح کر دیا۔ سران کے کچھ لے آئے ہیں اور جسم ان کے وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ (حیات)

واقعات کو بالکل مسخ کر کے یزید پلید کے سامنے اس طرح پیش کیا گیا کہ حسینی سپاہ کے عدیم النظیر کارناموں پر پردہ ڈالا اور اپنی دلیری کے افسانے بیان کر کے اصل حقائق کو بالکل مسخ کر کے رکھ دیا لیکن واقعہ کر بلا میں جو کچھ ہوا وہ اصل حقائق کی روشنی میں نہ اب تک کسی کی کوشش سے مٹ سکا ہے اور نہ قیامت تک مٹ سکے گا جیسا کہ کتاب کے اول دیباچہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔

واقعہ کر بلا کا حقیقی معیار

اگر یہ کہا جائے کہ یہ واقعہ کر بلا محض ایک تاریخی ریسرچ ہے اس کا عقیدہ اور مذہب سے کچھ تعلق نہیں۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اول تو اسلامی نقطہ نظر سے تاریخ برائے تاریخ کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ قرآن نے خود تاریخ کا ایک ایسا باب قائم کر دیا ہے کہ کئی مقامات پر بادشاہوں اور سلاطین اور انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام جمعین اور مختلف قوموں اور امتوں کے واقعات اور بعض تو نہایت تفصیل سے بیان کئے ہیں اور پھر بار بار مختلف مقامات پر رونما واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ واقعہ حضرات اصحاب کہف اور واقعہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور واقعہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور واقعہ حضرت خضر علیہ السلام اور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسی طرح حضرت ذوالقرنین اور اسی طرح فرعون ظالم اور اسی طرح ان کے گھر والوں کے حالات تو یہ تاریخ برائے تاریخ نہیں بلکہ ایک عظیم مقصد ہے جیسے أَحْسَنُ الْقَصَصِ تمام قصوں سے بہترین قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو فرمایا گیا اور اصحاب کہف کے واقعہ کو مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا فرمایا گیا ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی ہے اور عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ اور أُولِي الْأَبْصَارِ اور فَانْظُرْ وَكَيْفَ عَاقِبَةُ ۖ وَادْكُزْفِي الْكِتَابِ مَوْعِظَةً، وَادْكُزْفِي الْكِتَابِ إِحْذَرِيسْ، وَادْكُزْفِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلُ۔ اور اسی طرح برے عقائد و اعمال و افعال و گستاخ قوموں کی ہلاکت کے احوال بیان فرمائے۔

الحاصل برے عقائد و اعمال کی وجہ سے قوموں کی ہلاکت اور درست افکار و عقائد کی بنا پر قوموں کی کامیابی کے واقعات بیان کرنا ہی اصل تاریخ ہے۔ اور اگر یہ چیز نہ ہو تو وہ تاریخ تاریخ نہیں بلکہ قصہ گوئی یا افسانہ گوئی یا افسانہ نگاری یا رنگین سازی یا فلم سازی ہے جس کی شرعاً کوئی اہمیت نہیں۔ عقیدہ و مذہب سے الگ ہو کر دوسرے لفظوں میں کتاب و سنت سے علیحدہ ہو کر تاریخی مواد جمع کر لینا تاریخ نہیں۔

آج کل دنیا میں اکثر ایسے لوگ ہیں جو ذہن میں کچھ تاریخی نظریات پہلے سے قائم کیے ہوئے ہیں جن کے لیے مواد کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ تاریخی ٹکڑوں کو جمع کر لیتے ہیں۔ تو پھر وہ تاریخ سے نظریات کو اخذ کرنے کی بجائے نظریات سے تاریخ اخذ کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں پھر ان کو اپنے نظریات کے موافق پا کر اس کو تاریخی ریسرچ کہہ دیتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ لَہُم قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَہُم اَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَہُم اُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَاٰلَ اَنْعَامٍ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔ (اعراف: ۱۷۹) وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں۔ بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ۔

ہر دور کے بلند خیالوں سے پوچھ لو
انسانیت کے نام پر کیا کر گئے حسین
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اس لیے اس کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ نظریاتی ریسرچ ہونا چاہیے۔ اور یقیناً جیسے آج کل کتاب و سنت کو بھی نظریات میں استعمال کرنے کے بعض لوگ عادی ہو چکے ہیں۔ اور شریعت کا نام لے کر کام نکال لیتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی روایت انہیں اپنے موافق مطلب ہاتھ آتی ہے۔ جسے موقع محل سے ہٹا کر کام میں لے آیا جائے تو کام نکل جاتا ہے۔ اس لیے ان روایات سے کام نکال لینا اپنے نظریات مقصد کے لیے یہ تاریخی یا شرعی ریسرچ نہیں۔

تاریخی ریسرچ کے معنی درحقیقت مختلف تاریخی روایات کو اپنے محل پر ظاہر کر کے واقعہ کی اصل قدر مشترک کا سراغ لگانا اور مؤرخ کے اصل رخ کو نظر انداز کیے بغیر اصل واقعہ کو نمایاں کرنا ہے نہ کہ اس سے ہٹ کر تاریخی ٹکڑوں کا اپنے ذہنی نظریات سے جوڑ گٹھ لگانا ہے۔ پس جس طرح شرعی ریسرچ کے معنی اس کے سوا دوسرے نہیں کہ کتاب و سنت کی مراد کے دائرہ میں رہ کر اس کے چھپے ہوئے گوشوں کو کھولا جائے اور مختلف نصوص اور آیات و روایات کو اسی مراد کے مختلف پہلوؤں سے وابستہ کر کے ان پر چسپاں کر دیا جائے اسی طرح تاریخی ریسرچ کے معنی بھی یہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ایسے لوگوں نے اپنے نظریات کے مطابق تاریخی ٹکڑوں کو لے کر اپنی تائید میں استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ دنیا میں ہزاروں تاریخی لکھی گئی ہیں اور سبھی نے اپنی اغراض کے موافق راستے نکال لیے ہیں۔

لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ تاریخی پہلو سے زیادہ اسے مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے اور مذہب و عقیدہ واضح کر کے اس کے معیار سے اس تاریخ کو رد یا قبول کیا جائے یہ تاریخ ہی درحقیقت ایک عقیدہ کی تاریخ ہے اور اس کا ذکر قدرتی طور پر عقیدہ کا ہی ذکر ہوگا اس لیے عقیدہ سے متعلق تاریخ عقیدہ کے عین مطابق ہونی چاہیے۔ اگر تاریخ عقیدہ کے موافق ہے تو وہ اس کی تاریخ اور اس کی تائید ہے اور اس کی تائید سے روکا جانا کوئی عقلی اصول نہیں اور اگر تاریخ عقیدہ کے خلاف ہے تو وہ عقیدہ کی تاریخ نہیں بلکہ اس کی تردید ہے تو اس صورت میں عقیدہ کی صفائی پیش کر کے اس کی مخالف تاریخ کو رد کرنا کوئی بے موقعہ کام نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عقیدہ و تاریخ میں تقابل کے وقت عقیدہ کو اصل رکھا جائے گا اور تاریخ اس کے تابع ہوگی دینی معاملات میں عقیدہ سے تاریخ اخذ کی جائے گی تاریخ سے عقیدہ نہیں بنایا جائے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ عقیدہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اور اس کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر سے بنتا ہے

اور اس سے متعلقہ واقعہ کی بنیادیں بھی اللہ و رسول ہی کے کلام میں مندرجہ ہوتی ہیں یا ان سے مستفاد ہوتی ہیں۔ اور دونوں صورتوں میں وہ نصوص قطعی کے حکم میں ہوتی ہیں جب کہ عقیدہ کے مطابق ہوں۔ اس لیے عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنادینے کا مطلب یہ ہوگا کہ معاذ اللہ خدا اور رسول لوگوں کے تابع ہو جائیں۔ پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں بلکہ تاریخ کو عقیدہ کی پابندی کرنی پڑے گی۔ ورنہ اگر عقائد کے قبول کرنے یا رد کرنے کے لیے تاریخ کو معیار قرار دیا جائے تو وہ عقائد نہیں بلکہ اپنے نظریاتی فلسفے ہیں جیسا کہ ہو رہا ہے یہ مذہب و مسلک نہیں بلکہ اختیاری نظریہ ہے جو نہ قابلِ اتباع ہے اور نہ ہی ان سے فلاح حاصل ہو سکتی ہے لہذا عقیدہ کے خلاف تاریخ نہیں ہوگی تاریخ وہ قبول ہوگی جس کا عقیدہ سے تعلق ہے اسی طرح سرکار سید الشہداء سیدنا امام حسین ؑ اور یزید بن معاویہ سے متعلقہ عقیدہ سے چونکہ واقعات کی ایک تاریخ وابستہ ہے اور اس تاریخ کا ذکر ہی عقیدہ کا ذکر ہے اس لیے نہ تو ان معاملات کے تاریخی ریسرچ کے وقت عقیدہ سے قطع نظر کی جاسکتی ہے اور نہ ہی تاریخ کو عقیدہ سے الگ کر کے محض تاریخ کے نقطہ نظر سے دیکھا جائے گا بلکہ عقیدہ کے معیار سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ نظریات بگڑتے تباہ ہوتے آئے ہیں لیکن عقیدہ و مذہب کی عمارت منہدم نہیں ہو سکتی اور لوگوں کی جب نظریاتی عمارتیں گرنے لگتی ہیں تو پھر وہ آخر اس پائیدار عمارت عقیدہ میں ہی پناہ لیتے ہیں۔ پس سیدنا امام حسین کی مدح اور یزید کی قدح و واقعات کو بلا عقیدہ کی روح سے تسلیم کیا گیا ہے نہ کہ نظریات سے کتاب کے اول سے لے کر آخر تک ہر چیز کو قرآن و سنت یعنی اللہ اور اس کے رسول کے مطابق پیش کیا گیا ہے یعنی عقیدہ کے تابع۔

رہا واقعات کی بلا کی صحت و سقم کا معیار تو اس کو بھی حقیقت میں پرکھا جائے گا صرف یہ کہہ دینا کہ گھنٹہ جنگ ہوئی پس پھر ختم ہو گئی بالکل غلط ہے اور نتیجہ وہی مایوس کن نکلے گا بلکہ واقعات کی بلا کی صحت یا عدم صحت معلوم کرنے کا میزان محقق علماء کی تحقیق سے لیا جائے گا اور پھر اس تحقیق کو محققین کے بیانات سے معلوم کرنا ہوگا کہ آیا یہ بات صحیح ہے یا کہ غلط۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا تو اسی کو عقیدہ سمجھا جائے جو محققین نے بیان کیا ہے اس لیے اس کتاب میں ان تمام واقعات کی تردید کی گئی ہے جو علماء محققین سے ثابت نہیں اور ان کو بیان کیا گیا ہے جس کو محققین نے بیان کیا اور پھر اس واقعہ حال پر اتفاق ہوا۔

ابتداء ہی سے اس واقعہ کی بلا کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی جیسا کہ زحر بن قیس کی رپورٹ سے واضح ہوتا ہے تو عجب نہیں کہ آج کل بھی اس واقعہ کو محض تاریخی یا شیعہ یا ابو مخنف روایات کہہ کر اپنا کام نکال لیا جائے لیکن خواہ زمانہ کروڑوں کروٹیں بدلے، لیل و نہار لاکھوں بار گردش کریں، انقلاب ہزاروں بار کوشش کرے، آفتاب و ماہتاب سیکنڈوں بار طلوع و غروب ہوں۔ مگر کیا مجال کہ نواسر سیدالکونین سیدنا امام حسین ؑ اور آل و اصحاب کے ساتھ جو کچھ ہوا اور انہوں نے اسلام کو زندہ رکھنے کی خاطر جس طرح قربانیاں پیش کیں اور یزید نے جو ظلم و ستم کئے۔ یزیدی خواہ کتنی بھی کوشش کریں ان حقائق کو مسخ نہیں کر سکتے اور اس بدنام داغ کو اپنی پیشانی سے نہیں دھو سکتے۔

کیا یہ بھی کوئی عقیدہ و مذہب ہے کہ سیدنا امام حسین ؑ جیسے جلیل القدر صحابی جن کی شان قرآن و حدیث سے ثابت ہے جو راکبِ روشِ نبوت ہیں جو پوری امت کے لیے نجومِ ہدایت ہیں ان کی شان میں زبانِ درازی کی جائے۔ اور یزید پلید جس کی پیشانی پر اہل بیتِ نبوت کی بے حرمتی کا بدنام داغ ہے محققین محدثین، مفسرین، اکابرین امت جس کی شقاوت کی صراحت کرتے چلے آئے ہیں ان تمام حقائق سے روگردانی کر کے اس ظالم کی تعریف میں رطب اللسان ہونا کیا یہی ایمان ہے؟ نہیں نہیں یہ بدترین گمراہی ہے۔ کاش یہ لوگ اور کچھ نہیں کر سکتے تھے تو کم از کم اہل بیت کے ادب و احترام کو ہی ملحوظ خاطر رکھتے۔ مگر انہیں یہ توفیق کہاں میسر لانا

اہل بیت اطہار کی محبت کا دم بھرنے والوں پر کچھ اچھا لگتا ہے اگر کوئی دیوانہ اپنی زبان و قلم کو ذرا اہل بیت سے معطر کرے تو اس پر شیعیت کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کو بھی محبتِ اہل بیت کی بنا پر فرض کا مطعنہ دیا۔ جس پر آپ نے بیانگِ دہل یہ اعلان فرمایا:

إِنْ كَانَ رَفَضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَلَيْشَ هَذَا الْعَقْلَانِ إِنِّي رَافِضٌ۔

اس عظیم سانحہ کو محض دو بادشاہوں کی جنگ قرار دینا انتہائی بددیانتی اور دین و مذہب سے دوری کی دلیل ہے۔ کیا یہی دینداری ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بے سروسامانی کے عالم میں اعلیٰ کلمۃ الحق کی خاطر ایک فرعونِ وقت سے ٹکر لے کر تاریخِ عالم کے صفحات پر ایمان و ایقان کی ایک لازوال داستان رقم کر جائیں، اس عظیم کارنامہ پر محض یہ کہہ کر پانی پھیرنے کی ناکام کوشش کی جائے کہ یہ تو دو بادشاہوں کی اقتدار کی خاطر جنگ تھی۔ نہیں نہیں! یہ ایمان نہیں اسے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی عداوت کا نتیجہ تو کہا جاسکتا ہے مگر ایمان و اسلام سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

یہ حق و باطل کی جنگ تھی۔ کفر و اسلام کی جنگ تھی۔ الحاد و ایمان کی جنگ تھی۔ امامِ عالی مقام نواسہ بانی اسلام حکم ربانی جانتے تھے کہ اگر طاقت کا مقابلہ طاقت سے ہوا اور غالب بھی آگئے تو یہی کہا جائے گا کہ دو بادشاہ لڑے تھے ایک غالب آ گیا اس طرح یزید تو مغلوب ہو جائے گا مگر یزیدیت کو شکست نہیں ہوگی مگر امام حسین رضی اللہ عنہ یزیدیت کا قلع قمع کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے حق کی طاقت سے مسلح ہو کر بے سروسامانی کی حالت میں یزید جیسے فرعونِ وقت سے ٹکر لے لی اور اس طرح حق و حقیقت کی طاقت نے قصرِ یزیدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اور اہل دنیا پر ظاہر کر دیا کہ یہ دو بادشاہوں کی جنگ نہ تھی بلکہ حق و باطل کا معرکہ تھا۔ بانی اسلام کے جگر گوشہ اسلام کی مزاج شناسی میں وحید عصر اور سچا غمخوار کیونکر اس کی بیعت کرتا جو اسلام کے منافی کام کر رہا تھا کہ سب مصائب و آلام برداشت کیے۔ ظلم کے پہاڑ ٹوٹے۔ چھوٹے بڑے قربان کر دیے۔ آخر دم تک ثابت قدم رہتے ہوئے یزید کے جرائم کو خاک میں ملا دیا اور اسلام کو زندہ و جاوید بنادیا۔ حلال و حرام کے درمیان ابدی خط امتیاز کھینچ دیا۔ جائز و ناجائز کے حدود کو مضبوط کر دیا۔ اسلامی اصول و اقدار کو پائیدار بنادیا اور عامۃ المسلمین کو خواب غفلت سے بیدار کر دیا۔ لوگوں کو ظالم سے نفرت اور مظلوم کی ہمدردی و حمایت پر وارد کر دیا۔ اس طرح کفر و الحاد کو ہمیشہ کے لیے سرنگوں کر کے پرچمِ اسلام کو ابد الابد تک کے لیے بلند و بالا کر دیا۔ آج تک جہاں جہاں اسلام اور مسلمان موجود ہیں یہ سب صدقہ ہے سرکارِ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی اس بے مثال ایثار و قربانی کا۔ علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں:

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است

پس بنائے لاله گردیدہ است

خواجہ سلطان الادلیا محمد معین الدین چشتی اجیری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شاہ است حسین بادشاہ است حسین

دین است حسین دین پناہ است حسین

سردادہ داد دست در دست یزید

حقاکہ بنائے لاله است حسین

اگر یہ قوم اس پر غور نہیں کرتی کہ مقامِ حسین علیہ السلام کیا ہے تو اس کی بد نصیبی ہے اور اگر تھوڑا سا غور کرے تو جان جائے اسی میں نجات ہے۔ اب اس کے یہ معنی نہیں کہ صرف ذکرِ شہادت سے چند آنسو نکالنے ہی کافی ہیں بلکہ اس مقصد کو لیا جائے جس کی خاطر سرکارِ امامِ عالی مقام علیہ السلام نے انقی عظیمِ قربانی دی۔ روحانیت و مادیت کا تصادم اور روحانیت کا غلبہ، صداقتِ اسلام کی ناقابلِ انکار دلیل، حریتِ فکر کی آبیاری، ثبات و استقلال کی تلقین، شجاعت و شہامت کے بے نظیر نمونے، عزتِ نفس کی بلند تعلیم، تنظیم و محکم یقین اور عملِ پیہم کی تلقین، صبر و رضا کی بے مثال عملی تعلیم، پایہ استقامت، مواسات و ایثار کے شاندار نمونے، ہر قسم کی قربانی دینے کا درس عظیم، انسانی ہمدردی اور حسن معاشرت کا بہترین نمونہ، ادائیگیِ فرض اور عبادتِ خداوندی اور سنتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری کا عظیم المثال نمونہ، غیرت و حیا کا نمونہ، ایمان و عقائد و مذہب کی ثابت قدمی کا نمونہ:

انسان کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

اور پھر رہا یہ کہنا کہ علامہ اقبال نے کہا ہے:

ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زینب داستان کے لیے

یہ بھی غلط ہے۔ کیا ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ سیالکوٹ ترجمانِ حقیقت نے اس میں واقعہ کربلا کے متعلق ایسا کہا ہے نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کی سلطنت اور ولعہدی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور کچھ نہ ہوا تو اس شعر سے واقعہ کربلا کو معمولی ثابت کرنے کی کوشش کر دی۔ کس قدر ظلم پر ظلم ایک بانیِ اسلام کے نواسہ کے ساتھ۔ دوسرا مفکرِ اسلام ڈاکٹر علامہ سر محمد اقبال کے ساتھ۔ علامہ مرحوم تو واقعہ کربلا کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یدِ الہی اک سجدہ شیری

اب بتلایئے، ذرا سی بات اندیشہ عجم نے اسے، کہاں گیا اور کہاں استعمال ہوا یہ اس بات پر اشارہ کر رہے ہیں کہ خلافتِ ملوکیت میں بدل گئی اور پھر ملوکیت بھی وہ بدلی کہ یزید نے اس کا بھی جنازہ نکال دیا۔

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کے بیچ کھاتا ہے
گلیم بوڑو دلچن او پس و چادرِ زہرا

علامہ مرحوم نے یہ نقشہ کھینچا ہے۔ جنہوں نے واقعہ کربلا کو معمولی تاریخی ریسرچ نظریات پر قائم کیا:

یہ رسمِ خانقاہی ہے غم و اندوہ و لگیری
نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شیری

اس درویش سیالکوٹی مرحوم نے فرنگیوں کے عشرت کدوں کو دیکھا اور جب وطن واپس آئے تو کہا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سرمنہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

دیکھا کیسا مقام بیان کر دیا ہے پھر فرماتے ہیں:

رشتہ آئینِ حق زنجیرِ پاست

پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است

ورنہ گردے تڑپش گردیدے

سجدہ ہا بر خاک اوپا شیدے

میرے پاؤں میں قانونِ خداوندی کی زنجیر نہ ہوتی اور غلامیِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا پاس نہ ہوتا تو خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی قبر اطہر کا طواف کرتا اور سجدے کرتا۔

مریم ازیک نسبتِ عیسیٰ عزیز

ازہ نسبتِ حضرت زہرا عزیز

نورِ چشمِ رحمۃ اللعالمین

آں امامِ اولین و آخرین

بانوے آں تاجدارِ صلِ اقی

مرتضیٰ مشککش شیرِ خدا

اور فرماتے ہیں:

بہر محتاجے دلش آن گو نہ سوخت

بایہودے چادرے خود را فروخت

نوری وہم آتشی فرماں برش

گم رضائش در رضائے شوہرش

آں ادب پروردہ صبر و رضا

آسیا گردانِ دلب قرآن سرا

گریہ ہائے او زبالیں بے نیاز

گوہر افشاندے پدامان نماز

اشک او بر چیدہ جبریل از زمین

چوہ شبنم ریخت بر عرش بریں

پھر فرماتے ہیں:

سیرتِ فرزندِ ہا از امہات
جوہرِ صدق و صفا از امہات
مزرعِ تسلیمِ راحاصلِ بتول
مادراں را اسوۂ کاملِ بتول
ہوشیار از دستِ بردِ روزگار
گیرِ فرزندانِ خود را در کنار
فطرتِ توجذبہ ہا دارد بلند
چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا میند
تاحسینِ شاخِ توبار آورد
موسمِ پیشینِ بگلزار آورد
اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار امتِ نیمرد تونہ میری آورد
بتولے باشِ پنہاں شوازیں عصر
کہ در آغوشِ شبیرے بگیری

اس کے آگے یزیدی سلطنت اور سرکارِ امام کے اقدامِ جہادِ حق کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیاتِ آید پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است
باطلِ آخرِ داغِ حسرتِ میری است
چوں خلافتِ رشتہ از قرآنِ کسینت
حریتِ را، زہرِ اندرِ کامِ ریخت
خاستِ آں سرِ جلوہ خیرِ الامم
چوں سحابِ قیلہ باراں در قدم
برزمینِ کربلا باریدِ و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامتِ قطعِ استبدادِ کرد

موجِ خون اوچمن ایجاد کرد
 بہر حق در خاک و خوں غلطیدہ است
 پس بنائے لالہ گردیدہ است
 مدعایش سلطنت بودے اگر
 خود نکردے باچنیں ساماں سفر
 دشمنان چوں ریگ صحرا لاقعد
 دوستان او بہ یزداں ہم عدد
 سرابِ ہمیں و اسمعیل بود
 یعنی آں اجمال را تفصیل بود
 عزم اوچوں کوہساراں استوار
 پائیدار و تند سیر و کارمگار
 تیغ بہر عزت دین است و بس
 مقصد او حفظ آئین است و بس
 ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست
 پیش فرعونے سرش افکندہ نیست
 خوں او تفسیر این اسرار کرد
 ملت خوابیدہ را بیدار کرد
 تیغ لاچوں از میاں بیروں کشید
 از رگِ ارباب باطل خوں کشید
 نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت
 سطرِ عنوانِ نجات مانوشت
 رمزِ قرآن از حسین آموختیم
 ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم
 شوکتِ شام فر بغداد رفت
 سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
 تارما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
 تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیکِ دور افتادگان
اشکِ مابرِ خاکِ پاک اورساں
قوتِ سلطانِ دمید از لالہ
بیتِ مردِ فقیر از لالہ
فقرِ عریاں گرمیِ بدر و حنین
فقرِ عریاں بانگِ تکبیرِ حسین
آں امامِ عاشقانِ پورِ بتول
سروِ آزادے زبستانِ رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنیِ ذبحِ عظیمِ آمدِ پسر
بہر آں شہزادہِ خیرِ الممل
دوشِ ختمِ المرسلینِ نعمِ الجمل

اب اپنے مدعا کی طرف آتا ہوں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا وہ خطبہ دربارِ یزید میں جس نے درودیوار ہلا دیے

اس کے بعد اسیرانِ نبوت کو دربارِ یزید میں لایا گیا۔ جب مخدراتِ عصمت و طہارت اس حال میں یزید کے سامنے آئیں تو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی نظر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر پڑی تو فرمایا یا حسیننا یا ابنِ فاطمۃ الزہراء سیدتنا النساءِ بنتِ المصطفیٰ یہ کلمات سن کر کئی لوگ دربارِ یزید میں رو پڑے اور یزید خاموش بیٹھا رہا۔ پھر سیدہ زینب نے یزید کے دربار میں مندرجہ ذیل طرز کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ صَدَقَ اللّٰهُ كَذٰلِكَ یَقُوْلُ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ اَسَاءَ السَّوْءَ اِنْ كَذَّبُوْا بِآیٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا یَسْتَعْزِزُوْنَ۔

یا یزید حیث اخذت علیہا اقطار الارض و آفاق السماء فاصبحنا نساق کما تساق الاسارى ان یناھونا علی اللہ ویک کرامة وان ذالک لعظم خطرک عندہ شمحت بأنفک ونظرت فی عطفک جذلان مسرورا حیث رایت الدنیا لک مستوثقة والا مومنة وحین متالك ملکنا وسلطانا فمھلا مھلا انسیت قول اللہ تعالیٰ ولا یحسبن الذین کفروا انھما مملی لھم خیر لا نفسھم انھما مملی لھم لیزدادوا انھما ولھم عذاب مھین۔ قدر افتک الدماء ذریۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ونجوم الارض من آل عبد المطلب وتھت بأشیاءک زعمت انک تنادیھم ولتروا وشیکامور دھم ولتوھن انک شلک وبکمت ولم تکن قلت ما قلت وفعلت ما فعلت اللھم خذلنا بحقنا وانتقم من ظلمنا واحلل غقبک لمن سفک دمانا وقتل حمانا فواللہ ما فریت الا جلدک ولا خزت الا حکمک ولتروا علی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بما تحملت من دماء ذریئہ وانتهک من حرمتہ فی عترتہ ولحمتہ حیث یجمع اللہ شملہم ویلم شعبتہم دیا خذ بحقہم ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امراتاً بل احياء عند ربہم یرزقون وحسبک باللہ حاکماً ومحمد خصماً ومجہریل ظہیراً وسیعلم من سولک ومکنک من رقاب المسلمین ہئس اللظالمین بدلاً وایکم شرمکاناً واضعت جنداً اجرت علی الدواہی مخاطبتک انی لا ستصغر قدرک واستعظم تقریعک واستکثر قوبیغک لکن العیون عبری والصدور حری الانا العجب کل العجب لقتل حزب اللہ النجباءئی ومجرب الشیطان الطلقاء ولسن اتخذقنا مغماً تجدنا مغرماتاً حین لا تجد الاما قدمت یداک وما ربک بظلام اللعبد فالی اللہ المشتکی وعلیہ المعول فکد کیدک واسع سعیک وفاصب جہدک فواللہ لا تمحوا ذکرتنا ولا تمیت وحیناً ولا تدرك امرنا ولا ترحض عنک عادھا دھل رایک الافند وایامک الاعداد وجمعک الایدو۔ یوم نیادی المنادی الالعة اللہ علی الظالمین والمحمد اللہ الذی ختم لاولنا بالسعادت والمغفرة ولا حزننا بالہشادۃ والرحمة ونسل اللہ ان یکمل لہم الثواب ویوحب المزیذ ویحسن علینا الا الخلفۃ انه رحیم دودو حبسنا اللہ ونعم الوکیل۔

سب خوبیاں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود و سلام ہو اس کی اہل بیت پر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے۔ ان لوگوں کا برا انجام جو برابر برے کام کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کے ساتھ تمسخر کیا تو نے اے یزید ہم پر زمین کے گوشے اور آسمان کے کنارے تنگ کر دیے اور ہمیں قیدیوں کی طرح لایا گیا اور یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ذلیل اور تو جلیل ہے اور تو دیکھتا ہے اس کو کہ دنیا تجھ کو حاصل ہے اور تمام اسباب ہیں اور ہماری سلطنت تیرے قبضہ و اقتدار میں ہے اس لیے تو ناک چڑھا کر اتر رہا ہے اور اس کام سے بڑا خوش ہے۔ ٹھہر جا اور جلدی نہ کر کیا تو خدا کا یہ فرمان نہیں جانتا کہ کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہم نے جو ان کو ڈھیل دے رکھی ہے یہ ان کے لیے بہتر ہے ہم تو محض اس لیے ان کو مہلت دیتے ہیں کہ وہ دل کھول کر گناہ زیادہ کر لیں ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب موجود ہے۔ تو نے ہمارے زخم کو گہرا کر دیا اور ذریت رسول ﷺ اور عبدالمطلب کی اولاد میں سے ستارہائے زمین کے خون مقدس کو بہا کر ان کی جڑ کو اصل سے اکھڑ دیا عنقریب تو اس کے انجام سے دوچار ہوگا اور انہی کے موڑ میں وارد ہوگا اس وقت تو اپنے رویہ کی بناء پر پسند کرے گا کہ کاش تیرے ہاتھ شل ہوتے۔ اور جو کچھ کہا اور کیا ہے نہ کہتا نہ کرتا۔ میری دعا ہے اے باری تعالیٰ ہمارا حق ہم کو دے اور ہم پر ظلم کرنے والوں سے انتقام لے اور جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے اور ہمارا ساتھ دینے والوں کو قتل کیا ہے۔ ان پر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔ اے یزید اللہ کی قسم تو نے اپنا چمڑا کاٹا ہے اور اپنے ہی گوشت کے ٹکڑے کیے ہیں۔ تو ذریت کے خون اور ان کی ذریت کی توہین کرنے کا بوجھ اٹھا کر عنقریب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوگا جب کہ روز قیامت اللہ ان سب کو ایک جگہ جمع کرے گا اور ان کے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کے متعلق قرآن گواہ ہے کہ ان کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے ہاں رزق پاتے ہیں۔ تیرے لیے اے یزید! اللہ تعالیٰ کا حاکم ہونا اور نبی کا دشمن ہونا اور جبریل کا تمہارے برخلاف ہمارا مددگار ہونا کافی ہے جن لوگوں نے تیرے لیے جگہ ہموار کی اور تجھے مسلمانوں کی گردنوں پر مسلط کیا ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کا کس قدر برا انجام

ہے اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کا انجام برا اور کون کمزور لشکر ہے۔ اے یزید! یہ بھی انقلابِ روزگار و حوادثِ زمانہ کا شاہکار ہے کہ میں تجھ سے خطاب کروں میں تیرے مقام کو اس سے کہیں پست تر اور تیری زبردستی کو سخت عظیم سمجھتی ہوں مگر کیا کروں۔ آنکھ روتی ہے اور سینہ پر سوز ہے۔ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ شیطانی گروہ اور اولادِ اِطْلَاق نے خدا کے نجیب (پچھے ہوئے) گروہ کو قتل کر دیا ہے۔ اے یزید! اگر تو ہماری ظاہری کمزوری کو اپنے لیے غنیمت سمجھ رہا ہے۔ کل فردائے قیامت تو اس بات کو تادان سمجھے گا۔ جب تو سوائے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کے کچھ نہ پائے گا اور خدا اپنے بندوں پر ہرگز ظلم نہیں فرماتا ہم بارگاہِ خداوندی میں ہی شکوہ کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں تو جس قدر جی چاہے مکر و فریب کر لے اور جس قدر چاہے تگ و تاگ کر لے اور جو کچھ کر سکتا ہے کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم تو ہرگز ہمارے ذکرِ جمیل کو نہیں مٹا سکتا اور نہ ہی ہمارے مقام کی بلندی کو چھو سکتا ہے اور نہ اپنے کرتوت کی عار کو دور کر سکتا ہے تیری رائے کو شش کمزور اور یہ سلطنت چند گنتی کے دن۔ اور تیری جماعت پر اگندہ وقتِ قریب ہے کہ جب ایک منادی کرنے والا ندا کرے گا۔ لعنت ہو ایسی قوم پر جس نے یہ ظلم و ستم کیا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء ہے جس نے ہمارے پہلے کا خاتمہ سعادت و مغفرت کے ساتھ اور آخری کا شہادت و رحمت کے ساتھ فرمایا ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ان کے اجر و ثواب کو مکمل فرمائے اور مزید اجر میں بلندیاں عطا فرمائے اور ہمیں ان کی صحیح جانشینی کرنے کی توفیق عطا فرمائے وہ بڑا مہربان اور محبت کرنے والا ہے وہی ہمارے لیے کافی اور وہی ہمارا کارساز ہے۔ حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ (حیات ج ۲ ص ۳۶۰)

سیدنا زینب کے اس خطبہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ تمام یزیدی خاموش بیٹھے رہے اور کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہو سکی سیدہ نے حق و صداقت اور حق گوئی کا حق ادا کر کے اسلام کی ناقابلِ فراموش خدمت سرانجام دی جس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ شیر خدا کی شہزادی نے ماضی و حال اور مستقبل کے وہ نقشے کھینچ کر رکھ دیے کہ یزیدی ایوانِ حکومت کے در و دیوار ہلا کر رکھ دیے۔

اسیرانِ آلِ رسول ﷺ کے متعلق یزید کا حواریوں سے مشورہ اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

اس کے بعد یزید پلید نے اپنے تمام درباریوں سے اسیرانِ آلِ رسول کے متعلق مشورے لیے کہ بتاؤ اب ان کا کیا جائے۔ آیا ان سب کو قتل کر دیا جائے یا قید میں رکھیں یا رہا کر دیا جائے اس کے حواریوں نے اس کو طرح طرح کے مشورے دیے اکثر نے رائے یہ دی کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے یزید! لَقَدْ أَشَاعَ عَلَيْكَ هُوَ لَا يَخْلَافُ مَا أَشَارَ بِهِ جُلَسَاءُ فِرْعَوْنَ عَلَيْهِ حِينَ شَاوَهُمْ فِي مُوسَى وَهَارُونَ فَإِنَّهُمْ قَالُوا لَهُ أَرَجِهْ وَأَخَاهُ وَلَا تَقْتُلْ۔ تیرے درباریوں نے تجھے یہ مشورہ دیا ہے کہ جو فرعون کے درباریوں نے بھی نہیں دیا تھا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق دریافت کیا تھا کہ مجھے ان سے کیا کرنا چاہیے تو اس کے درباریوں نے اس سے کہا کہ ان کو قید کر ڈالو۔ لیکن یہ تو اس سے بھی بدتر ثابت ہوئے جو اسیرانِ آلِ رسول ﷺ کے قتل کرنے کا تجھ کو مشورہ دے رہے ہیں۔ (حیات)

حضرت نعمان بن بشیر کی رائے

حضرت نعمان بن بشیر ایک صحابی رسول نے کھڑے ہو کر کہا اے یزید! میں تجھ کو ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم اُس کو مان جاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے وہ یہ کہ اسیرانِ آلِ رسول کے ساتھ وہ سلوک کرو جو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ کیا۔ مَا كَانَ الرَّسُولُ

يَضَعُ بِهِمْ قَاصَّةً بِهِمْ۔ جو سلوک سرور کون و مکان ان کے ساتھ کیا کرتے تھے وہ تم کرو۔ (ایضاً)

یزید نے جب یہ مشورہ صرف نعمان بن بشیر کی زبانی سنا تو اس نے اس مشورہ کو سب پر ترجیح دیتے ہوئے قبول کر لیا اور کہا مجھے یہ بات پسند آگئی ہے اور اسی طرح کروں گا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ نعمان بن بشیر نے یزید کو واضح کر دیا کہ جو کچھ کر بلا میں اور کر بلا سے کوفہ اور دمشق تک اسیران آل رسول کے ساتھ کیا گیا۔ اس سے کثرت رائے عوام الناس تیرے مخالف ہو چکی ہے اور اب مزید اقدامات تیرے لیے تباہی حکومت کا سبب بن جائے گا لہذا ان کو رہا کر دینا بہتر ہے۔ اور کچھ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی تقریر نے آئندہ ہونے والے واقعات پر روشنی ڈال دی۔

مقام قیام اسیران آل رسول ﷺ

پھر یزید نے حکم دیا کہ آل رسول کو محل کے ایک کمرے میں لے جاؤ اور پھر ان کی رہائی کا حکم دیں گے۔ چنانچہ پھر آل رسول کو ایک کمرہ میں رکھا گیا۔

دربارِ یزید میں سر اقدس اور ایک رومی سفیر نصرانی کی حیرانگی

جب سرکارِ سید الشہد امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس رکھا ہوا تھا تو یزید کے پاس ایک رومی سفیر نصرانی بھی آیا اس نے یزید سے کہا مَن هَذِهِ الرَّاسُ۔ یہ سر کس کا ہے تو یزید نے کہا هَذَا رَأْسُ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ طَالِب۔ یہ سر حسین ابن علی (رضی اللہ عنہ) ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے۔ نصرانی رومی سفیر نے کہا اس کی ماں کا کیا نام ہے۔ یزید نے کہا فاطمة بنت رسول اللہ۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ کے بیٹے ہیں۔

رومی سفیر نصرانی کا یہ سنا تھا کہ وہ حیران رہ گیا اور کہنے لگا اَفِ لَكُمْ تَقْتُلُونَ ابْنَ بَنَاتِكُمْ وَمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ نَبِيِّكُمْ إِلَّا اَقْرَبُ وَاحِدَةٍ۔ اف تمہارے اس قتل کرنے پر تم اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کرتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے رسول کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے۔ ہم نصرانی تو نشانِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس قدر عزت و تعظیم کرتے ہیں کہ قیامت تک روئے دنیا کے نصرانی اس پر قائم رہیں گے اور تم لوگوں کا یہ حال ہے کہ تم اپنے نبی ﷺ کے نواسہ کی تعظیم و تکریم کرنے کی بجائے انہیں قتل کرتے ہو۔ یزید نصرانی سفیر روم کی بات سن کر کچھ جواب نہ دے سکا۔

سر اقدس امام رضی اللہ عنہ اور ارواحِ طیبہ کا نور و ظہور

حضرت سیدہ سکینہ بنت الحسین رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب خواب دیکھا جس کو انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رات کو دیکھا کہ آسمان سے نور آیا اور میرے والد گرامی کے پاس آ کر یوں کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللّٰهِ۔ اے فرزند رسول تجھ پر سلام ہو پھر کہا یا وَلَدِیْ قَتَلُوكَ تَجِبُ دَشْمُونَ نے شہید کیا۔ اَتَرَاهُمْ مَا عَرَفُوْكَ وَمِنْ شَرِّ الْمَاءِ مَنَعُوْكَ يَا وَلَدِیْ اَنَا جَدَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ وَهَذَا اَبُوْكَ عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی وَهَذَا اَخُوْكَ الْحَسَنُ وَهَذَا عَمُّكَ جَعْفَرُ وَعَقِیْلُ وَهَذَا اَنْ حَمْرَةَ الْعَبَّاسِ۔ اے فرزند جنہوں نے تجھے شہید کیا۔ کیا انہوں نے تجھ کو نہیں پہچانا اور تجھے پانی پینے سے بھی روک دیا۔ اے فرزند! تجھ کو تیرے صبر پر مبارک ہو میں تیرا نانا جان رسول ﷺ ہوں۔ یہ تیرے ابا جان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ تیرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ اور یہ تیرے چچا جعفر و عقیل رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ میرے

حمزہ و عباس رضی اللہ عنہما بچا ہیں اسی طرح اور بزرگوں کے نام لیے۔ سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ان بزرگوں کو اس نور کی آمد میں دیکھا اور سیدہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایسا نور دیکھا کہ اس میں سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدہ آسیہ علیہا السلام اور سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا میرے ابا جان کے سر اقدس کے پاس آئیں اور سلام بھیج کر کہا بیٹا جس صبر کے ساتھ تم نے کربلا کے مصائب کو برداشت کیا میں اس کی تجھ کو مبارک دیتی ہوں۔ اور تمہارے دشمن تمہارے نانا جان کی شفاعت سے محروم ہو گئے ہیں اور تم نے اسلام کے تحفظ کے لیے جو قربانیاں دی ہیں اس کے اجر و ثواب کا خدا کے ہاں بے حساب مقام ہے۔ (حیات)

سیدہ سکینہ بنتِ الحسین رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک غلط واقعہ کی تردید

حضرت سیدہ سکینہ بنتِ حسین ۳ کے متعلق بعض مجموعوں میں لکھا ہے کہ وہ شام کے راستہ میں بحالتِ اسیری دمشق میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ بالکل بے اصل اور بے بنیاد ہے۔ کتب معتبرہ میں قطعاً اس کا ذکر تک نہیں۔ پھر نامعلوم کہ ان لوگوں نے ایسا واقعہ کیسے من گھڑت تیار کر لیا ہے۔ کہ وہ معاذ اللہ قید خانہ دمشق کی عقوبتوں میں وفات پا گئیں۔ حضرت سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا واقعہ کربلا کے بعد کافی عرصہ حیات رہیں اور ان کے جوان ہونے پر ان کا نکاح حضرت مصعب بن زبیر سے ہوا اور یہ بھی سراسر بے بنیاد بات ہے کہ سات سالہ بچی کا نکاح عین واقعہ کربلا کے وقت کر بلا میں ہوا۔ اور مہندی لگائی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بھلا ایسے شدید موقعہ پر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایسا کام کرنے کی فرصت تھی جس کا تعلق خوشیوں کے ساتھ تھا اور پھر ان کی عمر تو صرف بالاتفاق ابھی سات سال تھی۔

دمشق میں اہل بیت کا مدتِ قیام

اسیرانِ اہل بیت کے متعلق یہ مسئلہ بھی بڑا اختلاف تک پہنچ چکا ہے کہ دمشق دار السلطنت (شام) میں کتنے دن اہل بیت اسیری کی حالت میں رہے اور ان کو کب رہا کیا گیا اور کب مدینہ پہنچے۔ اس کے متعلق مختلف بیانات ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ چالیس دن اور بعض نے لکھا ہے بیس دن اور بعض نے لکھا ہے ایک سال اور بعض نے لکھا ہے چھ ماہ اور بعض نے لکھا ہے سات یوم اور بعض نے لکھا ہے صرف تین دن۔

اب ان تمام متذکرہ بیانات کے بعد اصل حقیقت جو کتب معتبرہ سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خود سیدنا امام زین العابدین ابنِ امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل بیت کو زیادہ دیر تک اسیر رکھنے میں یزید کو اپنی حکومت کے لیے جب کافی حد تک خطرہ نظر آیا تو اس نے اہل بیت کو جلد از جلد رہا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے دار السلطنت دمشق میں اہل بیت کو صرف دو دن رکھا اور تیسرے دن ہم کو رہا کر دیا گیا۔ فَحَسَنًا يَوْمَئِذٍ مَدِينٍ ثُمَّ دَعَاكَوَا أَظْلَقَ عَنَّا۔ ہم دو دن مکمل دمشق میں رہے۔ پھر تیسرے روز ہمیں یزید نے بلوا کر رہا کر دیا۔ اس سے زیادہ عرصہ تک مدتِ قید دمشق تسلیم کرنا غلط ہے اور اس پر کوئی اور مدتِ دلالت نہیں کر سکتی۔ (ایضاً)

اہل بیت کی رہائی کے علل و اسباب

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد یزید کا یہ خیال سراسر غلط فہمی پر مبنی تھا کہ وہ اپنے تسلط اور اقتدار کو ہوا ایک دنیا سے منوالے گا۔ اور اس پر اپنے اس خیالِ باطل کا بطلان پہلے ہی روز دربار میں پیشی کے وقت ہی واضح ہو گیا تھا۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جوں جوں لوگ حقیقتِ حال سے آگاہ ہوتے جاتے تھے تو توں یزید سے نفرت بڑھتی جاتی تھی اور یزیدی حکومت کے

انقلاب کے آثار نظر آنے لگے۔ چنانچہ ہر طرف سے حتیٰ کہ خود اس کے اپنے قریبیوں کی طرف سے بھی لعنت و ملامت ہونے لگی۔ خانہ جنگی کا شدید خطرہ اور حکومتِ اُلتنے کے آثار نمودار ہونے لگے اور یزید کو فوراً اس بات کا احساس ہو گیا کہ وہ اپنی اور حکومت کی حفاظت کے لیے کوئی ایسا اقدام کرے جس سے شہادتِ امام حسین کی تمام ترمذی و مداری عبید اللہ ابن زیاد پر ڈال کر اس سے اپنے آپ کو بری کر لوں اور بیزاری کا اظہار کروں اور آلِ رسول ﷺ کی جلد رہائی کروں اور رہائی بھی ایسے طریقہ و شان سے کروں کہ اہل بیت بھی راضی ہو سکیں اور لوگوں پر بھی اس کے اچھے اثرات پڑ سکیں۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ وَلَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ وَبَنُوآئِهِ بَعَثَ ابْنُ زَيْدٍ بُرُوسَهُم إِلَى يَزِيدَ فَسَرَّ بِقَتْلِهِمْ أَوْلَا ثَمَّ دِيمَ لِمَا مَقَّتَهُ الْمُسْلِمُونَ عَلَى ذَالِكَ وَالْبَغْضَةُ لِلنَّاسِ وَحَقَّ لَهُمْ أَنْ يَبْغُضُوهُ (کمال ابن اثیر ج ۳ ص ۳۲۰)

جب سیدنا امام حسین اور ان کے خاندان کے لوگ شہید ہو گئے تو ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیج دیے تو وہ پہلے تو ان کے قتل سے بہت خوش ہوا۔ پھر جب لوگوں نے اس کے فعلِ شنیع کی وجہ سے اس کو برا سمجھنا شروع کر دیا اور ان کو اس کا حق بھی تھا کہ اس کو برا سمجھیں۔ تب اس نے ندامت کا اظہار کیا۔

بعض روایات میں تو یہاں تک موجود ہے کہ یزید نے اپنے اس فعلِ شنیع پر پردہ ڈالنے اور اہل بیت کو اپنے بری ہونے کے ثبوت میں ایسا بھی کیا کہ اپنے فوجی لشکریوں میں سے مثبت بن ربیع، شمر ذی الجوشن، سنان بن انس نخعی، مصائب بن وہبہ اور خولی بن یزید اموی وغیرہ کو اپنے دربار میں بلا کر مثبت بن ربیع کو کہا کہ تو نے ان کو قتل کیا ہے اور کیا میں نے تم کو ان کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے تو مثبت نے کہا نہیں جناب امیر میں نے نہیں کیا جس نے کیا اس پر لعنت ہو۔ یزید نے پھر کہا تو کس نے ان کو قتل کیا ہے۔ مثبت نے کہا مصائب بن وہبہ نے قتل کیا ہے یزید نے اشارہ کر کے کہا کیوں تم نے ان کو قتل کیا ہے تو کہنے لگا اے امیر نہیں میں نے نہیں۔ اس نے تیسرے کا نام لے کر خود کو ٹال لیا۔ اسی طرح یزید یکے بعد دیگرے ان سے دریافت کرتا رہا اور وہ قتل کو دوسرے پر ڈال کر خود کو ٹالتے رہے۔ بالآخر بات قیس تک پہنچی تو اس نے بھی کہا اے امیر میں نے ایسا نہیں کیا۔ یزید نے کہا تو بتاؤ جب تم سب خود اس قتل سے بری ہو رہے ہو آخر ان کو قتل کیا تو کس نے کیا ہے؟ قیس نے کہا اگر مجھ کو امان کا اقرار دیتے ہو تو میں بتاتا ہوں۔ یزید نے کہا کہ ہاں تمہیں مان ہوگی بتاؤ۔ قیس نے کہا ان کو قتل نہیں کیا مگر اس نے جس نے جنگ کا علم بلند کیا اور لشکر پر لشکر روانہ کیے۔ یزید نے کہا وہ کون ہے۔ قیس نے کہا کیا اس کا تم کو پتہ نہیں ہے۔

اس لیے معلوم ہوا کہ یزید نے اصل حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لیے ہر ممکن اقدام کیا۔

وَلَمَّا وَصَلَ رَأْسُ الْحُسَيْنِ إِلَى يَزِيدَ حَسَنَتِ حَالُ ابْنِ زَيْدٍ عِنْدَهُ وَكَادَهُ وَصْلُهُ وَسِرَّهُ مَا فَعَلَ ثُمَّ لَمْ يَلْبَثِ إِلَّا سِبْرًا حَقَّ بَلْغُهُ بَغْضُ النَّاسِ وَلَعْنَهُمْ وَبِهِمْ فَدِيمَ عَلَى قَتْلِ الْحُسَيْنِ فَكَانَ يَقُولُ وَمَا عَلَيَّ لَوْاحْتَمَلْتُ إِلَّا ذِي وَأَنْزَلْتُ الْحُسَيْنِ مَعِيَ فِي دَارِي

اور جب سیدنا امام علیہ السلام کا سر مبارک یزید کے پاس پہنچا تو اس کی نظر میں ابن زیاد کی وقعت بڑھ گئی اور جو کچھ اس نے کیا تھا اس نے یزید کو خوش کر دیا اور اس نے اس کو انعام و اکرام سے نوازا۔ لیکن ابھی بہت ہی تھوڑا وقت گزرا تھا کہ یزید کو یہ اطلاعیں ملنی شروع ہو گئیں کہ لوگ اس کو برا سمجھنے لگے ہیں اور یہاں تک کہ

وَحِكْمَةٍ فِيمَا يُرِيدُونَ كَانَ عَلَىٰ ذَٰلِكَ مُوَهَّنٌ فِي
سُلْطَانِي حَقًّا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَعَايَةٍ لِحَقِّهِ وَقَرَابَتِهِ لَعَنَ اللَّهُ ابْنَ مَرْجَانَهُ فَإِنَّهُ
افْطَرَأَ وَقَدْ سَأَلَهُ أَنْ يَضَعَ يَدَهُ فِي يَدَيَّ أَوْ يَلْحَقَ نَعْرَ
حَتَّى يَتَوَفَاةَ اللَّهِ فَلَمْ يُجِبْهُ إِلَىٰ ذَٰلِكَ فَقَتَلَهُ قَبْضُ
بِقَتْلِهِ إِلَىٰ الْمُسْلِمِينَ وَزَرَعَ فِي قُلُوبِهِمُ الْعَدَاوَةَ
قَابِضُنِي إِلَى الْبَرِّ وَالْفَاجِرِ لَمَّا اسْتَعْظُمُوا مَنْ قَتَلَ
الْحُسَيْنَ مَالِي وَلَا بَنَ مَرْجَانَةَ لَعْنَةُ اللَّهِ وَقَعْلُهُ

(کامل ابن اثیر ج ۳: ص ۳۰۰)

لوگ اس کو لعن و طعن اور سب و شتم کر رہے ہیں اس لیے پھر اس نے
شہادتِ امام پر اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا میرا
کیا نقصان ہوتا ہے کہ اگر میں اذیت برداشت کر لیتا اور حسین
رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس رکھ لیتا اور وہ جو کچھ چاہتے ان کو کرنے
دیتا۔ اگرچہ میرے اقتدار میں کمزوری ہی پڑ جاتی۔ لیکن حق
رسول اور ان کی قربنداری کی حفاظت و رعایت تو ہو جاتی خدا لعنت
کرے ابن مرجانہ پر جس نے ان کو مجبور کر کے قتل کر دیا حالانکہ
حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا بھی تھا کہ مجھ سے آ کر صلح کی گفتگو
کر لیں یا کسی اور راستہ کی طرف نکل جانے دو۔ مگر اس نے یعنی
عبید اللہ ابن زیاد نے ان کی کوئی بات نہ مانی اس طرح ان کو قتل
کر کے لوگوں کی نگاہوں میں مجھے مبغوض کر دیا۔ میرے خلاف
لوگوں کے دلوں میں دشمنی کا بیج بو دیا۔ مجھے ہر ایک کی نگاہ میں برا
بنادیا۔ مجھ سے ابن زیاد کی کیا دشمنی تھی۔ خدا اس پر لعنت کرے اور
اسے قتل کرے۔

ثابت ہوا کہ یزید کے حکم سے شہادتِ امام عمل میں آئی اور وہ اس پر خوش و خرم تھا اور پھر کفریہ اشعار بھی اس نے کہے اور یہ سب
کچھ مسلم الثبوت واقعات ہیں۔ جن کا نہ تو کسی سے انکار ممکن ہے اور نہ ہی کسی یزید نواز شخص یا گروہ کے پردہ ڈالنے سے پردہ ڈالا
جاسکتا ہے۔

حق یہی ہے کہ قتلِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر یزید راضی اور خوش
و خرم تھا اور اس کا اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا اس پر تواتر
معنوی موجود ہے اگرچہ ان واقعات کی تفصیل بطریق احاد مروی
ہے۔ بنا بریں ہم اس کے بے ایمان ہونے میں ذرہ توقف نہیں
کرتے۔ اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر لعنت کرے۔

الْحَقُّ أَنَّ الرِّضَاءَ يَزِيدُ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ وَاسْتِبْشَارَهُ بِذَٰلِكَ وَأَهَانَةَ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ
عَلَيْهِ السَّلَامِ تَوَاتُرَ مَعْنَاهُ وَأَنَّ كَانَ تَفَاصِيلُهَا
أَحْسَادًا فَتَحَنَّنَ لِأَن تَوَقَّفَ فِي شَايِهِ بَلْ فِي إِيمَانِهِ لَعْنَةُ
اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ أَنْصَارِهِ وَاعْوَاذِهِ. (شرح عقائد لشیخ ج ۱: ص ۱۸۱)

معلوم ہوا کہ یزید عنید نے اب جو اہل بیت کی رہائی کا فوری اقدام اور تمام تر ذمہ داری ابن زیاد پر ڈالی یہ محض خود کو بری کرنے
کے لیے تھی ورنہ جو کچھ ہوا اس کی مرضی کے مطابق ہوا۔ علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں پس یزید سمیت اس کے تمام ساتھیوں پر
لعنت ہے۔ کیونکہ وہ بعد میں صرف ظاہری پردہ ڈالنے کے لیے ایسا کر رہا تھا۔

رہائی اہلبیت اور شام سے مدینہ منورہ تک کے حالات

احکام رہائی اور یزید کا معذرت کرنا

پھر یزید نے اہل بیت کی رہائی کے احکام صادر کرنے سے قبل سیدنا امام زین العابدین (علیہ السلام) امام حسین (علیہ السلام) کو بلایا تو اس وقت یزید اپنے دربار میں بیٹھا ہوا امام زین العابدین (علیہ السلام) کے استقبال کے لیے کھڑا ہو گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے ابنِ حسین علی زین العابدین (علیہ السلام) جس چیز کی خواہش ہے کہو حاضر کی جائے سیدنا امام زین العابدین (علیہ السلام) نے جواب میں فرمایا میں کوئی چیز طلب نہیں کرتا اور نہ مجھے کچھ چاہیے۔ ہاں اگر مجھ سے کوئی بات کرنی بھی چاہتے ہو تو میری پھوپھی جان سیدہ حضرت زینب کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کرو۔ کیونکہ ہماری نمکسار اور مددگار اور سالار وہی ہیں۔ یہ سن کر یزید نے فوراً تمام درباریوں کو باہر چلے جانے کا حکم دے دیا اور پھر کہا اچھا اب میں ان کو بلوایا ہوں۔ پھر اہل بیت اطہار کی محذرات عصمت بمعہ حضرت زینب (علیہا السلام) کو نہایت احترام کے ساتھ دربار یزید میں لایا گیا۔ یزید نے سیدہ (علیہا السلام) کی تعظیم و تکریم کرتے ہوئے کہا آپ چاہیں تو میرے ہی محل میں رہیں اور اگر یہاں رہنا پسند نہ فرمائیں اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو وہاں بھیج دیتا ہوں۔ آپ کو کُل اختیار ہے۔ جیسا آپ کا ارادہ ہو میں وہی کرنے کو تیار ہوں جہاں چاہیں رہیں۔ پھر کہا لَعْنُ اللّٰہِ اَبْنِ مَرْجَانَةَ اَمَّا وَاللّٰہُ لَوْ اَنِّیْ صَاحِبُہٗ مَا سَأَلْتُہِیْ حَصْلَہٗ اَبَدًا اِلَّا اَعْطٰیہُہٗ اِیَّاهَا وَلَکَ دَفْعُ الْحَتَفِ مِنْہُ بِکُلِّ مَا اسْتَطَعْتُ وَلَوْ بِہَلَاکِ بَعْدَ وَلَدِیْ۔ خدا ابنِ مرجانہ عبد اللہ پر لعنت کرے۔ خدا کی قسم اگر میرا اور حسین (علیہ السلام) کا سامنا ہوتا تو جو یہ چاہتے میں وہی کرتا اور ان کو کبھی قتل نہ ہونے دیتا خواہ مجھے اپنی اولاد کیوں نہ موت کے منہ میں جھونکی پڑتی۔ جو کچھ ہونا تھا اب ہو گیا خدا کو یہی منظور تھا۔ اب آپ فرمائیں آپ کیا چاہتے ہیں میں اسی طرح کروں گا۔

یزید نے جب یہ باتیں کہیں تو سیدہ زینب (علیہا السلام) نے ایک آہ بھری اور رو پڑیں اور فرمایا اور اب ان باتوں سے ہم پر کیا اثر ہو سکتا ہے جن کی آنکھوں کے سامنے کربلا کا قیامت خیز منظر ہے۔ اے یزید! اب تو چاہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں نانائے پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ اطہر کی حاضری دیں اور مدینہ منورہ روانہ ہونے سے پہلے یہاں سے کربلا جائیں۔ اور پھر مدینہ پہنچ جائیں گے۔

اہل بیت کی تعظیم کے ساتھ مدینہ روانگی

اس کے بعد یزید نے اسیرانِ اہل بیت کی رہائی کا حکم دے دیا اور حضرت نعمان بن بشیر کو حکم دیا کہ آپ کو مزید آدمی دیتا ہوں آپ اپنی نگرانی میں نہایت تعظیم و تکریم سے بحفاظت مدینہ طیبہ پہنچائیں اور اس کے ساتھ ہی یزید نے سواروں کا انتظام کیا اور ان پر شاندار محمل رکھوائے اور چڑے کے قطعے اور ریشم کے کپڑے بچھا کر نہایت آرام و سکون سے بیٹھنے کے انتظامات کرائے۔ جب تمام انتظامات مکمل ہو گئے تو پھر صبح سویرے اہل بیت اطہار کے الوداع ہوتے وقت یزید نے کچھ مال و متاع پیش کیا تو سیدہ زینب (علیہا السلام) نے فرمایا۔ لَا وَاللّٰہِ اَنْ یَفْقُلَ اَحَدٌ الْحُسَیْنِ وَ اَهْلِ بَیْتِیْ وَ تُعْطِیْنِیْ عَوْصَہُمْ مَا لَا کَانَ ذٰلِکَ اَبَدًا۔ (ایات) ہرگز نہیں خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میرا بھائی حسین (علیہ السلام) قتل کیا جائے اور اس کی اہل بیت والے قتل ہوں تو اس کے عوض میں ہم مال و متاع حاصل کریں ایسا کبھی نہیں سکتا۔ یزید کو یقین ہو گیا کہ یقیناً یہ میرا مال قبول نہیں کریں گے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ سیدہ (علیہا السلام) نے فرمایا یہ مال غریبوں میں تقسیم کر دو اگر تم اس کو دینا چاہتے ہو ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہاں یہ تو وہ گھرانہ ہے جن کے توسل سے ایک دنیا کو بھیک ملتی ہے۔

اسی اثناء میں جب حضرت نعمان بن بشیر کی نگرانی میں ان کے ساتھ تین سو سوار تیار ہو گئے اور ادھر تمام اہل بیت اپنی سواروں پر

سوار ہو گئے اور اہل بیت کا قافلہ نہایت عزت و تکریم کے ساتھ بحفاظت دار السلطنت شام سے مدینہ طیبہ کے لیے روانہ ہوا تو یزید الوداع کہنے چند قدم ساتھ ساتھ چلا تو کچھ آگے ایک قصائی بھیڑوں کو ذبح کرنے سے پہلے ان کو پانی پلا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے تاب ہو گئیں اور یزید کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

دیکھ قصائی بھی بھیڑوں کو پانی پلانے کے بعد ذبح کرتا ہے اور میرے بھائی کو اتنا بھی نہ سمجھا گیا۔ (امیات)

یزید نے پھر کہا خدا عبید اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے جس نے یہ ظلم کیا۔

پھر یہ قافلہ دمشق شہر سے باہر تک پہنچا تو جو عورتیں اور مرد اس منظر کو دیکھ رہے تھے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ روایات میں آتا ہے کہ قافلہ اہل بیت کی روانگی کے وقت ہزاروں مرد اور عورتیں جمع تھے اور رخصتی و بے بسی پر رورہے تھے۔ لوگ اپنے گھروں میں واپس آ گئے اور یزید بھی اپنے محل میں واپس آ گیا اور قافلہ اہل بیت تین سو افراد سمیت نعمان بن بشیر کی نگرانی میں منزل بہ منزل جارہا ہے۔

اہل بیت مدینہ کی بجائے کربلا میں

جب یہ قافلہ اہل بیت سرزمین عراق کی سرحد پر پہنچا جہاں سے دورستے نکلتے ہیں۔ ایک راستہ سیدہ امینہ طیبہ اور دوسرا راستہ عراق کی طرف۔ نعمان بن بشیر نے آگے بڑھ کر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضور اگر کربلا جاتا ہے تو عراق کے راستے سے چلیں اور پھر وہاں سے مدینہ جیسے اور جس طرح آپ فرمائیں اسی طرح ہوگا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا سیدھے کربلا چلو چنانچہ کربلا کا راستہ اختیار کر لیا گیا۔ راستہ میں جہاں کہیں جس منزل پر قیام ہوتا اس سے کافی فاصلہ پر نعمان بن بشیر بمعہ اپنے تین سو افراد سواروں کے ٹھہر جاتے اور ضرورت کی تمام چیزیں فراہم کر کے بھیج دیتے اور ہر چیز کا خیال رکھتے تاکہ آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قافلہ کو ذرہ برابر بھی تکلیف نہ ہونے پائے۔

اہل بیت کی سرکار امام و شہیدان کربلا کی قبور پر حاضری

جب یہ قافلہ اہل بیت سفر کی منزلیں طے کرتے ہوئے کربلا میں وارد ہوا تو اہل بیت اطہار اس مقام کو دیکھ کر رو پڑے اور اپنی سواریوں سے اتار پڑے اور سیدھے جہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور دوسرے شہدائے کربلا مدفون تھے۔ ان کی قبر اطہر سے جا کر لیٹ گئے اور سلام کرتے جاتے اور روتے جاتے اور یہ کہا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس زبان سے وہ مصائب بیان کریں جن کا ہم کو کوفہ اور شام میں سامنا کرنا پڑا اور اس قوم نے ہم کو کیا کیا تکلیفیں دیں کیونکر بیان کریں۔ (تاریخ کربلا)

قریب کی بستی کے لوگ جو بنی اسد سے تھے وہ بھی جمع ہو گئے اور قبر امام و شہداء کربلا پر آنسو بہانے میں شامل ہو گئے۔

اسی اثناء میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور صحابی اور ان کے ساتھ بنی ہاشم کے کچھ لوگ بھی مدینہ طیبہ سے صرف کربلا میں حضرت سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی قبور کی حاضری کے لیے پہنچ گئے پھر وہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے گلے مل کر روتے رہے اور سرکار سید الشہداء کی قبر سے لپٹ کر وہ بھی روتے رہے۔ تین دن تک اہل بیت نے یہاں قیام فرمایا:

فَرَا قَرَاتِي وَوَقَيْتُ وَتَلَا قُوايَا الْبُكَاءِ وَالْحُزْنَ وَالْظَمِ
وَأَقَامُوا عَلَيَّ ذَالِكَ أَيَّامًا ثَلَاثًا^(۱)

پس اہل بیت اور مدینہ سے آنے والے اصحاب کی باہمی ملاقات یہاں پر جگر خراش انداز اور غم و گریہ میں ہوئی اور تین یوم تک کربلا میں قیام فرمایا۔

سرکار سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ اور کربلا کے شہیدوں کی قبر اطہر سے آخری سلام اور گریہ فرماتے ہوئے اہل بیت اطہار مدینہ کی

طرف روانہ ہو گئے۔



آلِ رسول ﷺ در مدینہ الرسول

کربلا سے مدینہ طیبہ کی منازل سفر طے کرتے ہوئے جب قافلہ مدینہ الرسول ﷺ کے قریب پہنچا تو مدینہ طیبہ کے حسین درود یوار پر نظر پڑی اور:

| | |
|--|--|
| مَدِينَةُ جَدِّنَا لَا تُقْبَلِينَا | فَبِالْحَسَرَاتِ وَالْأَحْزَانِ جِئْنَا |
| أَلَا فَخْبِرْ رَسُولَ اللَّهِ عَنَّا | يَا تَأَقَّدْ فَجَعْنَا فِي أَيْدِنَا |
| وَأَنْ رَجَالَنَا بِالْطُفْ صَرَّعِي | بَلَارُوسٍ وَقَدْ ذُخِّمُوا إِلَيْنَا |
| وَأَجْرُ جَدِّنَا أَنَا أَسْرَكْنَا | وَلَبَدَا لَأَسْرِيَا جَدَّاسِينَا |
| وَرَهْطِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَضْعُوا | عَرَابِيَا بِالطُّغُوفِ مَبْلِينَا |
| وَقَدْ ذُخِّمُوا الْحُسَيْنَ وَلَمْ يَرَاوُا | جَنَابِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِينَا |
| فَلَوْ نَظَرْتُ عُيُونُكَ لَأَسَارِي | عَلَى أَفْتَابِ الْجِبَالِ مُحْمَلِينَا |
| رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ الصُّورِ ضَارَتْ | عُيُونُ النَّاسِ حَاطَرَةً إِلَيْنَا |
| وَكُنْتُ تَحُوطُنِي قَوْلَتْ | عُيُونُكَ ثَارَتْ الْإِعْدَاءُ عَلَيْنَا |
| أَقَاطِمَ لَوْ نَظَرْتَ إِلَى أَسْبَابِيَا | يَهْلِكُكَ فِي الْبِلَادِ مُؤْتَمِنِينَا |
| أَقَاطِمَ لَوْ نَظَرْتَ إِلَى الْخِيَارِي | وَلَوْ أَبْصَرْتَ زَيْنَ الْعَدْبِدِينَا |
| أَقَاطِمَ لَوَاقِفَتْنَا سَهَارِي | رَمَنْ سَهَرُ اللَّيَالِ قَدْ عَمِينَا |
| أَقَاطِمَ مَالَتِيَتْ مَرْغَدَاكِ | وَلَا تَيَرَاظُ هَمَاقْدَ لَقِينَا |
| فَلَوْ دَامَتْ حَيَاتُكَ لَمْ تَزَالِي | إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تُدْبِينَا |
| وَعَرَجَ بِالْبَقِيْعِ وَقَفَ وَكَارِي | ابْنَ حُبَيْبِ رَبِّ الْعَالِيْنَا |
| وَقُلْ يَا عَمُّ يَا الْحَسَنَ الْمَرْكَ | عِيَالِ اجْنُبِكَ أَضْوَاضًا يُعِينَا |
| أَيَا عَمَّاهُ أَنْ أَكَاكَ أَضْعَى | بَعِيدِ اعْنُكَ بِالرَّمْضَادِ رَهِينَا |
| بَلَارِاسٍ تَنْوَعُ عَلَيْهِ جَهْرًا | طُيُورُ الْوَحْشِ الْمَوْجُودِينَا |
| وَلَوْ عَايَنْتِ يَا مَوْلَاتِي سَاقُوا | حَرِيمًا لَا يَجْدُونَ لَهُمْ مَعِينَا |
| عَلَى مَتْنِ النَّاظِ بَلَاوْطَاءِ | وَشَاهَدَتِ الْعِيَالُ مَكْثِفِينَا |
| مَدِينَةُ جَدِّنَا لَا تُقْبَلِينَا | فَبِالْإِحْسَارَاتِ وَالْإِحْزَانِ جِئْنَا |
| خَرَجْنَا مِنْكَ يَا أَهْلِيْنَا جَمْعًا | رَجْعًا لَرِجَالٍ وَلَا يَبِينُنَا |
| وَكُنَّا فِي الْخُرُوجِ يَجْمَعُ شَمْلُ | رَجْعَنَا حَاسِرِينَ مُلْبَسِينَا |
| وَكُنَّا فِي أَبَانِ اللَّهِ جَهْرًا | رَجْعَنَا بِالْقَطِيعَةِ خَائِفِينَا |

وَمَوْلَانَا الْحُسَيْنَ لَنَا آتِيسُ
وَنَحْنُ الْفَائِعَاتُ يَلَا كَفِيلُ
وَنَحْنُ بَنَاتُ يَسَ وَطَةَ
وَنَحْنُ الطَّاهِرَاتُ يَلَا خَفَا
وَنَحْنُ الصَّابِرَاتُ عَلَى الْبَلَايَا
الْأَيَّاجِرْنَا بَلِغَتْ عَدَا
لَقَدْ هَتَكُوا النِّسَاءَ حَمَلُهَا
وَزَيْنَبُ اخْرَجُوهَا مِنْ حَبَاهَا
سَكِينَةَ تَشْتَكِي مِنْ حَزْجِ سَدِ
وَزَيْنُ الْعَابِدِينَ بِقِيدِ نَلِ
فَبِعِدْهُمْ عَلَى الدُّنْيَا تَرَابِ
وَهَذِي قِصَّتِي مَعَ شَرِّ حَالِ

وَجَعْنَا وَالْحُسَيْنَ بِهِ رَهِينَا
وَنَحْنُ النَّائِمَاتُ عَلَى اخِينَا
وَنَحْنُ الْبَاكِيَاتُ عَلَى ابْنِينَا
وَنَحْنُ الصَّارِقُونَ النَّاصُونَا
وَلَمْ يَرَوْا جَنَابَ اللَّهِ فِيْنَا
مَنَاهَا وَاشْتَفَى الْإِعْدَارُ فِيْنَا
عَلَى الْأَقْتَابِ قَهْرًا جَمْعِينَا
وَقَاطَمَ وَإِلَيْهِ قَبْدَى الْإِفِينَا
تَنَازَى الْعُوثُ رَبَّ الْعَالِيَيْنَا
وَلَا مَوَاقِفَتَهُ أَهْلُ الْخُوفَا
فَكَلَسَ الْمَوْتُ فِيْنَا قَدْسِينَا
الْأَيَّاسَامْعُونَ أَبُوكُو عَلَيْنَا

روضہ رسول اور آل رسول:

• جب مدینہ والوں جن میں اصحاب و اہل بیت عظام اور خواتین اور مردوں کو یہ معلوم ہوا کہ آل رسول علیہ السلام کا قافلہ آ رہا ہے تو وہ سب روتے ہوئے نکل آئے اور ہر طرف بے پناہ ہجوم ہی ہجوم تھا جب آل رسول کا یہ قافلہ سیدھا روضہ مصطفیٰ علیہ الخیرہ و النباء پر پہنچا تو سب روضہ اطہر سے لپٹ گئے اور روتے ہوئے ہدیہ صلوة و سلام عرض کیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا جَدًّا نَاكَ اَعِيَّةُ اِلَيْكَ وَلَدَاكَ الْحُسَيْنِ۔ اے نانا جان ہم آپ کے پاس آپ کے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنانے آئے ہیں۔ (۱) یا جَدَّاهُ اِلَيْكَ الْمُشْتَكِي مَنَّا جَزَى عَلَيْنَا قَوْلُ اللَّهِ مَا رَأَيْتُ اَقْسَى مِنْ يَزِيدَ وَلَا رَأَيْتُ كَافِرًا وَلَا مُشْرِكًا اَشْرَ اَمْنُهُ۔ (۲) اے جد بزرگوار جو کچھ ہم پر مصائب گزرے ہیں آپ کی بارگاہ اقدس میں ان کی شکایت کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہم نے یزید سے بڑھ کر کوئی شقی القلب اور کوئی کافر و مشرک اور شریر نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ کوئی درشت خوار و جفا کار دیکھا ہے وہ اپنی چھٹری ان کے دندان اقدس پر مارتا تھا۔

اَكَا حَبْلِكَ يَا جَدَّاهُ يَا خَيْرَ مَرْسَلِ
اَحَبَّكَ فَخَرُّوْنَا عَلَیْلًا مَوْجُلًا
سَيِّدِنَا كَمَا تَبْسَى الْاَمَاءُ وَمَسْنَا
اَبَا جَدِّا جَدَّاهُ بَعْدَكَ اَظْهَرَتْ

جَبِيْنَكَ مَقْتُولِ وَنُسَلَّكَ ضَائِعِ
اَسِيْرًا وَمَالِي حَارِي وَاَمْدَافِعِ
مِنْ الضَّرْمَا لَا تَحْتَمِلْهُ الْاَضَائِعِ
اَمْنِيَّةُ فِيْنَا مَكْرَهَا وَاَشْنَائِعِ

الغرض روتے اور اپنی زبانوں سے مصائب کا ذکر کرتے اس حال میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں لیکن زبان سے کوئی جملہ نہیں فرماتی ہیں اور دل پر جو گزر رہی ہوگی یا فرماتی ہوں گی وہ وہی جانتی ہیں۔ پھر سیدہ فاطمہ صغریٰ امام

حسین رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی جو مدینہ طیبہ میں تھیں وہ بھی تشریف لا کر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گلے لپٹی رہیں اور روتی رہیں پھر سیدہ سکینہ رضی اللہ عنہا اپنی چھوٹی بہن کو گلے لگایا۔

حضرت امام محمد ابن الحنفیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آئے اور سب کو اس حال میں دیکھ کر روتے رہے گویا کہ یہ ایک عجیب منظر تھا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد مقدسہ آج سب کچھ اسلام کے نام پر قربان کر کے ان کے روضہ اطہر پر جمع ہیں۔

آل رسول جنت البقیع میں

پھر یہ آل رسول جنت البقیع میں سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا اور ساتھ ہی امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر اطہر میں حاضر ہوئے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا یہاں ماں کی قبر اطہر پر حاضر ہیں لیکن منہ پیٹنا سینہ کو بی کرنا، بال نوچنا یا بین کرنا فطرتِ انسانی کے خلاف کوئی چیز نہ تھی ہاں البتہ تسلیم و رضا کے مجسمے اور صبر و رضا کی پتلی زبان سے ایک لفظ بھی ایسا نہ نکلا جو اس تعلیم کے خلاف ہو یا جس کی تعلیم ان کے نانا پاک علیہ السلام کا مذہب کر رہا ہے۔ حسرت اور بے کسی کی نظروں سے ماں کے مزار کو دیکھتی ہیں اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے زبان خاموش تھی مگر شدتِ الم و غم سے دل میں آپ بیتی کہہ رہی تھیں۔

امی جان! مدینہ سے بھرے ہاتھ گئی تھی اور خالی ہاتھ آئی ہوں۔ نانا جان کی امت نے اسلام کے نام پر عون و محمد چھین لیے۔ ہر روز کا طلوع و غروب ہونے والا آفتاب گواہ ہے۔ مگر کیا خبر تھی کہ زینب رضی اللہ عنہا دیکھتی رہ جائے گی اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کا پیارا حسین رضی اللہ عنہ ذبح کر دیا جائے گا۔ امی جان! آپ نے ہم کو بھوکا سلا یا اور سالکوں کے پیٹ بھرے آپ کسی جانور کو پیسا نہ دیکھ سکتی تھیں مگر نانا جان کے خاندان اور ان کے رفقاء اور پیارے حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے بچوں کو اس طرح بغیر قطرہ پانی کے حلال کیا جس طرح کبھی کسی قصائی نے بھی نہ ذبح کیا ہوگا۔ آپ کا سر سبز و شاداب اور لہراتا اور ہرا بھر باغِ قربان ہو گیا چند پھول ننھی کلیاں زینب کا ہی دل جانتا ہے کس مصیبت سے بچا کر لائی۔ اللہ ان کی عمر کو دراز کرے اور مسلمان شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ سے اسلام کے معنی سمجھیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور برادرِ حسن رضی اللہ عنہ کے مزار اور دیگر مزاراتِ بقیع پر فاتحہ پڑھنے کے بعد آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر آ گئے۔ سیدہ زینب کے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر نے بچوں کی شہادت کو صبر سے برداشت کرتے ہوئے فرمایا زینب کاش میں بھی حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر بلا میں ہوتا تو مجھے خوشی ہوتی کہ ان کے نام پر شہید ہو گیا ہوں اگر مجھ کو یہ سعادت نہیں مل سکی تو میرے بیٹوں کو مل چکی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ جس شریکۃ الحسین سیدہ زینب بنت علی الرضیٰ بشیرہ سید الشہداء شہید کر بلا رضی اللہ عنہا کا کئی مقامات پر ذکر مبارک کیا جا چکا ہے اب ان کے خصائل و فضائل پر بھی علیحدہ اجمالی ذکر کیا جائے۔

باب ۲۶

حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

ولادت

حضرت سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ از بطن سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت میں اختلاف پایا جاتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ کی ولادت پانچ جمادی الاولیٰ ۵۰ھ میں ہوئی۔ (الجواہر ص: ۱۵۰)

آپ کا نام آپ کی پیدائش کے کئی روز بعد رکھا گیا۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس بیٹی کا نام تجویز فرمائیں آپ نے فرمایا کہ ان کا نام حضور اقدس ﷺ رکھیں گے۔ کیا میں ان پر اس معاملہ میں سبقت کر سکتا ہوں کیونکہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں سفر پر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ جب حضور علیہ السلام حسب معمول اپنی بیٹی کے گھر تشریف لائے تو آپ نے بچی کو گود میں لیا تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اس کا نام تجویز فرمادیجئے۔ حضور اقدس علیہ السلام نے پھر ان کا نام زینب رضی اللہ عنہا رکھا۔ اور سینہ سے لگایا اور بچی کے ساتھ پیار فرمایا۔

تعلیم و تربیت

سیدہ کی تعلیم و تربیت کا اندازہ کیا گیا جاسکتا ہے جن کے نانا جان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جن کے ابا سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ماں سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور بھائی حسن و حسین رضی اللہ عنہما ہوں ایسے ماحول میں پرورش پانے والی شہزادی کی صفات کتنی بلند ہوں گی۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ فراست اور دانشمندی، قرآن و تفسیر، ادب و علم، کلام پر حاوی تھیں، زہد و تقویٰ، سادگی و پاکیزگی، عبادت و ریاضت، استقامت اور استقلال و صداقت اور جرأت اور تواضع و مہمان نوازی اور ایثار و قربانی ان تمام صفات کا سیدہ زینب بنت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا میں جمع ہو جانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ خاندانِ نبوت ﷺ میں پرورش پانے والی فی الحقیقت انہی صفات کی حامل تھیں۔ (الجواہر ص: ۱۵۰)

نبوت کا پیار

حضور اقدس ﷺ کو اپنی اس نواسی زینب کے ساتھ بہت پیار تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ نماز پڑھتے تو سیدہ بچی تھی تو آپ کے اوپر سوار ہو جاتیں اور جب تک وہ خود نہ اترتیں آپ سرسجدہ سے نہ اٹھاتے تا کہ سیدہ کی دل شکنی نہ ہو۔

ایک مرتبہ آپ کو سونے کا ہار کہیں سے تحفہ آیا تو آپ نے فرمایا میں یہ ہار اس کو پہناؤں گا جس سے زیادہ پیار ہے چنانچہ آپ

ہارے کرسیدہ زینب کے پاس آئے اور سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا کے گلے میں پہنا دیا۔ بعض نے کہا ہے کہ انگوٹھی آئی تھی۔ (ایضاً)
جب حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آخری حج فرمایا تو ایام طفلی زینب کبریٰ آپ کے ساتھ تھیں یہ واقعہ اچھا ہے۔
حضور اقدس رضی اللہ عنہ کا جب وقتِ رحلت قریب آیا تو آپ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میرے بچوں کو لاؤ سیدہ امام حسن رضی اللہ عنہ
و امام حسین رضی اللہ عنہ و ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور زینب رضی اللہ عنہا کو آپ کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہو گئیں۔ نانا جان کی حالت دیکھ کر بچے رو پڑے آپ
اس وقت سخت کرب و بے چینی میں تھے۔ بچوں کو دیکھ کر بڑے بھی رو پڑے۔ سیدہ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا نے امام الانبیاء رضی اللہ عنہ کے سینہ
اقدس پر ہاتھ رکھا۔ سرکار محمد رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھایا اور بچی کو اپنے ساتھ چٹالیا۔ شفقت کی نگاہ فرمائی سر پر ہاتھ پھیرا اور
ہاتھ پر بوسہ دیا۔ (ایضاً)

اخلاقِ فاضلہ

ایک مرتبہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پیار فرما رہے تھے تو آپ نے فرمایا یَا بِنْتِی قُولِی وَاحِد۔ بیٹی کہو ایک سیدہ
نے فرمایا "وَاحِدٌ" پھر فرمایا بیٹی کہو اِذْنِیْن۔ دو۔ آپ خاموش ہو گئیں فرمایا تَکَلَّمِی بِأَقْرَبُ عَیْنِی میری آنکھ کی ٹھنک بیٹی کہو۔ سیدہ نے
عرض کیا۔ یَا أَبَتَاکَ مَا أَطِیْقُ أَنْ أَقُولَ اِثْنِیْن بِلسانِ اَجْزَیْتَهُ بِالْوَاحِدِ۔ ابا جان مجھ میں یہ طاقت نہیں جس زبان سے ایک بار ایک
کہہ دیا اس زبان سے اب دو کہوں۔ سیدہ کا یہ شکفتہ و پیارا جواب سن کر آپ خاموش ہو گئے۔ اور مسکراتے ہوئے بیٹی کو سینے سے چٹالیا
اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ (ایضاً)

شباہت و شامِل

چہرہ مبارک نورانی اور ام المؤمنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے ملتا جلتا تھا۔ حضور رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے میری اس نواسی زینب
رضی اللہ عنہا کی شکل و شباہت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی طرح ہے۔ آپ کشیدہ قامت تھیں۔ چہرہ مبارک سے رعبِ حیدری اور جلالِ
نبوی رضی اللہ عنہ آشکار تھے۔ اعضاء مناسب آپ کی بزرگی و مہابت پر دال تھے۔ عصمت و حیاء میں سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مثل اور
فصاحت و بلاغت و طرزِ تکلم شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حلم و بردباری میں امام حسن کی مثل اور شجاعت و اطمینانِ قلب میں امام الشہداء
امام حسین کے ہم مثل تھیں۔ (الجواہر ص: ۱۵۱)

نکاح

آپ کا نکاح مبارک حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ عنہ پچا زاد بھائی سے کیا گیا اور مسجد میں آپ کا نکاح ہوا اور رسم نکاح نہایت
سادگی سے ادا ہوئی اور دوسرے روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعوت و لیمہ کی، جہیز میں کیا دیا گیا؟ اس کے متعلق معلوم ہوتا ہے کہ شیر خدا
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے مطابق دیا ہوگا۔

امورِ خانہ داری

گھریلو کام کاج کھانے پکانے کی سیدہ کو مہارتِ خاصہ تھی۔ شادی سے پہلے گھر کا تمام نظم و نسق سنبھالا ہوا تھا کہ جیسے ہر چیز کا سلیقہ
ان میں اعلیٰ طور پر تھا۔ دیکھ کر رشک ہوتا تھا اور شادی کے بعد اپنے گھر کو بھی اسی طرح سنبھالا اور غریبوں بے کسوں کی امداد کرتیں اور

گھر بیلو خرچ میں کفایت شعاری کرتیں۔ حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ زینب رضی اللہ عنہا بہترین گھر والی اور کھانے پکانے میں سیدہ کی طرح اعلیٰ بہترین کھانا تیار فرماتیں تھیں۔

شرم و حیا

یحییٰ بن مازنی کا بیان ہے کہ مدینہ منورہ میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے گھر کے جوار میں کافی عرصہ رہا ہوں۔ لیکن سیدہ زینب عالیہ رضی اللہ عنہا کو اس مدت میں مَازَ آئِدتْ لَهَا شَحْصًا وَلَا سَمِعْتُ لَهَا صَوْتًا۔ کبھی ان کا قد و قامت دیکھنے میں آیا نہ کبھی ان کی آواز سنی۔ ایک واقعہ یہ بھی آتا ہے کہ بچپن شریف میں تھوڑے سی عمر تھی کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا قرآن پاک کی تلاوت فرما رہی تھیں اور استغراق کا عالم یہ تھا کہ سر مبارک سے ردا اتر گئی اور مطلقاً خبر نہ ہوئی۔ سیدہ فاطمہ الزہراء ثمرۃ نبوت مآب سلام اللہ علیہا نے فرمایا بیٹی سر پر چادر کو کر لو بیٹی گو گھر میں کوئی غیر نہیں لیکن خدا کا مقدس قرآن اور ننگے سر۔ ایسی شہزادی کی پھر شرم و حیا کا کیا شان ہوگا جس کی مقدس ماں نے ایسا درس دیا۔ (الجواہر)

عظمت شوہر

جس سیدہ نے شوہر کی عظمت کا درس خاتونِ جنت جیسی ماں سے سیکھا اس بیٹی زینب نے اپنے شوہر کو کہاں تک خوش رکھنے کی کوشش کی ہوگی آپ نے اپنی پوری زندگی میں شوہر کے احترام اور عظمت اور ان کو خوش رکھنے کی پاسداری فرمائی کسی موقع پر انہیں رنجیدہ نہیں ہونے دیا۔ سیدہ کے شوہر حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہا مالدار اور اعلیٰ تاجر تھے روپیہ کی کوئی کمی نہ تھی۔ لیکن سیدہ نے کبھی بھی ان کی دولت کو اہمیت نہ دی۔ بلکہ جو کچھ ملتا وہ بھی غریبوں میں تقسیم فرمادیتیں اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بھی عادت تھی کہ جو کچھ کماتے سب لوگوں پر خرچ کرتے۔ ایک مرتبہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لیے دیا ہے کہ سب اس کے بندوں پر خرچ کرتا رہوں۔ یہی عادت سیدہ کی بھی تھی۔ مزاج، تعلقات، طبیعت سب اپنے شوہر کے مطابق تھی۔ رہا چھوٹے موٹے معاملات میں میاں بیوی میں معمولی شکر رنجی ہونا تو یہ دوسری چیز ہے سب جگہ ہوتی ہے کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا جس سے کسی خاص معاملہ میں ان کے درمیان شکر رنجی ہوئی ہو۔ سیدہ نے پوری زندگی اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا اور وہ ہر وقت ان سے خوش رہتے اور انہوں نے بھی پوری زندگی اپنی اس اہلیہ کو خوش رکھنے کی کوشش کی۔ زندگی میں شوہر سے جدائی کا ایک پہلا موقعہ یہ آیا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ جانے لگے تو سیدہ نے اپنے شوہر سے کچھ کہنا چاہا وہ یہ کہ مجھے اپنے بھائی کے ساتھ پیار ہے چاہتی ہوں کہ ان کے ساتھ چلی جاؤں نہ کہہ سکیں اور رو پڑیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سیدہ کو دیکھ کر خود مغموں ہو گئے اور بار بار رونے کی وجہ دریافت کرنے پر سیدہ نے کہا کہ بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کیساتھ جانے کو ان کی محبت مجبور کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اس سے بہت متاثر ہوئے اور فرمایا تم پریشان و غمگین نہ ہوتھیں اجازت ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ نے ایسی بات پر بھی سیدہ کی دل شکنی اس لیے نہ فرمائی کیونکہ آپ جانتے تھے کہ میری دل شکنی آج تک نہیں ہوئی اور خوش رکھا۔ لہذا اس بات پر اگر سیدہ خوش ہیں تو کوئی حرج نہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ زینب رضی اللہ عنہا جنگِ جمل ۳۶ھ اور صفین ۳۷ھ اور نہروان ۳۸ھ میں ساتھ تھے اور بہت اہم ذمہ داریاں ان کے سپرد تھیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد جب حسین رضی اللہ عنہ کوفہ سے مدینہ آ گئے تو

اس وقت بھی سیدہ اور ان کے شوہر ان کے ہمراہ آئے ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار تھے۔ لیکن سیدہ کا شوہر کے علاوہ زندگی کا بیشتر حصہ مصائب و صدمات میں گذرا۔ (الجواہر)

زہد و تقویٰ

دنیا کی زینوں اور لذتوں اور ساز و سامان اور عیش و عشرت اور مال و دولت، دنیاوی خوشحالی، دنیاوی راحت کو سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کبھی ترجیح نہ دی۔ سب کچھ ہوتے ہوئے آخرت کو ترجیح دی۔ یہ وہ خاصہ عظیم تھا جو کہ نبوت سے وراثت میں آپ کو حاصل ہوا تھا۔ شاید ہی ایسی کوئی اور مثال مل سکے۔ یہ آپ کے زہد اور تقویٰ کی بے مثل دلیل ہے اکثر عبادت و اطاعت میں اپنی زندگی بسر کر دی۔ آپ کی عبادت و اطاعت کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر نماز تہجد نہ چھوڑی۔ اکثر اوقات سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے یہ میری بہن تہجد گزار ہے اور اے میری بہن میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے لیے اس وقت دعا کیا کرو۔ ایسی معظّمہ، عابدہ، زاہدہ مقدس ہستی تھیں بلکہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حادثہ کربلا کے خونی منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ اور بعد میں اسیر ہو کر کوفہ آنے اور وہاں قیام کے دوران اور اس کے بعد دمشق جیسے سخت ترین سفر میں بھی۔ **إِنْ عَمِيَ زَيْنَبٌ فَلَكَ الْمَصَائِبُ وَالْمُحَنُّ النَّازِلَةُ بِهَا ظَرْيَقَتُهَا إِلَى الشَّامِ نَوَافِلَةُ اللَّيْلَةِ**۔ میری پھوپھی زینب علیہ رضی اللہ عنہا نے ان مصائب و شدائد کے باوجود اور جو شام کے سفر میں پیش آئے نماز تہجد ترک نہیں کی۔ (اینا)

ایمان و توکل

سیدہ کے صبر و شکر اور ایمان و توکل کا پورا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ اس کا عمدہ عملی مظاہرہ پیش فرمایا جب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مخدرات عصمت و طہارت کو اسیر کر کے وہاں سے گزارا گیا جہاں سید الشہداء کی لاش مطہرہ مع اعزہ و انصار کی لاشہائے مقدسہ بے گور و کفن بتتی ہوئی ریت پر خاک و خون میں غلطاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس وقت کوئی بھی یہ حال دیکھتے گھل جاتا۔ مگر امام رضی اللہ عنہ کی بہن صابرہ نے پورے صبر و ثبات اور یقین و اعتماد کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دست دعا بلند کر کے یوں عرض کیا۔ **إِلٰهِي تَقَبَّلْ مِنِّي هَذَا الْقَرْبَانَ**۔ اے الہ العالمین! اپنے دین کے تحفظ کے سلسلہ میں ہماری یہ قربانی قبول فرما۔ یہ سیدہ کے قول و فعل اور آپ کے معرفت الہی اور توکل علی اللہ کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی بین دلیل ہے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقعہ کربلا میں اور بعد کے مصائب میں سیدہ نے جس صبر و رضا کا ثبوت دیا اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ آپ کو اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کا حق انہوں نے کربلا اور بعد از کربلا اپنے عملی نمونہ سے پیش کیا ہے اس لیے آپ کو شریکتہ الحسین، عابدہ، صابرہ، زاہدہ، عالمہ، معلمہ بھی کہتے ہیں۔ کوفہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپ کے مکان میں آپ کو فہ کی عورتوں کو قرآن پاک کا درس دیا کرتی تھیں۔

الغرض ایثار اور قربانی اور دانشمندی اور استقامت و استقلال و صداقت و جرأت و تواضع، مہمان نوازی، زہد و تقویٰ، عبادت و دریاخت، اخلاق، سادگی، پاکیزگی ان تمام صفات کا سیدہ میں جمع ہونا ان کے شایانِ شان تھا۔ جیسا کہ اس کی کچھ تفصیلات گذشتہ بابوں میں بیان کی جا چکی ہے۔ (اینا)

فرمایا امانت سے خبردار ہو زینب
 ہم جاتے ہیں تم قافلہ سالار ہوزینب
 یہ دین کی آواز تھی ایماں کی ضرورت
 یہ آہ تھی پیغام شہیدان کی ضرورت
 شبیر کو تھی اس دل سوزاں کی ضرورت
 تفسیر ہو جس طرح قرآن کی ضرورت
 ایمان کی منہ بولتی تصویر تھی زینب
 شبیر کا سرکٹتے ہی شبیر تھی زینب
 عجیب کام کیا تو نے مرجا زینب
 معین مقصد سلطان کربلا زینب
 حسین منزل حق ہیں تو حق نما زینب
 سلام بھیجتے ہیں اپنی شہزادی پر
 کہ جس کو سوپ گئے چلتے وقت گھر کا سرور
 مسافرت نے عجب بے بسی یہ دکھلائی
 نار کر دیے بچے نہ بچ سکا بھائی
 جو کچھ ہے میرے پاس وہ قربان ہے بھائی
 وہ بیٹے ہیں اور ایک میری جان ہے بھائی

وصال

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے وصال کی تاریخ میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن کثرت رائے یہ ہے کہ پندرہ رجب المرجب ۶۲ھ میں اس وقت ہوا جب کہ حضرت عبداللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے سفر میں جا رہے تھے تو راستہ میں دمشق کے قریب ان کا انتقال ہو گیا اور وہاں ہی آپ کو دفن کیا گیا۔ بعض نے آپ کا انتقال مدینہ منورہ اور بعض نے قاہرہ اور بعض نے دمشق بتایا ہے۔ لیکن صحیح یہی ہے۔ (ایضاً)

مقبرہ اقدس

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے جس طرح تاریخ وصال میں اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح آپ کے مدفن شریف، مزار میں بھی اختلاف شدید پایا جاتا ہے۔ بعض نے ان کا مدفن مدینہ منورہ درجنت البقیع بیان کیا ہے اور بعض نے قاہرہ (مصر) میں بیان کیا ہے اور اکثر کا اتفاق دمشق کے قریب بمقام زینبیہ اس جگہ کا نام پڑ گیا ہے وہاں پر آپ کا مزار اقدس ہے۔

ست زینبیہ یا زینبیہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو دمشق شہر سے چار میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی طرف ہے۔ دمشق سے بیس یہاں آتی جاتی رہتی ہیں۔ پختہ سڑک ہے اور سڑک کے دونوں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔ مقام زینبیہ سے میل سے ہی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا مزار اقدس دور سے سبز رنگ کا نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ مزار اقدس کی بیرونی عمارت کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ مسجد کی طرف اور دوسرا مزار کے دروازہ کے نزدیک ہے جس پر لکھا ہوا ہے سیدہ زینب کبریٰ بنت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہا کا نہایت عظیم الشان مزار اقدس ہے آپ کے روضہ کے قریب بائیں جانب زائرین کے لیے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ ایک بلند مینار بھی ہے۔ روضہ کے دروازے پیتل کے بنے ہوئے ہیں اور قبر اوسط درجہ کے چوکور ہال میں ہے فرش سنگ مرمر کا ہے جس پر قیمتی قالین بچھے ہوئے ہیں۔ قبر کے چاروں طرف چاندی کا خوبصورت کٹہرہ ہے جالی میں چاندی کے موٹے موٹے گولے ہیں۔ جالی کے نیچے ۱۸۷۷ء مونا تہہ کا بارڈر ہے۔ تابوت کے اوپر چھت میں سونا ہے۔ تابوت شیشہ کے صندوق میں ہے۔ قبر مبارک پر قیمتی کیڑے اور ان پر سونے کا تاج رکھا ہوا ہے۔ روضہ کی چھت میں جڑے ہوئے شیشے چمکتے ہیں۔

بوستان آرام گاہ دختر شیر خدا
سجدہ کن درگاہ نور دیدہ خیران درا
تانبور معرفت چشم خرد سازی نبور
توتیائی دیدہ کن اس خاک پر قدرو امارا

شیخ ابوبکر الموصلی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارہ سال متواتر سیدہ زینب الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بارگاہ اقدس میں حاضر دی۔ میرا طریقہ یہ تھا کہ جب میں حاضر ہوتا تو روضہ اطہر کے اندر نہیں جاتا تھا بیرونی حصہ پر قدموں مبارک کے سیدہ میں کھڑا ہو جاتا اور سلام پڑھتا اور واپس آ جاتا۔ یعنی ادب و احترام کے پیش نظر اندر جانے کی جرأت نہ کرتا۔ فرماتے ہیں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدہ زینب مزار اقدس سے باہر نکلیں آپ کی عزت و شان و جلالت و قار کو دیکھا اور فرمایا۔

زَادَكَ اللَّهُ أَكْبَارًا إِنَّ جَدِّي وَأَصْحَابَهُ كَأَنَّهُمْ زُورُونَ أَفَرَّ
اَلْأَيْمَنُ بَعْدَ مَوْتِهَا۔
اے بیٹے اللہ تیرے ادب کو اور زیادہ کرے بے شک میرے نانا جان اور آپ کے اصحاب، ام ایمن جس نے آپ کو پالا تھا اس کی وفات کے بعد زیارت کیا کرتے تھے۔

واضح رہنا چاہیے کہ سیدنا عبد اللہ ابن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے شوہر کا مزار دمشق کے جامع صغیر نامی قبرستان میں ہے۔

باب ۲۷

نافرجام قاتلانِ امام کا عبرت ناک انجام یزید کی ہلاکت، سنگباری اور آگ

آخر کار یزید پلید تین برس سات مہینے حکومت کرنے کے بعد پندرہ ربیع الاول شریف ۶۴ھ کو جس روز اس کے حکم سے کعبہ معظمہ کی بے حرمتی کی گئی تھی اتنا بیس برس کی عمر میں تڑپ تڑپ کر زمین پر ایڑیاں رگڑتا ہوا اور چیخ و پکار کرتا ہوا سسک سسک کر مر گیا۔ اس کے گھروالوں میں سے بھی کوئی اس کے نزدیک نہ ہوا۔

گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق حرمین شریفین کی اہانت کرنے والا نمک کی طرح گھل کر ہلاک ہو گیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نداء کی کہ اے لوگو! اہل شام آج تمہارا طاغوت ہلاک ہو گیا یہ خبر سنتے ہی وہ لوگ بھی ذلیل و خوار ہو گئے۔ جو کعبہ اللہ کی بے حرمتی کر رہے تھے اور اہل مکہ کو بھی اس کے مرنے سے نجات ملی جو اس کے حکم سے تباہی مچار رہے تھے۔ (امیات)

دمشق کے پرانے قبرستان باب الصغیر کے کچھ آگے یزید کی قبر کا نشان تھا جس پر آج سے کئی سالوں پہلے لوگ اینٹیں پتھر مارتے تھے اور اکثر اینٹوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا وہاں اب شیشہ، کانچ، لوہا، گلانے کی بھٹی لگی ہوئی ہے اس کارخانہ میں شیشے کے برتن بنائے جاتے ہیں اس لوہے اور کانچ کو گلانے کی آگ والی بھٹی بالکل ٹھیک جس جگہ قبر تھی وہاں بنی ہوئی ہے۔ گویا یزید کی قبر پر ہر وقت آگ جلتی رہتی ہے۔ (تاریخ کربلا)

نہ وہ یزید کی جفا ہی نہ وہ عبید کا ستم رہا
رہا تو نام حسین زندہ جسے رکھتی ہے کربلا

مختار بن ابوعبیدہ ثقفی

مختار قبیلہ ثقیف کا فرد تھا اور طائف کا باشندہ تھا یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا تھا۔ جن کا شمار سید عالم ﷺ کے اصحاب میں ہوتا ہے اس لیے کہا جاتا ہے مختار بن ابوعبیدہ۔ مختار بن ابوعبیدہ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور اس کا شمار کوفہ کے رؤساء میں ہوتا تھا جیسا کہ سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کوفہ پہنچنے پر سب سے پہلے آپ اسی مختار کے گھر قیام پذیر ہوئے۔

جب کوفہ کے حالات خراب ہو گئے تو مختار نے کوفہ کی سکونت ترک کر دی۔ تو وہ کوفہ کے باہر اپنی ملکیتی بستی جس کا نام تغابہ وہاں چلا گیا۔ جہاں اس کی جائیداد اور باغات وغیرہ ذاتی ملکیت تھے وہاں رہائش اختیار کر لی۔ پھر سیدنا امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت

ہانی بن عمرو کے ہاں قیام فرمایا۔ جنہوں نے اپنے جلیل مہمان کی خاطر اپنی جان قربان کر دی تھی۔

جب عبید اللہ ابن زیاد نے ان عظیم شخصیتوں کو گرفتار کر کے شہید کر ڈالا تو اس دوران ہی اس نے مختار بن ابوعبیدہ کو تغلبستی سے گرفتار کر کے قید کر دیا کیونکہ اسے شبہ تھا کہ یہ بھی آلِ رسول ﷺ کا محب ہوگا۔ جیسی اس نے امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو اپنے گھر میں پناہ دی تھی۔ ان خطرات کی بناء پر پھر یہ مختار قید میں رہا۔ یہاں تک کہ واقعہ کربلا کے بعد تادیر اس کو عبید اللہ ابن زیاد نے قید میں ہی رکھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے لے کر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادتِ عظمیٰ اور اس کے بعد تک مختار کا کہیں نام نہیں ملتا۔ اب جب یزید کو شہادتِ امام کے بعد اپنی حکومت کا خطرہ پڑا تو ان دنوں موقعہ پر کسی طریقہ سے مختار بن ابوعبیدہ ثقفی نے حضرت عبید اللہ ابن عمر بن حنظلہ کے ہاں مختار کی حقیقی بہن صفیہ تھی ان کو خط بھجوایا کہ مجھے قید سے رہائی دلائی جائے۔ حضرت عبید اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر پاتے ہی یزید پلید کو لکھا کہ تمہارے کوفہ کے حاکم عبید اللہ ابن زیاد نے مختار کو گرفتار کر رکھا ہے اس کو بہتر ہے کہ فوری طور پر رہا کرو۔ یزید کو جب یہ پیغام ملا تو اس نے مصلحتاً یعنی اپنی سلطنت پر مزید خطرات سے بچنے کے لیے عبید اللہ ابن زیاد کو حکم دیا کہ وہ فی الفور مختار کو رہا کر دے۔ چنانچہ یزید کا حکم پاتے ہی چند ہدایات جاری کر کے رہا کر دیا گیا۔ (حیات)

مختار بن ابوعبیدہ کا دورِ حکومت

یزید پلید کی ہلاکت کے بعد حضرت عبید اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ مگر شام کے لوگوں نے مرگ یزید کے بعد یزید کے بیٹے معاویہ ابن یزید کی بیعت کر لی مگر اس نے خلع بیعت کر لیا اور تین ماہ چالیس روز کے بعد وفات پائی۔ اس کی عمر اکیس سال اٹھارہ دن تھی۔ اس کے مرنے کے بعد اہل مصر و شام نے بھی حضرت عبید اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ پھر مروان بن حکم نے خروج کیا اور اس کو مصر و شام پر قبضہ حاصل ہوا اور ۶۵ھ میں وفات پائی۔ پھر اس کی جگہ اس کا بیٹا عبدالملک اس کا قائم مقام ہوا اور عبدالملک کے عہد میں مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کوفہ کا حاکم ہوا۔

مختار کی مدح و قدح پر اختلاف

اگرچہ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے اس کی تعریف میں اور بعض نے اس کی مخالفت میں بیان دیے ہیں لیکن جہاں تک حقیقت کے اعتراف کا تعلق ہے وہ قدح کرنے والوں کے نزدیک بھی یہ مانا گیا ہے بلکہ لکھا گیا ہے کہ مختار سے قدرتِ کاملہ نے جو کام قاتلانِ امام اور واقعہ کربلا کے ظلم و ستم کا انتقام اس سے جو لینا تھا وہ مختار کے ذریعے سے لیا۔ اس لیے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ شانِ خداوندی ہے کہ وہ بے مایہ ذروں سے آفتاب کا کام لیتا ہے۔ چنانچہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مختار کو کوفہ کا حاکم بنایا اور اس کے ہاتھوں سے ظالموں کو کفرِ کردار تک پہنچایا۔ (حیات)

کربلا کا انتقام

یزید اور عبید اللہ ابن زیاد اور عمرو ابن سعد کے دماغوں میں جہانگیر سلطنت کے نقشے کھینچے ہوئے تھے دنیا پر ستار ان سیاہ باطن اور مغرورانِ تاریک دل کیا امیدیں باندھ رہے تھے اور سرکارِ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ان دشمنانِ حق کو کیسی توقعات تھیں۔ لشکریوں کو گراں قدر انعامات کے وعدے دیے گئے۔ سرداروں کو عہدے اور حکومت کا لالچ دیا گیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ فقط

سرکارِ امام کا ہی وجود ہمارے لیے عیش و دنیا سے مانع ہے۔ یہ نہ ہوں تو تمام کرۂ زمین پر یزید یوں کی سلطنت ہو جائے اور ہزاروں برس کے لیے ان کی حکومت کا جھنڈا اگڑ جائے۔

مگر ظلم کے انجام اور قہرِ الٰہی کی تباہ کن بجلیوں اور در و سیدگانِ آلِ نبوت کی جہاں برہم کن آہوں کی تاثیرات سے بے خبر تھے۔ انہیں نہیں معلوم تھا کہ خونِ شہدائے کربلا رنگ لائے گا اور سلطنتوں کے پرزے اڑ جائیں گے اور ایک ایک شخص جو قتلِ امام میں شریک ہوا طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوگا۔

ظالموں کی قوم ہوگی۔ مختار کے گھوڑے ان کو روندتے ہوں گے۔ ان کی جماعتوں کی کثرت ان کے کام نہ آئے گی ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ سولیاں دی جائیں گی۔ لاشیں سڑیں گی۔ دنیا میں ہر شخص تف تف کرے گا۔ ان کی ہلاکت پر خوشیاں منائی جائیں گی دل چھوڑ کر بجزوں کی طرح بھاگیں گے اور جوہوں اور کتوں کی طرح انہیں جان بچانی مشکل ہوگی۔ جہاں کہیں پائے جائیں گے مار دیے جائیں گے۔ دنیا میں قیامت تک ان پر نفرت و ملامت کی جائے گی۔

اب وعدہ خداوندی ظاہر ہو گیا۔ **وَسَبِّعَلَمْ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَتَى مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ**۔ ظالموں نے جیسا ظلم کیا قریب ہے کہ ان پر پلٹے گا۔ مختار نے عہدہ سلطنت سنبھالتے ہی اعلانِ عام کر دیا کہ جن لعنتیوں نے نواسہ سید الاربر سیدنا امام حسین علیہ السلام اور ان کی اولاد اور عزیز و اقارب اور رفقاء و احباب پر کربلا میں ظلم کیے ہیں اور ان کو بیدردی کے ساتھ شہید کیا ہے۔ اب وہ اس کی سزا کے لیے تیار ہو جائیں اور حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ جو وعدہ ہے کہ خونِ امام حسین علیہ السلام کے بدلے ستر ہزار شقی مارے جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اب ان میں کوئی بھی نہ بچ سکے گا۔ (حیات)

قاتلانِ امام عالی مقام علیہ السلام کے گھروں کا ڈھایا جانا اور قتل کرنا

مختار نے پولیس کا سربراہ افسر عبداللہ بن کامل شاکری مقرر کیا اور فوج کا سربراہی افسر ابو عمرہ مقرر کیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ مکانوں کے گرانے کے تمام آلات جمع کر لیے جائیں۔ چنانچہ جب تمام سامانِ مکانات ڈھانے والاجع کر لیا گیا تو حکم دیا کہ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قاتلان کو چن چن کر ان کے گھروں کو ڈھایا جائے اور ساتھ ہی ان افراد کو قتل بھی کر دیا جو کہ کربلا میں ظلم و ستم میں شریک تھے۔

چنانچہ پولیس و فوج کے آدمیوں نے ایسے تمام افراد کے گھروں کو گر دیا اور ان افراد کو قتل کر ڈالا جو سرکارِ امام علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے پھر ان کی لاشوں کو جلادیا گیا۔

راہِ فرار اختیار کرنے والوں کا تعاقب کر کے مارا جانا

جب مختار کے اس حکم پر عمل شروع ہوا تو کئی ملعون کوفہ سے باہر ادھر ادھر شہروں میں بھاگنے شروع ہو گئے۔ جب مختار کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے پولیس اور فوج کو حکم دیا کہ ہر طرف ناکہ بندی کر لو اور بھاگنے والوں کا پیچھا کر کے ان کو جہاں کہیں پاؤ مار ڈالو۔ چنانچہ جب ایسے لوگوں کا تعاقب کیا گیا تو ان کو جہاں کہیں دور دراز چلے گئے پا کر مار ڈالا گیا جن کی تعداد سینکڑوں تھی۔ (ایضاً)

یزیدی فوج کے وہ افراد جن کو ٹکڑے کر کے آگ لگا دی

مختار نے ایک حکم خاص دے رکھا تھا جن میں صرف وہ اشخاص تھے جو یزیدی فوج کے افسر اور خاص ظلم و ستم کرنے میں کربلا میں آگے تھے ان ناموں کی فہرست کے مطابق ان سب کو گرفتار کیا گیا اور مختار کے پاس پیش کئے گئے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ مالک ابن نسر و سر جہنی جس نے سرکار امام کے سر اقدس پر تلوار کا وار اس وقت کیا جب آپ زخموں سے چور زمین پر گرے تھے اور اٹھنا چاہتے تھے کہ اٹھانہ جاتا تھا کہ اچانک اوپر سے اسی ملعون نے بھرپور وار کیا کہ امام کا سر مبارک شکافتہ ہو گیا۔ اس کو گرفتار کیا گیا۔

۲۔ حرمہ ابن کامل اہدی۔ یہ وہ ملعون تھا جس نے شہزادہ علی اصغر رضی اللہ عنہ امام رضی اللہ عنہ کے طفل شیر خوار کو پانی کا قطرہ دینے کی بجائے اس زور سے تیر مارا کہ شہزادہ نے تڑپ تڑپ کر آغوش میں جان دے دی۔ اس کو گرفتار کیا گیا۔

۳۔ حکیم بن طفیل یہ وہ ہے جس نے سرکار امام کی پیشانی اقدس پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ آپ کا سر اقدس چکرا گیا اور غیبی آواز آئی۔ ظالمو! کس پیشانی پر تیر مارا ہے۔ مَسْحَ الثُّبِيِّ جَبَّيْقَةً۔ جس پیشانی کو سو روکون و مکان نے بوسہ دیا ہے اس ملعون کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۴۔ خولی بن یزید اصبحی۔ یہ وہی ملعون ہے جس نے سرکار امام کے سر اقدس کو نیزہ کی نوک پر چڑھایا۔ اور کوفہ کے بازاروں میں پھرایا۔ ایسی توہین و تحقیر متی کرنے والے کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۵۔ عمرو بن الحجاج زبیدی۔ یہ وہ ملعون تھا جو نہر فرات پر آل رسول ﷺ کو پانی کی ایک بوند نہ لینے پر متعین افسر تھا اور نا کہ بندی کر رکھی ہوئی تھی اور آل رسول ﷺ کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دیا اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۶۔ شمر ذی الجوشن مخوس۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام عالی مقام کو زخموں کی حالت میں چور چور پا کر کربلا کے میدان میں سر اقدس کو تن اقدس سے جدا کیا اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۷۔ بجدل بن سلیم کلبی۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کی چاندی کی انگوٹھی اتار لی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکار امام رضی اللہ عنہ کی انگلی مبارک بھی ساتھ قلم کر دی تھی۔ اس کو بھی پکڑ کر لایا گیا۔

۸۔ زید بن وقاد۔ یہ وہ ملعون ہے جس نے آل رسول ﷺ کے کئی نفوس مقدسہ پر حملے کیے تھے اس کو بھی گرفتار کر کے لایا گیا۔

۹۔ عمرو بن صلیح صدائی (میدادی) اس ملعون نے بھی بڑھ چڑھ کر آل رسول ﷺ کے نفوس عالیہ پر حملے کیے۔

۱۰۔ قیس بن اشعث۔ وہ ملعون ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ کے کندھے مبارک کی چادر اقدس کو اتار لیا تھا اس کو گرفتار کر کے لایا گیا۔

۱۱۔ سنان بن انس نخعی یہ وہ شقی ازلی ہے جس نے سرکار امام رضی اللہ عنہ کو کربلا میں جب تیروں سے چھلنی گھوڑے پر سوار تھے اور بدن اقدس خون سے نہا رہا تھا تو آپ کی کمر مبارک پر اس قدر زور سے تیر مارا کہ شہزادہ کو نین گر پڑے۔

۱۲۔ نصر بن خرشہ۔ ۱۳۔ عثمان بن خالد۔ ۱۴۔ بشیر بن حوط۔

۱۵۔ عبد اللہ بن صلحت۔ ۱۶۔ عبد الرحمن بن صلحت۔ ۱۷۔ مرہ بن منقا۔

- ۱۸۔ محمد ابن اشعث۔ ۱۹۔ عبداللہ بن عمروہ نخعی۔ ۲۰۔ عبداللہ بن عتبہ غنوی۔
 ۲۱۔ شہبث بن ربعی۔ ۲۲۔ اسماء بن خارجہ عتقراری۔ ۲۳۔ اسحاق بن حیوۃ۔
 ۲۴۔ اخنس بن مرشد۔ ۲۵۔ رجاہ بن منقذ عبدی۔ ۲۶۔ سالم بن خثیمہ۔
 ۲۷۔ واحظ بن فاعم۔ ۲۸۔ صالح بن وہب۔ ۲۹۔ ہانی بن شہیت۔
 ۳۰۔ اسید بن مالک۔

ان میں اسحاق بن حیوۃ ملعون سے ہانی بن شہیت تک اور دو افراد سابقہ کل دس آدمی وہ ہیں جنہوں نے سرکارِ امام کی شہادتِ عظمیٰ کے بعد آپ کی لاش مقدس پر گھوڑوں کو دوڑا کر پامال کیا۔ یہ سب گرفتار کر کے مختار کے پاس لائے گئے۔

یہ تھے وہ تیس افراد جن کا بمعہ ناموں کے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ دوسو بیس افراد ایسے تھے یعنی کل اڑھائی سو افراد وہ یزیدی جنہوں نے عبید اللہ ابن زیاد کے ساتھ مل کر کر بلا میں ظلم و ستم کیا تھا ان سب کو برسرِ عام کوفہ دارالامارت کے باہر لٹکایا گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور سسکا سکا کر ان کے ٹکڑے کیے گئے۔ سر علیحدہ کر دیے گئے اور تمام نجس لاشوں کے ٹکڑے کر کے زمین پر گرا دیا گیا اور پھر مختار نے ان ٹکڑوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندنا اور ان کی ہڈیاں گوشت پسلیاں سب چکنا چور کر دیں۔ اس کے بعد تمام لاشوں پر تیل گرا کر اور لٹکیاں ڈال کر آگ لگا دی۔ اس ذلت و رسوائی کے ساتھ مارے گئے۔ **تَحْصِیرُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ**۔ پھر ان سب ظالمان ستم شعار مغرورانِ نابکار کے نجس سروں کو دشتِ بدشت پھرایا اور دنیا میں کوئی ان کی بے کسی پر افسوس کرنے والا نہیں۔ ہر شخص ملامت کرتا ہے اور نظرِ حقارت سے ان کے ذلیل ہو کر مرنے کے بعد بھی خوش ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے مختار کے اس کارنامے پر اظہارِ فرح اور دشمنانِ امام سے بدلہ لینے پر مبارکباد دی۔ (سوانح کر بلا)

کر بلا میں یزیدی فوج جس کی تعداد تیس ہزار تھی اس کی کمان عمرو ابن سعد کے ہاتھ تھی اور اس کو یزیدی حکومت نے رے کی حکومت دینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ مختار نے اس کے بیٹے حفص کو بلوایا اور کہا تیرا باپ کہاں ہے۔ کہنے لگا وہ خلوت نشین ہے یعنی باہر آتا جاتا نہیں ہے۔ مختار نے کہا اب وہ رے کی حکومت کہاں ہے جس کی چاہت میں فرزندِ رسول، ابنِ بتول سے یوفائی کی تھی۔ اب خلوت نشین کیوں ہوا اس وقت کیوں نہ خلوت نشین ہوا۔ مختار کو کچھ جواب نہ دے سکا۔ پھر مختار نے اس کو گھر سے بلوایا اور کہا ظالم کہاں ملک رے کی حکومت جس کے لالچ میں تونے کر بلا میں ظلم و ستم کیا۔ عمرو ابن سعد کچھ جواب نہ دے سکا اور اپنی جان بچانے کے لیے ہر ممکن مختار سے واسطے ڈالے لیکن مختار نے کہا ظالم جب نواسہ رسول ﷺ نے تجھ سے بار بار بات چیت کی تو اس وقت تو نے کوئی امن کی بات نہ مانی اور کہتا تھا میں مجبور ہوں۔ آج میں بھی خدا کے حکم پر انتقام لے رہا ہوں میں بھی مجبور ہوں تمہیں بھی نہیں چھوڑا جائے گا۔ (سوانح کر بلا)

مختار نے حکم دیا کہ جس طرح ظالم نے امام کے جوان بیٹے علی اکبر رضی اللہ عنہ شہید کئے تھے اس کے سامنے پہلے اس کے بیٹے حفص کو مارا جائے۔ حکم ملنے پر حفص کو دو ٹکڑے کر دیا گیا اس کے بعد حکم دیا کہ عمرو ابن سعد کی گردن اڑا دو۔ حکم ملنے پر اس کی گردن اڑادی گئی۔ مختار نے پھر حکم دیا کہ ان کے ٹکڑے کر کے آگ لگا دو۔ چنانچہ ان کو نذر آتش کر دیا گیا۔ **تَحْصِیرُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ**۔ اور سر علیحدہ رکھوا دیے گئے۔

مختار کے لشکر کی ابنِ زیاد کی لشکر سے موصل پر جنگ ابراہیم ابنِ الاشتر کی فتح اور ابنِ زیاد کی ہلاکت

مختار نے ابراہیم ابنِ الاشتر کو بیس ہزار کا لشکر دے کر کہا کہ عبید اللہ ابنِ زیاد جو موصل میں تیس ہزار مسلح لشکر کے ساتھ قیام پذیر ہے اس کے ساتھ جنگ کرو اور اس کے ساتھیوں کو مار ڈالو اور ابنِ زیاد کو مارنے کے بعد اس کا سر میرے پاس کوفہ دار الامارت لایا جائے۔ اس کا حکم ملنا تھا کہ ابراہیم ابنِ الاشتر نے اپنے لشکر کو لے کر منازل سفر طے کر کے شام کو موصل سے پانچ فرسخ اس طرف نہر فرات پر پہنچ کر اپنا لشکر گاہ قرار دیا اور ساری رات ابراہیم ابنِ الاشتر سوئے تک نہیں بلکہ لشکر کی تیاری میں رہے۔ دوسری طرف عبید اللہ ابنِ زیاد کا لشکر تھا صبح کی نماز کے بعد دونوں طرف سے شدید گھمسان کی جنگ ہوئی۔ طرفین سے تیروں و تلواروں و نیزوں کی بارش شروع ہوئی۔ لوہے سے لوہے ٹکرانے کی وجہ سے اس قدر شور و غل بلند ہوا کہ میدانِ جنگ لوہاروں کا بازار معلوم ہونے لگا۔ تلواروں سے تلواریں ٹکرائیں اور چنگاریاں ہی نظر آنے لگیں۔ میدانِ جنگ ایک تاریکی میں نظر آنے لگا۔

اسی اثناء میں نمازِ ظہر کا وقت آیا تو ابراہیم ابنِ الاشتر نے حکم دیا کہ میرے لشکر کی نماز کی تیاری کریں۔ غبارِ جنگ اٹھا اور نمازِ ظہر ابراہیم ابنِ الاشتر نے بمعہ ساتھیوں کے ادا کی۔ دیکھا گیا کہ طرفین سے سینکڑوں افراد مارے گئے۔ اسی اثناء میں دوبارہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ دیکھا گیا کہ ابنِ زیاد کے لشکر والے بھاگنے شروع ہو گئے۔ اتنے میں ابراہیم ابنِ الاشتر کے لشکر نے تعاقب کیا اب دوسری طرف نہر تھی اور یہ شامی اگر پیچھے ہٹتے تو مارے جاتے اور آگے بڑھتے تو ڈوبتے۔ اتنے اس طرح مرے نہیں تھے جتنے نہر میں ڈوب کر گر کر مرتے رہے۔ اس تعاقب میں شامیوں کا بڑا جرنیل شرحیل بن ذرا الکلاح بھی مارا گیا۔ جب ابراہیم ابنِ الاشتر کو اللہ تعالیٰ نے فتح و غلبہ دیا۔ اور جنگ موقوف ہو گئی تو ابراہیم ابنِ الاشتر نے کہا کہ میں نے ایک ایسا آدمی مارا ہے جو نہر کے کنارے مرا پڑا ہے اس کی ٹانگیں مغرب کی طرف ہیں۔ اور اوپر کئی خول ڈال رکھے تھے۔ میرا اندازہ ہوا کہ یہی ابنِ زیاد ہے۔ اب تم اس جگہ جا کر دیکھو۔ اگر وہی ہے تو بتاؤ۔ ورنہ اس کی تلاش کرو کہ وہ کہاں پر مرا پڑا ہے اس کے نجس سر کو مختار کے پاس بھیجنا ہے۔

چنانچہ تلاش کے بعد اس جگہ پر لشکر لگے۔ تو پہچانا اور جانا گیا کہ ہاں یہی عبید اللہ ابنِ زیاد مرا پڑا ہے۔ ابراہیم ابنِ الاشتر آئے اور انہوں نے تلوار مار کر سر علیحدہ کیا اور باقی لاشِ نجس کو آگ لگانے کا حکم دیا۔

عبید اللہ ابنِ زیاد اور اس کے دو ساتھیوں کے مختار کی عدالت کوفہ دار الامارت میں شقی ازلی ظالم کے نجس سر

اب ابراہیم ابنِ الاشتر نے عبید اللہ ابنِ زیاد ملعون کا نجس سر حصین ابنِ نمیر کا نجس سر اور شرحیل ابنِ ذرا الکلاح کا نجس سر ایک بوری میں ڈالے اور کوفہ دار الامارت مختار کی عدالت میں پیش کر دیے۔ مختار نے جب ابنِ زیاد کا نجس سر دیکھا تو جوتے مارے۔ جب ان سروں کو اسی جگہ رکھا گیا جہاں آج سے چھ سال قبل عبید اللہ ابنِ زیاد کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور سرِ اقدس امام رکھا گیا تھا اور آج مختار کرسی عدالت پر بیٹھا ہوا ہے اور اس ملعون کا سر نجس پڑا ہوا ہے۔ مختار نے کہا اس نے امام کے ہونٹوں مبارک پر چھڑی مار کر گستاخی کی تھی اور آج میں اس ملعون پر جوتے مار رہا ہوں۔

اس کے بعد مختار نے حکم دیا کہ آج ظالم نابکار شقی ازلی ملعون ابنِ زیاد کے نجس سر کا تماشا دیکھو۔ جو نبی لوگوں کے کانوں میں اس کی خبر ہوئی۔ تو لوگ خوشیوں کے ساتھ دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے کہ آج مغرور فرعونِ ظالم کی ہلاکت کا جشن منایا جا رہا ہے۔ اور ذلت اور

رسوائی کے ساتھ اس کا نجس سر پڑا ہوا ہے۔

قدرتِ خداوندی سے ظالم سروں پر اڑدھا کا مسلط ہونا

اسی اثناء میں عمارہ ابن عمیر بیان کرتے ہیں:

کہ جب عبید اللہ ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر رکھے گئے اور میں اس وقت ان لوگوں کے پاس موجود تھا جب کہ وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ وہ آگیا آگیا اتنے میں ایک اڑدھا نے آ کر ان سروں میں گھسنا شروع کر دیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنے میں گھستا اور تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر آ جاتا۔

لَمَّا يَجِيْ بِرَأْسِ عَبِيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ وَ اَصْحَابِهِ نَفْسَتْ رُؤُسَهُمْ فِي رَحْبَةٍ دَارَ الْأَمَارَةِ فَأَتَيْتُ الْيَهُمَ وَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ جَارَتْ فَاذْ حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ فَجَعَلْتُ تُخَلِّلُ الرُّؤُسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي سَعْرِ عَبِيْدِ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ ثُمَّ عَادَتْ فَدَخَلَتْ فِيهِ وَفَعَلْتُ ذَلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا. (کسری ج ۲ ص ۱۵۰)

اس واقعہ کو امام ترمذی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی صحیح سند میں بیان فرمایا ہے اور تین دن تک لوگ متواتر یہ منظر دیکھتے رہے اور تف تف کرتے رہے۔ آج کوئی بھی اس ملعون پر اظہارِ افسوس کرنے والا نہیں۔

سانپ کا عبید اللہ ابن زیاد کے نتھنوں سے گزر کر منہ سے نکلنا

علاوہ ازیں صاحب البدایہ والنہایہ جو ان کے نزدیک بھی مستند کتاب ہے نے ظالم کے نتھنوں اور منہ میں گزرنے کی تصدیق کی ہے اور علامہ عینی نے بھی اس کی تصدیق کی ہے کہ ظالم فاسق کے مرنے کے بعد پروردگار عالم نے اپنے قہر و غضب کی نشانی ظاہر کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فاسق ظالم عبید اللہ ابن زیاد کو بدلہ یہ دیا کہ اس کا قتل ابراہیم ابن الاشر کے ہاتھ شنبہ کے دن ۸ ذی الحجہ ۶۶ھ کو اس سرزمین پر کرایا جسے جازر کہا جاتا ہے اور اس میں اور موضع وصل میں پانچ میل کا فاصلہ ہے جس کا واقعہ یہ ہوا کہ مختار بن عبیدہ ثقفی نے اسے ابن زیاد سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا اور جب ابن زیاد قتل ہو گیا تو اس کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے۔ اور مختار کے سامنے (دارالامات کوفہ) میں لائے گئے تو ایک اڑدھا پتلا آیا۔ جو ان سروں کو چھانٹ کر ابن مرجانہ (عبید اللہ ابن زیاد) کے منہ میں گھسا اور اس کے ناک کے نتھنوں سے نکلا اور پھر ناک کے نتھنوں سے گھستا ہوا منہ سے نکلا اور وہ یہی کرتا رہا کہ ان سب سروں میں سے صرف ابن زیاد کے سر میں گھستا ہے اور نکلتا ہے پھر مختار نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو

ثُمَّ اَنَّ اللّٰهَ جَاوَزَىٰ هَذَا الْفَاسِقُ الظَّالِمُ عَبِيْدَ اللّٰهِ ابْنِ زِيَادٍ بِاَنْ جَعَلَ قَتْلَهُ عَلَىٰ يَدَيْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَشْثَرٍ يَوْمَ السَّبْتِ الثَّمَانِ بِقِيَمٍ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةِ ثَلَاثِ مِائَتَيْنِ وَ سِتِّينَ عَلَى اَرْضٍ يُقَالُ لَهَا الْجَاذَرُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْوَصْلِ ثَمَسَةٌ فَرَاخٌ وَكَانَ الْمُخْتَارُ بْنُ عَمِيْدَةَ الثَّقَفِيُّ اَرْسَلَهُ لِيَقْتَالَ ابْنَ زِيَادٍ وَلَمَّا قَتَلَ ابْنُ زِيَادٍ بِرَأْسِ ۵۰ وَبُرُؤُسِ اَصْحَابِهِ وَظَرَحَتْ بَيْنَ يَدَيْ الْمُخْتَارِ وَجَاءَتْ حَيَّةٌ دَقِيْقَةٌ تَخْلِيْتُ الرُّؤُسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي فَمِ ابْنِ مَرْجَانَةَ وَهُوَ ابْنُ زِيَادٍ وَخَرَجَتْ مِنْ فِيْهِ وَجَعَلْتُ تَدْخُلُ وَتَخْرُجُ مِنْ رَاسِهِ بَيْنَ الرُّؤُسِ ثُمَّ اِنْ الْمُخْتَارِ بَعَثَ بِرَأْسِ ابْنِ زِيَادٍ وَبُرُؤُسِ الدِّينِ، قَتَلُوْا مَعَهُ اِلَى مُحَمَّدِ بْنِ حَبِيْبَةَ وَفِيْلَ اِلَى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ زُبَيْرٍ فَخَصَبَهَا بِمَكَّةَ

وَأَخْرَقَ ابْنَ الْأَشْتَرِ جَفَةَ ابْنِ زِيَادٍ وَجَفَةَ الْبَاقِئِينَ.

(یعنی ج ۷ ص ۶۵۷، البدایہ ج ۸ ص ۱۹۱)

محمد ابن الحنفیہ اور کہا گیا ہے کہ ابن عبد اللہ ابن زبیر کے پاس بھیجا تو وہ مکہ معظمہ میں لٹکائے گئے اور ابن الاشر نے ابن زیاد کی لاش اور باقی لاشوں کو جلا دیا۔

اس واقعہ مذکورہ کو حسن و صحیح کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظالم پر مرنے کے بعد اس اڑدھا کو مسلط کیا جو اس کے نقتنوں سے گھس کر منہ سے نکلا اور منہ سے گھس کر نقتنوں سے نکلا۔ یہ عذاب وہ تھا جو مجرمین کے لیے بعد موت ہے۔ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی اہانت کرنے کی سزا و ذلت خدائے ذوالجلال نے دنیا میں لوگوں کے سامنے رکھ دی۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حضرت محمد ابن الحنفیہ علیہ السلام اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس نجس سروں کی پیشی

عبید اللہ ابن زیاد اور عمر و ابن سعد اور شریل بن ذر الکلاح اور حصین بن نمیر کے نجس سروں کو حضرت محمد ابن الحنفیہ ابن علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور پھر سیدنا امام زین العابدین بن امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں بھجوا دیا گیا۔ جب ان پلید سروں کو دیکھا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ ظالموں کے حق میں پورا کر کے دنیا والوں کو دکھا دیا ہے کہ ظالموں نے جو ظلم کربلا میں کیا تھا اس کا انتقام پروردگار عالم نے لے لیا ہے لیکن ابھی آخرت میں ان کی سزا باقی ہے۔ گویا دنیا و آخرت ان ظالموں کے تباہ ہو گئے۔

پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی کیا سزا
دیکھیں گے وہ جہنم میں جس دم سزا ملی

جو ظالم قتل ہونے سے بچ گئے وہ عجیب آفات و بلیات میں مبتلا ہو کر مر گئے ان سزاؤں کا بیان

یہاں تک کہ علامہ حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں نقل فرمایا۔

محمد بن صلت اسیدی نے ربیع بن منذر ثوری اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آ کر لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خوشخبری دی اور وہ اندھا ہو گیا جس کو دوسرا آدمی کھینچ کر لے گیا۔ ابن عیینہ کا بیان ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہا کہ قبیلہ جعفرین کے دو آدمی جناب حسین علیہ السلام کے قتل میں شریک تھے۔ جن میں سے ایک کی شرمگاہ اتنی لمبی ہو گئی کہ وہ مجبوراً اس کو لپٹتا تھا اور دوسرے آدمی کو سخت استسقاء ہو گیا کہ وہ پانی کی بھری ہوئی مشک کو منہ سے لگا لیتا اور پانی کی آخری بوند تک چوس جاتا۔ سدی ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جگہ

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّلْبِ الْأُسَيْدِيُّ عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ مُنْذِرٍ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ يُبَشِّرُ النَّاسَ بِقَتْلِ الْحُسَيْنِ قَرِيبَهُ أَعْمَى وَقَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنِي جَدِّي أُمُّ أَبِي قَالَتْ شَهِدَ جَلَدَانِ مِنْ جُعْفَرِيْنَ قَتْلَ الْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ قَالَتْ فَأَمَّا أَحَدُهُمَا فَظَالَ ذِكْرُهُ حَتَّى كَانَ يَلْفُهُ وَأَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ يَسْتَقْبِلُ الرُّوْيَةَ بِفِيهِ حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى آخِرِهَا وَفِي قِصَّةٍ عَنِ السُّدِّيِّ فَقُلْنَا مَا شَرَكُ فِي قَتْلِهِ أَحَدًا لِأَمَاتِ سُوءِ مَنِيَّةٍ فَقَالَ مَا كَذَبَكُمْ يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ فَإِنَّا مِمَّنْ شَرَكُ فِي ذَالِكِ فَكَمْ يَبْرُحُ حَتَّى وَجَاءَ

الْمَصْبَاحُ وَهُوَ يَقْدُ خَفِضَ فَذَهَبَ يَخْرِجُ الْفَقْلَةَ
يَا ضِعْوَهُ فَأَخَذَتِ النَّارُ فِيهَا فَذَهَبَ يَطْلُقُهَا بِرِيْقِهِ
فَأَخَذَتِ النَّارُ فِي لَحْمِهِ فَقَدْ قَالَتْ نَفْسُهُ فِي الْمَاءِ
فَرَأَيْتُهُ حَمِيمَةً (تہذیب احمدیہ)

مہمان گیا کہ جہاں قتلِ حسینؑ کا تذکرہ ہو رہا تھا میں نے کہا
حسینؑ کے قتل میں جو شریک ہوا وہ بری موت مرا۔ جس پر
گفتگو کرنے والے نے کہا۔ اے عراقیو! تم جھوٹے ہو مجھے دیکھو
کہ میں قتلِ حسینؑ میں شریک تھا۔ لیکن اب تک بری موت
سے محفوظ ہوں۔ اسی لمحہ اس نے جلتے ہوئے چراغ میں تیل ڈال
کر بتی کو اپنی انگلی سے ذرا بڑھایا ہی تھا کہ پوری بتی میں آگ لگ
گئی وہ وہاں سے دوڑا اور پائی میں کود پڑا تاکہ آگ بجھ
جائے۔ لیکن آخر کار جب اسے دیکھا تو وہ جل کر کوئلہ
ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی دکھا دیا کہ تیری شرارت کا
انجام یہ ہے۔

الغرض۔ اسی طرح نابکار تباہ و برباد ہوئے اور مآبِقی مِنْهُمْ أَحَدًا لَا عُوقِبَ فِي الدُّنْيَا أَوْ أَسْوَدُ الْوَجْهِ وَزَوَالَ الْمُلْكِ فِي
مُدَّةٍ يُسَرِّقُ۔

میرے سیدی و سندی سیدالفسرین رئیس المحققین امام اہل سنت صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین شاہ صاحب مراد آبادی
رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تالیف سوانحِ کربلا میں کیا خوب فرمایا ہے:

اے ابنِ سعد رے کی حکومت تو کیا ملی
ظلم و جفا کی جلد ہی تجھ کو سزا ملی
اے ضمیرِ نابکار شہیدوں کے خون کی
کیسی سزا تجھے بھی اے ناسزا ملی
اے تشنگانِ خونِ جوانانِ اہل بیت
دیکھا کہ تم کو ظلم کی کیسی سزا ملی
کتوں کی طرح لاشے تمہارے سڑا گئے
گھوڑے کو بھی ناگور کو تمہاری جا ملی
رسوائے خلق ہو گئے برباد ہو گئے
مردود! تم کو ذلت ہر دوسرا ملی
تم نے اجاڑا حضرت زہرا کا بوستان
تم خود اجڑ گئے تمہیں یہ بدعا ملی

دنیا پرستو! دین سے منہ موڑ کر تمہیں
دنیا ملی نہ عیش و طرب کی ہوا ملی
آخر دکھایا رنگ شہیدوں کے خون نے
سرکٹ گئے امال نہ تمہیں اک ذرا ملی
پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا
دیکھیں گے وہ تجیم میں جس دم سزا ملی

(سوانح کریم)

فصل ۷

لمحہ فکریہ

سرکارِ سید الشہداء نواسہ بانی اسلام علیہ السلام نے کربلا میں جہاد اور بے نظیر عملی نمونہ پیش کرنے اور اسلام کی حمایت میں اپنے دوستوں، عزیزوں، بیٹوں کی جانوں اور خود اپنی جان کو قربان کیا اور جو کچھ کیا ہم کو مذہبی، روحانی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی، و اصلاح و حمایت اور ہدایت کی تعلیم کے لیے کیا تھا۔

مگر کس قدر افسوس ہے! کہ ہماری دنیا ہی بدل گئی اور عجیب دنیا بن گئی۔ اس قدر جہالت، نخوست، خود غرضی، ایذا رسانی، غصب حقوق، ظلم و ستم، کذب و افتراء، اور اس قدر برائیاں اور بد اخلاقیات اور احکام شریعت سے لاپرواہیاں موجود ہیں جو بیان سے باہر ہیں۔

کیا نواسہ رسول سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات شہادت اور کربلا کا یہ مقصد تھا اور عظیم ایثار و قربانی کا یہ ماحصل تھا کہ کچھ رونے والے پیدا ہو جائیں اور ان کے نام کی صرف سیلیں لگائی جائیں۔ شرییناں تقسیم کی جائیں اور کھائیں۔ علم اور تابوت ہی نکالے جائیں۔ تعزیئے بنائے جائیں اور صرف سینہ کو پی کی جائے اور اشعار سنیں اور اشعار سے لطف اٹھائیں اور واعظین و ذاکرین کے مخصوص اندازہ کا مزہ دیکھیں اور واعظین و ذاکرین بھی سامعین کے دائیں بائیں مرے دیکھیں اور پھر واعظین و مقررین اس پر فخر کریں کہ کیا خوب وقت ایک مشغلہ میں گزر گیا۔

تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہرگز نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ فی الحقیقت لا ریب سرکارِ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل کے پہاڑوں سے ٹکرائے کر اسلام کا نام بلند کیا اور اسلام کا عملی نمونہ بن کر ایثار، علوئے نفس، استقلال، تسلیم و رضا، صبر، حفاظت حق، حمایت شریعت، خلق و کرم، ہمدردی و رحم، اور ادائے قرض کی تعلیم دی۔ مگر ذرا غور کریں۔ اور بتلائیں کہ مذکورہ بالا صفات و احکام پر ہم کس قدر عمل کرتے ہیں۔ صرف فرائض کو ہی لیجیے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، صلوٰۃ، جمعہ، تلاوت قرآن، ہم میں کس قدر ہے۔ نہ تلاوت قرآن۔ نہ نماز نہ جمعہ۔ کیا عالی شان مسجدیں اور امام بارگاہیں اس لیے بنی ہوئی ہیں اور لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے کہ وہاں کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ یا کیا صرف اس لیے کہ جب کوئی خاص دن آ گیا تو وہاں خوب روشنیاں، فیمے اور کئی تکلفات کئے جائیں۔ ہزاروں روپیہ صرف کیا جاتا ہے کیا اس لیے کہ غریب مسکین تنگدست، بیوہ، یتیم، بے روزگار، بے سواد افراد کی مدد نہ کی جائے۔ جب نہ یہ چیزیں ہم پر فرض ہیں اور نہ اللہ اور اس کے پیارے رسول علیہ السلام نے حکم دیا ہے اور نواسہ رسول رضی اللہ عنہ نے اس کا عملی نمونہ پیش کیا ہے تو ہم پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اگر ایسا نہیں تو پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ سراسر کذب ہے۔

صرف حالات و مصائب سن کر محض رو دینا کوئی کافی نہیں ہے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ ان آنسوؤں کے پیچھے درجہ ہمدردی و اثر کتنا ہے۔ کتنے عامل فرائض و سنن، مستقل مزاجی، کریم النفس، رحیم، ہمدرد، سخی، شجاع اور پابندِ صوم و صلوٰۃ ہیں۔ مصائب کا کس طرح مقابلہ کرتے ہیں اور کتنی غیرت کے مالک ہیں۔ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم جس محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور جس کے نام کے محب کہلاتے ہیں ہم ان کے اسی مقصد کو اپنائیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو سرکارِ سیدنا امام حسین کے درس عمل پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب مناسب سمجھتا ہوں کہ آئمہ اہل بیت کا بالترتیب ذکر کیا جائے۔

شجرہ مبارکہ آئمہ اہل بیت

| اسماء گرامی آئمہ عظام | مشہور لقب | کنیت | اہمات | تعداد اولاد | تاریخ و ماہ و دن ہجری ولادت | جائے ولادت | تاریخ وصال | مدت حیات | سبب شہادت | جائے دفن |
|--------------------------------|-----------------------|-----------------------------|-------------------------|---------------------|------------------------------|----------------------|-----------------------|------------------|---|---------------------|
| امام الائمہ سیدنا علی المرتضیٰ | خلیفہ و امیر المؤمنین | ابو الحسن | حضرت فاطمہ بنت اسد | ۱۱ فرزند ۱۶ دختر | ۱۳ رجب عام الفیل یوم جمعہ | مدینہ منورہ | ۲۱ رمضان ۵۳۰ | ۶۳ سال | ضرب ابن ملجم پہ ساراش بمقام مسجد کوفہ | نجف اشرف عراق |
| سیدنا امام حسن | مجتبیٰ | ابو محمد | حضرت فاطمہ زہرا | ۸ فرزند ۷ دختر | ۱۵ رمضان ۵۳ | مدینہ منورہ | ۱۸ صفر ۵۵۰ | ۴۷ سال | زہر داران | جنت البقیع مدینہ |
| سیدنا امام حسین | سید الشہداء | ابو عبد اللہ | حضرت فاطمہ زہرا | ۶ فرزند ۴ دختر | ۳ شعبان ۵۴ | مدینہ منورہ | ۱۰ محرم ۵۶۱ | ۵۷ سال | دشمنائے بی شمار بمقام کربلا زخمی سمرقین | کربلا معلیٰ عراق |
| سیدنا امام علی | زین العابدین | ابو محمد | حضرت شہر بانو بنت | ۱۰ فرزند ۳۸ | جمادی الاول ۵۳۸ | مدینہ منورہ | ۲۵ محرم ۵۹۵ | ۵۷ سال | زہر داران | جنت البقیع مدینہ |
| سیدنا امام محمد باقر | | ابو جعفر | حضرت فاطمہ بنت امام حسن | ۷ فرزند ۳ دختر | ۷ رجب ۵۵۷ | مدینہ منورہ | ۷ ذی الحجہ ۵۱۴ | ۵۷ سال | زہر داران | جنت البقیع مدینہ |
| سیدنا امام جعفر صادق | | ابو عبد اللہ ابو اسماعیل | حضرت ام فروہ بنت قاسم | ۷ فرزند ۳ دختر | ۷ ربیع الاول ۵۸۳ | مدینہ منورہ | ۱۵ اشوال ۵۱۴۸ | ۶۵ سال | زہر داران | جنت البقیع مدینہ |
| سیدنا امام موسیٰ کاظم | | ابو الحسن ابو ابراہیم | حضرت حمیدہ خاتون | ۲۰ فرزند ۱۸ دختر | ۷ صفر ۵۲۸ | ایلامین مدینہ | ۲۵ رجب ۵۱۸۳ | ۵۵ سال | زہر داران | کاظمین عراق |
| سیدنا امام علی رضا | | ابو الحسن | حضرت امّ نبین | ۱۱ ذی القعدہ ۱۴۸ | ۱۱ ذی القعدہ ۵۱۴۸ | مدینہ منورہ | ۲۳ ذی القعدہ ۵۲۰۳ | ۵۵ سال | زہر داران | مشہد مقدس خراسان |
| سیدنا امام محمد تقی | | ابو جعفر | حضرت خوزان خاتون | ۲ فرزند ۳ دختر | ۱۰ رجب ۱۹۵ | مدینہ منورہ | ۲۹ ذی القعدہ ۲۲۰ | ۲۵ سال ۱۴ یوم | زہر داران | کاظمین عراق |
| سیدنا امام علی تقی | | ابو الحسن | حضرت سمانہ خاتون | ۵ فرزند | ۵ رجب ۲۱۴ | حلیلہ مدینہ منورہ | ۳ رجب ۵۲۵۴ | ۴۰ سال | زہر داران | کاظمین عراق |
| سیدنا امام حسن عسکری | | ابو محمد | حضرت حدیثہ خاتون | | ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ | مدینہ منورہ | ۱۸ ربیع الاول ۵۲۶۰ | ۲۸ سال ۱۶ ماہ | زہر داران | سرمن رائے عراق |
| سیدنا امام محمد مہدی | | ابو القاسم | حضرت زکریا خاتون | ۱۰ فرزند ۵ دختر | ۱۵ شعبان ۲۵۶ | سرمن رائے عراق | حیات | ماشاء اللہ | جائے سرمن رائے | |

باب ۲۸

آئمہ اہل بیت
حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہ
المعروف

بامام زین العابدین رضی اللہ عنہ

آپ امام چہارم ہیں آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن، ابو بکر ہے اور لقب سجاد اور زین العابدین ہے۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں ۲۵ جمادی الاولیٰ ۳۸ھ میں ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ شہر بانو بنت یزید جرد ہیں۔ آپ کی ولادت طیبہ سیدنا مولانا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی ظاہری حیات میں ہوئی تھی۔ ابھی پورے تین سال کے نہیں ہوئے تھے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت واقع ہو گئی۔ پھر کچھ عرصہ آپ کے عم بزرگوار سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ اس کے بعد آپ اپنے والد بزرگوار سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ طیبہ سے لے کر آخری دم تک کربلا میں آپ کے ہمراہ رہے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۲۳ برس تھی۔ اسی اثناء میں آپ روز عاشوراء اتنے بیمار ہو گئے کہ جہاد میں شرکت نہ فرما سکے۔ پروردگارِ عالم کو عالم اسباب میں نسلِ رسول ﷺ کو باقی رکھنا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا امتحان لینا مقصود تھا اس لیے ان کو ان ایام میں مبتلائے مرض کر دیا۔ شہادتِ امام ﷺ کے بعد چند رات عصمت و طہارت کو اسیر کیا گیا تو سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس مصیبت میں شریک تھے۔ قبل ازیں ان کا ذکر اسیری باب میں بیان کیا جا چکا ہے۔

زہد و تقویٰ

آپ اپنے زمانہ میں بے مثال زہد و تقی تھے۔ كَانَ إِذَا تَوَضَّاءَ لِلصَّلَاةِ يَصْفُرُ لَوْنُهُ فَفَقِيلَ لَهُ مَا هَذَا الْحَالُ الَّذِي يَعْتَرِكُكَ قَالَ أَتَدْرُونَ بَيْنَ يَدَيَّ مَنْ أُرِيدُ أَنْ أَقِفَ۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تھے تو آپ کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔ روایاتِ معتبرہ اس پر شاہد ہیں کہ کثرتِ عبادت و خشوع و خضوع اور خوفِ الہی کی بناء پر آپ کا لقب زین العابدین مشہور ہو گیا۔ إِنَّهُ كَانَ يُصَلِّي فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ أَلْفَ رُكْعَةٍ إِلَى أَنْ مَاتَ۔ آپ دن رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور اسی حالت میں آپ نے دارفانی

سے رحلت فرمائی اور ابن شہاب زہری سے مروی ہے۔ کہ لَمْ أَرَهَا شَيْعًا أَفْضَلَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ میں نے علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی آدمی بنی ہاشم میں نہیں دیکھا اور ابن سعید بن مسیب کا بیان ہے۔ لَمْ أَرَأَوْعَ مِنْهُ میں نے آپ سے زیادہ کوئی پرہیز گار نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ آپ گھر میں نماز ادا فرما رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی۔ آپ سجدہ میں ہی پڑے رہے لوگوں نے آگ بجھانا شروع کر دی اور آوازیں دیں اے ابنِ رسول ﷺ، اے ابنِ رسول ﷺ۔ آگ لگ گئی۔ لیکن آپ نے ہر چند سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو آپ سے پوچھا گیا آپ آگ سے غافل کیوں رہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا آخرت کی آگ کے ڈر سے۔ (الحیات)

علم و فضل

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کے متعلق علمائے سیر لکھتے ہیں۔ كَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِيهِ نَهَايَةُ فِي الْعِلْمِ وَغَايَةُ فِي الْعِبَادَةِ وَكَانَ لَهُ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ أَوْرَادٌ لَا تَطِينُ الْقِيَامَ بِهَا جَمَاعَةٌ مِنَ النَّاسِ۔ آپ کی ذات ستودہ علم کی انتہائی بلندیوں اور عبادت کی آخری چوٹیوں پر پہنچی ہوئی تھی۔ آپ شب و روز میں اس قدر اوراد و وظائف پڑھا کرتے تھے کہ لوگوں کی بیشتر جماعت بھی اس قدر نہیں پڑھ سکتی۔ (ابینا)

اخلاقِ کریمانہ

سیدنا امام زین العابدین کے اخلاقِ کریمانہ میں سے ایک یہ بھی ہے جس کو علامہ شبلنجی نے نقل کیا ہے۔

إِنَّ عَلِيًّا زَيْنَ الْعَابِدِينَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ يَوْمًا فَلَقِيَهُ رَجُلٌ فَسَبَّهُ وَبَالَغَ فِي سَبِّهِ وَعَادُوا إِلَيْهِ الْعَبِيدَ وَالْمَوَالِي فَكَفَّهُمْ عَنْهُ وَأَقْبَلَ إِلَيْهِ وَقَالَ مَا سَتَرْتُكَ مِنْ أَمْرِنَا أَكْثَرَ أَلَاكَ حَاجَةٌ نَعْنُكَ فِيهَا فَاسْتَعَى الرَّجُلُ فَالْتَمَى إِلَيْهِ فَخِيَصَهُ وَخَمْسَةُ أَلْفٍ دِرْهَمٍ فَقَالَ أَشْهَدُ إِنَّكَ مِنْ أَوْلَادِ الْمُصْطَفَى ﷺ (نور الابصار)

ایک مرتبہ آپ مسجد سے برآمد ہوئے تو ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہو گئی جس نے آپ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے۔ آپ کے غلام اس کی طرف بڑھے مگر آپ نے انہیں روک دیا اور فرمایا اے شخص ہمارے حالات کا تو بہت حصہ تجھ سے مخفی ہے اگر تجھ کو کوئی حاجت ہے تو بیان کرتا کہ ہم تیری معاونت کر سکیں۔ پھر آپ نے اس کو اپنا ایک جبہ مبارک اور پانچ ہزار درہم دیے اور اس کو یہ دیکھ کر حیا آئی تو اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اولادِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور بنو امیہ کی قید

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ عبدالملک بن مروان کے حکم سے ان کے پاؤں باندھے گئے۔ ہاتھوں میں زنجیریں اور گردن میں طوق ڈالے گئے اور ان پر پاسبانوں کو مقرر کیا گیا میں انہیں سلام و اداع کرنے کے لئے حاضر ہوا آپ اس وقت ایک خیمہ میں تھے۔ میں انہیں اس حال میں دیکھ کر رو دیا اور کہا: کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ کی جگہ مجھے پابند سلاسل کر دیا جاتا اور آپ سلامت رہتے۔ آپ نے فرمایا: اے زہری! تو سمجھتا ہے کہ میں ان طوق و سلاسل سے تکلیف میں

ہوں۔ اگر میں یہ چاہوں تو یہ فوراً اتر جائیں مگر ایسی مثالیں رہنی چاہئیں تاکہ تم عذابِ خداوندی کو یاد رکھو اور محشر میں تم پر آسانیاں واقع ہوں۔ اس کے بعد آپ نے زنجیر کو اپنے ہاتھوں سے اتار پھینکا اور پاؤں کو پھندے سے آزاد کر دیا۔ پھر فرمایا: اے زہری! میں ان کے ساتھ اس حال میں دو منزلوں سے زیادہ نہ جاؤں گا۔ جب چار دن گزرے تو آپ کے نگہبان مدینہ منورہ واپس گئے۔ پھر آپ کو مدینہ بلاتے رہے لیکن آپ کو نہ پاسکے۔ ان میں بعض کا بیان ہے کہ ہم ایک جگہ مقیم تھے اور آپ کی سخت نگرانی کر رہے تھے۔ صبح ہوئی تو محمل میں ہمیں کچھ نظر نہ آیا۔ (شواہد، ص: ۳۱۰ تا ۳۱۲)

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں عبدالملک بن مروان کے پاس گیا اس نے مجھ سے حضرت امام زین العابدین ؑ کا حال دریافت کیا۔ مجھے جو علم تھا اس کے مطابق کہہ دیا۔ وہ کہنے لگا جس وقت میرے گماشتوں نے انہیں گم کر دیا تو وہ میرے پاس چلے آئے اور کہنے لگے: میرے اور تمہارے درمیان کون سی چیز واقع ہوئی ہے۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریے۔ تو آپ نے فرمایا: میں بالکل نہیں ٹھہروں گا۔ پھر آپ باہر چلے گئے اور میں خدا کی قسم ان کے دبدبہ و جلال سے ڈر گیا امام زہری جب بھی حضرت علی بن حسین ؑ کو یاد کرتے تو رو دیتے اور کہتے: وہ واقعی زین العابدین ؑ ہیں جو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی بیٹی سے ہیں۔ یزدگرد نو شیروان عادل کی اولاد میں سے تھے۔ آپ اٹھارہ محرم ۹۴ھ میں فوت ہوئے۔ بعض روایتوں میں سال وفات ۹۵ھ بھی ہے۔ آپ زین العابدین کے نام سے یوں مشہور ہوئے کہ ایک رات آپ نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان ایک سانپ کی شکل میں ظاہر ہوا تاکہ اس بیبت ناک شکل سے آپ کو عبادت سے باز رکھ کر لہو و لب میں مشغول کر دے۔ حضرت امام زین العابدین ؑ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی یہاں تک کہ سانپ نے آپ کے پاؤں کا انگوٹھا اپنے منہ میں ڈال لیا لیکن آپ نے پھر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے آپ کے انگوٹھے کو نہایت سختی سے کاٹا جس سے آپ کو بہت درد محسوس ہوا۔ اس پر بھی آپ نے نماز قطع نہ فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ وہ شیطان ہے۔ آپ نے اسے برا بھلا کہا اور مارا۔ پھر کہا: اے ذلیل و کینے دور ہو جا۔ جو نمی سانپ دور ہوا آپ کھڑے ہو گئے تاکہ درد ختم ہو جائے۔ دریں اثناء آپ نے ایک آواز سنی لیکن قائل نظر نہ آیا۔ کہنے والا کہتا تھا آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں، آپ زین العابدین ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام سے گفتگو

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت علی بن حسین ؑ کے ہاں گیا۔ میرا جی نہ چاہا کہ میں انہیں آواز دوں۔ میں باہر بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ باہر تشریف لے آئے میں نے السلام علیکم کہا اور دعا دی۔ آپ نے بھی مجھے وعلیکم السلام کہا۔ پھر ایک دیوار کے قریب آئے اور فرمایا: اے فلاں! اس دیوار کو دیکھتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں یا ابنِ رسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا: میں ایک دن اس دیوار کے ساتھ تکیہ لگا کر غمگین بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک ایک خوبصورت و خوشحال ہستی جس کے کپڑے نہایت عمدہ اور نفیس تھے اپنے سامنے کھڑی دیکھی جو میری طرف دیکھ کر کہہ رہی تھی۔ اے علی بن حسین ؑ! تم مجھے غمگین کیوں نظر آ رہے ہو؟ اگر دنیا کے باعث غمناک و غمگین ہو تو دنیا ایک روزی ہے جسے ہر نیک و بد کھاتا ہے۔ میں نے کہا: میرا دکھ درد دنیا کے لیے نہیں ہے کیونکہ دنیا کا معاملہ وہی ہے جو آپ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اس ہستی پاک نے فرمایا: اگر تمہارا غم و اندوہ آخرت کے لیے ہے تو وہ ایک سچا وعدہ ہے جس میں ایک بادشاہ قاہر فیصلہ کرے گا۔ میں نے کہا: میرا غم اس وجہ سے بھی نہیں ہے آخرت تو ویسی ہی ہوگی جیسا آپ فرماتے ہیں پھر انہوں

آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ فلاں قریشی کل میرا بچہ اٹھالایا ہے میں نے کل سے سے دودھ نہیں پلایا۔ یہ سن کر بعض حاضرین کے دل میں شک گزرا۔ آپ نے اس قریشی کو بلا بھیجا۔ وہ آگیا تو آپ نے فرمایا! یہ ہرنی شکایت کرتی ہے کہ تم اس کا بچہ اٹھالائے ہو جسے اس نے ابھی تک دودھ نہیں پلایا تھا۔ اب وہ مجھ سے درخواست کر رہی ہے کہ میں تجھے اس کا بچہ واپس کرنے کے لیے کہوں تاکہ وہ اسے دودھ پلا لے۔ دودھ پلانے کے بعد واپس کر دے گی۔ اس قریشی نے بچہ لاکر حاضر کر دیا۔ ہرنی نے دودھ پلایا تو حضرت امام زین العابدین ؑ نے قریشی سے کہا کہ وہ بچہ کو چھوڑ دے اس نے بچہ کو چھوڑ دیا اور حضرت سجاد ؑ نے اس کو ماں سمیت آزاد کر دیا۔ وہ چوڑیاں بھرتی شور مچاتی چلی گئی۔ حاضرین مجلس نے پوچھا: یا ابن رسول اللہ ﷺ! یہ کیا کہتی ہے؟ آپ نے فرمایا: بالفاظ ”جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا“ دعا دیتی ہے۔

جس رات آپ کی وفات ہوئی آپ نے اپنے بیٹے حضرت امام محمد باقر ؑ سے فرمایا: بیٹا! میرے لیے وضو کے لیے پانی لاؤ۔ وہ پانی لائے تو آپ نے مزید پانی منگایا کیونکہ پہلے پانی میں کوئی چیز مردہ تھی۔ رات اندھیری تھی۔ حضرت امام باقر ؑ نے احتیاط سے دیکھا تو اس میں چوہا مہا ہوا تھا۔ آپ کے لیے اور پانی لایا گیا۔ جس سے آپ نے وضو کیا اور کہا: بیٹا آج میرا وقت رحیل ہے اس کے بعد اپنے بیٹے سے کچھ وصیتیں کیں۔

آپ کی ایک ناقہ تھی جو مکہ معظمہ جاتی تو آپ اس کے پالان کے آگے تازیانہ لٹکا دیتے بدیں وجہ تمام راستہ اسے مارنے کی ضرورت پیش نہ آتی یہاں تک کہ آتی دفعہ بھی اسے مارنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ جب حضرت امام زین العابدین ؑ نے انتقال کیا تو وہ اونٹنی آپ کی قبر کے سرہانے آکر اپنی چھاتی زمین پر رکھ کر آہ و زاری کرتی تھی۔ حضرت امام باقر ؑ نے آکر دیکھا تو فرمایا: اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ وہ نہ اٹھی تو انہوں نے فرمایا: اسے چھوڑ دو یہ وہیں جا رہی ہے اس کے بعد وہ تین دن زندہ رہی اور پھر مر گئی۔ (ایضاً)

فیصلہ حجر الاسود

جب امیر المؤمنین امام حسین ؑ کی شہادت کے بعد محمد بن حنفیہ ؑ حضرت امام زین العابدین ؑ کے پاس آئے اور کہا میں تمہارا چچا ہوں اور تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اس لیے امامت کا زیادہ حقدار میں ہوں۔ آپ حضور علیہ السلام کا سلاح مجھے دے دیں۔ حضرت زین العابدین نے کہا: اے چچا! خدا سے ڈرو اور جس چیز کے تم سزاوار نہیں ہو اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دوسری دفعہ محمد بن حنفیہ ؑ نے مبالغہ سے کام کیا تو آپ نے فرمایا: اے چچا! آؤ حاکم کے پاس چلیں وہ جو بھی ہمارے مابین فیصلہ صادر کرے۔ محمد بن حنفیہ ؑ نے کہا: وہ کون سا حاکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ حجر الاسود ہے۔ دونوں وہاں پہنچے تو حضرت امام زین العابدین ؑ نے کہا: اے چچا! بات کرو انہوں نے بات کی تو کوئی جواب نہ ملا۔ بعد ازاں آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے صفاتی ناموں سے پکارا جس سے حجر الاسود باتیں کرنے لگا پھر آپ نے حجر اسود کی طرف اپنا چہرہ کر کے کہا: تجھے پروردگارِ عالم کی قسم ہے جس نے اپنے بندوں کے وعدے تجھ پر رکھے ہوئے ہیں۔ ہمیں اطلاع دو کہ امام حسین ؑ کے بعد امامت کا کسے حق ہے؟ حجر الاسود کانپ اٹھا قریب تھا کہ اپنی جگہ سے گر پڑے۔ لیکن پھر فصیح و بلیغ زبان میں کہا: اے محمد بن حنفیہ ؑ! یہ چیز مسلمہ ہے کہ حضرت حسین ؑ کے بعد امامت کا حق علی بن حسین ؑ کا ہے۔ (ایضاً)

ایک دفعہ طواف کرتے ہوئے ایک عورت اور ایک مرد کے ہاتھ حجر الاسود سے چٹ گئے ہر چند کوشش کی گئی لیکن وہ چٹنے ہی رہے۔ لوگوں نے رائے دی کہ ان کے ہاتھ کو کاٹ دیا جائے۔ اسی اثناء میں حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ وہاں آنکے اور انہیں دیکھ کر آگے آگئے آپ نے اپنا دست مبارک ان کے ہاتھوں پر پھیرا تو ان کے ہاتھ چھوٹ گئے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

عبدالملک اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

عبدالملک بن مروان نے حجاج کو تحریری طور پر ہدایت کی کہ وہ بنی عبدالمطلب کے قتل سے باز آجائے کیونکہ آل ابوسفیان اس بارے میں مبالغہ کرتی ہے ورنہ ان (بنو امیہ) کی سلطنت جلد ختم ہو جائے گی۔ عبدالملک نے یہ خط صیغہ راز میں رکھ کر ارسال کیا جس سے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مطلع ہو گئے۔ آپ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ کیا تم نے فلاں دن اور فلاں وقت حجاج بن یوسف کو کوئی ایسا ویسا خطر تحریر کیا ہے۔ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ خط اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آیا ہے جس کے باعث تیرے ملک کو اس نے ثبات و دوام بخشا ہے۔ آپ نے وہی عبارت لکھ کر خط ایک غلام کو دیا اور اسے اپنی اونٹنی پر سوار کر کے عبدالملک کی طرف بھیج دیا۔ عبدالملک نے خط کی تاریخ کو اپنے خط کے مطابق پایا تو اسے آپ کے حق پر ہونے کا اعتبار آ گیا۔ بہت خوش ہوا اور اسی اونٹنی پر اتنے درہم و دینار لاد کر آپ کو بھیج دیئے جن کی وہ متحمل ہو سکتی تھی۔ (ایضاً)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور خزیمہ

منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ حج کے دنوں میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ملنے گیا تو آپ نے مجھ سے خزیمہ بن کابل الاسدی کے متعلق پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ وہ کوفہ میں موجود ہے۔ آپ نے اس کے لیے بدیں الفاظ بد دعا کی۔

اللَّهُمَّ أَوْقِدْهُ حَرًّا بِحَدِيدٍ اللَّهُمَّ أَوْقِدْهُ حَرًّا النَّارِ۔

اے اللہ اسے لوہے کی حرارت سے جلا دے۔ اے اللہ اسے آگ کی حرارت سے جلا دے۔

جب یہ کوفہ میں واپس آیا تو معلوم ہوا کہ مختار بن ابی عبید خروج کر چکا تھا۔ میں نے اس سے رشتہ دوستی مضبوط کیا اور اس سے ملنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو کر گیا۔ اس کے ہاں گیا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا۔ میں اس کی معیت میں ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں اس نے ایک شخص کا انتظار کرنا شروع کر دیا۔ اچانک خزیمہ کو حاضر کیا گیا۔ مختار نے کہا: الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تم پر حاوی کیا ہے اس نے جلا کو بلایا تاکہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دے اس کے بعد اس نے آگ لانے کے لیے کہا جس میں خزیمہ کو پھینک دیا گیا اور وہ جل گیا۔ میں نے اس واقعہ کا مشاہدہ کیا تو کہا سبحان اللہ۔

مختار نے مجھے ”سبحان اللہ“ کہنے کی وجہ پوچھی تو میں نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی بد دعا کا قصہ سنا دیا اس نے مجھے قسم دے کر اس کی تصدیق چاہی۔ میں نے کہا: ہاں میں نے ان سے خود سنا ہے۔ مختار گھوڑے سے نیچے اترا اور رکعت نماز نفل ادا کی اور بعد ازاں دیر تک سجدے میں پڑا رہا۔ سر سجدے سے اٹھا کر وہاں سے چل دیا میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں میرا گھر تھا میں نے ازراہ اخلاق اسے گھر پر ٹھہرنے کے لیے کہا تا کہ کھانا حاضر کروں۔ مختار بولا اے منہال! جب تم نے مجھے خود بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے تو اب مجھے اس خوشی سے کھانے کی حاجت نہیں رہی بلکہ

میں شکرانے کا روزہ رکھوں گا۔ (ایضاً)

شہادت

حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ۲۵ محرم الحرام ۹۵ھ میں ہوا جب کہ آپ کی عمر شریف ۵۷ سال تھی۔ انتقال آپ کا بوجہ زہر ہوا۔ جو ولید بن عبد الملک نے دیا۔ يُقَالُ إِنَّهُ مَاتَ مَسْمُومًا وَأَنَّ سَمَّهُ وَلِيدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ دَفَنَ الْبَقِيعِ۔ اور آپ بھی مرتبہ شہادت کو پہنچے اور مدینہ الرسول جنت البقیع میں اپنے چچا سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کے قریب مدفون ہوئے۔ (سعدت الکونین، ص: ۱۹۴)

اولادِ امجاد

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن اکثر معتبر کتب میں آپ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ بیان کی گئی ہے۔ ان کے مبارک اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔

۲۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ۔

۳۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

۴۔ حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ۔

۵۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ۔

۶۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

۸۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ (جلاء العیون)

واضح رہے کہ بعض کے نزدیک نو لڑکے اور ایک لڑکی سکینہ نام کی بھی بیان کی گئی ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کوئی نہ تھی۔ واللہ اعلم بحقیقہ الحال۔

حضرت امام محمد باقر بن علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ امام پنجم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ آپ باقر العلوم اور جلیل القدر تھے۔ آپ کی ولادت طیبہ یکم رجب المرجب ۵۷ھ کو مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام عبد اللہ واقعہ کر بلا میں آپ اپنے باپ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اور جد امجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ موجود تھے اس وقت امام باقر کی عمر چار سال تھی۔ (ایمات)

خصائلِ جلیلہ

سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی تمام اولادِ امجاد کو علم و فضل و ورع و زہد، شجاعت و فصاحت میں بے عدیل تھی۔ لیکن سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کو ان سب پر خصوصی امتیاز حاصل تھا اسی لیے آپ کے بہت سے القاب مبارک ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ مشہور لقب

”باقر“ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ تَسْمِي بِذَلِكَ مِنْ بَقَرِ الْأَرْضِ آتَى شَقَّهَا..... بقر کے لغوی معنی شگافتہ کرنے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بَقَرِ الْأَرْضِ آتَى شَقَّهَا۔ اس نے زمین کو چیرا اور اس کے پوشیدہ اسرار کو واضح کیا۔ پس آپ کو اسی مناسبت کی بناء پر باقر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ نے خزانِ علوم و معارف کے اسرار و رموز اور احکام کے حقائق کو واضح کر دیا۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ ہی علم کے شگافتہ کرنے والے، اور اس کو جمع کرنے والے اور اس کے علمبردار ہیں۔ آپ کا یہ لقب مبارک خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا: يَا جَابِرُ يُوشِكُ تَلْتَحِقُ بِوَلَدِي مِنْ وَلَدِي الْحُسَيْنِ اِسْمُهُ كَاِسْمِي يَبْقُرُ الْعِلْمَ بَقْرًا..... فَإِذَا رَأَيْتَهُ فَأَقْرَأْهُ مِثِّي السَّلَام۔

اے جابر عنقریب تم حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں میرے ایک فرزند سے ملاقات کرو گے جو میرا ہم نام ہوگا۔ جو علم کو شگافتہ کرے گا یعنی علم کے چشمے جاری کرے گا۔ جب تم ان کو دیکھو تو ان کو میرا سلام کہہ دینا۔ (ایضاً)

علم و فضل

اسی لیے آپ کا علم و فضل بھی آئمہ عظام میں مشہور تھا۔ كَانَ أَشْهَرُهُمْ ذِكْرًا وَأَكْمَلُهُمْ فَضْلًا وَأَعْظَمُهُمْ نَبَلًا لَمْ يُظْهِرْ مِنْ أَحَدٍ وَلَدًا الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ مِنْ عِلْمِ الدِّينِ وَعِلْمِ الْقُرْآنِ وَفُنُونِ الْأَدَبِ مَا ظَهَرَ مِنْ ابْنِ جَعْفَرِ الْبَاقِرِ۔ آپ آئمہ میں زیادہ مشہور اور صاحب فضل و جلالت تھے۔ اولادِ امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ میں سے کسی سے اس قدر علم دین اور علم قرآن اور فنونِ ادب ظاہر نہیں ہوئے۔ جس قدر امام محمد باقر سے ظاہر ہوئے۔ آپ سے جلیل القدر تابعین اور جید علماء نے علوم دینیہ حاصل کیے۔ (ایضاً)

تقوی

آپ کی ذاتِ علم و فضل و عبادت اور زہد و تقویٰ میں حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قائم مقام تھی۔ آپ ہی علم (کے سینہ) کو چیرنے والے اس کے جامع اور اس کے علمبردار ہیں اور اس کے آبدار موتیوں کو پانے والے ہیں آپ پاکیزہ دل، نیک سیرت اور طاہر انفس اور اعلیٰ اخلاق تھے۔ جن کے اوقات اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے آباد رہتے تھے اور مقامِ تقویٰ و طہارت میں راسخ القدم تھے اور آپ اعلیٰ درجہ کے سخی بھی تھے۔ آپ کے بہت سے واقعات سخاوت میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا تو آپ نے اس کو سات سو درہم عطا فرمائے اور فرمایا ابی الحلال ان کو خرچ کرو جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے پتہ دینا۔

(شواہد النبیۃ، ص: ۳۱۸)

کراماتِ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ ہم محمد بن علی بن حسین کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ گھر خراب و خستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کو اکھاڑ کر لے جائیں گے یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون تباہ و برباد کر سکتا ہے جب ہشام کی وفات ہوئی تو ولید بن ہشام کے کہنے پر اس کو مسمار کر دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا

کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شاہد ص ۲۱۸)

اسی راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ آپ کا بھائی زید بن علی ہمارے پاس سے گزرا۔ آپ نے فرمایا: بخدا یہ کوفہ میں خروج کرے گا اور لوگ اسے قتل کر دیں گے اور اس کے سر کو گلی کوچوں سے پھیراتے ہوئے یہاں لے آئیں گے اور نیزے پر لٹکا دیں گے۔ ہمیں آپ کی ان باتوں سے تعجب ہوا کیونکہ مدینہ میں کبھی کسی کو نیزہ پر نہیں لٹکایا گیا تھا لہذا جب ان کے سر کو لایا گیا تو اس کے ساتھ سولی بھی لے آئے۔ (ایضاً)

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ امام جعفر بن محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھے وصیت کی کہ جب میں مروں تو میری تغفیل و تدفین خود کرنا کیونکہ امام کے لیے یہ کام امام ہی سرانجام دیتا ہے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا کہ آپ کا بھائی عبداللہ جلد ہی دعویٰ امامت کرنے والا ہے کیونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے چھوڑو اس کی عمر بہت کم ہوگی۔ جب میرے والد نے وفات پائی تو میں نے انہیں غسل دیا اور میرے بھائی عبداللہ نے دعویٰ امامت کیا اور اس مدت سے زیادہ زندہ نہ رہا جتنی کہ میرے والد نے بتائی تھی۔ (ایضاً)

فیض بن مطر کہتے ہیں میں حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے چاہا کہ میں نماز صلی اللہ علیہ وسلم عشاء گزارنے کے لیے جگہ کے بارے میں سوال کروں۔ میں نے ابھی سوال بھی نہ کیا تھا کہ آپ نے حدیث بیان کر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی کشادہ زمین پر جہاں گھاس کثرت سے ہو نماز ادا کر لیا کرتے تھے۔ (ایضاً)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا: عجلت سے کام نہ لو کیونکہ ان کے پاس تمہارے بھائی بند بیٹھے ہیں۔ ابھی وہ باہر نہ آئے تھے کہ بارہ افراد تنگ قابوؤں میں ملبوس اور ہاتھ پاؤں میں دستانے اور موزے پہنے ہوئے باہر آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کہا اور چلے گئے۔ اس کے بعد میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا میں نے پوچھا: یہ کون تھے جو ابھی ابھی آپ کے پاس سے گئے ہیں مجھے تو کچھ پتہ نہیں چلا یہ کون تھے آپ نے فرمایا: یہ تمہارے بھائی جن ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا آپ انہیں دیکھ لیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں جس طرح تم حلال و حرام کے متعلق استفتاء کرتے ہو اسی طرح وہ بھی آ کے پوچھتے ہیں۔ (ایضاً)

حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن میرے والد نے مجھ سے کہا میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال شمار کیے وہی مدت نکلی جو آپ نے بتائی تھی۔ (ایضاً)

ایک اور راوی نے کہا ہے کہ ہم حضرت محمد بن علی علیہ السلام کے ساتھ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی درمیانی وادی میں سفر کر رہے تھے اس وقت آپ ایک خنجر پر سوار تھے، میں ایک گدھے پر سوار تھا اچانک میں نے دیکھا کہ کوئی شخص پہاڑی سے اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ وہ آپ کے خنجر کی نگہبانی کرتا رہا اور ایک بیھڑیا اپنے ہاتھوں کو خنجر کی زین کے آگے رکھ کر بہت دیر تک ان سے گفتگو کرتا رہا اور وہ سنتے رہے۔ آخر آپ نے اس بیھڑیے سے کہا اب چلے جاؤ جس طرح تم چاہتے تھے میں نے کر دیا ہے۔ بیھڑیا چلا گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا: تجھے پتہ ہے یہ کیا کہتا تھا۔ میں نے کہا اللہ اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کا بیٹا زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ کہہ رہا تھا میری جفت اس وقت دروزہ میں مبتلا ہے دعا کیجیے تاکہ خدا تعالیٰ اسے خلاصی دے اور میری نسل سے کسی کو بھی آپ کے ارادت

کیشوں پر مسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے دعا کی۔ (ایضاً)

بزرگانِ سلف میں سے ایک کا بیان ہے کہ مکہ میں مجھ پر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا شوق دید غالب آیا تو میں بالخصوص ان کے لیے مدینہ گیا جس رات میں مدینہ منورہ پہنچا، سخت بارش ہوئی جس کے باعث سردی بڑھ گئی۔ نصف شب گزر چکی تھی تو میں آپ کے گھر پہنچا۔ میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹکھٹاؤں یا صبر سے کام لوں کہ صبح کو وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے کہا اے لونڈی! فلاں شخص کے لیے دروازہ کھولو کیونکہ آج رات اسے سخت سردی لگی ہے۔ لونڈی آئی اور دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ (ایضاً)

ایک دوسرے شخص کا بیان ہے کہ میں آپ کے در دولت پر گیا تو آپ نے میرے سوا ہر ایک کو ملنے کی اجازت دے دی میں بہت غمگین و اندوگئیں گھر واپس آیا۔ مجھے اس رات نیند بھی نہ آئی۔ مجھے بہت تشویش ہوئی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ واپس مکہ مکرمہ چلا جاؤں اگر مرجیہ لوگوں کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں اگر قدریہ کی جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہیں گے۔ اگر حروریہ کے ساتھ جاؤں تو وہ یوں کہتے ہیں۔ اگر یزیدیہ کے ساتھ جاؤں تو وہ اس طرح کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ میں اسی ذہنی کشمکش میں تھا کہ صبح کی نماز کی اذان ہو گئی۔ اچانک کسی کے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنائی دی میں نے کہا کون ہے؟ وہ بولا: میں محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا قاصد قاصد ہوں۔ میں باہر آیا تو اس نے کہا: آپ تجھے یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر وہاں گیا اور جب آپ سے ملا تو آپ نے کہا: اے فلاں! تم نہ مرجیہ کے ساتھ لوٹو، نہ قدریہ کے ساتھ، نہ حروریہ کے ساتھ، بلکہ تم ہماری طرف لوٹو۔ (ایضاً)

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مدینے میں تھا کہ اچانک دور سے تاریکی ظاہر ہوئی۔ یہ تاریکی کبھی گہری ہو جاتی اور کبھی غائب ہو جاتی۔ جونہی میرے قریب آئی تو میں نے دیکھا کہ ایک سات آٹھ سالہ بچہ مجھے السلام علیکم کہہ رہا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اس سے پوچھا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا زادِ راہ کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا زادِ راہ تقویٰ ہے۔

میں نے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ایک عربی انسان ہوں۔

میں نے پوچھا: تمہارا کس خاندان سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں قریشی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کا خاص کر کس قبیلے سے تعلق ہے؟

اس نے کہا: میں ہاشمی ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کسی کے بیٹے ہیں؟

اس نے کہا: میں علوی ہوں۔

اس کے بعد اس نے گیت پڑھنا شروع کر دیا۔ (ایضاً)

ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ جل جلالہ پر بندے کا کیا حق ہے؟ آپ نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا۔ میں نے تین بار اپنا سوال دہرایا۔ تیسری دفعہ آپ نے فرمایا خدا پر میرا حق یہ ہے کہ وہ کھجوروں کے جھنڈ کو کہے کہ ادھر آؤ تو وہ آجائے آپ نے جوئی اس جھنڈ کو اشارہ کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ حرکت میں آ گیا تاکہ آپ کی طرف آجائے۔ لیکن آپ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر قائم رہے کیونکہ آپ نے اسے اس طرح آنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ (ایضاً)

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے ہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک کنیز باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی مجھے بہت اچھی لگی۔ میں نے اس کے پستان کو چھوتے ہوئے کہا: اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ اندر آ جاؤ ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کی: حضور! میرا بدی کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو لیکن یہ کبھی تصور نہ کرنا کہ یہ درو دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے! اگر ایسا ہوتا تو تمہارے ہمارے درمیان فرق کیا رہا۔ اب کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ (ایضاً)

ایک اور راوی کا بیان ہے کہ دو عورتیں بنام جبابہ اور ابلیہ حضرت امام باقر علیہ السلام سے ملنے آئیں آپ نے فرمایا: تم ہمارے پاس دیر سے کیوں آئی ہو؟

جبابہ بولی: کہ میرے بال سفید ہو گئے ہیں میں انہیں ٹھیک کرنے میں مشغول رہتی ہوں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: مجھے دکھاؤ۔ اس نے دکھائے تو آپ نے اپنا دستِ مقدس ان پر پھیرا جس سے وہ سیاہ ہو گئے۔

پھر فرمایا: اسے آئینہ دکھاؤ۔ اس نے آئینہ دیکھا تو اس کے بال سیاہ ہو چکے تھے۔ (ایضاً)

ایک راوی کہتا ہے کہ میں حضرت باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا تھا اور ان دنوں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا وصال ہو چکا تھا اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دو آتقی آ گئے۔ داؤد حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن دو آتقی کسی اور جگہ بیٹھا رہا۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے پوچھا: دو آتقی میرے پاس کیوں نہیں آیا؟ داؤد نے معذرت پیش کی۔ آپ نے فرمایا: کچھ دنوں بعد دو آتقی مخلوق خدا کا حاکم ہوگا اور مشرق و مغرب اس کی ملک ہوں گے۔ اس کی عمر بھی بہت طویل ہوگی اور اتنے خزانے جمع کرے گا کہ اس سے پہلے کسی نے بھی جمع نہ کیے ہوں گے۔ داؤد اٹھے اور سارا واقعہ دو آتقی کو سنایا۔ دو آتقی حاضر خدمت ہوا اور کہا: آپ کے ہاں آنے پر بجز آپ کے اجلال و اکرام کے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ پھر پوچھا: داؤد کیا کہتا ہے؟ فرمایا: سچ کہتا ہے ایسا ہی ہوگا۔ پھر پوچھا: ہماری سلطنت آپ کی سلطنت سے پہلے ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اس نے پھر پوچھا: ہماری سلطنت زیادہ دیر چلے گی یا بنو امیہ کی؟ آپ نے فرمایا: تمہاری سلطنت زیادہ دیر رہے گی۔ لیکن بچوں کے ہاتھوں میں رہے گی جس سے کھیلے رہیں گے جیسے گیند سے۔ بس یہی ہے جو میں نے اپنے والدِ محترم سے سنا ہے۔ چنانچہ جب دو آتقی والی ملک ہوا تو اسے حضرت امام باقر علیہ السلام کی باتوں پر سخت تعجب ہوا۔ (کیونکہ وہ حرف بحرف سچی نکلیں)

حضرت ابوبصیر جو آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو گئے تھے کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے کہا: کیا آپ

محافظ دین پیغمبر ﷺ ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا کہ پیغمبر ﷺ تو تمام انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ آپ نے کہا: ہاں آپ ان کے علوم کے وارث ہیں۔ میں نے کہا: کیا تمہیں بھی وہ علوم میراث میں ملے ہیں؟ آپ نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا: آپ کو یہ طاقت ہے کہ مردوں کو زندہ کر دیں، مادرزاد اندھوں کو بینا کر دیں اور کوہڑوں کو چنگا بھلا کر دیں۔ نیز یہ بتائیں کہ لوگ اپنے گھروں میں کیا کھاتے ہیں۔ اور کیا بچا کر رکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں میں اللہ کے حکم سے بتا سکتا ہوں۔ پھر فرمایا: میرے سامنے آ کر بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر پھیرا۔ میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ چنانچہ میں نے کوہ و بیابان اور زمین و آسمان کی وسعتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو میں پہلی حالت پر آ گیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا: ان دو حالتوں میں سے کس حالت کو پسند کرتے ہو یہ کہ تمہاری آنکھیں درست ہو جائیں اور تمہارا حساب خدا کے سپرد ہو یا تمہاری آنکھیں ایسی ہی رہیں اور تم بغیر حساب کے جنت الفردوس میں جاؤ۔ میں نے کہا: میں تو اس چیز کو پسند کرتا ہوں کہ میں ناپائیدار رہوں اور جنت میں بغیر حساب و کتاب جاؤں۔ (ایضاً)

ایک اور راوی کہتے ہیں کہ ہم تقریباً پچاس افراد حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اچانک ایک اور شخص بھی حاضر ہوا جس کا کاروبار خرافروشی تھا۔ اس نے حضرت امام باقر علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ کوفہ میں ایک شخص یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے جو کافر کو مؤمن سے اور دوست کو دشمن سے تمیز کر کے آپ کو مطلع کر دیتا ہے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے اس سے پوچھا: تم کیا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا: میں کبھی کبھی جو بھی بیچ لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی غلط ہے تم تو کھو رہے بیچتے ہو۔ اس شخص نے کہا یہ آپ کو کیسے پتا چلا ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے فرشتہ ربانی مطلع کر دیتا ہے کہ فلاں تمہارا دوست ہے یا دشمن! ہاں دیکھو تم فلاں بیماری کے سوا کسی اور بیماری سے نہ مرو گے۔ راوی کہتا ہے کہ جب میں کوفہ واپس آیا اور اس شخص کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا وہ اسی بیماری سے مر گیا ہے جو حضرت امام باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمائی تھی۔ (ایضاً)

ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت امام باقر علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں جارہے تھے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے کہ دو آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: یہ چور ہیں انہیں پکڑ لو اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے انہیں اچھی طرح باندھ دیا۔ آپ نے اپنے ایک معتمد سے فرمایا: اس پہاڑ پر جاؤ وہاں ایک غار سے اس میں سے جو بھی ملے وہ لے آؤ۔ وہ گیا اور وہاں سے دو صندوق سامان کے بھر کر لے آیا۔ ایک صندوق میں کسی اور جگہ سے سامان بھر لایا۔ آپ نے فرمایا ان کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے اور دوسرا موجود نہیں۔ جو نبی ہم مدینہ واپس پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا اور مدینے کے گورنار سے سرزنش کر رہے تھے۔ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو سرزنش نہ کیجیے۔ پھر آپ نے دونوں صندوق ان کے مالکوں کو دے کر فرمایا کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دو۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ ان چوروں میں سے ایک چور نے کہا: اللہ کا شکر ہے میرا ہاتھ فرزندِ رسول ﷺ کی موجودگی میں کاٹا گیا اور ان کے دستِ حق پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا ہاں توبہ کا عہد کرو کیونکہ ایک سال کے بعد تم اس دارِ فانی سے چلے جاؤ گے۔ اس شخص نے توبہ کر لی اور توبہ کے بعد پورا ایک سال جیا۔ اس کے تین روز بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آ موجود ہوا۔ آپ نے اس سے کہا: تمہارے صندوق میں ایک ہزار دینار ہے جو تمہارا ہے اور ایک ہزار دینار کسی اور کا ہے اور کچھ اس طرح کے کپڑے بھی ہیں۔ اس

نے کہا: اگر جناب کو پتہ ہے تو اس کا نام بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اس کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے جو بہت صالح اور نیک بخت آدمی ہے۔ وہ بہت زیادہ صدقہ و خیرات کرتا ہے اور پابندی سے نماز ادا کرتا ہے۔ اب دروازے پر تمہاری انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے آپ یہ باتیں کر رہے تھے وہ نصرانی تھا۔ اس نے یہ سچی باتیں سنیں تو کہا: لاریب۔ اللہ ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ (ایضاً)

جناب ابوبصیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے ایک ایسے شخص کا حال معلوم ہے جو اگر دریا کے کنارے کھڑا ہو جائے تو دریا کے تمام جانوروں، ان کی ماؤں، چچیوں اور خالاؤں کے نام جان لیتا ہے۔ (ایضاً)

ایک راوی کہتا ہے ہم ایک گروہ کی شکل میں حضرت امام باقر علیہ السلام کے آستانے پر حاضر ہوئے تو ہمیں ایک شخص کی خوش الحانی سے کچھ سریانی زبان میں پڑھنے کی آواز سنائی دی۔ ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کوئی اہل کتاب کچھ پڑھ رہا ہے ہم اندر گئے تو آپ کے سوا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ ہم نے عرض کی کہ ہمیں ابھی ابھی ایک شخص سریانی میں کچھ پڑھتا ہوا سنائی دیا تھا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے فلاں نبی علیہ السلام کی مناجات یاد ہیں جب میں اسے پڑھتا ہوں۔ تو وہ مجھے رلا دیتی ہے۔ (ایضاً)

ایک دن ابن عکاشہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کے فرزند ارجمند حضرت امام جعفر علیہ السلام بھی آپ کے پاس کھڑے تھے ابن عکاشہ نے کہا: اب تو ماشاء اللہ حضرت جعفر علیہ السلام جوان ہو گئے ہیں ان کی شادی ہونی چاہیے۔ آپ ان کی شادی کیوں نہیں کرتے؟ اس وقت حضرت امام باقر علیہ السلام کے پاس سر بہر سونے کی ایک تھیلی تھی۔ آپ نے فرمایا: یہ تھیلی لے جاؤ اور ایک لونڈی خرید لاؤ۔ ہم بردہ فروش کے پاس گئے تو اس نے کہا میرے پاس جو تھی وہ بیچ چکا ہوں۔ ہاں البتہ ایک دولونڈیاں ہیں جو ایک دوسری سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ہم نے کہا: انہیں باہر لاؤ تاکہ دیکھ لیں۔ دونوں باہر آئیں تو ایک کو ہم نے پسند کر لیا۔ میں نے کہا: اس کی کیا قیمت لے گا؟ اس نے کہا: ستر ہزار دینار۔ ہم نے کہا: کچھ کم کیجئے۔ کہنے لگا: ایک کوڑی کم نہ ہوگی۔ آخر ہم نے اس سے کہا: ہم اس لونڈی کو اس تھیلی میں جو بھی ہے اس کے عوض خریدنا چاہتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس میں کتنے دینار ہیں۔ بردہ فروش کے پاس ایک سفید سر اور سفید ریش شخص تھا جس نے تھیلی کھولنے کے لیے کہا۔ بردہ فروش بولا: اسے مت کھولے اگر ستر ہزار سے ایک کوڑی بھی کم نکلی تو میں ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔ اس پر اس بزرگ نے تھیلی کھول کر جو بھی اس میں تھا اس کا وزن کرنے کے لیے کہا۔ ہم نے تھیلی کو کھول کر وزن کیا تو سونا بے کم و کاست ستر ہزار دینار مالیت کا نکلا۔ چنانچہ ہم نے لونڈی خریدی اور حضرت امام باقر علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دی۔ اس وقت بھی حضرت امام جعفر علیہ السلام پاس کھڑے تھے۔ ہم نے حضرت امام باقر علیہ السلام کو تمام ماجرا سنایا۔ آپ کی زبان پر فوراً الحمد للہ کے الفاظ آئے۔ پھر میں نے اس لونڈی سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: میرا نام حمیدہ ہے۔ آپ نے فرمایا: تو دنیا میں حمیدہ ہے اور آخرت میں محمودہ۔ آپ نے اس سے پھر پوچھا: کیا تم کنواری ہو یا باکرہ؟ اس نے کہا: میں کنواری ہوں۔ آپ نے فرمایا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی لونڈی بردہ فروشوں کے ہاتھوں سلامت رہ سکتی ہے اس نے کہا جب یہ بردہ فروش میرے نزدیک آ کر کسی برائی کا ارادہ کرتے تو یہ سفید سر اور سفید ریش بزرگ آگے آ کر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے اور انہیں مجھ سے دور کر دیتے اور ایسا کئی بار ہوا۔ یہ سن کر حضرت امام باقر علیہ السلام نے لونڈی کو حضرت امام جعفر کے حوالے کر دیا جس کے شکم سے بہترین خلایق حضرت موسیٰ بن جعفر پیدا ہوئے۔ (ایضاً)

ایک دن آپ مدینہ میں چند آدمیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے اپنا سر نیچے جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ تمہاری حالت یہ ہوگی کہ کسی وقت کوئی شخص مدینہ میں چار ہزار افراد کے ساتھ آ کر تین روز تک قتلِ عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقابلوں کو قتل کرے گا۔ وہ تمہارے لیے بہت سے مصائب پیدا کر دے گا جن کو تم دور نہ کر سکو گے۔ یہ واقعہ آئندہ سال ہوگا تمہیں اس سے بچنا چاہیے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ کہتا ہوں۔ اسے یقین محکم سے مانو۔ لیکن اہل مدینہ نے آپ کی ان حقیقت افروز باتوں کی طرف توجہ نہ دی اور چند آدمیوں کے سوا سب کہنے لگے: ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ بنی ہاشم کو معلوم تھا کہ آپ جو بھی کہہ رہے ہیں سچ کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ آئندہ سال حضرت امام باقر علیہ السلام تمام بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ سے باہر چلے گئے۔ اس کے بعد نافع الارزق مدینہ میں آیا اور اس نے وہی کچھ کیا جو آپ نے فرمایا تھا۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے کہا اب حضرت امام باقر علیہ السلام جو بھی فرمائیں گے ہم اس سے سرمو تجاوہز نہیں کریں گے کیونکہ یہ اہل بیتِ نبوت سے ہیں اور جو بھی کہتے ہیں حق و صداقت پر مبنی ہوتا ہے۔ (ایضاً)

شہادت

سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھاون برس کی عمر ۱۱۲ھ میں شہید ہوئے آپ کو ہشام بن عبدالملک نے زہر دے کر شہید کروا دیا اور مدینہ طیبہ جنت البقیع میں اپنے والد گرامی سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام اور عمر محترم کے قریب مدفون ہوئے۔ (ایضاً)

اولادِ امجاد

سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام کی اولادِ امجاد میں تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ ان کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۳۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۴۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ (سعادت الکونین ص: ۱۹۸)

واضح رہے کہ بعض نے اس سے زائد اولاد بھی بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ امام ششم ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور بعض کے نزدیک ابواسامعیل ہے۔ آپ صادق کے اشہر ترین لقب سے معروف ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق ہے۔ ام فروہ کی ماں حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق ہیں۔ اسی باعث حضرت جعفر نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق نے دوبارہ جنم دیا۔ (ایضاً)

آپ کی ولادت بمقام مدینہ منورہ ۸۲ھ بروز سوموار ماہ ربیع الاول کے آخری عشرہ میں ہوئی اور وفات بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ آپ عظمائے اہل بیت سے ہیں اور ان میں سے تمام سے علم ہیں اور اس قدر کہ کثرتِ علوم مفیضہ جو ان کے قلب پر نازل ہوئے ان کا احاطہ فہم و ادراک نہیں کر سکتے اور بھی علوم آپ سے روایت کئے جاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ کتاب جعفر جو عبداللہ المؤمن کے توسط سے مغرب میں رائج ہے آپ کا ہی کلام ہے۔ یہ کتاب جعفر کے نام سے مشہور ہے۔ جو آپ کے اسرارِ علوم پر

مشتعل ہے اور اس کا تذکرہ حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ کے ملفوظات میں صریحاً پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جس وقت مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو آپ نے فرمایا: جعفر و جامعہ دونوں ایک دوسرے کا خلاف ہیں۔ آپ اس دعویٰ میں سچے تھے کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے علوم غابرو مزبور ہیں جنہیں ہم سینوں میں چھپائے رکھتے تھے اور کانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور پھر ہمارے پاس جعفر احمر، جعفر ابیض اور مصحف فاطمہ بھی ہے۔ لیکن علم جامعہ میں وہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں جن سے لوگوں کو واسطہ رہتا ہے ان کی تفسیر و تشریح بھی لوگ ہم سے پوچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: غابروہ علم ہے جس کی روشنی میں مستقبل کے تمام حالات سے آگاہی ہوتی ہے اور مزبور وہ علم ہے جس کی روشنی سے گزشتہ واقعات کا علم ہوتا ہے اور وہ علم جو دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اس سے مراد الہام ہے اور وہ جو لوگوں کے کانوں تک پہنچاتے ہیں۔ یہ ملائکہ کی باتیں ہیں۔ جن کو ہمارے کان ہی سن سکتے ہیں اور کوئی ان کی شخصیتوں کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن جعفر احمر حضور علیہ السلام کا ایک قسم کا اسلحہ ہے اور ہم اہل بیت اس کو کبھی بھی ظاہر نہیں کرتے جب تک کہ اہل بیت سے یمن و برکت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔ لیکن جعفر ابیض سے مراد یہ ہے کہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک کے تمام علوم حاصل کیے جائیں، لیکن مصحف فاطمہ سے مراد یہ ہے کہ اس میں وہ تمام واقعات و اسماء جو قیامت تک ظاہر ہونے والے ہیں موجود ہیں، اور جامعہ ایک ایسی کتاب ہے جو ستر گز لمبی ہے اس کی عبارت حضور نے ترتیب دی ہے، اس کو حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور قیامت تک انسانوں کی ضرورت کی ہر چیز اس میں موجود ہے حتیٰ کہ ریت سے لے کر کوڑے اور آدھے کوڑے تک کی سزا بھی ہے۔ آپ کی زبان گوہر فشاں سے جو بھی حقائق و معارف اور دقائق و حکم صادر ہوئے وہ زبانِ زوہد و خاص و عام ہیں اور اہل اسلام نے اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کی خرقی عادات اور کرامات کا بالاختصار ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کرامات

خلیفہ منصور عباسی نے ربیع کو حکم دیا کہ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میرے دربار میں پیش کرو۔ جب ربیع ان کو لے کر آئے تو منصور نے کہا:

(اللہ مجھے مار ڈالے اگر میں کسی حیلے یا کسی گروہ کے ذریعے کوئی فتنہ اٹھاؤں)

مگر تم فتنہ انگیزی کرتے ہو اور چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی خواریزی ہو، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا میں نے ایسی کسی بات کی خواہش کی ہے نہ عملی طور پر کچھ کیا ہے اگر تمہارے پاس کوئی ایسی بات پہنچی ہے تو محض کسی جھوٹ بکنے والے کی وساطت سے پہنچی ہے اگر عیاذ باللہ تمہارے بیان کے مطابق کوئی فتنہ انگیزی کی ہے تو اس کی مثال یوں ہے:

جناب یوسف علیہ السلام پر بھائیوں نے ظلم کیا تو انہوں نے معاف فرمادیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام بیماری میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے صبر کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو کچھ عطا ہوا تو انہوں نے شکر ادا کیا۔

یہ سب پیغمبر تھے اور تمہارا نسب ان سے ملتا ہے۔

منصور کہنے لگا آپ سچ کہتے ہیں۔ چنانچہ اس نے آپ کو بلا کر تخت پر اپنے پاس بٹھالیا پھر کہا: آپ کی یہ بات فلاں شخص نے مجھے بتائی تھی۔ خلیفہ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ وہ حاضر ہوا تو اس سے پوچھا آیا تم نے یہ باتیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنی

ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! خلیفہ نے کہا: کیا تم اس کی قسم کھا سکتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے یوں قسم کھانا شروع کی۔ ہاں اللہ لا الہ الا ہو عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ عالمِ غیب و شہادت ہے) حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا: اے خلیفہ! میں اسے قسم دیتا ہوں۔ خلیفہ نے کہا: ہاں آپ اسے قسم دیں۔ آپ نے اس شخص سے کہا: کہو: بِرَبِّیْ مِنْ حَوْلِ اللّٰہِ وَقُوَّتِہِ وَالتَّجَاتِ اِلٰی حَوْلِ وَقُوَّتِیْ لَقَدْ فَعَلْتُ کَذَا وَکَذَا جَعَفَرُ وَقَالَ کَذَا وَکَذَا جَعَفَرُ۔

وہ اس طرح قسم کھانے سے احتراز کرنے لگا، آخر قسم کھالی اور قسم کھاتے ہی حاضرین کے سامنے پھڑک کر مر گیا۔ منصور نے کہا: اس ملعون کو گھسیٹ کر باہر لے جاؤ۔ ربیع کہتے ہیں جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور کو ملنے آئے تو آپ نے زیرِ لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ اپنے لبوں کو جنبش دیتے رہے اور منصور کا غصہ فرو ہوتا رہا۔ اس نے آپ کو بڑی دیر تک اپنے پاس بٹھایا اور آپ سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

جب آپ خلیفہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آئے تو میں نے ربیع سے کہا یہ شخص (خلیفہ) تو آپ پر سخت ناراض تھا جب آپ تشریف لائے تو آپ نے زیرِ لب کیا پڑھا تھا جو خلیفہ کا غصہ یکدم فرو ہو گیا۔ آپ نے فرمایا میں اپنے دادا حسین علیہ السلام کی تلقین کردہ یہ دعا پڑھ رہا تھا:

يَا عِدَّتِيْ عِنْدَ شِدَّتِيْ وَيَا عَوْفِيْ عِنْدَ كُرْبَتِيْ اَحْسِنِيْ بِعَيْنِكَ الْاَيْنِ لَا تَكْتَاْمُ وَاَكْفِيْ بِوُجْهِكَ الَّذِي لَا يَإْمُرُ (شواہد) ربیع کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا یاد کر لی اور جب بھی مجھے کوئی مشکل پیش آئی میں نے اسے پڑھا اور وہ مشکل آسان ہو گئی اور مجھے راحت نصیب ہوئی۔ اسی طرح ربیع کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام سے پوچھا آپ نے اس شخص کو قسم پوری کرنے سے پہلے دوسری قسم کیوں دی؟ آپ نے فرمایا: بندہ خدا تعالیٰ کی یکسوئی سے عظمت بیان کرتا ہے تو اسے علم کی دولت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ اپنی سزا سے مطلع ہو جاتا ہے، چنانچہ میں نے اسے قسم دی تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے کانوں نے سنا ہے کے سبب اس کا جلد ہی مواخذہ کر لیا۔ (اینا)

۲..... ایک دن منصور نے اپنے دربان کو ہدایت کی حضرت جعفر کو میرے پاس پہنچنے سے پہلے شہید کر دینا۔ اسی دن حضرت امام جعفر علیہ السلام تشریف لائے اور منصور کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ منصور نے دربان کو بلایا، اس نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ جب آپ واپس تشریف لے گئے تو منصور نے دربان کو بلا کر کہا میں نے تجھے کس بات کا حکم دیا تھا؟ دربان بولا خدا کی قسم میں نے حضرت امام جعفر علیہ السلام کو آپ کے پاس آتے دیکھا ہے نہ جاتے، بس اتنا نظر آیا کہ وہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ (اینا)

۳..... منصور کے ایک درباری کا بیان ہے کہ میں نے ایک روز اسے غمگین و پریشان دیکھا تو کہا: اے خلیفہ! آپ متفکر کیوں ہیں؟ بولا: میں نے علویوں کے ایک بڑے گروہ کو مروادیا ہے لیکن ان کے سردار کو چھوڑ دیا ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے؟ کہنے لگا: وہ جعفر بن محمد علیہ السلام ہے میں نے کہا: وہ تو ایسی ہستی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں محو رہتی ہے اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں۔

خلیفہ بولا: مجھے معلوم ہے تم اس سے کچھ ارادت و عقیدت رکھتے ہو حالانکہ پورے ملک کو اس سے کوئی دلچسپی اور امید وابستہ نہیں۔ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک میں اس کا کام تمام نہ کروں آرام سے نہ بیٹھوں گا۔

چنانچہ اس نے جلا دیکھا کہ جو نبی امام جعفر بن محمد علیہ السلام آئے، میں اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لوں گا تم اسے شہید کر دینا۔ پھر

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بلایا۔ میں آپ کے ساتھ ساتھ ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ زیر لب کچھ پڑھ رہے تھے جس کا مجھے پتہ نہ تھا لیکن میں نے اس چیز کا مشاہدہ ضرور کیا کہ منصور کے مخلوں میں ارتعاش پیدا ہو گیا وہ ان سے اس طرح باہر نکلا۔ جیسے ایک کشتی سمندر کی تند تیز لہروں سے باہر آتی ہے۔ اس کا عجیب حلیہ تھا، وہ لرزہ بر اندام اور برہنہ پا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے استقبال کے لیے آیا اور آپ کے بازو کو پکڑ کر اپنے ساتھ تکیہ پر بٹھایا اور کہنے لگا: اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیسے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تو نے بلایا اور میں آ گیا۔ پھر کہنے لگا: کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے بجز اس کے کسی چیز کی ضرورت نہیں کہ تم مجھے یہاں بلایا نہ کرو میں جس وقت خود چاہوں آ جایا کروں گا آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے۔ تو منصور نے اسی وقت جامہائے خواب طلب کیے اور رات گئے تک سوتا رہا یہاں تک کہ اس کی نماز قضا ہو گئی، بیدار ہوا تو نماز ادا کر کے مجھے بلایا اور کہا جس وقت میں نے جعفر بن محمد علیہ السلام کو بلایا تو میں نے ایک اڑد ہا دیکھا جس کے منہ کا ایک حصہ زمین پر تھا اور دوسرا حصہ میرے محل پر۔ وہ مجھے فصیح و بلیغ زبان میں کہہ رہا تھا مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اگر تم سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو کوئی گزند پہنچی تو تجھے تیرے محل سمیت فنا کر دوں گا۔ اس پر میری طبیعت غیر ہو گئی۔ جو تم نے دیکھ ہی لی ہے۔ میں نے کہا یہ جادو یا سحر نہیں ہے یہ تو اس اسم اعظم (قرآن کریم) کی خاصیت ہے جو حضور علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے جو چاہا وہی ہوتا رہا۔ (ایضاً)

۴..... ابن جوزی نے کتاب ”صفۃ الصّفوة“ میں لیث بن سعد سے باسناد خود روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں موسم حج میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا، فراغت کے بعد میں کوہ البقیس کی چوٹی پر چڑھ گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور دعا مانگ رہا ہے یارب یارب کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا، پھر کہا یارب، یارب، اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا اللہ یا اللہ کہتے ہوئے اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا حی یا حی پڑھنے لگا، اس پر بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر اس نے یارحیم یارحیم پڑھا تو بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یارحم الرحمن پڑھنے لگا اس دفعہ بھی اس کا سانس ٹوٹ گیا اس نے سات بار اس طرح کیا، پھر اس نے دعا کی۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں نے وہاں ایک گچھا انگوروں کا اور دوئی چادریں پڑے ہوئی دیکھیں اس وقت انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ جب وہ ان انگوروں سے کچھ کھانے لگا تو میں نے بھی شرکت کی، اس نے کہا تم کیوں شریک ہوتے ہو۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ آپ نے دعا فرمائی اور میں نے آمین کہا۔

اس نے کہا میرے پاس آؤ، کھاتے جاؤ اور کوئی دانہ بچا کر نہ رکھنا۔ یہ ایسے انگور تھے جن کا بدل ملنا محال تھا، میں نے ایسے انگور نہ کبھی کھائے تھے، میں کھا کر سیر ہو گیا، لیکن ان میں سے ایک بھی کم نہ ہوا۔ پھر کہنے لگا: ان دو چادروں میں سے جو چاہا ہوا ٹھالو۔ میں نے کہا: مجھے ضرورت نہیں۔ اس نے کہا ذرا ادھر ادھر ہو جاؤ میں ان چادروں کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف اوجھل ہو گیا تو اس نے ایک سے ازار بنالی اور دوسری سے اوڑھنی بنالی اور دونوں پر انی چادروں کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور چل دیا، میں بھی ان کے پیچھے پیچھے ہولیا، جب صفاء و مروہ پر پہنچے تو اسے ایک شخص ملا جس نے کہا اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرا تن ڈھانپے اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ آپ نے وہ دونوں چادریں اسے دے دیں۔ میں اس شخص کے پیچھے پیچھے چلتا گیا، میں نے پوچھا: یہ چادریں دینے والے کون ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے ان سے حدیث سننے کے لیے بہت خواہش کی لیکن وہ نہ مل سکے۔ (شواہد)

۵..... کہتے ہیں داؤد بن علی بن عبد اللہ بن عباس نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے کسی غلام کو قتل کر دیا اور اس کا مال و منال ضبط

کر لیا۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام اس کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی چادر کوزمین پر بچھا رہا تھا، آپ نے فرمایا: تو نے میرے غلام کو قتل کر کے اس کا مال لوٹ لیا ہے میں تمہارے لیے بخدا بدعا کروں گا۔ داؤد نے برسبیل مذاق کہا: کیا تم مجھے ڈارتے دھمکاتے ہو۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے گھر چلے گئے اور تمام رات قیام وقعود میں گزار دی۔ صبح ہوئی تو آپ نے داؤد کے لیے بدعا کی، ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ لوگوں میں سے کسی نے داؤد کو قتل کر دیا۔ (ایضاً)

۶..... جناب ابوبصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا تو میرے ساتھ ایک کنیز بھی تھی، میں نے اس سے جماع کیا، بعد ازاں حمام میں جانے کے لیے باہر آیا میں نے دیکھا کہ بہت سے حضرات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے ان کے مکان پر جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہولیا، جب حضرت امام صاحب علیہ السلام کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا: اے ابوبصیر! تمہیں شائد پتہ نہیں کہ پیغمبروں اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آتے۔ میں نے کہا: اے ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے احباب کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر ہاتھ نہ آئے۔ اس لیے میں آ گیا۔ یہ کہہ کر میں نے توبہ کی کہ میں آئندہ ایسا نہ کروں گا اور پھر باہر آ گیا۔ (ایضاً)

۷..... ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جسے منصور نے محبوس کر دیا، میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے حج کے موسم میں میدانِ عرفات میں ہوئی آپ نے مجھ سے میرے دوست کے متعلق پوچھا۔ میں نے کہا: حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ایک گھنٹہ کے بعد فرمایا: خدا کی قسم تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کہتا ہے جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو میں نے اپنے دوست سے پوچھا: تمہاری کس دن رہائی ہوئی؟ کہنے لگا: مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر چھوڑ دیا گیا تھا۔ (ایضاً)

۸..... ایک راوی کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ کسی دوست کو نہ دوں گا تا کہ میری وفات کے بعد مجھے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ میں واپس آیا تو چادر گرم ہو گئی۔ مجھے بہت دکھ ہوا۔ جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ میں آیا تو میں مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس سے آیا تھا آ کر کہنے لگا کہ تجھے آپ بلاتے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کے پاس گیا اور السلام علیکم کہہ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: آیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر مل جائے جو تمہاری وفات کے بعد کفن کا کام دے۔ میں نے عرض کی: ہاں حضور دے دیجیے لیکن وہ تو کم ہو گئی ہوئی ہے۔ آپ نے اپنے غلام کو آواز دی جو ایک چادر لے کر آ گیا میں نے دیکھا تو یہ وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے لو اور خدا کا شکر ادا کرو۔ (ایضاً)

۹..... ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک دن میں مکہ معظمہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی معیت میں جا رہا تھا کہ ہمیں ایک ایسی عورت کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ جس کے سامنے ایک مردہ گائے پڑی ہوئی تھی اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ گریہ و زاری میں مصروف تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ خدا تعالیٰ گائے کو زندہ کر دے۔ وہ بولی آپ مذاق کیوں کرتے ہیں، میں تو پہلے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کرتا۔

بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی، گائے کے سر اور پاؤں کو چھوا، پھر اسے بلایا تو وہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ بعد ازاں حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام لوگوں میں گھل مل گئے اور وہ عورت آپ کو پہچان نہ سکی۔

۱۰..... ایک راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ حج کے لیے جا رہے تھے کہ رستے میں ہمیں کھجور کے سوکھے درختوں کے پاس ٹھہرنا پڑا۔ حضرت امام جعفر صادق نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ جس کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ اچانک آپ نے ان سوکھے درختوں کی طرف منہ کر کے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم میں ہمارے لیے جو رزق ودیعت کیا ہے اس سے ہماری ضیافت کرو۔ میں نے دیکھا کہ وہ کھجوریں آپ کی طرف جھک رہی تھیں جن پر ترخوشے لٹک رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا: میرے پاس آؤ اور بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کھجوریں کھائیں۔ ایسی شیریں کھجوریں ہم نے پہلے کبھی نہ کھائی تھیں، اس جگہ ایک اعرابی بھی موجود تھا اس نے کہا آج جیسا جاو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ہم پیغمبروں کے وارث ہیں۔ ہم ساحر و کاہن نہیں ہوتے، ہم تو دعا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ عزوجل قبول فرما لیتا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہماری دعا سے تمہاری شکل بدل جائے اور تم ایک کتے میں متشکل ہو جاؤ۔ اعرابی چونکہ جاہل تھا اس لیے کہنے لگا: ہاں ابھی دعا کیجیے۔ آپ نے دعا کی تو وہ کتا بن گیا اور اپنے گھر کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ اس کا تعاقب کرو۔ میں اس کے پیچھے گیا تو وہ اپنے گھر میں جا کر بال بچوں اور گھر والوں کے سامنے اپنی دم ہلانے لگا۔ انہوں نے اسے ڈنڈا مار کر بھگا دیا میں واپس آیا تو تمام حال کہہ سنایا اتنے میں وہ بھی آ گیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے زمین پر لیٹنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے پانی ٹپکنے لگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس پر رحم فرما کر دعا فرمائی تو وہ شکل انسانی میں آ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے اعرابی! میں نے جو کہا تھا اس پر یقین ہے یا نہیں؟ کہنے لگا: ہاں جناب ایک بار نہیں اس پر ہزار بار ایمان و یقین رکھتا ہوں۔

۱۱..... ایک راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا: جب خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم کو کُھڈاؤ بَعَثَ مِنَ الظُّلُمِ فَصُرُّهُنَّ إِلَيْكَ۔ کا حکم فرمایا تھا تو کیا وہ پرندے ہم جنس تھے یا ایک دوسرے سے مختلف؟ پھر فرمایا: اگر تم چاہو تو تمہیں ویسا ہی کر کے دکھاؤں؟ ہم نے کہا ”ہاں۔“ آپ نے فرمایا: ”اے مور! ادھر آ جاؤ۔“ اسی وقت ایک مور حاضر ہو گیا۔

پھر کہا: اے کوئے ادھر آؤ۔ فوراً ایک کوآ گیا۔

پھر کہا: اے باز ادھر آؤ۔ اسی وقت ایک باز حاضر ہو گیا۔

پھر فرمایا: اے کبوتر ادھر آؤ۔ فوراً ایک کبوتر آ گیا۔

چاروں پرندے آگئے تو آپ نے فرمایا: ان کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو، اور ہر ایک کا گوشت دوسرے میں ملا دو لیکن ہر ایک کے سر کو بحفاظت رکھو۔“

اس کے بعد آپ نے مور کے سر کو پکڑ کر کہا: اے مور!

ہم نے دیکھا کہ اس کی ہڈیاں، پر اور گوشت اس کے سر کے ساتھ مل گئے اور وہ ایک صحیح و سالم مور بن گیا۔ اسی طرح دوسرے تین پرندوں سے معاملہ کیا، وہ بھی زندہ ہو گئے۔ (ایضاً)

۱۲..... ایک آدمی آپ کے پاس دس ہزار دینار لے کر آیا اور کہا: میں حج سے واپسی پر اپنے اہل و عیال سمیت اس میں متوطن ہو جاؤں،

حج سے واپسی پر وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: میں نے تمہارے لیے جنت میں سرائے خرید لی ہے جس کی پہلی حد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر، دوسری حضرت علی علیہ السلام پر، تیسری حضرت امام حسن علیہ السلام پر اور چوتھی حضرت امام حسین علیہ السلام پر ختم ہوتی ہے، اور یہ لو میں نے پروانہ لکھ دیا ہے، اسنے یہ بات سنی تو کہا میں اس پر خوش ہوں۔ چنانچہ وہ پروانہ لے کر اپنے گھر چلا گیا گھر جاتے ہی بیمار ہو گیا اور وصیت کی کہ اس پروانے کو میری وفات کے بعد قبر میں رکھ دینا۔ لواحقین نے تدفین کے وقت اس پروانے کو بھی قبر میں رکھ دیا۔ دوسرے دن دیکھا تو وہی پروانہ قبر پر پڑا ہوا تھا اور اس کی پشت پر یہ مرقوم تھا۔ کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء ہو گیا۔ (ایضاً)

۱۳۔ ایک شخص نے آپ سے دعا کی التماس کی خدا تعالیٰ مجھے اتنا کچھ عطا کرے کہ میں بہت سے حج کروں۔ آپ نے دعا کی کہ اے اللہ! اسے اتنا دے کہ یہ پچاس حج کر لے۔ چنانچہ اس نے پورے پچاس حج کیے۔ لیکن جب اکا نواں حج کرنے کے لیے مقام جحفہ پہنچا تو غسل کرنے کی خواہش کی۔ جونہی پانی کو ہاتھ لگایا تو پانی کی تند و تیز موجیں اسے بہا لے گئیں اور وہ انہیں میں ڈوب گیا۔ (ایضاً)

انتقال

آپ کا وصال بروز سوموار نصف رجب المرجب ۱۴۸ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر شریف جنت البقیع مدینہ طیبہ میں اپنے والد معظم سیدنا امام باقر علیہ السلام اور جد امجد حضرت سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام اور تالیف سیدنا امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ہے۔

اولاد و امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں چھ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ اسمائے مبارکہ یہ ہیں۔

۱۔ اسمعیل علیہ السلام ۲۔ عبداللہ علیہ السلام

۳۔ اسحق علیہ السلام ۴۔ محمد علیہ السلام

۵۔ علی علیہ السلام ۶۔ موسیٰ علیہ السلام

۷۔ ام فروہ رضی اللہ عنہا

واضح رہے کہ حضرت مخدوم سید علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ کی شاخ ان سے ہے۔

حضرت امام موسیٰ بن جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

آپ ساتویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت کاظم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ کاظم کے لقب نے آپ کے حکم کو بڑھایا اور آپ نے حد سے بڑھنے والوں سے درگزر کیا۔ آپ کی والدہ ام حمیدہ رضی اللہ عنہا بربر یہ تھیں۔ حضرت امام کی ولادت مقام ابوا میں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے ہوئی۔ یہ تو ارکادون تھا، جعفر المظفر کی نورانی گزر چکی تھیں اور سن ۱۲۸ھ تھا۔ آپ کو پہلی بار مہدی بن منصور کے حکم سے بغداد لا کر مجبوس کیا گیا۔ ایک رات مہدی نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ أَنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتَقَطَّعُوا أَرْحَامَكُمْ۔

ربیع کہتے ہیں کہ ابھی کچھ رات باقی تھی کہ اس نے مجھے بلایا۔ میں گیا تو سنا کہ وہ مذکورہ بالا آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا پھر مجھ سے کہنے لگا: ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو لے آؤ۔ میں نے تعمیلِ حکم کی اور آپ کو لے آیا۔ خلیفہ مہدی نے ان سے معافتحہ کیا اور اپنے پاس بٹھا کر اپنی خواب سنائی، پھر کہا کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ آپ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت نہ کریں۔ آپ نے فرمایا: بخدا میرا تو کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی یہ بات مجھے زیب دیتی ہے کہ میں ایسا کروں۔ مہدی بولا: بالکل درست ہے۔ پھر اس نے ربیع سے کہا کہ ان کو دس ہزار دینار دے دو اور سامانِ سفر بھی تیار کر دو تا کہ آپ مدینہ چلے جائیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ ہم نے راتورات تمام بندوبست کر دیا اور انہیں الودع کہنے کے لیے ساتھ گئے تاکہ کوئی شخص آپ کی مزاحمت نہ کرے، چنانچہ آپ بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گئے۔

خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ منورہ سے بغداد بلایا اور محبوس کر دیا۔ آپ بروز جمعۃ المبارک مطابق ۲۵ رجب المرجب ۱۸۶ھ میں ہارون الرشید کی قید میں فوت ہوئے۔ آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں آپ کو یحییٰ بن خالد برکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجوروں میں زہر ملا کر کھلائی تھی۔ (شواہد)

آپ سے مروی ہے کہ جب انہیں زہر دی گئی تو فرمایا مجھے آج زہر دے دی گئی ہے اور کل میرا بدن زرد ہو جائے گا، پھر نصف بدن سرخ ہو جائے گا، پھر سیاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد میں فوت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا آپ نے کہا تھا۔ کتابیں آپ کے فضائل و مناقب سے بھری پڑی ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے بہت بڑے عبادت گزار، فقیہ، سخی اور کریم تھے۔ آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں جن میں سے چند بلا اختصار یہاں رقم کی جاتی ہیں۔

..... معتبر کتابوں میں حضرت شفیق بنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت موجود ہے وہ فرماتے ہیں کہ حج کے سفر کے دوران میں سرزمینِ قادسیہ میں جا نکلا، وہاں میں نے ایک خوبصورت اور بلند قامت نوجوان کو دیکھا جس نے پیشینہ کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا اور پاؤں میں نعلین تھے۔ وہ بہت سے انسانوں میں سے نکل کر ایک جگہ اکیلا آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ نوجوان طبقہ صوفیاء سے معلوم ہوتا ہے اور شاید چاہتا ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں پر بار بن جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ میں اسے جا کر سرزنش کروں تاکہ وہ اس کام سے باز آ جائے۔ جونہی میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے کہا: اے شفیق! اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ میں نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ یہ عجیب بات ہوئی ہے اس نے تو میرا نام اور مافی الضمیر کہہ دیا ہے یہ کوئی بے ارباب نیک آدمی ہے۔ مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں نے ہر چند تیز چلنے کی کوشش کی لیکن اسے نہ پاسکا۔ دوسری منزل پر پہنچے تو میں نے اسے مشغول نماز دیکھا اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ میں نے پھر چاہا کہ اس سے معافی مانگوں۔ چند منٹ توقف کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے کہا: اے شفیق! وائی عفا لہن ثاب وامن و عمل صالحا ثم اھتدی۔ (القرآن) یہ کہا اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں سمجھا کہ یہ نوجوانوں ابدالوں میں سے ہے جس نے دوبارہ میرے دل کی بات بتادی ہے۔

جب ایک اور جگہ پہنچے تو میں نے اسے ایک کنویں پر کھڑا دیکھا اس کے ہاتھ میں ایک چرمی ڈول تھا جس سے وہ پانی نکالنا چاہتا تھا لیکن وہ ڈول ہاتھ سے کنویں میں جا پڑا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ کر کے دعا کی بخدا میں نے پانی کو اوپر آتے ہوئے دیکھا اس

نوجوان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ڈول کو سطحِ آب سے اٹھالیا اور اس سے وضو کر کے چار رکعت نماز ادا کی، پھر وہریت کے ایک ٹیلے کی طرف چل دیا اور اپنی مٹھی میں تھوڑی سی ریت پکڑ کر اس ڈول میں ڈال دی پھر اسے خوب ہلایا اور پی گیا۔ یہ دیکھا تو میں اس کے پاس گیا اور السلام علیکم کہا۔ آپ نے ولیم السلام کہا۔ میں نے کہا: مجھے کھانا کھلائے کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس نوجوان نے کہا: اے شفیق! ہمیشہ خداوند تعالیٰ کی ظاہر و باطن کی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں اس لیے تو خدا تعالیٰ کے بارے میں نیک گمان رکھ۔ پھر اس نے مجھے وہی ڈول دیا جس میں سے میں نے پانی پیا۔ اس میں ستواور شکر ہے۔ مجھے خدا کی قسم ان سے شیریں اور لذیذ چیز میں نے کبھی نہیں پی تھی۔ میں سیراب ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے چند دن تک اکل و شرب کی حاجت نہ رہی۔ اس کے بعد وہ مجھے نظر نہ آیا۔

جب مکہ مکرمہ پہنچے تو میں نے اسے تہجد پڑھتے ہوئے دیکھا وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کر رہا تھا اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہ سلسلہ تمام رات جاری رہا۔ صبح ہوئی تو نماز فجر کے بعد طواف کرنے لگ گیا۔ طواف کر کے باہر چلا گیا، میں بھی ان کے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا کہ اب اس کے پاس کئی غلام اور خدام تھے اور لوگوں نے اس کو گھیر رکھا تھا اور کہہ رہے تھے: السلام علیک یا ابن رسول اللہ ﷺ۔ میں نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت موسیٰ بن جعفر بن محمد علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔ میرے منہ سے برجستہ نکلا کہ اس سید سے اس قسم کی عجیب و غریب باتوں کا صدور کوئی تعجب کی بات نہیں۔ (شواہد)

۲..... ہارون الرشید نے علی بن یقظین کو نہایت عمدہ کپڑے جن میں ایک گدڑی بھی تھی جو نہایت عمدہ ریشمی کپڑے سے بنی ہوئی تھی عطا کی۔ علی بن یقظین نے اس کمالِ محبت کے سبب جو اسے حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے تھی ان کپڑوں کے علاوہ بہت سی اور چیزیں ان کی خدمت میں بھیج دیں۔ آپ نے تمام چیزیں قبول کر لیں لیکن وہ گدڑی واپس کر دی اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا تمہارے کام آئے گی۔ چند روز کے بعد علی بن یقظین اپنے کسی غلام پر سخت ناراض ہو گیا اور وہ اس سے بھاگ کر ہارون الرشید کے ہاں پہنچ گیا وہاں جا کر کہنے لگا: میرے آقا نے موسیٰ بن کاظم علیہ السلام کے اپنا امام تسلیم کر لیا ہے اور اس کے لیے بہت سامان و دولت بھیجا ہے اس میں ایک گدڑی بھی ہے جو آں جناب نے ازراہ اعزاز و اکرام بھیجی تھی۔ ہارون الرشید نے سنا تو بہت آگ بگولا ہوا۔ اسی وقت ایک گماشتہ بھیج کر علی بن یقظین کو بلا لیا۔ وہ دربار میں حاضر ہوا تو خلیفہ نے پوچھا کہ وہ گدڑی جو میں نے تجھے پہنائی تھی اس کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اے خلیفہ! وہ تو میرے پاس ہی ہے۔ خلیفہ نے کہا: اُسے حاضر کرو۔ اس نے غلام طلب کیا اور اسے کہا: فلاں گھر چلے جاؤ وہاں ایک صندوق ہے، فلاں کنیز سے اس کی چابی لے کر اس کا منہ کھولنا اس میں سے ایک سرمہ برتن نکلے گا اسے لے آؤ۔ غلام نے چند منٹ بعد وہ برتن حاضر کر دیا۔ ہارون الرشید نے اس کی مہر توڑنے کو کہا۔ جب ڈھکنا اٹھا تو اسے وہی گدڑی نظر آ گئی جسے اس نے خوب عطر و گلاب میں بسا کر رکھا ہوا تھا خلیفہ کی تسلی ہوئی تو اس کا غصہ بھی فرو ہو گیا۔ پھر کہا اسے وہیں پہنچا دو اور خوش و خرم رہو آئندہ میں کبھی تمہارے بارے میں کسی کے کہنے میں نہ آؤں گا۔ (ایضاً)

۳..... ایک شخص کی روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ کاظم کو مہدی نے پہلی بار بغداد میں طلب کیا تو آپ نے مجھے ضروریاتِ زندگی بازار سے خرید لانے کو کہا۔ جو نبی آپ کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی تو آپ نے مغنوم و پریشان دیکھا فرمایا: اے فلاں کیا بات ہے تم

پریشان نظر آتے ہو؟ میں نے کہا: مغموم و محزون کیوں نہ ہوں آپ ایک ایسے ظالم کے پاس جا رہے ہیں جس کے پاس جانے کا انجام معلوم نہیں کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا: کوئی ڈر نہیں میں فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو واپس آ جاؤں گا لہذا تم اول شب میرا انتظار کرنا۔ میں نے اس دن سے روز و شب شمار کرنا شروع کر دیے روزِ موعود آیا تو میری انتظار کشی کوئی رنگ نہ لائی۔ آفتاب غروب ہو گیا لیکن مجھے کوئی شخص آتا ہوا دکھائی نہ دیا۔ میرے دل میں شیطان لعین نے وسوسے ڈالے۔ میں ان وسوسوں سے بہت ڈرا اور مجھ پر ایک عظیم اضطراب غالب آ گیا۔ ناگاہ مجھے عراق کی طرف سے ایک تاریکی نظر آئی اور جنابِ موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ اس تاریکی کے آگے آگے ایک حجر پر سوار یہ آواز دے رہے ہیں: اے فلاں! اے فلاں! میں نے کہا: اے ابنِ رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا قریب تھا کہ تم وہم و گمان میں پڑ جاتے۔ میں نے عرض کی: بالکل حضور یہی بات تھی۔ پھر میں نے کہا الحمد للہ کہ آپ کو اس ظلم سے خلاصی حاصل ہوئی۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک بار مجھے اور بلائے گا لیکن اس دفعہ مجھے خلاصی حاصل نہ ہوگی۔ (ایضاً)

۴..... ایک اور راوی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں مجاور تھا میں نے ایک مکان کرایہ پر لے رکھا تھا اور زیادہ میں حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ہی رہتا ایک دن سخت بارش ہوئی میں نے خدمت میں حاضر ہونے کا لباس پہنا۔ جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو السلام علیکم کہا۔ آپ نے وعلیکم السلام کہا، پھر فرمایا اے فلاں! ابھی اپنے گھر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے گھر کی چھت تمہارے مال و اسباب پر گر پڑی ہے۔ میں واپس آیا تو دیکھا کہ میرے گھر کی چھت بہہ گئی تھی، میں نے چند آدمیوں کو کرایہ پر لیا جنہوں نے میرا سامان نیچے سے نکالا۔ میری کوئی چیز سوائے ایک طشتری کے گم نہ ہوئی اس سے میں وضو کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے چند لکھوں کے لیے مراقبہ کیا پھر فرمایا: میرا خیال ہے تم اسے کسی جگہ بھول گئے ہو، جاؤ اپنی سرائے کے مالک کی کنیز سے پوچھو کہ میری طشتری تم نے تو نہیں اٹھائی، اگر اٹھائی ہے تو مجھے واپس دے دو، وہ تمہیں دے دے گی۔ میں نے واپس جا کر کنیز سے کہا میں فلاں جگہ اپنی طشتری بھول گیا تھا تم آئی تھیں اور اٹھا کر لے گئی تھیں وہ مجھے واپس کر دو تا کہ میں وضو کر لوں۔ وہ اسی حالت میں گئی اور لا کر پیش کر دی۔ (ایضاً)

۵..... اسی راوی کا بیان ہے کہ جب آپ کو بصرہ لے گئے تو میں مدائن کے نزدیک آپ کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا۔ ہمارے عقب میں بھی ایک کشتی تھی جس میں ایک عورت تھی، جس نے اپنے خاوند سے سہاگ رات منائی تھی، اچانک اس کشتی سے شور و غوغا سنائی دی۔ آپ نے پوچھا: یہ کیسا شور ہے؟ میں نے عرض کی کشتی میں دہن جا رہی ہے۔ ایک گھنٹہ گزرا تو پھر شور و شین سنائی دیا۔ آپ نے پوچھا: یہ آہ و فغاں کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی کہ کشتی میں بیٹھی ہوئی دہن نے دریا سے تھوڑا سا پانی لینا چاہا تو اس کا طلائی ننگن پانی میں گر گیا ہے۔ اور وہ رو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کشتی کا خیال رکھنا۔ لوگوں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ نیز آپ نے کہا کہ اس کشتی کے ملاح سے بھی کہہ دو کہ کشتی کو بحفاظت رکھے۔ کشتی کنارے پر لگی تو آپ نے زیر لب کچھ پڑھنا شروع کیا پھر ملاح سے فرمایا کہ وہ ننگوٹا باندھ کر پانی میں کودے اور ننگن کو پکڑ لے۔ ہم نے دیکھا کہ ننگن سطح آب پر آ گیا اور ملاح نے پانی میں کود کر ننگن کو پکڑ لیا۔ (ایضاً)

۶..... ایک دوسرے راوی کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک کے پاس ایک سودینار تھے جو اس نے مجھے دے دیئے تاکہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کروں۔ میرے پاس بھی ایک چیز تھی، جب میں مدینہ پہنچا تو نہانے دھونے کے بعد اپنی چیزوں کو صاف کیا اور ایک شخص سے مشک وغیرہ لے کر ان پر چھڑکا۔ پھر جب میں نے اس شخص کے مال کو گنا تو نانوے دینار

لکے، دوبارہ گنا تو اتنے ہی تھے لہذا ایک دینار میں نے اپنے پاس سے ان میں ملا دیا، رات ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی میری جان آپ پر قربان ہو میرے پاس کچھ رقم ہے جس سے قرب خدائے قدوس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا لے آؤ۔ میں اپنے دیناروں کو آپ کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: آپ کے پاس غلام نے بھی مجھے ایک چیز دی ہے۔ آپ نے فرمایا: لے آؤ۔ میں نے تھیلی پیش کی تو آپ نے فرمایا زمین پر رکھ دو۔ میں نے رکھ دی۔ جونہی آپ نے اپنا دست مبارک اس پر پھیرا تو میرا دینار علیحدہ ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا: مجھے وزن پر اعتبار ہے عدد پر نہیں۔

۷۔..... ایک راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین اور ایک اور صاحب نے مجھے کہا کہ فلاں آدمی کے ساتھ کوفہ جاؤ اور وہاں سے دوسواریاں خرید کر یہ خط اور یہ مال حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا دو۔ میں کوفہ میں گیا اور اس شخص کے ہمراہ دوسواریاں خریدیں۔ مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے کچھ کھانا شروع کر دیا اچانک ہماری نظر حضرت موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ پر پڑی جو ایک فخر پر سوار آرہے تھے ہم ادا کھڑے ہو گئے اور آپ کی خدمت اقدس میں سلام کیا۔ آپ نے فرمایا تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے لے آؤ۔ ہم نے سب کچھ پیش کر دیا اور پھر وہ خط بھی آپ کو دے دیا۔ آپ نے کچھ خط اپنی آستین سے نکالے اور فرمایا: یہ تمہارے خطوط کے جواب ہیں بہ امان خدا واپس چلے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ ہمارا زورادراہ ختم ہو چکا ہے اگر آپ اجازت دیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنے کے لیے زورادراہ بھی لے لیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس توشہ میں سے کچھ باقی ہے؟ ہم نے عرض کی: ہاں۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ۔ ہم نے حاضر کر دیا۔ آپ نے اسے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ زورادراہ تمہارے لیے کوفہ تک کافی ہے، تم بہ امان خدا واپس چلے جاؤ۔ آپ کے ارشاد کے مطابق ہم واپس لوٹ آئے اور وہ زورادراہ کوفہ میں آکر بھی باقی رہا۔ (ایضاً)

شہادت

۲۱ رجب ۱۱۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ کاظمین (عراق) میں مدفون ہوئے۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد کثرت سے تھی۔ جس میں بیس صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

- | | |
|--|---|
| ۱۔ علی رضا <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۲۔ عقیل <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۲۔ ہارون <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۴۔ حسن <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۵۔ حسین <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۶۔ زید <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۷۔ عبید اللہ <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۸۔ عبد الرحمن <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۹۔ اسماعیل <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۱۰۔ اسحاق <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۱۱۔ یحییٰ <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۱۲۔ احمد <small>رضی اللہ عنہ</small> |
| ۱۳۔ ابو بکر <small>رضی اللہ عنہ</small> | ۱۴۔ عمر <small>رضی اللہ عنہ</small> |

- ۱۵۔ جعفر اکبر رضی اللہ عنہ ۱۶۔ جعفر اصغر رضی اللہ عنہ
 ۱۷۔ حمزہ رضی اللہ عنہ ۱۸۔ قاسم رضی اللہ عنہ
 ۱۹۔ عباس رضی اللہ عنہ ۲۰۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ

صاحبزادیوں کے اسماء یہ ہیں:

- ۱۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا ۲۔ علیہ رضی اللہ عنہا
 ۳۔ اسماء صغریٰ رضی اللہ عنہا ۴۔ اسماء کبریٰ رضی اللہ عنہا
 ۵۔ فاطمہ کبریٰ رضی اللہ عنہا ۶۔ فاطمہ صغریٰ رضی اللہ عنہا
 ۷۔ زینب کبریٰ رضی اللہ عنہا ۸۔ زینب صغریٰ رضی اللہ عنہا
 ۹۔ ام کلثوم کبریٰ رضی اللہ عنہا ۱۰۔ ام کلثوم صغریٰ رضی اللہ عنہا
 ۱۱۔ ام فردہ رضی اللہ عنہا ۱۲۔ ام عبداللہ رضی اللہ عنہا
 ۱۳۔ ام القاسم رضی اللہ عنہا ۱۴۔ آمنہ رضی اللہ عنہا
 ۱۵۔ حکیمہ رضی اللہ عنہا ۱۶۔ محمودہ رضی اللہ عنہا
 ۱۷۔ امامہ رضی اللہ عنہا ۱۸۔ میمونہ رضی اللہ عنہا

(سعادت الکونین)

یاد رہے کہ کچھ ان میں اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن تعداد کی کمی میں اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض اس سے زیادہ اولاد کے قائل ہیں۔

واضح رہے کہ سلطان الاولیاء قطب الاقطاب حضرت خواجہ سید معین الدین حسن سنجرى چشتی اجیرى علیہ الرحمۃ التوفى ۶ رجب المرجب ۶۳۲ھ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل مبارک سے ہیں۔

حضرت علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو الحسن ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ میں نے اپنی کنیت ان کو دے دی۔ آپ کا لقب رضا ہے۔ ابی جعفر محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد محترم نے مامون الرضا رکھا تھا اور انہیں عہدہ ولایت کی بھی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے کہا اللہ سبحانہ نے ان کا نام الرضا رکھا کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ کی رضا تھا اور زمین میں اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا تھی۔ آپ کو گزشتہ آئمہ میں اس بنا پر خصوصیت حاصل ہے کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے میرے بیٹے کو رضا کہہ کر پکارو، اور جب وہ ان کو مخاطب فرماتے تو کہتے اے ابو الحسن۔ آپ کی پیدائش مدینہ منورہ میں بروز پنج شنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۵۳ھ میں ہوئی۔ یعنی اپنے دادا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے ۲۵ سال بعد ہوئی۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کے بہت سے نام ہیں مثلاً اروی، نجمہ، ثمانہ اور ام

الہینین۔ کہتے ہیں کہ حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہما حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ کی کنیز تھیں۔ ایک رات حضرت حمیدہ رضی اللہ عنہما نے جناب حضور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ نجمہ کی شادی اپنے بیٹے موسیٰ سے کر دو کیونکہ ان سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تمام اہل زمین سے بہتر ہوگا۔ حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ سے روایت ہے کہ جب میں حاملہ ہوئی تو مجھے کسی قسم کا بوجھ محسوس نہ ہوا اور سوتے وقت مجھے اپنے پیٹ سے سبحان اللہ اور اللہ اللہ کے آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ مجھ پر ایک ہیبت غالب آ جاتی اور میں بیدار ہو جاتی لیکن پھر کوئی آواز نہ آتی۔ پیدائش کے وقت آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ دیے اور چہرہ آسمان کی طرف، لبوں کو جنبش دینے لگے ایسے ہی جیسے کوئی باتیں کرتا ہے اور دعا مانگتا ہے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کے ایک خاص آدمی نے مجھ سے کہا: کیا تم جانتے ہو کہ مغرب کے تاجروں میں سے کوئی آیا ہے یا نہیں؟ میں نے کہا: مجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا: ”آیا ہے۔“ میں اس کے ساتھ سوار ہو کر چلا آیا یہاں تک کہ ہم اس تاجر کے پاس پہنچ گئے اس نے ہمارے سامنے سات کنیزیں پیش کیں لیکن انہوں نے کسی کو قبول نہ کیا اور فرمایا: کوئی اور دکھاؤ۔ وہ کہنے لگا اور تو کوئی نہیں، مگر ایک کنیز ہے جو بیمار رہتی ہے۔ آپ واپس چلے گئے۔ آپ نے دوسرے دن مجھے بھیجا اور فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ قیمت پوچھو، جو بھی کہے وہ قیمت اسے دے کر خرید لو۔ میں نے اس کے پاس جا کر پوچھا تو اس نے کہا کہ میں اس قیمت سے ایک کوڑی بھی کم نہ لوں گا۔ میں نے کہا: جتنی قیمت چاہے لے لو میں خریدنے کو تیار ہوں۔ کہنے لگا: جا میں نے فروخت کر دی لیکن یہ بتا کہ اس کا شوہر کون ہوگا؟ میں نے کہا قبل از وقت میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ اس نے کہا: تجھے ایک بات بتاتا ہوں، جب میں نے اس کنیز کو مغرب کے ایک دور دراز شہر سے خریدا تو ایک اہل کتاب عورت کی مجھ پر نظر پڑ گئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا یہ کنیز کس کے لیے ہے؟ میں نے کہا میں نے اپنے لیے خریدی ہے۔ وہ بولی: یہ کنیز ایسی کنیز نہیں جو تیرے لیے ہو یہ تو کسی ایسے شخص کے لیے ہے جو اہل دنیا میں سے بہترین انسان ہو کیونکہ اس کے بطن سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ایک فرزند عظیم پیدا ہونے والا ہے جس کا مشرق و مغرب میں مثال نہیں ملے گا۔ روای کہتے ہیں جب میں اس کنیز کو لایا تو کچھ عرصہ حضرت کاظم کے پاس رہی اور حضرت امام رضا رضی اللہ عنہما متولد ہوئے۔ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: تیرا بیٹا علی اللہ جل جلالہ، کے نور سے ہے جو اس کی حکمتیں بیان کرے گا، اس کی رائے صائب ہوگی جس میں خطا نہ ہوگی، وہ جاہل نہیں عالم ہوگا اور اس کی مجلس میں حکماء اور علماء ہوں گے۔ (شواہد)

کتابوں میں جو کچھ لکھا ہے اور زبانوں پر جو کچھ بھی مذکور ہے حضرت رضا رضی اللہ عنہ کے بہت سے فضائل و مناقب میں سے ایک تھوڑا سا حصہ ہے یا یوں کہئے کہ بحرِ خا میں سے ایک قطرہ ہے جو اپنے اختصار کے باعث بھی کہیں سا نہیں سکتا۔ اسی باعث آپ کے خوارقِ عادات و کرامات کو بالا اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

۱..... جب خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تو جب بھی آپ اسے ملنے کے تشریف لے جاتے خدام و حجاب آپ کا استقبال کرتے اور مامون کے دروازے پر جو پرچہ آویزاں ہوتا اسے اٹھا دیتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر کار اس بارے میں مخلص و باصفا افراد کے ساتھ چند بندگان ہوا الجھ گئے اور جب حضرت رضاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو وہ بیٹھے ہوئے تھے آپ کو دیکھ کر بے اختیار اٹھ کھڑے ہوئے اور استقبال کر کے پردہ کو اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ایک دوسرے کو کہنے لگے: ہم

نے ایسا کیوں کیا؟ دوسری بار پھر اس بات پر متفق ہوئے کہ اب ایسا نہ کریں گے۔ جب آپ بار دیگر تشریف لائے تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو السلام علیکم کہا لیکن پردہ اٹھانے میں کچھ لیت و لعل کی اللہ تعالیٰ نے پیشتر اس کے کہ وہ پردہ اٹھاتے ایسی ہوا چلا دی جس نے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ہوا بند ہو گئی اور جب واپس آنے کا ارادہ کیا تو پھر چلنے لگی اور پردہ اٹھ گیا ان (حاسدوں) نے دیکھا تو کہنے لگے جسے اللہ تعالیٰ جل جلالہ، عزیز رکھے اس کی کوئی بھی سبکی نہیں کر سکتا۔ بعد ازاں وہ اسی طرح خدمت سرانجام دینے لگے۔ (ایضاً)

۲..... حضرت وعل بن علی الخراسانی جو اپنے زمانے کے فصیح ترین شعراء میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے مَدْرَاسُ آیاتِ خَلَّتْ مِنْ تِلَاوَةِ“ قصیدہ لکھا اور حضرت علی رضاؑ کی خدمت میں پیش کیا تو اس وقت خراسان میں مامون الرشید کا ولی عہد بھی موجود تھا۔ میں نے اسے بھی سنایا تو اس نے پسند کیا اور مجھے کہنے لگا اس قصیدہ کو کسی کے پاس مت پڑھنا سوائے اس شخص کے جسے میں چاہوں۔ یہ خبر مامون الرشید کو پہنچی تو اس نے مجھے دربار میں طلب کیا اور تمام احوال پوچھنے کے بعد کہا: قصیدہ ”مدراس آیات سناؤ۔ میں نے لیت و لعل کیا۔ پھر اس نے حضرت علی رضا کو بلایا، وہ تشریف لائے تو کہا: اے ابوالحسن! میں نے وعل سے قصیدہ مدراس آیات کے متعلق کہا تھا لیکن اس نے نہیں سنایا۔ حضرت علی رضا نے فرمایا تو میں نے پڑھ دیا۔ آپ نے پسند فرمایا۔ مامون نے پچاس ہزار دینار عطا کیے اور اتنے ہی دینار حضرت علی رضاؑ کی خدمت میں پیش کیے۔ میں نے عرض کی۔ یاسیدی: میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا عطا کریں جس سے میں اپنا کفن بناؤں۔ آپ نے مجھے ایک کرتہ اور ایک تولیہ دیا۔ یہ دونوں چیزیں نہایت عمدہ تھیں، پھر فرمایا: انہیں سنبھال کر رکھنا کیونکہ ان سے تمہیں تمام آفات سے تحفظ ملے گا۔ اس کے بعد میں عازم عراق ہوا۔ راستے میں ہمیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا میرے پاس صرف ایک پرانا کرتہ بچا اور مجھے اس کرتے اور تولیے کا بہت افسوس تھا جو آپ نے مجھے دیے۔ آپ کے اس ارشاد پر کہ انہیں سنبھال کر رکھنا یہ تمہاری حفاظت کریں گے، بہت متفکر تھا کہ اچانک میں نے چوروں میں سے ایک چور کو گھوڑے پر سوار آتے دیکھا اس نے میرا جامہ بارانی پہنا ہوا تھا وہ میرے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا وہ سب آگئے تو اس نے ”مدراس آیات خلت من تلاوة“ پڑھنا شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ روتا بھی رہا۔ میں نے دل میں کہا: یہ عجب ماجرا ہے کہ یہ ڈاکو بھی طریقِ محبت اہل بیت رسول اللہ ﷺ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ لہذا مجھے خواہش پیدا ہوئی کہ حضرت رضاؑ کی دونوں چیزیں مجھے واپس مل جائیں۔ میں نے کہا: اے سردار! یہ قصیدہ کس نے کہا ہے؟ کہنے لگا: تجھے اس سے کہا؟ میں نے کہا: میں اس کے متعلق کچھ راز رکھتا ہوں جو بتاؤں گا۔ اس نے کہا اس کا مصنف اس سے بھی مشہور ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو اس نے کہا: وہ وعل بن علی شاعر آلِ محمد ﷺ ہے۔ میں نے کہا: اے سردار! وعل میں ہی ہوں اور یہ قصیدہ میں نے ہی کہا ہے اس نے بہت سی باتیں پوچھیں اور اہل قافلہ کو تمام احوال پوچھے۔ تمام لوگوں نے گواہی دی کہ وعل یہی ہے۔ اس پر اس ڈاکو نے قافلہ والوں سے جو بھی چھینتا تھا سب واپس کر دیا اور کوئی چیز اپنے پاس نہ رکھی اور ہمارا محافظ بن کر ہمیں خطرے کے تمام مقامات سے گزارا۔ اس طرح میں اور تمام اہل قافلہ نے اس کرتے اور تولیے کی برکت سے محسن و بلا سے مخلصی پائی اور ہمارا تحفظ ہوا۔

ذکرت محل الربع من عرفات فاسبکیت دفع العین بالعبرات
مدراس آیات خلت من تلاوة ومزل وحی مقفر العرضات

لال رسول اللہ بالحنیف من منی
دیار علی والحسین وجعفر
دیار عفاها جود کل معاند
دیار عبد اللہ والفضل صقوة
منازل كانت الصلوة والبتقی
منازل جبریل الامین یحلها
منازل وحی اللہ معدن علیہ
منازل وحی اللہ ینزل حولها
فاین الاولی شطت بهم غرة الری
هم آل میراث النبی اذانتما
مطاعیم فی الاعسار کل مشهد
اذالم شاخ اللہ فی صلواتنا
ائمة عدل یهتدی بفعاہم
فیارب زدقلبی وبصیرة
دیاریار رسول اللہ اصبحن مبلقعا
وآل رسول اللہ ہلب رقاب ہم
وآل رسول اللہ ندفی نحورهم
وآل زیاد فی القصور مصونة
فیأوارثی علم النبی وآلہ
لقد امننت نفسی بکم فی حیوتنا

بعض روایتوں کے مطابق جب وعمل علیہ الرحمۃ پڑھتے پڑھتے اس شعر پڑھتا

وقدر لبغداد النفس زکیہ

تضمینا الرحمن العرفات

ترجمہ: اگرچہ اس پاکیزہ جسم کو بغداد میں دفن کیا گیا تھا مگر خدائے رحمان نے آپ کو میدانِ عرفات تک وسعت دے دی۔

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے وعمل! اس جگہ ایک شعر کا الحاق میری طرف سے کر لو تا کہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔

وعمل نے کہا: اے ابن رسول ﷺ درست ہے۔

حضرت علی رضاؑ نے کہا:

وقبر بطوس بالہا من مصعۃ الخت

علی الاحشار بالزفرات

وعمل نے پوچھا: اے ابنِ رسول اللہؐ! یہ قبر کس کی ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: میری اور بہت جلد بطوس اہل بیت کے محبوب اور دوستوں کے آنے جانے کی جگہ ہوگی۔ جو بھی میری زیارت کو آئے گا اس غربت میں میرے ساتھ ہوگا اور عرصہٴ محشر میں اس کی مغفرت ہوگی۔ (شواہد)

۳..... اہل کوفہ میں سے ایک کا بیان ہے کہ جب میں خراسان جانے کے لیے کوفہ سے باہر نکلا تو میری لڑکی نے مجھے ایک بہت اچھا کپڑا دیا اور کہا: اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب میں مرو پہنچا تو غلامان علی رضاؑ نے مجھ سے کہا: ہمارا ایک ساتھی فوت ہو گیا ہے اس کے کفن کے لیے یہ کپڑا ہمارے پاس بیچ دو۔ میں نے کہا: میرے پاس کوئی کپڑا نہیں۔ یہ سن کر وہ چلے گئے۔ لیکن دوسری دفعہ پھر آ گئے اور کہا: ہمارے آقا نے تجھے سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ تمہارے پاس ایک کپڑا ہے جو تمہاری لڑکی نے تمہیں دیا تھا تاکہ تم اسے بیچ دو، اور اس کے لیے فیروزہ خرید سکو۔ ہم اس کی قیمت لائے ہیں۔ میں نے کپڑا انہیں دے دیا اور بعد ازاں دل میں کہا کہ چند مسئلے آپ سے پوچھتا ہوں دیکھوں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے اور علی الصبح آپ کے در دولت پر حاضر ہو گیا۔ وہاں لوگوں کا ایک ہجوم تھا کسی کو مجال نہ تھی کہ وہ اس بھیڑ میں آپ کو بآسانی مل سکے۔ میں حیرت و استعجاب کے عالم میں کھڑا تھا کہ آپ کا ایک غلام باہر آیا اور میرا نام لے کر ایک تحریر شدہ کاغذ مجھے دیا اور کہا اے فلاں! یہ تیرے سوالوں کے جواب ہیں میں نے دیکھا تو یہ میرے سوالوں کے جواب تھے۔ (ایضاً)

۴..... اہل نواح میں سے ایک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ نواح میں تشریف لائے ہیں اور جس مسجد میں حاجی ٹھہرتے ہیں وہاں قیام فرما ہیں۔ میں نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر السلام علیکم عرض کیا۔ آپ کے سامنے ایک طباق تھا جس میں صیانی کھجوریں تھیں رسول اللہؐ نے ان میں سے مٹھی بھر مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے گنیں تو سترہ کھجوریں تھیں۔ میں نے ان سے یہ تعبیر لی کہ میری عمر ۷۰ سال باقی ہے۔ اس واقعہ کے بیس روز بعد میں نے سنا کہ حضرت امام علی رضاؑ اس مسجد میں تشریف لائے ہیں تو میں فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ میں نے آپ کو اسی جگہ تشریف فرما دیکھا جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرماتے تھے۔ آپ کے پاس بھی اسی طرح ایک طباق کھجوروں کا پڑا ہوا تھا، میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپ نے جواب دیا اور مجھے اپنے نزدیک بلا کر مٹھی بھر کھجوریں دیں میں نے گنیں تو سترہ تھیں۔ میں نے کہا: اے ابنِ رسول اللہؐ! مجھے تو اس سے زیادہ کھجوریں چاہئیں۔ آپ نے فرمایا: اگر حضور علیہ السلام تجھے ان سے زیادہ دیتے تو میں بھی دے دیتا۔ (ایضاً)

۵..... ایک راوی کا بیان ہے کہ ریان بن صلت نے مجھ سے کہا میری خواہش ہے تم میرے لیے حضرت علی رضاؑ سے حکم بار یاہی حاصل کرو تا کہ میں آپ کی خدمت میں اس امید سے حاضری دوں کہ آپ مجھے اپنے کپڑوں میں سے ایک کپڑا پہنائیں اور اپنے نام چند درہم بھی عطا فرمائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حضرت علی رضاؑ کے ہاں حاضر ہوا اور ابھی میں نے کچھ بھی نہ کہا تھا کہ آپ فرمانے لگے: ریان بن صلت چاہتا ہے کہ یہاں اس امید سے حاضر ہو کہ میں اسے کپڑے پہناؤں اور وہ درہم جو میرے نام

سے جاری ہوئے ہیں ان میں سے چند اسے دوں۔ ریان بن صلت کو یہاں لے آؤ۔ ریان اندر گئے تو آپ نے انہیں دو کپڑے عطا کیے اور تیس درہم دیئے۔

۶..... ایک قزاق نے کسی تاجر کو کرمان کے رستہ میں موسم سرما میں پکڑ لیا، اور اس کے منہ کو برف کی طرف کر کے لٹا دیا، یہاں تک کہ اس کی زبان بے کار ہو گئی اور وہ بآسانی بات کرنے سے محروم ہو گیا۔ جب وہ خراسان پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نیشاپور تشریف لے گئے ہیں۔ اس نے اپنے آپ سے کہا وہ اہل بیت میں سے ہیں ان کی خدمت میں حاضری سے شاید کوئی علاج ہو سکے۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہے اور طلبِ شفا کر رہا ہے آپ نے فرمایا: کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر انہیں پانی میں بھگو لو اور دو تین بار منہ میں رکھو تو شفا پاؤ گے۔ خواب سے بیدار ہوا تو اسے اس پر اعتبار نہ آیا۔ جب نیشاپور پہنچا تو پتہ چلا کہ آپ باہر تشریف لے گئے ہیں اور کسی رباط میں مقیم ہیں وہ تاجر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا ماجرا سنایا لیکن خواب کا ذکر نہ کیا۔ جناب امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تمہاری دوا وہی ہے جو میں نے تمہیں خواب میں بتائی تھی۔ اس نے کہا: اے ابنِ رسول اللہ ﷺ! میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ سنوں۔ آپ نے فرمایا: تھوڑی سی کمونی، پودینہ صحرائی اور نمک لے کر پانی میں تر کر لو اور دو تین بار منہ میں رکھو گے تو شفا پاؤ گے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور شفا یاب ہو گیا۔

۷..... ایک دن آپ نے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا: اے بندہ خدا! جو چاہتا ہے اس کی وصیت کر اور جس چیز سے گریز نہیں اس کے لیے تیار ہو جا۔ اس بات کو تین دن گزرے تھے کہ وہ شخص مر گیا۔

۸..... ابواسمعیل سندھی کہتے ہیں کہ میں حضرت رضا رضی اللہ عنہ کی زیارت کے لیے گیا تو مجھے عربی کی الف، با بھی نہیں آتی تھی میں نے انہیں سندھی میں سلام کیا تو آپ نے اسی زبان میں جواب دیا۔ بعد ازاں میں نے اپنی زبان میں کئی سوال کیے آپ نے تمام کا اسی زبان میں جواب دیا پھر میں نے آتے وقت عرض کی: مجھے عربی نہیں آتی آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے اس سے مہم فرمادے۔ آپ نے اپنا دستِ اقدس میرے ہونٹوں پر پھیرا تو اسی وقت میں نے عربی بولنا شروع کر دی۔

۹..... ایک راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حج کا ارادہ کیا تو میری لونڈی کو ایک نہایت عمدہ ریشمی کپڑے کے احرام کی حلت و حرمت کا اندیشہ پیدا ہوا میں نے ریشمی لباس ترک کر دیا اور کپڑا پہن لیا جب میں مکہ پہنچا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک خط کے ساتھ وہ کپڑا بھی بھیج دیا لیکن اس میں یہ لکھنا بھول گیا کہ ریشمی کپڑے سے احرام باندھنا جائز ہے یا ناجائز۔ حالانکہ میں نے خط اسی نسبت سے ارسال کیا تھا یہاں تک کہ قاصد خط کا جواب لے کر آ گیا۔ خط کے آخر میں لکھا تھا کہ اگر محرم ریشمی احرام باندھ لے تو کوئی حرج نہیں۔

۱۰..... ایک راوی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت رضا رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک باغ میں باتیں کر رہا تھا کہ اچانک ایک چڑیا آ کر زمین پر گر پڑی اور اضطراب کی حالت میں آہ و فغاں کرنے لگی۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے معلوم ہے یہ کیا کہتی ہے؟ میں نے عرض کی اللہ جل شانہ، اور اس کا رسول ﷺ اور ابنِ رسول اللہ رضی اللہ عنہ خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کہتی ہے کہ اس گھر میں ایک سانپ ظاہر ہوا ہے جو چاہتا ہے کہ میرے بچوں کو چٹ کر جائے۔ آپ نے مجھے فرمایا: اٹھو اور اس گھر میں جا کر سانپ کو مار دو۔ میں اٹھا اور اس گھر میں جا کر دیکھا تو سانپ چکر کاٹ رہا تھا۔ میں نے اسے ہلاک کر دیا۔

۱۱..... ایک راوی کا بیان ہے کہ میری بیوی حاملہ تھی جسے میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا اور عرض کی: حضور دعا فرمادیں رب العزت اسے فرزند عطا فرمادے۔ آپ نے فرمایا: تمہاری بیوی دو بچوں سے حاملہ ہے۔ واپسی پر میں نے خیال کیا کہ ایک کا نام محمد رکھوں گا اور ایک نام علی۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا: ایک کا نام علی رکھنا اور ایک کا نام ام عمر۔ جب دونوں بچے دنیا میں آئے تو ایک لڑکا تھا اور ایک لڑکی۔ علی اور ام عمر بالترتیب نام رکھے گئے۔ ایک دن میں نے اپنی ماں سے پوچھا ام عمر کیا نام ہے؟ میری ماں نے جواب دیا کہ میری ماں کا نام ام عمر تھا۔

۱۲..... ایک راوی سے روایت ہے کہ میں نے خراسان میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے جب مجھے مدینہ منورہ طلب کیا گیا تو میں نے اپنے تمام اعمال کو جمع کر کے کہا مجھ پر گریہ کرو تا کہ میں تمہاری گریہ وزاری کو سنوں۔ بعد ازاں میں نے بارہ ہزار درہم ان میں تقسیم کیے اور کہا کہ اب میں تمہارے پاس دوبارہ نہیں آؤں گا۔

۱۳..... جب مامون الرشید نے آپ کو عہدہ خلافت پیش کیا تو آپ نے قبول نہ کیا۔ اس کی یہ استدعاء اور آپ کا انکار دو ماہ تک چلتا رہا۔ آخر جب بات حد سے بڑھ گئی تو عید تہدید تک پہنچی تو آپ نے قبول کر لیا۔ آپ نے اس معاملہ میں بہت کچھ لکھا جس کے آخر میں یہ الفاظ محبت تھے:-

وَالْحَقُّ وَالْجَامِعَةُ بَدَلَانٍ عَلَى ذَلِكَ وَمَا أَدْرَى مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ يَقْضِ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ
لِكُنِّي اتَّفَقْتُ إِمْرَأَةً آمِيْزُ الْمُؤْمِنِينَ وَاتَّخَذْتُ رَحْمَةً وَاللَّهُ يَعْصِمُنِي وَأَيَّامَهُ. (شواہد)

۱۴..... ابو الصلت بروی کے قصہ سے بھی آپ کی کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ قصہ یوں ہے، وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کے سامنے کھڑا تھا تو آپ نے مجھ سے کہا اس قبر میں جاؤ یہ قبر ہارون الرشید کی ہے اس کی چاروں طرف سے مٹی اٹھاؤ۔ میں آپ کے حکم کے مطابق مٹی اٹھا لیا۔ آپ نے سوگھی اور پھر پھینک دی، اور پھر کہا: جلدی ہی یہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جس میں سے ایک پتھر ظاہر ہوگا۔ جسے خراسان کے تمام گورکن بھی ہلا سکتے۔ پھر آپ نے فرمایا: فلاں جگہ سے مٹی لے آؤ میں لے آیا تو فرمایا: وہاں میرے لیے ایک گڑھا کھودیں گے جو سات ہاتھ گہرا ہوگا، پھر اس کے درمیان قبر شق کریں گے اور اگر فرمانِ شاہی پورا نہ ہوا تو پھر لحد ہی بنائیں گے، جو دو ہاتھ ہوگی، اسے خداوند کریم جس قدر چاہے فراخ و کشادہ کر دے گا۔ یہ گڑھا کھودتے وقت میرے سر ہانے کی طرف سے ایک قسم کی تری پیدا ہوگی۔ میں نے جس بات کی تمہیں تعلیم دی ہے۔ وہی کرنا۔ پانی جوش کھائے گا اور لحد اس سے بھر جائے گی۔ اس میں تجھے چھوٹی چھوٹی مچھلیاں نظر آئیں گی۔ یہ روٹی میں تجھے دیتا ہوں چھوٹی چھوٹی کر کے پانی میں ڈال دینا تا کہ وہ کھالیں۔ جب کچھ نہ بچے گا تو ایک بڑی مچھلی آئے گی جو چھوٹی چھوٹی مچھلیوں کو کھا جائے گی۔ جب ان مچھلیوں میں سے کوئی بھی باقی نہ بچے گی تو بڑی مچھلی غائب ہو جائے گی جب غائب ہو جائے تو تم اپنا ہاتھ پانی پر رکھ دینا اور جو میں نے تمہیں کہا ہے وہی کہہ دینا یہاں تک کہ پانی کی سطح نیچی ہو جائے اور کچھ نہ بچے۔ یہ سب کچھ مامون الرشید کی موجودگی میں کرنا۔ پھر کہا: اے ابو الصلت کل میں مامون کو ملنے آؤں گا۔ اگر میں اپنے سر پر کوئی چیز پہن کر نہ آؤں تو مجھ سے بات کر لینا اور اگر میرے سر پر کوئی چیز ہوئی تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔ ابو الصلت کہتے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کپڑے پہنے اور مامون الرشید کے غلام کا انتظار کرنے لگے۔ آپ مامون کے پاس گئے اس کے ہاں میوؤں کے طباق رکھے ہوئے تھے اور وہ ہاتھ میں انگور کے خوشے پکڑے ہوئے

تھا، مامون الرشید آپ کو دیکھ کر اپنی جگہ سے کودا اور آپ سے معافہ کر کے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور آپ کو بٹھایا، پھر وہ انگور کے خوشے آپ کو دیئے اور کہا: اے ابنِ رسول اللہ! کیا آپ نے ان انگوروں سے بہتر کبھی انگور دیکھے ہیں؟ آپ نے کہا اچھے انگور تو بہشت میں دیکھے ہوں گے۔ پھر مامون نے کہا: کھائیے حضرت امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے معذور سمجھو۔ مامون نے بات کو ذرا بڑھا کر کہا: آخر کون سی چیز مانع ہے۔ شاید آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے آپ سے وہ خوشہ لے لیا اور چند دانے کھا کر دوسری دفعہ حضرت امام رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ آپ نے اس میں سے دو تین دانے کھائے اور باقی کور کھ دیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جہاں تم نے بھیجا۔ پھر اپنے سر مبارک پر کوئی چیز باندھ کر باہر تشریف لے آئے۔ میں نے آپ سے کلام نہ کی۔ آپ اپنی سرائے میں آئے اور فرمایا: سرائے کا دروازہ بند کر دو تعمیلِ حکم پر آپ اپنے بستر پر سو گئے۔ اور میں سرائے میں حیران و غمگین کھڑا رہا۔ اچانک میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو دیکھا جس کے بال مشکبو اور عطر رساتھے اس کی شکل حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے بہت ملتی جلتی تھی میں بھاگ کر اس کے پاس گیا اور عرض کی: آپ کہاں سے تشریف لے آئے دروازہ تو بند تھا؟ اس نوجوان نے کہا: مجھے وہ شخص لایا ہے جو ایک لمحہ میں مدینہ سے لے آتا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ تو کہا: میں حجتہ اللہ محمد بن علی ہوں اور اپنے باپ کے پاس آیا ہوں۔ اور مجھے کہا کہ چلے آؤ۔ جب حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور معافہ کر کے اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے بستر پر لے گئے وہ نوجوان اپنا چہرہ اپنے والد کی طرف کر کے بیٹھ گیا اور کچھ راز کی باتیں کیں جن کی مجھے کچھ سمجھ نہ آئی۔ بعد ازاں میں نے حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دونوں لیوں پر برف کی طرح کچھ سفید کچھ جھاگ دیکھی جسے محمد بن علی نے چاٹ لیا۔ پھر اس نوجوان نے اپنے والد کے کپڑوں میں اپنا ہاتھ ڈالا تو چڑیا کی طرح ان کے سینہ سے کوئی چیز باہر نکل آئی اور نیچے گر گئی اسی وقت امام رضا کا انتقال ہو گیا۔ جناب محمد بن علی نے فرمایا: اے ابوالصلت! اٹھو اور بیت المال سے پانی اور تختہ لاؤ۔ میں نے عرض کی: بیت المال میں پانی ہے نہ تختہ۔ آپ نے فرمایا: میں جو کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو۔ میں بیت المال میں گیا تو وہاں پانی اور تختہ موجود پایا جسے میں لے آیا میں نے چاہا کہ آپ کی مدد کروں لیکن آپ نے فرمایا: اے ابوالصلت! میری کوئی اور مدد کرنے کو حاضر ہے۔ آپ نے امام علی رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور پھر کہا: بیت المال میں ایک کپڑوں کا صندوق ہے اس میں کفن اور سامانِ حنوط موجود ہے وہ لے آؤ میں گیا اور دیکھا کہ وہاں وہ صندوق موجود تھا جسے میں نے قبل ازیں کبھی نہیں دیکھا۔ اس صندوق کو لا کر رکھا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کفن دے کر نمازِ جنازہ ادا کی، پھر کہا: تابوت لے آؤ، میں نے عرض کی: میں جاتا ہوں تاکہ بڑھی کو تابوت بنانے کے لیے کہوں۔ آپ نے کہا: بیت المال میں جاؤ۔ میں گیا تو وہاں ایک تابوت دیکھا جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں وہ تابوت لے آیا جس میں آپ نے امام علی رضی اللہ عنہ کو لٹا دیا پھر دو رکعت نماز پڑھنا شروع کی ابھی نماز ختم نہ ہوئی تھی کہ تابوت اپنی جگہ سے اٹھنا شروع ہوا مکان کی چھت پھٹ گئی اور تابوت اس سے نکل کر فضا میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی: اے ابنِ رسول اللہ! مامون کو بھی بلالینا چاہئے۔ آپ نے فرمایا: خاموشی سے کام لو تابوت ابھی واپس آ جائے گا۔ پھر فرمایا: اے ابوالصلت! کوئی ایسا پیغمبر نہیں جس کا انتقال مشرق میں ہو اور اس کا وہی مغرب میں واصل بحق ہو بجز اس کے کہ ان کے روصیں اور جسم آپس میں مل جائیں یہ بات ابھی تمام کو نہ پہنچی تھی کہ گھر کی چھت پھٹی اور وہ تابوت نیچے آ گیا آپ نے حضرت امام کو تابوت سے باہر نکالا اور بستر پر اس طرح لٹا دیا گویا وہ بیٹھے ہوئے ہوں اور ان پر کوئی کفن وغیرہ نہیں پھر کہا اٹھو اور دروازہ کھولو۔ میں

نے دروازہ کھولا تو مامون مع اپنے غلاموں کے گریہ و زاری کرتا ہوا، گریبان چاک کرتا ہوا، اور سر پر طمانچے مارتا ہوا اندر آیا اور کہا: سیدنا! فجمعت بك یا سیدنا! اس کے بعد ان کی تجہیز و تکفین میں مشغول ہو گئے۔ تو حضرت امام محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا جاؤ آپ کی قبر کھودو۔ میں اس جگہ گیا تو جو کچھ حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا ویسا ہی مشاہدہ کیا۔ مامون الرشید نے پانی اور مچھلیوں کو دیکھا تو کہا حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے جس طرح زندگی میں عجیب باتوں کا ظہور ہوتا تھا زندگی کے بعد بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ مامون کے ایک درباری نے سنا تو کہا: اے خلیفہ! تجھے پتہ ہے کہ اس کا اشارہ کس طرف ہے؟ یہ اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ تمہاری حکومت کثرت اور اطاعت میں ان مچھلیوں کی طرح ہے جب تمہارے مرنے کا وقت آئے گا اور تمہاری زبان کے بند ہونے کے آثار پیدا ہوں گے تو خداوند تعالیٰ تم پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو تمہیں فنا کر دے گا۔“ مامون نے کہا آپ بجا فرماتے ہیں۔ ابواصلت سے دوسری روایت ہے کہ جب مامون حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ کے دفن سے فارغ ہوا تو کہا: آپ نے جو باتیں تم سے کہی تھیں وہ مجھے بتاؤ۔ میں نے کہا: وہ تو میں اسی وقت بھول گیا تھا چونکہ میں نے سچ بولا تھا اس لیے اس نے مجھے قید میں ڈال دیا میں ایک سال قید میں رہا اور میری روزی سخت تنگ ہو گئی۔ میں نے کہا: بارخدا یا! محمد وآل محمد رضی اللہ عنہم کے صدقے میری روزی میں کشائش پیدا کر دے۔ ابھی میری دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ میں حضرت علی رضا رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوا آپ فرما رہے تھے کہ اے ابواصلت! پریشان ہو گئے ہو۔ میں نے عرض کی ہاں حضور! آپ نے فرمایا: اٹھو اور باہر جاؤ۔ آپ نے میرے ہاتھوں کے بندھنوں کو چھو تو وہ کھل گئے۔ پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور سرائے سے باہر تشریف لے آئے نگہبان اور غلام دیکھتے رہے لیکن کسی کو مجھ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا: اب اللہ تعالیٰ کی امان و تحفظ میں چلے جاؤ۔ اب تم مامون کو ملو گے نہ وہ تمہیں ملے گا۔ ابواصلت کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سے مامون کو نہیں دیکھا۔ (شواہد)

شہادت

آپ کا وصال بروز جمعۃ المبارک رمضان ۲۰۲ھ میں مقام طوس سناباد کے گاؤں میں ہوا اور ان کا روضہ ہارون الرشید کی قبر کے مغرب کی طرف ہے جسے سرائے حمیہ بن قبطیہ الطائی کہتے ہیں۔

اولاد و امجاد

آپ کی اولاد و امجاد میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ محمد تقی رضی اللہ عنہ ۲۔ حسین رضی اللہ عنہ ۳۔ حسن رضی اللہ عنہ

۴۔ جعفر رضی اللہ عنہ ۵۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ

اور صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی تعداد میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔

حضرت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپ نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ کا نام اور کنیت حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد ہے۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام خیزران تھا۔ بعض نے ریحانہ بھی لکھا ہے۔ کہتے

ہیں یہ حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بمطابق رجب المرجب ۱۹۵ھ میں ہوئی۔ مامون الرشید آپ کے ادب اور فضل و کمال کا جو آپ کو بچپن میں ہی حاصل تھے معترف تھا اس لیے اس نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح آپ سے کر دیا۔ اور اسے آپ کے ہمراہ مدینہ منورہ بھیج دیا اور ہر سال ہزار درہم بھیجتا رہا۔

کہتے ہیں کہ اپنے والد حضرت امام رضا علیہ السلام کی وفات کے بعد جناب امام تقی علیہ السلام بارہ سال کی عمر میں بغداد کے کوچے میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ اتفاق سے مامون الرشید جو شکار کی غرض سے باہر جا رہا تھا وہاں سے گزرا تمام لڑکے ایک طرف بھاگ گئے لیکن حضرت جواد ایک جگہ کھڑے رہے مامون نے نزدیک آ کر آپ کو دیکھا آپ کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں حسن قبولیت بخشا تھا۔ مامون نے پوچھا: اے لڑکے! تو دوسرے بچوں کے ساتھ ایک طرف کیوں نہیں گیا؟ حضرت امام تقی علیہ السلام نے فی الفور جواب دیا: اے امیر المؤمنین! راہِ تنگ تو نہیں جسے میں تمہارے چلنے کے لیے کشادہ کروں اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا جس سے ذکر میں بھاگ جاتا اور میں یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ کسی کو بلا جرم سزا نہیں دیتے مامون الرشید کو آپ کا یہ طرزِ تکلم بہت پسند آیا اور آپ سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ آپ نے کہا: میرا نام محمد علیہ السلام ہے۔ مامون نے پوچھا: آپ کس کے بیٹے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں امام رضا علیہ السلام کا لڑکا ہوں۔ مامون آپ کے والد کے نام پر بہت خوش ہوا اور جدھر جانا تھا چلتا بنا۔ اس کے پاس بہت سے شکاری باز تھے جب شہر سے باہر نکلا تو ایک پکڑور کے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز غائب ہو گیا اور دیر تک غائب ہی رہا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کی چونچ میں نیم زندہ چھوٹی سی مچھلی تھی۔ مامون کو اس سے سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھ میں لیے واپس آ گیا۔ جب اس جگہ پہنچا جہاں حضرت امام تقی علیہ السلام لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے تو لڑکے حسب دستور ایک طرف ہو گئے لیکن حضرت امام تقی علیہ السلام کھڑے رہے۔ خلیفہ مامون نزدیک پہنچا تو کہا: اے محمد علیہ السلام! آپ نے کہا: لبیک یا امیر المؤمنین! خلیفہ نے آپ سے پوچھا: بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بلحاظِ مشیت اپنی قدرت کے سمندر میں ایک چھوٹی سی مچھلی پیدا کی ہے جو خلفاء اور بادشاہوں کے ہاتھوں میں جانے سے روک لی جاتی ہے اور اہل نبوت اس سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سن کر ششدر رہ گیا اور آپ کی طرف بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر کہا: آپ حقیقۃً ابنِ رضا ہیں۔ بعد ازاں اس نے وہ انعام جو آپ کو دیا کرتا تھا دو گنا کر دیا۔ (شواہد)

اور اسی طرح روایت ہے کہ ام فضل نے اپنے باپ مامون کو مدینہ منورہ سے شکایت لکھ بھیجی کہ حضرت جواد مجھ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اور دوسری بیوی کے خواہشمند ہیں۔ مامون نے اسے جواب میں لکھا کہ میں نے تیرا نکاح اس سے اس لیے نہیں کیا تھا کہ میں حلال چیز کو اس پر حرام کر دوں آئندہ خبردار مجھے اس قسم کی باتیں نہ لکھنا۔

آپ کے کلماتِ قدسیہ

۱۔ العامل بالظلم والمبعين له الراضی به شرکاء۔

۲۔ العلماء یوم العدل علی الظالم اشد من یوم جور علی المظلوم۔

۳۔ العلماء غرباً کثرة الجہال بینہم۔

۴۔ البصیر علی المصیبة علی الشامة بها۔

۵۔ من امل فاجر اکان ادنی عقربة الحرمان۔

۶. الثمان علیلان ابدالاصحیح کھی وعلیل مخلط۔

آپ کی کرامات

جب مامون الرشید نے اپنی بیٹی ام فضل کا نکاح کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا تو آپ راستے میں چند روز کے لیے کوفہ میں ٹھہرے۔ آخری دن آپ ایک مسجد میں تشریف لے گئے جس میں بیری کا درخت تھا جو کبھی بھی بار آور نہیں ہوا تھا، آپ نے کوزہ طلب فرمایا، اس درخت کی جڑ میں بیجہ کر وضو فرمایا۔ بعد ازاں نماز مغرب ادا کرنے کے لیے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے درخت کی جڑ کے پاس پہنچے، دیکھا تو اس پر بغیر گھسلی کے میٹھا پھل لگا ہوا تھا جسے لوگ بطور تبرک لیتے اور کھاتے۔

۲..... اسلاف میں سے کسی نے روایت کی کہ جب میں عراق میں تھا تو سنا کہ کسی نے ملکِ شام میں دعویٰ پیغمبری کر دیا ہے اور اسے ایک جگہ پابجولاں لاکر قید کر دیا گیا ہے میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں دربانوں کو کچھ دے کر اس کے پاس چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ بھانگی ہوش و حواس ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا: میں شام میں خدا تعالیٰ کی عبادت میں اس مسجد میں جس میں حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام کا سہارا ہے پر نصب تھا، مشغول تھا۔ ایک رات میں رو قبلاً ہو کر بیٹھا ہوا تھا ذکر الہی میں مشغول تھا کہ ناگاہ ایک شخص سامنے سے ظاہر ہوا جس نے مجھ کو کھڑا ہونے کو کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ میں نے اپنے باپ کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس شخص نے مجھ سے پوچھا: تمہیں پتہ ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ میں نے عرض کی: یہ مسجد کوفہ ہے۔ وہ نماز کے لیے کھڑا ہو گیا میں نے بھی اس کی اقتداء کی۔ نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر آ گیا میں اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ وہ تھوڑی دیر چلا۔ میں بھی ساتھ چلتا گیا میں نے دیکھا کہ میں مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر صلوٰۃ و سلام پڑھا لیکن وہ نماز میں مشغول ہو گیا میں بھی نماز پڑھنے لگا۔ وہ باہر آیا تو میں بھی باہر آ گیا۔ ابھی تھوڑی دور چلے تھے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو مکہ معظمہ میں پایا۔ اس نے طواف کعبہ کیا میں بھی طواف کعبہ سے مشرف ہوا۔ وہ باہر آ گیا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر آ گیا۔ وہ میزری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے اپنے آپ کو ملکِ شام کی اسی مسجد میں پایا جہاں میں عبادت میں مشغول تھا۔ ان حالات میں مجھے بہت تعجب ہوا اور کچھ سمجھ نہ آئی کہ ایسا کیسے ہوا؟ آئندہ سال پھر یہی موقع آیا۔ وہ شخص پھر ظاہر ہوا اور مجھے ساتھ لے کر پچھلے سال کی طرح بعینہ پھرتا رہا۔ جب میں اپنی جگہ پر واپس آیا اور ایک دوسرے سے جدا ہونے کا وقت آیا تو میں نے اس سے کہا: تجھے قسم ہے اس خدائے مقدر کی جس نے تجھے وہ چیز بخشی ہے جس کا میں نے مشاہدہ کیا ہے، بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام ہوں۔ صبح ہوئی تو میں نے ان لوگوں کو یہ واقعہ سنایا جنہیں میرے متعلق کچھ تردد تھا۔ یہ خبر والی شام کو بھی پہنچ گئی۔ اس نے مجھ پر دعویٰ نبوت کا الزام لگا کر مجھے قید و بند میں ڈال دیا۔ اور اپنے ساتھ لے آیا۔ میں نے اندریں حالات بادشاہ کو رقعہ لکھا اور اس سے متعلق گزارشات کیں۔ بادشاہ نے اسی رقعہ کی پشت پر لکھ دیا۔ کہ جو شخص تجھے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینہ منورہ اور مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور پھر وہاں سے واپس لے آیا ہے اس سے کہو کہ وہ تمہیں قید و بند سے بھی نجات و خلاصی دلائے۔ مجھے اس کا جواب بہت گراں گزرا اور میں بہت مغموم و محزون ہو گیا۔ صبح اٹھ کر جیل خانہ کی طرف چل دیا تاکہ اسے صورتِ حال سے آگاہ کروں۔ میں نے دیکھا کہ تمام لشکری اور محافظ اضطرابی حالت میں تھے۔ میں نے پوچھا: تمہیں کیا ہے۔ یہ اضطراب کیسا؟ کہنے لگے: جس شخص نے دعویٰ نبوت کیا تھا کل سے قید و بند سے غائب ہو گیا ہے ہمیں کچھ پتا نہیں چلتا کہ اسے زمین نکل گئی ہے۔

یا آسمانی پرندے لے اڑے ہیں۔ (شواہد)

۳..... مامون الرشید کا انتقال ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: میری موت آج سے تیس مہینے بعد ہوگی۔ جب مامون الرشید کی وفات کو تیس مہینے گزر گئے تو آپ نے بھی دعائی اجل کو لبیک کہا۔

۴..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں حضرت جواد کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ فلاں صالح نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور وہ آپ سے کفن کے لیے کسی پکڑے کا بٹجی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ ان باتوں سے مستغنی ہو چکا ہے۔ یہ سن کر میں باہر آ گیا لیکن مجھے آپ کے ارشاد کی کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر پتہ چلا کہ وہ اس سے تیرہ چودہ روز پہلے ہی مر چکا تھا۔

۵..... ایک اور شخص بیان کرتا ہے کہ ہم آپ کے اصحاب میں سے ایک کے ساتھ سفر پر جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ سفر اختیار کرنے سے پیشتر ہم حضرت جواد کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ الوداع کہیں۔ آپ نے فرمایا: آج باہر مت جاؤ کل تک رکے رہو۔ باہر آئے تو میرا ساتھی کہنے لگا: میں تو جا رہا ہوں کیونکہ میرا دوست تو باہر جا چکا ہے۔ یہ سن کر میں حیران و پریشان کھڑا رہ گیا اور وہ چلتا بنا۔ رات کو جس وادی میں ٹھہرا تھا سخت سیلاب آیا اور وہ ڈوب کر مر گیا۔

شہادت

آپ کا انتقال ۲۶ ذوالحجہ ۲۲۱ھ بروز بدھ ہوا۔ آپ کی قبر مبارک اپنے جدِ امجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قبر کی پچھلی طرف بغداد شریف میں ہے۔

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں دو صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں۔

۱۔ علی۔ ۲۔ موسیٰ۔

۳۔ فاطمہ۔ ۴۔ امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (شواہد)

حضرت سیدنا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ دسویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ کو ابوالحسن ثالث بھی کہتے ہیں۔ آپ ہادی عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں جن کا نام شمانہ ہے۔ کہتے ہیں یہ امِ فضل مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت بمطابق ۱۳ رجب المرجب ۲۱۴ھ مدینہ منورہ میں ہوئی۔ (شواہد)

حضرت علی ہادی رضی اللہ عنہ کے مناقب

ایک دن آپ سرمن رانی کے کسی گاؤں میں تشریف لے گئے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آپ کی تلاش میں آ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ آپ فلاں گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ وہ اعرابی آپ کے پیچھے چلا گیا۔ آپ سے ملا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیسے آئے ہو؟ اعرابی کہنے لگا: میں ان لوگوں سے ہوں جن کا قلبی لگاؤ آپ کے جدِ امجد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تھا۔ اب میں ایک ایسے

قرضِ خطیر کے زبرِ بارہوں۔ جسے ادا نہیں کر سکتا اور آپ کے سوا کوئی اور میری گردن سے یہ بار اتار نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا: کبیدہ خاطر نہ ہو۔ آپ نے اسے وہیں ٹھہرا لیا۔ صبح ہوئی تو آپ نے اعرابی سے کہا: دیکھو میں تم سے کچھ باتیں کہوں گا لیکن تمہارا فرض ہے کہ میری کسی بات کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے عرض کی: حضرت میں آپ کی کسی بات کی مخالفت نہیں کروں گا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں کیوں کہ اس کے ذمے قرض ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ خط لے جاؤ۔ جب میں سرمن رانی سے واپس آؤں تو میرے پاس آ جانا اور مجلس میں بیٹھے ہوئے مجھ سے ادائیگی قرض کا مطالبہ کرنا اور بے شک دو چار سنا بھی دینا۔ ہاں البتہ میری نصیحت کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی نے اس بات کا وعدہ کیا اور خط ہاتھوں میں تھام لیا۔ جب حضرت ہادی رضی اللہ عنہ سرمن رانی سے واپس آئے تو آپ کی خدمت میں بہت سے احباب و محبین وغیرہ حاضر ہوئے۔ وہ اعرابی بھی حاضر ہو گیا اور خط باہر نکال کر حضرت کی نصیحت کے مطابق مطالبہ پیش کر دیا۔ آپ اس سے نرم نرم باتیں کرتے جاتے اور اظہارِ معذوری کر کے ادائیگی قرض کا وعدہ بھی کرتے جاتے۔ اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو پہنچی تو کہنے لگا: آپ کے پاس تیس ہزار درہم لے جاؤ۔ درہم پہنچے تو آپ نے انہیں اعرابی کے آنے تک سنبھال کر رکھ چھوڑا۔ اعرابی آیا تو آپ نے فرمایا: لے جاؤ اور اپنا قرض ادا کرو اور جو باقی بچے اسے اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا۔ اور مجھے معذور ہی خیال کرنا۔ اعرابی یہ بات سن کر کہنے لگا: یا ابنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! بخدا جو آپ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے مجھے تو اس سے تیسرے حصے سے بھی کم رقم کی امید تھی۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ فلاں چیز کو کہاں بھیجنا ہے۔ (شاہد)

آپ کی کرامات

ایک بار خلیفہ متوکل بیمار ہو گیا، اس کے جسم پر پھوڑا نکل آیا جس کے علاج و معالجہ سے اطباء عاجز آ گئے۔ خلیفہ کو موت نظر آنے لگی۔ ایک دن فتح بن خاقان جو خلیفہ کے مقربین میں سے تھا کہنے لگا: کسی کو حضرت ہادی کے پاس بھیج شاید وہ کوئی ایسی چیز جانتے ہوں جو منفعۂ بخش ثابت ہو، چنانچہ ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیجا گیا، آپ نے فرمایا: فلاں چیز کو اس کے پھوڑے پر رکھ دو ان شاء اللہ تعالیٰ نفع آوڑا ثابت ہوگی۔ مجوزہ چیز کو متوکل کے پاس لایا گیا تو حاضرین ٹھٹھا خول کرنے لگے۔ فتح بن خاقان کہنے لگا: تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے۔ لاؤ وہ چیز۔ خادموں نے حضرت کی فرمودہ دوائی حاضر کی جسے پھوڑے پر رکھ دیا گیا بس رکھنے کی دیر بھی کہ پھوڑا بہنے لگا اور تمام گندامادہ خارج ہو گیا۔ متوکل کی صحت یابی کی خبر اس کی ماں کے گوش گزار کر دی گئی۔ جس نے دس ہزار دینار ایک ہمیانی میں بند کیے اس پر مہر لگائی اور حضرت سیدنا ہادی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دی۔ متوکل کو صحت کا مالہ مل گئی۔ اس واقعہ سے چند روز بعد متوکل نے کسی سے شکایت کی کہ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سال و دولت اور اسلحہ ہے۔ متوکل نے اپنے دربان سعید سے کہا کہ تمہیں حضرت ہادی رضی اللہ عنہ کے گھر آدمی رات گھس جانا چاہیے اور جو مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ لگے قبضہ میں لے کر یہاں لے آنا چاہیے۔ سعید حاجب کا بیان ہے کہ میں سیزھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ جب آدمی رات کے وقت میں نیچے اترا تو گھر بالکل تاریک تھا اور مجھے پتہ نہیں چلتا تھا کہ میں کہاں جاؤں اچانک اندر سے آواز آئی۔ اے سعید! اپنی جگہ پر کھڑے رہو۔ میں دیا لاتا ہوں۔ کچھ وقفہ بعد دیا لایا گیا تو میں نیچے اتر کر آپ کے پاس چلا گیا دیکھا کہ آپ پشم کے کپڑے میں ملبوس ہیں، سر پر اون کا کلاہ ہے اور ٹاٹ کے مصلے پر قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تمہارے سامنے سب کچھ ہے۔ میں گھر میں ادھر ادھر پھرتا رہا لیکن جن چیزوں کی مخبری ہوئی تھی ان

میں سے کوئی چیز نہ مل سکی اور صرف متوکل کی والدہ کی بھیجی ہوئی ہبیانی موجود تھی اس پر اسی طرح مہر موجود تھی اور ایک دوسرے کیسے پر بھی مہر کے نشان تھے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ مصلیٰ بھی حاضر ہے۔ میں نے مصلیٰ اٹھایا تو اس کے نیچے ایک تلواریں دیکھی جو میان میں بند تھی میں یہ چیزیں پکڑ کر متوکل کے پاس لے آیا۔ جب متوکل نے ہبیانی پر اپنی ماں کی مہر لگی ہوئی دیکھی تو تمام کوائف دریافت کیے۔ حاضرین کہنے لگے کہ تمہاری بیماری کے دوران میں تمہاری ماں نے منت مانی تھی۔ متوکل کہنے لگا: اسی طرح کی ایک ہبیانی اور لو اور کیرہ و شمشیر کے ساتھ آپ کو دے کر آؤ۔ سعید حاجب بیان کرتا ہے۔ کہ جب میں یہ چیزیں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ پر شرمندگی اور انفعالیّت طاری تھی۔ میں نے عرض کی: میرے آقا: میری لیے بہت مشکل تھا کہ آپ کے دولت سرا میں بغیر اجازت آگھسوں لیکن مجبور تھا مجھے حکم ہی ایسا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: وَسَيَعْلَمُ الَّذِي كَانَ ذَا آتَىٰ مُثْقَلًا بِنُفْسِهِ لِقَوْمٍ۔

۲..... جب متوکل نے آپ کو مدینہ منورہ سے عراق میں طلب کیا تو آپ سرمن رانی میں ایک ایسی جگہ قیام پذیر ہوئے جسے خان الصعائیک کہتے تھے۔ یہ قیام گاہ کچھ اچھی نہ تھی۔ آپ کے متوسلین میں سے صالح بن سعید نامی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آپ کے قربان جاؤں، یہ گروہ تو آپ کی قدر و منزلت پر وہ افتاء میں رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو منانے کے درپے ہے، اسی لیے آپ کو اس مکان میں قیام کے لیے ٹھہرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے سعید! تو بھی تو اسی جگہ ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ کیا تو نہایت عمدہ قسم کے باغات، بہتی ہوئی ندیاں اور ایسے محلات جن میں باعفت حسین و جمیل عورتیں اور چمکتے دکتے موتیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے، ظاہر ہو گئے۔ صالح بن سعید کہتا ہے کہ میں مغلوب حیرت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: اے ابن سعید! ہم جہاں بھی ہوں یہ چیزیں ہمارے ساتھ ہوتی ہیں۔ یاد رکھو ہم خان الصعائیک میں نہیں ہیں۔ (اینا)

۳..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میرے ساتھ سفر میں میرا بچہ تھا۔ میں نے آپ کی خدمت میں دعا کی غرض سے عرض کی کہ میرے بچے کے ہاں بھی بچہ پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا: جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام ”محمد“ رکھنا۔ بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام محمد رکھا گیا۔ (شہادہ)۔ اسی طرح ایک اور شخص نے اپنے بچے کے ہاں لڑکا پیدا ہونے کے لیے التجاء کی۔ آپ نے فرمایا: لڑکی کئی لڑکوں سے اچھی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ (اینا)

۵..... متوکل کے گھر بہت سے پرندے تھے جن کی چھبھاہٹ سے کسی کو کسی بات کی سمجھ نہ آتی تھی لیکن حضرت ہادی رضی اللہ عنہ جس وقت بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو پرندے خاموش ہو جاتے اور جب گھر سے باہر آتے تو بولنا شروع کر دیتے۔ (اینا)

۶..... ایک ہندوستانی شعبدہ باز متوکل کے ہاں آیا ہوا تھا جو عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔ ایک دن متوکل نے اسے کہا کہ اگر تم محمد بن علی رضی اللہ عنہ کو شرمندہ و خجل کر دو تو تمہیں ایک ہزار دینار دوں گا۔ شعبدہ باز نے کہا: اچھا چند پتلی پتلی روٹیاں دسترخوان پر رکھ دو اور مجھے ان کے پہلو میں بٹھا دو۔ خلیفہ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے روٹی پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتے تو شعبدہ باز نے ایک ایسا عمل کیا جس کے اثر سے روٹی اٹھ کر حضرت ہادی رضی اللہ عنہ سے دور چلی جاتی۔ اس نے اس طرح تین بار عمل کیا جس سے اہل مجلس ہنسنے لگے اسی مسجد میں ایک قالین تھا جس پر شیر کی شکل کھینچی ہوئی تھی۔ حضرت ہادی رضی اللہ عنہ نے اس شیر کو اشارہ کیا کہ اسے پکڑ لو۔ وہ شکل سچ جگہ کا شیر بن گیا۔ پھر اس شعبدہ باز پر جست لگائی اور اسے زمین میں گاڑ دیا اور پھر اسی قالین پر واپس چلا گیا۔ متوکل نے ہر چند عرض کی کہ آپ

شعبہ باز کو زمین سے نکالیں مگر آپ نے عرض قبول نہ کی۔ اور فرمایا: خدا کی قسم تم اب اس شعبہ کو پھر نہ دیکھو گے۔ لہذا وہ مسجد سے باہر آ گیا اور اس کے بعد اسے کسی نے نہ دیکھا۔ (ایضاً)

۷..... ایک دن دعوتِ ولیمہ تھی جس میں شرکت کے لیے حلیفوں کی اولاد آئی ہوئی تھی بہت سے لوگ ان کی تعظیم کے لیے جمع تھے اس مجلس میں ایک ایسا نوجوان بھی موجود تھا۔ جو طریقہ ادب و آداب سے بالکل محروم تھا، ٹیس ٹیس باتیں کرتا اور ہنستا۔ حضرت ہادی علیہ السلام نے اپنے چہرہ انور کو اس کی طرف کر کے فرمایا: تم ہنسی کے گول گپے کیوں بنے جاتے ہو۔ تمہیں اللہ کا ذکر بھول گیا ہے۔ یاد رکھو تم تین دن کے بعد اہل قبور میں سے ہو گے۔ یہ سن کر وہ نوجوان بے ادبی سے باز آ گیا۔ لیکن جب کھانا کھایا تو بیمار ہو گیا اور تیسرے دن فوت ہو گیا۔ (ایضاً)

۸..... کسی اور دن اہل سامرہ کے ہاں دعوتِ ولیمہ تھی ان میں سے بھی ایک لڑکا ایسا تھا جو بے ادب تھا اور مجلس میں بیہودہ گوئی کرتا تھا اور آپ کی عزت کرنے سے بھی عاری تھا۔ آپ نے فرمایا: یہ شخص اس کھانے سے کچھ نہ کھائے گا۔ اس کے کپڑوں سے یہ پتہ چل جائے گا کہ زندگی اس پر تلخ ہو چکی ہے۔ کھانا آیا تو اس شخص نے کچھ کھانے کے لیے ہاتھ دھوئے لیکن اس کا غلام روتا ہوا اندر آ کر کہنے لگا: تمہاری ماں کو ٹٹے سے گر کر مر گئی ہے جلدی کیجئے وہاں چلئے تاکہ اسے زندہ دیکھ سکو۔ وہ شخص بغیر کھانا کھائے اٹھ کر چل دیا۔ (ایضاً)

اولادِ امجاد

آپ کی اولادِ امجاد میں تین صاحبزادے (۱) حسن علیہ السلام (۲) حسین علیہ السلام۔ (۳) جعفر علیہ السلام اور ایک صاحبزادی عالیہ علیہا السلام تھیں۔

انتقال

آپ کا انتقال مستنصر کے زمانے میں بغداد کے مضافات قصبہ سرمن رانی میں بروز دوشنبہ جمادی الاخریٰ کے آخری ایام ۲۵۳ھ میں ہوا۔ آپ کی قبر انور سرمن رانی کی اس سرائے میں ہی ہے جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا مشہد تم میں ہے لیکن درست نہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ فاطمہ بنت موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہ السلام کا مشہد تم میں ہے۔ اور حضرت رضا علی محمد موسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس نے ان کے مشہد کی زیارت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (سعادت الدارین)

واضح رہے کہ سر تاج الاولیاء خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ التوفیٰ چودہ ربیع الاول ۳۵۵ھ اسی شاخ سے ہیں۔

حضرت سیدنا حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ عنہم

آپ گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب زکی ہے۔ دیگر القاب ”خالص“ و ”سراج“ ہیں۔ آپ اپنے والد محترم کی طرح عسکری کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ ان کا نام سوسن تھا لیکن اور نام سے بھی پکاری جاتی تھیں۔ حضرت ہادی علیہ السلام نے اپنی بیوی کا نام حدیث رکھا تھا۔ حضرت کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ بعض نے ۲۳۲ھ بھی کہا ہے۔ آپ سے بہت کرامات کا صدور اور بیشمار خوارقِ عادات کا ظہور ہوا۔

آپ کی کرامات

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر کا بیان ہے کہ مجھ پر روزی بہت تنگ ہو گئی۔ میرے والد نے مجھے حضرت کی خدمت میں حاضری کے لیے کہا کیونکہ آپ جو دو سخا میں مشہور ہیں۔ میں نے والد سے پوچھا: کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نہیں جانتا اور میں نے آپ کو کبھی دیکھا بھی نہیں۔ چنانچہ ہم مقصد برآری کے لیے عازم سفر ہوئے۔ میرے والد نے راستے میں مجھے کہا ہم حاجت مند ہیں، اگر وہ ہمیں پانصد روپے دے دیں تو دو سو کے ہم کپڑے بنالیں گے دو سو کا آٹا دانہ خرید لیں گے اور باقی ایک سو روپے دوسری اشیائے خوردنی و ضروریات پر خرچ کر دیں گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا: ہو سکتا ہے آپ مجھے تین سو روپے دیں، میں سو روپے کے کپڑے، سو روپے کے دیگر اخراجات اور سو روپے کا گدھا خرید کر کوہستان چلا جاؤں گا۔ جب ہم آپ کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اور کوئی بات نہ کی۔ آپ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا: علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آ جائیں۔ ہم اندر گئے اور السلام علیکم عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اے علی تمہیں اس وقت یہاں آنے میں کون سی بات مانع رہی۔ میرے باپ نے عرض کی: میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ کے پاس آؤں۔ جب ہم باہر آئے تو آپ کا غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اس نے ایک ہمیانی جس میں پانصد درہم تھے میرے والد کو دی اور کہا اس میں پانصد درہم ہیں، دو سو کپڑوں کے لیے، دو سو آٹے دانے کے لیے اور بقیہ دیگر خرچ کے لیے۔ پھر ایک اور ہمیانی مجھے دی اور کہا اس میں تین سو درہم ہیں۔ سو کپڑوں کے لیے، سو دیگر اخراجات کے لیے اور سو گدھا خریدنے کے لیے، لیکن یہ ضروری ہے کہ بجانب کوہستان نہ جاؤ، کسی اور جگہ چلے جاؤ۔ اس جگہ کی طرف آپ نے اشارہ بھی کر دیا۔ میں نے وہاں جا کر شادی کر لی اور اسی روز مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔ (شواہد)

۲..... ایک شخص کہتا ہے کہ میرا والد سلوتری تھا اور وہ حضرت زکی کے حیوانات کا علاج کیا کرتا تھا۔ خلیفہ مستعین کے پاس ایک خچر تھا جسے کوئی شخص بھی رام نہ کر سکا یعنی اسے زین و لگام دے کر سواری نہ کر سکا۔ مستعین کے مصاحبوں سے ایک نے خلیفہ سے کہا: آپ اپنے خدام سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ حسین بن رضا کو تکلیف میں مبتلا کر دیں، یعنی یہ خچر انہیں دے دیں، یا تو وہ اس پر سوار ہو کر اسے رام کر لیں گے یا پھر یہ خچر انہیں ہلاک کر دے گا۔ مستعین نے آپ کو بلایا، آپ تشریف لائے۔ اس وقت خچر سرائے کے صحن میں کھڑا تھا۔ آپ اس کے قریب گئے اور اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اسے پسینہ آنے لگا۔ پھر آپ مستعین کے پاس گئے اور بہت عزت و احترام سے پیش آئے۔ اس نے آپ کو اپنے ساتھ بٹھایا پھر کہا: اے محمد! اس خچر کو لگام دے دو۔ حضرت زکی نے میرے والد (سلوتری) کو لگام دینے کے لیے کہا۔ مستعین بولا: حضرت آپ خود لگام دیں۔ حضرت زکی نے اس پر طلیساں ڈالی اور اسے لگام دی اور اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔ مستعین نے دوبارہ کہا: زین بھی آپ ہی کس دیں۔ آپ دوسری بار اٹھے خچر پر زین کی اور اپنی جگہ پر واپس چلے گئے مستعین نے عرض کی: کیا ہی اچھا ہوا اگر آپ اس پر سواری فرمائیں تو آپ اس پر سوار ہوئے اور سرائے کے صحن میں ہی دوڑانے لگے دریں اثناء خچر نے کوئی سرکشی نہ کی۔ آپ نیچے اترے تو مستعین نے پوچھا: حضرت! یہ خچر کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے اس سے اچھا خچر نہیں دیکھا۔ مستعین نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے میرے والد سے کہا کہ اسے کپڑا اور لے جاؤ۔ میرا والد اس خچر کو بڑے آرام سے لے گیا۔ خچر نے کسی قسم کی سرکشی نہ کی۔ (ایضاً)

۳..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سیدنا زکی سے اپنی غربت کی شکایت کی۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں تازیا نہ موجود تھا

آپ نے اس سے زمین کھودی۔ اور اسی سبب سے پانچ سو درہم کا سونا نکل آیا۔ آپ نے سارے کا سارا مجھے عطا کر دیا۔
۴..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں قید خانے میں تھا۔ میں نے قید کی تنگی اور جیل کی گرانی کی شکایت حضرت زکی کو لکھ بھیجی میں چاہتا تھا کہ اپنی تنگ دستی کے متعلق کچھ لکھ بھیجوں لیکن شرم مانع تھی اس لیے اس ضمن میں کچھ نہ لکھ سکا۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: آج ظہر کی نماز اپنے گھر میں ہی پڑھنا۔ (اللہ کے فضل و کرم سے) میں قید سے رہا ہو گیا اور میں نے نماز ظہر گھر جا کر پڑھی اچانک مجھے آپ کا قصد آتا ہوا دکھائی دیا جو میرے لیے سودینار لارہا تھا اس کے ساتھ ایک خط بھی تھا جس میں مرقوم تھا کہ جس وقت بھی تجھے پیسوں کی ضرورت ہو بغیر شرم و عار مانگ لیا کرو کیونکہ تم جس چیز کی بھی طلب کرو گے تمہیں وہی ملے گی۔

۵..... ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کے لیے ایک عریضہ لکھا اور میں چاہتا تھا کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی آپ سے پوچھ لوں لیکن مجھے یہ بات لکھنا یاد نہ رہی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ تمہارے مسئلے کا جواب یہ ہے: تم یہ بھی چاہتے تھے کہ چوتھے روز کے بخار کے متعلق بھی پوچھوں لیکن تم بھول گئے۔ دیکھو آیت شریف ”يَا قَارِئُ كُتُبِي بَرَدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ اَبْرَهِيْمَ“ کا غذر لکھ کر محموم (جسے بخار چڑھا ہوا ہو) کے گلے میں آویزاں کر دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور محموم کو آرام آ گیا۔

۶..... ایک شخص کہتا ہے کہ میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان اندر آ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا بھلا یہ کون ہو سکتا ہے؟ حضرت زکی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ میری بیوی کا چچا زاد بھائی ہے۔ اس کے پاس پتھر کا ایک ٹکڑا ہے جس پر میرے آباؤں کے کرامات اپنی انگشتریاں رکھی ہیں اور اس پر مہر س کندہ ہو گئی ہیں۔ یہ میرے پاس بھی اسی غرض سے آیا ہے تاکہ میں بھی اپنی انگشتری اس پر رکھوں۔ چنانچہ آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اپنا سنگ پارہ لاؤ وہ اٹھا کر آپ کے پاس لے آیا آپ نے ایک جگہ اپنی انگشتری رکھی۔ یہ انگشتری سادہ تھی اس پر کوئی نقش نہ تھا لیکن مہر نکل آئی اس پر الحسن بن علی کے الفاظ نقش ہو گئے جسے میں پڑھ رہا ہوں۔ بعد ازاں جب وہ نوجوان باہر آیا تو اس نے اس سے پوچھا: کیا تو نے کبھی آپ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا: خدا کی قسم میری مدت سے خواہش تھی کہ آپ کا دیدار کروں۔ اسی وقت ایک نوجوان آیا ہے جسے میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کہا: اٹھو اور اندر آؤ، تو میں اندر گیا۔

۷..... ایک شخص بیان کرتا ہے کہ میں نے آپ کو خط لکھا تاکہ مشکوٰۃ کے معنی پوچھوں۔ میری بیوی بھی حاملہ تھی اس لیے میں نے چاہا کہ اس کے لیے بھی دعائے خیر کراؤں اور بچے کا نام بھی آپ ہی رکھیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ ”مشکوٰۃ“ قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ لیکن فرزند خاتون کے بارے میں کچھ رقم نہ کیا۔ ہاں خط کے آخر میں یہ تحریر فرمادیا: عَظَّمَهُ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَخْلَفَ عَلَيْكَ۔ میری بیوی کے ہاں مردہ بچی پیدا ہوئی لیکن دوسرے حمل میں بچہ پیدا ہوا۔ (شواہد)

اولاد

آپ کی اولادِ امجاد میں سوائے محمد المستنصر کے اور کوئی باقی نہ رہے۔

شہادت

آپ کا وصال بروز جمعہ ربیع الاول سرمن رائی میں ۲۶۰ھ میں ہوا۔ اور اپنے والد معظم کے پہلو میں مدفون ہوئے آپ کی عمر شریف اس وقت ۳۸ سال تھی۔

حضرت سیدنا محمد بن حسین بن علی بن محمد بن علی الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہم

آپ بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو القاسم ہے اور آپ الامام بالحجۃ، القائم المہدی، المنتظر اور صاحب زماں کے القاب سے بھی ملقب ہیں۔ آپ خاتم دروازہ ائمہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ سرمن رائی میں ایک غار میں داخل ہو گئے آپ کے پیروا بھی تک آپ کے منتظر ہی ہیں آپ ان کی طرف نکل کر نہیں آتے۔ یہ واقعہ ۲۶۵ھ کا ہے، بعض کہتے ہیں ۲۷۰ ہجری کا ہے یہی درست ہے۔ لیکن جو چیز لوگ خیال کرتے ہیں وہ ابھی تک مخفی ہی ہے۔ (شواہد)

آپ کی والدہ ام ولد تھیں۔ ان کا نام صقیل یا سون تھا اور زرجس بھی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کے اور بھی نام ہیں۔ حضرت کی ولادت رمضان المبارک کی تینیس تاریخ کو ۲۵۸ھ میں سرمن رائی میں ہوئی۔ حکیمہ عمہ ابوزکی (آپ کی پھوپھی) کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آپ نے فرمایا: اے عمہ! آج رات ہمارے ہاں قیام کرو کیونکہ آج رات اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ عطا کرے گا یعنی ہمارے ہاں کچھ پیدا ہوگا۔ میں نے کہا: حضرت! یہ بچہ کس سے پیدا ہوگا جبکہ بی بی زرجس سے تو حمل کے کوئی آثار ہی نظر نہیں آتے۔ آپ نے فرمایا: اے عمہ! زرجس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سلام اللہ علیہا جیسی ہے اس لیے ان کا حمل ولادت سے پہلے ظاہر نہیں ہوگا حضرت عمہ کہتی ہیں: میں نے یہ رات وہیں کاٹی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے اٹھ کر نماز تہجد ادا کی اور بی بی زرجس نے نوافل تہجد پڑھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا صبح ہونے کو ہے مگر جو حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اس کے آثار نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ نے مجھے آواز دی: اے عمہ! جلدی مت کرو۔ میں اسی کمرہ میں جس میں بی بی زرجس تھی واپس چلی گئی۔ آپ مجھے راہ میں ملیں۔ آپ پر لرزہ طاری تھا، میں نے انہیں پکڑ کر سینے سے لگایا اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَيَّا نَزَّلْنَا اور آية الكرسي۔ پڑھ کر آپ پر دم کیا آپ کے شکم سے آواز آئی جو کچھ میں نے پڑھا تھا آپ کے بچے نے بھی وہی پڑھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ تمام گھر نور علی نور ہو گیا ہے اور بی بی زرجس کا بچہ زمین پر سجدہ ریز ہے۔ میں نے بچے کو اٹھالیا۔ حضرت ابو محمد رضی اللہ عنہ نے اندر سے آواز دی: اے عمہ! میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان کے پاس لے گئی۔ آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا اور اپنی زبان اس کے منہ میں ڈال دی۔ پھر فرمایا: اے میرے بچے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بات کر۔ پس بچے نے کہا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَتُرِیدُ اَنْ تَمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتَضَعُّوْا فِی الْاَرْضِ وَتَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَتَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِیْنَ۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ بزرپردوں نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ حضرت ابو محمد نے ایک سبز پرندے سے فرمایا: اسے پکڑ لو اس کے حفاظت کرو یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ ہمیں اس بارے میں حکم دے اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر کو پہنچانے والا ہے۔ میں نے حضرت محمد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ دوسرے پرندے کیا ہیں؟ حضرت نے فرمایا: یہ جبریل علیہ السلام ہیں اور باقی ملائکہ رحمت ہیں۔ پھر فرمایا: اے عمہ! اسے اس کی والدہ کے ہاں واپس لے جاؤ۔ بخوائے مضمون ”تو آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل کر اور محزون نہ ہو اور جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے۔“ حضرت عمہ آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے گئیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو ناف بریدہ اور مختون تھے آپ کے دائیں جانب بالشت بھر لبائی میں جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ وہی روایت کرتی ہیں کہ پیدائش کے وقت زمین پر دو زانو حالت میں تھے اور آگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے آپ کو

چھینک آئی آپ نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ میں ابو محمد زکی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے ابن رسول اللہ ﷺ! آپ کے بعد خلیفہ اور امام کون ہوگا؟ آپ اندر گئے پھر کندھے پر ایک بچہ جو چودہویں رات کے چاند ایسا حسین تھا، اٹھا کر باہر آ گئے۔ بچے کی عمر تین سال تھی۔ آپ نے اس شخص سے فرمایا: دیکھو! اگر تم خدا کے ہاں معزز نہ ہوتے تو میں تجھے اپنا یہ بچہ ہرگز نہ دکھاتا، اس کا نام رسول اللہ ﷺ کا نام ہے اور اس کی کنیت یہ ہے: ”هُوَ الَّذِیْ یَمْلَأُ الْاَرْضَ قِسْطًا لِّمَا مِلَّتْ جَوْرًا وَظُلْمًا۔“

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ ایک دن میں حضرت ابو محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کی دائیں جانب ایک گھر دیکھا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، میں نے کہا: اے آقا! آپ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا: ذرا پردہ اٹھاؤ میں نے پردہ اٹھایا تو ایک چھوٹا سا بچہ نہایت پاکیزہ و مطہر جس کے دائیں رخسار پر تل تھا، گیسو کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، باہر آیا اور حضرت ابو محمد ﷺ کی گود میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو محمد نے فرمایا: یہ تمہارا صاحب امر ہے۔ اس کے بعد وہ بچہ آپ کے زانو سے اٹھا حضرت ابو محمد نے اس بچے سے کہا: یَا بَنِّیْ اَدْخُلُوْا اِلَی الْوَقِیْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ وہ بچہ گھر چلا گیا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابو محمد ﷺ نے فرمایا: اٹھو اور دیکھو کہ گھر میں کون ہے؟ میں نے دیکھا تو گھر میں کوئی بھی نہ تھا۔ (شاہد)

ایک اور شخص کا بیان ہے کہ خلیفہ معتمد نے مجھے دو اور اشخاص کے ساتھ طلب کیا اور کہا کہ حسن بن علی بن ابی طالب سرمن رائی میں فوت ہو گئے ہیں جلدی جاؤ اور ان کے گھر میں جس شخص کو بھی دیکھو اس کا سر میرے پاس لے آؤ۔ ہم آپ کے مکان میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مکان نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا گویا اس کی تعمیر سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔ ہم نے اس مکان پر پردہ پڑا ہوا دیکھا۔ پردہ اٹھایا تو ایک گڑھا نظر آیا وہاں آئے تو یہ گڑھا ہمیں دریا نظر آیا جس کے اوپر بوریا بچھا ہوا تھا اور ایک خوبصورت شخص اس پر قیام کی صورت میں نماز پڑھ رہا تھا اس نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ دی۔ میرے ساتھیوں میں سے ایک آگے بڑھتا کہ آپ تک رسائی حاصل کرے لیکن وہ پانی میں پھڑکتا رہا آخر میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ ڈوبنے سے بچ گیا اس کے بعد ایک اور شخص نے آپ تک پہنچنے کی کوشش کی لیکن اس کا بھی یہی حال ہوا اور میں نے اسے خلاصی دلائی۔ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ میں نے صاحب خانہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم مجھے اس صورتحال سے آگاہی نہ تھی اور نہ یہی پتہ تھا کہ ہم کہاں آ رہے ہیں میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے لیے خداوندِ قدوس کی طرف رجوع کر کے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ہم معتمد کے ہاں واپس چلے گئے اور تمام قصہ سنا دیا۔ معتمد کہنے لگا۔ اس راز کو پوشیدہ ہی رہنے دو۔ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو تمہاری گردن مار دیں گے۔ ان حالات و واقعات سے قارئین کو ان کی جلالتِ شان کا پتہ چل گیا ہوگا۔

بعض حضرات آپ کی دو بار غیبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایک غیبتِ قصری یعنی چند عرصہ کے لیے غیبت یعنی آپ کے زمانہ ولادت سے لے کر انقطاعِ سفارت تک۔ دوسری غیبتِ طولی یعنی زمانہ انقطاعِ سفارت سے لے کر اس زمانے تک جب خداوندِ قدوس نے آپ کے ظہور کا وقت مقرر کیا ہے۔ غیبتِ قصری میں آپ کے لیے سفیروں کا اثبات بھی کیا جاتا ہے جو یکے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہ سفیر آپ اور تمام مخلوق کے درمیان ایک واسطہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان سے لوگوں کی حاجات و سوالات پورے ہوتے ہیں۔ یہ سفارت ایک شخص علی بن محمد نامی پر ختم ہو چکی ہے جس کی وفات ۳۲۶ھ میں ہوئی اس سے روایت ہے کہ اس نے اپنی وفات سے چھ

روز قبل ایک سرکاری دستاویز نکالی جسے حضرت محمد بن العسکری علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا اس کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم! یا علی بن محمد اعظم اللہ اجر اخونک فیک فانک میت ما بینک و بین سب اہل ام
فاجمع امرک ولا ترض الی احد یقوم مقامک بعد وفاتک فقد وقصت الغیبة التامہ فلا ظهور الا بعد اذن اللہ تعالیٰ
وذالک بعد طول الامد وقسوة القلب وامتلاء الارض وشیائی من شیعتی من یدعی المشاہدۃ الا فمن المشاہدۃ
قبل خروج السفیانی والصحة وهو کذاب مفتر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

چنانچہ چھٹے روز تک کسی سے وصیت سفارت نہ کی گئی بعد ازاں غیبت طولی کا زمانہ آ گیا جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تک چلے گا۔ آپ کی
غیبتِ قصری کے دوران میں طائفہ سفارت سے متعلقہ لوگوں نے آپ سے بہت سی حکایات بیان کی ہیں۔ (ابینا)

حکایت نمبر ۱

ایک دفعہ اہل حلہ میں سے ایک شخص جس کا نام اسماعیل تھا، کو زخم آ گیا جس کے علاج و معالجہ سے حلہ اور بغداد کے حکماء عاجز آ گئے
اور کہنے لگے اس کا علاج سوائے قطع و برید کے کوئی نہیں لیکن یہ حصہ کاٹنے میں بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ وہ نس جس پر زندگی کا دار و مدار
ہے اس کے پاس ہی ہے۔ اسماعیل کہتا ہے جب تمام اطباء مایوس ہو گئے تو میں مشہد شریف چلا گیا۔ اماموں کی زیارت کے بعد میں
ایک حوض میں کود گیا اور خدا سے استمداد و استعانت کرنے لگا۔ بعض راتوں میں قیام بھی کرتا رہا اور زیادہ وقت گزارا۔ ایک روز میں نے
دجلہ کے کنارے غسل کیا، پاک و صاف کپڑے پہنے اور مشہد شریف کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ اس طرف سے چار سوار
آ رہے ہیں دو تلوار بستہ تھے۔ ایک کے ہاتھ میں نیزہ تھا اور چوتھے کے کندھے پر اتری ہوئی کمان تھی۔ یہ سب شرفائے مشہد میں سے
معلوم ہوتے تھے۔ جب میرے پاس آئے تو انہوں نے السلام علیکم کہا میں نے ولیم السلام کہا۔ نیزہ بردار کمان والے کے دائیں
طرف گھڑا ہو گیا اور دوسرے اس سے ذرا دور کھڑے ہو گئے۔ جس شخص کے پاس کمان تھی مجھ سے کہنے لگا: کیا تو اپنے اعزہ و اقارب
کے ہاں اکیلا ہی جائے گا۔ میں نے کہا ہاں جناب۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہارے زخم کا معائنہ کروں میں ان کے
پاس گیا آپ نے میرے زخم کو اچھی طرح نچوڑ دیا جس سے مجھے سخت درد محسوس ہوا۔ نیزہ بردار کہنے لگا: اے اسماعیل! کیا تجھے فلاح
حاصل ہوئی میں حیران تھا۔ کہ وہ میرے نام سے کیسے آگاہ ہو گئے۔ میں نے کہا: ہم فلاح پا گئے آپ بھی انشاء اللہ فلاح پائیں
گے۔ نیزہ بردار کہنے لگا: یہ امام ہیں۔ میں دوڑ کر ان کے پاس گیا، آپ سے بغلیں ہوا پھر آپ کے زانو کو بوسہ دیا۔ آپ چل دیے۔ میں
بھی پیچھے پیچھے ہولیا آپ نے مجھ سے چلا جانے کو کہا۔ میں نے عرض کی: میں آپ سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا۔ آپ نے بار دیگر
فرمایا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے وہی جواب دیا۔ نیزہ بردار نے کہا: تجھے شرم نہیں آتی تجھے امام نے دوبارہ
واپس جانے کو کہا ہے اور تو خلاف امر کر رہا ہے۔ یہ سن کر میں کھڑا ہو گیا۔ آپ چند قدم چلے پھر مجھ سے کہا: دیکھو تم جب بغداد جاؤ گے تو
مستصر تمہیں دربار میں طلب کرے گا اس کی کوئی بات نہ ماننا۔ میں اسی حالت میں تھا کہ آپ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد
میں مشہد شریف آ گیا اور ان سواروں کے حالات معلوم کئے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ اس شہر کے آس پاس کے گاؤں کے شریف لوگ
تھے۔ میں نے کہا وہ تو امام تھے۔ انہوں نے پوچھا: امام صاحب نیزہ تھے یا کمان؟ میں نے کہا: صاحب کمان تھے۔ پھر کہا: کیا تم نے
انہیں اپنا زخم دکھایا۔ میں نے کہا: ہاں دکھایا تھا۔ لیکن آپ نے اسے نچوڑ دیا تھا۔ یہ زخم میری دائیں ران پر تھا۔ میں نے اسے برہنہ کیا

تو دائیں ران پر اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا۔ مجھ پر دہشت کے مارے شک کرنے لگا۔ میں کہتا تھا ہو سکتا ہے زخم بائیں طرف ہو۔ میں نے اسے بھی برہنہ کر کے دیکھا تو کوئی نشان نہ تھا۔ اس پر لوگ میرے گرد جمع ہو گئے، میرے کپڑے پھاڑنے لگے۔ خادمان مشہد مجھے گھر لے گئے اور اس طرح لوگوں سے خلاصی دلائی۔ میرے پہنچنے سے پہلے خبر بخداد شریف پہنچ چکی تھی۔ یہاں بھی لوگ مجھ پر اڑ آئے۔ قریب تھا کہ میں اس جم غفیر میں مارا جاتا لیکن مجھے خلیفہ کے پاس لے گئے۔ مستنصر نے مجھ سے میری رام کہانی پوچھی۔ میں نے کہانی دہرائی۔ مستنصر کہنے لگا کہ اسے ہزار دینار دے دو۔ میں نے لینے سے انکار کر دیا کیونکہ حضرت امام نے اس بارے میں مجھے پہلے ہی وصیت فرمائی ہوئی تھی کہ اس سے کوئی چیز نہ لینا۔ یہ حال دیکھ کر مستنصر رونے لگا لیکن میں اس کے ہاں سے باہر چلا آیا۔ (شاہد) جامع الاصول میں قیامت کی علامات و شرائط کے ذکر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر دنیا میں صرف ایک ہی دن باقی رہے تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ میرے اہل بیت میں سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی پیدا فرمائے گا جو میرا ہمنام ہوگا اور جو روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسا کہ اس سے پیشتر روئے زمین ظلم و جور سے مملو تھی۔

اور ایک اور روایت میں ہے کہ دنیا اس وقت تک اختتام پذیر نہ ہوگی جب تک کہ ایک آدمی میرا ہمنام میرے اہل بیت میں سے پوری مملکتِ عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے اس کو امام ابی داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور جامع الاصول میں ابواسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: کہ یہ میرا بیٹا سردار ہوگا جیسا کہ حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جو تمہارے ہی نبی کا ہمنام ہوگا جو خلقاً اگرچہ مجھ سے مشابہ نہ ہوگا تاہم اخلاق میں وہ میرا شبیہ ہوگا پھر اس کے بعد مندرجہ بالا الفاظ دہرائے یعنی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ اس کو بھی ابی داؤد نے بیان کیا لیکن قصے والا حصہ بیان نہیں کیا۔ (ایضاً)

اور ابن عربی صاحب فتوحات مکیہ نے مہدی کے ذکر میں یہ کہا ہے کہ وہ تین سو ساٹھ کالین میں سے ہوں گے تمہیں معلوم ہونا چاہیے (اللہ تعالیٰ تمہیں اور ہمیں مؤید کرے) حق تعالیٰ اپنے نائب کو ایسے وقت میں ظاہر فرمائے گا جب کہ تمام روئے زمین جو ظلم سے مملو ہوگی۔ تو یہ خلیفہ اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی ہو تو حق تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا حتیٰ کہ یہ خلیفہ جو آل رسول ہوگا اور اولادِ فاطمہ اور میرا ہمنام ہوگا۔ اس کی کنیت اس کے دادا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملتی ہوگی۔ وہ لوگوں سے مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان بیعت لے گا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے وہ خلقت میں مشابہ ہوگا اور اخلاق میں کمتر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص بھی پیغمبرِ اسلام کی طرح نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَأَنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ۔ (القلم: ۳)

پھر فرمایا کہ اس شخص کے ہاتھ پر عرفائی، اہل حقائق اور اہل کشف و شہود بیعت کریں گے اور اس کی دعوت کو پھیلائیں گے اور اس کے مدد و معاون ہوں گے۔ وہ اس کے وزیر ہوں گے جو مملکت کا بوجھ اٹھائیں گے اور اس کی ہر معاملہ میں اعانت کریں گے پھر فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک ایسی جماعت کو ظاہر فرمائے گا جو ابھی تک خزانہ غیب میں چھپی ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ ان کو کشف کے ذریعہ سے حقائق اور معاملاتِ مخلوق سے مطلع فرمائے گا۔ ان کے مشورے سے یہ شخص فیصلہ کرے گا اور یہ لوگ حقیقتاً عارف ہوں گے

اور اس کا نام اور جو کچھ اس کے دل میں ہوگا پہچانیں گے اور یہ صرف علمِ عطائی کی برکت ہوگی۔ اسی علم کی وجہ سے ہر اس چیز کو جس سے شخص موصوف کا مرتبہ اور منزلت معلوم کریں گے اس لیے کہ وہ خلیفہ برحق ہے جو حیوانات کی زبان تک سمجھ لے گا اور اس کا عدل و انصاف جن و انس میں جاری و ساری ہوگا۔ حضرت علاء الدولہ احمد بن محمد سمنانی نے ابدال و اقطاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ اصل ہو چکے ہیں اور ان کے آباؤ اجداد..... اہل بیت بھی اس مرتبہ سے متصف ہیں۔ جب یہ لوگ آنکھوں سے مخفی و پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔ تو ابدال کے زمرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر تدریجی طور پر ترقی کرتے کرتے عظمت کی انتہائی بلندی تک پہنچ جاتے ہیں اور علی بن حسین بھی ایک قطب رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کا انتقال ہو گیا۔ تو انہیں شونیز کے مقام پر دفن کیا گیا تو ان کی نماز جنازہ محمد بن حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور ان کے قائم مقام بن گئے اور قطبیت کے رتبے پر تیس سال تک فائز رہے پھر بحکم پروردگار یہ بھی وفات پا گئے تو ان کے قائم مقام حضرت عثمان بن یعقوب خراسانی جوینی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور ان کے تمام ساتھیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور انہیں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن کیا۔ جب جوینی کا انتقال ہوا تو احد کو چک جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد میں سے تھے ان کے قائم مقام ہوئے۔ ان کا انتقال بیرونِ عرب ہوا۔ ان بزرگوں کی قبور اونچی ہیں نہ پختہ۔ انہیں اقطاب کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور یہ ہر سال قبور مذکورہ کی زیارتوں سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ (شواہد)

الحمد للہ: حق تعالیٰ نے آئمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال و احوال اور کرامات و خوارقِ عادات کے بیان کے اتمام کی توفیق بخشی ہے۔

آخر میں اپنے پیارے قابلِ صدا احترام قبلہ بزرگوار جید امجد محمد دین صاحب فورمین۔ رحمہ اللہ التین متوطن کوٹلی لوہاراں مغربی ضلع سیالکوٹ التونی ۲۸ صفر المظفر ۱۳۸۶ ہجری کے لئے دعا گو ہوں جنہوں نے میری زندگی کا مقصد حصولِ دین اور تبلیغِ اسلام اور مسلکِ حق اہل سنت پر استقامت جانا اور اپنی خصوصی نگہبانی سے مجھے دارالعلوم احسن المدارس روپنڈی سیدی وسندی و استاذی حضرت قبلہ شاہ محمد عارف اللہ قادری میرٹھی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر کیا اور قبلہ شاہ صاحب نے اپنی خاص توجہ سے عرصہ آٹھ سال میں مجھے تمام علوم و معارف سے آراستہ فرمایا۔ پروردگار عالم میرے قبلہ استاذی المحترم اور جد امجد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ ان کی نگاہ عنایت سے یہاں تک پہنچا ہوں ورنہ میں اس قابلِ کہاں جو کہ قبل ازیں ایک کتاب علمِ خیر الانام لکھ چکا ہوں اور اب اتنی عظیم کتاب شہادت کے موضوع پر لکھی ہے جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے نہ تو اپنی علمی لیاقت و قابلیت کا اظہار مقصود ہے اور نہ ہی مال و دولت، وقار و عزت، ناموری و شہرت مطلوب ہے بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور رضا کی خاطر ہے۔ اور کتاب شہادتِ نواسہ سیدالابرار میرے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی کا سبب بنائے اور خاتمہ ایمان فرمائے۔ آمین بحر متہ سید المرسلین وآلہ الطاہرین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی شَفِیْعِنَا خَاتِمِ النَّبِیْنَ وَعِزَّتِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِذِكْرِكَ وَذِكْرِ حَبِیْبِكَ وَذِكْرِ آلِ حَبِیْبِكَ مُتَلٰذِمًا تَوْفِقًا مُّسْلِمًا وَالْحَقُّنَا بِالصَّالِحِیْنَ وَاَرْزُقْنَا شَقَاعَةَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ فَرِحْنِیْ اَقُوْلُ قَوْلِیْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرْ لِلّٰهِ لِیْ وَلِیْسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالصَّلٰوةُ الزَّكٰیاتِ النَّامِیَاتِ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ الْمُغِیْبَاتِ مَظْهَرِ الْخَفِیَّاتِ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَلَا كَاْرِمِ السَّادَاتِ

وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ تَعَالَى أَعْلَمُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ بِرَحْمَتِكَ
يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ بِحَاثِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الطَّاهِرِينَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ قَدْ نَزَّ الْكِتَابُ
بِعَوْنِ اللَّهِ الْوَهَّابِ فِي يَوْمٍ عَاشُورَاءَ مِنْ شَوَّالِ الْمَكْرَمِ ١٣٩٩ هـ مِنْ هِجْرَةِ مُضْبَاجِ الظَّلَامِ وَخَيْرِ الْأَنَامِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَآلِهِ السَّلَامُ الْهَضَارُفُ لِلْغُلَاظَةِ مِنْ سَبْتِ ١٩٤٩ هـ .

محمد عبد السلام

غُفِرَ لَهُ رَبُّ الْأَنْامِ بِحَاثِ حُضُورِ سَيِّدِ الْأَنْامِ وَآلِهِ الْكِرَامِ

قرآنیات کا انسائیکلو پیڈیا

بُرْہَانُ الْقُرْآنِ فِي رُفْعَةِ الرَّحْمَنِ

مُصَنَّفُ فَقِیْہُ الْعِزَّازِ اَبْنِ حَسَنٍ قَالَانِی

کُل 2 جلد 1800 سے زائد صفحات



باطنی اسرار رموز

منظر انقریحات

قرآن مجید کے موضوعات کا جامع ترین احاطہ

ہر موضوع میں لطیفیت و تصوف کی کئی خوشبو

تاریخی تفصیلات و معلومات

اکابرین کے اقوال

اسلاف کے کتب و لکچر کی یاد تازہ کرنے والا شریں و دلربا اسلوب تحریر

ذہن و عقل میں جذب ہونے والا ربط و تسلسل

تصوّف و طریقت پر اپنی طرز کی پہلی منفرد تصنیف

اَسْرَارُ الْحَقِیْقَةِ فِي تَدْوِیْنِ الطَّرِیْقَةِ

مُصَنَّفُ فَقِیْہُ الْعِزَّازِ اَبْنِ حَسَنٍ قَالَانِی

• نفس و روح کے لطائف و اسرار پر ایک طویل اور سیر حاصل بیان • طریقت و ولایت کے کمالات و مثال کا مفصل تذکرہ

• باطنی و روحانی کیفیات، واردات، احوال اور شہادت • ہر موضوع اور بحث میں قرآن وحدیث کے ان گنت دلائل

• عشق و محبت الہیہ کی سرشاری و خماری سے بھرپور • طریقت و تصوف کے ہر سوال کا جواب، اچھوتا اور دلربا اسلوب تحریر

شریعت و طریقت کے اصول و احکام سے روشنی

الْاَشْکَالُ الْمَلَكُوتِيَّةُ فِي تَدْوِیْنِ الْاِسْلَامِ

• ذات و صفات باری تعالیٰ • نظریہ وحدۃ الوجود و نظریہ وحدۃ الشہود • تخلیق کائنات کی تشریح

• نور محمدی علیہ السلام کے اسرار و معارف • مسلمانوں پر قرآن کے حقوق • شرعی حدود کا بیان

• قرآن مجید کی معلومات اور فضائل کا بیان • سیرت النبی علیہ السلام کا دلکش اجمالی بیان • عبادت کی روح اور فلسفہ

• فرائض شریعت اور ان کے فقہی مسائل کی تفصیل • ذکر اللہ اور اس کی اقسام کا بیان • نور الہیہ کے باطنی معارف

• دین کے شعائر میں مخفی روحانی حکمتوں کا بیان

الْاَشْکَالُ الْمَلَكُوتِيَّةُ فِي تَدْوِیْنِ الْاِسْلَامِ

فَقِیْہُ الْعِزَّازِ اَبْنِ حَسَنٍ قَالَانِی

11 داتا گنج بخش روڈ، لاہور
42-3731385, 37070663
0300-4429721
e-mail: nooriartizvia@hotmail.com

نُورِیَّہ رِضْوِیَّہ یَبْلٰی کِیْشَنز







